از کلام اقبالؒ

من نداں علم و فراست با پر کاہے نمی ارزم
کہ از تیغ و سناں بیگانہ سازد مرد غازی را

امیر حزب اللہ

حضرت جناب ابو البرکات پیر سید محمد فضل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آستانہ عالیہ جلالپور شریف

تصنیف

ڈاکٹر عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

ادارہ حزب اللہ

جلالپور شریف جہلم

قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین محی الدین ثانی سیدنا و مولینا حضرت ابوالبرکات **امیر حزب اللہ الحاج سید محمد فضل شاہ صاحب** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جلالپور شریف

حضرت امیر حزب اللہ کو عقیدت مندوں نے پالکی پر اٹھا رکھا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

فان حزب اللہ هم الغالبون

عالی جناب تقدس مآب حامی شریعت وقامع بدعت، واقف اسرار حقیقت وماہر رموز معرفت،
آیۃ من آیات اللہ جناب ابوالبرکات، سیدنا ومولانا الحاج حضرت

امیر حزب اللہ

پیر سید محمد فضل شاہ صاحب

لازالت شموس ہدایاتہم لامعۃ

(۱۸۹۴-۱۹۶۶)

آستانہ عالیہ جلالپور شریف (جہلم)

(حالات زندگی، تعلیمات وکرامات وسیرت وشخصیت)

مؤلفہ

ڈاکٹر محمد عبدالغنی ایم۔اے، پی ایچ۔ڈی، پروفیسر گورنمنٹ کالج جہلم

شائع کردہ ادارہ حزب اللہ جلالپور شریف ضلع جہلم

Marfat.com

یکے از مطبوعات آستانہ عالیہ جلالپور شریف

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	امیرِ حزب اللہ
مصنف	ڈاکٹر عبدالغنی
ناشر	ادارہ حزب اللہ
باہتمام	بزم حیدریہ، جامعہ حیدریہ فضل العلوم آستانہ عالیہ جلالپور شریف
طباعت باراول	جمادی الاول ۱۳۸۵ھ بمطابق ستمبر ۱۹۶۵ء
طباعت باردوم	جمادی الثانی ۱۴۲۶ھ بمطابق جولائی ۲۰۰۵ء

ملنے کا پتہ

جامعہ حیدریہ فضل العلوم آستانہ عالیہ جلالپور شریف ضلع جہلم

فون: 0458-786398

0544-786398

E-mail:jamiahaidria@hotmail.com

Web:www.jamiahydria.jeeran.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرف اول

نحمدہٗ و نصلّی و نسلّم علیٰ رسولہٖ الکریم امابعد!

''بزمِ حیدریہ'' آستانہ عالیہ کی نایاب کتب ''ذکر حبیب، نفحات المحبوب (ملفوظات حیدری) اور مجمع البحرین'' کی اشاعت کے بعد حضور محبوب سبحانی، اعلیٰ حضرت غریب نواز، پیر سید غلام حیدر علی شاہ بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کے صد سالہ عرس مبارک (۵/۶ / جمادی الثانی ۱۴۲۶ھ بمطابق جولائی ۲۰۰۵ء) کے موقع پر آپ کے محبوب پوتے بطل حریت، مجاہد اعظم، محی الدین ثانی، حضرت امیر حزب اللہ پیر سید محمد فضل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت اور تعلیمات پر مشتمل عظیم کتاب ''امیر حزب اللہ'' کتابت و طباعت کی جدید ترین خوبیوں سے مزین کر کے شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہی ہے

یہ سب پیر سید محمد انیس حیدر شاہ صاحب مدظلہ العالی اور پیر سید محمد تنویر حیدر شاہ صاحب مدنی مدظلہ العالی کی نگاہ التفات کی برکت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم جیسے کم فہم و کم علم لوگوں سے اپنے محبوب بندے کا تذکرہ لوگوں تک پہنچانے کا کام لے رہا ہے۔ زیر نظر کتاب تصوف، طریقت، تحریک آزادی، ادب اور تاریخ کے اعتبار سے اپنی مثال آپ ہے اور تمام اہل علم، برادرانِ طریقت اور اصحابِ قلم و قرطاس کے لئے یہ ایک عظیم تحفہ ہے۔ چونکہ یہ کتاب آپ کی حیات طیبہ (۱۹۶۵ء) میں ہی پہلی بار شائع کی گئی تھی اور اب تقریباً چالیس سال کے بعد اسے من و عن شائع کیا جا رہا ہے۔ اسلئے آپ کے وصال (ستمبر ۱۹۶۶ء) کے بعد کے حالات جو کہ آستانہ عالیہ جلالپور شریف کے متعلقہ ہیں وہ اس میں درج نہیں ہیں۔ بقول ڈاکٹر عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ کتاب ''ذکر حبیب'' کی دوسری جلد ہے۔

صرف اس کی کتابت کو موجودہ دور کے مطابق کمپیوٹر کتابت میں تبدیل کیا گیا ہے اور اہم واقعات کی ہیڈنگ دے کر انہیں فہرست میں شامل کر دیا گیا ہے۔ پروف ریڈنگ میں بڑی احتیاط سے کام لیا گیا ہے۔ تاہم اگر کوئی غلطی نظر آئے تو اسے ہماری کمزوری پر محمول کریں! بایں ہمہ قارئین کرام سے التماس ہے کہ وہ کسی بھی قسم کی غلطی سے ہمیں ضرور مطلع کریں گے۔ تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح کر دی جائے۔

آخر میں اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اے پروردگار! یہ کاوش صرف تیری رضا کیلئے ہے کو حضور نبی کریم ﷺ کا صدقہ شرف قبولیت عطا فرما۔ جامعہ حیدریہ فضل العلوم کے اساتذہ،

Marfat.com

طلباء اور وہ تمام افراد جنہوں نے اس کتاب کی کمپوزنگ، طباعت اور اشاعت میں کسی طور بھی حصہ لیا ہے انہیں سعادتِ دارین سے نواز! آمین

اللّٰھم صلّ علیٰ محمدٍ و علیٰ آل محمدٍ وّبارک و سلّم

ربّنا اٰتنا فی الدنیا حسنةً وفی الاٰخرة حسنةً وّ قنا عذابَ النّار ۰

صدر

بزم حیدریہ

جامعہ حیدریہ فضل العلوم آستانہ عالیہ جلالپور شریف

Marfat.com

ہدیہ سپاس

اس کتاب مبارک کے سلسلہ میں حافظ نذر حسین صاحب شاد فاروقی کی خدمات بھی بیحد قابل قدر ہیں۔ ذکر حبیب تصنیف ہوئی اس کا روح پرور مقدمہ حضرت امیر حزب اللہ ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اپنی مبارک قلم سے خود لکھا۔ اس کے ایک ایک لفظ کو بالاستیعاب دیکھا۔ حک و اصلاح فرمائی۔ مضامین اور مطالب کا اضافہ فرمایا۔ لیکن آپ کی اپنی مسلسل علالت اور نقاہت بدنی کے باعث یہ کتاب وہ شرف حاصل نہ کر سکی۔ خوش قسمتی سے حافظ صاحب دینی تفقہہ بھی رکھتے ہیں۔ صاحب قلم بھی ہیں اور اپنی خاندانی روایات کے مطابق عقیدت اور نیازمندی کے جوہر گرانمایہ کے بھی مالک ہیں۔ نظر ثانی کیلئے حضور نے انہیں منتخب فرمایا اور الحق انہوں نے یہ فریضہ بڑی خوش اسلوبی اور بے حد عرقریزی سے انجام دیا۔ کوئی لفظ اور کوئی معنیٰ ایسا نہیں جو ان کی ناقدانہ نگاہ سے نہیں گزرا۔ اس کے بعد کتاب کی کتابت اور طباعت کا بظاہر لاینحل مسئلہ پیدا ہوا۔ خوش نصیبی سے حافظ صاحب لاہور چھاؤنی میں اپنے فرائض منصوبی انجام دے رہے تھے۔ اپنی قیام گاہ اور شہر لاہور کے درمیان انہوں نے تمازت آفتاب اور باد و باراں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے جتنے چکر لگائے ان کا شمار آسان نہیں۔ اور پھر کاروباری لوگوں سے جس ہوشمندی کے ساتھ انہوں نے معاملات کئے یہ انہی کا حصہ ہے۔ الغرض کتاب کی تصنیف و ترتیب اور طباعت و تکمیل کے ہر مرحلہ پر حافظ صاحب نے ایسی گرانقدر خدمات انجام دی ہیں کہ ان کے بغیر قارئین کرام کے ہاتھوں تک اس بابرکت اور حسین و جمیل کتاب کا پہنچنا امر محال تھا۔ راقم الحروف نہ صرف اپنی طرف سے بلکہ تمام برادران طریقت کی جانب سے ان کی خدمت میں ہدیہ تشکر و امتنان پیش کرنا ایک اخلاقی فرض سمجھتا ہے۔

(مصنف)

....

Marfat.com

می کنم باہزار عجز و نیاز

ہدیہ خواجہ غریبؒ نواز

Marfat.com

فرمودات عالیہ حضرت امیرِ حزب اللہ رحمۃ اللہ علیہ

☆ ہمارا مقصد وحید اس گئے گزرے زمانے میں اسلام کو فروغ دینا، مسلمانوں کا مستقبل سدھارنا اور انہیں کفر زار ہند میں عزت و آبرو کے ساتھ رہنے کے قابل بنانا ہے۔

☆ آج اس بات کی ضرورت ہے کہ اسلامی اور قومی ضروریات کی تکمیل کے لئے ہم اپنی سب قوتیں بروئے کار لائیں اور ساری طاقتیں خرچ کر دیں۔

☆ ہم نے لازوال اور مہتم بالشان کارناموں سے تاریخ کو بنانا ہے۔

☆ آپ بیک وقت دونوں قسم کے جہاد شروع رکھیں۔ بالسیف بھی اور بالنفس بھی تاکہ ایک طرف تمہاری خاراشگاف تلوار اعدائے دین کو تمہارے سامنے سرنگوں کر دے۔ اور دوسری طرف تمہاری بےنفس صداقت و روحانیت لوگوں کے دلوں کی اقلیم کو فتح کر لے۔

☆ وقت وہی مبارک ہے اور گھڑیاں وہی سعید جو خداوند تعالیٰ کی یاد میں بسر ہوں۔

☆ اگر میرے منہ سے ایک بات بھی کام کی نکلی ہے تو خدارا اس پر عمل کیجئے۔ ہماری مصیبتیں اچھی باتیں نہ کہنے سے پیدا نہیں ہوئیں بلکہ ان پر عمل نہ کرنے سے پیدا ہوئی ہیں۔

☆ امیر حزب اللہ نے اپنا فرض پورا کر دیا۔ تمہیں بلاخوف لومۃ لائم تنبیہ کر دی۔

☆ خداوند کریم کی فوج کے سپاہیو! بگل بجنے والا ہے۔ مستعد اور تیار ہو جاؤ!!! اور امیر کے احکام کی انتظار میں گوش بر آواز!!!

Marfat.com

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
1	پیش لفظ	1
2	مقدمہ	11
3	کیفیت احسان کے حصول کے بعد	13
4	سائنسی نظریہ سے تصوف پر ایک نظر	15
5	قلب ماہیت	16
6	تصوف، معرفت یا احسان طریقت	17
7	ایک شبہ اور اس کا ازالہ	17
8	عالم صغریٰ	18
9	ڈارون کی تھیوری مولانا روم کی مبینہ تھیوری کا نامکمل چربہ ہے	19
10	آمدم برسر مطلب	21
11	صحابہ کرام علیہم الرضوان اور تصوف	23
12	امامان دین اور ائمہ مجتہدین	24
13	ایک غلط فہمی کا ازالہ	25
14	دنیا اور اہل دنیا سے بے نیازی	25
15	کفرزار ہندوستان میں روحانیت کے علمبردار	27
16	الف اول والف ثانی	30 -
17	مجدد چشتی	31
18	حضرت امیر حزب اللہ	32
19	تحریک حزب اللہ	32
20	فاتحۃ الکتاب	34
21	باب اول	37
22	عہد طفولیت اور آغاز شباب	37
23	عام الحزن	37
24	الہامی نام	38
25	والدہ ماجدہ کی آغوش رحمت میں	38
26	جانگداز حادثہ	39
27	حادثہ کے اثرات	40
28	تعلیم و تعلم	41
29	دیگر اساتذہ کرام	43
30	حقیقی تعلیم	43
31	حضرت اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی محبت	44
32	حضرت اعلیٰ کی خصوصیت کا تاثر	45
33	ترکی سلطان اور حجاج کا ایک واقعہ	46
34	حکومت برطانیہ اور کابلی حکمران	46
35	برطانیہ کے رویہ سے مسلمانوں	

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	میں شبہات	47
36	حضرت اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کا جذبہ حمایت اسلام و مسلمین	47
37	ماحول کی بوقلمونی اور اس کے عناصر اربعہ	47
38	روحانی تربیت کی تکمیل	48
39	سیال شریف کا سفر	49
40	حضرت ثانی استقبال کے لیے آتے ہیں	50
41	شمس العارفینؒ کے مزار اقدس پر حاضری	50
42	الامر فوق الادب	51
43	شادی کیلئے حضرت اعلیٰ کا خیال	52
44	صاحبزادہ صاحب سے حضرت اعلیٰ کی بے پایاں محبت کا مزید ثبوت	53
45	وصال اعلیٰ حضرتؒ	53
46	خواب میں اعلیحضرتؒ سے ملاقات	53
47	آغاز شباب	54
48	ایک شاندار علمی کارنامہ	55
49	رسالہ ''صوفی'' کا اجراء	56
50	''صوفی'' کے ادباء و شعراء	56
51	صوفی کے تذکرہ کا اصل مقصد	57
52	ننھا ادیب	57
53	عشق حقیقی و مجازی	57
54	دیدنی اقتباس	58
55	عشق اور عقل	60
56	باب دوم (سفر حجاز)	68
57	جلال پور شریف سے بمبئی	68
58	قوالی اور وجد و حال	70
59	منڈی بہاؤالدین اور دیگر مقامات پر زائرین کا ہجوم	70
60	لاہور میں قابل دید مقامات کی زیارت	71
61	لاہور کے بعض حضرات سے ملاقاتیں	73
62	دہلی میں ورود	74
63	جے پور میں ورود	81
64	خواجہ غریب نوازؒ کے مزار پر حاضری	83
65	بمبئی میں چند روز قیام	83
66	دلال اور حاجی	85
67	قابل دید مقامات کی سیر	86
68	حضرت مریمؑ کا عرس مبارک	88
69	ایک سانحہ	89
70	آغا خان اول کے مقبرہ پر	89
71	میں آیا، میں نے دیکھا اور میں نے فتح کیا	90
72	بحری سفر	91
73	ملک مصر میں ورود اور سیر	97

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
74	پورٹ سعید سے قاہرہ تک	99
75	زیارات کی زیارت	102
76	نام کی تکریم	103
77	اہرام مصر	107
78	چڑیا گھر میں	110
79	تہذیب نصاریٰ	112
80	مصر کی تصویر کا دوسرا رخ	113
81	مصری تہذیب	114
82	تصویر کا دوسرا رخ	115
83	پورٹ سعید میں	116
84	سفر بیت المقدس	117
85	زیارات بیت المقدس	120
86	خنجر کا قصہ	123
87	سفر شام	127
88	حجاز مقدس کا سفر	144
89	دمشق کی تعریف	146
90	روضہ اقدس پر حاضری	153
91	سیدنا صدیق اکبرؓ کی بارگاہ میں سلام عقیدت	155
92	سیدنا عمر فاروقؓ کی بارگاہ میں سلام عقیدت	155
93	جناب سیدہ فاطمہؓ کے مزار اقدس کی حاضری	156
94	اہل بقیع پر غائبانہ سلام	157
95	جبل احد کی طرف	158
96	جنت البقیع میں	159

نمبر شمار	مضمون	
97	سیدنا عثمان ابن عفانؓ کے مزار اقدس کی حاضری	160
98	میان عاشق و معشوق	162
99	قدیمی یادگاریں	165
100	کوئے حبیبؐ سے روانگی	167
101	ایک واقعہ	169
102	مکہ معظمہ میں	170
103	فریضہ حج کی ادائیگی	173
104	مراجعت وطن	176
105	واپسی پر آپ کا شاندار استقبال	177
106	باب سوم	181
107	مجاہدانہ گرمجوشی سے پہلے	181
108	ایام ولیعہدی	181
109	مریدوں کی گمراہ کن خوش اعتقادیاں	184
110	تصوف اور سیاست	185
111	اقتدار اعلیٰ یا حکومت کا حصول	186
112	ہرسہ مقالات کا خلاصہ	187
113	لندن میں قادیانی مشن کو نصیحت	187
114	یورپ نہیں بلکہ ہندوستان تبلیغ کا زیادہ محتاج ہے	188
115	اصلی اور نقلی مسلمان	188
116	مہذب گداگری کی بنا ختم	

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	کردی	189
117	حضرت ثانی صاحب کا انتقال پرملال	190
118	سیماب وارثی کا مرثیہ	191
119	ثانی صاحب کی کرامت کا ایک خصوصی واقعہ	191
120	حضرت ابوالبرکات کی مسند نشینی	194
121	کچھ صورت کے بارے میں	194
122	السابقون برادران طریقت کے تاثرات	195
123	عقد اول وثانی	198
124	صاحبزادہ سید برکات احمد کی ولادت باسعادت	198
125	کتاب ''سیدۃ الزہرہ'' پر مقدمہ	200
126	مقدمہ کا خلاصہ	200
127	ذکر حبیب مقالہ	201
128	اس دور کے مسلمانوں کی معاشی حالت	203
129	ہند میں حکومت کرنے کی سزا	203
130	مسلمانوں کی مرض اور اسکی اصلاح	204
131	فلسفہ تاریخ کا ایک عجیب نکتہ	206
132	ٹائین بی کا نقطہ نظر	206
133	روضہ شریف کی تعمیر	208

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
134	روضہ شریف کے فیوض و برکات	210
135	حضرت سیماب وارثی کی سیمابی کیفیت	210
136	جلالپور شریف کی تصوراتی سیر	211
137	ایک عجیب واقعہ	214
138	تماشہ عجیب	216
139	کہاں ہیں اہل طریقت جلالپور آئیں	216
140	میں حیدری ہوں	217
141	دوسرا واقعہ	218
142	لنگر شریف کے دیگر حالات	220
143	حضرت نواب صاحب علیہ الرحمۃ	221
144	حضور کا عقد ثالث	221
145	لنگر شریف کے انتظامات	222
146	''ذکر حبیب'' کی تصنیف	222
147	دنیائے اسلام پر ادبار کی گھٹائیں	224
148	مشائخ میں سب سے اول	224
149	جلالپور عرس میں قرارداد	225
150	شریف مکہ کی غداری کی سزائے مستعجل	226
151	ہند میں محشر	228
152	تحریک ترک موالات اور	
153	تحریک ہجرت	228

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
154	ایک اضطراب آفریں واقعہ اور حادثہ فاجعہ	229
155	بدھومیاں اور گاندھی	229
156	قائداعظم کی کانگریس سے علیحدگی	230
157	بحرانی دور اور امیر حزب اللہ	230
158	تخت کابل کے خلاف انگریز کی سازشیں	231
159	امیر امان اللہ خان اور جناب امیر حزب اللہ	232
160	فتنہ ارتداد	233
161	سوامی شردھانند اور شدھی	234
162	فتنہ ارتداد ایک دوسری طرف سے	234
163	مرکز جمعیۃ تبلیغ الاسلام	235
164	تبلیغ الاسلام کے جلسہ کی صدارت	236
165	باب چہارم	241
166	تحریک حزب اللہ	241
167	آغاز کار	241
168	مسلمانوں کی حالت زار	241
169	ہندو کی مہاسبھائی ذہنیت	242
170	انگریز کی ہندو نوازی اور مسلمانوں کی حالت زار	242
171	مرد مومن	243
172	تحریک حزب اللہ	244

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
173	نصب العین	245
174	اصلاحی اور انقلابی تحریکیں	245
175	افتتاحی تقریب	247
176	حزب اللہ کا پہلا دورہ	247
177	کامیاب جلسے	248
178	شاندار مستقبل کی توقع	248
179	مجلس منتظمہ برائے سوشل اصلاحات کا قیام	249
180	مرکزی دفتر	250
181	تحریک کا لٹریچر	250
182	اقتباسات	251
183	تحریک کا اصلی لٹریچر	252
184	صحافت کا خراج عقیدت	253
185	سالانہ دورے	254
186	مجلس مشاورت	255
187	دورہ کے اشتہارات	256
188	دشت تو دشت ہیں	257
199	خدائی فوج میں بھرتی ہو جاؤ	258
190	دست بہ کار و دل بہ یار	260
191	از دل خیزد و بر دل ریزد کے نظارے	260
192	جہاد	261
193	نیم عسکری جماعت	262
194	اطاعت امیر	263
195	کائنات کی شہادت	264
196	خدائی فوج کی بھرتی	265

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
197	ایک واقعہ	266
198	پیکران خلوص ومحبت کی ہم رکابی	267
199	ایک خوش گوار انقلاب	267
200	امام اعظم کا ارشاد	268
201	عظیم کارنامہ	269
202	عرس مبارک کے اجتماعات	270
203	حزب اللہ کا مطبوعہ دعوت نامہ	271
204	ابتداء	274
205	رضا کاروں کا مظاہرہ	275
206	سر سکندر اور خواجہ حسن نظامی جلسہ حزب اللہ میں	276
207	خواجہ صاحب کا استقبال اور سلامی	276
208	حزب اللہ اور امیر حزب اللہ کے متعلق خواجہ صاحب کے تأثرات	277
209	خواجہ صاحب، راجہ صاحب اور مولانا مسلم کی تقاریر	277
210	حضرت امیر حزب اللہ اور خانوادہ حیدری کے متعلق خواجہ صاحب کے مجموعی تأثرات	278
211	مجلس شوریٰ کے اجلاس	278
212	حزب اللہ کے عام اجلاس اور نامور خطباء وشعراء کی	
213	شمولیت	279
214	خطبہ صدارت	282
215	خطبہ صدارت کا انداز بیاں	283
216	طباعت وتقسیم	283
217	دعا	284
218	حزب اللہ اور رفتار زمانہ	285
219	اس دور کی سیاسی فضا	287
220	سکھوں کا ایک ناپاک منصوبہ اور امیر حزب اللہ کا ہنگامہ خیز اعلان	288
221	ہندو بنیا اور فرنگی بنیا کی ملی بھگت	289
222	مسجد شہید گنج کا واقعہ ہائلہ	290
223	حزب اللہ کا کردار	291
224	دعوت اتحاد واعتصام بحبل اللہ	293
225	مسلم عوام کو خراج تحسین	293
226	صوفیاء اور مشائخ کو دعوت جہاد	294
227	عرس کے موقع پر	295
228	یوم احتجاج	295
229	سیاسی اور مذہبی راہنماؤں پر تنقید	296
230	آلہ کے فساد	297
231	سیاسی اصلاحات کے نتائج	297

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
232	سیاست اور حزب اللہ	298
233	راجہ صاحب کی خدمات	298
234	الاچی کی ڈاچی کی بلائے بے درماں سے نجات کے لئے امیر حزب اللہ مدظلہ العالی کا کامیاب عملی اقدام	299
235	دیرینہ سازش	300
236	گیارہویں سالانہ جلسہ کے "خطبہ صدارت کا ایک اقتباس	302
237	جنگ عظیم میں جماعت حزب اللہ کا موقف	304
238	آمریت، جمہوریت اور اسلامی شورائیت	305
239	ہوس، استعمار، جنگ اور جہاد	306
240	مجاہد کی قلمی تصویر جنگ کے دوران میں	306
241	حضرت امیر کی ہدایات	307
242	جماعت خاکسار کا سقوط	308
243	حزب اللہ پر پابندی	309
274	قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید	310
275	اقوام یورپ کے بارے میں	310
276	جماعت حزب اللہ کے متعلق	311
277	جرمنی کے بارے میں	312
278	جنگ کے خاتمہ کے بارے میں	312
279	اٹلی کے متعلق	312
280	حرف بہ حرف تمام پیش گوئیاں پوری ہوگئیں	313
281	روس کا دہن آز	314
282	جنگ سے بعد کے نتائج اور ردعمل کے بارے میں	314
283	حالات جنگ کا مطالعہ مصلی کے زاویہ نگاہ سے	315
284	انسان "احسن تقویم" اور "اسفل السافلین" کے روپ میں	316
285	نظریاتی اختلافات وجہ نزاع و دغا ہیں	317
286	واعتصموا بحبل اللہ جمیعا کی روح پرور دعوت	318
287	اسلامی انقلاب کا مطمع نظر حکومت الٰہیہ	318
288	تعلیمات الٰہیہ کے کرشمے	319
289	حزب اللہ اور پاکستان	321
290	آزاد اسلامی حکومت کے سلسلہ میں امیر حزب اللہ کے فرمودات رفتار زمانہ کے ساتھ ساتھ	322

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
291	باب پنجم	323
292	تخلیق پاکستان	323
293	پاکستان اسلام کا عطیہ اور زندہ معجزہ ہے	323
294	۱۸۵۷ء کے بعد کے سیاسی حالات پر ایک طائرانہ نظر	324
295	میثاق لکھنو اور سائمن کمیشن	325
296	صوبجاتی خود مختاری اور رام راجیہ کی جھلک	326
297	حضرت امیر کی کانگریس کو تلقین	327
298	مسلم لیگ کی نشاۃ ثانیہ	327
299	پاکستان کا تصور	328
300	فبھت الذی کفر	329
301	قرارداد پاکستان	329
302	متحدہ قومیت کا حقیقی مقصد	329
303	پنجاب کی صورت حال	330
304	امیر حزب اللہ کے تأثرات	330
305	حضرت امیر حزب اللہ کا خواب شرمندہ تعبیر ہونے والا تھا	331
306	ہنود کی مہا سبھائی ذہنیت کے کرشمے	332
307	کانگریس کی عجیب چال	332
308	جماعت حزب اللہ کی حصول پاکستان کے لئے سر دھڑ کی بازی	333
309	کالا ناگ دیوتا اور انسان شودر	335
310	۱۹۴۵ء کے انتخابات	336
311	پاکستان کا مطلب کیا؟	336
312	سیال شریف میں پاکستان کے انتخابات کے سلسلہ میں دورہ کا خصوصی پروگرام	337
313	مسلم لیگ کی حمایت کے لئے مطبوعہ اعلان	337
314	واضح اور غیرت آموز پیغام	341
315	پنجاب کے انتخابی حلقوں کا جلالپور شریف میں نمائندہ اجتماع	341
316	حضرت امیر کا دورہ	341
317	بے مثال قانون دان	342
318	تخلیق پاکستان میں حزب اللہ کی خدمات کا اجمالی جائزہ	342
319	عظیم تر خدمات	342
320	حکومت الہیہ	344
321	الحکم للہ والملک للہ	345
322	انگریز اور ہندو کی ملی بھگت	347
323	خونیں ڈرامے	348
324	تاریخ ماضی کی ایک مثال	349

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
325	سوچا سمجھا منصوبہ	350
326	تاریخ وطوفانی دورہ	350
327	جہاد کشمیر اور جماعت حزب اللہ	351
328	آزادی اور غلامی	352
329	اسلامیان ہند کے متعلق	352
330	تقسیم صرف لفظی ہے معنوی نہیں!!!	353
331	استحکام پاکستان	356
332	سحر آفریں بیان	356
333	قیام پاکستان کے بعد	357
334	حزب اللہ کا ارتقاء پذیر غیر متبدل لائحہ عمل	358
335	خیالات کی دوگونہ تبدیلی	359
336	متروکہ اموال وجائداد اور جماعت حزب اللہ	359
337	ملکی اور ملی بہبود وترفع	360
338	جمعیۃ المشائخ	360
339	اراکین جمعیۃ المشائخ	361
340	جمعیۃ المشائخ کا منشور	362
341	جمعیۃ کا دوسرا اجلاس	362
342	ناظم اعلیٰ کا خطبہ	364
343	قائداعظم کی رحلت	364
344	قائداعظم کو خراج تحسین	365
345	بھارت کے حالات	365
346	سقوط حیدرآباد	366

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
347	امیر حزب اللہ کا پیغام	367
348	بھارت میں مسلمانوں سے سلوک	367
349	پٹیل اور نہرو کی شرانگیزی	368
350	حضرت امیر کے تأثرات	368
351	بھارت نے کیا کچھ کیا؟	370
352	واحد اور مؤثر علاج "جہاد"	371
353	من نیز حاضری شوم	372
354	پورے عالم اسلام سے ولولہ انگیز خطاب	373
355	بھارت کے مظلومین مسلمانوں کے متعلق	373
356	ہندو کی نیت اور ذہنیت کا علاج	373
357	گریز از صف ما	374
358	بحری طاقت بڑھایئے	375
359	بہترین فوجی قائد	375
360	مسئلہ کشمیر	376
361	رائے شماری میں بھارت کا ٹال مٹول	377
362	امیر حزب اللہ کی رائے	377
363	جس کی شمشیر اس کا کشمیر	378
364	دستور پاکستان	378
365	اللہ کی زمین میں اللہ کا قانون	379
366	قرارداد ومقاصد	380

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
367	قانون کے التوا پر حضرت امیر کے تاثرات	381
368	لیاقت علی خان کی شہادت	382
369	پاکستان کے برسر اقتدار طبقہ سے توقعات کا بطلان	383
370	نامہ ہائے مفتوح	384
371	پاکستان کی مناسبت اختیار کریں	385
372	پاکستان کی خارجہ پالیسی	386
373	دول اسلامی کا اتحادی بلاک	387
374	مؤتمر اسلامیہ کا خیر مقدم	387
375	جہاد فلسطین کے لئے حزب اللہ کے رضاکار	388
376	اسلام اور اشتراکیت	389
377	اشتراکیت کہاں سے آتی ہے	390
378	تحریک ختم نبوت	392
379	تحریک حزب اللہ پر ایک عبرانی نظر	393
380	حضور کی علالت، خاندانی حالات و متفرقات	397
381	باب ششم	399
382	علالت	399
383	فیوض رسالت	403
384	مقام وسفر	405
3	خاندانی حالات	406

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
386	حضور کے برادران گرامی	408
387	نواب سید محمد مہر شاہ صاحب	408
388	سید محمد کرم شاہ صاحبؒ	410
389	سید محمود شاہ صاحب	410
390	سید محمد احسان الحق صاحب	411
391	حضرت امیر حزب اللہ کے مایہ ناز ماموں صاحب	411
392	اولاد امجاد حضرت امیر حزب اللہ	414
393	سید برکات احمد	414
394	سید حسنات احمد	414
395	سید لمعات احمد	415
396	سید شفقات احمد	416
397	سید جمیل حیدر	416
398	سید طارق احمد	417
399	حضور کے خلفائے مجاز	417
400	خلیفہ اول سید برکات احمدؒ	417
401	خلیفہ دوم سید احمد شاہ صاحب	419
402	خلیفہ سوم پیر امیر شاہ صاحب	419
403	خلیفہ چہارم پیر بلاول شاہ صاحب	419
404	خلیفہ پنجم مولوی سید رسول	420

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
405	خلیفہ ششم سید ملک شاہ صاحب	421
406	خلیفہ ہفتم مولوی غلام رسول صاحب	421
407	خلیفہ ہشتم حافظ فتح دین صاحب	421
408	خلیفہ نہم الحاج سید احمد شاہ صاحب	421
409	خلیفہ دہم سید فضل الحق شاہ صاحب	422
410	خلیفہ یازدہم قاضی غلام فرید صاحب	422
411	خلیفہ دوازدہم فقیر حیدری مولوی محمد شفیع صاحب	424
412	خلیفہ سیزدہم میاں بہاول بخش صاحب	425
413	خلیفہ چہاردہم صوفی خضر حیات صاحب	425
414	جامع مسجد حیدری کی تعمیر	427
415	لنگر شریف کے انتظامات	429
416	حضور کی موجودہ حالت	433
417	باب ہفتم	438
418	سیرت و شخصیت	438
419	ذات حق سے تعلق	441
420	مجاہدین اسلام اور امیر حزب اللہ	442

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
421	شہنشاہ حقیقی کا حکم	445
422	ٹلہ کے جوگیوں کا استقبال	445
423	خلافت علیٰ منہاج النبوت	446
424	محی الدین ثانی	447
425	اوراد و وظائف پر جہاد کو ترجیح	448
426	تحریری خدمات	448
427	اسلوب تحریر	449
428	علامہ اقبال سے تبادلہ "خیالات	450
429	تقریر	450
430	تاثیر	451
431	کیسی تاثیر مطلوب تھی	452
432	تربیت کا ایک خاص وصف	453
433	شان کی زندگی اور ایمان کی موت	454
434	عالم نزع کے روحانی مناظر	455
435	خوش ذوقی بھی اور خوش اخلاقی بھی	456
436	دین با سیاست	457
437	تعلیمات کا خلاصہ	458
438	تخلیق پاکستان میں آپ کا کردار	459
439	اندازہ لگایئے	460
440	منتہائے مقصود	461

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
441	قائد کی حیثیت سے	462
442	کچھ دیگر تحریکوں کے متعلق	462
443	خلوص وللّٰہیت	463
444	شانِ استغناء	464
445	ما اسئلکم علیہ من اجر	465
446	امیر حزب اللہ کا فلسفہ زندگی	466
447	ایک بنیادی حقیقت	468
448	باب ہشتم	472
449	خوارق عادات وکرامات	472
450	ایک خواب	472
451	لاتعداد کرامات	473
452	اصل حقیقت اوراس کے لئے کوشش	473
453	معجزہ اور کرامت	474
454	معجزہ وکرامت سے انکار کا جواب	475
455	اہل مغرب کی مغالطہ دہی اور ابلہ فریبی	479
456	اہل مغرب کا تصوف کے متعلق پراپیگنڈہ	480
457	اپنوں کے اعتراضات	481
458	وابستگان جلال پور شریف	483
459	امیر حزب اللہ کی دعوت و لائحہ عمل	484
460	[illegible] تصوف	484
461	حضور کی کرامات	485

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
462	حضور کے غیر فانی مقالات	562
463	باب نہم	564
464	خدائی آواز	564
465	تذکار ربیع الاول	567
466	قانون قدرت	567
467	نبوت ورسالت کی تشریح	568
468	انبیاء علیہم السلام کی بعثت حالات زمانہ کے مطابق ہوتی رہی	569
469	آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری	571
470	انقلاب عظیم	572
471	رازِ کائنات	572
472	حضور اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کی بعثت اور اسکے اغراض و مقاصد	575
473	مکارم اخلاق	576
474	اخلاق نبوی ﷺ	576
475	حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی زندگی کے تین دور	578
476	اسوہ حسنہ	580
477	حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی تعلیمات	581
478	معراج النبی پر ایک فلسفیانہ نظر	583
479	معراج کا واقعہ	586

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
480	کوئٹہ کی ہولناک تباہی و بربادی اورا سکے علل و اسباب	588
481	حکومت الٰہیہ	594
482	فلسفہ حیات	594
483	راز کائنات	597
484	ان الحکم الا للہ	601
485	اسلامی جہاد کی حقیقت	606
486	عود الی المقصود	610
487	جماعت حزب اللہ سے خطاب	612
488	باب دہم	619
489	حصہ نظم	619
490	مختلف نیازمندوں کی نظمیں	619
491	ضمیمہ	645
492	ضلع وارہ مقامات جہاں جہاں بسلسلہ دورہ حضور امیر حزب اللہؒ کا ورود ہوا	647
493	ضلع جہلم	647
494	ضلع سرگودھا	648
495	ضلع جھنگ	648
496	ضلع راولپنڈی	649
497	ضلع گجرات	649
498	ضلع لائلپور	650
499	ضلع شیخوپورہ	650
[illegible]	ضلع منٹگمری	650
501	ضلع گوجرانوالہ	650
502	ضلع کیمل پور	650
503	ریاست بہاول پور	651
504	متفرق مقامات	651
505	تاریخ طبع اول ''امیر حزب اللہ''	652

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیشِ لفظ

حضرت امیر حزب اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات مبارکہ کو قلمبند کرنے کا خیال ۱۹۶۱ء میں عرس مبارک کے موقع پر بعض مقتدر پیر بھائیوں کے دل میں پیدا ہوا۔ بڑا نیک خیال تھا۔ حضور نے مسلمانوں کے ترقع کے لئے جو مجاہدانہ گرمجوشی دکھائی ہے اور جس طرح آپ نے ایک ہی مقصد کو لے کر طویل عرصہ تک ہزاروں میل کا سفر طے کیا اور ایک ایک گاؤں میں بڑی فصاحت و بلاغت اور سوز دل کے ساتھ اپنا پیغام پہنچایا ہے۔ یہ کوئی معمولی کارنامہ نہیں۔ فی الواقعہ حصول پاکستان کے لئے سازگار فضا پیدا کرنے اور اسکے قیام کو ممکن الوقوع بنانے میں جو حصہ آپ نے لیا ہے وہ اس عہد کا کوئی مصلح یا رہبر قوم نہیں لے سکا اسی طرح استحکام پاکستان کے لئے آپ نے جو کچھ کیا ہے۔ وہ اپنی جگہ بینظیر ہے۔ اس تمام داستان کو تاریخ کی روشنی میں حقائق اور واقعات کو سامنے رکھ کر بیان کرنا ضروری تھا۔ علاوہ بریں رفتار زمانہ کے ساتھ اپنے خیالات کی تبلیغ و اشاعت کے لئے آپ نے جو رسائل اور مقالات تحریر فرمائے اور جو خطبات ارشاد فرمائے ادبی اور علمی لحاظ سے ان کا پایہ اس قدر بلند ہے اور وہ اس قدر بصیرت افروز ہیں کہ کم از کم ان کے مطالب کا خلاصہ تیار کر دینا از بس لابدی تھا۔ تا کہ آئندہ نسلیں ان سے مستفیض ہوتی رہیں۔ ان امور کے علاوہ احیائے اسلام، اصلاح تصوف اور اسلامی معاشرہ کی تطہیر کے لئے جو آپ نے خدمات انجام دی ہیں وہ آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں ان کا تذکرہ نہ کرنا قدر ناشناسی کے مترادف ہوتا۔ ان تمام کارناموں کے ساتھ ساتھ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین کی حیثیت سے لنگر شریف کی بہتری اور پیر بھائیوں کی بہبودی کے لئے اپنی ذمہ داریوں سے آپ جس طرح عہدہ برآ ہوئے ہیں اس کو دیکھ کر ہر کہ و مہ کی زبان سے "اَحسَنتَ" کی صدا بلند ہوئی ہے۔ اس کا بیان اور بھی زیادہ اہم تھا۔

مندرجہ بالا تمام امور کے زیر نظر آپ کے حالات زندگی کا مرتب کرنا ہر لحاظ سے مستحسن اور مفید تھا۔ لیکن اس مبارک کام کو انجام دینے میں کئی مشکلات حائل تھیں۔ علالت کی وجہ سے حضور اس طرح رہنمائی نہیں فرما سکتے تھے جس طرح "ذکر حبیب" کی ترتیب کے وقت فرمائی تھی۔ پھر ذکر حبیب کی ترتیب کے وقت بڑا مواد موجود تھا۔ رسالہ "صوفی" کے تمام پرچے موجود تھے ان سے ضروری معلومات باسانی حاصل کی جا سکتی تھیں۔ ایک وقت موزوں مصنف کے نہ ملنے کی وجہ سے بھی تھی۔ چنانچہ ذکر حبیب کے نامور مصنف صوفی محمد دین صاحب کو پیر بھائیوں کے اس

Marfat.com

ارادہ کا علم ہوا تو انہوں نے بجا طور پر فرمایا کہ اب کون ہے جو اس گراں ذمہ داری پر پورا اترے گا اس لئے ان مشکلات کے باعث یہ کام معرض التواء میں پڑتا نظر آتا تھا۔

حالات یہ تھے تو حضور کے خادم خصوصی محترمی قاضی غلام فرید صاحب نے اس ناچیز کو فرمایا کہ تم تیار ہو جاؤ اپنی کوتاہیوں کا اس بندۂ ناچیز کو اچھی طرح سے احساس تھا بالخصوص قلب کی وہ پاکیزگی جو ایسے ولی کامل، مجدد دیں اور مجاہد حق کے حالات کو معرض تحریر میں لانے کے لئے درکار ہوتی ہیں اس سے اپنی بداعمالی اور غفلت شعاری کے باعث سینہ محروم تھا۔ اس لئے دل میں ندامت ہوتی تھی اور سوچتا تھا اس کام کو سرانجام دینے کا بیڑا کیوں اٹھایا جائے جسکے لئے اولیں شرط ملائکہ کی سی طہارت نفسی ہے۔ مزید برآں علمی انداز کی تصنیف و تالیف کا تجربہ رکھنے کی بنا پر اس بات کا بندہ کو اچھی طرح سے علم تھا کہ حضور کی ولادت باسعادت کے وقت سے لے کر موجودہ زمانہ تک جس قدر معلومات درکار ہوں گی ان کا ملنا ممکن نہ ہوگا۔ اس علم نے تامّل میں اور اضافہ کیا۔ لیکن اس مرحلہ پر ایک خاص خیال دل میں پیدا ہوا جس نے ہمت افزائی کی۔ دل نے کہا حضور کی ذات اس قدر بابرکات ہے کہ قلم کو اشارہ ہو جائے تو دیکھتے دیکھتے ایک ضخیم کتاب تصنیف کر دے۔ یہ تو ذرّہ نوازی ہے اور سعادت ازلی کا ثبوت کہ ایک سیاہ کار کو موقع عطا فرمایا جارہا ہے۔

داد حق را قابلیّت شرط نیست   بلکہ شرط قابلیّت داد است

چنانچہ اس خیال کے پیدا ہوتے ہی بندہ مستعد کار ہو گیا اور قاضی صاحب سے وعدہ کیا کہ انشاء اللہ اس فریضہ کو انجام دینے کے لیے جان و دل سے کوشش کی جائے گی۔ عین ممکن ہے کہ اس مبارک کام کے ساتھ نسبت اس ناچیز کو بھی انسان بنا ڈالے اور دنیا و آخرت میں سرخروئی کا موجب بنے۔ مندرجہ بالا شعر میں جس قابلیّت کا ذکر ہے قاضی صاحب کا انتخاب غالباً اُسی کا اظہار تھا۔ یہ عین دادِ الٰہی اور حضور کی غریب نوازی تھی کہ اس مقدّس کام کے لیے ارشاد ہو رہا تھا۔ اسے یہ ناچیز حضور کی خاص کرامت سمجھتا ہے۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ اکتوبر ۱۹۴۹ء کے رسالہ مخزن لاہور میں بندہ کا ایک مقالہ شائع ہوا۔ جس کا عنوان تھا "میرزا عبدالقادر بیدلؔ پر اپنے عہد کے اثرات" پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری بندہ کو بعد میں ملی ہے۔ یہ مقالہ اس سے پہلے لکھا گیا تھا۔ پاک و ہند کے اہلِ قلم نے اس کو بڑا سراہا۔ اسی لیے بندہ نے اسے رسالہ [illegible] کر کے ۷ جون ۱۹۵۰ء کو حضور کی خدمت [illegible] بھیجا اور عرض کی کہ از راہ ذرہ نوازی دعا فرمائیں کہ ناچیز لنگر شریف کے حقیقت پرور مصنف اور خدا دوست [illegible] کی آسانی پر فائز ہو جائے [illegible]

بداندامی اور قامت کوتاہ کا پورا پورا احساس دل میں موجود تھا۔ لیکن اس کے باوجود خلعت زیبا حاصل کرنے کی آرزو پیدا ہوئی تھی۔ معلوم نہیں کہ یہ آرزو کیوں پیدا ہوئی اور نہ ہی یہ خیال آیا کہ

؎ بر کریماں کارہا دشوار نیست

اظہار آرزو کے بعد بندہ تو بھول گیا مگر معلوم ہوتا ہے کہ حضور نے اسی وقت فیصلہ فرما دیا۔ حضور کے تصرّف باطنی سے ایک سال کے اندر اندر ریسرچ کے لیے دوصد (۲۰۰) روپیہ ماہانہ کا وظیفہ مل گیا۔ یونیورسٹی میں دو سال تحقیق و تدقیق کے بعد انجام کار ۱۹۵۶ء میں پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری مل گئی۔ اور اسی سال کالج میں پروفیسر کی حیثیت سے تعیّناتی بھی ہوگئی۔ پانچ سال مزید گزر گئے اور وہ وقت آ گیا جب غالباً ذہن اور قلم اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے قابل ہو گئے تھے۔ جس کے لیے گیارہ سال پہلے عرض کی گئی تھی۔ اور جسے یہ غفلت شعار اپنے ذہن سے بالکل اتار چکا تھا۔ لیکن وہ بات حضور کی ذات کریم کو اچھی طرح یاد تھی۔ اور اسی کے لیے حضور اتنے سال توجہات باطنی سے کام لے کر تربیت کے انتظامات فرماتے رہے تھے۔ ان حقائق کی روشنی میں کہنا بجا ہے کہ قاضی صاحب موصوف کی زبان پر فرمائش کے الفاظ دراصل حضور نے القاء فرمائے تھے۔ اور اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ جب ۱۹۶۲ء کے آغاز میں حضور کی عدم موجودگی میں بندہ لنگر شریف سے کتاب ہٰذا کے لیے ضروری مواد لینے گیا تو سب سے پہلے جو چیز ہاتھ لگی وہ ۷ رجون ۱۹۵۰ء کا مٹھا ٹوانہ ضلع سرگودھا سے لکھا ہوا بندہ کا محولہ بالا عریضہ تھا جسے اس وقت مقالہ کے ساتھ منسلک کر کے حضور کی خدمت میں بھیجا گیا تھا۔ گویا آپ فرما رہے تھے کہ آج تمہیں اس اسامی پر مقرر کیا جا رہا ہے۔ جس کے لیے کوئی بارہ سال پہلے تو نے درخواست کی تھی۔ اس وقت التماس ان الفاظ میں کی گئی تھی:۔

> یقین ہے کہ اس ذرّۂ بے مایہ پر حضور کی نگاہِ کرم اسے اخترِ تابندہ بنا کر دینوی اور اخروی حسنات کا مایہ دار بنا دے گی۔

ذرہ بے مایہ پر حضور کی کس قدر نوازش تھی!!! یہ عریضہ منسلکہ مقالہ اور ڈاک کے لیے مستعملہ لفافہ کے ساتھ بندہ نے اپنے پاس بطور ثبوت محفوظ کر لیا ہے اس جملہ معترضہ کے بعد آپ اصل بیان کی طرف عود فرمائیں۔ عرس مبارک سے واپسی کے بعد تیاری شروع کر دی گئی۔ پیر بھائیوں نے خطوط اور اخبارات کے ذریعے اور موقع ملنے پر زبانی بھی التماس کی گئی کہ ضروری مواد بہم پہنچایا جائے۔ جیسا کہ پیشتر ازیں اشارہ کیا جا چکا ہے لنگر شریف سے رسالہ صوفی کے پرچے ضروری اخبارات اور حضور کے خطبات اور مراسلات مل گئے۔ صوفی شیر محمد صاحب قائم مقام

Marfat.com

گدی نشین اور منشی محمد عالم صاحب محرر خصوصی نے بہت کچھ چیزیں مہیا کر دیں۔ مگر پھر بھی بہت سے خطبات نہ مل سکے حضور کے بہت سے مقالات کا پتہ نہ چل سکا۔ آپ کے سفر حج کی روئداد نہ مل سکی اسی طرح آپ کی زندگی کے اور بہت سے حالات کے متعلق بے خبری کا اظہار کیا گیا۔ ذہن تحقیق و تفتیش کا عادی ہو چکا تھا۔ بہت سی درمیانی کڑیاں مفقود تھیں۔ اسی لیے بڑی پریشانی لاحق ہوئی۔ کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ اس موقع پر صوفی محمد شفیع صاحب اختر نے رسالہ کے بعض پرچوں اور حضور کے خطبات اور مقالات کا ایک مجموعہ لا دیا۔ اس میں حضور کے سفر حج کے حالات بھی موجود تھے جو رسالہ صوفی میں قسط وار چھپتے رہے تھے۔ اس کے علاوہ اختر صاحب ایک روز نامچہ بھی لائے جس میں وہ حضور کے ساتھ اپنی ملاقاتوں کا تذکرہ درج کرتے رہے تھے۔ ان چیزوں کے ملنے سے یک گونہ تسلی ہو گئی۔ لیکن جب ان کو بھی بنظر غائر دیکھا گیا تو بہت سے مقامات پر خلا نظر آیا اور جو کڑیاں اب تک بھی معدوم تھیں ان کی وجہ سے دل سخت متردد ہوا۔ حضور کی خدمت میں عرض کی گئی آپ نے فرمایا۔ سب کچھ تیرے اپنے اندر موجود ہے۔ یہ حضور کی کرامت ہے کہ اس کے بعد لکھنے بیٹھتا تھا تو حقائق و واقعات خود بخود دل پر وارد ہونے لگ جاتے تھے۔ یا پھر کوئی ایسی صورت پیدا ہو جاتی تھی کہ فوری ضرورت پوری ہو جاتی تھی۔ اور بعض اوقات تو سمجھ نہیں آتی تھی۔ اس قدر معلومات کو کس طرح سمیٹا جائے۔ یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ کتاب کا نام امیرِ حزب اللہ بھی خود حضور نے تجویز فرمایا۔ صوفی محمد شفیع صاحب اختر کے علاوہ اور صاحبان نے بھی معلومات بہم پہنچا کر اس کتاب کی تیاری میں بندہ کا ہاتھ بٹایا ذکرِ حبیب رسالہ صوفی اور کتاب مستطاب فاطمۃ الزہرا سے بھی بڑی مدد ملی ہے۔ اس استفادہ کا ذکر مناسب مقامات پر کر دیا گیا ہے۔ ان تینوں منابع کے لیے بندہ ملک محمد دین صاحب ایڈیٹر صوفی کا بڑا ممنون ہے۔ ان کی بڑی خوش نصیبی ہے کہ لنگر شریف کی اس تصنیف میں بھی ان کا حصہ ہے۔ ضلع جھنگ سے حضرت امیر حزب اللہ کے خلیفہ مجاز صوفی خضر حیات صاحب اور صوفی طفیل احمد صاحب فائق نے اپنی معلومات تحریری شکل میں ارسال فرمائیں اور ان سے مختلف مقامات پر مدد لی گئی ہے فقیر محمد شفیع صاحب حیدری نے بھی حضور کے کشف و کرامات اور ملفوظات و ارشادات لکھ کر بھیجے جو بڑے مفید ثابت ہوئے۔ حضور کی شخصیت کے کئی پہلو تھیں۔ اور ان سے ہر شخص اپنی اپنی افتادِ طبع کے مطابق فیض یاب ہوا ہے۔ اس لیے مختلف ذرائع سے حاصل شدہ معلومات کی بنا پر اس تصنیف میں بڑی جامعیت اور معنویت پیدا ہو گئی ہے۔ جب اس تصنیف کو ترتیب دیا جا رہا تھا تو بندہ کے پاس وقتاً فوقتاً اپنے علم دوست برادرِ طریقت حافظ نذر حسین شاد فاروقی صاحب

Marfat.com

تشریف لاتے رہے۔اور مفید مشورے دیتے رہے۔ذکرِ حبیب میں ان کے والد مرحوم مولانا الحافظ عبدالمجید صاحب ساکن کڑی شریف کی زبانی بعض بڑے قیمتی ملفوظات درج ہوئے ہیں شاہ فاروقی صاحب حضرت امیرِ حزب اللہ کے استاد گرامی مولانا عبدالرحیم کے بھتیجے ہیں۔لہٰذا ان کی وساطت سے حضور کے ان خطوط کے مطالعہ کا موقع مل گیا جو آپ نے کم سنی میں حضرت مولانا کی خدمت میں روانہ فرمائے تھے۔ پہلا خط ۱۸ نومبر ۱۹۰۲ء کا ہے جب کہ آپ کی عمر صرف آٹھ سال تھی۔مضمون یہ ہے:۔

مکرمی غریب نواز جناب مولوی صاحب۔از جانب شہزادہ سیّد محمد فضل شاہ بعد سلام سنّت و ادائے آداب واضح رائے شریف ہو کہ برائے مہربانی جلدی تشریف لادیں۔اور بخار کا آرام ہے۔اور مولوی نیک عالم شاہ صاحب آگئے ہیں۔باقی ہر وجہ کی خیریت ہے۔از طرف سیّد مہر شاہ سلام نیاز۔سبق کا ناغہ نہ ہو

یہ خط اپنی تفسیر آپ ہے پڑھیں اور داد دیں۔کس درجہ کی ہونہاری کا اظہار ہے۔تمام خطوط آپ کے اپنے ہاتھ سے لکھے ہوئے ہیں۔جوں جوں خط بہتر ہوتا گیا اور علم بڑھتا گیا خطوط کا آئینہ انعکاسی کرتا رہا ہے۔آپ نے فارسی زبان میں بھی مولوی صاحب مرحوم کو مراسلے بھیجے ہیں۔ فارسی کا پہلا مراسلہ ۲۵ مارچ ۱۹۰۷ء کا ہے اور یہ مضمون رکھتا ہے:

آرزو دارم کہ روئے آنجناب دمبدم سازم چو مثلِ آفتاب[1]

غریب نواز امروز بروز دوشنبہ تا ہنوز شش مردم فوت شدہ اند خیر مرضی مولا از ہمہ اولیٰ دعائی فرمانید کہ اللہ صاحب ازیں بلای امان دہد۔زیادہ آداب۔از محمد مہر شاہ و کرم شاہ سلام نیاز۔الراقم محمد فضل شاہ بروز دوشنبہ ۱۰ صفر ۱۳۲۵ھ

اس خط میں اس وبائی طاؤن کا ذکر ہے جو ۱۹۰۷ء میں زور شور سے پھیلا تھا۔یکم اپریل کے مراسلہ میں اس کی شدت کا ذکر اس طرح فرمایا ہے:

دیروز بروز پنجشنبہ ہشت مرد و زن مردہ اند۔بیماری بسیار زور گرفتہ است اردگرد خانہ من ہم آمدہ است بجز خداوند کریم و جناب حضرت صاحب ہیچ ملجاو ماوئی نہ ماندہ است مردمان اہل ہنود جملہ و مردمان اہل اسلام اندک بیرون شہر رفتہ اند۔

اس بیماری کے دوران میں حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ تمام اہلِ خانہ والا تبار اور درویشوں کے ساتھ لنگر شریف میں ہی قیام پذیر رہے۔باقی تمام لوگ یکے بعد دیگرے شہر سے باہر چلے

---

[1] بعض خطوط میں سازم کی بجائے بینم درج ہے۔ممکن ہے اپنا شعر ہو اور بعد میں اصلاح کرلی گئی ہو۔

Marfat.com

گئے۔ حضرت اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کو خداوند کریم کی قدرتوں اور عنایتوں پر کتنا محکم ایمان تھا۔ اس ایمان کی برکت دیکھئے۔ لنگر شریف کا کوئی اعلیٰ یا ادنیٰ فرد مرضِ طاعون میں مبتلا نہ ہوا۔ ۱۱ اپریل کے مراسلے میں ہمارے خوردسال ممدوح مرض کی ہلاکت خیزیوں کا اس طرح تذکرہ فرماتے ہیں۔

ایں جا بیماری بزور شور است ہیچ فرق نیست۔ بست بست مردم ہر روزے میرند دعائے خیر فرمایند کہ اللہ تعالیٰ ایں بلائے ناگہانی را رفع دفع سازد۔ قریباً ۳۵۰ (سہ صد و پنجاہ) مردمان مردہ اند قریباً ۲۰۰ مردم بیمار ہستند۔ مردمان جوانان مردہ اند۔ تادم تحریر در لنگر شریف خیریت است۔ شاہ جی صاحب در سیال شریف نہ رفتہ اند محمد مہر شاہ و محمد کرم شاہ و محمد محمود شاہ بخیریت ہستند و سلام می گویند۔ مردمان تنگ آمدہ اند۔ ہیچ ملجا و ماوئی نماندہ است بخدمت جناب میاں صاحب آداب۔ جناب حضرت صاحب و جناب شاہ جی صاحب بخیریت ہستند۔ بقلم خود محمد فضل شاہ عفی عنہ از جلال پور شریف بروز جمعرات۔

۱۹۰۷ء کے تقریباً مراسلہ جات فارسی زبان میں لکھے ہوئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے ان دنوں فارسی نظم و نثر کا مطالعہ بالاہتمام جاری تھا۔ تمام خطوط سے اس محبت اور عقیدت کا اظہار ہوتا ہے جو اس سعادت مند ہونہار شہزادے کو اپنے نیک سیرت اور شفیق استاد سے تھی۔ تھوڑے تھوڑے وقفوں کے بعد مراسلے لکھے گئے ہیں اور بعض سے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ کبھی کبھی ترسیل نامہ و پیام کا سلسلہ بلا ناغہ جاری رہتا تھا اور تمام چھوٹی بڑی جزئیات سے بھی آگاہ کیا جاتا تھا۔ یگانت اتحاد قلبی اور بے تکلفی کی یہ انتہا ہے۔ مثلاً یکم اپریل ۱۹۰۷ء کے مراسلہ میں درج ہے:

حاجی شکم بندہ بخیریت است۔ نمی میرند۔ جناب مائی صاحبہ برائے غلام علی شاہ درخانہء او ہستند۔

۱۳ اپریل اور ۱۵ اگست ۱۹۰۷ء کے مراسلات میں علی الترتیب یہ اشعار عنوان کے طور پر درج ہیں: ۔

الٰہی بخت تو بیدار بادا ترا دولت ہمیشہ یار بادا
گلِ اقبال تو دائم شگفتہ بچشم دشمنانت خار بادا

تا ازیں ہستی موہوم نشاں خواہد بود
سر ما بر قدمت سجدہ کناں خواہد بود

اور ۵ دسمبر ۱۹۱۰ء اور ۱۳ جنوری ۱۹۱۱ء کے خطوط میں تو صرف یہ اشعار تحریر کر دیئے گئے ہیں اور

Marfat.com

صرف انہی سے اشتیاقِ ملاقات کا اظہار کیا ہے:۔

ہمیں تو رات دن صاحب تمہارا دھیان رہتا ہے
کبھی ہم بھی تمہیں اے بندہ پرور! یاد آتے ہیں؟

فراموشی ازیں جانب محال است وزاں جانب نمی دانم چہ حال است

ان خطوط سے حضور کی سیرت پر کس قدر روشنی پڑتی ہے۔ پندرہ سولہ سال کا سن ہے ذوق وشوق سے تعلیم جاری ہے۔ اپنے استاد سے بے پناہ عقیدت ہے[1]۔ دل اور دماغ کی اعلیٰ صلاحیتوں کا اظہار ہو رہا ہے۔ طبیعت میں خلوص اور محبت کا وہ جذبہ ہے جو بعد میں پنپ کر عشقِ ملّت کی صورت اختیار کر گیا۔ ابھی تک زیادہ توجہ درسِ نظامیہ کی طرف ہے۔ ہم ان تمام معلومات کے لیے جناب شاد فاروقی کے بے حد شکر گزار ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر پیر بھائی بھی وقتاً فوقتاً کچھ نہ کچھ معلومات بہم پہنچاتے رہے۔ ان تمام کا ذکر مناسب مقامات پر کر دیا گیا ہے۔

حضرت امیرِ حزب اللہ مدظلہ العالی نے جس طرح زندگی بسر فرمائی ہے۔ اسے تاریخ پاکستان میں خاص مقام حاصل ہے اور جوں جوں زمانہ گزرے گا انشاء اللہ حضور کے کارناموں کی اہمیت بڑھتی چلی جائے گی۔ اس بات کے زیر نظر ہم نے اس کتاب کی علمی حیثیت کو قائم رکھنے کے لیے پوری پوری کوشش کی ہے۔ کوئی واقعہ تحقیق کے بغیر درج نہیں کیا۔ ہر واقعہ کو عہد حاضرہ کی تاریخ کی روشنی میں جانچا گیا ہے۔ اس سے معلوم کرنا آسان ہو گا کہ حضور کا کردارِ بلند اپنے عہد میں کیا اہمیت رکھتا ہے۔ آپ نے انیس سال کی عمر میں بلادِ اسلامیہ کا سفر فرمایا تھا۔ بظاہر عہد طفلی تھا۔ لیکن آپ نے ہر مرحلہ پر ایک مورخ، مجاہد اور مصلح کا زاویہ نگاہ اختیار فرمایا۔ اس لیے آپ کے سفرنامہ کی علمی حیثیت میں گرانقدر اضافہ ہو گیا۔ ہم نے اسی لیے ایک علیحدہ باب میں بالاختصار درج کر دیا ہے اور بعض نکات کی توضیح کے لیے بڑی مستند کتب حوالہ کو استعمال کیا ہے۔ جن میں برٹش میوزیم لندن کے مخطوطات کی فہارس پروفیسر ہٹی کی تاریخ ملینگر کا انسائیکلو پیڈیا تاریخ عالم

---

[1] یہ عقیدت اب بھی موجود ہے۔ چنانچہ تمام عوارضات جسمانی اور کہولت کے باوجود آپ مولوی صاحب مرحوم کے بھائی مولانا الحافظ محمد عبدالمجید کی فوتیدگی پر اظہار تعزیت کے لئے یکم مئی ۱۹۶۳ء کو کڑی شریف تشریف لے گئے۔ اور اپنے استاد محترمؒ کے مزار پر بھی فاتحہ خوانی فرمائی۔ دیکھیں ایام طفلی میں اشعار لکھ کر جو کچھ اظہار خیال فرمایا تھا۔ اس پر اب بھی قائم ہیں، وفاشعاری، مستقل مزاجی اور پختہ خیالی کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے۔ صوفی محمد شفیع اختر نے بیان فرمایا کہ ایک بار ایک مولوی صاحب نے حضور کے سامنے کہا۔ میں کڑی جا رہا ہوں حضور نے جوش میں آ کر پورے سات بار ''کڑی شریف'' ''کڑی شریف'' فرمایا اہل محفل پر عجب تاثیر طاری ہوئی۔

Marfat.com

مترجمہ غلام رسول مہر' انسائکلو پیڈیا برٹانیکا عمر ابوالنصر کی تاریخ خلفائے محمد' سید امیر علی سپرٹ آف اسلام اور پروفیسر براؤن کی تاریخِ ادبیاتِ ایران شامل ہیں۔ پاکستان کی جدوجہد کے سلسلہ میں اگرچہ حضور کے اپنے مقالات اور مراسلات پر ہر جگہ بھروسہ کیا جا سکتا تھا۔ کیونکہ آپ نے ہمیشہ حقائق کو سامنے رکھ کر قوم کے لیے راہ عمل تجویز کیا ہے۔ لیکن پھر بھی کانگرس اور مسلم لیگ کے نقطہ ہائے نگاہ سے باخبر رہنے کے لیے اس عہد کی مختلف تاریخوں کو ہم نے زیر مطالعہ رکھا۔ اس ضمن میں مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کی تصنیف آزادی ہند خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔ امید ہے کہ ہماری اس کوشش کے زیرِ نظر اس کتاب کو اہل علم ایک مستند تصنیف تسلیم کریں گے۔

کتاب لکھتے ہوئے ایک خاص احساس ہر لفظ میں روح کی طرح کارفرما رہا۔ عہد حاضر کے فلفسہ تاریخ کے سب سے بڑے ماہر جناب ٹائن بی اپنی معرکۃ الآرا تصنیف مطالعہ تاریخ میں برگسان کے حوالے سے بوضاحت لکھتے ہیں کہ زوال پذیر اور گم نام اقوام میں اولیائے کرام کا کردار ہمیشہ ایک حیات آفریں دور کے آغاز کا موجب بنا ہے۔ جس کی وجہ سے تہذیب انسانی میں ایک محیر العقول اور عہد آفریں انقلاب رونما ہو گیا۔ ایک وجود پاک نے ایک مخصوص علاقے میں مامور ہو کر اس طرح قم باذن اللہ کہا کہ رکا ہوا کاروان حیات پھر یابراہ ہو گیا۔'' آپ اس کتاب یعنی ''امیر حزب اللہ'' میں اس حقیقت کے مبارک اثرات ہر جگہ محسوس فرمائیں گے۔ حضرت امیر حزب اللہ کے متعلق یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ آپ نے مجاہدانہ عزائم سے کام لے کر خطرات زمانہ کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ سینوں کو نئی امنگوں سے مامور کیا۔ مردہ قلوب میں ایک عجیب و غریب تڑپ پیدا کی اور طوفانوں کا مقابلہ کر کے شمع اسلام کو روشن رکھا۔ جس سے مسلمانوں کو نئی بصیرت حاصل ہوئی۔ اور خطہ پاکستان میں مسلمان نئی راہوں پر گامزن ہو گئے۔

''امیرِ حزب اللہ'' کی ترتیب اور تدوین کے دوران میں ایک اور حقیقت کا احساس روز بروز قوی تر ہوتا چلا گیا۔ حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہٗ العزیز کے روحانی فیوضات کا بندہ ذاتی طور پر عرصہ دراز سے قائل تھا۔ لیکن جب سے اس مبارک تصنیف کے کام میں مصروف ہوا۔ آنجناب سے ایک خاص قلبی رابطہ محسوس ہونے لگا۔ روضہ انور پر حاضری ہوتی تو اپنا مادی وجود بس مفقود ہی ہو جاتا اور وجود معنوی ابھر کر بصد عجز و نیاز اپنے آپ کو حضور کے سامنے موجود پاتا۔ اور ساری فضا شفقت و مروّت کی تاثیر سے بھرپور نظر آتی روضہ انور کے فیوضات کو سامنے رکھتے ہوئے بندہ نے ۶ مئی ۱۹۶۲ء کا ایک واقعہ درج کیا ہے۔ جب جلال پور شریف حاضر ہوئے پر بندہ کے ساتھی شیخ منور دین کی آنکھوں کے سامنے پالکی شریف کی بجائے خود حضرت اعلیٰ مصلے

Marfat.com

جلوہ افروز نظر آئے۔ دراصل حضور فرما رہے تھے۔ تیری نیاز مندی کو ہم بہ نگاہِ تحسین دیکھتے ہیں اس لیے ساتھی کی روحانی ضیافت کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اللہ اللہ کس قدر غریب نوازی تھی!!! اس کے بعد اس بندہ ناچیز کے لیے روضہ انور ایک زندہ وجود کی حیثیت اختیار کر گیا۔ یعنی جلال پور شریف میں یہ ہیچمیز انسان مستقل طور پر ایک روحانی تجربہ سے دوچار رہتا تھا۔ ذرّہ نوازی کی جاتی تھی۔

بہائی خویش می دانم بہ نیمی جو نمی ارزد اگر خواجہ کرم سازد بہائم بے بہا گردد

دامن میں مطالب اور معانی کا وفور بھی اسی وجہ سے تھا۔

سرّ نبیؐ و راز حق کیوں نہ عیاں ہوں سب کے سب
سرمہ ہے میری آنکھ میں خاک جلال پور کا

فیوض وافرہ کے اسی احساس کی بنا پر ایک بار یہ شعر از خود ورد زبان ہو گیا تھا۔

بطحا سے گھٹا جو اٹھی تھی اجمیر میں آکر ٹھہری تھی
ہاں اس کا ابر جلال پوری وہ آج بھی برسا کرتا ہے

ان تمام باتوں نے واضح کر دیا کہ حضرت اعلیٰ نوّر اللہ مضجعہٗ کو ہر وہ چیز عزیز ہے جس کے ساتھ حضور کے پیارے پوتے اور فرزند روحانی حضرت سیّد محمد فضل شاہ مدظلہٗ العالی کا تعلق ہے اور چونکہ اس کتاب میں ان کے محامد و محاسن بیان کیے گئے ہیں۔ یہ کتاب بھی خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کو بے حد عزیز ہے مزید برآں ان تمام امور سے یہ بات بھی الم نشرح ہو گئی کہ اس کتاب میں جو خوبی موجود ہے وہ اس خانوادہ عالیہ کے اپنے انوار کی بدولت ہے اور اس میں کسی کا کچھ حصہ نہیں۔

جلالپور شریف کے لنگر عالیہ سے تعلق رکھنے والی یہ تیسری تصنیف ہے۔ پہلی ''نفحات المحبوب'' ہے۔ جس کے مصنف صوفی نور عالم ہیں، فارسی زبان میں ہے اور اس میں حضرت اعلیٰ محبوب سبحانی'' کی ان مجالس کا تذکرہ ہے جس میں صوفی صاحب کو شریک ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ اس کے مطالعہ سے اس طرح پتہ چلتا ہے جیسے ان مجالس میں ہم بندگان عصیاں کار بھی شامل ہیں اور فیوض حیدری سے دامن دل معمور کر رہے ہیں۔ دوسری کتاب ''ذکر حبیب'' ہے۔ یہ تعارف کی چنداں محتاج نہیں اور تیسری تصنیف ہذا یعنی ''امیر حزب اللہ'' ہے۔ یہ تینوں کتابیں جس پیر بھائی کے پاس موجود ہوں اسے رہنمائی کیلئے ادھر اُدھر دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ حضرت اعلیٰ قدس سرہٗ العزیز نے جو پیغام حق سنایا تھا وہ برابر بڑی آن بان کے ساتھ برگ و بار لا رہا ہے۔

Marfat.com

حضرت امیر حزب اللہ مدظلہ العالی نے اس میں بڑی وسعت پیدا کر دی ہے۔ طالبان رشد وہدایت اسکے ثمر ہائے شیریں وروح پرور سے بیشک ہمیشہ کے لئے لطف اندوز ہوتے رہیں۔ اس پیغام حق کی صدائے بازگشت انشاء اللہ دور دور تک سنائی دے گی اور زیادہ سے زیادہ لوگ اسے سن کر اپنی دنیا و آخرت سنوارتے رہیں گے۔ حضرت امیر حزب اللہ ایدہٗ اللہ بنصرہ العزیز نے امت مسلمہ کے کاروانِ خفتہ کو صدائے الرحیل سے اس طرح جادہ پیمائے منزل کر دیا ہے کہ اب مستقبل بعید تک اس کا سفر جاری رہے گا_____ آپ بھی ذرا اگلے ابواب میں اس صدائے ''الرحیل'' کو سنیں اور جادہ پیما ہو کر برق رفتاری دکھائیں۔ ہم نے بہت دور جانا ہے۔

بندۂ ناچیز عبدالغنی عفی عنہٗ   جہلم ۱۵ مئی ۱۹۶۳ء

Marfat.com

مقدّمہ

اسلام میں روحانی زندگی یا تصوّف کا آغاز کس طرح ہوا اور کب ہوا؟ یہ ایک اہم سوال ہے۔ جس کا جواب نہایت ضروری ہے۔ اور اہم بھی۔ لیکن جواب سے پیشتر ہمیں یہ معلوم کرنا ہے کہ تصوّف یا روحانی زندگی ہے کیا؟ اور اس کی صحیح تعریف اور فی الواقع حقیقت کیا ہے؟ اسکا مختصر جواب یہ ہے کہ "تصوّف" ایک نہایت جامع نام ہے۔ جسکی تعلیم کا مقصد ومنشا اور جس کے ریاضات ومجاہدات کا مطمع نظر "تزکیہ نفس" اور "تصفیہ قلب" ہے۔ اور چونکہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ و السلام کی بعثت کی غرض وغایت میں انہی دونوں امور کو اولین حیثیت حاصل ہے۔ بنابریں اگر ہم یہ کہیں کہ تصوف کی ابتداء اور روحانی زندگی کا آغاز ابتدائے اسلام اور عنفوان انسانیت سے تعلق رکھتا ہے تو یقیناً حقیقت پر مبنی ہوگا۔ اور اس کا صاف مطلب یہی ہے کہ اولین انسان یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے اسلام میں روحانی زندگی کا آغاز اور تصوف کی ابتداء ہوتی ہے۔ اور بعد کے آنے والے تمام انبیاء علیہم السلام اور رسل عظام اور ان کی امم کے صدیقین، شہداء اور صالحین نے اس کو ایک تدریجی ارتقا عطا کیا ہے۔ اور حضور ختمی مآب ﷺ نے اس کو تکمیل کے آخری مراحل تک پہنچایا ہے۔ حضور انور کی بعثت کے لئے جب خلیل اللہ اور ذبیح اللہ نے کعبۃ اللہ میں رب کعبہ کے حضور عرض کی ہے تو مبعوث ہونے والے رسول کی صفات میں جو اس کے فرائض منصبی کا درجہ رکھتی تھیں۔ یہ گذارش بھی ساتھ ہی کی گئی ہے۔ یتلو علیھم ایٰتک، جو لوگوں کو تیری آیتیں پڑھ کر سنائے۔ ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ۔ اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے، ویزکیھم ۔ اور تلاوت آیات وتعلیم کتاب وحکمت کے مطابق ان کی تربیت کر کے انہیں پاک کردے۔

خود اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی مرقومہ بالا صفات کے ساتھ بعثت کو اپنے بے پایاں احسان میں شمار فرمایا ہے، جو مومنین پر کیا گیا ہے۔ حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو (سورۃ النساء آیت نمبر ۱۶۴ سورۃ الجمعہ آیہ نمبر ۲)

دل کی پاکیزگی اور طہارت نفس کی یہی صورت ہے جسے حدیث میں "احسان" کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ جب سائل (جبریلؑ) نے آنحضرت ﷺ سے احسان کے بارے میں سوال کیا کہ: ما الاحسان ؟ تو حضور ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ: ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک : یعنی احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کرے کہ جیسے اسے دیکھ رہا ہے، اور اگر تو اسے نہ دیکھ سکے تو وہ تجھے دیکھ ہی رہا ہے۔ یہی

Marfat.com

حدیث احسان مختلف راویوں سے جداگانہ الفاظ کے ساتھ مروی ہے، گو مفہوم سب کا ایک ہی ہے۔ لیکن الفاظ کے تغیر نے احسان کے مفہوم میں بہت زیادہ وسعت پیدا کردی ہے۔ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ تمام روایات کو یہاں بیان کردیا جائے۔

محولہ بالا روایت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہی الفاظ کے ساتھ بادنیٰ تغیر ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، آخری حصہ کے الفاظ یہ ہیں: فان لاتراہ فانہ یراک، یحیٰ بن یعمر رضی اللہ عنہ اس حدیث کو یوں بیان فرماتے ہیں: ان تخشیٰ اللہ کانک تراہ فان لاتکن تراہ فانہ یراک: یعنی تو اللہ سے اس طرح ڈرے جیسے کہ تو اسے دیکھ رہا ہے۔ اور اگر تو اسے نہ دیکھ سکا تو وہ تو تجھے دیکھتا ہی ہے، ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث ان الفاظ میں مروی ہے۔ ان تعمل للہ کانک تراہ فانک ان لم ترہ فانہ یراک: یعنی تو اللہ کے لئے اس طرح (خلوص ومحبت سے) عمل کرے جیسے وہ تیری آنکھوں کے سامنے ہو۔ اور اگر تیری نظر اس کے مشاہدہ سے عاری ہے تو (یہ پختہ یقین رکھو) کہ وہ تجھے ضرور دیکھتا ہے"

ان سب روایات کے مجموعہ سے "حدیث احسان" کی ترتیب یوں قرار پاتی ہے:

الاحسان: ان تعبداللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک (عمر رضی اللہ عنہ)

الاحسان: .... فان لاتراہ فانہ یراک (ابن عباس رضی اللہ عنہ)

الاحسان: ان تخشیٰ اللہ کانک تراہ فان لاتکن تراہ فانہ یراک

(یحیٰ ابن یعمر رضی اللہ عنہ)

الاحسان: ان تعمل للہ کانک تراہ فانک ان لم ترہ فانہ یراک (ابن عمر رضی اللہ عنہ) (مشکوۃ المصابیح، کتاب الایمان)

احسان کا یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی سے ماخوذ ہے: بلیٰ من اسلم وجهه للہ وهو محسن فله اجره عند ربه ولاخوف علیهم ولاهم یحزنون۔ ایک دوسرے مقام پر بھی یہ لفظ (محسن) انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے: ومن احسن دینا ممن اسلم وجهه للہ وهو محسن فقد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ۔ اسی موضوع پر ایک حدیث پڑھئے جو محولہ بالا احادیث اور آیات کریمہ کا باہمی ربط ظاہر کرتی اور تشریح پیش کرتی ہے: ابن حبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے حدیث احسان سننے کے بعد میں نے پوچھا کہ: اذا فعلت ذالک فانا محسن؟ یعنی جب میں اس ارشاد پر عمل پیرا ہو جاؤں تو کیا میں محسن ہو جاؤں گا؟ تو انہوں نے جواباً فرمایا کہ "نعم" ہاں پھر تم "محسن" ہو!

Marfat.com

کیفیت احسان کے حصول کے بعد

اس کیفیت کے حصول اور حقیقت کے وجدان کے بعد بندہ اپنے مولا کو اگر بِرَاْیِ الْعَیْن (آنکھوں سے) نہیں دیکھ سکتا تو بِرَاْیِ الْقَلْب (دل کی آنکھوں سے) ضرور مشاہدہ و دیدار سے مشرف ہو سکتا ہے، اس وضاحت کے لئے حضور انور ﷺ کے ارشاد کو پڑھئے۔ فرمایا: "اجیعوا بطونکم واظمئوا اکبادکم، واعرؤا اجسادکم لعل قلوبکم ترون اللہ عیانا فی الدنیا" لذت فاقہ سے آشنا ہو، پیاس کی صبر آزمائی سے اپنا جگر مانوس بناؤ اور اپنے جسم (مکلّف لباس سے) عاری رکھو تو تمہارے دل اسی دنیا میں اللہ تعالیٰ کو عیاناً دیکھ سکتے ہیں"۔

احسان کا یہی مقام تصوّف کا دوسرا نام ہے کہ بندہ جب اپنے مالک کی ذات کو عیاناً اپنے اعمال وافعال اور کردار کا محاسب ونگران پاتا ہے تو "تہذیب نفس" اور "محاسبہ قلب" میں وہ ادنیٰ ترین لغزش کے امکان کو بھی مدّ نظر رکھ کر اطاعت وانقیاد کے جادہ پر گامزن ہوتا ہے۔ اور "رضائے مولا" کو فی الواقعہ "از ہمہ اولیٰ" سمجھتا ہے اور اس کے حصول کے لئے جان ودل سے وہ ہمیشہ کوشاں رہتا ہے، معروف میں فرائض سے لے کر نوافل تک کی پابندی کو وہ ضروری قرار دیتا ہے اور اس کی مداومت سے وہ تقرب الی اللہ کے منازل کو طے کرتا ہے تو ارشاد ربانی:

ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ کے حسب مصداق وہ بندہ "اللہ کا محبوب" بن جاتا ہے۔ اور مولائے کریم اس سے محبت فرماتا ہے۔ جب وہ اس مقام پر فائز المرام ہوتا ہے تو پھر "قلب ماہیت" کی ایک حیرت انگیز زالی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ جسے ایک قدسی حدیث میں ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

ولایزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ فاذااحببتہ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ الذی التی ،یبطش بھاورجلہ التی یمشی بھا فبی یسمع وبی یبصروبی یبطش وبی یمشی.

(صحیح بخاری، کتاب الرقاق باب التواضع مع الفتح الباری جلد ۶ صفحہ نمبر ۱۴۵، ۱۴۷)

ترجمہ: میرا بندہ نوافل تک کی مداومت سے میرا قرب حاصل کرتا ہے یہاں تک کہ وہ میرا محبوب بن جاتا ہے، پس میں جب اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو پھر میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھیں بنتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے، اس کے ہاتھ بنتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے، اور اسکے پاؤں بنتا ہوں، جن سے وہ چلتا ہے۔ پس وہ (بندہ) مجھ ہی سے سنتا، مجھ ہی سے دیکھتا ہے، مجھ سے پکڑتا ہے اور چلتا ہے" یعنی وہ میری خصوصی نگرانی اور قدرت کے

Marfat.com

تحت اس کے حواس خمسہ کام کرتے ہیں۔
اپنے بندہ پر مولائے کریم کے کرم کی یہی انتہا ہے جو اسے مقام "عبودیت" کے ساتھ مقام "محبوبیت" بھی عطا کرتی ہے۔ جبکہ اس کا فعل خدا کا فعل اور اسکا قول، قول خدا تصور ہوتا ہے۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود
گر چہ از حلقوم عبد اللہ بود
گر چہ قرآن از لب پیغمبر است
ہر کہ گوید حق نہ گفت او کافر است (رومی)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور اقدس ﷺ کے فیضان تربیت ونظر سے روحانیت کے یہ بلند و بالا مقامات طے کئے اور جذبہ اطاعت وانقیاد اور خلوص ومحبت اور جاں نثاری وفدا کاری نے انہیں شان محبوبی پر فائز المرام کر دیا۔ قرآن نے ان کے فعل حق ہونے کی پُر زور شہادت دی:
فلم تقتلوھم ولکن اللہ قتلھم۔ ترجمہ: تم نے ان (کفار) کو قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ (تعالیٰ) نے قتل کیا ہے۔
حضور ﷺ کو فرمایا: **ومارمیت اذرمیت ولکن اللہ رمیٰ**۔ ترجمہ: جب آپ نے مٹھی پھینکی تھی تو وہ (کنکریاں) آپ نے نہیں بلکہ اللہ (تعالیٰ) نے پھینکی تھیں' جذبہ شہادت سے سرشار ہو کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور ﷺ کے دست حق پرست پر بیعت کی تو "**لقد رضی اللہ عن المؤمنین**" کے ابدی سرٹیفکیٹ رضامندی سے انہیں اللہ تعالیٰ نے سرفراز فرمایا اور محمد رسول اللہ ﷺ کی بیعت کو اپنی بیعت قرار دیا اور فرمایا: **ان الذین یبایعونک انمایبایعون اللہ**۔ حضور ﷺ کے ہاتھ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: **یداللہ فوق ایدیھم** سابقہ کتب وصحائف انبیاء کرام علیہم السلام میں اسی مضمون کا مفہوم ان الفاظ میں ادا کیا گیا: **یابن آدم انا اللہ لاالہ الاانا، اقول لشئی کن فیکون، اطعنی اجعلک تقول لشئی کن فیکون**۔
ترجمہ: اے ابن آدم میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، میں جس چیز سے کہتا ہوں "ہو جا" وہ ہو جاتی ہے۔ تو پھر میری فرمانبرداری کر میں تجھے بھی ایسا ہی بنا دوں گا کہ تو جس چیز سے کہے گا کہ "ہو جا" وہ ہو جائے گی۔
مشہور اسلامی مفکر اور فارسی ادب کے "بابا" شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مضمون کو ان الفاظ میں

Marfat.com

پیش کیا ہے۔

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ
کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ

حقیقت یہ ہے کہ اس مقام پر فائز ہونے کے بعد زبان وہ زبان نہیں رہتی، ارادہ وہ ارادہ نہیں رہتا بات وہ بات نہیں رہتی، کام وہ کام نہیں رہتا، بلاتمثیل حباب میں دریا اور دانہ میں خرمن کا تماشا نظر آتا ہے۔ ذرہ میں سورج اور قطرہ میں سمندر کی سی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ لب جنبش میں آتے ہیں مگر بولتا ہے کوئی اور، ہاتھوں کو حرکت ہوتی ہے مگر کام کرتا ہے کوئی اور، حرکت ادھر سے ہوتی ہے برکت اُدھر سے ہوتی ہے، زبان اس کی ہوتی ہے، بات اس کی ہوتی ہے، کام اس کا ہوتا ہے کرامات اس کی ہوتی ہے۔

الغرض...... یہ ہستی بے بود محض ایک استعارہ رہ جاتی ہے اور وہ حسن غیر مجسم اور جمال بے پیکر جو ہر لحہ " نحن اقرب " کا ترانہ بلند کرتا ہے اور "هو معكم اين ما كنتم" کی صدائے دلنواز سناتا اور "و نحن اقرب اليه منكم" کا نغمہ جاں فزا سامع نواز بناتا ہے۔ تمام جوارح و جوانح پر محیط ہو جاتا ہے۔ اسی حقیقت واقعہ کی تشریح وتوضیح حضرت صادق و مصدوق ﷺ کے ان حقائق افروز کلمات میں ملے گی: من كان لله كا ن الله له.

تصوف کے متعلق ہم نے یہاں تک جو کچھ عرض کیا ہے۔ اس کی تائید وتصدیق میں قرآن حکیم کی آیات بینات اور آنحضرت ﷺ کے گرامی ارشادات سے استشہاد کیا گیا ہے۔ کیونکہ ایک مسلمان کیلئے کلام اللہ اور حدیث رسول اللہ ﷺ کی تائید کے بغیر کوئی بات خواہ کتنے ہی دل نشین انداز میں کیوں نہ بیان کی جائے (ایمانیات کے بارے میں) ہرگز قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ اس معاملہ میں ہم "عقل" پر "نقل" کو نہ صرف ترجیح دیتے ہیں بلکہ اسکی اساس و بنیاد قرار دیتے ہیں۔ لیکن موجودہ دور میں چونکہ عقلیات کی جلوہ نمائی کچھ زیادہ نمایاں ہونے لگی ہے اور ہر بات کو عقل کی عینک لگا کر سائنسی نقطہ نگاہ سے جانچنے اور پرکھنے کی کوشش کی جاتی ہے لہذا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم بھی اس مسئلہ (تصوف) پر ایک اچٹتی ہوئی سائنٹیفک نظر ڈالتے چلیں۔

سائنسی نظریہ سے تصوف پر ایک نظر

کائنات کے اس جذبہ انقیاد واطاعت اور ایثار وقربانی کو مدنظر رکھ کر جو قدرت نے تمام مخلوق کو فطرتہ (Naturally) ودیعت کیا ہے۔ اور اس کی تخلیق کا مقصد اور ضابطہ حیات قرار دیا ہے یہ کہ:

Marfat.com

''ہر ادنیٰ مخلوق اعلیٰ مخلوق کی خدمت و اطاعت کے لئے اپنی تمام قوتوں کو صرف کر دے، یہاں تک کہ ضرورت پر اپنی جان کی قربانی بھی دے ڈالے''

اگر ہم اس مسئلہ پر غور کریں تو اس نقطہ نگاہ اور قانون فطرت (Natural Law) میں ہمیں اس مذکورۃ الصدر حقیقت نمائی اور جلوہ آرائی کا تماشا نظر آئے گا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مخلوق خداوندی کو تین حصوں پر منقسم کیا جا سکتا ہے (۱) جمادات (۲) نباتات (۳) حیوانات سب سے ادنیٰ درجہ جمادات کا ہے، اس سے اونچا نباتات کا اور سب سے بلند حیوانات کا۔ پھر حیوانات کے اعلیٰ درجہ میں انسان کو شرف فضلیت حاصل ہے۔ یہی شرف اسے ''اشرف المخلوقات'' کا لقب عطا کرتا ہے۔

اب اس فطرتی جذبہ کے مطابق ''جمادات'' کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنے سے اعلیٰ درجہ یعنی ''نباتات'' کے لئے اپنی تمام قوتوں کو صرف کر ڈالے۔ چنانچہ ہمارا روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ جماد اپنے اس فرض منصبی کو بہ احسن طریق سرانجام دیتی اور اپنے مقررہ ضابطہ حیات کو پورا کرتی ہے۔ یہی کیفیت نباتات کی ہے اور اسی طرح حیوانات کی ادنیٰ قسم اپنی اعلیٰ قسم یعنی انسان کے لئے اسی صورت میں یہ خدمت سرانجام دے رہی ہے۔ انسان سے بلند و بالا اور اعلیٰ ہستی صرف ''رب العالمین'' کی ہے۔ اسلئے مشاہداتی نقطہ نظر اور کائناتی نظام حیات نیز تقاضائے فطرت کے عین مطابق انسان کے لئے بھی یہ لازم قرار پاتا ہے کہ اپنی تمام تر قوتوں اور توانائیوں کو اپنے سے مافوق ہستی کی اطاعت و فرمانبرداری اور انقیاد و بندگی کے لئے وقف کر ڈالے۔ اور ضرورت پڑنے پر اپنی جان کی قربانی بھی پیش کر دے۔

قلب ماہیت

ہم دیکھتے ہیں کہ جب جمادات اپنی قوتوں کو نباتات کی خدمت میں صرف کرتی ہے۔ اور وہ زمین (جماد) کی قوتوں اور توانائیوں کی خوراک حاصل کر کے نشو و نما پاتی ہے تو ''نباتات'' سے خادمانہ تعلق قائم ہونے کے بعد جماد (مٹی) میں ایک ایسا انقلاب رونما ہوتا ہے جسے ہم ''قلب ماہیت'' کا نام دے سکتے ہیں۔ جب کہ نبات کی خدمت میں ارضی جوہر اور خاکی توانائیاں نباتی کیفیت و مزاج میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ اور خوشنما پودے زمردیں سبزہ زار اور تناور درخت اور خوش رنگ و خوش بو پھول کی صورت میں جلوہ گر ہوتے ہیں۔ اسی قلب ماہیت کا نظارہ آپ کو نبات و حیوان میں بھی نظر آئے گا۔ جب کہ خوراک کی صورت میں نبات و حیوان کے اندر پہنچ کر اس کی قوت میں اضافہ کا باعث اور اسکی تحلیل جسم کا نعم البدل بن جاتی ہے گویا حیوان

Marfat.com

میں پہنچ کر نبات بہ صورت حیوان تبدیل ہوگئی۔ اور اسکا گوشت، پوست، اعصاب وغیرہ کا کم و کیف اسی خورش کا نتیجہ ہے جو نبات سے حاصل کی گئی تھی۔

اب ذرا آگے نظر بڑھائیے تو یہی صورت آپ کو حیوان اور انسان میں بھی دکھائی دے گی اگر نباتات، حیوانات اور انسان کے جوہر کا سائنسی تجزیہ کیا جائے تو بالترتیب ''جمادی'' ''نباتی'' اور ''حیوانی'' ہوگا۔ اسی حقیقت کو مولانا روم نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

آمدہ اول بہ اقلیم ''جماد'' از جمادی در ''نباتی'' اوفتاد

وزنباتی چوں بہ ''حیواں'' اوفتاد نامدش حال نباتی ہیچ یاد

سالہا اندر نباتی عمر کرد وز جمادی یاد ناوردا و نبرد

جز ہماں میلے کہ وارد سوئے آں خاصہ در وقت بہار ضمیراں

تصوف، معرفت یا احسان، طریقت

انسان سے اعلیٰ ترین اور بلند و برتر ہستی اس کے خالق و مالک رب العالمین کی ہے۔ اب اگر حضرت انسان اپنی تمام قوتوں اور توانائیوں کو اس کی اطاعت و فرمانبرداری کے لئے وقف کر دیتا ہے۔ اور اپنے اعمال و افعال اور جذبات و خیالات کو اس کے احکام و قوانین کے مکمل تابع کرتا ہے۔ اس طرح کہ اس کی تمام حرکات و سکنات ''صبغۃ اللہ'' کے رنگ میں رنگی جاتی ہیں، تو قدرت کا وہ فطرتی عمل (NATURE`S BIOLOGICAL ACTION) جو سابقہ مخلوق یعنی جماد، نبات اور حیوان میں کارفرما رہا ہے۔ یہاں اس بات کا متقاضی ہے کہ انسان کی بھی ''قلب ماہیت'' ہو۔ اور ''تخلقوا باخلاق اللہ'' کے مطابق اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے اخلاق بے مثال کا عکس بلکہ جلوہ نظر آئے اور ''اتصفوا باوصاف اللہ'' کے حسب مصداق، اس کی ذاتی صفات رب العالمین کی صفات بے ہمتا کا رنگ اختیار کریں۔ اور یہی صورت حال ہے جسے احسان، تصوف، سلوک، معرفت، طریقت، حقیقت اور روحانی زندگی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

ایک شبہ اور اسکا ازالہ

۱ اس مقام پر ایک سوال، اعتراض یا شبہ کا وارد ہونا یقینی نظر آتا ہے۔ جس کا ازالہ بھی ساتھ کے ساتھ ہی کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ یہ کہ:۔ جس طرح مذکورہ تمثیلات، جماد و نبات وغیرہ میں ''قلب ماہیت'' کے عمل نے جماد کو نبات میں اور نبات کو حیوان میں اور حیوان بمعنی مویشی کو انسان کی صورت میں تبدیل کر دیا ہے۔ اسی طرح یہاں پر بھی اس عمل پیرائی کا یہ تقاضا معلوم

Marfat.com

ہوتا ہے کہ انسان اب خدا کی صورت میں تبدیل ہو جائے۔ یا خود خدا انسان کی شکل میں متشکل ہو کر سامنے آئے (تصوّف کے ''وحدۃ الوجودی'' نقطہ نظر کے مطابق مرقومہ بالا منطقی وفلسفیانہ ترکیب، وحدۃ الوجود کے اثبات کے لئے ایک اہم دلیل کے طور پیش کی جاتی ہے اور ''عین ذات'' و ''غیر ذات'' کے بکھیڑوں میں الجھا کر اس کو بڑے وزن دار الفاظ میں پیش کیا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت سے اس کا دور کا بھی تعلق نہیں اور نہ تصوّف سے اس کا کوئی واسطہ، یہ اصطلاحات اشراقیت، بیدانیت اور باطنیت کی گھڑی ہوئی ہیں۔)

لیکن یہ سوال اس تمام صورت واقعہ میں ایک اہم بنیادی حقیقت کو نظر انداز کرنے سے پیدا ہوتا ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ جماد تا انسان میں ایک جبلّی اشتراک اور جوہری وحدت پائی جاتی ہے جسے ہم تخلیق، خلقت یا پیدائش کہتے ہیں۔ اور مخلوق ہونے کے لحاظ سے یہ سب اقسام (جماد، نبات، حیوان وغیرہ) ایک ہی جنس اور نوع سمجھی جائیں گی جن کی جبلّت و جوہر میں مخلوق ہونا قدر مشترک ہے، کہ۔ در آفرینش زیک جوہر اند

ایک جنس کا اپنے ہم جنس میں حلول کر جانا یا تحلیل و جوہری عمل کے تحت اس کی شکل میں جلوہ گر ہونا بعید از فہم اور خلاف قانون فطرت نہیں ہوسکتا۔ جس طرح کہ امثلہ بالا میں اس کی وضاحت موجود ہے۔

عالم صغریٰ

انسان جسے ''عالم صغریٰ'' کے لقب سے ملقب کیا گیا ہے، جو اپنی ذات میں خود ایک چھوٹی سی دنیا واقع ہوا ہے۔ اور جس کا قفس عنصری ان تمام قوتوں کا مرکب ہے جو کائنات کی تعمیر حیات اور تدبیر عمل میں روح کی حیثیت رکھتی ہے۔ یعنی ''عناصر اربعہ'' خود اس کی ذات بھی ان تمام مراحل یعنی جماد تا حیوان سے گذر کر اپنی ہیئت کذائی تک پہنچتی ہے۔ انسان کی خلقت کے یہ انقلابات ''مذہباً'' اور ''حکمتاً'' دونوں طرح سے ثابت ہیں۔

قرآن حکیم میں ہے:۔

ولقد خلقنا الانسان من سلالة من طين. ثم جعلناه نطفة في قرار مكين. ثم خلقنا النطفة علقة فخلقنا العلقة مضغة فخلقنا المضغة عظاما فكسونا العظام لحماً ثم انشأناه خلقاً آخر. فتبارک الله احسن الخالقين.

ترجمہ: اور بے شک ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا، پھر ہم نے اس کو نطفہ بنا کر ایک محفوظ جگہ میں رکھ دیا پھر ہم نے نطفہ کو جما ہوا خون بنا دیا، پھر ہم نے اس جمے ہوئے خون

Marfat.com

کو گوشت کا لوتھڑا بنا دیا، پھر ہم نے اس گوشت کو ہڈیاں بنا دیا، پھر ہم نے ان ہڈیوں پر گوشت پہنا دیا، پھر اس کے بعد دوسری تخلیق میں انسان پیدا کر دیا پس اللہ برکت والا ہے جو سب سے حسین پیدا کرنیوالا ہے۔(سورۃ مؤمنون آیت نمبر ۱۲ تا ۱۴)

فلسفہ حال کے مطابق بھی یہ ترتیب صحیح ہے۔ڈاورن (DARWIN) کی تھیوری (THEORY) کے مطابق انسان پر جمادی، نباتی، حیوانی سب حالتیں گذر چکی ہیں۔صرف فرق یہ ہے کہ ڈارون روح انسانی کا قائل نہیں اس بنا پر وہ انسان کو ''جداگانہ برتر مخلوق'' نہیں سمجھتا۔ بلکہ حیوانات ہی کی ایک نوع خیال کرتا ہے۔جس طرح ہاتھی، گھوڑا، شیر، بندر وغیرہ اکبرالہ آبادی کے ذہین و دوررس دماغ نے ڈارون کے اس عقیدہ کے ساتھ مشہور صوفی منصور کے نعرہ ''اناالحق'' کا تقابل کر کے ایک عجیب اور لطیف نکتہ پیدا کیا ہے۔وہ فرماتے ہیں ۔

کہا منصور نے ''خدا ہوں میں'' ڈارون بولا ''بوزنا ہوں میں''

سن کے کہنے لگے مرے اک دوست ''فکر ہر کس بہ قدر ہمت اوست

یعنی ''دانائے غرب'' کی ذہانت کو ''دیوانہ شرق'' کے احساس برتری و بلند نظری نے شکست فاش دے دی۔

ڈارون بے چارے کی ذہنی نشوونما چونکہ ''تثلیثی ماحول'' اور ''مخلوق پرستی'' کی فضا میں ہوئی تھی اس لئے اس کی نظر ''بندر'' سے آگے نہ بڑھ سکی۔منصور خدا پرست تھا اور توحید کی بے ہمتا تہذیب و تمدن میں پروان چڑھا تھا۔بنابریں دیوانگی میں بھی اس کی نظر خدا سے ادھر نہ رک سکی۔ **وللہ درّ قائلہ** ۔

دردشت جنوں من جبریل زبوں صیدے یزداں بہ کمند آور اے ہمت مردانہ

ڈارون کی تھیوری مولانا روم کی مبینہ تھیوری کا نامکمل چربہ ہے

یہاں تفنن طبع اور وسعت معلومات کے لئے یہ عرض کر دینا نامناسب نہ ہوگا۔کہ ڈارون نے تو اس دور میں مندرجہ بالا نظریہ شکوک وشبہات کے بکھیڑوں میں الجھا کر بالکل غیر یقینی طور پر بہ صد مشکل اس صورت میں پیش کیا ہے کہ اس زنجیر کی کئی کڑیاں درمیان سے غائب ہیں، جس سے اس نظریہ کے بدیہی طور غیر یقینی ہونے اور بودا پن کا ثبوت ملتا ہے لیکن آپ یہ معلوم کر کے حیران ہوں گے کہ آج سے کئی دور (صدیاں) پیشتر عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اس نظریہ کو بڑے واضح اور یقینی انداز میں عملی سائنسی دنیا کے سامنے پیش کیا ہے، فرماتے ہیں ۔

صد ہزاراں حشر دیدی اے عنود تا کنوں ہر لحظہ ، از بدو وجود

Marfat.com

از "جمادی" بے خبر سوئے "نما" وز "نما" سوئے "حیات وابتلا"

باز سوئے عقل و تمیزات خوش باز سوئے "خارج ایں پنج وشش"

در فنا ہا ایں بقا ہا دیدۂ بر بقائے جسم چوں چفسیدۂ؟

تازہ می گیر و کہن را مے سپار! کہ ہرامسالت فزوں است از سہ یار

یعنی تم ابتدائے وجود سے اس وقت تک سینکڑوں قسم کے حشر دیکھ چکے ہو، پہلے تم "جماد" تھے۔ پھر تم میں قوت نمو پیدا ہوئی (نباتی) پھر تم میں جان آئی (حیوانی) پھر عقل و تمیز، پھر حواس خمسہ کے علاوہ اور حواس (باطنی) حاصل ہوئے (یعنی حیوان سے بالاتر۔انسانی) جب فناؤں میں تم نے اتنی بقائیں دیکھی ہیں تو پھر اس جسم کی بقا پر کیوں جان دیتے ہو۔ اور اس سے چمٹے ہوئے ہو! نیا لو اور پرانا چھوڑ دو۔ کیوں کہ تمہارا ہر نیا سال سابقہ سال سے بڑھیا اور خوب ہے" لیکن اسقدر یقینی لہجہ میں ابن آدم کی یہ "ارتقائی کیفیت" بیان کرنے کے باوجود مولانا ڈارون کی طرح بہکے نہیں بلکہ صراط مستقیم پر چلے ہیں اور حقیقی مطمع نظر کو انہوں نے اپنی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہونے دیا اور فلسفہ کی بھول بھلیوں میں انہوں نے سراغ منزل پا کر اس کی صحیح طور پر نشان دہی فرمائی۔

گر بداں حالت ترا بودے بقا کے رسیدے مر ترا ایں ارتقاء

چوں دوم از اولیت بہتر است پس فنا جوئے و "مبدل" را پرست

یعنی اگر تمہاری وہی حالت رہتی تو یہ ترقی کیونکر نصیب ہوتی؟ جب دوسری ہستی پہلی سے بہتر ہے تو فنا کو ڈھونڈو اور "انقلاب کنندہ (اللہ تعالیٰ) کی عبادت کرو" بات ذرا طویل ہوگئی ہے اصل مدعا یہ عرض کرنا تھا کہ خود انسان پر بحیثیت "عالم صغریٰ" کے جب یہ کیفیتیں (جماد تا حیوان) گذرتی اور وارد ہوتی ہیں، تو یہ اس امر کا بدیہی اور حتمی ثبوت بہم پہنچاتی ہیں کہ انسان بھی (بایں ہمہ عزو تکریم و شرف) دیگر موجودات عالم کی طرح ایک تخلیق شدہ (حادث) چیز ہے۔ اور جوہر و جبلت کے لحاظ سے ان میں کوئی فرق نہیں۔

لیکن ذات باری تعالیٰ میں اور انسان میں "مابہ الاشتراک" کوئی چیز بھی نہیں کیونکہ وہ خدا ہے اور یہ بندہ، وہ خالق یہ مخلوق، وہ رب یہ مربوب، یہ عبد وہ معبود، وہ بے کفو و شریک جس کی نہ مثال نہ مثیل، نہ ضد نہ ند، ذات میں یگانہ، صفات میں یکتا، اول، آخر، ظاہر، باطن، ازلی، ابدی، حی وقیوم، بھلا انسان بے چارے کی اس ذات پاک سے کیا نسبت!

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

Marfat.com

یہاں قطرہ و سمندر اور ذرہ و سورج کی تشبیہی نسبت روا نہیں اور ذات و صفات میں اشتراک و اشتمال کسی صورت میں بھی زیبا نہ ہوگا ...... اور ...... فنافی اللہ، بقاباللہ کے مدارج طے کر لینے کے بعد بھی:۔

من تو شدم تو من شدی، من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں، من دیگرم تو دیگری

کے شاعرانہ تخیل کی یہاں گنجائش محال اور تصور ناممکن ہے۔ سلطان العارفین حضرت سلطان باہو قدس سرہ العزیز کے یہ قول:

> سالکاں طریقت خبردار ہو جائیں کہ خدا تعالیٰ مکان و زمان (تمثیل وتشبیہ) سے منزہ ہے (جہت و طرف سے پاک ہے) نہ مشرق میں ہے نہ مغرب میں نہ جنوب میں نہ شمال میں، نہ تحت و فوق میں، نہ کسی قیل و قال میں، نہ خط و خال میں، نہ چاند و سورج میں، نہ آب و گل میں، نہ خاک و آتش میں، نہ صورت و جمال میں نہ تقویٰ و پارسائی میں، نہ گداگروں کے خرقہ میں، بلکہ وہ ان سب سے پاک و منزہ ہے۔ لیس کمثلہ شئی (عین الفقر)

آمدم برسر مطلب [۱]

بات سے بات پیدا ہوتی چلی گئی۔ اور ذوق بیان میں داستان کچھ طویل ہو گئی گو یہ طوالت ناگزیر تھی۔ گفتگو ''مقام احسان کے بارے میں ہو رہی تھی اب اصل موضوع کی طرف رجوع کرتے ہوئے ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ بندہ کو جب یہ مقام حاصل ہو جاتا ہے تو وہ حدود و ثغور سے ماورائیت پا کر آفاقیت اختیار کر لیتا ہے۔ اور اس کا قول و فعل بھی اسی جذبہ سے معمور ہو جاتا ہے۔ اور اس کا دل صحیح معنوں میں ''عرش رحمٰن'' بن جاتا ہے جو بے پناہ وسعتوں اور لامحدود انتہاؤں سے مالامال ہو جاتا ہے۔ تنگ نظری و کوتاہ ظرفی سے وہ ہزاروں کوس دور ہوتا ہے۔ ایک حدیث قدسی میں اسی حقیقت کی یوں نقاب کشائی فرمائی گئی ہے:

---

[۱] اس مضمون میں ہم نے تصوف کے دو مخصوص پہلوؤں کو نمایاں طور پر پیش کیا ہے:۔

۱۔ ''ماسوی اللہ سے عدم امید و بیم'' یعنی۔ موحد کہ بر پائے ریزی زرش ☆ و گر تیغ ہندی نہی بر سرش
امید و ہراسش نہ باشد ز کس ☆ ہمیں است بنیاد توحید و بس

۲۔ ''وسعت قلب'' یعنی:۔ کفر است در طریقت ما کینہ داشتن ☆ آئین ماست سینہ چوں آئینہ داشتن

ہمارے نزدیک تصوف کے یہ اہم ترین پہلو ہیں جو فی الحقیقت ''جزو اعظم'' کی حیثیت رکھتے ہیں۔ (شاد فاروقی)

Marfat.com

لایسعنی ارضی ولاسمائی ولکن یسعنی قلب عبدی المؤمن۔

ترجمہ: ''زمیں وآسمان کی وسعتوں میں میری سمائی ناممکن ہے لیکن مومن بندے کا دل میرے انوار وتجلیات کی آماجگاہ ہے۔''

تاریخ کے اوراق اس کے گواہ ہیں اور ہماری چشم تصور اس حقیقت کا مشاہدہ کر سکتی ہے۔ جبکہ فتح مکہ کے موقع پر محسنِ انسانیت ﷺ کے دشمن اور اسلام کو بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکنے والے مشرکین بمع اپنے معاونین کے آنحضرت ﷺ کی بارگاہ نبوت میں پیش ہوتے ہیں۔

تاریخ کا فتویٰ یہ ہے کہ ایسے معاندین اور خونین دشمنوں کو جنہوں نے اپنے انتقام وعداوت کا کوئی موقع بھی ہاتھ سے نہ جانے دیا ہو۔ اپنے ہاتھوں خاک وخون میں تڑپانا چاہیے، انتقامی جذبات کا تقاضا یہ چاہتا ہے کہ انسان نمادرندوں کو نہ صرف ختم کر دیا جائے بلکہ ان کے اہل و عیال کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا جائے لیکن ایک مومن کامل کے دل کی آواز کہتی ہے:۔

بدی را بدی سہل باشد جزا
اگر مردی احسن الی من اسا

الہامی نغمات اس آواز کی تائید ان الفاظ میں کرتے ہیں:

لاتستوی الحسنة ولاالسیئة ، ادفع بالتی ھی احسن

اور چشم آفتاب یہ نظارہ دیکھ کر حیران رہ جاتی ہے کہ مردمومن جسے اپنے خون کے پیاسے دشمنوں پر مکمل اختیار حاصل تھا کہ جو سلوک ان سے چاہتا روا رکھتا۔ انہیں یہ نغمہ جاں فزا سنا کر حیات جاوداں عطا کر دیتا ہے:

لاتثریب علیکم الیوم اذھبوا انتم الطلقاء ،

ترجمہ: ''جاؤ آج تم آزاد ہو۔ تمہیں کچھ بھی نہیں کہا جائے گا۔''

تاریخ ہمارے سامنے ایسا ہی ایک اور عجیب نظارہ پیش کرتی ہے۔ جبکہ حضور انور (فداہ ابی وامی) دشمنوں کے نرغے میں گھر جاتے ہیں وہ تابڑ توڑ حملے کرتے ہیں۔ حضور ﷺ زخمی ہو کر گڑھے میں گر جاتے ہیں۔ جذبات کے مشتعل ہونے اور غصے کے بے قابو ہو جانے کا اس سے بڑھ کر کوئی نازک مقام نہیں ہو سکتا۔ لیکن ایسے موقع پر بھی آپ ﷺ کا قلب پاک گھبراہٹ، غصے، تنگی، خفگی اور اشتعال کی آلائشوں سے بالکل صاف نظر آتا ہے۔ جس کا اظہار آپ ﷺ کی زبان سے نکلے ہوئے ان محبت بھرے الفاظ سے ہوتا ہے:۔

اللھم اھد قومی فانھم لایعلمون۔

Marfat.com

ترجمہ: اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے، بے شک وہ نہیں جانتے۔

کتنے پیارے الفاظ ہیں، کس قدر پُر لطف دعا ہے۔ شان رافت ورحمت کا کیا حسین امتزاج ہے۔ اور کیا ہی اثر انگیز کلمات ہیں جن سے اللہ کا محبوب ﷺ اپنے مولا کی صفت انتقام کو لبھاتا ہے!

اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا: وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین ط

صحابہ کرام علیہم الرضوان......اور.....تصوّف

مردِ مومن اور عارف باللہ کا دل چونکہ شہنشاہ کائنات کی جلوہ آرائیوں سے منور ومعمور ہوتا ہے۔ اس لئے اس میں غیر کی گنجائش کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ احسان کا یہی وہ بلند مقام ہے جس پر فائز ہونے کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مرتدین اسلام اور مانعین زکوٰۃ کے درمیان گھرا دیکھ کر بھی ہم اطمینان واستقلال اور وقار وعظمت کا پیکر عظیم پاتے ہیں۔ اور اس موقع پر آپ کا تاریخی کردار یہ ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ اس شخص کا تعلق ایک ایسی لازوال اور غالب الکل ہستی سے ہے جسکا بن جانے کے بعد انسان خوف ماسواے مامون ہو جاتا ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو دنیا کی عظیم سلطنت سے ہم ٹکراتے ہوئے دیکھتے اور اسے پاش پاش کرتے ہوئے پاتے ہیں، جلال فاروقی کے سامنے نہ صرف شکوہِ روم وسطوتِ ایران ہی ہمیں سرنگوں نظر آتی ہے۔ بلکہ دریا اور پہاڑ بھی سجدہ ریز دکھائی دیتے ہیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ باغیوں کے درمیان محصور ہو جاتے ہیں، چالیس شبانہ روز بے آب ودانہ گذر جاتے ہیں، تمام قوت واقتدار کے ہوتے ہوئے آپ محض فتنہ آرائی اور فساد سے بچنے کیلئے رضائے مولا کے سامنے سکون روح اور اطمینان قلب سے سرخم کر دیتے ہیں تا آنکہ آپ کی مظلومانہ شہادت کا لرزہ خیز موقعہ پیش آتا ہے۔ اور ذوالنورین خندہ پیشانی سے ہمیں موت کا استقبال کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

نشان مردِ مومن با تو گویم چوں مرگ آید تبسّم برلب اوست

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فرق مبارک پر ابن ملجم کی تلوار پڑتی ہے، وار نہایت مہلک ہے۔ لیکن کسی "ہائے وائے" کے بجائے آپ کی زبان سے فُزتُ بربّ الکعبۃ کے ولولہ انگیز وبہجت آمیز تاریخی کلمات سنائی دیتے ہیں۔

صرف خلفائے راشدین ہی نہیں بلکہ تمام کے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حضور انور ﷺ کی نظر کیمیا اثر نے اسی رنگ میں رنگ دیا تھا اور اسی بادہ محبت سے سرشار بنا دیا تھا

Marfat.com

...سوی اللہ کے خوف ورجا سے وہ حضرات بالکل مستغنی ہو چکے تھے۔ یہی کیف تھا جس نے عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر سلطان کو ان کیخلاف سنت فعل پر سختی سے ٹوکنے پر مجبور کر دیا تھا۔ یزید کی جانشینی کے معاملہ میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر رضی اللہ عنہ کو واضح الفاظ میں فرمایا کہ: ''یزید کی جانشینی محمد رسول اللہ اور آپ کے خلفاء کی سنت نہیں ہوگی بلکہ قیصر و کسریٰ کی سنت قرار پائے گی کہ ایک قیصر مرا تو دوسرا قیصر اس کا جانشین بن بیٹھا اور ایک کسریٰ چل بسا تو دوسرا کسریٰ تخت نشین ہو گیا!''

فقر و درویشی کے اس پیکر جلال کے سامنے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بہمہ جاہ و جلال اور شکوہ و عظمت دم مارنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔ اور کھسیانے ہو کر رہ جاتے ہیں۔ ''فقر شبیری'' کی ''جبر یزیدی'' سے کشمکش و تصادم تاریخ اسلام کا ایک ناقابل فراموش والمناک لیکن تابناک باب ہے۔ عبداللہ بن زبیر کا وقت کی سب سے بڑی حکومت سے بے یار و مددگار ہونے کے باوجود رزم آراء اور پنجہ آزما ہونا اور اس کی بنیاد تک کو ہلا کے رکھ دینا آخر دولت فقر کا کرشمہ نہیں تو اور کونسے نام سے ہم اسے یاد کریں گے! مروانیوں کے جبر و استبداد اور آمریت و مطلق العنانی کے مقابلہ میں خاندان نبوت کے رضا کار سرفروشوں کا دم خم یقیناً بادہ معرفت کی سرمستی و سرخوشی کی نمایاں مثالیں ہیں۔

امامان دین وائمہ مجتہدین

عباسی سلطنت کے ابتدائی دور میں ملوکیت کی نازک مزاجی و نخوت و پندار کا عالم کسی تاریخ دان سے پوشیدہ نہیں، بات پر وان زبان کٹتی ہے۔ کہہ کر شاعر نے تو اپنے معشوق کی ستم کوشی میں یقیناً مبالغہ سے کام لیا ہوگا۔ لیکن ''عباسی خلفاء'' کے دربار میں اس شاعرانہ خیال کو حقیقت کا جامہ پہنایا جاتا تھا۔ جس کی دسیوں، بیسیوں نہیں سینکڑوں مثالیں تاریخ میں پائی جاتی ہیں۔ عباسی خاندان کے جابر و قاہر اور مطلق العنان فرمانرواؤں کے جبر و استبداد اور مفسدانہ عزائم کے مقابلہ میں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بے مثال عزم و استقلال، اور عزیمت و جلال، نیز امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی عجیب و غریب متصادمانہ کشمکش فقر و سلطنت کا نزالا تصادم اور بوریائے درویشی و تخت سلطانی کا انوکھا مقابلہ ہے جو حیرت انگیز بھی ہے اور سرور انگیز و بہجت خیز بھی۔ اسی عباسی حکومت کے معتزلہ عقائد کو امام احمد بن حنبل نور اللہ مرقدہ نے نہ صرف چیلنج کیا۔ بلکہ بالآخر تاج شاہی کو پاء فقر پر جھکا کر چھوڑا اور اعلائے کلمۃ اللہ کے علم کو علی رؤس الاشہاد معاندین و مخالفین اور حاسدین کے علی الرغم بلند فرمایا۔

Marfat.com

ایک غلط فہمی کا ازالہ

بعض لوگ یہ واقعات پڑھتے ہیں تو ٹھٹھک کر رہ جاتے ہیں۔ ان کے مرعوب ذہن ان محیر العقول حقائق کو باور کرنے کیلئے تیار نہیں ہو پاتے تو وہ ان سراپا حقائق داستانوں کو محض افسانہ اور کورانہ عقیدت کا کرشمہ سمجھتے ہیں۔ اور اس پر ''پیراں نمی پرند مریداں می پرانند'' کی پھبتی چست کرتے ہیں۔ لیکن ان کی یہ غلط فہمی محض حقیقت سے ناواقفیت کی بنا پر ہے، وہ مقام فقر وتصوف اور احسان ومعرفت کی جلوہ آرائیوں اور ضیا پاشیوں سے بے خبر ہیں، وہ اللہ کریم کی اس نعمت عظمیٰ کے موعودہ حصول کو نہیں جانتے کہ ''من کان للہ کان اللہ لہ'' بندہ جب اللہ کا بن جاتا ہے تو خدا بھی اس بندہ کا ہو جاتا ہے'' اپنے مولائے حقیقی کی مکمل اطاعت وفرمانبرداری اور انقیاد وغلامی اسے ''عبد'' سے ''عبدہٗ'' کے بلند مقام پر فائز کر دیتی ہے۔

عبد دیگر عبدہ چیزے دگر

ملائکہ اسے بشارت ونوید جانفزا سے سرفراز کرتے ہیں۔ تتنزل علیهم الملائكة ان لاتخافوا ولاتحزنوا وابشروا بالجنة التی كنتم توعدون. نحن اولياء كم فی الحيوة الدنيا و الآخرة ط اور اسے اپنی دوستی ومعیت کا بھرپور یقین دلاتے ہیں۔ سروش غیب کے الہامی نغمات اور روح پرور صدائیں اسکی سامعہ نواز بنتی ہیں۔ مال ومنال اور مناصب و اقتدار اسے قطعاً متاثر ومرعوب نہیں بنا سکتے۔ اور خوف وحزن کی پرچھائیں بھی اس کے قلب حق آگاہ پر نہیں پڑسکتی۔

آں کس کہ ترا بخواست جاں را چہ کند — فرزند وعیال وخانماں را چہ کند
دیوانہ کنی وہر دو جہانش بخشی، — دیوانہ تو ہر دو جہاں را چہ کند

دنیا اور اہل دنیا سے بے نیازی

شہباز طریقت سلطان ابراہیم ادہم بلخی رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور واقعہ ہے کہ جب آپ نے دولت فقر وتصوّف کے حصول کی خاطر تخت شاہی کو پائے استحقار سے ٹھکرا دیا۔ اور قبائے سلطانی اتار کر گلیم درویشی زیب تن فرمالی تو ایک روز موسم سرما میں آپ ایک ساتھی کے ساتھ دھوپ میں بیٹھ کر گدڑی سے جوئیں دیکھ رہے تھے، آپ کا ساتھی ایک دم مسکرا اٹھا۔ آپ کے استفسار پر اس نے پرمسرت لہجہ میں بتایا کہ'' بادشاہ وقت آپ کی خدمت میں آرہا ہے۔ اسے آتا دیکھ کر میں اپنی مسرت بھری مسکراہٹ کو نہ روک سکا'' آپ نے افسردگی سے جواب دیا'' اوہ تو یہ بات ہے! میرا خیال تھا کہ تم نے کوئی جوں پکڑ لی ہے'' گویا جوں پکڑنے پر مسکراتے تو ایک بات بھی تھی۔ آخر

Marfat.com

بادشاہ سلامت کی تشریف آوری بھی کوئی مسرت کی بات ہے؟ اللہ اکبر! غور کا مقام ہے اللہ کے بندوں کی نظر میں دنیا اور اسکے متوالے کس قدر بے قدر و وقعت ہیں۔ ایک حدیث کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ صحابہ کرام کے ہمراہ حضور انور ﷺ کہیں تشریف لئے جار ہے تھے، راستے میں ایک کن کٹا بکری کا بچہ مرا پڑا تھا۔ حضور نے فرمایا" اسے ایک درہم میں کون خریدتا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا حضور! اس مردار اور بیکار چیز کو کون خریدے گا۔ فرمایا" اللہ کی قسم! خدا کے نزدیک تمام دنیا اس سے بھی کم قیمت اور بے وقعت ہے" جب اللہ کے ہاں دنیا اتنی بے قدر و قیمت ہے تو اللہ کے وہ بندے جو" تخلقوا باخلاق الله " کی صفت سے متصف ہوں۔ ان کی نگاہوں میں اس کی کیا قیمت ہوگی؟

آیئے آپ کو ایک اور درویش خدامست کا واقعہ سناؤں جس سے بادشاہِ وقت نے وصیت کی فرمائش کی تو اس نے جواباً ارشاد فرمایا" سلطان معظم! آپ کہیں جنگل یالق و دق بیاباں میں راستہ بھٹک جائیں، پیاس نے آپ کی جان پر بنا رکھی ہو، ایک شخص آپ کو ایک پیالہ پانی نصف سلطنت کے عوض دینا چاہے تو آپ کیا کریں گے؟ بادشاہ نے جواب دیا" میں وہ پیالہ نصف بادشاہی کے عوض بخوشی قبول کرلوں گا۔ جبکہ جان سے جہان ہے" فرمایا درست ہے۔ اب فرمایئے کہ آپ کا پیشاب بند ہو جاتا ہے۔ اطباء اور حکماء کی تمام کوششیں ناکام ہو چکی ہیں۔ کسی صورت میں بول جاری نہیں ہوتا۔ اتفاقاً ایک حاذق طبیب آتا ہے اور آپ سے علاج کے عوض آدھی سلطنت کا مطالبہ کرتا ہے۔ اور اپنی کامیابی کا سو فیصد یقین دلاتا ہے۔ اس صورت میں آپ کا ردعمل کیا ہوگا؟ بادشاہ نے بے ساختہ جواب دیا" نصف سلطنت طبیب کے حوالے کر کے پیشاب کے اخراج کو میں اس عذاب میں مبتلا رہ کر مرنے پر یقیناً ترجیح دوں گا"۔ درویش یہ جواب سن کر مسکرا اٹھا۔ کیوں کہ تیر ٹھیک نشانے پر لگا تھا۔ فرمایا" بادشاہ سلامت! غور فرمایئے کہ ایسے حکومت و سلطنت کو جس کی قیمت ایک پیالہ پانی اور دو چلو پیشاب ہو قابل فخر سمجھ کر اس پر اترانا۔ اور نشۂ اقتدار میں بدمست ہو جانا کسی عقلمند اور ذی ہوش انسان کا کام ہو سکتا ہے؟ بادشاہ سر جھکائے خاموشی سے ان اثر انگیز الفاظ کی معنویت پر غور کر رہا تھا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے، درویش کی" وصیت" نے دنیا کی حقیقت اس کے سامنے پورے طور پر کھول کر رکھ دی تھی!۔

پیران پیر حضرت خواجہ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ سنئے! آپ کی خدمت میں سلطان سنجر نے دس ہزار اشرفیوں کے ساتھ پچاس دیہات کی جاگیر کا سرکاری پروانہ بھی

Marfat.com

روانہ کیا اور عریضہ میں لکھا" آپ کے مدرسہ وخانقاہ کی ضروریات کی خدمت کے لئے تعاونوا علی البرّ والتقویٰ کے مطابق یہ حقیر ہدیہ ارسال خدمت کر رہا ہوں۔ امید ہے کہ قبول کیا جائے گا" شاہی قاصد نے یہ تمام چیزیں جناب غوث پاک کی خدمت میں پیش کیں۔ آپ نے شاہی تحریر اور مراسلہ کو پڑھا اور اس کا فی البدیہہ جواب ان الفاظ میں تحریر فرمایا:

چوں "چتر سنجری" رخ بختم سیاہ باد　　در دل اگر بود ہوس ملک سنجرم
زاں گہ کہ یافتم خبراز "ملک نیم شب"　　من "ملک نیم روز" بہ یک جو نمی خرم

سلطان سنجر! تم کس خیال میں ہو، جس شخص کو فغانِ نیم شبی و آہ سحر گاہی کی لازوال دولت حاصل ہوگی وہ تمہارے پورے ملک کو بھی جو بھر قیمت کے بدلے خریدنے پر تیار نہیں ہوگا"۔

"کفرزار ہندوستاں میں روحانیت کے علم بردار"

کفرزار ہندوستان میں جبکہ یہاں کی تمامتر سیاسی قوتیں بت پرست راجاؤں اور مشرک اقوام کے ہاتھ میں تھیں "سلطان الہند" خواجہ خواجگان حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا یہاں ورود ہوتا ہے۔ بت پرست راجواڑے نہ صرف سیاسی طور پر ہی آپ کی پرزور مخالفت کرتے ہیں بلکہ اپنے روحانی پیشواؤں کو بھی آپ کے مقابلہ میں لا کھڑا کرتے ہیں۔ لیکن حضرت خواجہ تن تنہا اپنی باطنی قوتوں اور فقر روحانیت کی لازوال طاقت سے ان پر غلبہ حاصل کرتے ہیں۔ اور ہزاروں دیوتاؤں کے پجاریوں کو اللہ وحدہ لاشریک کے پرستار بناتے ہیں، درہ خیبر سے راس کماری تک کلمہ توحید کی گونج سنائی دیتی ہے۔ اسی بنا پر تاریخ نے آپ کو "سلطان الہند" کے لقب سے ملقب کیا ہے۔

آپ کے جانشینوں نے آپ کی زرّیں روایات کو جس تابناکی و براقی سے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ وہ ارباب فکر ونظر سے مخفی نہیں۔ اور ہندوستان کی سرزمین کا چپہ چپہ شہادت بداماں ہے۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے دہلی کو روحانیت کی برکات سے اس طرح مالا مال کیا کہ وہ "بائیس خواجہ کی چوکھٹ" کہلائی۔ حضرت بابا فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے پاک پتن کو روحانی انوار وتجلیات سے بھرپور فرمایا۔ آپ کے نامور خلیفہ سلطان الاولیاء حضرت خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے دہلی میں اپنے دادا پیر کے نصب العین کو کچھ اس طریق سے اپنایا اور اسے اجاگر فرمایا کہ آپ کا آستانہ خواص وعوام کا مرجع بنا، آپ نے انبوہ خلائق سے کنارہ کشی کرنی چاہی۔ مگر ایک درویش خدامست نے یہ کہہ کر آپ کو مخلوق میں شامل رہنے کی ہدایت کی۔

Marfat.com

آں روز کہ ماہ شدی نمی دانستی

کانگشت نمائے مردماں خواہی شد

آپ کو مرجع خلائق اور آپ کی روز افزوں مقبولیت کو دیکھ کر وقتی اقتدار نے اپنے لئے خطرہ محسوس کیا۔ اور شہنشاہ ہند سلطان قطب الدین خلجی کو اپنے دربار میں حضرت کے طلب کرنے کی سوجھی سلطانِ دہلی کا پیغام سلطان روحانیت کو پہنچا۔ آپ نے سلسلہ کی سنت کو مدنظر رکھتے ہوئے دربار میں حاضری سے انکار کردیا۔ آپ کے انکار نے غضب سلطانی کے لئے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ جبین اقتدار پر شکن ہوگئی، بادشاہ چیخ اٹھا ''ہم اسے (نظام الدین کو) ضرور بلوائیں گے۔ زندہ نہ آئے گا تو اسکی لاش ضرور ہمارے دربار میں پہنچے گی''

دنیا میں تین ''ہٹ'' مشہور ہیں، جن کے سامنے دنیا کی تمام تدبیریں بیکار ثابت ہوتی ہیں۔ اور تمام کوششیں ''سعی لاحاصل'' بن جاتی ہیں۔ (۱) راج ہٹ (۲) تریا ہٹ (۳) بالک ہٹ۔ پھر راج ہٹ اپنے ہمہ گیر اثرات کے پیش نظر ان میں فوقیت رکھتی ہے۔ قطب الدین جیسے ذی شان وشوکت اور ضدی بادشاہ کی راج ہٹ کے تاثر نے جو الفاظ اس کی زبان سے نکلوائے تھے۔ ان کے پورا ہونے میں بھلا کس کو شک ہوسکتا تھا۔ بادشاہ کی زبان سے جب یہ الفاظ نکل رہے ہوں گے، جلال بادشاہی سے محلات بھی شاید کانپ اٹھے ہوں گے۔ فضا نے ایک جھرجھری لی ہو گی۔ اور نظام الدین اولیاء کی خون میں نہائی ہوئی لاش سب نے چشم تصور سے تخت شاہی کے قریب تڑپتی دیکھی ہوگی۔

بادشاہ کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ حضرت خواجہ تک پہنچے ہیں۔ آپ کے حقیقی جانثار اور بہی خواہ آپ کو پل کے پل ضدی بادشاہ کی ضد پوری کرنے کا پُرزور مشورہ دیتے ہیں۔ حضرت مسکراتے ہوئے اُٹھ کر شان بے نیازی سے ٹہلنے لگتے ہیں، زبان فیض ترجمان پر یہ شعر جاری ہوتا ہے:

اے روبہک! چرا نہ نشینی بجائے خویش

با شیر پنجہ کردی و دیدی سزائے خویش

تاریخ بتاتی ہے کہ رات کے سناٹے میں قطب الدین خلجی کا اپنے محبوب غلام خسرو خان کے ہاتھوں بے دردانہ لیکن غیر متوقعانہ قتل آپ کے اس ارشاد کی حرف بہ حرف تصدیق کرتا ہے۔ اور بےچاری لومڑی نے شیر سے پنجہ آزمائی کا واقعی مزہ چکھ لیا۔

غیاث الدین تغلق نے علماء سوء اور بدباطن امراء کے بہکاوے میں آکر سلطان الاولیاء سے

Marfat.com

خداواسطے کا بیر بنالیا۔ اور آپ کی روحانی سلطنت کو سیاسی بکھیڑوں سے ملوث کرنے کا چلتا ہوا حربہ استعمال کرنا شروع کیا۔ بادشاہ بنگالہ کی مہم سے کامیاب ہو کر واپس دہلی آرہا تھا۔ کہ اسے حضرت کو وہاں سے نکالنے کا خیال آیا اور اس نے طنزیہ انداز میں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کو تحریر کیا ''آپ سلطان الاولیاء ہیں۔ اور میں سلطان الہند ہوں۔ دو بادشاہوں کا ایک شہر میں قیام ناممکن ہے۔ لہٰذا میرے دہلی پہنچنے سے پیشتر آپ کا وہاں سے نکل جانا نہایت ضروری ہے'' سلطان الاولیاء کو بادشاہ کا حکم نامہ پہنچا، کاتب نے پوچھا جواب میں کیا لکھوں؟ فرمایا لکھ دو ''ہنوز دہلی دور است'' اور فی الواقعہ غیاث الدین کے لئے دلّی ہمیشہ کے لئے دور ہو کر رہ گئی۔ کاتب تقدیر نے آپ کی تحریر پر مہر ثبت کردی، آپ کا یہ تاریخی فقرہ زبان وادب میں محاورہ بن گیا اور کون زبان دان ہوگا جو اس کے تلمیحی پس منظر سے واقف نہیں ہوگا!۔

احسان وتصوف کے اسی بلند مقام پر فائز الرامی حضرت شاہ بوعلی قلندر نوراللہ مرقدہ سے ''شاہ ہند'' کے نام یہ حکم لکھوانے کا موجب بنتی ہے۔ جب کہ اس کا ایک ظالم گورنر رعایا پر بے پناہ مظالم توڑتا ہے۔

باز گیرایں عاملے بدگوہرے
ورنہ بخشم ملکِ تو با دیگرے

الفاظ کے تیور دیکھئے اور انداز بیان کی شان بے نیازی کا بہ غور مطالعہ کیجئے تو آپ اقبال کے ہم نوا بن کر پکار اٹھیں گے:۔

نگاہ فقر میں شان سکندری کیا ہے! خراج کی جو گدا ہو وہ سروری کیا ہے!

فی الحقیقت یہی وہ ''فقر شبیری'' ہے جو رشک ہزار سلطانی و میری ہے (اللھم ارزقنا حلاوتہ)

محمد رسول اللہ (فداہ ابی وامی وروحی) نے اپنے غلاموں کو اسی دولت فقر سے مالا مال کیا اور ''صبغۃ اللہ'' میں ایسا رنگا کہ پھر اس پر کوئی رنگ بھی غالب نہ آسکا۔

تاریخ اسلام کے اوراق پلٹ کر دیکھئے تو آپ کو روحانی برکات سے بھرپور اور دولت فقر سے مالا مال حضرات کی طول طویل فہرست نظر آئے گی۔ جس میں کروڑں ''مردان مومن'' عزیمت و استقلال کے پیکر، شان صمدیت کے مظہر کامل شامل ہیں، اور اس ''سلسلۃ الذھب'' کی یوں کڑی سے کڑی ملتی چلتی گئی ہے کہ چودہ صدیوں کے طویل دور میں آپ کو اس میں کہیں بھی خلا نظر نہیں آئے گا۔

Marfat.com

الف اوّل والف ثانی

خلفائے راشدین کے مبارک ومسعود زمانہ کے بعد الف اول میں اگر آپ کو حسین ابن علی، عبداللہ ابن زبیر، امام مالک اور امام اعظم، حسن مثنیٰ اور زید شہید، احمد بن حنبل اور جنید وعطار وروی اور محی الدین عبدالقادر جیلانی، معین الدین چشتی اور قطب الدین بختیار کاکی، فرید الدین گنج شکر اور نظام الدین اولیاء، شہاب الدین سہروردی اور بہاؤالدین زکریا ملتانی، داتا گنج بخش لاہوری، بوعلی قلندر اور پانی پتی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین جیسے بطل جلیل، ارباب ہمت وعزیمت شہبازان طریقت ومعرفت اور پیکران حریت واستقامت اور صاحبان عزم واستقلال نظر آتے ہیں جن کی شان استغنا تخت قیصری اور تاج فغفوری کو پاؤں کی ٹھوکروں سے پامال کرتی ہے، جن کے بادۂ توحید کی سرمستی کو دنیا کی کوئی ترشی بھی نہیں اتار سکتی تو "الف ثانی" کے آغاز ہی میں ہمیں سلسلہ نقشبند کے گل سرسبد حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ جیسے اولوالعزم صوفی باصفا اور عالم بے ریا بھی نظر آتے ہیں۔ جو عزیمت واستقامت میں اپنی مثال آپ ہیں۔ وہ شاہان باشکوہ کی بے راہ روی اور گمراہانہ طرز عمل کو چیلنج کرتے ہیں ان کی گردن جہانگیر جیسے عظیم بادشاہ کے سامنے بھی جھکنے کو تیار نہیں ہوتی۔ وہ اپنی بے مثال شان عزیمت کے سامنے اقتدار کی اکڑی ہوئی گردن کو جھکنے کے لئے مجبور کر دیتے ہیں۔

پھر حضرت العلام ملا عبدالحکیم سیالکوٹی نور اللہ مرقدہ کو کون بھول سکتا ہے جن کے فیض تربیت نے اورنگزیب کو "محی الدین عالمگیر" بنا دیا۔ آپ کے درویش صفت اور قلندر منش استاذ مکرم ملا کمال کاشمیری بھی اسی سلسلۃ الذہب کی ایک نمایاں کڑی کی حیثیت رکھتے ہیں، جنہوں نے بوریائے فقر پر بیٹھ کر مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور ملا عبدالحکیم جیسے بیسیوں نامور، اولوالعزم اور شریعت وطریقت کے مجمع البحرین شاگرد پیدا کئے جو تاریخ کے آسمان پر آفتاب وماہتاب بن کر جلوہ افروز ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

اگر مضمون کی طوالت کا اندیشہ نہ ہوتا اس "حکایت لذیذ" کو دراز تر بنایا جا سکتا ہے۔ یہ تو ان اسمائے گرامی کا ایک محدود حصہ ہے جو قوت حافظہ کی وساطت سے ارتجالاً زیب رقم کئے گئے ہیں۔ ورنہ ذہن کے ذخیرہ میں ابھی بہت سی نامور ہستیاں محفوظ ہیں جن کے تذکار کو [illegible] انداز کر رہا ہوں۔

ہمارا مضمون نامکمل رہیگا اگر ہم تصوف وروحانیت کے تاجدار اور شریعت [illegible] علمبردار حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر خیر نہ کریں۔ جنہوں نے [illegible]

Marfat.com

کے ہبوط وسقوط اور تعطل وجمود کے دور میں حریت فکر اور اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا حیات انگیز نغمہ سنایا اور تمام مسلمانان عالم اور بالخصوص اسلامیان ہند کے ماؤف اذہان اور مردہ قلوب میں جذبہ ایمانی کی روح دوڑادی آپ کے قابل قدر نسبی فرزندوں نے آپ کے لائحہ عمل کو نہ صرف اپنایا بلکہ آگے بڑھایا اور آپ کے روحانی فرزندوں نے اسے مزید ارتقاء عطا کر کے آگے چلایا۔

مجددِ چشتی

شاہ ولی اللہ کے ہمعصر حضرت مولانا فخر الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جنہوں نے سجادہ درویشی پر خانقاہ میں بیٹھ کر وہی کارہائے نمایاں انجام دئے جو شاہ ولی اللہ نے حلقہ درس وتدریس میں انجام دیئے تھے۔ مولانا فخر الدین سلسلہ چشتیہ نظامیہ کی قابل فخر ہستیوں میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ نے اس سلسلہ کی نشأۃ ثانیہ کا اہم ترین کارنامہ سرانجام دے کر اس کے برکات وفیوض اور اثر ونفوذ کا دائرہ ''درّہ خیبر'' سے ''راس کماری'' تک وسیع کر دیا۔ آپ نے مولانا نور محمد مہاوری رحمۃ اللہ علیہ کو خلعت خلافت سے سرفراز فرما کر ریگزار بہاولپور میں بھیجا جنہوں نے روحانیت کے انوار وتجلیات سے وہاں کے ذرّے ذرّے کو معمور ومنوّر فرمایا۔ اور اپنی خانقاہ میں بادہ توحید ومعرفت کے متوالوں کے لئے ''میخانہ وحدت'' آباد کیا۔ جہاں سے حضرت غلام فرید اور شاہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہما جیسے مردان کامل بادہ توحید سے سرشار ہو کر نکلے، جن کے فیضان نظر نے لاکھوں فساق وفجار کے قلوب وصدور میں محبوب حقیقی کی لگن پیدا کی اور عشق حقیقی کی رنگن چڑھا کر انہیں ولی کامل بنا ڈالا۔

حضرت شاہ محمد تونسوی کے مقتدر خلفاء میں حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی نور اللہ مرقدہ کا شمار ہوتا ہے۔ جنکے حلقہ ارادت سے صاحبزادہ محمد امین رحمۃ اللہ علیہ، پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے طریقت وشریعت کے مجمع البحرین وابستہ تھے۔ حضرت خواجہ سید غلام حیدر علی شاہ جلالپوری رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت سیالوی کے محبوب ترین خلیفہ تھے، جنہوں نے خانوادہ چشتیہ کی مخصوص روایات کے مطابق شریعت وطریقت کے نفاذ اور اشاعت دین کے سلسلہ میں نمایاں خدمات سرانجام دیں، استغناء، استقامت اور صبر وضبط میں آپ لاثانی تھے۔ آپ کے انہیں نمایاں اوصاف نے آپ کو فقر ومعرفت کی دنیا میں وہ بلند مقام عطا کیا تھا کہ جس کی مثال اگر ناممکن نہیں تو محال ضرور ہے۔ ہزاروں جرائم پیشہ لوگوں نے آپ کے دست حق پرست پر توبہ کی، سینکڑوں فاسق وفاجر انسانوں نے آپ کے فیض صحبت سے استفادہ کر کے دینداری وتقویٰ کی زندگی اختیار کر لی۔ کئی ڈاکو، چوروں اور بدکاروں کو آپ کی نظر کیمیا اثر نے ولی کامل بنا ڈالا۔

Marfat.com

حضرت امیر حزب اللہ

حضرت خواجہ جلالپوری کے محبوب اور آپ کے تربیت یافتہ عزیز پوتے حضرت خواجہ ابوالبرکات سید محمد فضل شاہ ہیں "امیر حزب اللہ" آپ ہی کے تذکار خیر اور سوانح حیات پر مشتمل ہے۔

ترجمان حقیقت علامہ اقبال نے فرمایا تھا۔

حذر زبیعت پیرے کہ "مرد غوغا" نیست

اقبال کی اس تعبیر کی صحیح تصویر حضرت امیر حزب اللہ ایدہ اللہ بنصرہ ہیں۔ جناب موصوف آغاز شباب ہی سے امت مرحومہ کی اصلاح و تنظیم کا جذبہ اپنے دل میں رکھتے تھے۔ آپ نے اپنے سفر حجاز و ممالک اسلامیہ کے دوران ملت اسلامیہ کے تذلل و نکبت کا بہ نظر غائر مطالعہ کیا تھا۔ اور اسے پوری سیاست کا "صیدزبوں" بننے کے بعد عیسائیت کی "انتقامی یلغار" کا شکار ہوتے ہوئے ہر جگہ بچشم خود ملاحظہ کیا تھا۔ ان تلخ حقائق کے انکشاف نے آپ کی حساس اور ذہین طبع کو بہت زیادہ متاثر کیا، چنانچہ آپ نے حجرہ خانقاہی کو چھوڑ کر "میدان سیاست" میں کودپڑنے کا فیصلہ کر لیا اور مختلف مواقع پر ملت کے ہمدردانہ رہنماؤں کے دوش بدوش آپ نے بھی پورے جوش و خروش سے مجاہدانہ کام کیا۔ آپ تحریک خلافت میں بھی شامل ہوئے اور اس کے جلسوں میں اپنی آتش نوائی کے جوہر دکھائے۔

تحریک حزب اللہ

قوم کی بے راہروی، اخلاقی انحطاط، اقتصادی تنزل، روحانی پستی، سیاسی بے شعوری، اسلام اور تعلیمات شرعیہ سے بیگانگی اور ہم چوقسم دیگر عیوب ونقائص نے جناب ابوالبرکات کو اس نتیجہ پر پہنچایا کہ ایک منظم تحریک کے بغیر محض انفرادی کوششوں سے ملت اسلامیہ کی اصلاح و تنظیم ایک امر محال و ناممکن ہے۔ چنانچہ آپ نے ۱۹۲۷ء میں حضرت خواجہ جلالپوری کے بیسویں سالانہ عرس پر حاضرین کے سامنے اپنے درددل کا اظہار کیا، جس کو شرف پذیرائی حاصل ہوا، اور ۳۰ نومبر ۱۹۲۷ء کو "حزب اللہ" کا قیام عمل میں آیا جس کے امیر بہ اتفاق رائے آپ ہی منتخب ہوئے۔ "قیام حکومت الٰہیہ" حزب اللہ کا حقیقی نصب العین قرار پایا۔ ملت کی افسردہ ذہنیت اور ٹھٹھرے ہوئے قلوب کو گرمانے اور فعال بنانے کے لئے جناب امیر حزب اللہ نے مسلسل اکتیس ۳۱ سال (اپریل ۲۸ء تا اگست ۵۸ء حملہ فالج) مختلف علاقوں کے دورے کئے۔ گھر گھر یہ پیغام پہنچایا، اور دعوت جہاد وعزیمت سے فرزندان توحید میں ایک تازہ روح پھونکی اور اس طرح آپ نے

Marfat.com

بیسویں صدی کے دور الحاد اور طغیان و افساد میں ''حقیقی تصوف''، ''فقر شبیری'' اور ''مقام احسان'' کے حقائق کو عملی طور پر دنیا کے سامنے پیش کیا۔ ''امیر حزب اللہ'' اسی اجمال کی تفصیل ہے جسے ہمارے محترم دوست ڈاکٹر ملک عبدالغنی کے قلم حقیقت رقم نے شرح و بسط کے ساتھ نہایت شگفتہ انداز بیان اور محبت و عقیدت کی زبان میں زیب تحریر کیا ہے۔

بندہ شاد فاروقی ۱۰، مارچ ۱۹۶۵ء

لاہور چھاؤنی

Marfat.com

فاتحة الكتاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین والعاقبة للمتقین والصلوٰة والسلام علی رسوله سیدنا ومولانا وحبیبنا وشفیعنا محمد واله واصحابه واتباعه واشیاعه اجمعین

امّابعد : فقال اللہ تبارك وتعالیٰ فی القرآن المجید والفرقان الحمید ؕ اعوذبالله من الشیطان الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم ؕ

یاایها النبیّ حسبك الله ومن اتبعك من المؤمنین۔ یاایها النبیّ حرّض المؤمنین علی القتال ان یکن منکم عشرون صابرون یغلبوامائتین وان یکن منکم مائة یغلبواالفاًمن الذین کفروابانهم قوم لایفقهون ۔الآن خفّف الله عنکم و علم انّ فیکم ضعفاً فان یکن منکم مائة صابرة یغلبوامائتین وان یکن منکم الف یغلبواالفین باذن الله والله مع الصابرین۔

(حضرت امیر حزب اللہ اپنی اکثر تقاریر کا افتتاح اس خطبہ سے فرمایا کرتے تھے)

Marfat.com

عہدِ طفولیّت

Marfat.com

ہے شباب اپنے لہو کی آگ میں جلنے کا نام
سخت کوشی سے ہے تلخ زندگانی انگبیں

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب اوّل

عہد طفولیّت اور آغاز شباب

وہ نور جو فاران کی چوٹیوں پر چمکا تھا اور جس کی تابانی نے ظلمت کدوں کو اجالوں میں تبدیل کر دیا تھا۔ بڑی آب و تاب کیساتھ جلالپور شریف کی بلندیوں پر از سرِ نو اپنی درخشانی دکھا رہا تھا وہی پہاڑوں کی فلک بوس چوٹیاں تھیں، وہی انوار تھے، تاریکیاں دور ہو رہی تھیں، انوار پھیلتے جا رہے تھے۔ دلوں کے اندھیروں کو دور رکھنے کی تمنا رکھنے والے انبوہ در انبوہ اس مقام پر جو رشک صد طور بنا ہوا تھا حاضر ہو رہے تھے اور آفتاب عالم فروز یعنی خواجہ غریب نواز حضرت شیخ حیدر علی شاہ بادشاہ قدس سرہ العزیز کے سامنے جبین عقیدت خم کرتے تھے۔

افتخار اولین و آخریں

آل شہ حیدرؓ جمال فقر و دیں

آپ کا وجود اطہر مہبط انوار الٰہی تھا۔ یہ وجود پاک فقر کے لئے باعث زیب و زینت تھا۔ اور دین کیلئے خوشنمائی اور آرائش کا موجب، حسن و خوبی کے اس مرقعِ بے نظیر کی زیارت کے لئے لوگ گروہ در گروہ پہنچ رہے تھے۔ مبارک گھڑیاں تھیں۔ سعید ایام تھے۔

عام الحزن

یہ انیسویں صدی عیسوی کے اختتام کا ذکر ہے۔ چودھویں صدی ہجری کا عشرہ اول ختم ہو چکا تھا۔ محبوب سبحانی خواجہ غریب نواز حضرت سید غلام حیدر علی شاہ بادشاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ طمانیت قلبی کی اس نعمت عظمیٰ کو بدرجہ اتم حاصل کر چکے تھے۔ جس کی بشارت قرآن مجید میں مومنین قانتین کو دی گئی ہے۔ لیکن بعض واقعات آپ کے لئے خلش دل اور سوہان روح کا باعث بنے ہوئے تھے۔ پہلے حضور کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا جن کی شفقت اور مبارک سیرت نے انہیں منازل عرفان طے کرنے میں مدد دی تھی۔ پھر آپ کے خلف اکبر سید بدیع الزمان شاہ رحمۃ اللہ علیہ ۷ رشعبان المعظم ۱۲۹۵ھ (بمطابق ۱۸۷۸ء) کو عین عالم جوانی میں داغ مفارقت دے گئے۔ اور ان کے بعد تیرھویں صدی ہجری کے ختم ہوتے ہی خواجہ شمس العارفین رحمۃ اللہ علیہ یعنی حضور کے مرشد طریقت جن سے آپ کو بے انتہا محبت اور عقیدت تھی وصال فرما گئے۔ یہ جانکاہ

Marfat.com

صدمے تھے اور اگرچہ آپ نے صبر وتحمل کے دامن کو بڑی خوبی سے تھامے رکھا۔ مگر اس کے باوجود آپ کے سینہ میں دل تھا اور دل میں احساس۔ اسلئے دل میں ایک کسک سی موجود رہتی تھی۔ علاوہ بریں حضور کے خلف ثانی حضرت خواجہ سید محمد مظفر علی شاہ بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ المعروف شاہ جی کو تاہل اختیار کئے کافی عرصہ ہو چکا تھا مگر ابھی تک اولاد نرینہ حاصل نہیں ہوئی تھی۔ پہلی شادی کی۔ دو صاحبزادیاں متولد ہوئیں مگر اہلیہ محترمہ وفات پاگئیں۔ اب دوسری شادی تھی۔ بنا بریں حضرت محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں گوہر مراد دیکھنے کی آرزو تھی۔ درگاہ احسن الخالقین میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھتے تھے۔ نگاہیں عرش الٰہی پر پہنچتی تھیں اور فضل کردگار تلاش کرتی تھیں۔ آخر وہ ساعت سعید آئی۔ دعائیں قبول ہوئیں اور چار جمادی الاول ۱۳۱۲ھ (بمطابق نومبر ۱۸۹۴ء) کو حضور کے نبیرہ بلند اختر متولد ہوئے۔

خزاں کے طول سے دل کی کلی مرجھائی جاتی تھی
بہاروں کو جلو میں لے کے وہ محشر خرام آیا

الہامی نام

اس پھول جیسے پیارے نومولود کو دیکھ کر حضرت قبلہ عالم نہایت مسرور ہوئے سارے صدمے دور ہو گئے۔ تمام افراد خاندان وفور مسرت سے الحمد خوان تھے۔ وابستگان درگاہ عالیہ کی مسرت کا کیا کہنا۔ قبلہ عالم سے نام رکھنے کی درخواست کی گئی۔ حضور نے ارشاد فرمایا کل نام تجویز کیا جائے گا۔ رات خواب میں بشارت ہوئی فضل شاہ، کرم شاہ، مہر شاہ۔ رحمت الٰہی جوش میں تھی۔ تین نبیروں کی نوید ملی۔ چنانچہ مولود مسعود کا نام سید محمد فضل شاہ رکھا گیا۔

والدہ ماجدہ کی آغوش رحمت میں

صاحبزادہ صاحب کی والدہ ماجدہ راجہ سیف علی خان جاگیردار و رئیس اعظم پنڈ دادنخان کی دختر نیک اختر تھیں۔ ان کے نیک اختر ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ وہ حضرت خواجہ محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کی بہو بنیں۔ ان کی شادی حضرت خواجہ محمد مظفر علی شاہ بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی جو بلند فطرتی، اعلیٰ دماغی، جرأت وہمت، جمال وجلال اور جذب کامل کے لحاظ سے اپنی مثال آپ تھے۔ اور پھر آپ کی گود اس شاہزادہ کی ولادت باسعادت سے ہری ہوئی جس نے آگے چل کر بدر طریقت، چشم وچراغ ملت اور مجاہد کبیر بننا تھا۔ ان کی خوش نصیبی میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ خاندان راجگاں میں وہ نجم درخشاں تھیں سو وہاں سے سادات عالیہ میں آکر ماہ تاباں بن گئیں۔ اپنی سیرت پاک کی تمام صفات کاملہ سے کام لے کر انہوں نے اپنے لخت جگر

Marfat.com

صاحبزادہ سید محمد فضل شاہ صاحب کی پرورش اور تربیت شروع کردی۔ خادمائیں ہاتھ بٹانے کو موجود تھیں۔ حضرت مائی صاحبہ یعنی قبلہ صاحبزادہ صاحب کی دادی اماں بڑی شفقت اور محبت سے نگرانی فرماتی تھیں۔ حضرت محبوب سبحانی کی نگہ پُر تاثیر علیحدہ معجز نمائی میں مصروف تھی۔ مولود مسعود شیر پاک پی رہے تھے اور ساتھ ساتھ روحانی غذا بھی حاصل کرتے جاتے تھے۔ اس طرح چار سال گزر گئے اور صاحبزادہ صاحب نے چلنا پھرنا، شیریں گفتار سے کلام لینا اور حرم پاک سے باہر آنا شروع کردیا۔ قبلہ محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ ان کو دیکھتے تھے اور باغ باغ ہو جاتے تھے۔ مگر ان دنوں ایک نہایت ہی زہرہ گداز واقعہ رونما ہوا:۔

جانگداز حادثہ

صاحبزادہ سید محمد قائم الدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت محبوب سبحانی کے فرزند ثالث تھے۔ ان کا نام حضرت سیالوی نے رکھا تھا۔ روحانی فیض بھی آنجناب سے پایا۔ بیعت خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمۃ اللہ علیہ سے تھی۔ فقہ، صرف ونحو کی تعلیم مولوی حافظ نور عالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ[1] ساکن کڑی شریف سے حاصل کی تھی۔ کم عمری کے باوجود بڑے کمالات کے مالک تھے۔ ان کے اوصاف حمیدہ کو دیکھ کر تمام لوگ بیحد گرویدہ تھے۔ بڑے دوست پرور، سخاوت پیشہ اور غریب نواز تھے۔ ان کا وجود سراپا جود تھا۔ صاحب جمال بھی تھے یعنی فی الحقیقت حسن صورت اور حسن سیرت کے اعتبار سے یوسف ثانی تھے ۱۳۱۴ھ (بمطابق ۱۸۹۶ء) میں حضرت محبوب سبحانیؒ نے ان کی شادی آلومہار شریف سید چنن شاہ صاحب کے یہاں بڑی دھوم دھام سے رچائی تھی۔ صاحبزادہ سید محمد فضل شاہ صاحب کی ولادت سے لیکر اس وقت تک چار سال کا عرصہ خواجہ غریب نواز محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے سکون واطمینان کا زمانہ تھا۔ مگر ان کے صبر واستقامت کی آزمائش کے لئے غم واندوہ کا ابھی ایک اور جام باقی تھا۔ صاحبزادہ سید محمد قائم الدین شاہ صاحب کو معمولی سی بیماری لاحق ہوئی۔ محبوب تھے اس لئے علاج معالجہ کے لئے غیر معمولی تدابیر اختیار کی گئیں۔ مرض بڑھتا چلا گیا اور آخر ۲۱ رجب المرجب ۱۳۱۶ھ بمطابق ۱۸۹۸ء کو عشاء کے وقت آپ کی روح پرفتوح رفیق اعلیٰ کی طرف پرواز کر گئی۔ کہیں قریب حضرت محبوب

[1] حضرت مولانا الحافظ نور عالم صاحب نور اللہ مرقدہ مولانا قاضی احمد الدین قدس سرہٗ کرسالوی (چکوال) کے نامور شاگرد تھے۔ حضرت قاضی صاحب حضرت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نامور تلامذہ میں سے تھے۔ آپ نے مدرسہ سے فراغت کے بعد وہیں بیس سال تک تدریس کا فریضہ انجام دیا اور ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں آپ کو ملزم ٹھہرا کر پا بجولاں دہلی سے انبالہ تک پیدل چلا کر لایا گیا۔ اور راستہ میں نیز انبالہ پہنچ کر سخت اذیتیں دی گئیں۔ آپ انبالہ جیل سے چند دیگر حضرات کے ساتھ نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ اور کچھ عرصہ تک روپوش رہ کر حالات کی سازگاری پر اپنے وطن مالوف کرسال پہنچ کر تدریس کا سلسلہ شروع کیا جو آخری وقت تک جاری رہا۔ اور بڑے بڑے متبحر علماء وہاں سے فارغ التحصیل ہو کر نکلے۔ بانی دیو بند مولانا محمد قاسم کے استاد مولانا محمد یعقوب اور شاہ محمد اسحاق آپ کے نامور تلامذہ میں سے تھے۔ (شاد فاروقی)

Marfat.com

سجانی رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما تھے۔ اور تسبیح پڑھ رہے تھے۔ جب اس سانحہ ہوش ربا کی اطلاع ملی تو حالت اضطراب میں تسبیح ہاتھ سے گر پڑی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا۔ محل میں تشریف لے گئے اور سربسجدہ ہو کر کہنے لگے "الٰہی! تیرا بڑا شکر ہے۔ بڑا احسان ہے۔ میں تیری رضا پر راضی ہوں"، گو آنکھیں شدت الم سے سرخ ہو رہی تھیں۔ مگر زبان مبارک پر حمد و سپاس کے کلمات جاری تھے۔ صاحبزادہ مرحوم کو پہلے جانب غرب کوٹھڑی میں دفن کیا گیا۔ پھر چند روز کے بعد صندوق وہاں سے نکال کر ان کے اپنے زیر تعمیر بنگلے میں دفن کیا گیا۔ سنگ مرمر کا مقبرہ بنوا کر اس پر مطلا اور مذہب نقش و نگار سے گلکاری کرائی گئی جو اس وقت بھی قائم ہے۔ فریضہ مغرب، نوافل اور ختم خواجگاں کے بعد حضور کا یہ معمول تھا کہ صاحبزادہ صاحب مرحوم کی قبر پر بیٹھ کر دیر تک مراقبہ فرمایا کرتے تھے۔ سوتے ہوئے ان کے مزار مبارک کی طرف پاؤں نہیں کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے۔ اب ہمارے دل میں ہر وقت یہ خیال رہتا ہے کہ "حق تعالیٰ صاحبزادہ صاحب مرحوم کو عاقبت میں خوشحال اور بآرام رکھیں"، شعراء اور اہل علم نے تواریخ فوتیدگی تصنیف کیں، مرثیے کہے۔ مولوی عبداللہ میرپوری کی تاریخ "منظور حق بود" (۱۳۱۶ھ) بڑی مختصر اور موزوں تھی۔ مندرجہ ذیل قطعہ بھی بڑا برجستہ[1] ہے۔

پسر حیدر کہ بود فخر انام ۔۔۔ بسفر رفت سوئے دار سلام

از سر لا الہ رضوان گفت ۔۔۔ قائم الدین بخلد کرد مقام (۱۳۱۶ھ)

حادثہ کے اثرات

یہ بیان نسبتاً طویل ہو گیا ہے۔ مگر اس کا خاص مقصد تھا۔ صاحبزادہ سید محمد فضل شاہ صاحب اگرچہ کم سن تھے مگر اس حادثہ فاجعہ نے اپنے اثرات ان کی طبیعت پر چھوڑے سید قائم الدین مرحوم جو دوسروں کے لئے سراپا شفقت تھے۔ اپنے پیارے بھتیجے سے کس قدر محبت کرتے ہوں گے۔ اور جب صاحبزادہ صاحب موصوف نے اپنے شفیق اور کریم چچا کو تقدیر الٰہی کے سامنے ساکت و صامت اور دوسروں کو سوگوار اور اشکبار دیکھا ہو گا تو ان کے معصوم دل کی کیا حالت ہوئی ہو گی۔ اس وفات حسرت آیات سے وہ جذبہ غم سے پہلی بار آشنا ہوئے۔ وہ ایک عام دل و دماغ کے خورد سال بچے نہیں تھے۔ خدا تعالیٰ نے انہیں غیر معمولی صلاحیتیں عطا فرمائی تھیں۔ اس لئے

---

[1] مولانا محمد عبداللہ شیخ چک عمری کا عربی کا یہ قطعہ صاحبزادہ صاحب مرحوم کے مقبرہ کے دروازے پر کندہ ہے۔

سید شباب جواد قائم الدین الحسن ۔۔۔ قد مظلی فی شہر رجب نحو جنات العدن

قال فی تاریخہ شیخ علق بالحزن، ۔۔۔ رحمۃ اللہ علی روح منوط بالمعن (۱۳۱۶ھ)

Marfat.com

عالی کی طبیعت نے دیرپا اثر قبول کیا۔ انہیں پہلی بار پتہ چلا کہ دنیا میں راحت کے ساتھ رنج اور مسرت کے ساتھ اندوہ لازم ہے۔ زندگی بیم و امید، خوف و رجا اور حزن و شادمانی سے مرکب ہے۔ صحت مند زندگی یاسیت پسندی اور رجائیت کے درمیان کوئی ہموار راہ ڈھونڈنے کا نام ہے۔ مسرت ضروری ہے مگر انسان کیلئے غم اس سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ جذبہ غم صالح راہوں پر پڑ جائے تو عجیب و غریب کارنامے دکھاتا ہے۔ لاریب کمسنی میں ان گہرے مطالب تک رسائی ناممکن ہوتی ہے۔ مگر ذہین طبیعتوں میں عالم طفلی کے باوجود ان کا احساس ضرور پیدا ہو جاتا ہے۔ صاحبزادہ صاحب قبلہ دردِ غم سے متعارف ہو گئے جو بعد میں وسعت پذیر ہو کر دردِ قوم اور غمِ ملت کی صورت اختیار کر گیا۔

تعلیم و تعلّم

جونہی قبلہ صاحبزادہ صاحب کی عمر اس قابل ہوئی آپ کی تعلیم شروع ہو گئی۔ حضرت اعلیٰ خواجہ محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ صاحبزادگان والا تبار کی تعلیم کو بیحد اہمیت دیتے تھے۔ لنگر شریف کا وسیع کتب خانہ اس بات کا شاہد عادل ہے۔ وہاں صرف و نحو کی ایک ایسی قلمی کتاب موجود ہے جس پر سید بدیع الزمان شاہ صاحب مرحوم، سید مظفر علی شاہ صاحب مرحوم اور سید قائم الدین شاہ صاحب مرحوم کے ایام طالب علمی کے علیحدہ علیحدہ دستخط موجود ہیں۔ سید بدیع الزمان شاہ صاحب نے تو اپنے اسم گرامی کے ساتھ ''بادشاہ'' کا لفظ بھی شامل کیا ہوا ہے۔ اور یہ حضرت اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ طالب علمی کی سنت ہے۔ حضور اپنا مبارک نام ''حیدر شاہ بادشاہ'' لکھا کرتے تھے۔ صاحبزادگان کی تعلیم کیلئے ہمیشہ بڑے فاضل اور نیک سیرت علماء مامور ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ اپنے بلند اختر نبیرہ کی تعلیم کے لئے بھی محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے اعلیٰ انتظامات کئے۔ صاحبزادہ صاحب نے قرآن مجید حافظ اللہ دین ساکن چک شیر محمد سے ختم کیا۔ حفظ کرنا بھی شروع کیا تھا مگر بیمار پڑ گئے۔ علاج معالجہ ہوا۔ مقوی دماغ ادویات استعمال کرائی گئیں قدرت کو منظور نہیں تھا۔ حفظ ترک کر دیا گیا۔ پھر مولوی محمد عبدالرحیم صاحب ساکن کڑی شریف سے سکندرنامہ تک فارسی اور کتب صرف و نحو اور فقہ میں شرح وقایہ تک عربی پڑھی۔ مولوی صاحب مرحوم اس سلسلہ میں ملا جلا کر آٹھ سال سے زائد عرصہ جلال پور شریف حاضر رہے۔ بڑے متورع اور پارسا بزرگ تھے۔ شریعت محمدیہ پر دل و جان سے عامل۔ جب آپ رخصت پر جاتے تو خود حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ درس و تدریس کے کفیل ہوتے تھے۔ حضرت اعلیٰ سیرت کو خاص سانچے میں ڈھالنے کیلئے بھی کوشاں تھے۔ چنانچہ ایک موقع پر آپ نے صاحبزادہ

Marfat.com

صاحب موصوف کو مندرجہ ذیل شعر لکھ کر دیا۔

اگر مولیٰ[۱] کرم سازد بہائم بے بہا گردد　　بہائی خویش می دانم بہ نیمی جوئی ارزد

حضور کی ظاہری اور باطنی شاگردی کا یہ وہ شرف تھا جس پر صاحبزادہ صاحب کو جس قدر فخر ہو بجا ہے۔ یہ شریعت اور طریقت، فقر اور دین اور علم و عمل کا ایسا حسین روح پرور امتزاج تھا کہ کسی شاگرد کو کیا نصیب ہوگا۔

صاحبزادہ صاحب قبلہ کے ہمدرس آپ کے برادر اصغر صاحبزادہ سید محمد مہر شاہ بھی تھے۔ جن کی ولادت ۲۵ شعبان المعظم ۱۳۱۴ھ (مطابق ۲۹ جنوری ۱۸۹۷ء) شنبہ کے روز ہوئی تھی سید محمد مہر شاہ صاحب تعلیم کی طرف زیادہ مائل نہیں تھے۔ مولوی صاحب نے دو ایک بار حضرت اعلیٰ کی خدمت میں عرض بھی کی۔ حضور نے ارشاد فرمایا۔ مولوی صاحب ان کے متعلق زیادہ متفکر نہ ہوں۔ نواب کم تعلیم پاتے ہیں۔ ایک ہمدرس اور بھی تھے اور وہ کھبکی ضلع خوشاب علاقہ سون سکیسر کے قاضی عبدالرب ہیں۔ قاضی صاحب کا بیان ہے کہ صاحبزادہ سید محمد فضل شاہ صاحب تو بڑے ذوق شوق اور انہماک سے تعلیم حاصل کرتے تھے اور اکثر اوقات ہماری مدد اور راہنمائی بھی فرمایا کرتے۔ لیکن نواب صاحب (صاحبزادہ سید محمد مہر شاہ کو بعد میں سرکار انگریزی نے نوابی کا خطاب دیا۔ جو دراصل آپ کو اپنے جدِ اعلیٰ نے عطا فرمایا تھا) اور میں کھیل کود میں زیادہ مصروف رہا کرتے تھے۔

صاحبزادہ سید محمد فضل شاہ صاحب بھی ورزش کی خاطر کھیل کود میں حصہ لیا کرتے تھے اور اس کی وجہ زیادہ تر یہ تھی کہ حضرت اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ خود کھیلنے اور ورزش کرنے کی ترغیب اور تحریص دلایا کرتے تھے۔ پیر امیر شاہ صاحب ساکن پیر کھارا شریف راوی ہیں کہ ہم عمری کے باعث وہ بھی کھیل کود میں آپ کے ساتھ ساتھ شامل ہوا کرتے تھے۔ مقابلہ کے وقت دونوں بھائیوں کی یہ خواہش ہوا کرتی تھی کہ امیر شاہ میرا ساتھی بنے۔ لیکن خاطر داری کے لئے صاحبزادہ محمد فضل شاہ صاحب خاموش ہو جایا کرتے تھے۔ گویا شروع ہی سے آپ کو اپنی بزرگی کا احساس تھا۔ اور پھر چست و چالاک اور پھرتیلے قریشی سید محمد مہر شاہ کے ساتھی بنتے۔ منشی خوشی محمد صاحب خادم لنگر شریف نے بتایا کہ بچپن میں حضور کرکٹ کے زبردست کھلاڑی تھے۔ اس طرح وجود جسمانی کا نشوونما اور تربیت کیلئے کھیلنے اور کودنے کا آپکو باقاعدہ موقع ملتا تھا مگر آپ کا اصل مشغلہ تحصیل علم

---

[۱] صاحبزادہ صاحب قبلہ نے مولوی عبدالرحیم صاحب کے نام خطوط میں اسی شعر میں تصرف کر کے لفظ مولا کی بجائے خواجہ استعمال کیا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عین بچپن میں آپ کی جبین عقیدت حضرت اعلیٰ کے سامنے جھک گئی تھی۔

Marfat.com

تھا۔

دیگر اساتذہ کرام

صاحبزادہ صاحب قبلہ کے اساتذہ میں اور بزرگ بھی شامل ہیں۔ آپ نے منطق، فلسفہ، ادب، عقائد، کلام اور علوم عقلیہ کی تحصیل مولوی فیض الحسن صاحب، مولوی فاضل ساکن بھیں ضلع چکوال سے کی۔ صحاح ستہ، فقہ اور باقی علوم نقلیہ مولوی قادر بخش صاحب ملتانی، حافظ جلال الدین صاحب ساکن کوٹ مومن ضلع سرگودھا اور مولوی محمد سعید صاحب سے پڑھے۔ اور اس طرح دینیات کی تکمیل کی۔

حقیقی تعلیم

لیکن آپ کی حقیقی تعلیم اور تھی۔ آپ نے جو کچھ کتب میں پڑھا اور اس کی عملی تفسیر حضرت اعلیٰ خواجہ محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کے وجود اطہر میں دیکھی۔ مولوی عبدالرحیم صاحب کا قول ہے کہ میں کئی سال حضور کی خدمت میں رہا۔ آپ کا مبارک عمل اسوہ محمدی ﷺ کے عین مطابق تھا۔ آپ تعلیمات اسلامیہ کی زندہ تفسیر تھے۔ اب ہمیں یہ معلوم کرنا ہے کہ قبلہ صاحبزادہ صاحب کی شخصیت کی تشکیل کیسے ہوئی۔ اس میں اہم ترین حصہ حضرت محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کی ارفع اور اعلیٰ شخصیت کا ہے۔ اس لئے صاحبزادہ صاحب قبلہ نے جو کچھ دیکھا اور محسوس کیا وہ انہیں کی مبارک زبان سے سنئے:!

> ”حضرت خواجہ شیخ سید غلام حیدر علی شاہ نور اللہ مرقدہ نے اپنے طرز عمل اور طریق کار سے ثابت کر دکھایا کہ طریقت اور شریعت کے درمیان اگر فرق ہے تو محض اعتباری۔ کوئی مدعی تصوف آنحضرت ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی عملی تقلید اور پیروی کے بغیر منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتا۔ انہوں نے اپنی ساری حیات میں کوئی بات بھی ایسی نہیں کی جو خلاف قرآن وسنت ہو۔ ان کے عقائد وخیالات تمام تر کتاب اللہ اور کتاب الرسول سے ماخوذ تھے۔ ان کی تبلیغ وہدایت کا حقیقی منشاء کلمۃ اللہ کی تشہیر، سنت نبوی ﷺ کا احیاء، اسلاف کرام کی اتباع، اولیاء اللہ سے توسّل اور اولیاء الشیطان سے انقطاع ہوا کرتا تھا۔ ان کی تعلیم ایسے سادہ، مؤثر اور دلنشین الفاظ میں ہوا کرتی تھی کہ عامی

---

۱ رسالہ صوفی [illegible] مارچ ۱۹۱۵ء صفحہ نمبر ۹

Marfat.com

سے عامی اور فاضل سے مسترشد یکساں مستفیض اور مستفید ہو سکتے تھے۔ زبان کو کبھی بیہودہ گوئی سے ملوث نہ ہونے دیا، کبھی اپنی بڑائی ظاہر نہ کی۔ علو شان و مرتبت کے باوجود ہمیشہ اپنے آپ کو مسکین اور درویش سمجھا۔ ورع و اتقاء میں وہ پابندی تھی کہ مکلّف ہونے کے بعد آخری وقت تک ایک نماز بھی قضا نہ کی۔ ضبط اوقات کی وہ پاسداری تھی کہ اوراد و وظائف کی ادائیگی میں کوئی بڑے سے بڑا مانع بھی حارج نہ ہو سکا۔ ہر دلعزیزی کی وہ شان تھی کہ مخالفین اور حاسدین بھی توصیف و ستائش میں رطب اللّسان تھے۔"

ان توصیفی کلمات کو دیکھیں تو تمام مطالب قرآنی پر مشتمل ہیں۔ دوسرے الفاظ میں صاحبزادہ سید محمد فضل شاہ صاحب نے اپنی آنکھوں سے قرآنی تعلیم کا نہایت ہی پاکیزہ اور پسندیدہ زندہ نمونہ دیکھا ان کی خوش نصیبی نے بیسوی صدی عیسوی کے آغاز میں انہیں وہ مبارک منظر دکھا دیا جو زمانہ نے بعثت نبوی ﷺ کے موقع پر دیکھا تھا۔ انہیں تعلیم سے فرصت ملتی تو محبوب سبحانی" کی خدمت میں حاضر ہو جاتے۔ باطنی فیوض حاصل کرتے اور زائرین دربار عالیہ اور مشتاقان دیدار ولایت کے ساتھ حضور کے ملفوظات سے مستفیض ہوتے۔ نفحات المحبوب (ملفوظات حیدری) اور "ذکر حبیب" میں بہت سے ملفوظات آپ کی زبانی درج ہوئے ہیں۔ آپ حضرت اعلیٰ" کی زبانی اولیاء کرام کی کرامات، عربی، فارسی اور اردو کے مقولے اور اشعار، آیات و احادیث اور عارفانہ نکات سنتے اور ذہن میں محفوظ رکھتے تھے۔

حضرت اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی محبت

حضرت اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کو صاحبزادہ صاحب سے بے انتہا محبت تھی۔ ذکر حبیب میں مولوی عبدالرحیم صاحب استاد صاحبزدگان کا ایک بیان درج ہے۔ اس میں مولوی صاحب کہتے ہیں کہ محبوب سبحانی" صاحبزادہ سید محمد فضل شاہ صاحب کو جس نظر سے دیکھتے تھے اسکا بیان نہیں ہو سکتا بس یہ حالت تھی کہ۔

میان عاشق و معشوق رمزیست
کراماً کاتبیں را ہم خبر نیست

مولوی صاحب کہتے ہیں کہ وہ عرصہ دراز تک جلالپور شریف میں مقیم رہے۔ مگر حضور ان پر کبھی ناراض نہیں ہوئے۔ صاحبزادہ صاحب کی خوشنودی میں حضرت صاحب کی خوشنودی تھی۔ حضور نے بارہا مولوی صاحب سے فرمایا کہ آپ فضل شاہ کو خوش رکھیں اور تعلیم دیں۔ خدا تعالیٰ کو

Marfat.com

علم ہے کہ اس میں کیا حکمت تھی۔ راقم آثم کے دادا مولوی سید رسول مرحوم کا بیان ہے کہ جب کبھی حضرت اعلیٰ کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہوتا حضور فرماتے سید رسول ہمارے خانوادہ میں بس فضل شاہ ہی ہیں۔ خواجہ محبوب سبحانی" صاحبزادہ صاحب کی معمولی سی تکلیف سے بھی پریشان ہو جاتے تھے۔ ایک[1] بار آپ کو بخار ہوا حرم پاک سے التماس ہوئی کہ دعائے خیر فرمائی جائے۔ حضور نے دعائے خیر فرمائی۔ اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا۔ افاقہ ہونے پر اطلاع دی جائے۔ کچھ دیر بعد خادمہ نے آکر اطلاع دی کہ بخار زیادہ ہو گیا ہے۔ آپ نے پھر دعا خیر فرمائی۔ تیسری بار خادمہ نے آکر عرض کی کہ بخار اور بھی شدت پکڑ گیا ہے۔ حضرت اعلیٰ" پریشان ہو گئے۔ اور صرف یہی فرمایا بے نیاز ہے ہمارا کیا بس چلتا ہے۔ اس ملفوظ مبارک کے بعد جلد خوشخبری ملی کہ صاحبزادہ صاحب کی طبیعت بحال ہو گئی ہے۔ چنانچہ حضور نے کلمہ شکر ادا کیا۔ حضرت اعلیٰ" اسی طرح صاحبزادہ صاحب کی ظاہری اور باطنی بہبودی کی طرف ہر وقت متوجہ رہتے تھے۔ جو لوگ جانتے ہیں کہ چشتی بزرگوں کا فیض نگاہ میں ہوتا ہے وہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان ساری توجہات کا اثر صاحبزادہ سید محمد فضل شاہ پر کیا ہوا ہوگا۔ پیارے پوتے طبیعت کی پوری آمادگی کے ساتھ حصول فیض میں مصروف تھے۔ اور کریم جدّ بزرگوار کھلے دل سے مستفید فرما رہے تھے۔

حضرت اعلیٰ کی خصوصیت کا تأثر

حضرت اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی مبارک شخصیت کا ایک اور بھی شاندار پہلو ہے۔ جس نے صاحبزادہ صاحب کی طبیعت پر مستقل اثر چھوڑا۔ حضور کو ملت اسلامیہ کے مسائل سے بڑی ہمدردی تھی۔ اور آپ مختلف ممالک اسلامیہ کی بہبودی کے دعا گو رہتے تھے۔ بارہا[2] آپ نے ترکی، مصر، ایران، افغانستان وغیرہ ممالک کے متعلق اس طرح ذکر فرمایا جس نے واضح کر دیا کہ آپ اعلیٰ درجہ کی سیاسی بصیرت کے مالک ہیں۔ انیسوی صدی عیسوی میں یورپی ممالک اور روس بھری ہوئی بھڑوں کی طرح یکے بعد دیگرے ترکی کو زک پہنچانے کے درپے رہے ترکی کو یورپ کا مرد بیمار کہا جاتا تھا۔ سلطان عبدالحمید نام زمانہ (۱۸۷۶ء تا ۱۹۰۹ء) سلطنت عثمانیہ کے لئے بڑی آزمائش کا دور تھا۔ کریٹ، آرمینیا، مقدونیہ میں ترکوں کے خلاف بغاوتیں ہو رہی تھیں۔ روس، فرانس، برطانیہ، یونان سازشوں میں شریک تھے۔ ترک خلافت اسلامیہ کے محافظ اور علمبردار تھے۔ ان کی وجہ سے اسلامی دبدبہ قائم تھا۔ اس لئے ان کے اس دور ابتلا میں اضطراب کی ایک

---

[1] بزبانی میاں اللہ دتہ ساکن تتراں ضلع چکوال

[2] تجلیات الحب صفحہ نمبر ۹۴۔۹۵۔ ذکر حبیب صفحہ نمبر ۹۴۔ رسالہ صوفی عرس نمبر فروری ۱۹۲۰ء صفحہ نمبر ۳۳ تا ۳۵۔

Marfat.com

لہر تمام دنیائے اسلام میں پھیل گئی۔

ترکی سلطان اور حجاج کا ایک واقعہ

۱۸۹۴ء کے قریب دارا پور ضلع جہلم کے مرحوم راجہ عبداللہ خان حج کو گئے تو سات ہزار حجاج اور زائرین کے ساتھ مدینہ منورہ سے حصول شہادت کیلئے عازم قسطنطنیہ ہو گئے۔ خلیفۃ المسلمین نے کہا کہ خدا کے فضل سے ترک قوم ابھی ایسی حالت زبوں کو نہیں پہنچی کہ بوڑھے اور کمزور حجاج کی اعانت اور دستگیری کو بھی غنیمت تصور کرے۔ یہ کہہ کر انہوں نے حجاج کی درخواست کو بعد از ادائے شکریہ مسترد کر دیا۔ ان سے فقط لشکر اسلام کی فتح و نصرت کے لئے دعا کی درخواست کی اور مجاہدین کے اس گروہ کو نہایت عزت و توقیر سے شاہی مہمان بنایا اور کافی عرصہ مراحم خسروانہ کا مورد بنائے رکھا۔ راجہ عبداللہ خاں دارا پوری جب واپس لوٹا تو خواجہ محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام واقعات عرض کئے اور خلیفۃ المسلمین کے عدل و انصاف اور شریعت غرائے اسلام کے احترام کی بڑی تعریف کی۔ حضرت محبوب سبحانیؒ اپنی مجالس میں بارہا راجہ عبداللہ خان کی زبانی ان واقعات کا ذکر خیر نہایت ذوق و شوق سے بیان فرماتے۔ اور بعد ازاں سلطنت عثمانیہ کے تحفظ و بقاء اور یورپ کی دستبرد سے اس کے مامون و مصئون رہنے کیلئے خاص طور پر دعائے خیر فرماتے۔ چنانچہ صاحبزادہ سید محمد فضل شاہ صاحب نے حضور کی زبانی یہ حمیت پرور اور جوش انگیز ذکر بلا واسطہ ایک سے زیادہ دفعہ سنا۔

حکومت برطانیہ اور کابلی حکمران

اسی طرح افغانستان کا قصہ تھا۔ برطانیہ اور روس ہر دو چاہتے تھے کہ یہ اسلامی ملک ان کے قبضہ میں آ جائے یا کم از کم ان کے حلقہ اقتدار میں شامل ہو جائے۔ اور جیسا کہ عہد زوال کے مسلمان حکمرانوں کا عام قصہ ہے۔ افغانستان میں بھی کوئی بالغ نظر اور بلند ہمت بادشاہ تخت پر قابض نہ ہوا۔ ۱۸۷۹ء میں امیر کابل محمد یعقوب خان نے ساٹھ ہزار پونڈ سالانہ کے عوض نہ صرف یہ کہ اپنی خارجہ پالیسی پر برطانوی سیادت قبول کر لی۔ بلکہ درہ خیبر پر قبضہ کا حق بھی انگریزوں کو دے دیا۔ اور افغانستان اور ہندوستان کے درمیان کوئی حد بندی بھی نہ کرائی۔ بعد میں امیر عبدالرحمٰن خان (۱۸۸۰ء۔۱۹۰۱ء) نے جب دیکھا کہ انگریزوں نے حدود کے غیر متعین ہونے کا ناجائز فائدہ اٹھایا ہے۔ بلوچستان کی طرف چمن تک ریل بنالی ہے۔ خوجک سرنگ تعمیر کرائی ہے اور درہ کرم پر قبضہ کر لیا ہے تو برطانیہ کی توسیع سلطنت کے ارادوں سے واقف ہو کر ۱۲ر نومبر ۱۸۹۳ء کو ایک معاہدہ کیا جو معاہدہ ڈیورنڈ کہلاتا۔ اور اس طرح چترال

Marfat.com

لے کر بلوچستان تک ہندوستان اور افغانستان کے درمیان سرحدیں متعین ہو گئیں۔ افغانستان نے سالہا سال کی کشمکش کے بعد ۱۱ / مارچ ۱۸۹۵ء کو روس کے ساتھ بھی پامیر سرحد کا فیصلہ کر لیا۔

برطانیہ کے رویہ سے مسلمانوں میں شبہات

امیر عبدالرحمٰن خان کی وفات کے بعد جب ۱۹۰۱ء میں اس کا بیٹا امیر حبیب اللہ خان تخت نشین ہوا تو انگریزوں نے مناسب سمجھا کہ سابقہ معاہدوں کی تصدیق کرالی جائے۔ گفت و شنید ہوتی رہی چنانچہ حکومت ہند نے ۱۹۰۵ء میں سر لیویس ڈین کی سرکردگی میں ایک زبردست وفد کابل روانہ کیا۔ یہ دراصل روس کی ان تازہ سرگرمیوں کا جواب تھا جن کا سلسلہ ۱۹۰۰ء سے جاری تھا۔ مسلمانان ہند کے دل میں انگریزوں کی نیت کے متعلق بڑے شبہات پیدا ہو گئے۔ یہ خطرہ عام محسوس کیا جانے لگا کہ افغانستان کی آزادی کا خاتمہ ہونے والا ہے۔

حضرت اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کا جذبہ حمایت اسلام و مسلمین

ان حالات کا ذکر جب حضرت اعلیٰ خواجہ محبوب سبحانیؒ سے ہوا تو آپ کو بہت رنج ہوا۔ اور آپ نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ افغانستان کی عزت کو بچائے۔ محرمان اسرار نے اسی وقت یہ سمجھ لیا کہ افغانستان کو اب کوئی خطرہ نہیں۔ علاوہ بریں جب ۱۹۰۷ء میں امیر حبیب اللہ خان سیر و سیاحت کے لیے ہندوستان آیا تو حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ ہر روز امیر مذکور کی بخیر و عزت مراجعت اور شر مفسدین سے محفوظ رہنے کیلئے دعا فرماتے۔ اور اخبارات سے اس کے حالات سیاحت کو غور اور تعمق سے سنتے۔ ان امور سے پتہ چلتا ہے کہ حمایت اسلام اور صیانت مسلمین کا جوہر حضور کے رگ و ریشہ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ آپ کا وجود اطہر جس طرح دینی اور روحانی اعتبار سے اپنے مبارک اثرات ادھر اُدھر پھیلا رہا تھا۔ اس طرح مسلمانوں کے سیاسی استحکام کا احساس بھی دلوں میں بڑی شدت سے پیدا کر رہا تھا۔ برتر روحانیت والے افراد کاملہ خطرات کے وقت اقوام و ملل میں اس طرح بیداری کی روح پھونک کر محیّر العقول انقلابات کا پیش خیمہ بنا کرتے ہیں۔ اور ان کی روحانیت کئی اعتبار سے معجز نما ثابت ہوتی ہے۔

ماحول کی بوقلمونی اور اس کے عناصر اربعہ

ظاہر ہے کہ صاحبزادہ سید محمد فضل شاہ صاحب کو اپنا ماحول ایک عجیب و غریب پہلو دار جذبہ سے سرشار کر رہا تھا۔ اس جذبہ کے عناصر اربعہ روحانی ارتقاء، احیاء، اسلام کی تڑپ، درد ملت اور ملی شعور تھے۔ حضرت اعلیٰ نور اللہ مرقدہ کے طفیل صاحبزادہ صاحب اپنے ارد گرد مختلف قسم کے دیکھ رہے تھے۔ اور ان کے کانوں تک عجیب سامع نواز اور وجد آفریں آوازیں پہنچتی تھیں

Marfat.com

آپ کے والد ماجد سید مظفر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ فن تعمیر کے سلسلے میں خداداد ذہانت کا اظہار فرمارہے تھے در نگر شریف کی مضبوط اور خوبصورت عمارات سرعت سے تعمیر ہورہی تھیں۔ لنگر جاری تھا اور خواص وعوام، اپنے پرائے بلا امتیاز صبح وشام بڑا اچھا کھانا کھارہے تھے۔ جوانہیں اپنے گھروں میں بھی نصیب نہیں ہوتا تھا۔ پیر بھائی جوق در جوق حاضر ہوتے تھے۔ ان میں علماء اور فضلاء بھی ہوتے تھے۔ اور صوفیاء اور اتقیاء بھی، امیر بھی اور غریب بھی۔ ایک کشش تھی جو ہندوستان کے گوشے گوشے سے تمام کو کھینچے لا رہی تھی۔ وہ گوہر مقصود جس کو حاصل کرنے کے لئے ہر ایک کا دامن مراد ترستا رہتا ہے اور آرزوئیں بے قرار رہتی ہیں۔ جلالپور شریف کی چوٹیوں پر اپنی آب و تاب دکھا رہا تھا۔ حضرت اعلیٰ ؒ کی سنت میں کلاہ چارتر کی سر پر پہنے، سفید لباس کے اوپر ململ کا دوپٹہ زیب تن کئے، حیاء اور شرم کی تصویر مقدس اور نورانی چہرے لئے، اللہ اکبر اللہ اکبر کی صدائیں بلند کرتے زائرین حاضر ہورہے تھے۔ فضا ہر وقت ذکر الٰہی سے معمور تھی۔ شام کے وقت ہر گوشے سے ذکر جہر کی آواز سنائی دیتی تھی۔ پچھلی رات تہجد خوان تسبیح وتہلیل کا غلغلہ بلند کرتے تھے۔ سنت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا احیا اور اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے مناظر دکھائی دیتے تھے۔ یہ ماحول تھا جس میں صاحبزادہ سید محمد فضل شاہ صاحب نے اپنا بچپن گزارا۔ عرس شریف کے مواقع آتے۔ نیازمندوں کا جم غفیر موجود ہوجاتا۔ قوالیاں ہوتیں۔ وجدوکیف کے مناظر ہوتے، بےخودی اور سرشاری کی کیفیات ہوتیں، قرآن خوانی ہوتی درود وسلام پڑھا جاتا۔ اور اسطرح یہ محفلیں پھر بپا ہونے کیلئے بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوتی تھیں۔ فیضیاب ہونے والے نیازمند اپنے اپنے گھروں کو لوٹتے تو وہاں مشعل نور بن کر ضلالت وگمراہی کی تاریکیوں کو دور کرتے تھے۔ اس ناچیز نے حضرت محبوب سبحانی ؒ کے غلام اپنے جد بزرگوار مولوی سید رسول مرحوم کو اچھی طرح دیکھا ہے۔ ان کے متعلق ایک باخبر بزرگ نے کہا کہ انکی زندگی میں "بلّو" یعنی ان کا گاؤں مکہ بنا ہوا تھا۔ سبحان اللہ یہ ان لوگوں کا حال تھا جو اس خوان نعمت کے زلہ رُبا تھے۔ اس سے آپ اس روحانی انقلاب کا اندازہ لگا سکتے ہیں جو غلامان حیدر کی بدولت ملک کے گوشہ گوشہ میں رونما ہوچکا تھا۔

روحانی تربیت کی تکمیل

صاحبزادہ صاحب موصوف کی تربیت کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کیلئے حضرت محبوب سبحانی نے اپنے سفر آخرت سے پہلے سفر سیال شریف اختیار فرمایا۔ یہ سفر ۲۰ صفر ۱۳۲۶ھ (۱۹۰۸ء) کو شروع ہوا۔ اسکے پورے ساڑھے تین ماہ بعد آپ کا وصال ہوا۔ آپ دس سال بعد اچانک عاز...

Marfat.com

سیال شریف ہوئے تھے۔ صاحبزادہ صاحب کی عمر ۱۴ سال تھی۔ سید محمد مظفر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اصرار پر حضرت اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے صاحبزادہ صاحب کو بیعت فرما لیا تھا۔ اور اس سفر سے پہلے خرقہ خلافت بھی عطا فرما دیا تھا۔ اب مقصود یہ تھا کہ تکمیل تربیت ہو اور حضرت خواجہ شمس العارفین قدس سرہ العزیز سے وہ فیوضات باطنی دلائے جائیں جو صاحبزادہ صاحب نے اس دربار مقدس سے حاصل کرنے تھے۔ یہ سفر ہر اعتبار سے غیر معمولی تھا۔ ظاہراً اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ منت پوری کی جائے جو صاحبزادہ صاحب کی ولادت سے پہلے مانی تھی۔ جیسا کہ پہلے تحریر کیا جا چکا ہے سید محمد مظفر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں اولاد نرینہ نہیں ہوتی تھی۔ اس وقت حضرت اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے دعا مانگی تھی۔ بارِ الٰہی میرے فرزند کو بیٹا عطا ہوا تو ہم اسے اپنے ساتھ سیال شریف لے جائیں گے۔

سیال شریف کا سفر

حضور جلالپور شریف سے ۲۰ صفر کو روانہ ہوئے۔ صاحبزادہ صاحب قبلہ کے علاوہ مولوی عبدالرحیم صاحب، راجہ بہادر خان چک جانی والے اور بعض دیگر نیازمند آپ کے ہمراہ تھے۔ رات چک جانی قیام فرمایا۔ اگلے روز ہرن پور تشریف لے گئے۔ وہاں سید غلام شاہ مرحوم کے روضہ پر فاتحہ پڑھا۔ روضہ کی مرمت کے لئے مستری امام بخش ہرنپوری کو ارشاد فرمایا۔ اور اس غرض کے لئے کافی رقم عطا فرمائی۔ ابتدائی ایام میں سید غلام شاہ صاحب مرحوم حضرت اعلیٰؒ کے ساتھ بڑی مروّت سے پیش آئے تھے۔ اور حضور احسان شناسی کا ثبوت دے رہے تھے۔ ریل پر سوار ہو کر آپ خوشاب پہنچے۔ راستہ میں ہر اسٹیشن پر معتقدین کا انبوہ کثیر موجود ہوتا تھا۔ روپے، شیرینی اور نقد جان نذر ہوتے تھے۔ خوشاب سے کشتی کا سفر شروع ہوا۔ سفر دریا میں بھی لوگ بلا اطلاع کناروں پر زیارت کے لئے جمع ہو جاتے تھے اور حضور کرم فرمائی سے کام لیتے مولوی عبدالرحیم صاحب کا بیان ہے کہ اس سفر میں میں نے وہ عجائبات دیکھے جو انسانی عقل و فکر سے باہر ہیں۔ سیال شریف کے سامنے والے پتن سے آپ کشتی سے اتر پڑے عشاء کا وقت تھا۔ تاریکی کی وجہ سے ہم راستے بھٹک گئے۔ دو تین میل کا سفر تھا۔ راستہ میں نشیب و فراز اور کانٹے تھے لیکن حضرت اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ جوش عقیدت میں پا پیادہ تشریف لے جاتے تھے۔ کم عمری اور نفاست طبع کے باوجود صاحبزادہ سید محمد فضل شاہ صاحب بھی ساتھ چل رہے تھے۔ عملاً درس دیا جا رہا تھا کہ سیال شریف کے سفر میں جو صعوبت اور تکلیف بھی پیش آئے اسے خندہ پیشانی اور تسلیم و رضا سے برداشت کیا جائے۔ اور اسے موجب برکت و سعادت سمجھا جائے۔ سیال

Marfat.com

شریف سے موسیٰ درویش لیمپ روشن کئے حضور کے استقبال کے لئے آ رہا تھا۔ وہ بھی راستہ بھول گیا۔ آپ سیال شریف پہنچے تو چونکہ عرس مبارک کا موقع تھا۔ زائرین کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر اُمنڈ پڑا۔ صاحبزادہ میاں سعد اللہ اور صاحبزادہ میاں عبداللہ صاحبان چھڑیاں لے کر لوگوں کو منتشر کرتے اور راستہ بناتے تھے مگر بقول صاحب **نفحات المحبوب:**

"مخلوق بسبب کثرت چوں آب دریا باز متواصل می شد"

حضرت ثانی صاحب استقبال کے لئے آتے ہیں

خواجہ محمد دین صاحب حضرت ثانی بیماری اور کمزوری کے باوجود دوسرے کا سہارا لے کر محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کے استقبال کے لئے تشریف لے آئے۔ حضرت خواجہ سید محمد مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ گولڑوی بھی عرس مبارک میں شریک ہوئے تھے۔ وہ جب سیال شریف سے رخصت ہونے لگے تو محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ سے دعائے خیر کے طالب ہوئے اور زبان مبارک سے یہ الفاظ کہے "میں نیاز مند ہوں"

شمس العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر حاضری

جس حال وکیف سے حضرت محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ نے خواجہ شمس العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ اقدس پر حاضری دی وہ بیان سے باہر ہے۔ اندر صرف حضور اور صاحبزادہ صاحب قبلہ تھے۔ عجز وانکسار اور خلوص وانقیاد کا تازہ ترین روح پرور اظہار تازہ الطاف وعنایات کا مقتضی تھا۔ اور جنہیں حضرت سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی فیاضی اور کرم گستری کا علم ہے۔ وہ سمجھ سکتے ہیں۔ صاحبزادہ صاحب کو دولت فقر سے کس طرح مالا مال کیا گیا ہوگا۔ اس موقع پر ذکر حبیب کے حوالے سے ہم اس خلوت خاص کا ذکر کرتے ہیں جس میں خواجہ شمس العارفین رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کو باطنی فیوض سے نوازا تھا۔ مرشد طریقت اور شہباز فقر آمنے سامنے بیٹھے تھے۔ کسی قسم کی گفتگو نہ ہوئی۔ شیخ نے اپنے محبوب مرید پر نظر ڈالی اور مرید کا رنگ بدلنے لگا۔ پہلے زرد ہوا پھر سفید ہو گیا۔ پھر کچھ ایسا تغیر ہوا کہ ایک ایک لحہ کے بعد حالت دگرگوں ہونے لگی۔ آخر کار اصل حالت عود کر آئی۔ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کمالات صوری و معنوی سے آراستہ نظر آنے لگے۔ اس کے بعد خواجہ شمس العارفین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ شاہ صاحب اب بھی راضی ہوئے ہیں یا نہیں۔ اور حضرت محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ آداب بجا لائے۔ روضہ اقدس میں آج پھر خلوت خاص تھی۔ وہی خواجہ شمس العارفین رحمۃ اللہ علیہ تھے وہی محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ۔ اور وہی رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا آئین محبت و دلنوازی۔ لیکن آج مقصود ایک اور تھا

Marfat.com

کو فضائے لاہوت میں پرواز کیلئے پروبال عطا کرنا تھا۔ الغرض ۲۴ صفر المظفر ۱۳۲۶ھ (۱۹۰۸ء) کو صاحبزادہ سید محمد فضل شاہ صاحب مدظلہ العالی نورانی خلعت خاص سے نوازے گئے۔ اور سفر سیال شریف کا حقیقی مقصد بھی یہی تھا۔

اسی سفر کا (بروایت مولانا عبدالمجید کڑی شریف وتصدیق حضرت امیر حزب اللہؒ) واقعہ ہے کہ کوٹ گل کے رؤساء نے حضرت کو اپنے ہاں لے جانے کا پروگرام تجویز کیا اور یہ اہتمام کیا کہ جس بنگلہ میں آپ کو ٹھہرانا چاہتے تھے اسے بمعہ اسکے پائین باغ کے اس کے مالک نے آپ کے نام ہبہ کر دیا۔ اس طرح دیگر حضرات نے بھی اراضی ہبہ کیں۔ جن کا مجموعہ رقبہ دس مربعہ ہو گیا۔ ایک ہزار نقد روپیہ جمع کیا۔ جب آپ کشتی سے اترے تو تمام لوگوں کو کنارے پر منتظر پایا۔ آپ حسب معمول وہاں کچھ دیر کیلئے ٹھہر گئے۔ ان لوگوں نے اپنی عرضی پیش کی اور تمام پروگرام بھی بتایا۔ آپ نے فرمایا کہ غرض ملاقات ہوتی ہے۔ سو یہاں ہو چکی اب گاؤں جا کر مکانوں اور دیواروں کو تو دیکھنا نہیں! لوگوں نے پھر عرض کی ''حضرت ضرور تشریف لے چلیں''۔ ''فرمایا'' آپ کے گاؤں میں دوسرے لوگوں کے پیر و مرشد تو آتے ہوں گے؟ ''عرض کیا'' ''جناب وہ تو سال میں دوبار تشریف لایا کرتے ہیں''۔ فرمایا ''پہلے تم ان لوگوں سے کہا کرتے ہو گے کہ تمہارے پیر نذرانے وصول کرنے تمہارے سروں پر آن سوار ہوتے ہیں۔ لیکن دیکھو ہمارے پیر نہیں آتے۔ میرے لے جانے سے تم یہ تفاخر بھی گنوا دو گے''۔ ان لوگوں نے پھر اصرار کیا تو آپ نے فرمایا:۔ ''نعم الامیر علی باب الفقیر و بئس الفقیر علی باب الامیر''۔ پھر فرمایا دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ مجھے تمہارے دروازوں پر نہ لے جائے! اس کے بعد دعائے خیر فرمائی اور ان سب رؤسا کو رخصت کر کے خود سیال شریف کو روانہ ہو گئے۔ یہ واقعہ آپ کے شان استغناء و استقامت کو واضح کرتا ہے۔ جو تمام صوفیاء کا بالعموم اور اہل چشت کا بالخصوص معمول رہا ہے۔ اب ایک دوسرا واقعہ پڑھئے۔

الامر فوق الادب

واپسی پر پھر کوٹ گل نزد سیال شریف کے رؤسا نے درخواست کہ کہ حضور از راہ کرم ان کے گھر تشریف لے چلیں۔ آپ نے پھر انکار کیا تو ان لوگوں نے یہ درخواست حضرت سجادہ نشین سیالوی صاحب کی خدمت میں پیش کی۔ آپ بینائی سے معذور تھے اور سخت کمزور تھے۔ اس کے باوجود چارپائی پر خواجہ محبوب سبحانیؒ کی قیام گاہ پر تشریف لے گئے۔ حضور نے فرمایا ایک بار پہلے حضرت خواجہ شمس العارفینؒ نے مہدی خان کی دعوت پر پنڈ دادنخان جانے کے لئے ارشاد فرمایا

Marfat.com

تھا۔ اور اب دوسری بار آپ کوٹ گل بھیج رہے ہیں۔ چنانچہ محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے گئے اور اس طرح صاحبزادہ صاحب کو عملاً تعلیم دی کہ فقر کی حقیقی شان استغناء اور استقامت میں ہے لیکن اگر امر ہو جائے تو پھر قریہ بہ قریہ جانا بھی عین فقر ہوتا ہے۔ آپ کوٹ گل سے عصر کے وقت سلانوالی سٹیشن پر پہنچے، عشاء کے بعد ٹرین پر سوار ہوئے اور صبح منڈی بہاؤالدین اترے۔ وہاں تشنگان جمال سراپا انتظار تھے۔ چاشت کے وقت آپکا ورود لب دریا گڑھی گوہر خاں میں ہوا۔ دریا کو عبور فرمایا۔ جلالپور شریف سے ادھر گھنڈر کے کنارے سید محمد مظفر علی شاہ صاحب آپ کے استقبال کیلئے موجود تھے۔ انہوں نے حضرت محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کی قدمبوسی کی۔ بغل میں لے کر گھوڑے سے اتارا اور چارپائی پر بٹھایا۔ صاحبزادہ سید محمد فضل شاہ صاحب نے اپنے والد ماجد سید محمد مظفر علی شاہ صاحب کی قدم بوسی کی۔ اور سید محمد مہر شاہ اور سید کرم شاہ صاحبان اپنے برادر اکبر سید محمد فضل شاہ کے قدمبوس ہوئے۔ اور مہر تصدیق ثبت کردی کہ جو صاحبزادہ سید محمد فضل شاہ صاحب اب سیال شریف کی زیارت سے مشرف ہو کر آئے ہیں بالکل اور ہیں۔

شادی کیلئے حضرت اعلیٰ کا خیال

صاحبزادہ صاحب کی عمر اب چودہ سال تھی۔ عہد شباب تھا۔ ظاہری اور باطنی تعلیم مکمل ہو چکی تھی۔ آپکے برادر اصغر صاحبزادہ سید محمد مہر علی شاہ بھی جوان تھے۔ اسلئے حضرت اعلیٰ قدس سرہٗ نے اپنے وصال سے کوئی ڈیڑھ ماہ پہلے مناسب سمجھا کہ دونوں صاحبزادگان کی شادی جلد ایک ماہ کے اندر اندر رچا دیں۔ بڑے بھائی کی نسبت سید نواب شاہ صاحب (حضرت اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے بھانجے اور داماد) کی دختر سے ہو چکی تھی۔ اور چھوٹے کی سیدن شاہ صاحب (حضرت اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے نواسے) کی ہمشیرہ سے۔ مگر نواب شاہ صاحب اور سیدن شاہ صاحب آمادہ نہ ہوئے۔ سید مظفر علی شاہ صاحب بھی ان کے ہمنوا تھے۔ حضرت اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے اصرار فرمایا۔ مگر انہوں نے وقت کی کمی کی بنا پر معذرت خواہی سے کام لیا۔ انہیں کیا علم تھا کہ حضرت محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے سفر آخرت کی تاریخ حق تعالیٰ سے مقرر کر چکے ہیں اور رفیق اعلیٰ کے پاس پہنچنے کے لئے بیتاب ہیں۔ حضرت محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ اس فرض سے اسلئے عہدہ برآ ہونا چاہتے تھے کہ صاحبزادہ قائم الدین شاہ صاحب مرحوم کی شادی کے موقع پر بعض ایسی باتیں ہو گئیں تھیں جو کہ نامشروع تھیں اور جن کی وجہ سے آپ کا خیال تھا کہ شادی بابرکت نہیں رہی تھی۔ اور صاحبزادہ صاحب وفات پا گئے۔ اس لئے آپ نے تاکید فرمائی کہ شریعت کے مطابق عقدہ

Marfat.com

نکاح پر اکتفا کیا جائے اور تکلفات سے پرہیز کیا جائے۔ یہ گویا وصیت تھی۔

صاجبزادہ صاحب سے حضرت اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی بے پایاں محبت کا مزید ثبوت

صاجبزادہ سید محمد فضل شاہ صاحب سے حضرت اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی بے پایاں محبت کا مزید ثبوت حضور کی رحلت کے وقت بھی ملا۔ حضور کو معمولی سی علالت ہوئی۔ وفات کے ایک روز پہلے بھی صاجبزادہ صاحب کی شادی کا ذکر جاری رہا۔ آخری لمحات میں انہیں اور باقی اہل خانہ کو بلا بھیجا۔ حضرت مائی صاحبہ نے عرض کی ''آپ نے ہمیں کیوں یاد فرمایا ہے''۔ ''آپ نے فرمایا'' کیا اس وقت آپ لوگوں کو ہمارے پاس نہیں آنا چاہیے تھا''؟ یہ کہ کر حضور نے اٹھنے کا ارادہ فرمایا۔ حضرت صاجبزادہ سید محمد فضل شاہ صاحب پیٹھ کو تکیہ لگا کر بیٹھ گئے۔ حضور نے تین مرتبہ دعائے خیر فرمائی۔ مائی صاحبہ نے فرمایا ''اپنی اولاد کیلئے دعا کیجئے'' حضور مسکرائے اور معنیٰ خیز انداز سے صاجزادہ صاحب کی طرف دیکھا۔ گویا فرمارہے تھے کہ جب یہ موجود ہیں تو پھر کیا کمی ہے۔ اسکے بعد کچھ پڑھکر حضور نے چاروں طرف دم فرمایا۔

وصال اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا وصال ۶ جمادی الثانی ۱۳۲۶ھ کو پیر کے دن قبل از ظہر ہوا۔ آپ کے ہمایہ شفقت میں اپنے اور پرائے، رشتہ دار اور عقید تمند، ہندو اور مسلمان یعنی لاتعداد لوگ اطمینان اور مسرت کے ایام گذار رہے تھے۔ اس سایہ کے اٹھ جانے سے ان تمام پر جو گذری وہ بیان سے باہر ہے۔

حضرت صاجبزادہ صاحب کی پریشانی اور خواب میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات

ہمارے مخدوم اور مطاع سیّد محمد فضل شاہ مدظلہٗ العالی کی تو زندگی حضرت اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے دیدار اور نظر شفقت سے تھی۔ اسکے بغیر وہ زندگی کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ اگرچہ آپ نے کم عمری کے باوجود پوری طرح صبر وتحمل سے کام لیا۔ مگر آپ کے قلق واضطراب کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا ''نفحات المحبوب'' اور ''ذکر حبیب'' میں درج ہے کہ ایک رات آپ بے حد پریشان ہوئے اسی عالم میں حضرت محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار پر حاضر ہوئے عرض کی مجھ سے کیا قصور سرزد ہوا ہے کہ حضور اپنے دیدار فیض آثار سے مشرف نہیں فرماتے۔ اس رات آپ نے خواب میں دیکھا ایک مقام ہے جو نہ کبھی دیکھنے میں آیا نہ سننے میں۔ اس کی جمیل اور جلیل عمارات کا کیا کہنا، آپ نے پوچھا۔ یہ کس کی ملکیت ہیں؟ ایک شخص نے جواب دیا۔ کیا آپ کو علم نہیں؟ یہ خواجہ غریب نواز حضرت محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کا مسکن ہے۔ اندر جا کر دیکھا تو حضور

Marfat.com

نمالیچہ (قالین) پر جلوہ افروز تھے۔ سر پر زریں دستار تھی۔ کمخواب واطلس کا لباس آپ کے وجود اطہر سے چمک دمک رہا تھا۔ جا کر قدم بوسی کی اور بے اختیار روئے۔ حضور نے فرمایا، خیر تو ہے؟ صاحبزادہ صاحب نے عرض کی۔ جب حضور نے فراموش فرما دیا تو خیریت کیا معنیٰ رکھتی ہے۔ بندہ سے کیا تقصیر ہوئی کہ اب سابقہ الطاف وعنایات نہیں۔ حضور نے فرمایا "ہم آپ کو بھولے نہیں بلکہ ہروقت ہمارا خیال آپ کی طرف ہے۔ پھر فرمایا ہم فوت نہیں ہوئے۔ زندہ ہیں اور لوگوں کی حاجات دعائے خیر سے برلاتے ہیں۔ مظفر شاہ کو کہیں فکر نہ کریں۔ ہر کام میں ہم ان کے ساتھ شریک ہیں۔ اگرچہ نگاہوں سے اوجھل ہو چکے ہیں مگر آپ کے تمام کام دیکھ رہے ہیں۔ صاحبزادہ صاحب نے پوچھا حضور اس مقام کا کیا نام ہے۔ آپ نے فرمایا جنت البقیع۔ یہی ہمارا مسکن ہے۔"

خواب میں حضرت اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کا سلسلہ جاری رہا۔ نفحات المحبوب میں دو اور خوابوں کا ذکر بھی موجود ہے۔ یہ خواب اس قلبی تعلق کا ثبوت ہیں جو حضرت اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ اور صاحبزادہ صاحب کو ایک دوسرے سے تھا۔ یہ تعلق جسم اور جان کا تعلق تھا۔ اور اس میں مرور ایام سے افزونی ہوتی رہی۔ صاحبزادہ صاحب کی حیات بالغ آیات کو جو عظمت اور اہمیت حاصل ہوئی اس سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کے وجود میں حضرت اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی تصرفات کارفرما تھے۔ اور مرج البحرین نے فی الواقعہ مجمع البحرین کی کیفت پیدا کر دی تھی۔ اسی لئے حضرت ابوالبرکات سید محمد فضل شاہ مدظلہ العالی کے فیوض میں وہ ہمہ گیری پیدا ہوگئی جسے دیکھ کر دنیا انگشت بدنداں ہے۔

آغاز شباب

اب صاحبزادہ والاتبار کا شباب تھا۔ روحانیت کے کمال نے آپ کی خوردسالی اور صغرسنی کو تاب وتواں عطا کی تھی۔ اب عزم وہمت، جوانمردی اور جرأت وبسالت نے آپ کے عہد شباب کو فروغ عطا کیا۔ حضرت اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر سید محمد مظفر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین ہوئے۔ حضرت اعلیٰ قدس سرہٗ العزیز نے اپنی زندگی میں انہیں خلافت عطا فرمائی تھی۔ جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے ثانی صاحب قبلہ جمال وجلال اور بلندی عزم کے لحاظ سے لاثانی تھے۔ صاحبزادہ سید محمد فضل شاہ صاحب نے اپنے والد ماجد کی ان صفات سے بھی کسب فیض کیا آپ کے عزائم میں جو شان پیدا ہوئی۔ دنیاداروں کی کج کلاہی کو جس شان بے نیازی سے آپ نے عمر بھر دیکھا اور لنگر شریف کی تعمیرات کے سلسلہ میں جس اعلیٰ ذوق جمال حسن خیال اور وسعت قلب کا آ

Marfat.com

نے اظہار فرمایا۔ یہ سب اپنے والد ماجد کی مبارک شخصیت کا حسین پرتو تھا۔ تعمیرات کا جاری رکھنا خاندان عالیہ کا وظیفہ تھا۔ جس کے متعلق حضرت اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ وصیت فرما گئے تھے۔

ایک شاندار علمی کارنامہ

خواجہ محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد اولین ضرورت یہ محسوس ہوئی کہ آپ کے حالات طیبہ اور آپ کے ملفوظات مبارکہ کو محفوظ کیا جائے۔ اور آپ کی یادگار قائم کی جائے۔ آپ کی زندگی میں آپ کی اجازت سے صوفی نور عالم جہلمی نے آپ کے ملفوظات فارسی زبان میں قلمبند کرنے شروع کئے تھے۔ یہ تصنیف اب مکمل ہو چکی تھی۔ چنانچہ حضرت ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی اجازت اور صاحبزادہ سید محمد فضل شاہ صاحب زاد اللہ اقبالہٗ کے حسب الارشاد اسے ''نفحات المحبوب'' کے نام سے ۱۳۲۷ھ بمطابق ۹۔۱۹۰۸ء کو ساڈھورہ سے طبع کرایا گیا۔ اس میں صاحبزادہ صاحب کا کئی بار ذکر خیر آیا ہے۔ حضرت اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر آپ کے خواب بھی بیان کئے گئے ہیں۔ ان امور سے کتاب کی تکمیل اور طباعت میں آپ کی ذاتی دلچسپی کا پتہ چلتا ہے۔ گویا چودہ سال کی عمر میں آپ نے ایک شاندار علمی کارنامہ انجام دیا۔

صوفی نور عالم صاحب کو حضرت اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا شرف ۱۰ رمضان المبارک ۱۲۹۴ھ بمطابق ۱۸۷۷ء کو حاصل ہوا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب سید محمد مظفر علی شاہ صاحب عہد طفولیت میں مولوی گل احمد مرحوم سکنہ للّہ سے تعلیم پاتے تھے۔ صوفی صاحب نے اپنی بیعت کا حال بڑے اثر انگیز پیرائے میں درج کیا ہے۔ اور ماہِ ذیقعدہ ۱۳۰۲ھ بمطابق ۱۸۸۵ء سے ملفوظات شروع کئے ہیں۔ اور حضرت اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال اور حالات تدفین تک جملہ بیانات بڑی عمدگی سے بیان کئے ہیں۔ ایک ایک لفظ سے عقیدت اور نیازمندی مترشح ہوتی ہے۔ اور جیسا کہ پیش لفظ میں کہا جا چکا ہے۔ اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ انسان خواجہ محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کی مجالس میں موجود ہے۔ حضور کا نورانی چہرہ نگاہوں کے سامنے ہے۔ کبھی لجہ توحید (وحدت کی گہرائی) میں استغراق ہے۔ اور ہر ایک دم بخود ہے۔ اور کبھی حضور اپنے ارشادات عالیہ سے نیازمندوں کو مستفیض فرما رہے ہیں۔ آیات قرآنی، احادیث نبویؐ اور عربی کے برمحل مقولے ہیں عربی، فارسی اور پنجابی کے اشعار ہیں۔ جن کا تعلق اسرار معرفت اور رموز طریقت سے ہے۔ کبھی نیازمندوں سے گفتگو ہو رہی ہے۔ اگر صوفی صاحب مغفور کے روز بیعت سے شروع کریں تو اس مبارک کتاب میں کم و بیش بہتر ۷۲ روز کے ملفوظات قلمبند ہوئے ہیں۔ بعض ملفوظات دوسروں کی زبانی بھی درج کئے ہیں۔ اور کئی روز دو دو تین تین مجلسیں بھی ہوئی

Marfat.com

ہیں۔صوفی صاحب نے اپنے خیال کے مطابق چھیاسٹھ مجالس کا ذکر کیا ہے۔کتاب کا مکمل نام
اِحیاء القلوبِ فی نفحاتِ المحبوبِ ہے اور فی الواقعہ اسم بامسمّٰی ہے۔

رسالہ صوفی کا اجراء

حضرت اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی یادگار کے طور پر صوفی محمد الدین صاحب نے منڈی بہاؤالدین سے رسالہ صوفی کا اجراء کیا۔صوفی صاحب موصوف کا اصلی وطن مہوٹہ کلاں ضلع گجرات تھا۔مگر یہ گاؤں دریائے چناب تین بار بہالے گیا۔اور صوفی صاحب سراسیمہ اور بے خانماں پھرتے پھراتے حضرت اعلیٰ خواجہ محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔اپنی درد ناک کہانی سنائی۔طلب امداد کیلئے سلسلہ چشتیہ نظامیہ نظم کر کے لائے تھے۔دردانگیز لہجے میں پڑھا حضور بڑے متاثر ہوئے۔تین بار سنا تین بار دعائے خیر فرمائی ،بیعت فرمایا۔منڈی بہاؤالدین ایک رشتہ دار کے ہاں قیام تھا۔یہ ۱۹۰۶ء کا واقعہ ہے۔اسکے بعد کایا پلٹ گئی۔ملک صاحب بہت بڑے زمیندار بن گئے۔منڈی میں صوفی منزل کے نام سے ان ایام میں ایک کوٹھی بنوائی۔سہ منزلہ مکان علیحدہ تھا۔مرشد کامل نے بڑی کشادہ دلی سے دستگیری فرمائی تھی۔اسلئے جس خلوص اور نیازمندی سے انہوں نے رسالہ صوفی کا اجراء بطور یادگار کیا۔اس کا اندازہ بآسانی لگایا جاسکتا ہے۔

اس رسالے میں حضور کے ملفوظات چھپتے تھے۔آپ کی کرامات کا ذکر ہوتا تھا۔شعراء کی نظمیں ہوا کرتی تھی۔اولیائے کرام کے تذکرے ہوا کرتے تھے۔اسلامی تاریخ کے اثرانگیز واقعات بیان کئے جاتے تھے۔ایک نہایت ہی پاکیزہ اور بیدار اسلامی روح تھی۔جسے اس رسالے کے ذریعے اسلامیان ہند کے قلوب میں منتقل کیا جاتا تھا۔خواجہ محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت پاک کا تذکرہ جدید طریقہ بیان کے ساتھ بڑے مؤثر پیرایہ میں باربار مختلف مقالہ نگار اس عمدگی سے کیا کرتے تھے کہ تعلیمات اسلامیہ کا نچوڑ سامنے آجاتا تھا۔معارف قرآنی بے نقاب ہوجاتے تھے۔تعلیمات قرآنی کی تعبیر نگاہوں کے سامنے پھرجاتی تھی۔اور اب بھی ان مقالات کو پڑھا جاتا ہے۔تو ہم عبدالقادر بیدل کے ہمنوا ہو کر کہہ اٹھتے ہیں

وصف ایں طائفہ تفسیر کلام اللہ ہست

"صوفی" کے ادباء وشعراء

ادیبوں میں ماسٹر محمد حسین بی۔اے انسپکٹر ڈاکخانجات اس لحاظ سے ممتاز نظر آتے ہیں۔ان کا قلم عقیدت میں ڈوب کر معجز نگار بن گیا ہے۔شعراء میں مولانا عاشق حسین ،سیماب وارثی

Marfat.com

اکبر آبادی کو درجہ امتیاز حاصل ہے۔ سرکار حیدری رحمۃ اللہ علیہ میں انہیں توفی الوقعہ وہ مقام حاصل ہے۔ جو سرکار مدنی ﷺ میں حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حاصل تھا۔ ایک ایک شعر میں جوش عقیدت اُبل رہا ہے۔ انہوں نے متعدد نظمیں کہیں۔ یہاں نمونے کے طور پر صرف ایک شعر درج کیا جاتا ہے۔

نقشہ فردوس ہے تصویر بیت اللہ ہے
پیر حیدر شاہ کی درگاہ کیا درگاہ ہے

انہی خصوصیات کی بنا پر رسالہ صوفی بہت جلد ہندوستان کے تمام رسالوں سے زیادہ چھپنے لگا اور جب صوفی محمد الدین صاحب نے ذکر حبیب کو مرتب کیا تو کافی مواد ان کے پاس موجود تھا۔

''صوفی'' کے تذکرہ کا اصل مقصد

''رسالہ صوفی'' کے متعلق یہ بیان ایک تو اس امر کے اعتراف کے طور پر تھا کہ اب تصنیف منیف یعنی ''امیر حزب اللہ'' کو مرتب کرتے ہوئے بھی اسے بطور ماخذ استعمال کیا گیا ہے۔ دوسرے ایک اور خاص مقصد بھی ہے جو ہماری تمام تحریرات کا محور ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ہمارے مخدوم اور ممدوح صاحبزادہ سید محمد فضل شاہ صاحب نے آغاز کار ہی سے اس رسالہ میں اپنے مقالات شائع کرانے شروع کر دیئے تھے۔ آپ کا اوّلین مقالہ ذکر حبیب کے عنوان سے ۱۹۱۰ء کے پرچہ میں چھپا تھا۔ اس وقت آپ کی عمر صرف سولہ سال تھی۔ لیکن آپ نے ایک مہتم بالشان کام کا بار اپنے کندھوں پر اٹھایا۔ یہ اس غیر معمولی عزم و ہمت کا ثبوت تھا جو آپ کی جلیل شخصیت کا جزوِ اعظم ہے۔ آپ نے حضرت اعلیٰ قدس سرہٗ العزیز کے حالات لکھنے شروع کئے تھے۔ یہ ایسا کام تھا جسے انجام دینے کے لئے دل و دماغ کی اعلیٰ صلاحیت اور عظیم فنی اور ادبی قابلیت کی ضرورت تھی۔ لیکن عظمت عمر کے ہر دور میں عظمت در آغوش ہوتی ہے۔ اسلئے آپ نے اطمینان دل کے ساتھ یہ عظیم کام شروع کر دیا۔

ننھا ادیب

عشق حقیقی اور مجازی

رسالہ صوفی کے اس پرچہ میں آپ کا ایک اور مقالہ ''عشق'' کے عنوان سے چھپا۔ سبحان اللہ

ممکن ہے اس سے پہلے بھی کوئی چھپا ہو۔ مگر ناچیز کو دستیاب نہیں ہوا۔ ذکر حبیب کے عنوان سے آپ کے مزید مقالے ۱۹۱۱ء جنوری فروری، اور مئی کے پرچوں میں بھی چھپے۔

Marfat.com

کیا مقالہ ہے۔اس ادیب خوردسال کے ایک ایک لفظ پر کہنہ مشق (تجربہ کار) ادیبوں کی تحریرات قربان کرنے کو جی چاہتا ہے۔اور پتہ چلتا ہے کہ اگر آپ اپنی مسلمہ صفائی باطن سے کام لیتے ہوئے اپنے آپ کو صرف علم وادب کے لئے وقف کر دیتے تو آپ اس صف میں نظر آتے جہاں حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ موجود ہیں۔آپ اس مقالہ میں عشق مجازی اور عشق حقیقی کے درمیان امتیاز کر کے عشق مجازی کی مثالیں لیلیٰ مجنوں، شیریں فرہاد اور یوسفؑ زلیخا کے قصوں سے دیتے ہیں۔اور سعدیؔ، رومیؔ، حافظؔ اور جامیؔ کے برمحل اشعار سے توضیح فرماتے ہیں۔ نغمۃ الیمن کی وہ حکایت بھی درج فرمائی جو مشہور عرب شاعر اصمعیؔ کی زبانی بیان ہوئی ہے کہ کس طرح جذبہ محبت سے بیتاب ہو کر ایک نوجوان نے اپنے آپ کو موت کے حوالے کر دیا تھا۔عربی کے چھ اشعار اردو ترجمہ کے ساتھ درج فرمائے ہیں۔آخری شعر ہے۔

هنيأً لارباب النعيم نعيمهم　　وللعاشق المسكين مايتجرّع

نعمت والوں کو نعمتیں مبارک ہوں　　اور بے چارے عاشق کو عشق کا گھونٹ

عشق حقیقی کے مدارج فنافی الشیخ، فنافی الرسول، بقاباللہ اور فنافی اللہ بیان کیے گئے ہیں۔محبت شیخ کے سلسلہ میں حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی قدس سرّہ العزیز کے ایک مرید کی مثال پیش کی ہے جسے متعجب ہو کر نواب بہاولپور دیکھنے گیا تھا۔اسی ضمن میں بابا فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر فرمایا ہے جنہوں نے سخت آزمائش میں پڑ کر ثابت کر دیا تھا کہ اپنے پیرومرشد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے بغیر ان کا جنت میں رہنا دوزخ سے بھی بدتر ہے۔فنافی الرسول ﷺ کی مثال حضرت اویسؒ قرنی اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کے حالات سے دی ہے۔حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے حالات سے یہ اقتباس دیدنی ہے۔

دیدنی اقتباس

> ''جب رسول مقبول ﷺ نے وفات فرمائی اور اس دنیائے ناپائدار سے عالم عقبیٰ کی طرف مراجعت فرمائی تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا برا حال ہوا اور سخت غم واندوہ لاحق ہوا جس کا بیان قلم نہیں لکھ سکتا پتھروں سے سر ٹکراتے، دریاؤں میں غوطہ کھاتے، خودکشی کرتے لیکن تقدیر کے بغیر کسطرح فوت ہوتے، گھبرا کر یمن کی طرف چلے گئے اور وہاں کچھ مدت سرگرداں و پریشان حال رہے آخر خیال آیا کہ ہمارے محبوب سرور کائنات فخر موجودات ﷺ تو مدینہ شریف کی مبارک مٹی میں مدفون ہیں اور میں یمن میں پھرتا ہوں۔فوراً

چل پڑے۔ مدینہ منورہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے وقت پر اذان دینے کی درخواست کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اصرار پر مجبوراً اذان دینی شروع کی۔ جب اللہ اکبر کہا تو سب مدینہ گونج اٹھا۔ سب نے خیال کیا کہ رسول مقبول ﷺ زندہ ہو گئے ہیں۔ تبھی تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان دے رہے ہیں جب اشھدان لاالہ الااللہ زبان سے نکالا تو عجیب حالت طاری ہوگئی۔ شہر میں شور مچ گیا۔ تمام کے دل میں اس درد بھری آواز کا ایسا اثر ہوا کہ شمع کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ جب اشھد انّ محمد رسول اللہ کے لفظ ''محمد'' پر پہنچے تو دھم سے زمین پر گر پڑے اور اذان مکمل نہ ہوسکی۔

فنائی اللہ اور بقاباللہ کے تحت تصریح فرمائی ہے کہ انسان خواہ کیسا ہی کامل واکمل ہو ہر وقت فنائی اللہ نہیں رہ سکتا۔ کسی نہ کسی وقت بقاباللہ کیطرف ضرور عود کرآتا ہے۔ اور پھر پہلے رسول اکرم ﷺ کا وہ واقعہ بیان فرمایا ہے کہ کس طرح ایک بار حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دروازہ کھٹکھٹانے پر اندر سے آواز آئی۔ کون ہے؟ عرض کی۔ آپ کی پیاری بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا۔ ندا آئی خداوند بیٹوں بیٹیوں سے پاک ہے۔ قل ھو اللہ احد. اللہ الصمد. لم یلد. ولم یولد. ولم یکن لہ کفواً احد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سخت متحیر اور مشوش (پریشان) ہوئیں۔ تھوڑی دیر کے بعد دروازہ کھلا اور رسول مقبول ﷺ باہر تشریف لے آئے۔ اور ارشاد فرمایا کہ آپ کب سے یہاں کھڑی ہیں؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا یہ محبت بھرے الفاظ سن کر رو پڑیں۔ اور عرض کی کہ آپ نے میرے دروازہ کھٹکھٹانے کے جواب میں اس طرح مجھے اپنی فرزندی سے خارج کر دیا ہے۔ آپ نے ہنس کر فرمایا کہ اس وقت ہماری ذات خداوند کریم کی ذات میں محو تھی۔ خداوند کریم نے سچ فرمایا ہے کہ میں بیٹوں اور بیٹیوں سے پاک ہوں۔ ورنہ میں محمد ﷺ تو ویسے کا ویسا آدمی ہوں[1] اور بیٹے، بیٹیوں کے رکھنے سے انکار نہیں کر سکتا۔ تب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تشفی ہوئی۔ اس کے بعد حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا سبحانی ما اعظم شانی کا پورا قصہ بیان فرمایا ہے۔ اور بتایا ہے کہ دوبارہ یہ الفاظ کہنے پر جب آپ کے شاگردوں نے تلواریں چلائیں تو وہ خود تو لہولہان ہو گئے مگر آپ کا بال بیکا نہ ہوا۔ پھر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بیان فرمایا ہے شاہ منصور رحمۃ اللہ علیہ کے انا الحق کہنے پر اگر ذرا تامل اور تاخیر سے کام لیا جاتا تو

---

[1] ادھر خلق میں شامل ادھر اللہ سے واصل   خواص اس برزخ کبریٰ میں ہے حرف مشدد کا

Marfat.com

وہ ضرور اپنی عبودیت کے معترف ہو جاتے۔ اختتام پر فراق یوسفؑ میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی حالت سے اپنے نقطہ نگاہ کی تائید فرمائی ہے اور گلستان سعدیؒ سے یہ شعر نقل کیے ہیں۔

یکی پرسیدزاں گم کردہ فرزند   کہ ای روشن گہر پیر خردمند
زمصرش بوئے پیراہن شمیدی   چرا در چاہ کنعانش ندیدی
بگفت احوال مابرق جہانست   دمے پیدا ودیگردم نہانست
گہی بر طارم اعلیٰ نشینم   گہی بر پشت پائے خودنہ بینم
اگر درویش برحالی بماندی   سردست از دوعالم بر فشاندی

مقالہ کی آخری سطور میں فرمایا ہے کہ اور بہت سی باتیں اس موقع پر یاد آگئی ہیں لیکن خیر الکلام ماقل ودل پر عمل کر کے ختم کرتا ہوں۔ اور بارگاہ ایزدی میں نہایت مؤدبانہ طور پر مستدعی ہوں کہ مجھے اور جملہ مسلمانوں کو اپنا ذوق وشوق عطا فرمائے اور اپنے عشق کا ایک ذرہ ہمیں بھی عنایت فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

اہل نظر ذرا غور فرمائیں یہ ایک سولہ سال کے نوخیز اور نومشق ادیب کا مقالہ ہے لیکن مطالب اور معانی میں وہ رفعت موجود ہے جو صرف اذہانِ نابغہ کے حصہ میں آیا کرتی ہے فنا اور بقا کے سلسلہ میں ایک ایسی دقیق تصریح فرمائی ہے جس تک رسائی بڑے غور وفکر کے بعد ہوتی ہے۔ لیکن حضرت اعلیٰ خواجہ محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت اور اپنی غیر معمولی ذہانت کی بنا پر آپ ایک ہی جست میں تمام بلندیوں کو پھاند گئے تھے۔

عشق کی اک جست نے طے کر دیا قصہ تمام
اس زمین وآسماں کو بیکراں سمجھا تھا میں

عشق اور عقل

آپ کا ایک اور مقالہ "عقل" کے متعلق ماہِ نومبر ۱۹۱۱ء کے رسالہ صوفی میں شائع ہوا۔ یہ موضوع بھی اہم تھا۔ عقل کی وجہ سے انسانی علوم وفنون اور ایجاد واختراع کا ذکر کر کے تمام مخلوقات پر انسانوں کی فضیلت آپ تواضع اور حلم کی بنا پر ثابت فرماتے ہیں۔ اور یہ شعر نقل کرتے ہیں۔

از بہاراں کے شود سر سبز سنگ
خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ

عشق والا مضمون پورے آٹھ صفحات پر حاوی ہے اور طبیعت پھر بھی سیر نہیں ہوئی۔ لیکن "عقل"

Marfat.com

کے متعلق شذرہ (گوہر) صرف ایک صفحہ میں سما گیا ہے۔ اور اس سے یہ حقیقت الم نشرح ہو گئی ہے کہ عقل کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے بھی آپ کا شعارِ زندگی عشق تھا۔ اس لئے عقل کے سلسلہ میں تواضع اور حلم کا ذکر فرما کر آپ نے عقل کو بھی عشق کے سانچے میں ڈھال دیا ہے۔

ان مقالات سے پتہ چلتا ہے۔ کہ حضرت اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد بھی صاحبزادہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حصول علم میں مصروف تھے۔ حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی صاحبزادہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم بے حد عزیز تھی۔ مولوی فیض الحسن صاحب ان دنوں بھی آپ کو علوم عقلیہ کی تعلیم دیتے تھے۔ اور ممکن ہے عقل و عشق کے مابعد الطبعیاتی موضوعات کی طرف اسی لئے آپ کی توجہ منعطف ہو رہی ہو۔ ''قرآن کریم'' کے عنوان سے مولینا فیض الحسن صاحب کا ایک مقالہ بھی جون ۱۹۱۰ء کے رسالہ ''صوفی'' میں چھپا تھا۔ یہ وہی پرچہ ہے جس میں قبلہ صاحبزادہ صاحب کا ''عشق'' کے موضوع پر مقالہ شائع ہوا تھا۔ اگر چہ استاد اور شاگرد کا مقابلہ کرنا موزوں نہیں۔ مولوی صاحب کے علم و فضل کا کیا کہنا علوم عقلیہ کی مہارت کی بنا پر نتائج اخذ کرنے میں انہیں ید طولیٰ حاصل ہے۔ لیکن صاحبزادہ صاحب والا تبار کے مقالہ میں ادب کی جو چاشنی، جذبہ اور خلوص کی جو گرمی، اور خیالات کی جو رفعت موجود ہے وہ نادر الوجود ہے۔ یہ فرق حقیقت میں قال اور حال پر مبنی ہے ایک طرف تو قال تھا۔ اور دوسری طرف حال اور جہاں حال تھا وہاں جذبہ عشق کی رسائی پہلے ہو چکی تھی۔ اور عقل بھی اب پہنچ رہی تھی۔

اور باتوں کے علاوہ مولوی اور صاحبزادہ صاحب کے انداز تحریر میں بنیادی فرق کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مولوی صاحب پرانے درس نظامی کے تعلیم یافتہ تھے اور صاحبزادہ صاحب زمانہ جدید کے رجحانات سے بھی روشناس ہو رہے تھے۔ اسلامیان ہند کو اب جدید ادب اردو کی چاشنی سے لطف اندوز ہونے کا موقع ملا تھا۔ بالخصوص ۱۸۵۷ء کے بعد سر سید احمد خاں اور ان کے رفقاء نے اردو نثر کو طرز قدیم کے مطابق مرصّع اور مقفّٰی نہیں رہنے دیا تھا۔ بلکہ اسے سادگی و پرکاری اور روانی کا جوہر عطا کیا تھا۔ مولانا شبلی نعمانی نے اسے صاف، سادہ، شگفتہ اور فصاحت سے لبریز زبان بنا دیا تھا۔ ڈاکٹر نذیر احمد کی بے نظیر تصانیف اور عبدالحلیم شرر کے تاریخی ناولوں نے اسے سلیس و بامحاورہ بنا دیا تھا۔ اور سلاست و روانی عطا کی تھی۔ جس سے خیالات بڑی روانی اور جوش سے بیان کیے جا سکتے تھے۔ ان سب کے بعد ابوالکلام آزاد آئے جنہوں نے اردو کو فصیح و بلیغ اور علمی انداز کے ساتھ نطق اعرابی اور شکوہ ترکمانی عطا کیا۔ صاحبزادہ صاحب موصوف ان تمام ادبی تحریرات و نگارشات کا مطالعہ فرما رہے تھے۔ ان کے کتب خانہ میں اس وقت بھی

Marfat.com

عبدالحلیم شرر کے مشہور ومعروف رسالہ ''دلگداز''[1] اور ابوالکلام آزاد کے شہرہ آفاق اخبار ''الہلال'' کے پرچے محفوظ ہیں۔ اسلامی ہند کے بعد کے مشہور ہفتہ وار اور ماہانہ رسائل مثلاً ''پیغام'' جس میں ابوالکلام آزاد کی تحریرات چھپتی تھیں۔ ''اصلاح'' جو سید سلیمان ندوی اور عبدالماجد دریا آبادی کی ادارت میں لکھنوء سے شائع ہوتا تھا۔ اور سید سلیمان ندوی کی ادارت میں شائع ہونے والا دارالمصنفین اعظم گڑھ کا رسالہ ''معارف'' ان تمام کے پرچے بھی ان کی لائبریری میں موجود[2] ہیں۔ قبلہ صاحبزادہ صاحب روزانہ اخبارات کا مطالعہ بھی فرمایا کرتے تھے۔ اس لئے نہ صرف یہ کہ آپ حالات حاضرہ سے پوری طرح آگاہ ہو رہے تھے اور باخبر۔ بلکہ جدید اردو کا مطالعہ کر کے اور اپنی عربی فارسی کی تعلیم سے فائدہ اٹھا کر آپ ایک خاص انداز تحریر بھی اپنا رہے تھے۔ جس میں اگرچہ کئی اور نامور ادیبوں کے اسالیب کے اثرات نظر آتے ہیں۔ لیکن اس کی تکمیل دراصل ان کی اپنی شخصیت نے کی تھی۔

برادران طریقت جب صاحبزادہ صاحب کے مقالات کو پڑھتے تھے تو ان کی مسرّت کی کوئی انتہا نہیں رہتی تھی۔ وہ صدمہ جو انہیں خواجہ محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال سے ہوا تھا اس میں تسکین اور راحت کے اثرات نمودار ہو جایا کرتے تھے۔ ان کی دلی آرزو اور تمنا تھی کہ جلالپور شریف کا آستانہ عالیہ اپنی شانِ جلالت کے ساتھ ابدالاباد تک قائم رہے۔ جب تک عالم کا وجود پایا جاتا ہے۔ یہ درگاہ مقدس سرچشمہ رشد وہدایت اور منبع علم وعرفان بنی رہے۔ اور کشت زار دین وشریعت اس کی وجہ سے ہمیشہ کیلئے سرسبز وشاداب رہے۔ برادران طریقت جب دیکھتے تھے کہ صاحبزادہ صاحب قبلہ کے وجود مسعود سے ان کی تمنائیں پوری ہو رہی ہیں۔ تو وہ بے حد مسرور ہوتے تھے۔ وہ لوگ حضرت اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ سے مستفیض ہوئے تھے۔ ان کے قلوب پاکیزہ تھے۔ ان کی نگاہیں قدسی صفات تھیں۔ ان کے قلوب کو جس غذا کی ضرورت تھی اور ان کی نگاہیں جن مناظر کو دیکھنا چاہتی تھیں۔ وہ انہیں صاحبزادہ صاحب قبلہ کی وجہ سے میسر تھے۔ آپ کی فطرت میں پاکیزگی تھی۔ قلب نور معرفت سے معمور تھا زبان پر علم وعرفان کے تذکرے تھے۔ سیرت خلق محمدی کا پرتو لئے ہوئے تھی۔ دل میں عجیب وغریب ولولے تھے۔ اسلئے جن لوگوں نے حضرت اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی تھی وہ صاحبزادہ صاحب کی زیارت کر کے سب کچھ حاصل

---

[1] یہ وہ معرکہ آرا رسالہ ہے جس کی جلدوں میں سے حاصل کر کے شیخ مبارک علی تاجر کتب لاہور نے مضامین شرر کی آٹھ جلدیں شائع کرائی تھیں۔

[2] نسبتاً غیر اہم رسائل مثلاً خطیب دہلی، تصوف واسرار تصوف لاہور اور ''الفقیہ'' امرتسر کا ذکر یہاں اور نہیں کیا گیا۔ ان کے [illegible] بھی موجود ہیں۔

Marfat.com

کر لیتے تھے۔ گوجرانوالہ کے ایک برادر طریقت نور الدین رقمطراز ہیں:۔

''صوفیائے کرام حکمائے اسلام ہیں۔ اور حکیم صحیح معنوں میں وہی ہوسکتا ہے جو حقائق اشیاء سے باخبر ہو۔ اور ہر ایک چیز کی تہ کو پہنچے۔ اس بنا پر حقیقی معنوں میں صوفی کے لقب سے وہی شخص ملقب ہوسکتا ہے جو اسلامی شریعت کے اسرار و غوامض اور حقائق بوجہِ احسن جانتا ہو۔ جن اصحاب کو صاحبزادہ سید محمد فضل شاہ صاحب کے نادرو بے بہا مضامین ''رسالہ صوفی''¹ میں پڑھنے کا اتفاق ہوا ہے وہ اس حقیقت سے آشنا ہیں کہ صاحبزادہ صاحب اسرار وغوامض شریعت میں مہارت تامہ رکھتے ہیں اور اس بنا پر آپ بفضل الٰہی ایک کامل صوفی ہیں اور کیونکر نہ ہو آپ والد ماجد سلمہ اللہ تعالیٰ اور جدامجد رحمۃ اللہ علیہ کے فیوض و برکات کے اظلال اور آثار بفضلہٖ تعالیٰ آپکی ذات ستودہ صفات میں ظاہر و ہویدا ہیں''۔

اللہ اللہ حضور کے متعلق یہ رائے ان ایام میں ظاہر کی گئی جب آپ کی عمر صرف انیس برس تھی۔ آپ عین عالم شباب میں اسلامی شریعت کے اسرار و رموز کے ماہر ہو چکے تھے۔ صوفی کامل تھے اور حکیم اسلام۔

اس باب کے مطالب ختم کرنے سے ہم ایک حقیقت کی طرف اشارہ کر دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ صاحبزادہ صاحب قبلہ کو تاریخ اسلام سے بڑی دلچسپی تھی۔ مولانا شبلی نعمانی کی تصانیف اور عبدالحلیم شرر کی تحریرات نے اس ذوق کی تربیت میں بڑی مدد دی تھی۔ علاوہ بریں جلالپور شریف سے چند میل کے فاصلے پر قصبہ ڈنگہ میں بھی ان ایام میں ایک مؤرخ اسلام موجود تھے۔ ان کا نام صوفی کرم الٰہی تھا۔ صوفی صاحب اسلامیہ سکول راولپنڈی میں مدرس تھے۔ اپنے معمولی مقام کے باوجود ان کے عزائم بلند تھے۔ حضرت اعلیٰ قدس سرہٗ العزیز سے شرف بیعت حاصل تھا۔ ''ذکر حبیب'' میں حضرت اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں ان کی ایک نظم بھی درج ہے۔ جس کے بعض اشعار ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:۔

ای پادشاہ ہر دو جہان پیر دستگیر تو واقفی زر مزنہاں پیر دستگیر
نور محمدی ز جبین تو آشکار وصفت بروں ز وہم وگماں پیر دستگیر
دیدم چوروی پاک تو گفتم ہماں نفس شیخ بزرگ وقطب زماں پیر دستگیر
دستم بدست گیر توای دستگیر عام کن دستگیری مثل شہاں پیر دستگیر

---

¹ رسالہ صوفی ماہ اکتوبر ۱۹۱۳ء اس رسالہ کی فائلوں سے پتہ چلتا ہے۔ کہ شیخ نور الدین بڑے باذوق بزرگ تھے اور اسلامی [illegible]

Marfat.com

صوفی صاحب مرحوم نے تاریخ اسلام لکھی تھی۔ ایک اور شاندار تاریخ بھی آپ نے تصنیف کی جسکا نام خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہے۔ اس کتاب کو بڑی شہرت حاصل ہوئی۔ اور جس طرح لوگوں نے شبلی نعمانی کی تصنیف ''الفاروق'' دھڑا دھڑ خریدی تھی۔ اس کی بھی بڑی قدردانی ہوئی تھی۔ راقم نے صوفی صاحب کی تاریخ اسلام قبلہ صاحبزادہ صاحب کے کتب خانہ میں دیکھی ہے حضرت اعلیٰ حمۃ اللہ علیہ ی ملت اسلامی سے گہری دلچسپی، نیز ان کتب تواریخ کے مطالعہ اور اخبارات ورسائل کے ذریعے ہمارے جواں سال ممدوح ملت مرحومہ کے مسائل حاضرہ، مسلمانوں کی عظمتِ رفتہ اوران کے شاندار کارناموں سے آگاہ ہورہے تھے۔ اور جہاں آپ مسلمانوں کی علم پروری اور معرفت نوازی کے ستائش گو تھے۔ وہاں ان کی جہادکوشی اور معرکہ آرائی کے بھی مدّاح تھے۔ اور وہ جو کچھ دیکھنا چاہتے تھے اس کی حقیقت ایک دعا سے ہمیں معلوم ہوتی ہے۔ جو آپ نے اپنے ایک مقالہ[1] کے اختتام پر مانگی۔ درگاہِ الٰہی میں عرض کرتے ہیں:۔

> اے خدا اسلام کی شوکت ہماری منتظر آنکھوں کو دیکھنی نصیب کر۔ تیرا برگزیدہ مذہب، تیرے حبیب کا چیدہ مسلک خود مسلمانوں کی بے اعتنائی سے زوال پذیر ہے۔ اگرچہ مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہورہا ہے۔ مگر اصلی مسلمان جن کے دلوں میں تیری اور تیرے حبیب پاک کی محبت مسکن گزیں ہو۔ معدودے چند باقی رہ گئے ہیں۔ ہمارے ٹھنڈے دلوں میں شوق کی آگ بھڑکا اور ہمیں اسلام کا حقیقی جان نثار بنا۔ ہمیں جنوں مذہب میں مجنوں کردے۔ تاکہ ہم یہ شعر پڑھیں۔؎
>
> نو بہار است وجنوں چاک گریباں مددے
> آتش افتاد بدل جنبشِ داماں مددے
>
> اور تیرے حبیب کے مذہب کی اشاعت میں تن من دھن خرچ کردیں۔ مخالفین اسلام کے حملات جو ہر وقت ہم پروارد ہوتے رہتے ہیں۔ ان کے روکنے کے قابل ہوجائیں۔ اے خدا تو بڑا کارساز ہے۔ تیرے احاطہ قدرت سے بعید نہیں کہ پھر ہماری قوم میں خالد جیسے جوانمرد، عمر بن عبدالعزیز جیسے عادل، حضرت عمر جیسے مدبّر پیدا ہوں، اے خدا تیری شانِ کبریائی سے دور نہیں کہ ہمارے دلوں

---

[1] یہ مقالہ رسالہ صوفی بابت دسمبر ۱۹۱۱ء میں اسلامی حقیقت کے عنوان سے چھپا۔ اس وقت آپ کی عمر ۱۷ سال تھی۔ اس سال آپ کے یہ مقالے بھی اس رسالہ میں چھپے۔ عنوان شباب اور اس کے نتائج، عبادت، عالم کے تغیرات کا عظیم الشان اطمینان قلب، عقل۔

Marfat.com

میں بلال واویس رضی اللہ عنہم اجمعین جیسی محبت بھڑک اٹھے۔ اور تیرے حبیب ﷺ کی محبت کے جذبات سے ہمارا سینہ آتش اشتیاق سے شعلہ زن ہو۔ الٰہی میری دعا قبول فرما۔ کیونکہ خود تیرا سچا وعدہ ہے کہ:۔

"ادعونی استجب لکم"

سبحان اللہ کیسی پاکیزہ دعا ہے۔ فقرات آب کوثر سے دھل کر نکلے ہیں۔ کون کہہ سکتا ہے کہ یہ تحریر ایک سترہ سالہ نوجوان کی ہے۔ جس کا دل پُر آرزو پھر شجر اسلام کو بڑی آن بان کے ساتھ ثمر ہائے رنگارنگ سے لدا ہوا دیکھنا چاہتا ہے۔ یہ جامعیت آپ کو اور کہاں نظر آئے گی۔ کیا اس صاحبزادہ والا گہر کی باقی ساری زندگی اس دعا کی مفصل اور مکمل تفسیر نہیں؟...... آپ صفحات آئندہ کا مطالعہ اسی نقطۂ نگاہ سے کریں!

☆☆☆☆

بیا! بیا! کہ اگر شوقِ دیدے داری

چہ جلوہ ایست کہ در محمل سلیمیٰ نیست

(شاد فاروقی)

Marfat.com

سفرنامہ حجاز

و

بلادِ اسلامیہ

Marfat.com

کہیں شبنم، کہیں گوہر، کہیں تارا، کہیں اشک
نام کیا کیا نہ مرے دردِ جگر نے پائے

Marfat.com

باب دوم
سفرِ حجاز

جلالپور شریف سے بمبئی تک

صاحبزادہ صاحب[1] کی طبیعت میں بچپن ہی سے استقامت کا مادہ موجود تھا۔ سیر و تفریح سے کوئی لگاؤ نہیں تھا۔ آپ کے احباب جب بلاد و امصار کی تعریف کرتے اور وہاں کے قابلِ دید مقامات کی ستائش کرتے تو شوق کے بجائے آپ کے دل میں نفرت پیدا ہوتی تھی۔ آپ نے جلوت پر خلوت کو ترجیح دے رکھی تھی۔ اگرچہ ارادتمندوں کی وجہ سے آپ کو خلوت سے جلوت میں آنا پڑا تھا لیکن آپ کو حقیقی لطف اوقات تنہائی میں نصیب ہوتا تھا۔ عرصہ سے آپ کے دل میں کعبۃ اللہ کی زیارت سے مشرف ہونے اور روضہ نبوی ﷺ کی دید[2] سعید کا شوق تھا۔ اماکن مقدسہ کی زیارت سے مشرف ہونے کو جی چاہتا تھا۔ مگر فوراً ایک خیال برقی رو کی طرح دل میں کھٹک جاتا تھا ایسے عالی درباروں میں گنہگاروں کی کیسے رسائی ہو سکتی ہے۔

صلاحِ کار کجا و من خراب کجا
بہ بیں تفاوتِ راہ از کجاست تا کجا

اشتیاق دید اور جذبہ انکسار کے درمیان اس طرح کشمکش ہو رہی تھی۔ کہ رحمت الٰہی یکا یک جوش میں آئی مسبب الاسباب نے سبب بہم پہنچا دیئے۔ فعّال لمایرید نے ازخود حالات میں موافقت پیدا کی یعنی مقلب القلوب نے دور دراز سفر کرنے کا ارادہ طبیعت میں پیدا کر دیا۔ اور سفر کو اختیار کیے بغیر کوئی مفر نظر نہ آیا۔ سچ ہے۔

حلقہ در گردنم افگندہ دوست
می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

ظاہری سبب اس طرح بنا کہ شعبان المعظم ۱۳۳۱ھ کی بارہ یا تیرہ تاریخ تھی۔ حضور کے بعض احباب جمع ہوئے۔ آپ کے چھوٹے بھائی محمد مہر شاہ صاحب کے دانتوں کی خرابی کا تذکرہ ہوا۔ لاہور سے علاج کرانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوا تھا۔ یہ رائے دی گئی کہ کوہ مری ایک اچھا قابل ڈاکٹر ہے۔ اس سے علاج کرایا جائے۔ ساتھ ہی یہ بھی مشورہ دیا گیا کہ صاحبزادہ سید محمد فضل شاہ

---

[1] آپ کا سفرنامہ ''رسالہ صوفی'' میں چھپا تھا۔ کوشش کی گئی ہے کہ آپ کے اپنے الفاظ میں اس سفر کا ذکر کیا جائے۔ اس لیے یہ سمجھیں کہ حضور کی اپنی زبان مبارک سے ساری داستان سن رہے ہیں۔

[2] اس ضمن میں حضور کی اس نعت کا مطالعہ کیا جائے جو حصہ نظم کے آغاز میں درج ہے۔

Marfat.com

صاحب بھی ساتھ تشریف لے جائیں۔ ماہِ رمضان المبارک اگست کے مہینہ میں آ رہا تھا۔ کوہ مری علاج کرانے کے بعد سفر کشمیر اختیار کیا جائے۔ وہاں ماہِ صیام بآرام بسر ہوگا۔ کسی قسم کی تشنگی اور تکلیف محسوس نہ ہوگی۔ آپ نے ہاں میں ہاں ملا دی مگر بات پسند خاطر نہ تھی رات کو سوئے۔ ایک خواب دیکھا۔ جس کا مکمل اظہار تو آپ نے نہ فرمایا بہرحال یہ بات ضرور معلوم ہوگئی کہ حضور سرور کائنات فخر موجودات رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ نے آپ کو مدینہ منورہ طلب فرمایا ہے۔ یہ خواب اس سفر کا محرک اصلی بنا۔ آپ نے احباب کو بتا دیا کہ ہم مناظر کشمیر سے لطف اندوز ہونے کے لئے نہیں جائیں گے۔ بلکہ مدینہ منورہ کا سفر اختیار کریں گے۔ اور وہاں خواجہ یثرب کے حضور عرض کریں گے۔

یہ وہ سر ہے کہ جس سر کی ترے در تک رسائی ہے
یہ وہ دل ہے کہ جس دل میں تری الفت سمائی ہے

حضور نے اپنے والد ماجد قبلہ ثانی رحمۃ اللہ علیہ صاحب کی خدمت میں اپنا اشتیاق ظاہر کیا اور اجازت طلب کی۔ قبلہ حضرت صاحب پہلے تو متعجب ہوئے۔ مگر بعد میں بطیب خاطر اجازت عطا فرما دی۔ چنانچہ صاحبزادہ صاحب قبلہ نے اس مبارک سفر کے لئے تیاری شروع کر دی اور رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ بمطابق اگست ۱۹۱۳ء کے رسالہ ''صوفی'' میں ایک مضمون بعنوان ''خوش رہو اہل وطن ہم تو سفر کرتے ہیں'' طبع کرایا۔ اس میں اپنے سفر کے مالہ وماعلیہ پر روشنی ڈالی اور آپ نے واضح فرمایا کہ انیس سال کی عمر میں احباب سے مفارقت، غریب الوطنی اور پر از تکالیف ومصائب سفر آپ کیوں اختیار فرما رہے تھے۔ اور کیوں آپ کی زبان پر یہ مصرعہ تھا۔

ہر چہ بادا باد ما کشتی در آب انداختیم

آپ سفر حج پر ۲ شوال المکرم ۱۳۳۱ھ بمطابق ۴ ستمبر ۱۹۱۳ء کو پنج شنبہ کے روز گھر سے روانہ ہوئے آپ کے ہمراہ دس آدمی تھے۔ جن میں سے آپ کے علوم نقلیہ کے استاد مولوی محمد سعید صاحب، ملک محمد دین صاحب ایڈیٹر ''صوفی''، مستری فضل الدین صاحب رئیس اعظم ہرن پور، حکیم مولوی اللہ دین صاحب سکنہ ملکوال اور سید امیر حسین شاہ صاحب سکنہ شاہ پور خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ آپ کے برادران عزیز سید محمد مہر شاہ، سید محمد کرم شاہ اور سید محمود شاہ صاحبان آپ کو لاہور تک پہنچانے کے لئے ساتھ ہو لئے۔ راجہ محمد اکرم خان سپرنٹنڈنٹ کیملپور بھی ایک ہفتہ کی رخصت لیکر دہلی تک ہمراہ تھے۔ آپ نے عید الفطر کے دوسرے روز روانہ ہونا تھا۔ مگر آپ کو الوداع کہنے کے لئے برادران طریقت دو تین روز پہلے سے آنے شروع ہوگئے۔ اور خاصہ

Marfat.com

اجتماع ہو گیا۔ مفارقت کا صدمہ ہر ایک کے لئے بیتاب کن تھا۔ علی الصباح پہلے گھر والوں کو رخصت کیا اور گھر کو چھوڑا۔ بعد ازاں شہر سے باہر نصف میل کے فاصلے پر اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کی پابوسی کی اور جناب ممدوح کو اشکبار اور بے قرار دیکھ کر بچشم گریاں اور دل بریاں مرخص ہوئے۔ تین چار سو آدمی کا سیل مضطرب دریا تک ساتھ رہا۔ بعض کو وہاں سے رخصت کیا گیا۔ لیکن اس کے باوجود ڈیڑھ سو آدمی سٹیشن تک جانے کیلئے تین کشتیوں پر سوار ہو گئے۔ کشتی نے دریا کے کنارے کو چھوڑا تو ایک بوڑھے پیر بھائی اللہ بخش نامی نے صدمہ مفارقت سے بیتاب ہو کر نعرہ لگایا اور دریا میں چھلانگ لگا دی۔ ہمراہیوں میں سے ایک نے غوطہ لگا کر بدقت و دشواری کنارے والے لوگوں کی امداد سے اسے باہر نکالا۔

قوالی اور وجد و حال

ایک کشتی میں قوالوں نے غزل گانی شروع کی جس میں جدائی اور فراق کا ذکر تھا۔ دریا کی طغیانی، کشتی کی روانی اور قوالوں کی غزل خوانی سے لطف پیدا ہو رہا تھا۔ کہ ناگاہ آپ کی کشتی میں دو برادران طریقت بیخود ہو کر رقص کرنے لگے۔ اور دریا میں کودنے کو دوڑے مگر ہمراہیوں نے پکڑ لیا وہ پھر بھی گرفت سے نکل نکل جاتے تھے۔ اس لئے آپ کی طبیعت سخت منغص (رنجیدہ) ہوئی اور قوالی بند کرا دی گئی۔ آدھ گھنٹہ کے قریب ایسی بے کلی رہی کہ الاماں۔ مفارقت کا صدمہ علیحدہ تھا اور ان کا گر کر ڈوب جانے کا خطرہ علیحدہ آپ نے حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی روح سے استمداد کی درخواست کی۔ حضور کے روحانی تصرف اور خدا کی عنایت سے دونوں کا جوش فرو ہوا۔ پھر بھی دوسرے کنارے پر پہنچ کر ان میں سے ایک اللہ اللہ کہہ کر دریا میں کود پڑا جسے ملاح نے فوراً اچھل کر بچا لیا۔

منڈی بہاؤالدین و دیگر مقامات پر زائرین کا ہجوم

دریا کے کنارے بہت سے برادران طریقت چالیس پچاس گھوڑیاں لئے آپ کے خیر مقدم کے لئے تیار تھے۔ مواضع گڑھی گوہر خاں کے ایک راسخ الاعتقاد پیر بھائی راجہ خدا بخش ذیلدار نے کھانے کا انتظام کر رکھا تھا۔ اور بڑی فراخ دلی اور شوق سے تین چار سو آدمیوں کو کھانا کھلایا۔ منڈی بہاؤالدین کے ریلوے سٹیشن پر جانے سے پہلے آپ ملک محمد دین صاحب ایڈیٹر ''صوفی'' کے مکان پر تشریف لے گئے۔ جہاں انہوں نے مشروبات کا انتظام کیا ہوا تھا۔ سٹیشن پر بھی پیر بھائی قدم بوسی سے شرفیاب ہوتے رہے اور لالہ موسیٰ کے جنکشن پر تو جہلم اور اس کے مضافات کے پیر بھائیوں کا بڑا بھاری اژدحام موجود تھا۔ گجرات اور وزیر آباد کے سٹیشنوں پر بھی

Marfat.com

بہت سے ارادتمند آ گئے جنہوں نے حضور پر پھول برسائے۔ برادر طریقت شیخ رحیم بخش تاجر چرم کے اصرار پر آپ نے گوجرانوالہ شب باشی فرمائی تھی۔ وہاں سینکڑوں لوگ چشم براہ تھے۔ حضور کے ٹرین سے اترتے ہی پھولوں کی بارش شروع ہو گئی۔ اور جس فٹن پر آپ سوار ہوئے وہ پھولوں سے بھر گئی۔ باجوں کی دلفریب آواز اور لوگوں کے نعرہائے مسرت بڑے لطف انگیز اور طرب خیز تھے۔ معززین شہر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ کی اقتداء میں شام کی نماز کئی سو آدمیوں نے باجماعت پڑھی۔ نماز کے بعد شیخ نورالدین تاجر چرم نے بڑی پُر اثر اور فصیح و بلیغ تقریر کی جو تصوف کی حقیقت اور اہمیت پر مشتمل تھی۔ اس میں سے ایک اقتباس باب اول کے اختتام پر درج کیا جا چکا ہے۔ اس کے بعد خان بہادر مولوی محبوب عالم نے مختصر مگر نہایت ہی رقت آمیز اور درد انگیز تقریر کی اور جلسہ اس دعا پر ختم ہوا کہ صاحبزادہ صاحب قبلہ جو ماسوا اللہ کو چھوڑ کر محض اللہ کے ہو رہے ہیں۔ حج بیت اللہ بلکہ حج رب البیت سے فائز ہو کر بخیریت اپنے وطن مالوفہ کو مراجعت فرما ہوں۔ تمام نے متفق اللفظ ہو کر کہا ۔

بسفر رفتنت مبارکباد
بہ سلامت روی و باز آئی

لاہور میں قابل دید مقامات کی زیارت

اگلے روز بروز جمعہ آپ لاہور پہنچے اس سے پہلے لاہور تو بجائے خود آپ نے اپنے ضلع کا صدر مقام جہلم بھی نہیں دیکھا تھا۔ اس لئے اپنے دو روزہ قیام کے دوران میں تمام احباب کے اصرار پر آپ نے لاہور کے قابل دید مقامات دیکھے۔ آپ بازار حکیماں میں علاؤالدین ٹھیکیدار کے مکان پر فروکش ہوئے تھے۔ جو ہوادار اور فراخ تھا اور حکیم محمد کاظم نے آپ کے لئے مانگ رکھا تھا۔ نماز جمعہ آپ نے فخر اسلام شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ (۱۶۵۹۔۱۷۰۷ عیسوی) کی یادگار شاہی مسجد میں ادا فرمائی۔ آپ اس کی عالی شان عمارت، کشادہ صحن، خوشنما مربع تالاب اور بلند و بالا میناروں سے بڑے متاثر ہوئے۔ گرمی تھی اس لئے آپ مینار پر نہ چڑھ سکے اس کے بعد شائقین کے اصرار پر آپ جہانگیر (۱۶۰۵۔۱۶۲۷ء) کا مقبرہ دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے۔ ان دنوں دریائے راوی پر کشتیوں کا پل تھا۔ راستہ کی تنگی کے باعث گاڑی بان نے فٹن کو بڑی احتیاط سے عبور کرایا۔ کوئی ایک سو کے قریب ہمراہی تھے۔ چند افراد کے بغیر باقی سارے احباب ٹرین پر سوار ہو کر شاہدرہ پہنچے۔ مقبرہ کو دیکھ کر خدا کی قدرت یاد آئی اور دنیا کی بے ثباتی کا نقش دل پر ثبت ہو گیا جہانگیر جیسا باسطوت و جبروت شہنشاہ پتھر کے تعویذ کے نیچے ساکت

Marfat.com

صامت پڑا تھا۔اور سکوت کا یہ عالم کہ کوئی متنفس نظر نہیں آتا تھا۔صرف دربان باہر محافظت کر رہا تھا۔ بڑا عبرت انگیز منظر تھا،عمارت کی بلندی، شان وشوکت اور صنعت دیکھ کر ہر ایک مبہوت رہ گیا۔آپ مینار پر چڑھے اور وہاں سے دریائے راوی اور ریلوے کا پل دیکھا۔قابل دید نظارہ تھا۔شاہی مسجد کے صرف تین مینار نظر آتے تھے۔ایک مینار درمیانی مینار کے پیچھے اوجھل ہو گیا تھا۔یہ مغل انجینئری کا حیرت انگیز کرشمہ تھا۔تمازتِ آفتاب کے باعث واپسی کا ارادہ ٹرین پر ہوا۔اسلئے فٹن والے کو بادامی باغ پہنچنے کی فہمائش کی گئی جہاں سے سیدھے حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر جانے کا ارادہ تھا۔ٹرین کے آنے میں ابھی ایک گھنٹہ باقی تھا۔اس دوران میں آپ نے مقبرہ نور جہاں دیکھا اگرچہ لارڈ کرزن کی حکومت نے اسے عمارات قدیم میں داخل کر کے شکست وریخت کا کھٹکا نہیں رہنے دیا تھا۔تاہم بے رونقی کے آثار نمایاں تھے۔ آپ تہہ خانہ میں بھی گئے۔گو وہاں خنکی تھی مگر اندھیرے میں ہاتھ دکھائی نہ دیتا تھا۔گاڑی آنے پر آپ بادامی باغ پہنچے۔فٹن تیار تھی۔سوار ہو کر آپ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مقدس پر گئے۔فاتحہ خوانی کی۔قریب کی ایک مسجد میں فریضہ نماز ادا کیا پھر ٹھنڈی سڑک پر سیر کرنے کے لئے نکلے۔لارنس ہال کے قریب ایک سفید قطعہ اراضی پر مغرب کی نماز ادا کی اور بجلی کی روشنی میں انار کلی کا چکر لگاتے ہوئے اپنی قیام گاہ پر پہنچے۔

اگلے روز نماز کے بعد اوراد و وظائف پڑھ کر آپ اپنے ساتھیوں کی معیت میں فٹنوں اور ٹانگوں پر شالا مار تشریف لے گئے، عمدہ بارہ دری،کٹہرے کے نیچے آبشاریں، وسطی تالاب اور جابجا فوارے لطف انگیز تھے۔آپ نے باغ کی خوب سیر کی اور اس بات پر متعجب ہوئے کہ باغ میں چار بارہ دریاں ہیں۔ ہر ایک بارہ دری سے زینوں سے نیچے اتر کر پانچ درمیانی حصوں کی سیر ہوتی ہے۔اس حساب سے بالائی حصہ نچلے حصہ سے کہیں بلند تر ہو جاتا ہے۔لیکن باغ کے ارد گرد چکر لگانے سے مطلق معلوم نہیں ہوتا کہ اندر نشیب وفراز ہیں۔زمانہ حال میں بھی فن تعمیر درجہ کمال کو پہنچا ہوا ہے۔لیکن آج کل کی ناپائیدار اور ظاہر ٹیپ ٹاپ والی عمارتوں کے مقابلہ میں آپ پرانی نادرات زمانہ عمارات کی صناعی سے حیرت زدہ تھے۔ان دنوں یہ باغ محض سبزہ زار تھا۔اور گھاس کی کٹائی ہوتی رہتی تھی۔البتہ کچھ گملے راستوں پر کنارے کنارے رکھے ہوئے تھے۔آپ نے یہ خیال ظاہر فرمایا کہ شالا مار باغ شاہان سلف کی ایسی یادگار ہے کہ اگر اس کی نگہداشت ہوتی رہے تو صدہا سال تک سیاحوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کراتی رہے گی۔گو ۱۹۱۳ء کے دور غلامی میں آپ کی نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ ایک زمانہ جب مشرق ومغرب

Marfat.com

بادشاہ، ان کی بیگمات اور دیگر اکابرِ عالم اسے دیکھنے کیلئے آئیں گے۔ اور باغ اس طرح دلہن کی مانند آراستہ اور پیراستہ ہوگا کہ شاہانِ مغلیہ کا دور نگاہوں کے سامنے پھر جائیگا۔

واپسی پر آپ چڑیا گھر پہنچے۔ منتظمین نے شکایت کی کہ بے زبان جانوروں کو خوراک کم ملتی ہے آپ کی طبیعت ان محبوس جانوروں کی بے قراری اور حالت زار کو دیکھ کر پریشان ہوگئی اور جلدی باہر نکل آئے۔ پھر عجائب گھر تشریف لے گئے جہاں مختلف قسم کی بے جان چیزیں دیکھیں اور صناعوں کی ہنر مندی اور کاریگری پردۂ اخفا سے شہود میں آئی۔ تصویروں کے انبار لگے ہوئے تھے۔ بتوں کا بھی طومار تھا، پرانے پتھر، پرانی تلواریں، ڈھالیں غرض بہت سی نایاب چیزیں دیکھیں۔ اگرچہ سفرج تھا۔ مگر آپ چڑیا گھر اور عجائب گھر دیکھ رہے تھے۔ کیونکہ قدرت کے دلچسپ مناظر اور اہل ہنر کی دستکاریاں دیکھ کر ان سے سبق حاصل کرنا اہل بصیرت کے نزدیک جرم نہیں ہوتا دراصل سفرج ذہنی اور روحانی دونوں اعتبارات سے آپ کی تعلیم کو منازل تکمیل پر پہنچا رہا تھا۔ وہاں سے آپ چیف کورٹ تشریف لے گئے۔ سنا ہوا تھا کہ لاہور کی قابل دید عمارات میں چیف کورٹ کو بھی خاص امتیاز حاصل ہے۔ لیکن شاہی عمارات کی پختگی، مضبوطی اور دیرپائی کے مقابلہ میں آپ کو اس کی کچھ ہستی نظر نہ آئی۔ البتہ یہ بات درست ہے کہ انگریزی عہد کی عمارتوں میں یہ ممتاز ہے۔ چونکہ ستمبر کی تعطیلات کی وجہ سے کورٹ بند تھا۔ آپ اجلاس نہ دیکھ سکے۔

لاہور کے بعض حضرات سے ملاقاتیں

آپ اپنی قیام گاہ پر مراجعت فرما ہوئے تو خلیفہ تاج الدین احمد پلیڈر چیف کورٹ، مولوی محرم علی چشتی اور کرم الٰہی صاحب پلیڈر یکے بعد دیگرے ملاقات کے لئے آئے۔ گاڑی رات کے ساڑھے آٹھ بجے روانہ ہوئی تھی۔ اسباب تیار کر کے آپ آدھ گھنٹہ پہلے پہنچ گئے۔ پنجاب کے اس مشہور اور بے نظیر جنکشن پر خلقت کا از حد ہجوم تھا۔ ہر ایک نفسی نفسی میں مشغول نظر آتا تھا۔ آپ کے ساتھ اسباب کی بہتات تھی۔ زائرین بھی بکثرت آئے ہوئے تھے۔ پلیٹ فارم کے ٹکٹ لینے میں دقت پیش آئی۔ بعض احباب نے میاں میر کے ٹکٹ لے کر پلیٹ فارم پر آنے کی راہ نکالی گاڑی کی روانگی کے وقت احباب و اقارب کی مفارقت کا صدمہ ناقابل برداشت ہوگیا۔ عزیزوں سے جدائی کا غم ایک پہاڑ تھا جو دل پر ٹوٹ پڑا۔ پہلے بہت تحمل کیا، صبر سے کام لیا۔ رونے والوں کو تسلی دی، مگر آخر زمام اختیار خود اپنے ہاتھوں سے بھی نکل گئی۔ اور اپنے عزیز بھائیوں کو گلے لگا کر اور احباب سے دوبارہ ہاتھ ملا کر چشم گریاں اور دل بریاں الوداعی سلام لیتے

Marfat.com

ہوئے لاہور کے اسٹیشن کو چھوڑا۔ اور اپنی ریزرو، سیٹوں پر لیبل لگا کر آپ اور آپ کے سیکنڈ کلاس میں سفر کرنے والے دوسرے دو ساتھی یعنی راجہ محمد اکرم خان سپرنٹنڈنٹ اور مستری فضل الدین ٹھیکیدار آرام سے سو رہے۔

دہلی میں ورود

صبح کی نماز کے وقت گاڑی بمبئی میل دہلی کے اسٹیشن پر پہنچی۔ یک شنبہ تھا اور ۵ شوال المکرم بمطابق ۷ ستمبر ۱۹۱۳ء تاریخ تھی۔ آپ کو پتہ چلا کہ جن ہمراہیوں کے پاس براہ راست بمبئی کے ٹکٹ تھے انہیں ریلوے والوں نے رائے ونڈ والی چھوٹی لائن پر بھیج دیا تھا۔ آپ متوش ہوئے۔ کیونکہ جن کو آپ اپنی گرہ سے خرچ دیکر ساتھ لے چلے تھے ان کے پاس پیسے نہیں تھے اور سامان کی ریلوے رسید بھی آپ کے پاس رہ گئی تھی۔ دہلی میں ہوٹلوں کے ایجنٹ دامن گیر ہوگئے۔ لیکن آپ نے راجہ محمد اکرم خان کو ساتھ لیکر کارونیشن ہوٹل کو پسند فرمایا اور ساتھیوں کو بلا کر وہاں بستر جمایا۔ اس کے کمرے فراخ اور ہوادار تھے اور ملازم بھی اکثر مسلمان تھے۔ دھوپ اور گرمی کی وجہ سے آپ نے فیصلہ فرمایا کہ سورج ڈھلے دہلی کی سیر کو نکلیں گے۔ البتہ ایک موٹر والے سے اسی وقت آمد و رفت کے بیس روپے طے کر لئے گئے۔

ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر آپ پانچ آدمی موٹر پر سوار ہوگئے۔ آدھ گھنٹے میں ہمایوں (۱۵۳۰۔۱۵۵۶ عیسوی) کے مقبرے پر پہنچے۔ یہ مقبرہ پرانی عمارتوں میں ایک ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔ گو اس پر مینار نہیں مگر روضہ بڑا عالیشان بنا ہوا ہے۔ ارد گرد شاہی خاندان کی مزاریں ہیں۔ باوجودیکہ عمارت کو تعمیر ہوئے صدہا سال منقضی ہو چکے ہیں۔ پھر بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ کوئی کاریگر ابھی عمارت مکمل کر کے باہر نکلا ہے۔ ہمایوں جیسا با کر و فر اور خاندان مغلیہ کا ایک جلیل القدر رکن نہایت کسمپرسی کی حالت میں صدہا من پتھروں کے نیچے مدفون ہے۔ سنگ مرمر اور سنگ موسیٰ کی جو افراط یہاں ہے وہ مقبرہ جہانگیر میں نہیں۔ عمارت گورنمنٹ کی حفاظت میں ہے اور مرمت ہوتی رہتی ہے۔ یہاں سے عبرت حاصل کرتے ہوئے آپ موٹر پر سوار ہو کر حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی (وفات ۱۳۲۴ عیسوی) کی بارگاہ کی طرف عازم ہوگئے۔ دس منٹ میں وہاں پہنچے۔ مزاور منتظر کھڑے تھے۔ پہلے سنگ مرمر کی مسجد میں نماز عصر ادا کی پھر ایک مزاور کو لے کر خواجہ صاحب کے مزار پر حاضر ہوئے۔ حسب توفیق نذر دی اور دعا مانگی۔ پھر ملک الشعراء خاقانی ہند حضرت امیر خسرو علیہ الرحمۃ (وفات ۱۳۲۴ء) کے مرقد انور پر گئے۔ وہاں طبیعت حد محظوظ ہوئی۔ امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کی قبر سے اب بھی مستانہ اور البیلی کیفیات ظاہر ہو رہی

Marfat.com

تھیں۔ نفحات المحبوب میں صاحبزادہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے جدامجد حضرت محبوب سبحانی خواجہ پیر سید غلام حیدر علی شاہ بادشاہ کے یہ ملفوظات پڑھے ہوئے تھے۔[1]

''ہنوز از قبر امیر خسرو صاحب جوش عشق و محبت چناں ظہور کند کہ زیارت کنندگان را تاثیر عشق مغلوب کند''۔

اور اب آپ نے اس تاثیر کو خود اپنے قلب میں محسوس کیا تھا۔ اس کے بعد ہمراہیوں کے ساتھ موٹر پر آپ خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہاں ایک بوڑھے میاں نے چرب زبانی سے کام لینا چاہا مگر آپ اپنی مرضی سے پہلے حضرت فخر الدین دہلوی (۱۷۱۷ء۔۱۷۸۵ء) کے مزار اقدس کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ انہی سے چشت اہل بہشت کا فیض پنجاب میں پھیلا تھا۔ اور ہوتے ہوتے اشعۂ انوار نبوت جلالپور شریف پہنچی تھیں۔ پھر حضرت قطب الہندؒ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ بارش ہو رہی تھی حضرت کی مزار پر شامیانہ تنا ہوا تھا۔ اور اس سے پانی ٹپک ٹپک کر نیچے گر رہا تھا۔ اللہ اللہ ابر رحمت کے چھینٹوں سے دربار معطر ہو رہا تھا۔ وہاں توفیق کے مطابق کچھ نذر کی اور سلاطین مغلیہ کی بنائی ہوئی دو مسجدوں کو دیکھا۔

اسکے بعد آپ قطب الدین صاحب کی لاٹ تشریف لے گئے۔ پہلے لوہے کی لاٹ دیکھی اور مسجد کے کھنڈرات ملاحظہ فرمائے۔ سلطان قطب الدین ایبک (۱۲۰۲۔۱۲۱۰ء) نے جو داغ بیل ڈالی تھی۔ افسوس کہ فلک نا ہنجار کی کج رفتاری نے اسے تمام نہ ہونے دیا۔ اور سلطانی ارادہ زمانہ کے منحوس ہاتھوں ملیامیٹ ہو گیا۔ صوفی منش سلطان شمس الدین التمش (۱۲۱۱۔۱۲۳۶ء) نے تکمیل کرنی چاہی مگر۔

''ما در چہ خیالیم و فلک در چہ خیال''

وہ بھی داغ حسرت لئے چل بسا۔ کھنڈرات میں صاحبزادہ صاحب قبلہ نے عجیب بات دیکھی۔ یہ آپ کی قوت مشاہدہ کی تیزی اور باریک بینی پر دلالت کرتی ہے۔ پتھروں کے اوپر آیات قرآنی کندہ تھیں۔ مگر بعض گرے ہوئے پتھروں کے پیچھے بتوں کی شکلیں کھدی ہوئی تھیں ایک واقف کار نے بتایا وہاں دراصل ایک بڑا بھاری بت خانہ تھا۔ اور لوہے کی لاٹ اسی مندر کا ... تھی۔ غیور قطب الدین ایبک نے اپنی جہانبانی، حکمرانی اور سب سے بڑھ کر اسلامی جرأت ... قائم رکھے کر اسی مندر[2] کو الٹا کر مسجد کی دیوار قائم کی اور رائے پتھورا کی قائم کردہ لاٹ مزید

---

[1] نفحات المحبوب صفحہ نمبر ۱۲۶ ملفوظات مجلس چہل و ہشتم۔ [2] انسائیکلو پیڈیا تاریخ عالم جلد اول کے صفحہ نمبر ۸۲ پر درج ہے۔

Marfat.com

مستحکم اور بلند کر کے اسے مسجد کا ایک مینار بنانا چاہا اور اسی مینار کے مقابل ایک اور مینار کی بنیاد ڈالی۔ لیکن ابھی اس کی ایک منزل بھی تیار نہیں ہوئی تھی کہ سلطان رہگرائے عالم جاودانی ہو گیا۔ اس کی تکمیل بعد میں سلطان شمس الدین التمش نے ۳۲-۱۲۳۱ عیسوی میں کرائی اور اپنے بزرگ اور پیشوا حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے اسم گرامی پر اس کا نام قطب صاحب کی لاٹ یا قطب مینار رکھا۔[1]

جس وقت صاحبزادہ صاحب قبلہ اپنے ساتھیوں کی معیت میں قطب صاحب کی لاٹ کے قریب پہنچے تو سورج غروب ہو چکا تھا اور تاریکی پھیل رہی تھی۔ دربان دروازہ بند کر کے جا رہا تھا۔ اس نے تاریکی، برسات اور سانپوں کا تذکرہ کر کے بہانے تراشے مگر آپ نے اسے انعام دینے کا وعدہ فرمایا اور وہ لالٹین روشن کر کے آپ کو اوپر لے گیا۔ پہلی منزل میں ہی دم پھولنے لگا۔ مگر آپ نے تکان کے احساس سے بے نیاز ہو کر اوپر چڑھنا جاری رکھا۔ زبان پر یہ شعر تھا۔

مشکلی نیست کہ آساں نشود   مرد باید کہ ہراساں نشود

آخر بہ ہزار دقت اور دشواری آپ اوپر پہنچے۔ وہاں نیچے نظر ڈالنے سے ڈر لگتا تھا لاٹ کی پانچ منزلیں ہیں۔ پہلی اور دوسری ہر ایک ۴۲، تیسری ۶۲، چوتھی کی ۷۸ اور پانچویں کی ۱۵۵ سیڑھیاں ہیں بالفاظ دیگر ۳۷۹ زینے طے کر کے لاٹ پر رسائی ہوتی ہے صاحبزادہ صاحب کے حساب کے مطابق چونکہ ایک زینہ 8.5 انچ بلند تھا اس لئے لاٹ کی اونچائی تقریباً 268.5 فٹ ہوئی۔ واپسی پر کسی قسم کی تھکاوٹ محسوس نہ ہوئی۔ سید ضامنؒ کے مقبرے کے پاس آپ نے نماز مغرب ادا کی۔ واپس اپنے مستقر پر پہنچے تو سخت تکان محسوس ہو رہی تھی۔ کھانے اور نماز عشاء سے فارغ ہو کر آپ سو رہے اس طرح کہ عمر بھر ایسی میٹھی نیند نہ سوئے ہوں گے۔

اگلی صبح یعنی ۶ شوال المکرم ۸ ستمبر دوشنبہ کو مرغ سحر نے خواب شیریں سے جگایا مولوی حکیم اللہ دین اور سید امیر حسین شاہ کو آپ نے بمبئی روانہ فرما دیا تا کہ وہاں ریلوے اسٹیشن سے اسباب چھڑائیں اور آگے جانے والے ہمراہیوں کو تسلی دیں۔ ہوٹل کے ملازم نے شاہی قلعہ میں داخلہ کے پاس لانے میں دیر کر دی اس لئے دس بجے تک احباب کی طرف خطوط نویسی ہوتی رہی۔

پہلے آپ ٹرام وے پر سوار ہو کر جامع مسجد پہنچے۔ دہلی کی جامع مسجد لاہور کی شاہی مسجد کے مقابلہ میں آپ کو بہت خوبصورت اور نئی نویلی نظر آئی۔ البتہ جامع مسجد لاہور کا صحن زیادہ وسیع ہے۔ آپ نے مسجد کا گوشہ گوشہ دیکھا۔ سنگ مرمر کا فرش اور اس پر سیاہ پتھر کی مصلیٰ نما لکیریں ...

---

[1] انسائیکلو پیڈیا جلد اول صفحہ نمبر ۸۳ تاریخ مشائخ چشت از خلیق احمد نظامی صفحہ نمبر ۱۵۰۔ صفحہ نمبر ۱۵۱۔

Marfat.com

خوشنما معلوم ہوتی تھیں۔ ۸۰۷ مصلّی شمار میں آئے۔ عمارت اور اس کے مینار دونوں شاہی مسجد لاہور سے زیادہ اونچے تھے۔ ان دنوں ایک شخص مینار سے جھانکتا ہوا گر پڑا تھا اس لئے اوپر جانے کی اجازت نہیں تھی۔ سقف میں قیمتی جھاڑ لٹک رہے تھے۔ لاہور کی شاہی مسجد بھی خوبصورتی میں کم نہیں تھی۔ مگر بے دین اور متعصب سکھوں کی دستبرد سے محفوظ نہ رہ سکی۔ اور انہوں نے مسجد کا فرش اُکھیڑ اُکھیڑ کر ساتھ ہی رنجیت سنگھ کی سمادھ قائم کی۔ دہلی کی مسجد چونکہ شاہانِ مغلیہ کے قبضہ تصرف سے نکل کر انگریزوں کے ہاتھ آئی اور انہوں نے قیمتاً مسلمانوں کے پاس فروخت کر دی۔ اسلئے یہ اصلی حالت پر قائم رہی۔ فرصت کی کمی کی وجہ سے آپ پیمائش نہ کر سکے ورنہ آپ کا ارادہ تھا کہ شائقین کی وسعت معلومات کی غرض سے ان مشہور عمارات کا مفصل حال لکھا جاتا۔

مسجد سے باہر آ کر آپ نے پاپیادہ خواجہ کلیم اللہ جہاں آبادی رحمۃ اللہ علیہ (۱۶۵۰ء۔ ۱۷۲۹ء) کے مزار اقدس پر شرف باریابی حاصل کیا۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ گنبد نیلگوں اور چرخ اخضری کے نیچے آرام فرما ہیں۔ جاڑے کی کڑکڑاتی سردی اور چلچلاتی دھوپ جناب ممدوح کو کبیدہ خاطر نہیں بناتی۔ شاید ظاہر بین خیال کریں کہ کسی کو جناب کے روضہ کی تعمیر کا خیال نہیں گذرا۔ اس لئے مزار مبارک گنبد سے خالی ہے۔ لیکن صاحبزادہ صاحب قبلہ تحریر فرماتے ہیں جہاں تک ان کے ادراک کی رسائی ہے آپ اس نتیجہ پر پہنچے کہ خواجہ صاحب فانی فی اللہ اور باقی باللہ کے مدارج پر پہنچے ہوئے تھے۔ اگر جسم خاکی زمین پر بلا زیب و زینت رہا تو کیا ہوا۔ ان کی ذات تو خدا کی ذات میں گم ہوگی۔ اس لئے روضہ کا تعمیر نہ ہونا کوئی معنیٰ نہیں رکھتا۔ علاوہ ازیں اگر بہ نظر انصاف دیکھا جائے تو ہمایوں اور جہانگیر کے مقبروں پر اُلّو بولتے ہیں۔ اور یہاں جو زائر آتا ہے سرِ نیاز خم کر کے دست بستہ فاتحہ پڑھتا ہے۔ پھر ان میں سے افضل کون ہوا؟

ما بروں را ننگریم و قال را　　　　ما دروں را بنگریم و حال را

وہاں صرف سیاح وارد ہوتے ہیں۔ اور لچے شہدے بھی جاتے ہیں مگر یہاں زائر لوگ حاضر ہوتے ہیں۔ اور وہی اندر آنے کی جرأت کر سکتے ہیں جو عقیدت مندی اور اخلاص رکھتے ہوں یہ ان کے مالک تھے اور اب بھی ہیں۔ اور وہ بیچارے پندروزہ حکومت کر کے ختم ہو گئے۔ یہ الفاظ تحریر فرما کر قبلہ صاحبزادہ صاحب نے غریب نواز خواجہ محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات کا ذکر کیا ہے۔ حضور نے فرمایا تھا کہ بادشاہ کے ماتھے، عالم کی زبان اور فقیر کے دل پر اسم اعظم

۱۔ کر صبیب صفحہ نمبر ۲۴۴

Marfat.com

کندہ ہوتا ہے۔ بادشاہ اور عالم مرتے ہیں تو اسم اعظم بھی ساتھ ہی مدفون ہو جاتا ہے۔ بخلاف اہل اللہ کے جو زندہ جاوید ہیں اور ان کا دل اسم اعظم کے نور سے ہمیشہ جگمگاتا رہتا ہے۔ وللہ درمن قال ۔

زندہ جاوید ہیں تیغ محبت کے قتیل

یہ شرر ٹھنڈے نہ ہوں گے بجھ کے تا روزِ شمار

خواجہ صاحب کے مزار کی زیارت سے آنکھوں کو نور اور دل کو سرور پہنچاتے آپ قلعہ کی طرف روانہ ہو گئے مگر قلعہ بند ہو چکا تھا اور محافظ نے چار بجے کھلنے کا وقت بتایا آپ کو افسوس رہا کہ جامعہ مسجد سے پہلے قلعہ دیکھتے تو وقت بچ جاتا۔ اسلئے نماز ظہر سے فارغ ہو کر آپ پھر ہوٹل سے لال قلعہ دیکھنے کیلئے تشریف لے گئے اور بھی بہت سے نووارد سیاح آئے ہوئے تھے۔ ایک گائیڈ نے راہنمائی کا کام انجام دیا۔ آپ فرماتے ہیں قلعہ کی اندرونی حالت بہت سی اصلاح طلب تھی۔ گورہ پلٹن کی بارکیں شاہی عمارت کے سامنے نہایت بھدی اور بے محل معلوم ہوتی تھیں۔ پہلے آپ دیوان عام میں گئے سنگ مرمر کی جو افراط وہاں دیکھنے میں آئی اسکی نظیر نہیں چھت پر، دیواروں پر سنہری نقاشی ہے۔ جابجا پانی کی نہریں بنی ہوئی نظر آتی ہیں اور فوارے دکھائی دیتے ہیں لیکن افسوس کہ پانی کا نشان تک نہ تھا۔ ایک دیوار پر جلی حروف سے لکھا ہوا نظر پڑا۔

اگر فردوس بر روئے زمیں است

ہمیں است وہمیں است

صاحبزادہ صاحب قبلہ تحریر فرماتے ہیں کہ یہ شعر اس وقت تو مناسب حال ہوگا۔ اب فردوس تو بجائے خود وہاں ہُو کا عالم ہے۔ اور سنسان مقام۔ ایک سیپ کی جالی دیکھی جس کے پیچھے بیگمات بیٹھ کر دربار کا معائنہ کرتی تھیں۔ اس پر لکھا ہوا تھا کہ پچاس لاکھ روپے کی لاگت سے تیار ہوئی ہے۔ مکان کے اندر دیواروں پر جواہرات لگے ہوئے تھے۔ جس وقت شمع روشن کی جاتی تھی تو سارے جواہرات جگمگ کر اٹھتے تھے۔ گائڈ نے بتایا کہ جس وقت شاہی بیگمات اس کے اندر بیٹھتی تھیں تو جواہرات کی چمک ان کے قیمتی کپڑوں اور زیورات پر پڑتی تھی۔ اور عجب شعاعیں پیدا ہوتی تھیں۔ حضور صاحبزادہ صاحب نے بھی بعض ٹکڑے دیکھے جو باقی تھے۔ ایک شخص نے دیاسلائی روشن کی اور مکان میں جواہرات کی چمک صریح نظر آنے لگی۔

پھر آپ شاہی حمام میں گئے۔ تین منزلیں ہیں۔ پہلی منزل میں سرد پانی ہوتا تھا۔ دوسری میں شیر گرم اور تیسری میں خاصہ گرم۔ مکانوں میں بھی علی ہٰذا القیاس بہت تفاوت تھا۔

Marfat.com

منزل میں ساتھ ہی ایک تخت پوش رکھا ہوا تھا جس پر شاہان مغلیہ نماز ادا کرتے تھے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ جہاں انہوں نے (فضول) عمارتوں اور ناپائیدار یادگاروں پر بے دریغ روپیہ خرچ کیا اور مال لٹایا وہاں مذہبی فرائض کی ادائیگی میں بھی کوتاہی نہ کی۔ کسی زمانے میں عمارت کے نیچے دریائے جمنا کا گذر تھا۔ مگر اب دو تین کوس دور چلا گیا ہے اور نیچے خندق نظر آتی ہے۔ کئی ایک جھروکے ہیں جہاں سے بادشاہ جھانک کر رعایا کی معروضات سنتے تھے۔ عمارت کو بنے صدہا سال گذرے مگر ابھی تک۔

''آثار پدید ست صنادید عجم را''

قلعہ کی استواری، ناقابل تسخیر دیواریں، شاہی عمارتیں، ایک دفعہ انسان دیکھ کر مرعوب ہو جاتا ہے مگر یہ سب کچھ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

''شنیدہ کے بود مانند دیدہ''

بعدہٗ حضور صاحبزادہ صاحب نے موتی مسجد میں فریضہ عصر ادا کیا۔ نام کی موتی مسجد تھی۔ جتنے لعل و جواہرات تھے وہ انگریزوں نے اُکھیڑ لئے تھے۔ بعض ٹوٹے پھوٹے ٹکڑے اس وقت باقی تھے اور اپنی چمک دمک سے آنکھوں کو خیرہ کرتے تھے۔ مسجد باہر کی طرف سے تو اور مکانات کے مشابہ ہے لیکن اندر کی طرف سے اس میں بڑا سا خم پڑا ہوا ہے۔ باہر تو خوبصورت عمارات کی ہم آہنگی اور یک رنگی کو ملحوظ رکھ کر سیدھی دیوار قائم کر دی گئی ہے مگر اندر سے قبلہ کی سمت ٹیڑھا پن دیا گیا ہے۔ اسکے بعد عجائب گھر میں گئے وہاں بہت سے بادشاہوں کی تصویریں ہیں اور ساتھ ہی روحانی حکمرانوں یعنی اہل اللہ مثلاً خواجہ اجمیری، خواجہ قطب الدین، خواجہ فرید شکر گنج اور خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی رحمہم اللہ علیہ اجمعین کی تصاویر دیکھنے میں آئیں لیکن سب خود ساختہ ہیں۔ حقیقت سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ پرانی طرز کا اسلحہ بھی الماریوں میں رکھا ہوا تھا۔ مرورِ زمانہ نے اسے نقصان نہیں پہنچایا۔ یہی معلوم ہوتا ہے کہ اب سانچے سے تیار ہو کر نکلا ہے۔ زرہ بکتر، خود،

۱۔ راقم نے لال قلعہ ۱۹۶۴ء میں دیکھا۔ آرائش جمال کے لیے حمام کا جو عطر بیز کمرہ مخصوص تھا۔ اس کے دروازے پر مندرجہ ذیل شعر اس طرح اندر کی طرف درج ہے کہ بادشاہ بن سنور کر نکلتے تھے۔ تو نگاہ از خود اس پر پڑتی تھی۔

عزم سفر مغرب و رو و در مشرق ای راہرو پشت بہ منزل مشدار

علاوہ بریں کہتے ہیں کہ جس روز شاہجہان پہلی دفعہ تخت طاؤس پر جلوہ افروز ہوا تو تقریر کی کہ جب کبھی بادشاہوں کو اس قدر جلالت و منزلت حاصل ہوئی۔ انہوں نے خدائی دعویٰ کیا ہے۔ یہ سن کر حاضرین دربار سمجھے کہ شاہ جہان بھی اب فراعنہ اور نماردہ میں داخل ہونا چاہتا ہے۔ مگر اس نے کہا آپ سب گواہ رہیں کہ اس جلالت شان کے باوجود میں خدا کا عاجز بندہ ہوں۔ یہ کہا اور اس کے سامنے سر بسجود ہو گیا۔ اور اپنی عبودیت کا علی رؤس الاشہاد اعلان کیا۔

Marfat.com

ڈھالیں، تلواریں بکثرت تھیں۔ کچھ پرانے سکے بھی تھے۔ وہاں سے نکل کر آپ دیوان خاص میں تشریف لے گئے۔ یہ عمارت دیوان عام کی طرح وسیع نہیں مگر خوشنما زیادہ ہے۔ تخت کے رکھنے کی جگہ اب تک قائم ہے۔ بہت اونچا چبوترہ بنا ہوا ہے۔

تخت گاہ کے سامنے میزان لٹک رہا تھا۔ اور عدل کی طرف اشارہ کرتا تھا۔ بادشاہ ضرور معدلت گستر تھے مگر قبلہ صاحبزادہ صاحب فرماتے ہیں ان کے دل نے اس وقت یہی کہا۔

تو بشنوی نالہ دادخواہ   بہ کیواں برت کلّہ خوابگاہ

انہی فضول خرچیوں، عیاشیوں، رنگ رلیوں نے تو سلطنت مغلیہ کے تناور درخت کو بیخ و بن سے اکھیڑ دیا۔ انّ اللہ لایغیّر مابقوم حتّٰی یغیّر وا ما بانفسھم۔ گو جہاں انہوں نے اپنے محلات اور قلعوں کی تعمیر میں روپیہ پانی کی طرح بہادیا۔ وہاں مسجدوں کی عمارتیں بھی عالیشان تیار کرائیں۔ مگر یہ سب کچھ اسراف تھا، فضول خرچی تھی۔ اسلام کی سطوت مسجدوں کے میناروں سے ظاہر نہیں ہوتی رسول خدا بانی امت ﷺ کے زمانہ میں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حکومت میں کونسی گنبد والی مسجد تیار ہوئی۔ لیکن اسلام کا جو رعب، جو اقتدار، جو ہیبت اس وقت تھی اب باوجودیکہ بڑے بڑے شہروں میں مساجد کے سربفلک مینار نظر آتے ہیں اور بڑے بڑے مشہور جہاندیدہ سیاح بھی دیکھ انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں مگر جو اسلام کا حال ہے وہ محتاج تشریح و بیان نہیں۔ خیر۔

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

ان بیچاروں نے شاید یہ سمجھ رکھا ہوگا کہ ہم ابدالآباد تک دنیا پر حکومت کریں گے۔ جس کی وجہ سے انہوں نے ایسی ایسی مستحکم عمارتیں تعمیر کرائیں۔ مگر:

"اینماتکونوا یدرککم الموت ولو کنتم فی بروج مشیدۃ"

آخر اپنے ارادے دل میں لئے ہوئے اپنی آرزوئیں خاک میں ملتی دیکھ کر چل بسے۔

گیا حسن خوبانِ دل خواہ کا

رہے گا سدا نام اللہ کا

عبرت اور حسرت دل میں لئے ہوئے صاحبزادہ صاحب اپنے ہوٹل میں تشریف لائے ہوٹل کے دلفریب منظر سے آپ بڑے متاثر تھے۔ یہ دہلی کے مشہور بارونق اور خوبصورت بازار چاندنی چوک کے درمیان تھا۔ رات کو نو بجے اجمیر شریف کی طرف میل ٹرین نے جانا تھا۔ آپ سباب باندھ کر اسٹیشن پر تشریف لے گئے۔ وہاں سے راجہ محمد اکرم خان بادل ناخواستہ رخص

Marfat.com

ہوئے۔ان کی چھٹی ختم ہوگئی تھی۔ ورنہ بمبئی تک ساتھ چلنے کا ارادہ تھا۔ چھوٹی لائن، تنگ گاڑی اور درجہ دوم کے مسافروں کی کثرت کے باعث آپ کو ابتدائے سفر میں تکلیف ہوئی۔ لیکن دو ایک آدمیوں کے اترنے کی وجہ سے جگہ مل گئی۔اور خوب مزے کی نیند آئی۔

جے پور میں ورود

صبح بیدار ہوئے تو مٹی سے سارا بچھونا بھرا پڑا تھا۔آنکھیں گرد آلود ہو رہی تھی۔ نماز کے وقت گاڑی جے پور پہنچی۔ بعض شائقین کے اصرار پر آپ وہاں اُتر پڑے۔ فریضہ صبح ادا کرنے کے بعد گاڑیوں پر شہر تشریف لے گئے۔ پہلے رام باغ دیکھا۔ مصنوعی شملہ کی سیر کی۔ ساون بھادوں واقعی اسم با مسمّٰی تھے۔ درختوں اور بیلوں کے اوپر فوارے لٹک رہے تھے۔ ایک کے کھولنے سے سب رواں ہو جاتے تھے۔اور مصنوعی مینہہ برسنے لگ جاتا تھا۔ باغبان نے آپ کو فواروں کا لطف دکھایا۔ وہاں سے آپ عجائب گھر تشریف لے گئے۔اس کی عمارت بہت بلند، نہایت خوبصورت اور قیمتی ہے۔ سنگ مرمر کا فرش لگا ہوا ہے۔ چار پانچ منزلیں ہیں۔ نیچے کی تین منزلوں میں دنیا کے عجائبات شیشے کی الماریوں میں قرینے سے رکھے ہوئے تھے۔ بالائی دو حصے تفرج گاہ کا کام دیتے تھے۔ جے پور کا عجائب گھر ہندوستان بھر میں بے نظیر مانا گیا ہے۔اور واقعی جو جو عجائبات اور نایاب اشیاء وہاں دیکھنے میں آئیں ان کا عشرِ عشیر بھی لاہور کے عجائب خانے میں نہیں تھا۔ خصوصاً جے پور کی تیار شدہ تصویریں اور برتن بہت ہی قابل قدر تھے۔ پیتل کے برتنوں پر نقاشی کا کام بہت ہی قابل تعریف تھا۔ جے پور والوں کی صناعی اور کاریگری کا سکہ تمام دیکھنے والوں کے دل پر بیٹھ گیا۔ ایک بات نقص والی بھی دیکھنے میں آئی۔ کوئی کمرہ کوئی الماری خالی نہ تھی۔ جس میں جاندار چیزوں کی تصویریں نہ رکھی ہوں۔ گویا عجائب خانہ دراصل بت خانہ تھا۔ عقل و شعور سے خالی بت پرست لوگ صراط مستقیم سے بھٹک کر فانی اصنام اور خداوند تعالیٰ کی ذات مقدس میں امتیاز نہیں کر سکتے۔ وہاں سے آپ چڑیا گھر تشریف لے گئے جو عجائب گھر کے ساتھ اسی باغ میں واقع تھا۔ یہ بھی لاہور کے چڑیا گھر سے بہت اچھا تھا۔ طرح طرح کے جانور پالے گئے تھے لاہور میں کوئی شیر نہ تھا۔ جے پور میں چھ سات مختلف الالوان شیر محبوس تھے۔ قسم قسم کی چڑیاں اور ملک ملک کے بندر قلابازیاں کرتے ہوئے دکھائی دیتے تھے اور بھی بہت سے جانور تھے۔ مگر آپ ایک سرسری نظر ڈال کر شہر کو چل دیئے۔

جے پور کا شہر سارے ہندوستان میں خوبصورت مشہور ہے۔ بازار صاف ستھرے اور فراخ ہیں بازاروں میں ایسی کوئی چیز پکانے کا حکم نہیں جس سے دھواں اُٹھے۔ صفائی کا انتظام اعلیٰ درجہ

Marfat.com

کا ہوتا ہے۔ سب سے بڑھ کر آپ بازاروں کی یک رنگی سے محوِ حیرت ہوئے۔ جو بازار سرخ پتھر کا بنا ہوا تھا وہ اخیر تک اسی رنگ کا چلا گیا ہے۔ اور جو سفید تھا وہ منتہا تک سفید، ہائی کورٹ اور چیف کالج کی عالیشان عمارتیں دیکھنے میں آئیں۔ دکانیں بھی بڑے قرینے سے سجی ہوئیں تھیں۔ لیکن لوگ بدشکل اور گنوار تھے۔ ان کو دیکھ کر افسوس ہوا اور زبان پر یہ شعر آ گیا ۔

حلوا گدھوں کو دیجئے لوزینہ گاؤ کو

اور بین جا کے بھینس کے آگے بجایئے

خصوصاً ان کا طرز تکلم، طریق معاشرت اور لباس نہایت نفرت انگیز تھا۔ خدا کی قدرت بقول سعدیؒ ۔

اگر روزی بدانش برفزودے زناداں تنگ تر روزی نبودے

بناداں آنچناں روزی رساند کہ دانا اندراں حیراں بماند

شاہی محلات کو دیکھنے کا شوق تھا۔ لیکن گاڑی کا وقت قریب تھا۔ آپ اسٹیشن پر تشریف لے گئے۔

اجمیر شریف تک آپ کا سفر بآرام رہا۔ اگرچہ اٹالین کمپنی بمبئی سے پورٹ سعید جانے والے سٹیمر پر نشستوں کے لئے خط و کتابت ہو چکی تھی مگر چونکہ آپ کا ارادہ تھا کہ پہلے مدینہ منورہ علیٰ صاحبھا الف الف تحیاۃ کی زیارت سے مشرف ہو کر فریضہ حج کی ادائیگی کے وقت مکہ معظمہ پہنچ جائیں۔ جے پور سے آپ نے کمپنی کو ایک تاکیدی تار روانہ فرمادیا کہ دو سیکنڈ کلاس اور دس تھرڈ کلاس سیٹیں خالی رکھیں۔ رستہ میں شراب سے مخمور ایک کرانی آپ کے مقابل سیٹ پر آ بیٹھا۔ اگلے اسٹیشن سے وہ ایک عیسائی عورت کو بھی لے آیا۔ اور دونوں باہم فحش باتیں کرنے لگے۔ آپ کی طبیعت سخت گھبرائی۔ تار کھینچنے کا خیال تھا مگر مستری فضل دین نے کہا اگلے سٹیشن پر گارڈ کو کہیں گے۔ مگر خدا کے فضل سے اگلے سٹیشن پر وہ دونوں اتر گئے۔ آپ عیسائی تہذیب کے اس مظاہرہ سے سخت متنفر ہوئے۔ اجمیر شریف کے سٹیشن پر دو بزرگ صورت مزاوروں نے اپنی غیب دانی، طلاقت لسانی، شیریں زبانی اور درفشانی سے آپ کو مطیع و منقاد کرنا چاہا، کسی ہم سفر یا آپ کے پیشرو ساتھیوں سے انہوں نے آپ کا حلیہ مبارک، حضرت خواجہ محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی اور سیال شریف کا ذکر معلوم کر لیا تھا۔ مگر آپ ان کے ہتھکنڈوں میں نہ آئے۔ انہیں باہم دست و گریبان چھوڑا اور دو قلیوں پر اسباب اور ساتھیوں کے لے کر آپ اسلامیہ ہوٹل کو چل دیئے۔ دیر ہو رہی تھی۔ نماز عشاء باجماعت ادا فرمائی۔ اور روضہ اقدس پر صبح حاضری کا ارادہ

Marfat.com

کر سوز ہے۔

خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری

صبح نماز ادا کر کے آپ خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے مرقد انور پر حاضر ہونے کے لئے تیار ہوئے۔ رات والا ایک مزاور آ گیا آپ کے استفسار فرمانے پر اس نے بتایا کہ مزاوروں کے گیارہ سو گھر خانہ شماری میں آئے ہیں جو سب خواجہ غریب نواز کی خیرات کھاتے ہیں اور خوشحال ہیں بہت سی جاگیر ہے۔ نواب، مہاراجے بلا امتیاز ہندو مسلم سب خواجہ صاحب کی درگاہ پر حاضر ہو کر بڑی مقدار میں نذریں دیتے ہیں۔ بعض مزاور ملٹری اور سول کے اچھے اچھے عہدوں پر ممتاز ہیں۔ تاہم وہ اپنا حصہ برابر لیتے ہیں۔ آخر آپ مزاور صاحب کے ہمراہ گلیوں میں سے گذرتے درگاہ پر پہنچے عمارت کی علو شان کا کیا کہنا۔ بڑے بڑے متمرّد اور سرکش وہاں پہنچ کر خدائی رعب سے سر نیاز خم کر دیتے ہیں۔ پہلے آپ مزاور صاحب کے کہنے پر ایک سجادہ نشین کی خدمت میں بیٹھے۔ انہوں نے آپ کے سفر کے لئے دعا خیر کی۔ پھر آپ نے ایک حاشیہ نشین کے کہنے پر روضہ اقدس کی نذران کے آگے پیش کی۔ اس کے بعد آپ بلا اجازت ہی اُٹھ کر روضہ شریف کے اندر داخل ہوئے۔ ہندوستان کے بدر منیر، اسلام کے معین، دین کے مجدّد، خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ سبز چادر تانے میٹھی نیند سو رہے تھے۔ مزار سے انوار و تجلیات کا ظہور تھا۔ اور یہی معلوم ہوتا تھا کہ سارا مکان نور سے بھرا ہوا ہے۔ ایسا لطف اور سرور پیدا ہوا کہ ؎

ذوقِ ایں مے نشاسی بخدا تا نہ چشی

فاتحہ کے بعد استدعا کی۔ بہت سے آدمی خواجہ غریبنوازؒ کی روح اطہر سے استمداد کے لئے جالی کے اندر ہاتھ پھیلائے ہوئے تھے۔ اور مطالب کی براری اور حوائج کے پورا ہونے کے لئے التجا کر رہے تھے۔ باہر قوالوں نے غزل خوانی شروع کی ہوئی تھی۔ صاحبزادہ صاحب کی طبیعت میں از حد انشراح اور روح کو انبساط ہوا۔ قبر بوسی کے بعد آپ باہر آئے۔ ایک مزاور نے طواف کے لئے کہا آپ نے فرمایا قسمت میں ہے تو کعبۃ اللہ کا طواف جا کریں گے۔ حسب توفیق مسکین اور مستحقین اشخاص میں خیرات بانٹ کر اور خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چشمہ، سنگ مرمر کی مسجد، مجلس خانہ اور خواجہ اجمیری کی مشہور دیگوں کو دیکھتے ہوئے آپ اپنے ہوٹل پر مراجعت فرما ہوئے۔ مزاور کو حق الخدمت عطا فرمایا اور اسٹیشن پر پہنچ کر بوقت نو بجے صبح گاڑی پر سوار ہو گئے۔

بمبئی میں چند روزہ قیام

احمد آباد گجرات سے ہوتے ہوئے اگلی صبح آپ بمبئی پہنچے۔ وہاں آپ حاجی نور شاہ صاحب

Marfat.com

ہمدانی مالک کارخانہ خضاب لاجواب کے ہاں قیام پذیر ہوئے۔ جو دور سے آپ کے رشتہ دار تھے۔ مرید نہیں تھے۔ انہوں نے مہمانی کا وہ حق ادا کیا جو مدت العمر یاد رہا۔ ان کا اخلاص اور برتاؤ مریدوں سے بھی کہیں بڑھ چڑھ کر تھا۔ آپ وہاں پنجشنبہ ۹ شوال ۱۳۳۱ھ بمطابق ۱۱ ستمبر ۱۹۱۳ء کو وارد ہوئے اور چہار شنبہ ۱۵ شوال ۱۳۳۱ھ بمطابق ۱۷ ستمبر ۱۹۱۳ء تک قیام فرما رہے۔ بمبئی جیسے شہر میں بارہ تیرہ آدمیوں کو چھ سات روز تک مہمان رکھنا، وسیع اور ہوادار مکان میں ٹھہرانا اور پر تکلف دعوتوں کا اہتمام کرنا ہر ایک کا کام نہیں۔ شاہ صاحب آپ کو اپنا انتظام کرنے ہی نہ دیتے تھے۔ دلی تپاک سے انہوں نے آپ کو اپنا گرویدہ بنالیا۔ آپ ان کے بڑے ممنون ہوئے اور زیر بار احسان۔ آپ نے دعا فرمائی ۔

حماک الله عن شرّ النوائب

جزاک الله فی الدارین خیراً

حدیث نبوی:۔ من لم یشکر الناس لم یشکر الله۔ اس حدیث پاک پر صاحبزادہ صاحب قبلہ عمل پیرا نہ ہوتے تو اور کون ہوتا۔

شاہ صاحب موصوف کا مکان جے۔ جے ہسپتال کے پاس تھا۔ بمبئی میں مکانات دو منزلہ، سہ منزلہ، بلکہ ہفت منزلہ بنائے جاتے ہیں۔ شاہ صاحب کا مکان پانچ منزلہ تھا حضور کو شاہ صاحب نے تیسری منزل پر جگہ دی۔ آپ کے گمشدہ ہمراہی بھی وہاں مل گئے تھے۔ اور ملک محمد الدین ایڈیٹر "صوفی" بھی ۱۳ ستمبر کو آملے جو لاہور سے واپس چلے گئے تھے۔ اور اب پوری تیاری کیساتھ آئے تھے۔ مکان پر سے نیچے ٹراموے کا جنکشن نظر آتا تھا۔ چاروں طرف سڑکیں گذرتی تھیں۔ اور صبح پانچ بجے سے لے کر رات کے بارہ بجے تک وہ رونق، وہ آمد و رفت، لوگوں کی چیخ پکار اور گاڑیوں اور ٹراموے کی کھڑکھڑاہٹ رہتی تھی کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ قبلہ صاحبزادہ صاحب کے لئے عظیم شہروں کا یہ پہلا تجربہ تھا۔ مگر جس طرح اب تک سفر کے دوران میں آپ کے ذہن رسا نے ہر نئی چیز کا جائزہ بڑی دقت نظر سے لیا تھا اور تغیر پذیر ماحول پر آپ کے شخصی تاثرات بڑی سرعت سے غالب آئے تھے۔ اب بھی اسی طرح ہوا۔ مکان کی تیسری منزل سے آپ ارد گرد کے مناظر کو بڑی دلچسپی سے دیکھا کرتے تھے۔ خصوصاً رات کے وقت بجلی کی روشنی عجیب بہار آفریں معلوم ہوتی تھی۔ شاہ صاحب اپنی فٹن پر آپ کو سیر کراتے، اپنے احباب سے ملاقاتیں کراتے اور ضیافتوں میں لے جاتے تھے۔ ایک دن آپ بمبئی سے بیس بائیس میل کے فاصلے پر اسٹیشن بلاڈ کے قریب اپنے بنگلہ پر لے گئے۔ جہاں شاہ صاحب عیال

Marfat.com

اطفال سمیت موسم گرما بسر کیا کرتے تھے۔ اسٹیشن کے نزدیک ہی ان کا ہمدانی باغ موجود تھا۔ باغ تو معمولی تھا۔ مگر مکان بہت عمدہ تھا۔ دو منزلیں تھیں۔ نہایت صاف اور بمبئی کے تنگ تاریک مکانات کے مقابلہ میں اچھی وسیع اور ہوادار! ایک دن شاہ صاحب حضور کو دعوت پر اپنے ایک دوست خواجہ اسمٰعیل کے ہاں لے گئے۔ جہاں خواجہ قوم کے ایک معزز فرد سلیمان بیرسٹر کو الوداعی پارٹی دی جارہی تھی۔ سلیمان حج پر جارہا تھا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ خواجہ قوم میں سے کوئی آدمی اس عمر میں حج کو چلا ہو۔ اس سے آپ نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ جہاں بمبئی کے باشندے تموّل میں بڑھے ہوئے ہیں وہاں بے دینی اور فرائض کی عدم ادائیگی میں بھی ممتاز ہیں۔ میمن اور خواجہ قوم کے کوئی تین چار سو معزز افراد شامل ہوئے۔ اکثر بے دین دکھائی دیتے تھے۔ البتہ بعض میمن صاحبان کی لمبی داڑھیاں دیکھ کر ان کے متعلق دل میں نیک گمان گزرتا تھا۔ ورنہ اصل حال تو عالم الغیب جانتا تھا۔ کھانا بہت ہی پرتکلف تھا۔ ایک وقت کا کھانا آپ نے خواجہ فضل کریم ساکن پنڈدادنخان کی دعوت پر ان کے مکان پر جا کھایا۔

بمبئی میں آپ کو چھ سات روز اس لئے گذارنے پڑے کیونکہ سٹیمروں پر نشستیں حاصل کرنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں تھا۔ حضور کے ایک معتقد عبداللہ میاں کھنڈرانی کا جہاز لاوا ۱۳ ستمبر کو جدہ روانہ ہو رہا تھا۔ کرایہ بھی معمولی تھا۔ کفایت شعاروں نے آپ کو ترغیب بھی دی۔ مگر آپ پورٹ سعید اور شام کے رستے پہلے مدینہ منورہ جانا چاہتے تھے۔ اس جہاز کے ذریعے آپ کا ارادہ پورا نہیں ہوتا تھا۔ آپ نے نادار اور کم خرچ ہمراہیوں کو اس پر بھیج دیا۔ اور اپنے لئے ایسے جہازوں کی تلاش شروع کردی جو پورٹ سعید جاتے تھے۔ جدہ کی نسبت یہ راستہ قابل ترجیح تھا۔ حاجیوں کے مخصوص جہازوں پر لوگوں کو بھوسہ کی طرح ٹھونس ٹھونس کر بھرا جاتا تھا۔ اس لئے ان دنوں عموماً آرام پسند اور متوسط طبقہ کے مسافرانِ حجاز پورٹ سعید کا آرام دہ سفر اختیار کیا کرتے تھے۔ دو روز اس لئے دیر ہوگئی کہ پارسیوں کا تہوار تھا اور سب دفاتر بند تھے۔ اٹالین کمپنی کا سٹیمر آپ کو نہ مل سکا۔ کیونکہ اس میں صرف درجہ دوم کی نشستیں خالی تھیں۔ درجہ سوم کی کوئی نشست خالی نہیں تھی۔ آخر کار سورت کے رہنے والے ایک دلاّل سیدو نے پانچ روپے فی ٹکٹ دلالی لے کر آپ کو انکر لائن کے اولمپیا نامی جہاز پر دس ٹکٹ لے دیئے۔ جس نے ۱۷ ستمبر کو روانہ ہونا تھا۔

دلاّل اور حاجی

دلالوں کی وجہ سے آپ کو بڑا تلخ تجربہ ہوا بمبئی میں حاجی کا لفظ نہایت حقارت سے پکارا

Marfat.com

جاتا تھا۔ اور ہر ایک چاہتا تھا کہ اماکن مقدسہ اور حرمین شریفین کے زائروں کی کھال تک اتار لی جائے۔ دوکاندار حاجی کو اس طرح طمع آلود نگاہوں سے دیکھتے تھے کہ نام پڑتے ہی چار آنے کی چیز کی قیمت بڑھا کر ایک روپیہ کر دیتے تھے۔ دلال تو بالکل قصاب تھے جو بے چارے حاجیوں کا گوشت کاٹ کاٹ کر کھا رہے تھے۔ کئی ایک سادہ لوح اپنی ساری پونجی دلالوں کی بھینٹ چڑھا دیتے تھے۔ مکہ معظمہ کے معلموں کے یہ لوگ سگے بھائی تھے۔ محافظ حجاج کی بھی دلالوں سے ساز باز نظر آتی تھی۔ ایک دلال محبوب علی نامی نے آپ کی طرف سے مایوس ہو کر پولیس کو اطلاع کر دی۔ اسلئے پولیس کا ایک سپاہی ایک دلال کو پکڑ کر آپ کے ہمراہیوں کے پاس لے آیا۔ اور پوچھا کہ کیا اسی نے آپ کو پورٹ سعید کا ٹکٹ لے دیا ہے۔ جب کہ جہاز کو جدہ کے بغیر اور کسی رستہ سے جانے کی اجازت نہیں۔ آپ کو نہایت فکر اور تردد لاحق ہوا کہ کہیں رنگ میں بھنگ نہ پڑ جائے۔ مگر بحمداللہ وہ آپ کا دلال نہیں تھا۔ اس لئے آپ کے ہمراہیوں نے کہا یہ ہمارا دلال نہیں اور بلا ٹل گئی۔ آپ نے سفر نامہ لکھتے ہوئے اصلی غرض یہی مدنظر رکھی تھی کہ مسافرین حجاز کو ان تمام لوگوں کی عیاریوں سے آگاہ کیا جائے تاکہ وہ ان کے شر سے محفوظ رہ سکیں۔

قابل دید مقامات کی سیر

بحری جہاز کی ٹکٹوں کے لئے آتے جاتے یا ویسے فرصت کے اوقات میں حضور نے بمبئی کے قابل دید مقامات کو بھی دیکھا۔ حاجی نور شاہ کی فٹن پر بمبئی کے خوشنما بازاروں میں سے گذرتے ہوئے آپ بندر حاجی علی تشریف لے گئے اور سمندر کا منظر دیکھا۔ اور بھی بہت سے شائقین سیر و تفریح میں مشغول تھے۔ وہاں سمندر کے بیچ میں حاجی علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے۔ صدیوں سے یہ عمارت یونہی کھڑی ہے۔ سمندر کی موجوں کا تلاطم اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا اور پہنچائے بھی کیسے۔

اگر گیتی سراسر باد گیرد
چراغ مقبلاں ہرگز نمیرد

حاجی علی بندر سے واپس آتے ہوئے آپ کی فٹن ایک موٹر سے ٹکرا گئی۔ محافظ حقیقی نے حفاظت فرمائی۔ فٹن کا کوئی نقصان نہ ہوا۔ البتہ موٹر کا ایک پہیہ ٹوٹ کر الگ جا پڑا۔ اور یورپین اس پر موجود تھے نیچے کود پڑے۔ ۱۰ شوال بمطابق ۱۲ ستمبر جمعہ کی نماز کے لئے آپ ٹرام پر سوار ہو کر جامع مسجد بمبئی میں گئے۔ جو مارکیٹ کے قریب ہے۔ جمعہ پہلے ادا ہو چکا تھا نماز پڑھ کر آپ نے مسجد دیکھی۔ دو منزلہ عمارت تھی۔ اگرچہ دینداری کی طرف لوگوں کی کم توجہی اور

Marfat.com

رجحان کی شکایت عام تھی۔ لیکن بمبئی کے مسلمان مسجدوں کی آرائش اور زینت میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے۔ جامع مسجد کی وسیع اور عالیشان عمارت اپنی نظیر آپ ہے۔ گو اس میں وہ پائیداری اور شان ورفعت نہیں تھی جو شاہی مسجدوں میں دیکھنے میں آئی تاہم عوام الناس کی ہمت قابل داد تھی جنہوں نے کمال دریادلی سے روپیہ لگا کر ایسی بے نظیر عمارت بنائی۔ صاحبزادہ صاحب قبلہ کو بتایا گیا کہ ان دنوں مسجد کی ملحقہ دکانوں کی آمدنی بیس ہزار روپیہ ماہوار تھی اور مسجد فنڈ میں کئی لاکھ روپے جمع تھے۔

اسی روز یعنی ۱۲ ستمبر کو عصر کے وقت نور شاہ صاحب پہلے تو آپکو فٹن پر ایک پارسی بیرسٹر کے پاس لے گئے اور جہاز میں نشستوں کے حصول کے لئے اس سے گفت وشنید کی اور بعد میں ایک گراؤنڈ میں لے گئے۔ جہاں کرکٹ کا میچ ہورہا تھا۔ ہندو اور یورپین لوگوں کا مقابلہ تھا۔ اس سے ایک روز پہلے پارسیوں اور مسلمانوں کا میچ ہوا تھا اور مسلمان جیت گئے تھے۔ مسلمانوں نے اب فاتح ٹیم سے کھیلنا تھا۔ ہزارہا تماشابین میچ دیکھ رہے تھے۔ صدہا معززین کرسیوں پر متمکن تھے مختلف درجوں کے ٹکٹ تھے۔ دور دور تک جال تنا ہوا تھا۔ اس کے باہر بھی شائقین ہزاروں کی تعداد میں کھیل دیکھ رہے تھے۔ زیادہ تعداد انگریزوں اور پارسیوں کی تھی۔ کئی ایک شوقین اپنی اپنی موٹروں، فٹنوں، موٹر سائیکلوں اور سائیکلوں پر کھڑے تھے۔ آپ نے بھی چار منٹ فٹن ٹھہرائی اور پھر اپالو بندر پر چلے گئے۔ جہاں صدہا پارسی اور پارسنیں آزادانہ سیر وتفریح میں مصروف تھے اور بیسیوں فٹنیں اور موٹریں کھڑی تھیں۔ سمندر کا نظارہ قابل دید تھا۔ جس طرف نگاہ جاتی تھی پانی ہی پانی نظر آتا تھا۔ گھاٹ بہت عمدہ بنا ہوا تھا۔ وہاں تھوڑی دیر سیر کر کے مغرب کی نماز آپ نے ایک فٹن کی آڑ میں ادا فرمائی۔ اور پھر شاہ صاحب کے اصرار پر تاج محل ہوٹل دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے۔ جو اپالو بندر کے ساتھ بنا ہوا تھا۔ ہوٹل کی سر بفلک عمارت قابل دید تھی اندر صدہا لوگ اکل وشرب میں مصروف تھے۔ جس میں زیادہ عنصر پارسیوں کا تھا۔ وہاں شاہ صاحب موصوف نے قبلہ صاحبزادہ صاحب کو بھی کلفی ملائی کھلائی۔ ہوٹل کا انتظام بہت عمدہ تھا۔ بجلی کی روشنی نہایت دلفریب تھی۔ ملازم چست وچالاک تھے۔ لیکن ہر طبقہ کا وہاں گذر نہیں تھا۔ متوسط افراد اور بالخصوص مسلمانوں کے لئے شاہ جہان ہوٹل بہتر تھا۔ کیونکہ کرایہ دس روپے کمرہ کی بجائے چار روپے یومیہ تھا۔ باقی اخراجات بھی کم تھے۔ اور ملازم سب کے سب مسلمان تھے۔

آپ نے مشہور اخبار ٹائمز آف انڈیا کا دفتر دیکھا۔ ہزارہا کمپازیٹر (الفاظ اور عبارات کو ترتیب دینے والے) اخبار ٹائپ کر رہے تھے۔ اور ہر طرف انواع واقسام کی مشینیں دکھائی دیتی

Marfat.com

تھیں۔آپ نے گھڑیوں کے مشہور کارخانہ ویسٹ اینڈ واچ (West End Watch) کی بھی سیر کی۔یعنی بمبئی کا شہر آپ کو دنیائے جدید اور اس کی ایجادات واختراعات سے متعارف کرا رہا تھا۔آپ گودی پر بھی گئے اور بڑے شوق سے سٹیمروں کو دیکھا۔ہمایوں، زنزل، لاوا، اولپمپیا وغیرہ کئی سٹیمر دیکھے۔کسی پر جرثقیل (کرین) کے ذریعے سامان لادا جارہا تھا۔کسی سے اتارا جارہا تھا۔اور کسی کو صاف کیا جارہا تھا۔اٹالین اور انکرلائن جہاز ران کمپنیوں کے دفتر دیکھے اور ان کا طریق کار معلوم کیا۔آپ نے بڑے اشتیاق سے ہندوستان کی دو مشہور ریلوں بی۔بی اینڈ سی۔آئی اور جی۔آئی۔پی کا مقام اتصال بھی دیکھا۔گویا نئے زمانہ کی ہماہمی اور اس کے حیرت انگیز امکانات آپ دیکھ رہے تھے۔اور دل ہی دل میں کچھ سوچ رہے تھے۔

آپ رانی باغ دیکھنے کے لئے بھی تشریف لے گئے جہاں عجائب خانہ اور چڑیا گھر میں کوئی خاص قابل ذکر بات نظر نہ آئی۔جے پور کے بینظیر عجائب خانہ اور ہندوستان بھر میں بے مثال چڑیا گھر کے سامنے اس کی کوئی وقعت نہ تھی۔دونوں بس لاہور کے عجائب خانے اور چڑیا گھر کے لگ بھگ تھے۔تاہم بعض شائقین انہیں نہایت اشتیاق سے دیکھ رہے تھے۔سچ ہے۔

حوران بہشتی را دوزخ بود اعراف

از دوزخیاں پرس کہ اعراف بہشت است

حضرت مریم علیہا السلام کا عرس مبارک

جس روز آپ شاہ صاحب کا بنگلہ دیکھنے گئے تھے حضرت مریم علیہا السلام کا عرس تھا۔اس لئے عیسائیوں کی عام آمدورفت تھی۔گاڑیاں آدھ آدھ گھنٹہ کے بعد روانہ ہو رہی تھیں۔شاہ صاحب کے ایماء پر آپ نے عرس دیکھا۔گرجا کی سہ منزلہ عمارت خوشنما اور بلند تھی۔نیچے نظر ڈالنے سے سمندر کا نظارہ بڑا دلکش نظر آتا تھا۔مکان زائرین سے کھچا کھچ بھرا تھا۔حضرت مریم علیہا السلام کی مطلا تصویر کے سامنے مومی شمعیں روشن تھیں۔دو تین پاکیزہ صورت پادری سیاہ لباس پہنے دعا پڑھ رہے تھے۔دوسرے حاضرین فونوگراف کے ساتھ گیت گا رہے تھے۔سکوت کا وہ عالم تھا کہ ہزاروں زائرین میں ایک بھی بات نہ کرتا تھا۔پادری حضرت مریم علیہا السلام کی تصویر کے سامنے بار بار بڑے تذلل اور انکساری سے جھکتے اور سجدہ کرتے تھے۔انکی آواز کے ساتھ فونوگراف کا زیروبم بڑا پراسرار معلوم ہوتا تھا لیکن "تعرف الاشیاء باضدادہا" کجا اسلام کی سادگی اور بے ریا عبادت اور کہاں یہ تصنع اور بناوٹ، کجا خدائے واحد کی پرستش اور کجا بت پرستی۔

فربہی چیزے وگر آماس چیزے دیگر است

Marfat.com

آپ چار پانچ منٹ اوپر کی منزل میں کھڑے رہے۔ دعا کے خاتمے پر زائرین نے حضرت مریم علیہا السلام کی تصویر کے آگے نذر پیش کی۔ عموماً موم بتیاں پیش کی جاتی تھیں۔ بعض بعض نے نقد نذرانہ دیا۔ صاف نظر آتا تھا۔ تصویر فرضی اور مصنوعی ہے۔ شیر خوار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہاتھ میں اٹھایا ہوا تھا۔ اوپر کی منزل میں دیواروں کے ساتھ مختلف تصویریں تھیں۔ کہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر چڑھائے جا رہے تھے۔ کہیں ان کے ہاتھوں میں میخیں گاڑی گئی تھیں۔ اور کہیں حضرت مریم علیہا السلام برہنہ سر رو رہی تھیں۔

ایک سانحہ

مجمع سے باہر نکلے تو ایک عجیب سانحہ جاں فرسا نظر پڑا۔ ایک ڈرائیور اس مجمع عظیم میں بے خوف وخطر تیز رفتاری سے موٹر چلائے آ رہا تھا۔ ایک معزز عیسائی اس کے نیچے آ گیا۔ اگرچہ خداوند تعالیٰ کی قدرت کاملہ نے اسے بچا لیا مگر زائرین نے ڈھول دھپوں سے ڈرائیور کا وہ پلیتن نکالا کہ توبہ ہی بھلی۔ رستہ میں گداگر عجیب ہیئت کذائی کے ساتھ دست سوال دراز کر کے مختلف کلمات دہراتے ہوئے بھیک مانگ رہے تھے۔ گاڑی پر سوار ہو کر آپ اسٹیشن ماہم شریف پر اترے۔ ایک میل کے فاصلے پر حضرت فقیہہ الدین رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک تھا۔ وہاں فاتحہ پڑھا۔ حسب توفیق نذر دی۔ بمبئی کے میمن بھی زیارت کے لئے آئے ہوئے تھے۔ مزاوروں نے حضرت مرحوم کے حالات سے لاعلمی کا اظہار کیا۔ اس رات گلبرگہ شریف کے سجادہ نشینوں میں سے سید قاسم چشتی آپ کی ملاقات کے لئے آئے۔ اچھے قابل اور بی۔ اے تک تعلیم یافتہ تھے اور بمبئی میں قیام پذیر تھے۔ ان سے مختلف موضوعات پر تذکرے ہوتے رہے۔

آغا خان اوّل کے مقبرہ پر

۱۴ شوال بمطابق ۱۵ ستمبر کو آپ اسمٰعیلیوں کے امام حسن علی شاہ آغا خان اول[۱] کا روضہ دیکھنے کے لئے گئے۔ سید نور شاہ صاحب اور مستری فضل الدین آپ کے ساتھ تھے۔ اندر جانے سے دربان مخل ہوا۔ صرف شیعہ حضرات آغا خانیوں کو اندر جانے کی اجازت تھی۔ لیکن شاہ صاحب اسے باتوں میں لگا کر سب کو اندر لے گئے۔ بہت سے زینے طے کرنے کے بعد روضہ

۱۔ حسن علی شاہ (۱۸۰۰ء تا ۱۸۸۱ء) ایران کے بادشاہ فتح علی شاہ قاچار کے داماد تھے۔ اور کرمان کے موروثی حکمران محمد شاہ خان سے جنگ ہوئی اور شکست کھا کر بلوچستان کے رستے ہندوستان پہنچے اور بمبئی میں سرکار برطانیہ کے زیر سایہ پناہ گزیں ہوئے۔ انہیں اپنے آباؤ اجداد پر ناز تھا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھے۔ سید الشہداء کے حرم محترم شہر بانو کے ذریعے ساسانی بادشاہوں سے بھی سلسلہ ملتا تھا۔ ان کے آباؤ اجداد مصر کے حکمران رہے تھے۔ اور بنو فاطمہ کہلاتے تھے۔ ... کے روحانی پیشوا تھے۔ اور زبردست شخصیت کے مالک تھے۔ مختلف مواقع پر انہوں نے انگریزوں کی بڑی مدد کی۔

Marfat.com

آیا۔ بڑی عالیشان عمارت تھی ۔صاحبزادہ صاحب فرماتے ہیں کہ ان کے خیال کے مطابق ہمایوں کے مقبرہ کے بغیر اور کوئی مقبرہ اتنا بلند و بالا نہیں ۔قبر درمیان میں ہے۔ دیواروں پر تصاویر آویزاں تھیں ۔ان میں حضرت علی کرم اللہ وجہٗ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی تصاویر تھیں ۔مگر فرضی اور خودساختہ معلوم ہوتی تھیں ۔ آغا خان سوم[1] اس کے باپ علی شاہ اور اس کے دادا حسن علی شاہ کی تصاویر بھی تھیں ۔ ویسے تو روضے کا کام سادہ تھا۔ لیکن اس کے اوپر سونے کا کلس تھا۔ جس پر ۷۵ ہزار روپے خرچ ہوئے تھے ۔ اندر مزار کے اوپر بھی مطلا کلس تھا۔ بتایا گیا کہ یہ بالکل ٹھوس سونے کا بنا ہوا ہے ۔ وہاں سے آپ ایک ایسے چوک میں گئے جس سے سات رستے مختلف سمتوں کو نکلتے تھے ۔بیچ میں کھڑے ہو کر نظر ڈالنے سے ساتوں کے سات بازار آنے جانے والے لوگوں سے کھچا کھچ بھرے دکھائی دیتے تھے ۔ اگلے روز یعنی ۱۶ ستمبر کو رات کا کھانا تناول کرنے کے بعد شاہ صاحب آپ کو سمندر کا منظر دکھانے کے لئے چوپائی پر لے گئے ۔ اس کا بندر سمندر کے کنارے سے تھوڑا سا ملا ہوا ہے ۔ چاندنی رات تھی بحر ہند کی سطح اور اس کی امواج کھلے آسمان کے نیچے چاندنی میں عجیب طور پر سحر آفریں نظر آتی تھیں ۔ دیگر شائقین بھی سیر و تفریح کے لئے گئے ہوئے تھے ۔

میں آیا، میں نے دیکھا اور میں نے فتح کیا

آپ اب بمبئی کو اچھی طرح دیکھ چکے تھے ۔ لاہور سے لے کر بمبئی تک تمام شہروں کو آپ نے بنظر غائر دیکھا تھا۔ کلکتہ کے حالات بھی آپ نے لوگوں کی زبانی سنے اس ایک ہی سفر میں کم عمری کے باوجود اپنی خداداد ذہانت ، دقّت نظر ، ذوق علم اور شوق تفحص و جستجو کی بنا پر آپ ہندوستان بھر کے حالات سے اچھی طرح آگاہ ہو چکے تھے ۔ برصغیر کی تاریخ ، اس کا جغرافیہ ، اسکی عمرانی اور معاشی حالت اب آپ کی نگاہوں کے سامنے کھلی ہوئی کتاب کی مانند موجود تھی ۔ شاید ہی کبھی کسی نوخیز سیاح نے اس تیزی اور مستعدی سے حالات کا جائزہ لیا ہوگا ۔ جولیس سیزر (۱۰۲ تا ۴۴ ق م) سے جب پارلیمنٹ کے ارکان نے اس کی فتوحات کی داستان سننی چاہی تو وہ کھڑا ہو گیا ۔ تین نہایت ہی مختصر اور سادہ فقرات میں اس نے اپنی ساری داستان سنا دی ۔ ان فقرات کے اختصار اور بے ساختہ پن نے بتا دیا کہ فتح و نصرت نے کس سرعت سے اس کے قدم چومے تھے ۔ اس

---

[1] آغا خان سوم کا نام آغا سلطان محمد شاہ (۱۸۷۷ء۔ ۱۹۵۷ء) تھا ان کا روضہ مصر میں دریائے نیل کے کنارے اسوان بند کے قریب ایک گاؤں میں ہے ۔ یہ بھی زبردست شخصیت کے مالک تھے ، اور اسلامیان ہند کے بڑے خیرخواہ ۔ انہوں نے اپنے پوتے شہزادہ کریم کو اپنا جانشین مقرر کیا جو موجودہ آغا خان ہیں ۔

Marfat.com

نے کہا "میں آیا۔میں نے دیکھااور میں نے فتح کیا"۔تمام سن کودم بخود رہ گئے۔

ہمارے صاحبزادہ صاحب قبلہ بھی ایک ہی نگاہ میں تمام دنیائے علم کو فتح کر چکے تھے۔رسالہ صوفی میں طبع شدہ اپنے عشق والے موضوع سے وہ لامکان کے حدود میں پہنچ گئے تھے اور اپنے سفر مبارک کی بدولت وہ مکان اور اس کے مکینوں کے تمام اسرار و رموز سے آگاہ ہو رہے تھے۔ تمام شہروں کا مقابلہ کر کے آپ نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ بمبئی کا شہر تمول، خوبصورتی، رونق اور کثرت آبادی کے لحاظ سے واقعی ہندوستان کا سرتاج ہے۔اور اگرچہ کلکتہ کی آبادی بمبئی سے زیادہ ہے لیکن بمبئی جیسے دلکش مناظر وہاں نہیں اور نہ وہاں کے لوگ ہی اس قدر فارغ البال ہیں۔

بمبئی میں چندروزہ قیام سے آپ کی طبیعت بحری آب وہوا سے اچھی طرح مانوس ہو چکی تھی۔یہ شہر ایک جزیرہ میں واقع ہے۔جو پل کے ذریعے برصغیر ہند سے ملا ہوا ہے آپ نے اپنا سامان تیار کرلیا تھا۔اور دلال کے کہنے پر بنڈلوں پر لیبل بھی لگالئے تھے۔تاکہ سیکنڈ اور تھرڈ والوں کے اسباب میں امتیاز ہو سکے۔

بحری سفر

۱۵شوال المکرم ۱۳۳۱ھ بروز چہارشنبہ بمطابق ۱۷ ستمبر ۱۹۱۳ء آپ کا اولمپیا جہاز روانہ ہو رہا تھا۔آپ صبح سویرے بیدار ہوئے، غسل فرمایا، کپڑے بدلے اور اسباب لے کر ہمراہیوں کے ساتھ جہاز کی گودی میں پہنچ گئے۔آپ کا کمرہ درجہ دوم کی بجائے درجہ زائد (Extra-Class) کہلاتا تھا۔دو سیٹیں تھیں۔ایک فالنونشست گاہ تھی۔بجلی کی روشنی اور برقی پنکھے کا انتظام موجود تھا۔مگر رفع حاجت کیلئے درجہ سوم کے باخانہ میں جانا پڑتا تھا۔غسل خانہ کا بھی کوئی خاص انتظام نہیں تھا۔آپ کو افسوس ہوا کہ اگر دلال کے ذریعے وقت پر پتہ چل جاتا تو آپ درجہ اول کی سیٹ لے لیتے۔ویسے آپکا کمرہ اگرچہ اتنا وسیع نہیں تھا۔لیکن تنگ بھی نہیں تھا اور بڑا آرام دہ تھا۔گودی کے ایک کمرے میں ڈاکٹر نے پہلے درجہ اول اور درجہ زائد کے مسافروں کا طبی معائنہ کیا اور ٹکٹ دیئے۔بعد میں باقی مسافروں اور آپ کے ہمراہیوں کا طبی معائنہ ہوا۔ الحمدللہ آپ کے ہمراہی سارے تندرست تھے۔سب کو ٹکٹ مل گیا۔دو ایک مسافر بیمار تھے ڈاکٹر کے حکم سے پولیس نے ان غریبوں کو بیک بینی و دوگوش گودی سے باہر نکال دیا ٹکٹ حاصل کرنے کے بعد آپ جہاز پر سوار ہو گئے۔اب سامنے بے پایاں سمندر تھا اور اس کے جاں فرسا طوفان۔ مگر ایک بلند مقصد کی خاطر آپ ان سب سے بے خطر ہو چکے تھے۔

دریائے بے پایاں دریں طوفانِ جاں فرسا دل افگندیم بسم اللہ مجریہا ومرسٰہا

Marfat.com

قبلہ ثانی صاحب کے حسب ایما منشی غلام محمد لائل پوری بمبئی تک آپ کے ہمراہ آئے تھے سٹیمر پر سوار ہونے سے پہلے انہیں رخصت کر دیا گیا۔ آپ نے کچھ پیغامات دیئے اور گھروں میں درجہ بدرجہ سلام اور نیاز عرض کرنے کی فہمائش کی سید نور شاہ صاحب نے بڑے تپاک سے آپ کو الوداع کہا۔ پھولوں کا ہار آپ کے گلے میں ڈالا اور اسے نیک شگون سے تعبیر کیا۔ آخر سٹیمر چل پڑا۔ آہستہ آہستہ ساحل دور رہنے لگ گیا۔ اگرچہ دیار حبیب ﷺ کی محبت آپ کو کشاں کشاں لئے جارہی تھی۔ مگر وطن سے جدائی بھی طبیعت پر افسردگی طاری کر رہی تھی۔ آپ اپنے وطن کے ساحل کو بحسرت و یاس دیکھ رہے تھے۔ زباں پر بسم اللہ مجرٖھا و مرسٰہا جاری تھا۔ خاموش نگاہیں کچھ دیر تک دور رہتے ہوئے ساحل کو دیکھتی رہیں۔ آپ زبانِ حال سے کہتے رہے۔

در و دیوار پہ حسرت سے نظر کرتے ہیں
خوش رہو اہل وطن ہم تو سفر کرتے ہیں

جہاز میں درجہ سوم کے ۵۶ مسافر سوار تھے۔ درجہ اول کی ۶۴ نشستوں میں سے صرف پندرہ پر تھیں۔ جہاز کی رفتار ۱۲ میل فی گھنٹہ تھی۔ آپ کو ایک ہمراہی خواجہ سراج الدین نے بتایا کہ یہ جہاز نعمت غیر مترقبہ ہے اور حاجیوں کے جہازوں کے مقابلہ میں اس میں کہیں بڑھ چڑھ کر آرام ہے۔ اس پر ۱۶ یورپین ملازم تھے۔ اور ساٹھ ستر کے قریب دیسی۔ جن میں اکثریت مسلمانوں کی تھی۔ باقی عیسائی تھے مختلف مذہب و ملت کے لوگ جہاز پر سوار تھے کچھ شافعی تھے، کچھ مالکی، کچھ داؤدی بوہرے۔ ایک یہودی بھی تھا۔ نماز ادا کرتے وقت تمام فرقوں کے مسلمان علیحدہ علیحدہ جماعت کا انتظام کرتے تھے۔ آپ بھی اپنے ہمراہیوں کے ساتھ علیحدہ نماز باجماعت ادا فرماتے آپ کو نماز جمعہ پڑھنے کا شوق تھا۔ مگر آپ کے استاد مولوی محمد سعید صاحب اور حکیم مولوی اللہ دین صاحب نے فتویٰ دیا کہ یہاں جمعہ جائز نہیں۔ آپ کے اوراد اور وظائف آغاز سفر سے جاری تھے۔ پہلے دو روز آپ بفضلہ تعالیٰ تندرست رہے۔ مگر بعد میں دردِ شکم ہوا جو اسہال آنے پر رفع ہوگیا۔ البتہ زکام دو تین روز جاری رہا۔ ایک بار سوء ہضمی کی شکایت پیدا ہوئی اور حکیم اللہ دین صاحب نے دوا دی۔ آپ دعا مانگتے رہے۔ "اللّٰھم احفظنا من کل البلاء والوباء" زیادہ تکلیف خود حکیم اللہ دین صاحب کو ہوئی۔ دوران سر، اسہال، قے اور بخار کی وجہ سے وہ سخت علیل رہے اور حضور کو سخت فکر لاحق رہا۔ سب کے چہرے اترے ہوئے تھے۔ بشاشت مفقود تھی۔ پڑے پڑے طبیعت اُکتا جاتی تھی۔ مگر دل میں ذوق و شوق بدستورِ موجود تھا۔

در رہ منزل لیلیٰ کہ خطرہاست بجاں   شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

Marfat.com

سفر میں کبھی بوندا باندی ہوتی تھی اور ابر محیط رہتا تھا۔ کبھی ہوا بند ہو جاتی تھی اور حبس اور گرمی کا زور ہو جاتا تھا۔ البتہ رات کو خنکی ہو جاتی تھی۔ ہوا کے تند اور تیز جھونکے چلتے تھے۔ سمندر میں مدوجزر رہتا اور تلاطم اور تموّج کے وقت پانی اُڑ اُڑ کر جہاز کے اندر آتا تھا اور نیند سے چونکا دیتا تھا سٹیمر تہ وبالا ہوتا۔ طبیعت بے چین ہو جاتی اور زبان پر از خود یہ شعر رواں ہو جاتا تھا۔

شب تاریک وبیم موج وگردابی چنیں حائل

کجا دانند حالِ ما سبکسارانِ ساحلہا

ناپیدا کنار سمندر میں احساسِ تنہائی کے باعث ہر اس سٹیمر کو مسافر شوق سے دیکھا کرتے۔ جو دور افق پر دکھائی دیتا یا قریب سے ہو کر گزرتا۔ بعض جہاز بڑے خوبصورت ہوتے تھے۔ مثلاً جرمنی کا واچ فلس نامی بار برداری کا جہاز جو کلکتہ جا رہا تھا۔ ایسا خوش منظر تھا کہ سب لوگ دیکھنے کو جمع ہو گئے رات کو گزرنے والے جہاز روشنی سے جگمگا رہے ہوتے تھے۔ آسٹریلیا سے مارسیلز جاتا ہوا ڈاک کا ایک سٹیمر ایک رات آپ کے سٹیمر سے بالکل قریب ہو کر گذرا۔ اندھیری رات میں نہایت ہی خوشنما معلوم ہو رہا تھا۔ ریل کی طرح کمروں میں جا بجا برقی روشنی چمکتی نظر آتی تھی۔ مختلف رنگوں کے قمقمے عجب بہار دکھا رہے تھے۔ سارے مسافر اس تیز اور سبک رفتار سٹیمر کو نہایت شوق سے دیکھنے لگے جو منٹوں میں نظر سے اوجھل ہو گیا۔ آپ نے سمندر میں بڑی بڑی مچھلیاں دیکھیں جو تیزی سے تیرتی تھیں بحر احمر میں آپ نے عظیم الجثہ مچھلیاں دیکھیں جو بھینسے سے کم نہیں تھیں۔

جب بحر ہند کے عین وسط میں تھے جہاں سمندر ڈیڑھ میل یا چھ ہزار فٹ عمیق ہے تو ایک روز آپ نماز ظہر پڑھ کر بیٹھے تھے کہ دریائے تخیل میں مستغرق ہو گئے۔ آپ سوچنے لگے کہ ایک روز تھا جب سمندر کا نام سن کر جی گھبراتا تھا۔ مگر اب اشتیاق رہنما ہے اور خیال وصل مونس و دمساز۔ اس شوق نے اس قدر جری اور دلیر بنا دیا ہے کہ سمندر کا تلاطم اور تموّج خوفزدہ نہیں کر سکتا۔ کسی کی یاد نے بے قرار کر رکھا ہے۔ یار و اغیار، خویش و اقرباء سے منہ موڑ چکے ہیں۔ گھر والوں کو روتا چھوڑ کر غریب الوطنی پر کمربستہ ہیں۔ لوگ متحیر تھے۔ انہیں کیا ہوا۔ کیوں گھر کے عیش و تنعم سے کنارہ کش ہو کر دیوانہ وار رو بصحرا ہو چکے ہیں اور یہ شعر پڑھ رہے ہیں۔

نو بہار ست وجنوں چاک گریبان مددے

آتش افتاد بجاں جنبش داماں مددے

آپ بزبان حال معترضین کو کہہ رہے تھے۔

Marfat.com

"معذور دارمت کہ تو اور ا ندیدہ"

کملی والے شہنشاہ ﷺ کے دربار میں جب کسی کی طلبی ہو اور اس مقناطیسی کشش کا پھندا اس کے گلے میں پڑ چکا ہو جو سلمان کو فارس، صہیب کو روم اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حبش سے کھینچ لایا تھا۔ تو کوئی ظاہری رکاوٹ اس کے لئے مانع نہیں ہو سکتی۔ ڈوبنے کا خوف ڈاکوؤں کا ہراس، رہزن کا کھٹکا اُلٹا سمندِ شوق کے لئے تازیانے کا کام دیتا ہے اور مسافر حجاز۔

"یا تن رسد بجاناں یا جاں زتن برآید"

پڑھتا ہوا دیارِ محبوب ﷺ کی طرف بھاگا جاتا ہے۔ آپ کو شہنشاہی دربار سے بلاوہ آیا تھا۔ اور

"وحشت گرفت آستیم کہ قُم"

حضرتِ وحشت نے آپ کو خواب شریں سے جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر بیدار کیا تھا۔ اس عالم استغراق میں آپ چندلائی آبدار اور دُرِّ شہوار نوک قلم پر لائے۔ اور ان کی چمک دمک سے دوسروں کو محظوظ کرنے کے لئے انہیں مدیر صوفی[1] کے حوالے کر دیا کیونکہ۔

"حلوا نبایست تنہا بخورد"

اس ذہنی اور قلبی کیفیت کے دوران میں بار بار دل سے یہ سوال اُبھرتا تھا ہم کہاں جا رہے ہیں؟ اب تک سفر کی ہنگامہ آفرینی اور دیگر مصروفیتوں نے خلوت کے مواقع میسّر نہیں آنے دیئے تھے۔ لیکن اب جبکہ وسیع اور عمیق سمندر کی سطح پر آپ کا جہاز ایک ننھے سے نقطے کی طرح موجود تھا۔ وہ خلوت نصیب ہوئی جس کے آپ دلدادہ تھے۔ اب ذوق وشوق اور قلب وروح کا رابطہ براہ راست اپنے محبوب سے قائم ہو چکا تھا۔ دل سے سوال اٹھتا تھا ہم کہاں جا رہے ہیں۔ تو زبان حال فوراً پکار اٹھتی تھی۔

مسافر چلے ہیں بسوئے مدینہ
بسی ہے دماغوں میں بوئے مدینہ

آپ اس شہنشاہ کے دربار میں حاضر ہو رہے تھے جس کی غلامی بڑے بڑے کجکلاہوں کے لئے مایہ ناز ہے۔ جس کی بارگاہ میں بڑے بڑے مغرور، خود پسند اور اکڑباز سرِ نیاز خم کر کے بڑے عجز و نیاز کے ساتھ حاضر ہوتے ہیں۔ وہ یتیم جو دُرِّ یتیم تھا۔ جس کے مٹھی بھر فدائیوں قیصر و کسریٰ جیسے اپنے عالی نسب آباؤ اجداد پر ناز کرنے والے بادشاہوں اور تاجداروں کی دل افواج کو تہ تیغ کر دیا تھا۔ اور اسلامی سطوت وہیبت کا سکہ چار دانگ عالم میں بٹھا دیا تھا

---

[1] یہ تاثرات صوفی بابت نومبر ۱۹۱۳ء میں شائع ہوئے۔ ہم نے بھی انہیں سے نور بصیرت حاصل کیا۔

Marfat.com

آپ اس امّی لقب کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے تھے۔ جس نے عرب کے فصحاء اور بلغاء کا ناطقہ بند کر دیا تھا۔ اور صرف ایک سورہ "انا اعطیناک الکوثر" مقابلہ میں لا کر انہیں یہ کہنے پر مجبور کر دیا تھا کہ "واللہ ماھذا کلام البشر"۔ آپ اس بت شکن اور علم بردار توحید کے روضہ اقدس کی خاک کحل البصر بنانے کیلئے جا رہے تھے۔ جس نے لات وعزیٰ جیسے معبودوں کو خاک میں ملا دیا تھا اور ادیان سابقہ کی کتب منسوخ کر کے مشعل ہدایت، قامع اساس ضلالت قرآن کریم اور فرقان حمید کو دنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔ جس کی کرنیں اقصائے عالم میں پھیل گئیں اور شرک وجہالت کی جو گھنگھور گھٹائیں مطلع پر چھا رہی تھیں۔ ضیاع عالم تاب سے یک قلم کافور ہو گئیں۔ بلبل شیراز رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا تھا۔

یتیمے کہ ناکردہ قرآن درست   کتب خانہ چند ملت بشست

نہ از لات وعزیٰ برآورد گرد   کہ تورات وانجیل منسوخ کرد

آپ اس راجہ کی نگری میں جا رہے تھے جس نے اپنے قدوم میمنت لزوم سے عرب جیسے بے برگ وگیاہ ریگستان کو بڑے زرخیز اور آباد علاقوں پر فضیلت عطا کر دی تھی۔ اور اپنی پاکیزہ تعلیم سے عرب کے وحشی، غیر مہذب اور ناتعلیم یافتہ گنواروں کو دنیا کی بڑی متمدن اقوام سے ممتاز کر دیا تھا۔ ان حقائق کو ذہن میں لا کر آپ بے ساختہ کہہ اٹھتے تھے۔

تمام اہل دنیا کے شہروں کی وقعت

نہیں ذرہ بھر رُو بروئے مدینہ

حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کی محبت کو اپنا سرمایہ زندگی بنائے اور اپنی خلوت کو انہی روح پرور خیالات سے آباد کئے آپ بحر ہند کی سطح پر جانب یثرب بڑھ رہے تھے۔ اور سوچتے جاتے تھے کہ کیا یہ ممکن ہے کہ محمد عربی ﷺ کی امت اپنے اسلاف کرام کے کارناموں کو پھر سے دھرا دے؟

جہاز کے محافظ رسد وغیرہ نے آپ کو بتایا کہ جہاز عدن نہیں ٹھہرے گا۔ اس لئے آپ نے ہندوستان کے ٹکٹوں کا مصری ٹکٹوں سے تبادلہ کرا لیا۔ چہار شنبہ ۲۳ شوال المکرم بمطابق ۲۵ ستمبر آپ کا جہاز عدن سے دس میل کے فاصلے پر گذرا۔ لائٹ ہاؤس کے کچھ دھندلے سے نشانات نظر پڑے۔ بارہ بجے کے قریب جزیرہ پیرم آیا جو انگریزوں کے ماتحت ہے۔ سامنے لائٹ ہاؤس تھا۔ شمال کی طرف بڑے بڑے پہاڑ تھے۔ تمام مسافر عرشہ پر چڑھ کر منظر دیکھنے لگے۔ آبادی کو ہر ایک کے چہرے پر مسرت کے آثار نمایاں تھے۔ ایک انگریز نے قلعہ والوں سے جھنڈی سے گفتگو کی۔ جہاز پر جھنڈے اور امتیازی نشانات بلند کئے گئے۔ رفتار کم کر دی گئی۔ اجازت ملنے

Marfat.com

پر سٹیمر اپنی پوری رفتار سے چلنے لگا۔ ایک انگریزی کمپنی کا جہاز پیرم کے قریب لنگر ڈالے کھڑا تھا۔ وہ بھی ساتھ چل پڑا۔ دونوں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کرتے تھے۔ خوب مقابلہ رہا۔ وہاں سے قبلہ شمال کی طرف تھا۔ آپ نے شمال کی طرف رخ کر کے نماز ادا کی۔ باب المندب سے سٹیمر کترا کر نکلا۔ اس کا معنی ہے بابِ گریہ عربوں نے یہ نام اس لئے رکھا تھا کہ نیچے پانی کی تہہ میں پہاڑیاں ہیں اور ان سے جہاز ٹکرا جانے کا کھٹکا لگا رہتا ہے۔ اس روز بہت سے سٹیمر بمبئی جاتے ہونے نظر آئے اور ہوا میں اڑتے ہوئے پرندے بھی دکھائی دیئے۔ جن میں مرغابیاں بکثرت تھیں۔ پرندوں کا وجود آبادی کے قریب ہونے کا ثبوت تھا۔ عصر کے وقت شہر مخا نظر پڑا۔ جو مشرق کی طرف ہے اور ملک یمن کی مشہور بندرگاہ ہے۔ غروب آفتاب کا منظر بڑا دلکش تھا۔ سورج کا عکس پانی پر پڑ رہا تھا اور پانی سانپ کی طرح لہرا رہا تھا۔ اگلی صبح جبل الطیر کا سلسلہ دیر تک نظروں کے سامنے رہا۔ ان پہاڑوں کے چاروں طرف سمندر بڑا گہرا ہے۔ جہاز لنگر بھی نہیں ڈال سکتے۔ اس لئے سرکاری ملازم رات کو پہاڑوں پر بڑی تیز روشنی کرتے ہیں۔

دوشنبہ ۲۷ شوال المکرم بمطابق ۲۹ ستمبر بحیرہ قلزم سے گزرتے ہوئے تین بجے بعد از دوپہر آپ بندر سویز کے قریب پہنچے۔ سٹیمر آہستہ آہستہ چلنے لگا۔ بندر دکھائی دیا تو تمام مسافر جھٹ چھت پر چڑھ گئے۔ اور آبادی کو نعمت غیر مترقبہ تصور کر کے محو نظارہ ہو گئے۔ سٹیمر بندر سے نصف میل کے فاصلے پر لنگر انداز ہوا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک فرانسیسی ڈاکٹر چھوٹے سے اگنبوٹ پر ہلالی نشان والا سلطانی جھنڈا لگائے آیا۔ جو سیڑھی کے ذریعے سٹیمر پر پہنچا اور جہاز کے تمام عملہ اور تمام مسافروں کا بلا استثنا طبی معائنہ کیا۔ ایک بنگالی بیچارے کے بُشرے سے آثار علالت نمایاں تھے۔ ڈاکٹر نے اسے سویز اُتر جانے کا حکم دیا۔ اس کا ہمراہی انگریزی بولنے میں بڑی قدرت رکھتا تھا۔ اس کی منت وزاری، عجز والحاح اور سٹیمر کے ڈاکٹر کی سفارش سے بڑی ردوقدح کے بعد وہ غریب بچا۔ بمبئی میں جو دو بیمار گودی سے نکل گئے تھے۔ وہ بھی اسی بنگالی کے ساتھی تھے۔ ایک تو بنگال کے باشندے بالعموم ویسے نحیف لاغر اور سقیم ہوتے ہیں۔ دوسرے غالباً حج کے لئے وہ آتے ہیں جواز کار رفتہ ہوں۔

در جوانی توبہ کردن شیوہ پیغمبری است　　وقت پیری گرگ ظالم می شود پرہیزگار

فرنچ ڈاکٹر کے چلے جانے کے بعد دوکاندار لوگ کشتیوں پر سوار ہو کر پہنچ گئے اور مختلف اشیاء بیچنے لگے۔ صاحبزادہ صاحب قبلہ نے بھی کچھ انگور خریدے سٹیمر دو گھنٹے کے قریب وہاں کھڑا رہا۔ آپ نے بہت سارے خطوط احباب اور اہل وطن کے نام لکھ رکھے تھے۔ وہ آپ نے جہاز کے عملہ

Marfat.com

عمومی کے حوالے کر دیئے۔ تا کہ سویز سے پوسٹ کرائے۔ اتنے میں آپ کا رفیق سٹیمر بھی بندر پر آ پہنچا۔ جو آپ کے سٹیمر کے ساتھ تگ و دو میں مصروف رہا تھا۔ اس کا بھی اسی ڈاکٹر نے معائنہ کیا۔

عصر کے وقت آپ کے سٹیمر نے لنگر اٹھایا اور سویز کی آبادی کے قریب سے گزرتا ہوا نہر سویز میں داخل ہوا۔ کنارے کا نظارہ قابل دید تھا۔ ساحل پر بنے ہوئے قونصل خانوں کی عمارتیں بہت نفیس دکھائی دیتی تھیں۔ شہر کا منظر بھی بہت دل خوش کن اور دیدہ زیب تھا۔ ایک ریل گاڑی جو قاہرہ سے سویز کو آ رہی تھی قریب سے گزری۔ شام کے وقت سٹیمر کی اگلی طرف ایک بڑا گیس لیمپ روشن کیا گیا جس کی روشنی دور تک جاتی تھی۔ اتنے میں ایک فرنچ ملاح کشتی پر سوار ہو کر سٹیمر کے قریب آئے اور بمعہ کشتی و ملازمین سٹیمر پر سوار ہو گئے۔ اور کپتان سے چارج لے کر پورٹ سعید تک سٹیمر کو لے جانے کی ذمہ داری اٹھائی۔ نہر سویز سے سٹیمر کو صرف واقف کار عبور کر سکتے ہیں۔ کیونکہ پانی بہت کم ہے اور سٹیمر کے دھنس جانے کا خوف رہتا ہے۔ اسی واسطے ان ایام میں خدیو مصر کے سٹیمر نہر میں گشت لگاتے رہتے تھے۔ جو مشینوں سے مٹی نکال نکال کر کنارے پر ڈالتے رہتے تھے۔ اور نہر کی گہرائی قائم رکھتے تھے۔ رات کے وقت کئی ایک سامنے سے آئے۔ بعض اوقات وہ لنگر انداز ہو جاتے تھے اور کبھی آپ کا سٹیمر، نہر کے کنارے پر تار چلی گئی ہے اور نزدیک نزدیک نہر کے اندر سٹیمروں پر تار کے اسٹیشن ہیں۔ ان کے ذریعہ سٹیمروں کی آمد و رفت کا نظام قائم رہتا ہے۔ اگلے اسٹیشن کو اطلاع دی جاتی ہے کہ فلاں سٹیمر آ رہا ہے۔ آگے سے جواب آئے کہ لنگر انداز ہو جائے تو سٹیمر لنگر کرتا ہے ورنہ مقابل سے آنے والا سٹیمر ٹھہر جاتا ہے۔ رات کو صاحبزادہ صاحب قبلہ بھی چھت پر گئے۔ بڑا دلکش سین تھا۔ مقابل سے آنے والے ہر سٹیمر کی اگلی طرف ایک بڑا سا گیس لیمپ روشن تھا۔ جس کی روشنی آنکھوں کو چندھیا دیتی تھی۔ اور نہر بقعہ نور نظر آتی تھی۔

رات آپ کی طبیعت بے چین رہی اور بدن ٹوٹتا رہا۔ علی الصباح نماز سے فارغ ہو کر دوائی پی، غسل کیا اور کپڑے بدلے۔ پورٹ سعید آپ نے سٹیمر سے اترنا تھا۔ چودہ روز اس میں سفر کیا تھا۔ ہمراہیوں کو اسباب کے بندوبست میں اس طرح مصروف ہونا پڑا جیسے گھر چھوڑنا ہے۔ چونکہ نہر میں سٹیمر کو کئی بار لنگر انداز ہونا پڑا تھا۔ اسلئے پورٹ سعید پہنچنے میں دیر لگ گئی اور آپ نے روٹی سٹیمر پر ہی کھالی۔

ملکِ مصر میں ورود اور سیر و سیاحت

ساڑھے دس بجے کے قریب پورٹ سعید کا خوش منظر بندر دور سے نظر پڑا۔ تمام مسافر بڑے

Marfat.com

خوش تھے۔ سٹیمر آہستہ آہستہ چل رہا تھا۔ مچھلیاں پکڑنے والے چھوٹی چھوٹی کشتیوں پر اپنے شکار میں مصروف تھے۔ ایک سٹیمر پر نمک لادا جا رہا تھا۔ جو سمندر کے پانی کو خشک کر کے نکالا جاتا ہے۔ اس کے بہت سے کارخانے پورٹ سعید میں ہیں۔ سٹیمر لنگر انداز ہوا تو مسافروں کو لے جانے کے لئے ملاح کثیر تعداد میں اپنی اپنی کشتیاں کھینچتے ہوئے پہنچ گئے۔ یورپین لوگ سٹیمر کے یورپین ملازموں سے ملاقات کے لئے آئے۔ ایک ہنگامہ سا بپا ہو گیا۔ ملاح جبراً اسباب کھینچ کھینچ کر اپنی کشتیوں میں ڈالتے تھے۔ مگر آپ نے ہمت مردانہ سے کام لیا۔ ملاحوں کو عربی میں مخاطب فرماتے رہے۔ آخر سلطان بابا نامی ایک ملاح سے تصفیہ ہوا۔ فی آدمی ایک روپیہ دے کر آپ کشتیوں پر سوار ہوئے۔ اور بخورا اور کسٹم کے عملے سے نپٹتے ہوئے الگزینڈریا نامی ایک ہوٹل میں جا ٹھہرے۔

آپ نے بندر کو بڑا خوشنما پایا۔ قسم قسم کے سٹیمر کھڑے تھے۔ چھوٹی چھوٹی کشتیاں گشت لگا رہی تھیں۔ بلند اور خوبصورت دو منزلہ سہ منزلہ عمارتیں نہایت بھلی معلوم ہوتی تھیں۔ خصوصاً فرانس کا سفارتخانہ بہت خوبصورت بنا ہوا تھا۔ جب آپ فریضہ عصر ادا کر چکے تو ہمراہیوں کے اصرار پر پورٹ سعید کے نظر پرور اور دلکش شہر کو دیکھنے کیلئے تشریف لے گئے۔ شہر چھوٹا سا تھا مگر نہایت صاف ستھرا۔ عمارات نہایت اعلیٰ درجہ کی بنی ہوئی تھیں۔ اور سہ منزلہ سے ہفت منزلہ تک تھیں۔ انگریزی دکانیں ایسی سجی ہوئی تھیں۔ کہ باہر سے عجائب خانے کا دھوکا ہوتا تھا۔ بازار خط مستقیم میں واقع تھے۔ خال خال فتنیں بھی نظر آتی تھیں۔ بمبئی جیسی افراط نہیں تھی۔ بازاروں میں گھوڑا ٹرام چلتی تھیں۔ مگر آپ فرماتے ہیں کہ اس کی نسبت پیدل چلنا بہتر تھا۔ یہ شہر آپ کو جے پور کی نسبت زیادہ خوبصورت نظر آیا۔ جو چیز جے پور میں نہیں تھی وہ بھی یہاں موجود تھی۔ یعنی باشندے خوش پوش اور مہذب تھے۔ پورٹ سعید کا ڈاکخانہ بے نظیر تھا۔ عمارت عالی شان، ایک علیحدہ کمرے میں مسافروں کے لئے کرسیاں بچھی ہوئی تھیں۔ میز لگا ہوا تھا اور قلم دوات موجود، جس کا جی چاہتا تھا خط آرام سے لکھ کر لیٹر بکس میں ڈال دیتا تھا۔ آپ نے بھی چند ایک خطوط وہاں بیٹھ کر تحریر فرمائے اور وطن بھیجے۔ تمدن کے لحاظ سے تمام کے تمام باشندے مغربی رنگ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ مسلمانوں کا مابہ الامتیاز صرف ترکی ٹوپی تھا۔ ورنہ شکل و شباہت، لباس، اطوار میں نصاریٰ اور مسلمانوں میں کوئی معتدبہ فرق نہیں تھا۔ آپ کو ترکی لباس میں ملبوس تین ہوشیار پوری ملے۔ گفتگو کرنے پر معلوم ہوا کہ بے تکی ہانکتے ہیں اور ناقابل اعتبار ہیں۔

نماز مغرب کا وقت قریب تھا۔ اسلئے آپ جلد واپس ہوٹل میں تشریف لائے۔ ایک سٹیمر

Marfat.com

روت جارہا تھا۔ مگر چونکہ آپ کو بیت المقدس کی زیارت کا شوق دامنگیر تھا۔ آپ نے اس پر جانا پسند نہ فرمایا۔ حالانکہ اس پر آپ کے واقف کار شیخ عبدالعزیز گجراتی بمعہ اہل وعیال جارہے تھے۔ جنہوں نے یافہ سے مدینہ طیبہ ریل گاڑی کے ذریعے جانا تھا۔ شیخ صاحب نے ہی آپ کو رستہ اختیار کرنے کی رائے دی تھی۔ جمعہ، سنیچر اور اتوار کو بھی سٹیمر روانہ ہونے والے تھے۔ سلطان بابا ملاح نے آپ کو مشورہ دیا کہ سنیچر والے سٹیمر پر تشریف لے جائیں۔ مگر آپ نے اگلے روز یعنی بدھ وار کو یکم اکتوبر ۱۹۱۳ء کو قاہرہ جانے کا فیصلہ کیا۔ دو آدمیوں کے متعلق طے ہوا کہ سامان کی حفاظت کے لئے پورٹ سعید ہی رہیں گے۔ نماز عشاء ادا کرنے کے بعد آپ سو رہے

پورٹ سعید سے قاہرہ تک

رات کھٹملوں نے آپ کو آرام نہ کرنے دیا۔ صبح غسل فرمایا۔ چائے نوش کی اور اسٹیشن تشریف لے گئے۔ جسے عربی زبان میں محطۃ کہتے تھے۔ عالیشان عمارت تھی۔ ریلوے لائن نہ تو ہندوستان کی بڑی لائنوں کی طرح ساڑھے پانچ فٹ چوڑی تھی اور نہ ہی اجمیر لائن کی طرح نے تین فٹ۔ بلکہ ان کے بین بین۔ پورٹ سعید سے قاہرہ تک درجہ سوم کا کرایہ تین روپے رہ آنے تھا۔ اور سیکنڈ کلاس کا نو روپے پونے سات آنے۔ سات بجکر پانچ منٹ پر گاڑی روانہ ہوئی۔ بریک سے انجن تک گاڑی کے بیچ بیچ رستہ تھا۔ اسلئے بلاٹکٹ سفر کرنے والوں کی پڑتال بے حد آسان تھی۔ گاڑی میں لیٹنے کی جگہ نہ تھی۔ ٹراموے کی طرح نشستیں بنی ہوئی تھیں۔ پورٹ سعید سے اسمٰعیلیہ جنکشن تک ریل نہر سویز کے کنارے کنارے گئی۔ کئی سٹیمر آجارہے تھے۔ ریلوے سٹیشن کے بالمقابل نہر سویز کا سٹیشن ہے۔ منظر نہایت دلکش اور فرحت بخش تھا۔ رستہ میں کئی ایک مصریوں سے تبادلہ خیالات ہوا۔ ایک مجسٹریٹ سے سیاسی امور پر بھی گفتگو ہوئی درجہ سوم میں آپ کے ساتھیوں سے ایک مسافر نے ذکر کیا کہ وہ غازی انور پاشا کے ماتحت جنگ طرابلس میں لڑتا رہا ہے۔ ۱۹۱۱ء میں ہوس ملک گیری کی بنا پر اٹلی نے طرابلس پر حملہ کیا تھا۔ یورپ کے اور ممالک بھی اس سازباز میں شریک تھے۔ یہ جنگ ۱۹۱۲ء تک رہی۔ ترکی کے لئے سخت آزمائش کا وقت تھا۔ مسلمانان ہند کے دلوں میں تشویش کی ایک لہر دوڑ گئی تھی۔ ترکی کے بہادر اور جری سپہ سالار انور پاشا نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا۔ اس بنا پر بالخصوص ہندی مسلمانوں کے دلوں میں انور پاشا سے بیحد عقیدت تھی۔ انکے خیال کے مطابق اس بیباک جرنیل کے مجاہدانہ کارناموں نے قرونِ اولیٰ کی یاد تازہ کردی تھی اور ان کے دلوں میں امید پیدا ہو گئی تھی کہ ممکن ہے اس کی شمشیر بُرّاں ان کی غلامی کی زنجیریں بھی کاٹ کر رکھ دے۔ علامہ اقبالؒ

Marfat.com

نے اسی جنگ طرابلس کے ایک واقعہ کو نظم کیا تھا۔ ایک لڑکی فاطمہ مجاہدین کو پانی پلاتے پلاتے شہید ہوگئی تھی۔ علامہ مرحوم نے یہ درد انگیز نظم جب لاہور کے ایک جلسہ میں پڑھی تو یہ مطلع:

فاطمہ تو آبروئے ملت مرحوم ہے
ذرّہ ذرّہ تیری مشتِ خاک کا معصوم ہے

سنتے ہی مجمع شدتِ درد سے بے اختیار ہوگیا اور رونا چیخنا شروع کر دیا۔ یہ تمام واقعات ابھی ذہنوں میں تازہ تھے۔ ایک سال ہی تو گذرا تھا۔ اس لئے حضور کے ہمراہیوں نے جب سنا کہ انور پاشا کا ایک ساتھی ہمسفر ہے تو دل میں مزید حالات معلوم کرنے کا اشتیاق پیدا ہوا۔ گئے اور سیکنڈ کلاس سے آپ کو ترجمانی کے لئے لے آئے۔ وہ گنوار آدمی تھا۔ آپ کی فصیح عربی نہ سمجھ سکا تاہم پتہ چلا کہ اسکی باتیں اصلیت سے معرّا ہیں۔ وہ بن غازی کے معرکوں کو اور نہ[1] کی لڑائی سے تعبیر کرتا تھا اور طرابلس کو بن غازی بتاتا تھا۔ ایک بجنے میں پانچ منٹ باقی تھے کہ آپ کی ڈاک گاڑی ۱۳۶ میل کا سفر بس پانچ گھنٹے میں طے کر کے قاہرہ پہنچ گئی۔ رستہ میں ۱۲۶ اسٹیشن تھے اور ڈاک ہونے کی بنا پر بعض سٹیشنوں پر نہیں ٹھہری تھی۔ سفرنامے میں آپ نے تمام سٹیشنوں[2] کے نام درج فرمائے ہیں۔

قاہرہ جنکشن پر آپ کو ہوشیار پور کا ایک لڑکا نظام الدین آملا۔ سلطان بابا نے اسے پورٹ سعید سے تار کے ذریعے اطلاع دی تھی۔ یہ لڑکا چرب زبانی سے کام لے کر سیاحوں اور نوواردوں کو گائیڈ کے طور پر مصر کے قابل دید مقامات اور زیارات پر لے جاتا تھا۔ قاہرہ میں ہوٹل کو لوکندہ کہتے ہیں۔ سلطان بابا کے مشورہ کے مطابق آپ پہلے لوکندہ خضریہ میں گئے۔ لیکن وہاں تعفن اور بدبو سے دماغ پھٹتا تھا۔ اسلئے آپ نے دو تین اور ہوٹل دیکھے۔ اور آخر کار لوکندہ کلوب المصری کو پسند فرمایا۔ ایک رات کے لئے ایک آدمی کا نچلے کمرے میں ایک روپیہ ڈیڑھ آنہ، اوپر والے کا پندرہ آنہ اور سب سے بالائی کمرہ کا ۱۲ آنے کرایہ تھا۔ آپ نے استفسار فرمایا تو معلوم ہوا کہ آپکا چرمی بیگ گم ہے۔ اس میں ضروری کتابیں، پارچات اور کچھ مختصر سا سامان تھا۔

---

[1] اورنہ پر سلطان مراد اول نے ۱۳۶۵ء میں قبضہ کیا تھا۔ یہ شہر بلقانی ریاستوں سے تعلق رکھتا ہے۔ دوسری جنگ بلقان کے بعد ۲۹ ستمبر ۱۹۱۳ء کو ترکی اور بلغاریہ کے درمیان معاہدہ قسطنطنیہ ہوا۔ جس کی بنا پر اورنہ ترکوں کے پاس رہ گیا۔ یہ معاہدہ جس روز ہوا صاحبزادہ صاحب قبلہ بندر سویز پر پہنچے تھے۔ یعنی آپ کے سفر حجاز کے ایام بھی پر آشوب تھے اور فضا میں ترکوں کی اولوالعزمی کے چرچے پائے جاتے تھے۔

[2] راس العش۔ التینہ۔ الکتاب۔ القنطر۔ البلاح۔ الفروان۔ الاسمٰعیلیہ۔ نفیشہ۔ ابوسویر۔ المحہ۔ القصاصین۔ اتل الکبیر۔ ابوالحماد۔ ابوالاخضر۔ الزقازیق۔ الزنکلون۔ الجدیدہ۔ مینا القمح۔ نیت یزید۔ شلنجہ۔ بنہا۔ سندہور۔ طرح۔ قہا۔ قلیوب۔ شبرا۔

Marfat.com

آپ کو کپڑے بدلنے کی از حد ضرورت تھی۔ اسلئے آپ سخت متردد ہوئے۔ خضریہ ہوٹل والوں سے پوچھا گیا۔ انہوں نے بالکل لاعلمی کا اظہار کیا۔ پھر دو آدمی مذکورہ بالا نظام الدین کے ساتھ سٹیشن پر گئے۔ وہاں سے بیگ مل گیا۔ ریلوے والوں نے لاوارث سمجھ کر اپنی تحویل میں لے لیا تھا۔ صرف ایک روپیہ بارہ آنے محصول دینا پڑا۔

ظہر کی نماز تو آپ نے آتے ہی پڑھ لی تھی۔ عصر پڑھنے کے بعد آپ اپنے ہوٹل کے قریب مزار سیدنا حسین رضی اللہ عنہ دیکھنے کیلئے گئے۔ مزار مبارک کی مسجد بہت عالیشان بنی ہوئی ہے۔ نیچے قیمتی قالین بچھے ہوئے تھے۔ عمارت بہت بلند ہے ایک کونہ میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک لے مدفون ہے آپ مزار کے اندر گئے تو انتہا درجہ کی رقت طاری ہوئی اور آنسو نکل پڑے۔ مزار کا کٹہرا کئی دھاتوں سے بنا ہوا ہے اور جالی میں سے مزار مبارک کی زیارت کی جاسکتی ہے۔ صدہا لوگ زیارت کے لئے حاضر تھے۔ آپ نے فاتحہ پڑھا۔ کچھ نذرانہ دیا اور پھر شہر دیکھنے چلے گئے۔ راستہ میں ایک افغان مسمّی غلام نقشبند کمال ملاقی ہوئے۔ جو وہاں سرمہ فروشی کرتے تھے۔ بڑے اخلاص اور مروت سے پیش آئے۔ اور گرمجوشی سے آپ کے ساتھ مصافحہ کیا اور آپ کا اسم گرامی اور وطن معلوم کر کے دور تک آپ کے ساتھ چلتے گئے۔ ایک جگہ انہوں نے گاڑیبانوں کے ساتھ اگلی صبح مشہور زیارات پر لے جانے کے لئے اجرت مقرر کی۔ واپسی پر ایک مسجد میں آپ نے نماز مغرب ادا کی۔ امام صاحب اور مقتدی سب شافی المذہب معلوم ہوتے تھے۔ کیونکہ انہوں نے ہاتھ بھی کھولے ہوئے تھے۔ اور رفع یدین بھی کرتے تھے۔ شہر خوبصورت اور بارونق نظر آیا ہر ایک نے کوٹ پتلون پہن رکھا تھا۔ اور ڈاڑھی صاف تھی۔ لوگ آپ سب کے چہروں پر ریش دیکھ کر متعجب ہوتے تھے۔ اور جدھر جاتے آپ پر انگلیاں اٹھتی تھیں۔ رستہ پر ایک دکان سے آپ نے کھانا کھایا۔ کیونکہ کھانا پکانا ہوٹل والوں کا دستور نہیں تھا۔ کھانا بے مزہ اور خلاف مذاق وطبیعت تھا۔ عشاء کی نماز پڑھ کر آپ سو رہے۔

لے۔ روایت ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک یزید نے بے شمار ریشمی غلافوں میں لپیٹ کر ایک آہنی صندوق میں رکھ دیا تھا۔ اموی خلیفہ سلیمان ابن عبدالملک (۷۱۵ء تا ۷۱۷ء) نے جب شام کے بیت المال کا جائزہ لیا۔ تو بے شمار نوادرات کے نیچے یہ وزنی صندوق ملا۔ اسے کھولنے پر سر مبارک برآمد ہوا۔ حضرت امام کی شہادت (۶۸۰ء) سے ۳۵ سال بعد کا یہ واقعہ ہے۔ بے شمار لوگوں نے حضور کے مقدس چہرے کی زیارت کی۔ اور پھر علماء کے مشورے سے جامع ازہر کے سامنے سر مبارک کی تدفین عمل میں آئی۔ محرم کی دسویں تاریخ کو وزراء، سفارتی عملہ اور دیگر اعلیٰ حکام کی موجودگی میں اہل مصر مزار مبارک کی زیارت کرتے ہیں۔ اور کعبۃ اللہ کے غلاف کی طرح ہر سال قیمتی غلاف چڑھاتے ہیں۔ یہ غالباً واقدی کی روایت ہے۔ لیکن پروفیسر ہٹی ابن حجر کی روایت سے رقمطراز ہے کہ یزید نے حضور کا سر مبارک آپ کی ہمشیرہ مکرمہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے حوالے کر دیا اور انہوں نے کربلا معلےٰ میں دفن کرا دیا۔

Marfat.com

زیارات کی زیارت

اگلے روز یعنی یکم ذی قعد بمطابق ۱۲ اکتوبر بروز پنجشنبہ آپ علی الصباح حوائج ضروریہ سے فارغ ہونے کے بعد زیارات سے مشرف ہونے کے لئے تیار ہو گئے گاڑی والے منتظر کھڑے تھے۔ رات کو انہوں نے فی گاڑی بائیس قرش (تین روپے سات آنے) لینے کئے تھے۔ لیکن اب چالیس قرش مانگنے لگے۔ بمشکل اٹھائیس قرش فی گاڑی اُجرت مقرر ہوئی اور گائیڈ کے ہمراہ آپ اٹھارہ آدمی جن میں بعض آپکے ہمسفر بنگالی بھی تھے۔ پہلے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا پہنچے۔ وہاں حضرت زینب بنت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا مزار ہے۔ جو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ ہیں۔ بہت بڑی عمارت ہے۔ ساتھ ہی ایک عالیشان مسجد ہے پیتل کا کٹہرا نہایت خوشنما بنا ہوا ہے۔ یہ مقبرہ عباس اول[1] نے ۱۲۷۰ھ بمطابق ۱۸۵۴ء میں تیار کرایا تھا۔ زائرین کا ہجوم تھا۔ باہر سائلوں کی بھی وہ کثرت تھی کہ دامن بچا کر لے جانا مشکل تھا۔ فاتحہ خوانی کے بعد آپ سیدنا زین العابدین کو چل پڑے جہاں بتایا جاتا ہے کہ حضرت زین العابدین ابن امام حسین رضی اللہ عنہما کا مزار ہے۔ عمارت اچھی خوش وضع ہے۔ باہر ایک کتبہ پر حسب ذیل اشعار درج تھے۔

لمحمدخفانی پاشاالاوحد	فضل بہ قدسال کل مسود
وکفارفخراان من خیراتہ	اتحاف زین العابدین بمعبد
مولی لعمران المساجدمولع	لیفوزبالدسعاریوم الموعد
ولذاک ناداہ القبول مؤلفا	بشراک قداحکمت ابدع مسجد

کتبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عمارت ۱۲۸۰ھ بمطابق ۱۸۶۳ء کو تعمیر ہوئی۔ بعدہٗ صاحبزادہ صاحب سیدہ سکینہ رضی اللہ عنہا کے مزار پر حاضر ہوئے۔ بڑا اونچا گنبد بنا ہوا ہے۔ یہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں۔ تعمیر کی تاریخ اس قطعہ سے نکلتی ہے۔

معقورۃ القنت للہ صیفتہ	تستوجب الشکرعنداللہ والناس
تدیع ھمتہ منیشھامورخۃ	من بعض طیب احسان لعباس

(۱۲۶۶)

ساتھ ہی ایک نہایت خوبصورت مسجد بنی ہوئی ہے۔ جس کی چھت اور دیواروں پر نہایت خوشنما نقش ونگار ہیں۔ یہ خدیو عباس حلمی پاشا[2] کی تعمیر کردہ ہے۔ اور بالکل نئی معلوم ہوتی تھی۔

---

[1] عباس اول کا عہد سلطنت (۱۸۴۸ء تا ۱۸۵۴ء) ہے۔ یہ محمد علی پاشا کا لڑکا تھا۔ اور اسی کی وفات پر تخت نشین ہوا۔

[2] جب قبلہ صاحبزادہ صاحب قاہرہ میں تھے تو عباس حلمی پاشا خدیو مصر تھے۔ ان کا عہد سلطنت (۱۸۹۲ء سے ۱۹۱۴ء) ہے۔

Marfat.com

۱۳۲۲ھ (۱۹۰۴ء) میں مسجد کی تکمیل ہوئی۔ نیچے قالین بچھے ہوئے تھے۔ وہاں سے آپ سیدہ رقیہ کو گئے۔ قبر کے باہر لکڑی کا کٹہرا تھا۔ جس میں سیپ کا کام نہایت بھلا دکھائی دیتا تھا۔ یہ عمارت پرانی معلوم ہوتی تھی۔ مزاوروں نے بتایا کہ یہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی بیٹی اور حضرت امام حسین اور سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ہمشیرہ ہیں۔ پھر آپ سیدہ نفیسہ[1] بنت حضرت حسن رضی اللہ عنہما کے مزار پر گئے جو عباس اوّل نے ہی ۱۲۶۶ھ بمطابق ۱۸۵۰ء میں تعمیر کرائی تھی۔ اس پر بھی وہی تاریخ کندہ ہے جو سیدہ سکینہ رضی اللہ عنہا کے مزار پر تھی۔ مندرجہ ذیل اشعار قابل توجہ نظر آئے۔

شکوت الیٰ ذوی التعریف حالی   وضعفی من مہمات بئیہ
فقالوا اذھب لصاحبہ المعالی   تفکک ھمۃ الکبریٰ نغیہ
فانا کلنا تسعیٰ الیھا
اتسأل غیرھا وھی الرئیہ

[اس] کے باہر عباس حلمی پاشا نے ویسی ہی مسجد تیار کرادی ہے جیسی سیدہ سکینہ کے مزار کے قریب [ہے]۔

[نا]م کی تکریم

مذکورہ بالا مزارات کا ثبوت تاریخی طور پر نہیں ملتا۔ خیر سر نیاز خم کر کے فاتحہ پڑھنا ضروری تھا [جو] حضور نے پڑھا کیونکہ نام کی تعظیم مسلمانوں کا شیوہ رہا ہے اور رہنا چاہیے۔ اس موقع پر اپنے [سفر]نامہ میں قبلہ صاحبزادہ صاحب، حضرت سیالوی علیہ الرحمۃ کا وہ واقعہ بالتفصیل بیان کرتے ہیں [ج]س طرح ایک سفید ریش شخص نے اپنے آپ کو سید ظاہر کر کے خاصی امداد حاصل کی تھی اور [جب] آپ کو پتہ چلا کہ یہ تو فلاں گاؤں کا مصلی تھا۔ آپ مفت میں اس کی تکریم کے لئے کھڑے [ہو]ئے اور امداد بھی کی تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ بھائی ہم نے سید کے نام کی تکریم کی ہے۔ ہمیں [اس] سے کیا سروکار کہ حقیقت میں سید ہے یا نہیں۔

[یہاں] سے آپ امام لیث تشریف لے گئے۔ امام لیث علیہ الرحمۃ کے مقبرہ کی عمارت بھی پرانی ہے۔ [مزاو]روں نے بتایا کہ تابعی تھے۔ باہر ایک قطعہ لٹکا ہوا تھا جس پر یہ شعر مندرج تھا۔

---

[1] سیدہ نفیسہ بنت حسن ابن زید ابن حسن بن علی کرم اللہ وجہہٗ ہیں۔ آپ کا نکاح حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہٗ کے [صاحبز]ادے اسحاق رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا۔ آپ ایسی مقدسہ اور مطہرہ تھیں کہ جب ۲۰۴ھ میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فوت [ہوئے تو] نماز جنازہ آپ نے ہی پڑھائی۔ آپ کا انتقال رمضان المبارک ۲۰۸ھ میں ہوا اور قاہرہ میں مدفون ہوئیں۔ آپ کے [جسد] مبارک مدینہ منورہ لے جانا چاہتے تھے۔ لیکن حضور ﷺ نے خواب میں فرمایا۔ نفیسہ اہل مصر کے لیے باعث رحمت [ہے ر]ہنے دو۔

Marfat.com

قف علیٰ الباب خاضعا واحسن الظنّ ولاتجیٰ

فھو باب مجرب لقضاء الحوائج

ساتھ ہی امام موصوف کے فرزند شعیب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خادم کی قبریں علیحدہ بنی ہوئی ہیں۔ بعدازاں آپ کو حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ[1] کے مزار پر حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ یہ مقبرہ بھی بہت خوبصورت بنا ہوا ہے۔ گو باہر سے کہنگی کے آثار نمودار تھے۔ لیکن اندر کی آرائش اور زیب زینت کا کیا کہنا۔ جالی لکڑی کی بنی ہوئی تھی اور نقش ونگار سے پُر تھی۔ ساتھ ہی ملکہ شمس اور سلطان شمس عبدالحکیم[2] کی قبریں ہیں۔ دوسری طرف حضرت محمد ابن ابا بکر الصدیق رضی اللہ عنہما اور ان کے اولاد واحفاد کی قبور ہیں۔ پھر آپ نے حضرت عائشۃ النبویۃ کے مزار پر شرف باریابی حاصل کیا۔ جو حضرت امام جعفر صادق[3] رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی بیان کی جاتی ہیں۔ ساتھ ہی ایک مدرسہ تھا جہاں چھوٹے چھوٹے لڑکے تعلیم حاصل کر رہے تھے۔

زیارات سے فارغ ہو کر آپ قلعہ میں تشریف لے گئے۔ پہلے محمد علی پاشا[4] خدیو مصر کی عالیشان اور بے نظیر مسجد دیکھی۔ بڑی خوبصورت اور اعلیٰ پایہ کی عمارت تھی۔ خصوصاً اندر کی طرف دیکھنے تو عقل دنگ رہ جاتی تھی۔ عمارت کی بلندی اور پختگی محو حیرت بناتی تھی۔ دیواریں، فرش اور ستون سب سنگ مرمر کے تھے۔ اوپر اعلیٰ درجے کی میناکاری اور نقش ونگار تھے۔ نیچے بڑے قیمتی قالین نہایت قرینے سے بچھے ہوئے تھے۔ چھت پر بجلی کے ۳۲۷ قمقمے تھے۔ علاوہ بریں موم کی پچھتر بتیاں بلوری جھاڑوں میں لٹک رہی تھیں۔ باہر خوشنما وضوخانہ تعمیر کیا گیا تھا۔ مسجد کے ایک گوشہ میں محمد علی پاشا خدیو مصر کا مزار تھا۔ جسکے باہر پیتل کا خوبصورت کٹہرا لگا تھا اور یہ اولوالعزم پادشاہ نہایت کس مپرسی کی حالت میں پڑا سوتا تھا۔ پتہ چلا ویسے تو یہ مسجد صرف سیرگاہ کا کام دیتی

۱۔ حضرت امام شافعیؒ ائمہ اربعہ میں سے ہیں۔ آپ شان استغناء، جلال علم، وقار وتمکین، عزیمت واستقامت اور روحانی منزلت کی وجہ سے یکتائے روزگار تھے۔ ۱۰۵ ہجری میں پیدا ہوئے۔ اور ۲۰۴ھ میں فوت ہوئے۔ آپکو قاہرہ کے باہر قبرستان قرافہ الصغریٰ میں دفن کیا گیا جو جبل مقطم کے پاس ہے۔

۲۔ ملکہ شمس اور سلطان شمس کے متعلق کچھ پتہ نہیں چل سکا۔ قاہرہ میں ایک جگہ شہر شمس ہے جسے عرب عین شمس کہتے ہیں۔ ممکن ہے ان کا آپس میں کوئی تعلق ہو۔

۳۔ امام جعفر صادق اپنے تبحر علمی اور کمال روحانی کی وجہ سے مشہور ہیں۔ امام ابوحنیفہ کے استاد تھے۔

۴۔ تاریخ پیدائش ۱۷۶۹ء ابتداء میں تمباکو کا تاجر تھا۔ تیس سال کی عمر میں البانیہ کی فوج میں کماندار رہا۔ ترکوں اور مملوکوں سازشوں میں دخل دیتا رہا۔ فریب دہی سے مملوکوں کا خاتمہ کر کے مصر کا گورنر بنا۔ سلطان نے نظامت منظور کر لی۔ لیکن ترکوں سیاسی مشکلات سے فائدہ اٹھا کر ان سے لڑائی کی۔ اس طرح خدیوان مصر کے سلسلہ کا بانی بنا۔ ۱۸۴۹ء میں فوت ہوا۔ اس کا آخری حکمران شاہ فاروق تھا۔ جو ۱۹۳۶ء میں تخت نشین ہوا اور انقلابی حکومت کے ہاتھوں معزول ہوا۔

Marfat.com

ہے۔البتہ ماہ رمضان کی ستائیسویں کو یہاں اچھی رونق ہوتی ہے اور تمام شمعیں اور قمقمے روشن ہوتے ہیں۔صاحبزادہ صاحب کے خیال کے مطابق دہلی کی جامع مسجد استحکام اور پختگی کے لحاظ سے شاید ہی اس کے ہم پلہ ہو۔ورنہ عمارت کی بلندی اور خوبصورتی اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر تھی دراصل یہ مسجد عباس حلمی پاشا خدیو مصر کے زیر تصرف تھی اور اس کی دیکھ بھال کا بڑا اہتمام تھا۔اور دہلی کی مسجد عامۃ الناس کے زیر قبضہ ہے اور اس کی مرمت صرف شاہانِ مغلیہ کے زمانے میں ہوتی ہوگی۔مسجد سے باہر آکر آپ نے چاہ یوسف[1] بھی دیکھا۔جسے زندان یوسف سے تعبیر کیا جاتا ہے۔آپ نیچے بھی اُترے۔مومی شمعیں روشن کی گئیں۔آپ نے نیچے پتھر پھینکا بہت دیر کے بعد اس کے پانی میں گرنے کی آواز آئی۔جس سے پتہ چلا کہ کنوئیں کی گہرائی بہت زیادہ ہے۔ واپسی پر دربان نے ایک ایک تعریفہ (پانچ پیسے) فی کس وصول کیا۔اور چھپے ہوئے کارڈ دیئے جن پر درج تھا کہ یہ کنوئیں میں گئے تھے۔

اس کے بعد صاحبزادہ صاحب اپنی جماعت کے ساتھ ایک مقام پر گئے۔جہاں سے سارا شہر نظر آتا تھا۔یہ خوبصورت شہر کئی میلوں میں پھیلا ہوا ہے اور منتہائے نظر تک آبادی چلی گئی ہے۔ بہت ہی خوش کن نظارہ دیکھنے میں آیا۔

ایک پہاڑی پر نپولین بوناپارٹ[2] کا قلعہ بنا ہوا ہے۔نپولین مصر میں آیا تو ایک سال اور ایک ماہ قیام پذیر رہا۔انہی ایام میں یہ قلعہ بنا ہوگا۔

اس کے بعد آپ فٹنوں پر سوار ہو گئے اور جامع ابن العاص کے قریب سے گزرے۔حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ نے مصر عہد فاروقی میں ۶۳۹ عیسوی میں فتح کیا تھا۔اگرچہ عمارت کہنہ تھی مگر اس کی تاریخ تعمیر سے پتہ چلتا تھا کہ فتح مصر سے تقریباً ۲۸۵ سال بعد تعمیر ہوئی اور بنانے والے نے عقیدت کی بنا پر جناب موصوف سے منسوب کردی ہوگی۔وہاں سے آپ شہر میں جامع

---

[1] ۔حضرت یوسف علیہ السلام مصر میں پہنچے درمیانی بادشاہی خاندانوں (۲۱۰۰ق م تا ۱۵۸۰ق م) کا زمانہ۔چودھویں شاہی خاندان کے ایام میں شام اور فلسطین سے ہکسوس لوگ حملہ آور ہو کر بالائی مصر پر قابض ہو گئے۔انہی کے عہد میں حضرت یوسف علیہ السلام اور بعد میں ان کے افراد خاندان مصر پہنچے۔لیکن حضرت یوسف کو کنعان کے ایک کنوے میں بھائیوں نے پھینکا تھا۔اس لئے سفرنامہ صارم کی یہ تحریر زیادہ قرین قیاس ہے کہ یہ کنواں دراصل صلاح الدین ایوبی سے منسوب ہے۔ان کا نام ملک الناصر السلطان صلاح الدین یوسف ہے۔اس لئے یہ چاہ یوسف کہلایا۔۱۲

[2] ۔جزیرہ کارسیکا کے ایک وکیل کا لڑکا جو اپنی عالی ہمتی، جوش کردار، بے پناہ فطانت وذہانت اور بلند و برتر شخصیت کے باعث فرانس کا شہنشاہ بنا اور جس نے اپنی پے در پے فتوحات سے یورپ میں تہلکہ مچا دیا۔۱۷۶۹ء میں پیدا ہوا اور ۱۸۲۱ء میں جزیرہ سینٹ ہلینا میں فوت ہوا۔۱۷۹۸ء میں مصر پر حملہ آور ہوا۔جنگ اہرام میں مملوکوں کو شکست دی اور قاہرہ پر قابض ہو گیا۔۱۲

Marfat.com

رفاعی کو آئے جو امام رفاعیؒ کے نام پر مشہور ہے۔ مسجد کے ایک کونے میں امام رفاعی کے اجداد میں سے سیدنا یحییٰ الانصاری اور دوسری طرف سیدنا رفعت الانصاری رضی اللہ عنہم کے مزار ہیں۔ یہ مسجد ۳۵ سال کے عرصہ میں تعمیر ہوئی تھی۔ خدیو مصر عباس حلمی پاشا کے والد توفیق پاشا (۱۸۷۹ء۔۱۸۹۲ء) نے اسے اپنے زمانہ میں تکمیل کو پہنچایا تھا۔ صاجزادہ صاحب قبلہ کا خیال ہے کہ یہ مسجد محمد علی پاشا کی قلعہ والی مسجد سے بڑی ہوگی۔ البتہ اس میں سنگ مرمر کی وہ افراط نہیں تھی جتنی محمد علی پاشا کی مسجد میں تھی صاجزادہ صاحب اکتوبر ۱۹۱۳ء میں قاہرہ میں تھے۔ عباس حلمی پاشا ۱۹۱۴ء میں فوت ہوا۔ مگر جامع رفاعی کے ایک طرف اس نے اپنی قبر بنوادی تھی اور اس کے بالمقابل باغ بھی لگوادیا تھا۔ اس کے بعد آپ جامع سلطان حسن۲ گئے۔ چھ سو سال کہنہ عمارت تھی در و دیوار سے شکستگی کی علامات ظاہر ہو رہی تھیں۔ ایک طرف توپ کے گولوں کے نشانات بھی تھے۔ جو اعرابی پاشا نے تنگ آکر شہر پر پھینکے تھے مگر مسجد محفوظ رہی تھی۔ عباس حلمی پاشا خدیو مصر نے اس کی مرمت کا کام شروع کرایا ہوا تھا۔

ان زیارات کے بعد آپ اپنے ہوٹل کلوب المصری میں تشریف لے گئے۔ فٹن والوں نے کرایہ لیتے ہوئے بڑا شور و غل مچایا۔ مقرر اٹھائیس قرش ہوا تھا۔ مگر وہ چالیس قرش کا مطالبہ کرتے تھے۔ ان لوگوں نے بمبئی کے دلالوں کی یاد تازہ کردی۔ تجربہ نے بتایا۔ مصر کے دلال اور گائیڈ ان سے بھی زیادہ بدزبان اور ناقابل اعتبار تھے۔ ہوٹل والوں کا بھی یہی حال تھا۔ ہر ایک کی ملی بھگت تھی۔ چکنی چپڑی اور دل بہلانے والی میٹھی باتیں کرتے تھے۔ حجاج اور ہندیوں کے

ا۔ سید احمد کبیر رفاعی الحسینیؒ (تاریخ ولادت ۱۵؍ رجب المرجب ۵۱۲ھ تاریخ وفات ۵۷۸ھ) بہت بڑے عالم، بڑے صاحب کمال ولی اور امام تصوف تھے۔ برہان المؤید علم تصوف پر آپ کی تصنیف ہے۔ آپ کے ہزاروں خلفاء تھے۔ عقیدتمندوں کا تو کوئی شمار نہیں تھا۔ بصرہ کے قریب قصبہ ام عبیدہ میں آپ کا مزار مبارک ہے اور زیارت گاہ عوام و خواص ہے۔ آپکی ایک کرامت بڑی شہرت رکھتی ہے۔ ۵۵۵ھ میں حج کے موقع پر سرکار رسالت پناہ کے روضہ مقدس پر حاضر ہوئے باآواز بلند عرض کیا:۔

السلام علیک یا جدی — گنبد خضراء سے فوراً ندا آئی:۔

وعلیک السلام یا ولدی — یہ ندا سنتے ہی امام صاحب پر وجد طاری ہوگیا اور بحالت گریہ عربی زبان میں دو اشعار پڑھے جن کا مطلب تھا کہ دوری کی حالت میں اپنی روح روضہ اطہر کے طواف کیلئے بھیجتا تھا۔ اب دولت دیدار اصالتاً حاصل ہے اپنا مبارک ہاتھ دیجئے تاکہ میں اسے بوسہ دیکر عزت حاصل کروں۔ قبر انور سے نورانی ہاتھ نکلا اور امام صاحب نے بوسہ دیا۔ چونکہ حج کے ایام تھے تقریباً نوے ہزار عاشقان جمال محمدی وہاں موجود تھے۔ وہ سب سرور کائنات ﷺ کے دست مبارک کی زیارت سے مشرف ہوئے اور حضور کی سامعہ نواز اور روح پرور ندا بھی سنی۔ زائرین میں شیخ عبدالقادر جیلانی، شیخ عدی اور حضرت شیخ عبدالرزاق حسینی الواسطی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین جیسے جلیل القدر بزرگ بھی تھے۔

۲۔ یہ قاہرہ کی سب سے زیادہ خوبصورت مسجد ہے جو تقریباً ۱۳۵۶ء میں مملوک حکمران حسن نے تعمیر کرائی تھی۔ سلطان حسن کی حکمرانی کا پہلا دور ۱۳۴۷ء تا ۱۳۵۱ء اور دوسرا ۱۳۵۴ء تا ۱۳۶۱ء ہے۔

Marfat.com

مال کو شیر مادر سمجھتے تھے۔ گاڑی والوں کی بھی یہی خواہش تھی کہ اتنے میں ایک مولوی ابو سعید صاحب جو پنجابی تھے ہم وطنوں کو پہچان کر آ گئے۔ انہوں نے چونتیس قرش پر فیصلہ کرایا۔ مولوی صاحب پہلے رنگون میں سکونت پذیر تھے۔ جنگ طرابلس میں انور پاشا کے ساتھ رہے اور جنگ کے مفصل حالات اخبارات کو بھیجتے رہے۔ ان دنوں قاہرہ میں مقیم تھے۔ اور ترکی ٹوپیوں کا بیوپار کرتے تھے۔ مولوی صاحب سے قبلہ صاحبزادہ صاحب بعض معاملات پر گفتگو کرتے رہے۔ اور نماز ظہر ادا کرنے کے بعد ان کی معیت میں ایک اخبار ''الشعیب'' کے دفتر میں تشریف لے گئے۔ جو لوکندہ کے قریب تھا۔ راستہ میں مولوی صاحب آپ کو اپنے مکان پر لے گئے اور چائے پلائی۔ ان کے گھر آپ نے چند اردو اخبارات میں سے خبریں دیکھیں۔ ''الشعیب'' کے دفتر میں مولوی صاحب نے آپکا اور ملک محمد دین ایڈیٹر ''صوفی'' کا تعارف مناسب الفاظ میں کرایا۔ وہ لوگ بڑی خوش خلقی سے پیش آئے۔ کافی پیش کی۔ حالانکہ پہلا موقع تھا اور کڑوے پن سے آپ کی طبیعت متنفر ہوئی۔ نگران کی رضامندی اور اصرار کے زیر نظر آپ نے دو ایک گھونٹ نوش فرمائے مختلف امور پر تبادلہ خیالات ہوتا رہا۔ آپ عربی میں گفتگو فرماتے رہے۔ اور ملک محمد دین نے ایک انگریز دان ایڈیٹر سے انگریزی میں بات چیت کی۔ مصریوں کی ادبی زبان فصیح عربی ہے اور نصابی کتابوں کے لگ بھگ۔ لیکن ان کی روزمرہ کی زبان مختلف ہے البتہ ایک عربی دان ان کے درمیان رہ کر دو ایک ماہ میں استعمال آنے والے محاورات سے اچھی طرح واقفیت حاصل کرسکتا ہے۔ اخبار کے ایڈیٹروں کی ایک مجلس قائم تھی اور ان میں سے ایک چیف ایڈیٹر تھا۔

دفتر ''الشعیب'' سے آپ واپس ہوٹل میں تشریف لائے۔ مولوی ابو سعید رخصت ہو گئے۔ گائیڈ نے اہرام مصر دکھانے کے لئے آنا تھا۔ مگر وہ ایفائے عہد نہ کرسکا۔ اس لئے خدا پر توکل کر کے آپ آٹھ آدمی ٹرام کے مشہور جنکشن عتبۃ الخضراء پر پیدل پہنچ گئے۔ وہاں چودہ اطراف سے ٹرام پہنچتی تھی۔ فی آدمی دو قرش صاغ یعنی پانچ آنے اہرام تک کرایہ ادا کیا۔ عصر کی نماز رستہ میں آپ نے ایک مسجد میں پڑھ لی تھی۔ قریباً ڈیڑھ گھنٹے میں ٹرام دریائے نیل کے پل پر سے گذرتی ہوئی اہرام پہنچی۔ ٹرام میں دو درجے تھے۔ فرسٹ اور تھرڈ۔ فرسٹ کا کرایہ تھرڈ سے دوگنا تھا۔ پل کا نام ''قنطرۃ ابی العلاء'' تھا وہاں سے دریائے نیل کا نظارہ قابل دید تھا۔

اہرام مصر

آپ مغرب کے وقت اہرام پہنچے۔ پہلے نماز مغرب ادا کی اس کے بعد ان برجوں کے

۱۔ اہرام مصر جن کو فراعنہ نے بنائے ان کے نام خیوپس اور خفرن ہیں۔ یہ مصر کے قدیم بادشاہی خاندانوں میں چوتھے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ جو ۲۶۵۰ ق م تک حکمران رہا۔ ویسے قدیم بادشاہی خاندانوں کی حکومت کا آغاز ۲۹۰۰ ق م میں ہوا اور خاندان ۲۰۰ق م میں ختم ہوا۔

Marfat.com

قریب گئے جو ''الاھرام'' کے نام سے مشہور ہیں۔ اور دنیا کی بلند ترین عمارات میں سے ہیں۔ جیسا کہ روایت ہے۔ فراعنہ نے موت سے بچاؤ کے لئے ساحروں کی امداد سے یہ اہرام تیار کرائے تھے۔ قرآن کریم ان کی اس کوشش کے متعلق کہتا ہے:۔

''این ماتکونوا یدرککم الموت ولو کنتم فی بروج مشیّدۃ''

فراعنہ تو موت کے پنجے سے محفوظ نہ رہ سکے۔ مگر لاریب انسان کی تعمیر کردہ عمارتوں میں ایسی مضبوط، مستحکم اور بلند عمارات اور کہیں نہیں۔ بنے ہوئے ہزاروں سال گزر چکے ہیں۔ مگر یہ اہرام سینہ تان کر سردی، گرمی اور بادوباراں کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ وقت ان کے سامنے بے حقیقت ہے۔ تین برج ہیں۔ دو قریباً ایک قد وقامت کے اور ایک چھوٹا ہے۔ ٹکٹ ملنے کا دفتر باہر ہے۔ جو سیاح صرف برجوں کے اردگرد گھومنا چاہتے ہیں انکا ٹکٹ پانچ قرش یعنی ساڑھے بارہ آنے تھا۔ اوپر جانے کے لئے دس قرش یعنی ایک روپیہ نو آنے۔ اندر جانے کے لئے بھی ٹکٹ دس قرش تھا اور جو مکمل طور پر دیکھنا چاہتا تھا۔ اس سے کل بیس قرش یعنی تین روپے دو آنے وصول کئے جاتے تھے۔ اوپر تو کوئی بلند ہمت انسان جاتا ہوگا۔ کیونکہ کوئی زینہ نہیں۔ برج مربع مخروطی بنے ہوئے ہیں۔ نیچے سے بہت محیط ہیں اوپر جا کر گنبد کی صورت بن گئی ہے اور بڑے بڑے پتھر باہر کی طرف جھکے ہوئے ہیں۔ آدمی تکلیف برداشت کر کے ان کے ذریعے اوپر جا سکتا ہے۔ چونکہ اندھیرا چھا گیا تھا۔ اس لئے قریب جا کر صاحبزادہ صاحب قبلہ نے صرف طرز تعمیر کا ملاحظہ کیا۔ آپ نے دروازہ سے اندر بھی جھانکا۔ ایک گائیڈ نے نیچے اتر کر موم بتی روشن کی زمین کے نیچے تہ خانہ چلا گیا ہے۔ اندر بعض دستی تصاویر بتائی گئیں جن میں سے بہت سی نکال کر انٹک خانہ (Antique House) یعنی عجائب گھر میں رکھ دی گئی ہیں۔ گائیڈ نے بتایا کہ اندر فرعون اور اس کی ملکہ کے لئے دو سنگ مرمر کے تخت رکھے ہوئے ہیں۔ جن پر وہ بیٹھ کر خدائی[1] دعویٰ کرتا تھا ''واللہ اعلم بالصواب''۔ اہرام کی بلندی کا یہ عالم ہے کہ اوپر دیکھنے سے پگڑی گر پڑتی ہے۔ زمین سے ۴۵۱ فٹ بلند ہے۔ وہاں سے ٹرام پر سوار ہو کر عشاء کے وقت آپ واپس ہوٹل پر پہنچے کھانا کھایا اور گیارہ بجے کے قریب آرام فرمایا۔ جس باریک بینی، بالغ نظری، مستعدی اور انہماک سے آپ نے صرف ایک روز میں اس قدر زیارات اور تاریخی عمارات دیکھی تھیں۔ اس سے ان عزائم کا پتہ چلتا تھا جو اس جواں سال شاہزادے کے دل میں برق افگن تھے۔

---

[1] ۔ تاریخ بتاتی ہے کہ قدیم بادشاہی کے ایام میں فرعون کو خدا مانا جاتا تھا۔ زندگی میں بھی مرنے کے بعد بھی اسے پورے اختیارات حاصل ہوتے تھے اور اہرام قدیم بادشاہی کے دوران میں ہی بنے تھے۔

Marfat.com

اگلے روز یعنی ۲ ذی قعدہ بمطابق ۱۴ اکتوبر بروز جمعہ آپ علی الصباح گائیڈ کے ہمراہ شہر کی گشت لگاتے عتبة الخضراء گئے۔ وہاں سے ٹرام پر سوار ہوئے اور مصر قدیم کا ٹکٹ لیا۔ پندرہ منٹ میں ٹرام وہاں پہنچی۔ سب سے پہلے دریائے نیل کے کنارے کھڑے ہو کر آپ نے دریا کی سیر کا لطف اٹھایا۔ ان دنوں دریا میانہ روی اختیار کئے ہوئے تھا۔ تاہم اس کا پاٹ نصف میل کے قریب ہوگا۔ مصر کے سامنے اس پر چھ پل تھے۔ جن پر سے آدمیوں، گاڑیوں اور ٹراموں کا بکثرت گذر ہوتا تھا۔ تین پل تو کشتیوں کے تھے جو غالباً دریا کی طغیانی کے وقت اکھیڑ لئے جاتے ہوں گے۔ اور تین اچھے مستحکم اور بہت فراخ تھے۔ جن پر سے تین چار گاڑیاں بیک وقت گذر سکتی تھیں۔ بیچ میں ٹراموے اور گاڑیوں کا رستہ تھا۔ اور اطراف پر لوگوں کے چلنے کا۔

وہاں سے آپ مصر قدیم کی پرانی عمارتوں کا ملاحظہ کرتے اور عبرت انگیز مناظر دیکھتے۔ جامع مسجد عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ میں گئے جو عبرت کا نمونہ بن رہی تھی۔ بالکل غیر آباد اور سنسان پڑی تھی۔ مسجد کوئی زیادہ فراخ نہیں تھی۔ ممکن ہے پہلے خوبصورت ہو مگر اس وقت تو مرور ایام سے بالکل بھدی بن چکی تھی۔ سنگ مرمر کے ستون پہچانے نہیں جاتے تھے۔ اوپر سے سفیدی اڑ چکی تھی اور اس طرح معلوم ہوتا تھا کہ بالکل معمولی بدرنگ پتھر ہے۔ اللہ اللہ یہ وہی مسجد تھی جس میں اسلام کا نعرہ اللہ اکبر سرزمین مصر میں پہلی دفعہ بلند ہوا تھا۔ اور یہ مسجد اس مجاہد کبیر سے منسوب تھی جس نے بڑی شجاعت اور مردانگی سے کام لے کر اپنی شمشیر خارا شگاف سے ملک مصر پر قبضہ کیا تھا۔ اور یہاں اسلامی پرچم لہرایا تھا۔ بنابریں صاحبزادہ صاحب قبلہ کی نظروں میں جامع محمد علی پاشا اپنی عظمت اور علو شان کے باوجود جامع ابن العاص کے ایک ستون کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ اس میں عجمی تکلفات کی آن بان تھی اور اس میں عرب کی سادگی۔ وہ ایک ایسے حکمران کی تعمیر کردہ تھی جس کی تلوار اپنے بھائیوں کا گلا کاٹنے میں مشہور تھی اور جس کی بغاوت نے سلطنت ترکی کا رہا سہا اقتدار اور رعب بھی گنوا دیا تھا اور جس کا خمیازہ ترکی بھگت رہا تھا۔ اور یہ مسجد مقدس اسلام کے ایک ایسے فدائی اور رسول اللہ کے ایک ایسے صحابی کی وجہ سے معرض وجود میں آئی تھی جس نے مصر جیسے بت پرست ملک میں نعرہ توحید بلند کیا تھا اور جس کا اثر اس ملک میں کچھ نہ کچھ اس وقت تک بھی باقی تھا۔

قبلہ صاحبزادہ صاحب رقمطراز ہیں کہ شاید کوئی معترض یہاں انگشت نمائی کرے اور کہے کہ عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرفداری میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ لڑائی میں شریک تھے۔ مگر منصف مزاج جانتے ہیں کہ وہ مقاتلہ ذاتی اغراض پر مبنی نہیں

Marfat.com

تھا۔ بلکہ ایک مسئلہ اجتہادیہ میں دونوں حضرات کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا تھا اور بڑھتے بڑھتے لڑائی تک نوبت پہنچ گئی۔ اگر کوئی ذاتی عناد ہوتا تو جب قیصر روم نے اپنے سیاستدانوں کے جتلانے پر خانہ جنگی سے فائدہ اٹھانا چاہا اور اس نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا کہ میں آپ کی امداد کے لئے دل و جان سے حاضر ہوں اور جتنی فوج آپ کو مطلوب ہو بھیجنے پر کمربستہ ہوں۔ تو جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اسے وندان شکن اور معقول جواب نہ دیتے۔ انہوں نے قیصر روم کو کہلا بھیجا کہ ''اگر تم حضرت علی سے مقابلہ کرو گے تو ان کی فوج میں سے سب سے پہلے جو شخص میدان میں اترے گا وہ معاویہ ہوگا''

چڑیا گھر میں

خیر اس عبرت افزا مسجد کو دیکھنے کے بعد صاحبزادہ صاحب نے پیدل دریائے نیل کو عبور کیا اور آپ '' جنينة الحيوانات '' یعنی چڑیا گھر میں تشریف لے گئے۔ چڑیا گھر والوں نے ایک ایک تعریفہ یعنی پانچ پانچ پیسے ٹکٹ کے لئے۔ آپ کو یہ طریقہ پسند آیا۔ اگر گورنمنٹ پنجاب بھی ٹکٹ لگا لیتی تو آمدنی سے محبوس اور بے زبان جانوروں کی خوراک کا انتظام ہو سکتا تھا۔ اور یہ شکایت کہ لاہور کے چڑیا گھر کے جانور بھوک سے مر رہے ہیں دور ہو جاتی۔ جنينة الحيوانات ایک بڑے وسیع احاطہ میں واقع تھا۔ طرح طرح کے حیوانات موجود تھے۔ جے پور کے چڑیا گھر سے بھی یہ بڑا تھا۔ چند وحوش کے علاوہ جے پور میں بہت کم جانور تھے۔ وہاں دو شتر مرغ تھے اور یہاں بکثرت نظر آئے۔ دریائی گھوڑے تھے جو اونٹ سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔ دریائی بھینسیں تھیں۔ جنگلی بلیاں اتنی بڑی تھیں کہ قد و قامت میں چیتے سے ملتی جلتی تھیں۔ صحرائی گدھے بڑے خوبصورت تھے۔ اور ان کی کھال کو دیکھ کر شیر کا دھوکہ ہوتا تھا۔ یہ جانور جے پور کے چڑیا گھر میں زیادہ تھے۔ شیر بھی کئی قسم کے تھے۔ شیر ببر بہت بڑا تھا۔ اس کی حفاظت کے لئے ایک مضبوط کٹہرا لگا ہوا تھا اور بھی مختلف الهيئت والخلقت چرند پرند تھے۔

جہاز کے سفر میں نماز جمعہ دو دفعہ فوت ہو گئی تھی۔ خدشہ تھا کہ پھر فوت نہ ہو جائے۔ اس لئے آپ واپس آنے پر مجبور ہو گئے۔ اور ٹرام پر سوار ہو کر انتک خانہ یعنی عجائب گھر میں آئے جو دریائے نیل کے دائیں طرف واقع تھا وہاں ہر ایک کو ایک قرش یعنی ... بڑا مکان سہ منزلہ تھا۔ عمارت بہت اعلیٰ درجے کی تھی۔ سارا ... جواہرام سے لا لا کر آراستہ کیے گئے تھے۔ لاریب ... صاحبزادہ صاحب قبلہ کو تو بیت الاصنام میں داخل ہو کر ...

Marfat.com

سلیقے سے سجائے گئے تھے کہ صرف ماتھا ٹیکنے والوں کی کسر باقی رہ گئی تھی۔ آپ نے پرانے بادشاہوں کی ممیاں بھی دیکھیں۔ ان کی بنا پر اس انٹک خانے کو دنیا بھر میں امتیاز حاصل ہے۔ فرعون کا ممی شدہ وجود بھی گلا سڑا پڑا تھا۔ اور بہت قبیح نظر آتا تھا۔ گوشت نہ ہونے کی وجہ سے سب ممیوں کی حالت رذیل اور قابل نفرت تھی۔ ان بادشاہوں کے بلند بانگ دعاوی اور ان کے افسوس ناک کارناموں کے زیر نظر ان کی موجودہ نفرت انگیز حالت کو دیکھ کر زبان پر بیساختہ یہ عبارت موزوں جاری ہو جاتی تھی۔

المُلکُ یومئذٍ للواحدِ القھّار

اور بڑی عبرت حاصل ہوتی تھی۔ وہ فرعون[۱] جس نے خدائی دعویٰ کیا اور "یاھامان ابن لی صرحالعلّی اطلع الیٰ الٰه موسیٰ انی لاظنّه من الکاذبین" کی بڑ لگا کر جس نے اہرام کے قریب مینار تعمیر کرایا۔ اور اس پر چڑھ کر خداوند قدیر سے مقابلہ کی ٹھانی اس کا وجود ناپاک جو پہلے بڑی ذلت سے دریائے نیل میں بہہ گیا تھا اب عجائب خانہ میں رذالت اور حقارت کا مجسمہ بن کر پڑا ہوا تھا۔ اور زبان حال سے پکار رہا تھا۔

روزگارم بشد بنادانی | من نہ کردم شما حذر بکنید

اور اس کا مینار بھی دستبرد زمانہ سے پیوند خاک اور پامال ہو چکا تھا۔ اور اس کے بروج مشیدہ اب صرف سیرگاہ اور اولو الابصار کے لئے عبرت کا مرقع تھے۔ العظمة لله۔ فراعنہ کی ان ممیوں کو دیکھ کر طبیعت بڑی خائف ہوئی اور حصول عبرت کی غرض بدرجہ اعلیٰ تکمیل کو پہنچی۔

عجائب گھر سے قبلہ صاحبزادہ صاحب ٹرام پر عتبة الخضراء پہنچے اور وہاں سے فٹن لے کر "جامع ازہر" گئے۔ خطبہ جمعہ ہو چکا تھا۔ مگر جلد وضو کر کے آپ دوسری رکعت میں شامل ہو گئے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے مسجد دیکھی۔ بڑی فراخ تھی۔ پندرہ ہزار طلباء کو گیارہ سو معلم مسجد میں ہی تعلیم دیتے تھے اور پھر بھی مسجد میں بہت سی جگہ خالی رہتی تھی۔ متعدد علوم کی تعلیم دی جاتی تھی۔ مختلف امصار و بلاد کے طلبہ وہاں مقیم تھے۔ جمعہ کے باعث آپ تدریس و

---

[۱] تمام فراعنہ مصر کے خاندانوں کو زمانے کے لحاظ سے اس طرح تقسیم کرتے ہیں۔ قدیم بادشاہی خاندان، درمیانی بادشاہی خاندان اور جدید بادشاہی خاندان۔ ان کا زمانہ ۲۹۰۰ ق م سے شروع ہو کر ۳۳۲ ق م کو ختم ہوتا ہے یعنی جب سکندر اعظم نے مصر پر قبضہ کیا تھا۔ یہ تمام تیس خاندان ہو گزرے ہیں۔ قدیم کے دس، درمیانی کے سات اور جدید کے تیرہ۔ جدید بادشاہوں کے اوائل دور میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ظہور ہوا جب ہکسوس یعنی سامی فرمانرواؤں کے خلاف انتہائی تعصب کا دور دورہ تھا یا تھے۔ بنی اسرائیل کے ساتھ خوفناک بدسلوکیاں ہو رہی تھیں۔ کیونکہ وہ بھی سامی نسل سے تھے اور ہکسوس ہی کے دور میں مصر پہنچے تھے۔ انیسویں بادشاہی خاندان کا فرعون مرنفتاہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معاصر ہے۔

Marfat.com

تعلیم نہ دیکھ سکے۔ تاہم استفسار کرنے پر معلوم ہوا کہ پہلے کی نسبت بیت العلوم کا انتظام اچھا تھا۔ آپ دو ایک طالبعلموں سے علمی چھیڑ چھاڑ کر رہے تھے۔ کہ مسجد کے ایک طرف شور وغل بپا ہوا۔ الجزائر کی طرف کے ایک طالب علم نے ذاتی رنجش کی بنا پر اپنے ہم وطن استاد کا گلا چھرے سے کاٹ ڈالا تھا۔ آپ وہاں سے اپنے ہوٹل پر تشریف لے گئے۔ کرایہ وغیرہ کا تصفیہ کیا۔ بعض ساتھیوں کو تو آپ نے اسٹیشن پر بھیج دیا۔ مگر خود دو کو ہمراہ لے کر مصر جدید دیکھنے کیلئے ٹرام پر تشریف لے گئے۔

اعلیٰ انتظام کی وجہ سے آپ کو مصر کی ٹرام بڑی دلفریب نظر آئی۔ ہر طرف مقررہ ٹرام وے جاتی تھی۔ دہلی اور بمبئی کی طرح جا بجا اترنے چڑھنے کا جھگڑا نہیں تھا۔ رفتار مسافر گاڑی سے بھی زیادہ تھی۔ ایک گھنٹے میں آپ مصر جدید پہنچے۔ صرف لونا پارک قابل دید تھی۔ جہاں کھیل تماشے ہوتے تھے۔ انتظام قابل ستائش تھا۔ سر بفلک عمارات تھیں۔ ابھی عمارات کی تکمیل نہیں ہوئی تھی اور آبادی کم تھی۔ آپ نے خیال کیا کہ جب یہ شہر آباد ہوگا تو بڑا ہی خوش وضع ہوگا۔ وہاں سے آپ ٹرام پر سوار ہو کر سیدھے اسٹیشن پر تشریف لے گئے۔ مولوی ابو سعید صاحب اور امرتسر کے ایک درزی امام الدین جو وہاں دوکان کرتے تھے الوداع کہنے کے لئے موجود تھے۔ قاہرہ کا ریلوے سٹیشن لاہور سے مشابہت رکھتا تھا اور مسقف تھا۔ آپ پلیٹ فارم پر کھڑے تھے کہ چند گورے سپاہی شراب میں مخمور قریب سے گذرے اناپ شناپ بک رہے تھے۔ ایک شاید کچھ اردو جانتا تھا۔ اس لئے آپ سے پوچھا کیا ہندی ہو اور پھر مذاق کے طور پر زور سے قہقہہ لگایا۔ آپ کو بڑا غصہ آیا۔ چاہا کہ لاٹھی کے دو ایک وار رسید کریں مگر بے وطنی، مسافرت، مداخلت پولیس اور معاملے کے بڑھ جانے کے خیال سے خاموشی اختیار کر لی۔

تہذیب نصاریٰ

گاڑی چھ بجکر پندرہ منٹ پر چلی۔ آپ مولوی ابو سعید صاحب سے مرخص ہوئے فوجی گوروں میں سے شاید کچھ ولایت جا رہے تھے۔ باقی برائے تودیع آئے ہوئے تھے۔ گاڑی کی روانگی کے وقت انہوں نے طوفان بدتمیزی بپا کیا۔ رخصت ہونے والے گورے سیکنڈ کے دوسرے ڈبوں میں بیٹھے اور اناپ شناپ راگ الاپ شروع کیا۔ آپ کے ڈبے میں ایک فرانسیسی پادری بھی سوار تھا اور مصر میں رہائش پذیر ہونے کی وجہ سے عربی میں گفتگو کر سکتا تھا آپ نے اسے فرمایا:۔

"ھذا تھذیب النصاریٰ؟"

Marfat.com

وہ بے چارہ بڑا شرمندہ ہوا اور اٹھ کران گدھوں کو سمجھانے لگا۔ مگران کے سر شراب کا بھوت سوار تھا۔ جو صرف ترش کلمات سے کیسے اتر سکتا تھا۔ انہوں نے الٹا غریب پادری کو آڑے ہاتھوں لیا اور بے نقط کی سنانی شروع کیں۔ وہ غصے سے لال پیلا ہو کر لاحول پڑھتا ہوا اپنی سیٹ پر واپس آ گیا۔ اعلانیہ شراب نوشی اور اس کے نتائج قبیحہ کو دیکھ کر صاحبزادہ صاحب کو سخت صدمہ ہوا اور آپ نے فرمایا کاش حکومت برطانیہ اس اُمّ الخبائث کے خلاف کوئی قانون نافذ کر دے۔

مصر کی تصویر کا دوسرا رخ

مصر کو خیر باد کہتے ہوئے آپ کو اس کے عیوب ونقائص اور محاسن و مآثر پر نظر ڈالنا ضروری نظر آیا۔ آپ نے اس کی دورُخی تصویر کو سامنے رکھا۔ سفرحج اختیار کرنے سے پہلے آپ نے علامہ اقبالؒ کا یہ شعر پڑھا تھا۔

کل ایک شوریدہ بارگاہ نبی پہ رو رو کے کہہ رہا تھا
کہ مصرو ہندوستان کے مسلم بنائے ملت مٹا رہے ہیں

مگر آپ کا خیال تھا بے دینی، ملت کشی اور احکام الٰہی کی خلاف ورزی کے لحاظ سے مصر والوں کی نسبت ہندی مسلمانوں کی حالت زیادہ المناک تھی لیکن مصر کی قابل رحم حالت کو دیکھ کر ہندوستانی مسلمانوں کی وقعت آپ کے دل میں بہت بڑھ گئی اور آپ کی نظروں میں ہندوستان کے کلمہ گو مصر کے مسلمانوں سے بدر جہا زیادہ دیندار، متبع شریعت، احکام شرع پر عمل پیرا اور خداوند کریم کے فرمانوں کی عدم تعمیل سے خائف دکھائی دینے لگے۔ ہندوستان کے بعض شہروں میں جہاں اعلانیہ شراب فروشی اور شراب نوشی ہوتی ہوگی۔ میخواروں کے ذلیل ترین گروہ میں مسلمان بھی خال خال نظر آتے ہوں گے۔ مگر پھر بھی وہ اس امّ الخبائث کو چھپ کر منہ لگاتے ہوں گے۔ تاکہ مسلمانوں کی سوسائٹی میں بدنام نہ ہوں۔ اور آزادی کے باعث اگر کہیں مذہبی احکام کو پس پشت ڈال کر ہندوستانی مسلمان علانیہ شراب نوشی کا ارتکاب کرتے بھی ہونگے تو پھر بھی مصر جیسا اندھیر کہیں نہیں ہوگا۔ جہاں شراب کو شیر مادر سمجھ لیا گیا ہے۔ اور غروب آفتاب سے لے کر نصف شب تک بڑی کثرت سے شراب خانے مسلمانوں سے معمور اور ''تہذیب یافتہ'' لوگ مخمور نظر آتے ہیں۔ اس کے باوجود مصری مسلمانوں کو دعویٰ تھا کہ وہ اسلام کے جاں نثار اور فدائے ملت ہیں۔ ایک مصری جنٹلمین نے اثنائے گفتگو میں صاحبزادہ صاحب قبلہ سے کہا آپ ہماری شراب نوشی سے متعجب نہ ہوں۔ ہمارے نزدیک شراب حلال طیب ہے۔

Marfat.com

مصری تہذیب

لباس میں بھی بچے بوڑھے تک ہر ایک نے نصرانیوں کا اتباع ضروری سمجھ لیا تھا۔ وہ کوٹ پتلون کالر، ٹائی اور تر کی ٹوپی بھی مابہ الامتیاز نہیں تھی۔ کیونکہ قاہرہ میں عیسائی اور یہودی بھی اسے استعمال کرتے تھے۔ علاوہ بریں داڑھیاں چٹ۔ یہودیوں کی طرح مونچھیں بڑھی ہوئی۔ سر پر انگریزی وضع کے بال، طرز تکلم طرز معاشرت انگریزوں جیسا۔ امیر و غریب، امام و مقتدی ہر صبح استرے سے داڑھی صاف کرنے کا عادی۔ اس لئے یہودی، نصرانی اور مسلمان میں امتیاز کرنا ناممکن تھا۔ صاحبزادہ صاحب اور آپ کے ساتھیوں کے چہروں پر داڑھیاں دیکھ کر انگلیاں اٹھتی تھیں۔ لوگ کہتے تھے کہ یہ نو وارد کس مرز بوم کے ہیں۔ بعض نے تو آپ کو عیاذاًباللہ یہودی سمجھا اور آپ کی زبان سے بے ساختہ نکلا۔

گر مسلمانی ہمیں است کہ مصری دارد
وائے اگر از پس امروز بود فردائے

اب جنس لطیف کا حال سنئے جغرافیائی قرب کی وجہ سے سرزمین مصر میں یورپ کی ہوا چل رہی تھی۔ اس لئے عورتیں بھی متاثر تھیں۔ کھلے منہ بازاروں میں پھرنا۔ دوکانداروں سے غایت بے تکلفی سے لین دین کے معاملات طے کرنا، ہر راہگذر کی طرف گھور گھور کر دیکھنا، اپنے پرائے سے ٹھوکر مار کر چلنا مصری عورت کا خاصہ نظر آیا۔ برقعہ پہنا جاتا تھا۔ مگر کیسا۔ رخسار بالکل برہنہ۔ ناک پر پیتل کی یا سنہری حسب توفیق ڈبیہ، منہ پر پتلی سی جالی جس میں سے دانت وغیرہ صاف نظر آتے تھے۔ کوچہ گردی میں طاق۔ تعجب آتا تھا کہ جب صبح سے رات بارہ بجے تک عورتیں بازاروں اور گلیوں میں مردوں کی نسبت زیادہ تعداد میں مٹرگشت کرتی رہتی تھیں۔ کھانا کہاں سے کھاتی ہوں گی۔ ایک دو ہندوستانیوں اور ایک مصری کی زبانی ان کی عفت و عصمت کے بھی المناک افسانے سننے میں آئے۔

بدمعاملگی بھی اہل مصر کا شعار بن چکا تھا۔ خصوصاً ہندی زائرین کو دوکاندار سے لے کر گاڑیبان تک حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اس کے مال اسباب کو چھین لینے پر ہر ایک کمر بستہ نظر آتا تھا۔ گاڑیبان بدزبان، بے اعتبار اور غدار تھے۔ بعض شریر النفس فتنہ روزگار ہندوستانی بھی اپنے نام کے کارڈ چھپوا کر عقل کے اندھے اور ناواقف غریب الدیار ہموطنوں کو چکنی چپڑی باتوں سے لوٹنے پر آمادہ رہتے تھے۔ بھیک مانگنے والوں کی بھی افراط تھی۔ مزارات پر تو سائلین کا وہ ہجوم اور ازدہام ہوتا تھا کہ پناہ بخدا۔ دور سے ہندوستانیوں کو دیکھ کر "حاجی بابا"

Marfat.com

بابا' (حاجی بابا) پکارنے لگ جاتے تھے اور کپڑے تک اتار لینا چاہتے تھے۔ حکومت مصر اس طرف سے بالکل غافل تھی۔

تصویر کا دوسرا رخ

اب تصویر کا دوسرا رُخ لیجئے۔ بایں ہمہ عیوب، مصری بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ پولیس تو قابل تعریف حد تک خوش اخلاق تھی۔ رستہ پر متعین سپاہیوں سے صاحبزادہ صاحب قبلہ نے کئی بار رہنمائی کے لئے کہا اور انہوں نے ہمیشہ خندہ پیشانی سے اور بعض اوقات طمع اور لالچ کے بغیر ساتھ چل کر راستہ بتایا۔ حالانکہ ہندوستانی پولیس کے آدمی تو اپنے تئیں فرعون کا باپ سمجھتے ہیں اور کبر ونخوت کے پتلے نظر آتے ہیں۔ مصری لوگ مہمان نواز بھی تھے۔ آپ جب اہرام دیکھنے جا رہے تھے تو ایک مصری ملازم ٹرام پر ساتھ سوار ہوا۔ وہ اپنے گاؤں کو جا رہا تھا جو دریائے نیل کے بائیں کنارے واقع تھا۔ اس نے مجبور کیا کہ واپسی پہ ہمارے ہاں مقیم ہوں۔ علاوہ بریں لوگ نماز کے بڑے پابند تھے۔ جمعہ کے روز آپ کے باقی ہمراہیوں نے جامع سیدنا حسین رضی اللہ عنہ میں پندرہ بیس ہزار آدمی نماز جمعہ میں شریک دیکھے۔ ان میں بیشتر تعداد یورپین نما مصریوں کی تھی جامع ازہر میں فریضہ جمعہ ادا کرتے ہوئے آپ نے بہت سے بے ریش مسلمان دیکھے۔ تہذیب شائستگی کے اعتبار سے بھی مصریوں کا پایہ بڑا بلند تھا۔ گفتگو میں ادب واحترام ملحوظ رکھتے تھے۔ ہدیہ اٹھ کر قبول کرتے تھے۔ اور انکار بھی بڑی تعظیم سے کرتے۔ استفسار کیا جاتا تھا تو تمام امور کا جواب بڑی خوش مزاجی سے دیتے تھے۔ خواندہ طبقہ میں اخبار بینی کا شوق عام تھا۔ جنگ کی خبروں سے عوام الناس بھی دلچسپی لیتے تھے۔ ان محاسن کو دیکھ کر صاحبزادہ صاحب قبلہ نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان کی برائیاں بھی خوبیوں میں تبدیل کر دیں۔ اور ان کے ساتھ ہندوستان کے مسلمانوں کو بھی صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

رستہ میں ایک مصری جنٹلمین سے بعض سیاسی امور پر گفتگو ہوتی رہی اور وہ تعجب انگیز طریقہ سے ہندوستان کے حالات دریافت کرتے رہے۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی چھ سات کروڑ تعداد سن کر خوش بھی ہوئے اور متعجب بھی۔ صاحبزادہ صاحب قبلہ کے ہمراہی پادری نے بھی کچھ سوالات کئے اور مصری صاحب نے ان کی ترجمانی کی۔ پادری چونکہ فرانسیسی تھے۔ یہ سن کر کہ بڑی اقتدار ہندوستان میں بہت زیادہ ہے اور فرانس کو کوئی جانتا بھی نہیں، ان کے بشرہ سے رنج کے آثار نمودار ہوئے۔ انہوں نے تین چار اعتراضات بھی کئے جن کا مناسب الفاظ میں مکمل جواب دیا گیا۔ جن میں سے ایک یہ تھا کہ مسلمانوں کی اتنی تعداد کے باوجود انگریز

Marfat.com

کیسے مسلط ہو گئے۔ جس کا جواب یہ دیا گیا کہ ملک کی حفاظت فوج پر منحصر ہوتی ہے۔ اور رعایا تو جس کی لاٹھی اس کی بھینس، محض عضو معطل ہوتی ہے۔ اسلامی جیوش و عساکر افسروں کی عیش پرستی اور بے التفاتی سے آرام طلب ہو گئے اور رفتہ رفتہ فوجی حرارت ان کے وجودوں سے جاتی رہی۔ آپس میں خانہ جنگیوں نے انہیں تباہ کر دیا۔ آخر نوبت بایں جا رسید کہ انگریز جنہوں نے پہلے تجارت کا جال پھیلا رکھا تھا۔ ملک گیری کی صورت اختیار کر کے ظاہر ہوئے اور حکمت عملی سے بلا مقابلہ و مجادلہ سلطنت ہند پر قابض اور متصرف ہو گئے۔

پورٹ سعید میں

گاڑی ساڑھے دس بجے کے قریب پورٹ سعید پہنچی۔ سلطان بابا کے ایک دو فرستادے سٹیشن پر موجود تھے۔ وہ صاحبزادہ صاحب قبلہ کو مشورہ دینے لگے کہ اس وقت سلطانی ہوٹل میں چلنا زیادہ مناسب ہے۔ کیونکہ وہاں کافی جگہ خالی پڑی ہے۔ اور الگزینڈریا کالوکندہ مسافروں سے کھچا کھچ بھرا پڑا ہے۔ مگر دو امر جانے سے مانع ہوئے۔ ایک تو اسباب الگزنڈریا میں پڑا تھا۔ دوسرے آپ کے جو آدمی پیچھے اسباب کی حفاظت کے لئے ٹھہرے ہوئے تھے انہیں رات کا کھانا تیار رکھنے کی فہمائش کی ہوئی تھی۔ لہذا آپ الگزنڈریا میں پہنچے۔ کھانا تیار تھا اور جگہ بھی کافی مل گئی۔ بعد میں پتہ چلا کہ وہ سلطانی ہوٹل کے ایجنٹ تھے۔ اور مسافروں کو پھنسا پھنسا کر اس طرف لے جاتے تھے۔ کھانا کھاتے ہوئے چند لمحات کے لئے آپ نے قاہرہ کے سفر سے حاصل ہونے والے فوائد کے متعلق غور فرمایا۔ مصر کے اس تاریخی شہر کے تمام قابل دید مقامات آپ کی نگاہوں کے سامنے پھرنے لگ گئے۔ آپ نے محسوس فرمایا کہ فراعنہ کے وقت سے لے کر اس وقت تک مصر کی ساری کی ساری تاریخ آپ نے آنکھوں سے دیکھی ہے۔ مصر میں اسلامی فتوحات بنو فاطمہ کا عہد حکومت، ممالیک کے ایام، نپولین اعظم کی آمد خدیوان مصر کا زمانہ یعنی تاریخ کے ان تمام ابواب کی تدوین گویا آپ کی آنکھوں کے سامنے ہوئی۔ آپ کو اس امر کا اچھی طرح احساس ہوا کہ مصر[1] کی سیاحت سے معلومات میں معتدبہ اضافہ ہوا ہے۔ کھانے سے فارغ ہو کر آپ نے عشاء کی نماز پڑھی اور آرام فرمایا۔

۱۔ "ذکر حبیب" میں آپ کے اسکندریہ تشریف لے جانے کا ذکر بھی ملتا ہے۔ مگر سفر نامہ میں کہیں درج نہیں۔ سکندریہ قاہرہ سے شمال کی طرف بحیرہ روم کے کنارے مصر کی بڑی خوبصورت بندرگاہ ہے۔ اس کا ایک حصہ بالکل یورپین طرز کا ہے۔ جہازوں کی راہنمائی کیلئے روشنی کے مینار ہیں۔ سکندر اعظم نے اسے ۳۳۲ ق م میں آباد کیا تھا۔ خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ کے عہد میں ۶۴۲ء کو یہ مسلمانوں کے قبضہ میں آیا یہاں حضرت دانیال اور حضرت لقمان علیہما السلام کی قبریں بتائی جاتی ہیں۔

Marfat.com

سفر بیت المقدس

۳؍ ذیقعد ۱۳۳۱ھ بمطابق ۱۴ اکتوبر ۱۹۱۳ء بروز شنبہ علی الصباح بیدار ہو کر صاحبزادہ صاحب نے غسل کیا۔ کپڑے بدلے۔ دو ہمراہیوں کو جہاز کا ٹکٹ لینے کے لئے ارسال فرمایا۔ کھانا کھا کر اسباب کا بندوبست کیا۔ ملک روس کا ایک ڈاک والا اسٹیمر یافہ کو جا رہا تھا۔ اس کے ٹکٹ مل گئے۔ تھرڈ کے چار روپے تیرہ آنے اور سیکنڈ کے چودہ روپے چھ آنے خرچ ہوئے۔ سلطان بابا نے چھکڑے پر سامان لدوا کر بندر پر پہنچوایا۔ وہاں بخور گھر میں ہر ایک آدمی کو جانے کا حکم ہوا۔ بخور سے تو سب محفوظ رہے۔ لیکن تھرڈ والوں سے ڈیڑھ روپیہ اور سیکنڈ والوں سے آٹھ آنے مصری صحتہ کا کاغذ دیکر وصول کئے گئے کشتیوں پر سوار ہو کر سٹیمر پر آئے۔ جہاں مال جر ثقیل (Craine) سے لادا جا رہا تھا۔ اسباب چڑھایا۔ دو گھنٹہ کے قریب سٹیمر کھڑا رہا اور پورٹ سعید کا خوش منظر بندر نظروں کے سامنے رہا۔ شام کے وقت جہاز نے لنگر اٹھایا۔ جہاز کے جتنے ملازم تھے چند ایک قلیوں کو مستثنیٰ کر کے سب روسی تھے اور انگریزی زبان سے محض نابلد۔ اس لئے کسی سے تبادلہ خیالات نہ ہو سکا۔ بلکہ جہاز کے متعلق بعض امور مستفسرہ کا جواب بھی نہ دے سکے۔ اور ''روس'' ''روس'' کہہ کر اپنی بے علمی کا اظہار کیا۔ ہاں ایک مصری جنٹلمین مسٹر محمد منیب نامی سے جو مولائے عبدالحفیظ سلطان مراکش کا سیکرٹری اور تین صد روپے ماہوار پر طنجہ میں ملازم تھا۔ اور مصری محمل سے شمولیت حاصل کرنے کیلئے براستہ حیفا مدینہ منورہ جا رہا تھا۔ بہت سی باتیں ہوتی رہیں۔ وہ ملک محمد الدین صاحب سے انگریزی اور قبلہ صاحبزادہ صاحب سے عربی میں گفتگو کرتے رہے۔ بہت پاکیزہ خیال اور مہذب انسان تھے۔

رات کا کھانا حضور نے خلاف قانون خود جہاز پر پکوایا۔ اس جہاز میں بھی ہر ایک مسافر کو کھانا باورچی خانہ سے پکوانا پڑتا تھا اور سب باورچی عیسائی تھے۔ رات کو حرکت زیادہ رہی کیونکہ بحیرہ روم کا طلاطم مشہور ہے اور جہاز بھی ڈاک کا تھا جو بہت تیز رفتاری سے چلتا تھا۔

۴ ذیقعد بروز یکشنبہ صبح کی نماز سے آپ فارغ ہو بیٹھے تھے۔ کہ یافہ کا شہر نظر آنے لگا۔ آخر آٹھ بجے کے قریب جہاز بندر سے ایک میل کے فاصلہ پر لنگر انداز ہوا۔ بیسوں ملاح کشتیوں کو کھیتے ہوئے آ پہنچے۔ اور سیڑھی لگتے ہی اوپر چڑھ آئے اور مسافروں کا اسباب بے ترتیبی سے پھینکنے لگے۔ پہلے تو صاحبزادہ صاحب نے کک کمپنی کے ایک ایجنٹ سے معاملہ ٹھہرانے کی نسبت سوال و جواب کئے مگر پھر اس بات سے باخبر ہونے کے باوجود کہ درویش نامی ملاح بہت گراں فیس لیتا ہے اور پرلے درجے کا طماع ہے دیدہ دانستہ آپ اس کے پنجے میں پھنس گئے۔

Marfat.com

کیونکہ باقی سب کشتیاں درویش کے زیر تعلق تھیں۔ یہ بھی معلوم ہو گیاہ کہ کمپنی کی فیس بھی اس کی بیان کردہ اجرت سے زیادہ تھی۔ آپ کے ہمسفر مسٹر محمد منیب مصری نے بھی آپ کو مشورہ دیا کہ نصرانی پر مسلم کو ترجیح دیں۔ اسباب ایک بڑی کشتی پر اتارا اور خود بھی اس پر سوار ہو گئے۔ یافہ کا سمندر رطلاطم میں بہت مشہور ہے۔ اور بندر کے قریب تو ایسا تموج ہوتا ہے کہ الامان۔ کشتی کبھی تو آسمان سے باتیں کرتی تھی اور کبھی تحت الثریٰ چلی جاتی تھی۔ آپ کی طبیعت نہایت چکرائی۔ بعض ہمراہیوں کو توقے تک نوبت پہنچی۔ آخر خدا خدا کر کے بندر پر پہنچے۔ جہاں معلوم نہیں کس چیز کی بو تھی۔ جس سے آپ سب کا دماغ پھٹنے لگا۔ درویش نے آپ کے ساتھ فی کس بمعہ اسباب جہاز تک آمدورفت کے لئے مجیدی یعنی دو روپے آٹھ آنے مقرر کئے۔ اور اسباب کی حفاظت کے پانچ روپے یومیہ لینے کئے۔ جو آپ نے مجبوراً قبول کئے۔ تھوڑی دیر اس کے مکان پر ٹھہرے۔ بازار سے کھانا منگایا۔

یافہ سے صرف دو گاڑیاں بیت المقدس کو جاتی تھی۔ ایک صبح کے آٹھ بجے اور ایک دو بجے۔ اس لئے تعجیل سے کام لیا گیا۔ سٹیشن قریب ہی تھا۔ وہاں پہنچ کر درویش کی رائے پر واپسی ٹکٹ خرید کئے۔ تھرڈ کے چھ روپے چار آنے اور سیکنڈ کے اٹھارہ روپے چار آنے صرف ہوئے۔ آرام کے لئے لوگ عموماً اس لائن پر واپسی کے ٹکٹ لیتے تھے۔ مصر میں تو قرش سے لین دین تھا۔ اس ملک میں مجیدی نصف مجیدی، ربع مجیدی اور حلک = دو پیسے بے حساب ہوتا تھا۔ افرنجی گنی یعنی انگریزی پونڈ کی ریزگاری لینے سے چھ آنے کا خسارہ پڑتا تھا۔ عبدالحمید نامی افغان جو یافہ میں تسبیح فروشی کا کام کرتا تھا۔ اپنے کاروبار کے سلسلہ میں بیت المقدس جا رہا تھا۔ باتوں باتوں میں صاحبزادہ صاحب کا شناسا ہو گیا۔ اس نے بھی سیکنڈ کا ٹکٹ لیا ہوا تھا۔ راستہ میں اس سے فارسی میں تبادلہ خیالات ہوتا رہا۔ اچھا شریف مزاج اور سلیم الطبع انسان تھا۔ بیت المقدس یافہ سے ۹۶ میل کے فاصلہ پر ہے۔ اور حسب ذیل اسٹیشن راستہ میں تھے:۔

یافه ،لد،رمله ، دیرابان،تبیّر ،قدس شریف

چونکہ اسباب حاجی درویش کے سپرد کر دیا گیا تھا۔ اور صرف معمولی سا ساتھ تھا اسلئے راستہ میں کوئی دقت پیش نہ آئی۔ آپ بآرام بیٹھے گئے۔ یافہ اور لد کے درمیان سنگترہ کے بے شمار درخت دیکھنے میں آئے۔ اکتوبر کا مہینہ تھا۔ پھل پکا ہوا تھا۔ اسلئے دور سے یہی معلوم ہوتا تھا کہ جنگل میں آگ لگا دی گئی ہے اور ہزاروں شعلے اٹھ رہے ہیں۔ راستہ میں حضرت سامع علیہ السلام کی مزار مبارک بھی دیکھی۔ ریل سے روضہ کی عمارت نظر آتی تھی۔ صاحبزادہ صاحب [illegible]

Marfat.com

سے ہی فاتحہ پڑھ کر بخش دیا۔ آپکو بتایا گیا کہ وہاں سے قریب ہی ایک جگہ پر حضرت عیسٰی علیہ السلام نزول فرمائیں گے ۔مگر صاحبزادہ صاحب کو یہ امر قابل تسلیم نظر نہ آیا۔ دیرابان میں دونوں گاڑیوں کا کراس ہوتا تھا۔ اس سے آگے پہاڑی سلسلہ شروع ہو گیا اور ریل کی حفاظت کے لئے پٹڑی کے برابر دیوار چنی ہوئی تھی۔ ریل عجیب طرح چکر لگاتی تھی اور سانپ کی طرح بل کھاتی جاتی تھی۔ کہیں دائیں طرف پہاڑ تھا اور بائیں طرف غار۔ اور کہیں اسکے برعکس۔ تبیّر سے آگے ریل نے پہاڑ پر چڑھنا شروع کیا۔ اس لئے آہستہ آہستہ جا رہی تھی۔ آدمی بھی اس سے تیز چل سکتا ہوگا۔ انگور کی ہزارہا خودرَو بیلیں اور انار زیتون کے درخت جا بجا نظر آتے تھے۔ اور بہت ہی خوشنما معلوم ہوتے تھے۔

یافہ سے ہی عبدالحمید افغان نے شیخ ابراہیم حسن انصاری شیخ الحرم کے نام تار دے دیا تھا۔ شیخ صاحب دیرابان ہی استقبال کے لئے پہنچ گئے تھے۔ اس لئے قدس شریف کے سٹیشن پر اتر کر صاحبزادہ صاحب ان کے ساتھ چل پڑے۔ کرایہ کی فٹنیں موجود تھیں۔ مگر ادب کے خیال سے آپ نے پاپیادہ چلنے کو ترجیح دی۔ آپ ایک ہوٹل ''الترلازنگی'' نامی میں ٹھہرے جو ایک یہودی کے زیر قبضہ تھا۔ بڑی تلاش کے باوجود مسلمانوں کا کوئی ہوٹل نہ مل سکا۔ مغرب کی نماز ادا کرلی گئی تو شیخ ابراہیم صاحب نے کہا کہ اس وقت صرف باب الحطہ سے داخل ہو کر مصلی النبی میں دو رکعت نماز ادا کردیں اور واپس چلے آئیں۔ صبح خلیل الرحمٰن جائیں اور شام کو واپس آکر استراحت کریں۔ اگلے روز آپ کو بیت المقدس کے تمام زیارات سے جو شہر کے اندر اور باہر ہیں مشرف کرایا جائے گا۔ چنانچہ آپ شیخ صاحب کے ہمراہ چل پڑے اور باب الحطہ سے داخل ہوئے۔ معلم صاحب نے دعا پڑھائی اور سیدھے مصلی النبی ﷺ میں پہنچے جو ایک تہہ خانہ میں واقع ہے۔ وہاں دو رکعت نفل ادا کئے۔ باہر آکر حرم کے اندر ہی عشاء کی نماز ادا کی۔ حوضِ کوثر کا پانی پیا۔ مشہور ہے کہ قیامت کے روز حوض کوثر یہاں ہوگا۔ اس کے بعد معلم صاحب کے ایماء پر آپ واپس چلے آئے۔ اور قریب کی ایک اسلامی دکان سے روٹی کھائی اور ہوٹل میں پہنچ کر بستر جمایا۔

اگلی صبح یعنی ۵ ذیقعد بمطابق ۱۶ اکتوبر بروز دوشنبہ خلیل الرحمٰن جانا تھا۔ جہاں سیدنا ابراہیم خلیل اللہ کا مزار مقدس ہے۔ شیخ ابراہیم صاحب انصاری نے رات کو ہی گاڑیوں کا انتظام کر دیا تھا۔ ناہموار اور نشیب و فراز والا رستہ تھا جس پر سہ اسپہ فٹنیں جا سکتی تھیں۔ بمبئی کے تین بوہرہ زائرین اور گائیڈ کو شامل کر کے کل پندرہ آدمی بنتے تھے۔ پانچ آدمیوں کیلئے ایک فٹن کے

Marfat.com

حساب سے تین فٹنیں لی گئیں۔ایک کا کرایہ تیرہ روپے تھا۔قریب کے بازار سے دستہ کے لئے بڑے ارزاں عمدہ انار اور انگور بھی خرید لئے۔شیخ ابراہیم نے اپنے قائم مقام کے طور پر ایک لڑکے مسمی خلیل کو ساتھ بھیجا تھا۔راستہ پہاڑ کو کاٹ کر بنایا گیا ہے جا بجا چکر آتے تھے اور گاڑیبان نہایت حزم واحتیاط سے گاڑی چلاتے تھے۔

راستہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ ماجدہ حضرت راحلہ رضی اللہ عنہا کی قبر آئی۔جہاں کے متوتی یہودی اور مسلمان دونوں تھے۔فاتحہ پڑھا گیا اور بیت اللحم کے قریب سے گذرے۔جہاں بزعم نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جائے ولادت ہے۔اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا تالاب بتایا جاتا ہے۔صاحبزادہ صاحب کو وہاں جانہ سکنے کا افسوس رہا کیونکہ مولد عیسیٰ کو عیسائیوں نے ایک عظیم الشان گرجا کی شکل میں تبدیل کیا ہوا ہے۔بیت المقدس اور خلیل الرحمٰن کے درمیان راستہ سے نصف میل کے فاصلے پر حضرت سیدنا یونس علیہ السلام کا مزار واقع ہے۔وقت کی کمی کے باعث آپ فخر باریابی حاصل نہ کرسکے۔دور سے ہی فاتحہ پڑھتے ہوئے آگے نکل گئے راستہ میں ایک دیہاتی عورت سے بلارڈوکدو پیسے فی سیر کے حساب سے انگور خرید لئے گئے۔سارے ہمراہیوں نے خوب جی بھر کر کھائے۔اور دیر تک اس ارزانی پر متحیر رہے۔اپنے ملک میں ایک یا ڈیڑھ روپے فی سیر کے حساب سے فروخت ہوتے تھے۔بارہ بجے کے قریب آپ خلیل الرحمٰن پہنچے 23.5 میل کا سفر پانچ گھنٹے میں طے ہوا تھا۔راستہ میں گرد وغبار نے اُڑاُڑ کر سر، منہ اور کپڑوں کو گرد آلود کر دیا تھا۔ایک ہوٹل میں گئے۔کپڑے جھاڑے، مُنہ سَر صاف کیا۔قیمت سے پانی لے کر وضو کیا اور زیارات کے لئے تیار ہو گئے۔

زیارات بیت المقدس

گائیڈ کے ہمراہ پہلے آپ مسجد انبیاء گئے۔آگے ظہر کی نماز تیار تھی۔نماز باجماعت ادا کی پھر امام کے ساتھ جو معلّم بھی تھے آپ سیدنا خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام کے مزار اطہر کی زیارت کیلئے گئے جہاں طبیعت میں بہت ہی رقّت اور درد پیدا ہوا۔اور ابو الانبیاء کے روحانی فیوض سے آپ نے حظ وافر اٹھایا ساتھ ہی حضرت کی زوجہ محترمہ السیدہ سارہ رضی اللہ عنہا کی قبر ہے۔پھر آپ نے سیدنا اسحٰق علیہ السلام اور ان کی زوجہ سیدہ رفقہ رضی اللہ عنہا کی زیارت سے آنکھوں کو منور کیا۔بعدہٗ آپ سیدنا یعقوب علیہ السلام اور ان کی زوجہ معصومہ سیدہ رائقہ رضی اللہ عنہا کے مزارات کی زیارت سے مشرف ہوئے۔اس کے بعد سیدنا یوسف علیہ السلام کے مزار کی زیارت کی۔وہاں خود بخود کنعاں کی محبت آپ کے دل میں موجزن ہو گئی اور دیر تک وہاں کھڑے ہو کر ایک عجیب لذّت

Marfat.com

سے حلاوت اندوز ہوتے رہے۔ حسن اتفاق سے یوسفی دربان بھی نہایت حسین تھا:

فتبارک اللہ احسن الخالقین

رسول اکرم ﷺ کے قدم مبارک کا نشان بھی ایک مقفل مکان میں موجود تھا۔ آپ نے غارالانبیاء بھی دیکھی جہاں کئی ہزار پیغمبروں کی قبور ہیں۔ شیخ ابراہیم صاحب نے بیت المقدس سے آپ کو چند مطبوعہ کاغذات دیئے تھے کہ ان کی خانہ پُری کر کے اپنے مطلب کی تشریح کے بعد غار میں ڈال دینا یہ حضرات انبیاء علیہم السلام سے استمداد اور استدعا کیلئے تھا۔ مگر یہ طریقہ مستحسن نظر نہ آیا اور آپ نے صرف دعا پر اکتفا کی۔ مسجد کے باہر بہت بڑا قبرستان ہے۔ جہاں صدہا اولیاء اللہ اور مقربان الٰہی مدفون بتائے جاتے ہیں۔ قریب جا کر آپ نے فاتحہ خوانی کی۔

زیارات سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے معلم صاحب کی خدمت کی۔ وہ جابجا آپ کو دعائیں پڑھاتے رہے تھے اور محل صلوٰۃ بتاتے رہے تھے۔ کچھ رقم وہاں کے مقیم درویشوں میں بانٹ گئی۔ مصر کی طرح سائلین کی وہاں بھی کثرت تھی۔ زائر کو زیارت کا لطف نہیں آتا تھا۔ خدام تو جبراً وصول کرتے تھے۔ آپ بچ کر نکل آئے۔ مگر بیچارہ خلیل پھنس گیا۔ جسے انہوں نے خوب زدوکوب کیا۔ مسجد کے باہر ایک جم غفیر آپ کی طرف بھی جھپٹا۔ مگر ایک پولیس مین نے آپ کی فریاد کے بغیر ہنٹر سے خوب خبر لی۔ ایک دوکان سے روٹی کھائی۔ قصبہ ہونے کی بنا پر دکانوں میں عجمی تکلفات نہیں تھے۔ مگر کباب وغیرہ بہت لذیذ پکے ہوئے تھے اور ارزاں بھی تھے۔ چونکہ واپس بیت المقدس پہنچنا ضروری تھا اور رستہ پُرخطر بتایا جاتا تھا۔ اسلئے گاڑیبانوں کے اصرار پر آپ جلدی ہی گاڑیوں میں بیٹھ گئے۔ چھوٹے چھوٹے یہودی لڑکے دعائیں دیتے ہوئے ساتھ دوڑ پڑے۔ گائیڈ نے بتایا ان کا یہی وطیرہ ہے۔ آپ نے ہاتھ کھینچ لیا۔

مایوس ہو کر انہوں نے سنگ باری شروع کر دی۔ ایک ہمراہی کو قدرے خراش بھی آئی۔ آپ کی گاڑی پر بھی پتھروں کی بوچھاڑ ہوئی۔ مگر صرف خلیل الرحمٰن کے ادب کے زیر نظر آپ نے ان شریر اور بے خوف بچوں کو راہ راست پر لانے کے لئے گوشمالی نہ کی۔ واپسی پر آپ سیدنا یونس علیہ السلام کی قبر مبارک پر بھی جانا چاہتے تھے۔ مگر سورج نصف رستہ پر ہی غروب ہو گیا۔ بمشکل عشاء کو آپ واپس اپنے ہوٹل پر پہنچے ۴۷ میل کا سفر ایک دن میں طے کیا۔ رات آپ نے بے آرامی سے گزاری۔

۶ ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ بمطابق ۷ اکتوبر ۱۹۱۳ء بروز سہ شنبہ آپ نے بیت المقدس کی زیارات دیکھیں۔ صبح کی نماز لوکندہ میں ہی ادا کی۔ شیخ ابراہیم صاحب بھی آ گئے تھے۔ انہیں ہمراہ لیا اور

Marfat.com

ان کے ارشادات پر جا بجا دعائیں پڑھتے ہوئے آپ حرم میں داخل ہوئے۔

پہلے آپ نے صخرۃ اللہ کی زیارت کی۔ صخرۃ اللہ ایک بادامی رنگ کا پتھر ہے جو بہشت سے زمین پر خداوند کریم نے بھیجا تھا۔ صخرۃ اللہ میں ایک جگہ انسان کی زبان جیسی ہیئت رکھتی ہے۔ منقول اور تحقیق شدہ بات ہے کہ شب معراج رسول اکرم ﷺ نے اس پتھر کو فرمایا:

السلام علیکم یاصخرة الله

اور صخرۃ نے عرض کیا: وعلیکم السلام یارسول الله

جس جگہ سے آواز نکلی وہاں زبان کا نشان موجود ہو گیا۔ اس صخرۃ اللہ کے نیچے چار مصلّے ہیں۔ ایک مصلّٰی وہ ہے جہاں حضور ﷺ نے لیلۃ المعراج نماز ادا کی۔ ایک مصلّٰی سیدنا سلیمان علیہ السلام کی طرف منسوب ہے۔ صخرۃ اللہ کے عین وسط میں اتنا سوراخ ہے جس میں سے جسیم سے جسیم آدمی بھی بلا دقت نکل سکتا ہے۔ اسی سوراخ سے حضرت رسالت مآب ﷺ کا ''صعود الی السماء'' ہوا ہے۔ صخرۃ کی نسبت مشہور حکایت ہے کہ پہلے ہوا میں معلق تھا۔ ایک دفعہ ایک عورت اس کی زیارت کے لئے آئی۔ نیچے ایک عمیق کنواں تھا۔ عورت حاملہ تھی۔ اتفاقاً اس کی نظر کنوئیں کے نیچے پڑی اور ڈر کے مارے اس کا حمل ساقط ہو گیا۔ اور بچہ کنوئیں میں گر پڑا۔ عورت نے اوپر سے آواز لگائی۔ نیچے سے بچہ گویا ہوا۔ عورت محبت مادری کے تقاضا سے کود پڑی۔ اتفاقاً شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ[۱] وہاں موجود تھے۔ شیخ ممدوح ہمارے صوفیائے کرام کے ممتاز رکن ہیں۔ اور تصوف کے جو رموز و نکات انہوں نے حل کیے ہیں وہ انہیں کا حصہ ہیں۔ وہ یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے ماں بیٹے کی بہت تلاش کرائی مگر بے سود۔ آخر انہوں نے کنوئیں کو ڈھانپ دیا اور صخرۃ اللہ کے نیچے ایک دیوار چن دی۔ واللہ اعلم بالصواب۔ صاحبزادہ صاحب قبلہ نے بھی وہاں دو رکعت نفل ادا کیے اور دعا مانگی۔ بعدازاں آپ اس مسجد میں گئے جو کعبۃ اللہ کے نام سے موسوم ہے۔ اور جسے عبدالملک بن المروان (۶۵ تا ۸۶ ہجری) نے بصرف زر کثیر تعمیر کرایا تھا۔ دیواریں سب مطلا اور مذہب ہیں اور بہت ہی قیمتی عمارت ہے۔ کروڑوں روپے خرچ ہوئے ہوں گے۔ انسان دیکھ کر مبہوت رہ جاتا ہے۔ صاحبزادہ صاحب لکھتے ہیں کہ انہیں وہاں

۱۔ شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ ۱۷ رمضان المبارک ۵۶۰ھ مطابق ۱۱۶۵ء کو اندلس میں پیدا ہوئے۔ ابتدائے عمر میں [illegible] دوسرے صوفیاء کرام کے علاوہ انہیں ایک مقدس خاتون فاطمہ بنت المثنیٰ کی خدمت میں رہنے کا موقع ملا۔ جن کے [illegible] مشہور ہے کہ وہ ہر شے میں تجلیات الٰہی دیکھا کرتی تھیں۔ شیخ اکبر دمشق میں ۲۸ ربیع الآخر [illegible] اور صالحیہ کے مشہور قبرستان میں دفن ہوئے۔ جہاں آج بھی آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔ [illegible] فصوص الحکم ہیں۔ جن سے مشرق و مغرب نے یکساں فائدہ اٹھایا ہے۔

Marfat.com

بہت حظ حاصل ہوا۔ مسجد کے اندر آپ نے دو نفل ادا کیے۔ باہر آ کر خدام کی کچھ نذر کی جسے شیخ ابراہیم نے آپ کی موجودگی میں مناسب طریقہ پر بانٹ دیا۔ آپ نے سیدنا داؤد علیہ السلام کی خودساختہ لوہے کی شمع دیکھی جو لوہے کی بنی ہوئی ہے اور یقیناً یہ آنجناب کا معجزہ تھا۔ کہ آپ کے ہاتھ میں لوہا نرم ہو جاتا تھا۔

چوں عنایت قادر و قیوم کرد　　　　در کف داؤد آہن موم کرد

قرآن کریم میں بھی "وانزلنا الحدید" فرما کر اللہ جل شانہٗ نے اس بات کی طرف اشارات کیے ہیں۔ اور اس کے بعد صاحبزادہ صاحب قبلہ نے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا محراب دیکھا جہاں امام ممدوح عبادت کیا کرتے تھے۔

خنجر کا قصہ

پھر وہ جگہ دیکھی جہاں داؤد علیہ السلام عدالت کرتے تھے۔ یہاں کی نسبت یہ قصہ مشہور ہے کہ پہلے یہاں ایک خنجر برّاں تھا۔ جب دو شخص حاضر عدالت ہوتے تھے تو خاطی کا سر خود بخود اس خنجر سے کٹ جاتا تھا۔ ایک دفعہ ایک مسلم نے یہودی کے پاس چند اشرفیاں امانت رکھیں۔ واپسی کے مطالبہ پر یہودی نے صاف انکار کر دیا۔ مقدمہ داؤد علیہ السلام کی عدالت میں پہنچا۔ یہودی نے اپنا عصا مسلم کے ہاتھ میں دیا اور قسم اٹھائی کہ میں نے اس کی اشرفیاں اس کو دے دی ہیں۔ مسلم نے حلف اٹھایا کہ اس نے میری اشرفیاں دینی ہیں۔ اب اس خنجر کا وار کسی پر نہ چلا۔ حضرت داؤد علیہ السلام سخت شش و پنج میں پڑے۔ بعد میں عندالاستفسار معلوم ہوا کہ یہودی چال چلا تھا۔ اشرفیاں عصا میں ڈال کر مسلم کو تفویض کر دی تھیں۔ جس سے اس کا بال تک بیکا نہ ہوا۔ حضرت داؤد علیہ السلام اس فریب سے سخت ناراض ہوئے۔ دعا کی اور وہ خنجر غائب ہو گیا۔ اس کی جگہ بطور یادگار ایک گنبد بنا دیا گیا۔ یہ حکایت شیخ ابراہیم نے بیان کی تھی۔ دروغ بر گردن راوی۔

پھر صاحبزادہ صاحب نے وہ جگہ دیکھی جہاں کی نسبت بڑا اختلاف رائے ہے۔ بعض تو اس کے نیچے حضرت سلیمان علیہ السلام (عہد حکومت ۹۷۳ ق م۔ ۹۳۳ ق م) کی قبر بتاتے ہیں۔ بعض عوام الناس کا خیال ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے یہاں بارہ کیل گاڑے تھے اور فرمایا تھا کہ جب یہ سب غائب ہو جائیں گے تو قیامت کا قیام ہوگا۔ اب دو سالم نظر آتے ہیں اور ایک کا کچھ نشان موجود ہے۔ بعض اسے ارواح کا مسکن بتاتے ہیں۔ مگر پہلی روایت زیادہ معتبر ہے۔ اس

[illegible] داؤد علیہ السلام کے متعلق [illegible] وعلمناہ صنعۃ لبوس لکم لتحصنکم من باسکم (انبیاء: ۸۰)

[illegible] (۱۴:۷) سے اس طرف بھی اشارہ ہے۔ ش۔ ل

Marfat.com

کے بعد معلم صاحب نے مسجد کے دو دروازے دکھائے جو ہمیشہ بند رہتے ہیں۔ ایک ''باب التوبۃ'' اور دوسرا ''باب الرحمۃ'' کے نام سے موسوم ہے۔ ان دونوں دروازوں کے پیچھے ایک وادی ہے جسمیں یہود ونصاریٰ کے قبور ہیں۔ اسے وادی جہنم سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ معلم صاحب نے بتایا کہ قیامت کے روز اسی مکان پر دوزخ ہوگا۔

اللھم نجنا من عذاب النّار۔ اوپر پل کا نشان بنا ہوا ہے۔ جو بہت دور تک چلی گئی ہے۔

ازاں بعد آپ مسجد اقصیٰ میں آئے۔ جو حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کی تعمیر کردہ ہے۔ اس میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی طرف ایک محراب منسوب ہے۔ ایک سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور دو سیدنا امام حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے نام سے مشہور ہیں۔ ساتھ ہی ایک منبر ہے جس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فتح بیت المقدس کے دن ۱۷ھ میں خطبہ پڑھا تھا۔ اسی مسجد میں ایک محراب دکھایا گیا جس میں چالیس صحابہ کرام نے نماز پڑھی ہے۔ ساتھ ہی حضرت زکریا علیہ السلام کا محراب ہے۔ بئر الورقہ سے صاحبزادہ صاحب نے پانی پیا۔ اس کے متعلق معلم نے بتایا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک صحابی اس کنوئیں کے نیچے اتر گیا۔ اسے باب الجنۃ ملا۔ جہاں سے وہ ایک باغ میں داخل ہوا۔ خوب جی بھر کر سیر کی اور واپسی پر ایک پتہ توڑ لایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حکایت سنی تو پتہ لے کر محفوظ کر لیا کہ اگر سوکھ گیا تو بات بے بنیاد ہوگی۔ مگر بہت دنوں کے بعد دیکھا تو پتہ ویسے کا ویسا ہی ہرا بھرا تھا۔ معلم نے یہ بھی ازراہ انصاف کہا کہ بیت المقدس کی زیارت کے متعلق بہت سی بے اصل باتیں مشہور ہو گئی ہیں۔

پھر سیدہ مریم علیہا السلام اور سیدنا زکریا علیہ السلام کے محراب دیکھے گئے جن کا ذکر قرآن مجید میں بصراحت موجود ہے۔

معلم صاحب نے ایک آدمی حکومت کے پاس مسجد اقصیٰ کے زیریں حصّہ کی چابی لانے کے لئے ارسال کیا ہوا تھا۔ اس کی انتظار میں صاحبزادہ صاحب کو ایک آدھ گھنٹہ صرف کرنا پڑا۔ اس کے ساتھ ایک پولیس کا آدمی آیا جس نے اپنے ہاتھ سے قفل اتارا اور آپ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ سیڑھیوں سے اتر کر بنائے سلیمانی میں داخل ہوئے۔ یہ مسجد حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنّات سے تعمیر کرائی تھی۔ اور واقعی عمارت کی پختگی، پتھروں کی گراں باری، بڑے بڑے ستونوں کی موجودگی، جو ایک ایک پتھر کے بنے ہوئے ہیں، یہ ثابت کر رہی تھی کہ ایسی تعمیر انسان قدرت وطاقت سے خارج ہے۔ تین ہزار تین سو ستون ہیں۔ بعض ستونوں کے حلقے بنے ہوئے ہیں۔ جو جنّات شرارت کرتے تھے۔ انہیں ستونوں سے باندھ دیا جاتا تھا۔ پھر صاحبزادہ صاحب

Marfat.com

مسجد داؤد علیہ السلام میں گئے جس کے اندر داؤد علیہ السلام اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے محراب ہیں۔ پھر مہدِ عیسیٰ علیہ السلام پر پہنچے جہاں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے پرورش پائی تھی۔ معلم صاحب کے ایماء پر سارے ہمراہی باری باری بیچ میں تبرکاً لیٹے۔ مگر صاحبزادہ صاحب کو یہ بات قرین صواب معلوم نہ ہوئی اوران کے اصرار پر بھی آپ دراز نہ ہوئے۔ اور بھی زیارات داخل حرم تھیں۔ مگر وقت کی قلت کی وجہ سے الوداعی دعا پڑھ کر آپ باہر آگئے۔

آگے شیخ ابراہیم صاحب نے گاڑیوں کا انتظام کیا ہوا تھا۔ پہلے سیدہ مریم علیہا السلام کے مزار کی زیارت کو گئے۔ چالیس زینے اتر کر ایک کلیسا میں داخل ہوئے۔ برقی قمقموں کی وجہ سے اندر بڑی روشنی تھی۔ یونان کے عیسائی زیارت میں مصروف تھے۔ گو اس وقت مسلمانوں کو اندر جانے کی اجازت نہ تھی۔ مگر صاحبزادہ صاحب بلا اجازت ہی اندر چلے گئے اور فاتحہ پڑھ کر واپس آئے وہاں سے فٹنوں پر سوار ہو کر جبل الطور کی طرف متوجہ ہوئے۔ یہ طورِ سینا نہیں لیکن طور ہتیہ ہے۔ بڑی چڑھائی کے بعد جہاں گھوڑوں کے سُم اکھڑ اکھڑ جاتے تھے۔ آپ سیدنا سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مزار پر پہنچے۔ وہاں فاتحہ پڑھا۔ وہاں قریب ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صعود الی السماء فرمایا تھا۔ اس مبارک پہاڑ پر ستر ہزار شہداء کے مزارات ہیں۔

وہاں سے واپس آکر دو میل فاصلہ پر سیدنا علاؤ الدین عامری رضی اللہ عنہ کے مزار پر حاضر ہوئے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فرقہ میں سے ہیں۔ چار دیواری کے اندر چار قبور تھیں ایک خود انکی اور تین بزرگ ان کی اولاد میں سے مدفون ہیں۔

اس کے بعد صاحبزادہ صاحب نے سیدنا عکاشہ رضی اللہ عنہ کے مزار پر شرف باریابی حاصل کیا یہ وہ بزرگ ہیں جن کی نسبت رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ جو شخص کسی جنتی کو دیکھنا چاہے وہ عکاشہ کو دیکھے۔ وہاں سے شہر کا چکر کاٹ کر سیدنا داؤد علیہ السلام کے مزار اطہر پر حاضری دی۔ یہاں کی عمارت بہت بلند ہے۔ دوسرے سارے مقبروں اور مزاروں سے عالی شان ہے۔ تازہ تعمیر کردہ نظر آئی۔ اس کے بعد آپ واپس لوکندہ آئے۔

اس مقام پر اپنے سفرنامے میں قبلہ صاحبزادہ صاحب نے بیت المقدس کی تقدیس بیان کی ہے اور اہل شوق کیلئے روحانی غذا مہیا فرمائی ہے۔ پہلے آپ آیۃ اسریٰ درج فرماتے ہیں:۔

سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ الذی بارکنا حولہٗ لنریہٗ من ایاتنا انّہٗ ھو السمیع البصیر ؕ

Marfat.com

آپ فرماتے ہیں۔ اس آیہ کریمہ میں اللہ جل شانہٗ نے اس مبارک سرزمین کو بابرکت کہا ہے۔ اور یہ ایسی پاک اور ایسی قابل تعظیم وتکریم ہے کہ زائرین کو یہاں ادب سے سرنگوں ہونا چاہیے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس خطہ پاک میں ایسے ایسے بندگانِ خدا، انبیاء، صلحاء، اتقیاء آرام فرما ہیں جن کے پاؤں کی خاک کحل البصر بنانے کے قابل ہے۔ ویسے تو بیت المقدس اور اس کے گرد و نواح کا سارا خطہ ہی نور علیٰ نور ہے۔ مگر خصوصاً مسجد اقصیٰ وہ مقام ہے جسے حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیٰ نبینا وعلیہ السلام نے اپنا معبد قوی ہیکل جنات سے تعمیر کرایا اور جس میں ایک رکعت پڑھنے کا ثواب پچیس ہزار رکعت کے برابر ملتا ہے۔ یہ مقدس مقام ثالث الحرمین ہے۔ اسے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے بعد تیسرا درجہ حاصل ہے۔ صاحبزادہ صاحب فرماتے ہیں کہ اسے ہمیشہ کے لئے مسلمانوں کے قبضہ میں رہنا چاہیے۔ کیونکہ اس خانہ خدا کا جو ادب واحترام مسلمان ملحوظ رکھ سکتے ہیں اس کی توقع دیگر مذاہب سے فضول ہے۔ کنواری عیسائی راہبہ عورتوں کی شرمناک کہانیاں ہر ایک کو معلوم ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہ وہ کعبۃ اللہ ہے جو ہزار ہا سال دیگر انبیاء علیہم السلام کا اور تحویل قبلہ سے پہلے سترہ مہینے اہل اسلام کا معبد بنا رہا۔ یہ وہ مبارک خطہ ہے جو اسلام کے قبضہ میں خون کی ایک بوند بہائے بغیر آیا۔ فاروقی سطوت وہیبت سے مرعوب ہو کر عیسائیوں نے بعد از طلب امان اپنا نا قابل تسخیر مضبوط اور مستحکم قلعہ نہایت عجز و نیاز سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا۔ یہ وہ مبارک شہر ہے جس کے تحفظ کے لئے سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ جیسا شجاع اور فدائے قوم سالہا سال تک صلیبی[1] لڑائیاں لڑتا رہا۔ آخر رچرڈ شیر دل شاہِ انگلستان جیسے یورپ کے سپوت دست تأسف ملتے بے نیل مرام پسپا ہوئے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے فتح کرنے کے وقت سے لے کر اسلامی جھنڈا باقاعدہ بیت المقدس میں لہراتا رہا تھا اور صاحبزادہ صاحب کے پاک دل نے کہا کہ انشاء اللہ یہ جھنڈا وہاں ہمیشہ لہراتا رہے گا۔ آپ نے تسلیم فرمایا کہ قدس شریف میں بہت سی زیارات ایسی ہیں جو مصنوعی اور خود ساختہ معلوم ہوتی ہیں۔ مگر ساتھ ہی آپ نے فرمایا کہ اس میں شک وشبہ کی مطلق گنجائش نہیں کہ جتنے انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام اور اولیاء عظام فلسطین کی اس پاک سرزمین میں استراحت فرما ہیں اتنے بلکہ اس سے نصف بھی کسی اور جگہ نہیں ملیں گے۔ پس جو شخص اس نورانی خطے میں داخل ہو تو سیر و سیاحت کا

---

[1] صلیبی جنگوں کا زمانہ ۱۰۹۶ء سے لے کر ۱۱۹۳ء تک ہے یعنی تقریباً ایک صد سال۔ سلطان صلاح الدین ایوبی ۱۱۷۱ء سے ۱۱۹۳ء تک پورے بیس سال متحدہ یورپ کے خلاف رزم آرا رہے۔ آخری تین سالوں میں رچرڈ شیر دل آپ کے مقابلہ میں آیا اور شکست کھا کر انگلستان واپس چلا گیا۔

Marfat.com

خیال بالائے طاق رکھ دے اور زیارت کی نیت کرے اور جہاں کہیں پیغمبر یا ولی اللہ کا مزار اور مرقد ہو سر نیاز خم کر کے فاتحہ پڑھے، دعا مانگے اور خداوند کریم کا شکریہ ادا کرے جس نے اسے ایسی متبرک زیارتیں کرنے کی توفیق بخشی ہے۔

جب صاحبزادہ صاحب وہاں تھے تو یہ بات مشہور تھی کہ عنقریب اس ریلوے لائن کی تکمیل ہونے والی ہے۔ جس نے مدینہ منورہ علیٰ صاحبھا الف الف تحیات سے نکل کر سیدھا بیت المقدس کو آنا تھا۔ اس لئے آپ نے برصغیر ہند کے صاحب استطاعت حجاج کو مشورہ دیا کہ جب اتنی تکالیف برداشت کر کے اور سعادت دارین تصور کر کے وہ مدینہ منورہ پہنچے ہیں۔ تو ریل جیسے بآرام اور بے خطر سفر کے زیر نظر وہ بیت المقدس ایسے شہر کی زیارت کے لئے سر آنکھوں کے بل پہنچیں۔ اس مقدس سرزمین کی بڑی تعظیم و تکریم دل میں لے کر آئیں اور فیوض و برکات سے مستفید و مستفیض ہوں۔ افسوس ہے تاریخ کی اندوہناک کروٹ نے ریل کے اس منصوبہ کو پایۂ تکمیل تک نہ پہنچنے دیا۔

صاحب لوکندہ سے حساب بیباک کر کے صاحبزادہ صاحب فٹن پر سوار ہوئے اور شیخ ابراہیم کی معیت میں سٹیشن قدس شریف پر پہنچے۔ گاڑی کے چلنے میں کچھ وقفہ باقی تھا۔ ویٹنگ روم میں تھوڑی دیر آرام فرمایا۔ وضو کر کے نماز پڑھی اور شیخ صاحب ممدوح کی خدمت میں حسب توفیق ہدیہ پیش کیا جو انہوں نے بخوشی قبول کر لیا۔ گاڑی ٹھیک دو بجے چل پڑی۔ راستہ کے پیچ و خم دیکھتے اور خودرو درختوں کی سبزی سے آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتے آپ پانچ بجے کے قریب یافہ پہنچے۔ عبدالحمید افغانی اور درویش وغیرہ استقبال کے لئے موجود تھے عصر کی نماز آپ نے گاڑی میں پڑھ لی تھی اور شام کی ایک مسجد میں پڑھی اور درویش کے مکان میں فروکش ہوئے۔ درویش نے ایک آدمی کے رات کے لئے دس آنے لئے۔ دیر کی وجہ سے آپ نے روٹی بازار سے منگائی اور نماز عشاء ادا کرنے کے بعد آرام فرمایا۔

سفرِ شام

۷ ذی قعد بمطابق ۱۸ اکتوبر بروز چہار شنبہ علی الصباح آپ حوائج ضروریہ سے فارغ ہوئے نماز ادا فرمائی۔ وظائف پڑھے اور درویش نامی ملاح کو جسے گورنمنٹ برطانیہ نے وہاں اپنا قونصل مقرر کر رکھا تھا بیعت فرمایا۔ اور یہ بیعت داخل اسلام ہونے کے مترادف تھی۔ کیونکہ اس نے درویش موصوف نے تسلیم و رضا کی تعلیم حاصل کی جو روح اسلام ہے۔ یہ پہلے خوش نصیب شخص تھے جنہوں نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ جلالپور شریف سے روانگی کے

Marfat.com

وقت حضرت صاحب مدظلہ العالی نے خواہشمند لوگوں کو داخل سلسلہ کرنے کی اجازت عطا فرمادی تھی۔ درویش کے مکان کے غسلخانے بہت غلیظ تھے۔ اس لئے آپ نے حمام میں جا کر غسل فرمایا۔ کسی حمام میں جانے کا یہ پہلا اتفاق تھا۔ غسال نے خوب مل مل کر نہلایا اور مینجر نے دس آنے وصول کئے۔ واپسی پر رستہ میں عبدالحمید افغانی اپنی دوکان پر لے گیا اور چائے پلائی۔ قیام گاہ پر حضور پہنچے تو ہمراہی اسباب کے بندوبست میں مصروف تھے اسلئے آپ نے روٹی بازار سے منگا کر کھائی۔

اسی روز ایک فرانسیسی جہاز بیروت جانے والا تھا۔ درویش اس کے ٹکٹ لے آیا۔ درجہ سوم کے تین روپے اور سیکنڈ کے ساڑھے اٹھارہ روپے خرچ ہوئے۔ رات کے لئے آپ نے کچھ نیم برشت کھانا تیار کرالیا اور اسباب لے کر دوپہر کے وقت بندرگاہ پر پہنچے۔ آپ ایک کشتی پر سوار ہوئے۔ سمندر میں تلاطم نہ تھا۔ اس لئے کشتی جلد جہاز پر جا لگی۔ سٹیمر بہت عمدہ اور خوبصورت تھا اور اتنا چھوٹا بھی نہ تھا مگر سواریوں کی وہ کثرت تھی کہ آپ کے درجہ سوم والے ساتھی حواس باختہ ہو کر ادھر اُدھر پھرنے لگے۔ بہ ہزار دقت ودشواری انہیں وقت گذارنے کے لئے جگہ ملی۔ اسباب کچھ تو آپ کے کمرے میں رکھ دیا گیا اور کچھ دروازے پر۔ سیکنڈ کے مسافر معمولی تھے۔ اس لئے آپ کو علیحدہ ایک خالی کمرہ مل گیا۔

عصر کے وقت جہاز نے بندرگاہ حیفہ پر لنگر ڈالا۔ اور بندرگاہ سے نصف میل کے فاصلہ پر کھڑا ہوا۔ بہت سے حجاج وہاں اتر گئے اور جگہ میں گنجائش نکل آئی، وہاں سے ایک لائن مدینہ منورہ کو جاتی تھی اور جو لوگ دمشق نہیں جانا چاہتے تھے وہ وہاں سے سیدھے نبی اکرم کے روضہ اطہر کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ چلے جاتے تھے۔ درجہ سوم کا کرایہ غالباً ساٹھ روپے تھا سٹیمر بندرگاہ پر چار بجے شام سے لے کر دس بجے رات تک کھڑا رہا۔ کیونکہ بہت سا اسباب اتارنا چڑھانا تھا۔ سٹیمر پر درجہ سوم کے ایک سو کے قریب جبل لبنان کے نصرانی المذہب پہاڑی باشندے سوار تھے جو بڑے بداخلاق اور بےتمیز تھے۔ اگلی صبح تک انہوں نے وہ غل غپاڑہ مچائے رکھا اور اس طرح آپس میں لڑتے جھگڑتے اور ایک دوسرے کی ٹوپیاں اور کپڑے اچھال کر سمندر میں پھینکتے رہے اور کودے اور چلائے کہ ان کو دیکھ کر حیرت ہوتی تھی۔ جس عیسائی تہذیب کے اہل مغرب گن گا رہے ہیں۔ اس نے بدویوں پر کیوں اثر نہیں کیا۔ یہ تو شکر رہا کہ انہوں نے حجاج سے کچھ تعرض نہ کیا۔ ورنہ ان کی تعداد بھی کافی زیادہ تھی۔ سخت فساد رونما ہوتا۔ قبلہ صاحبزادہ صاحب کو اپنے کمرے میں بڑا آرام رہا اور اطمینان سے رات

Marfat.com

تو سوئے۔ مگر آپ کو افسوس رہا کہ آپ کے ہمراہیوں نے رات قدرے تکلیف سے کاٹی۔

اگلی صبح یعنی ۸ر ذی قعد بمطابق ۹ ر اکتوبر جب آپ نماز صبح سے فارغ ہو چکے تھے تو ساحل بیروت نظر آیا۔ صدہا قسم کی ساخت کے جہاز دھواں اڑاتے بیروت کے بندر پر نظر آئے۔ نصف گھنٹہ کے بعد جہاز لنگر انداز ہوا۔ بیسیوں ملاح کشتیاں کھیتے پہنچ گئے۔ تختہ جہاز پر پہنچے اور گیند کی طرح اچھال اچھال کر سامان اپنی کشتیوں میں پھینکنے لگے۔ جب ہجوم ذرا کم ہوا تو آپ نے ایک ملاح سے فی آدمی اڑھائی آنے بمعہ اسباب مقرر کیا اور کشتی پر سوار ہو کر ساحل پر پہنچے۔ بندرگاہ پر ترکی سپاہی خوشنما وردی لگائے کھڑے تھے۔ جو حجاج کے ساتھ بڑے تپاک سے پیش آئے۔ جمرک یعنی کسٹم ہاؤس والوں نے اسباب پر اچٹتی سی نظر ڈالی۔ وہاں آپ کو حسن ابدال ضلع کیملپور کا ایک ہندی ترجمان مسمٰی خدا بخش مل گیا جس نے بتایا کہ سٹیشن بیروت المرفا بالکل بندرگاہ کے قریب ہی ہے۔ مزدوروں سے اسباب سٹیشن کے ویرانڈہ میں رکھوایا گیا۔ دمشق کو گاڑی بارہ بجے کے قریب روانہ ہو رہی تھی۔ ٹکٹ خریدے گئے۔ سیکنڈ کا کرایہ دس روپے اور تھرڈ کا پانچ روپے تھا۔ بلا امتیاز ہر قسم کے مسافر کو ۲۵ سیر وزنی اسباب مفت لے جانے کی اجازت تھی۔ باقی ماندہ اسباب کے آپ نے دس روپے ادا کئے۔ گاڑی بیروت اسٹیشن سے تیار ہو کر آئی۔ آپ سب بآرام سوار ہو گئے۔ اسباب بریک میں رکھا گیا۔ گاڑی کا ٹھیکہ فرانس کا تھا۔ لائن تو پانچ فٹ چوڑی تھی مگر ڈبے خراب تھے۔ حتیٰ کہ بیت الخلاء ندارد۔

گاڑی میں سوار ہوتے ہی ایک دلال محمد سعید نامی آ گیا جس نے بتایا کہ نواب صاحب ٹونک کے برادر خورد نواب عبدالرحیم خان آج ہی مدینہ منورہ سے واپس آئے ہیں۔ اور بیروت کے رستہ جدہ جا رہے ہیں۔ اگر آپ بھی اس راستہ سے واپس آئیں تو چھ روز میں بیروت سے جدہ پہنچانا ہمارے ذمہ۔ تھرڈ کے ڈبے کل چھ پونڈ (نوے روپے) اور سیکنڈ کے ساڑھے گیارہ پونڈ (ایک سو بہتر روپے) خرچ ہوں گے۔ اس میں تمام قسم کے محصولات بھی شامل تھے۔ تجویز معقول اور قابل عمل تھی مگر چونکہ بعض ہمراہیوں کے پاس خرچ کی قلت تھی۔ آپ پختہ وعدہ نہ فرما سکے۔ البتہ آپ نے فرمایا کہ دوسرے ہمراہیوں سے صلاح مشورہ کے بعد اگر اس رستہ سے واپسی کا ارادہ ہوا تو مدینہ منورہ سے بذریعہ تار اطلاع دی جائے گی۔

گاڑی پورے بارہ بجے روانہ ہوئی۔ بیروت سے دمشق تک حسب ذیل اسٹیشن تھے:۔

ڈی۔ ایچ۔ پی۔ این۔ (D.H.P.N) بیروت المرفا۔ بیروت۔ حمث۔ بعبدا جمہور۔ غاریا۔ علی دن۔ عین صوفر۔ مریجات۔ حدیلنا ستورا۔ معدنا ئیل مقلم۔ ریاق جنکشن جہاں سے گاڑی

Marfat.com

ملک شام کے خوبصورت شہر حلب کو جاتی تھی۔ وحضونا۔ سرغایا۔ زبدانی۔ الکیہ۔ سوادی بروہ۔ دہرہ قانون۔ عین فیہم جدیدہ۔ الہامہ۔ البرمکہ۔ میدان دمشق۔

راستہ میں گاڑی اسٹیشنوں پر اتنی دیر ٹھہرتی تھی کہ مسافر اتر کر بخوبی پیشاب سے فارغ ہو سکتے تھے۔ بیروت سے عینِ صوفر تک گاڑی کو چڑہائی آئی اور دھیمی رفتار سے خراماں خراماں چلتی رہی۔ راستہ میں چار بڑے سرنگ آئے۔ جہاں بالکل اندھیرا چھا گیا۔ اور دھوئیں کی بُو سے دماغ پھٹنے لگا۔ جبل لبنان کا سلسلہ بیروت ہی سے شروع ہو گیا۔ سرسبز وشاداب پہاڑ تھا جس میں چھوٹے چھوٹے گاؤں جابجا بکثرت آباد تھے۔ اور نہایت بھلے معلوم ہوتے تھے۔ ہزارہا خودرو درخت تھے۔ جن میں انار، ناشپاتی، انگور اور سیب بکثرت تھے۔ پاک درخت زیتون کی افراط تھی اور جہاں تک نظر کام کرتی تھی اس کے سبز پتے آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتے۔ یہ سب کچھ خدا کی قدرت کا کرشمہ تھا۔ پہاڑ ٹھنڈا تھا۔ اسے کوہ شملہ یا کوہ مری سے تشبیہ دی جا سکتی تھی۔ پانی نہایت خوشگوار تھا موسم گرما میں تمازت آفتاب سے مامون ومصئون رہنے کے لئے حکام اور روسا یہیں پہنچ جایا کرتے ہیں۔

پہاڑ میں بڑے بڑے غار ہیں۔ ان سے بچا بچا کر ریلوے لائن بچھائی گئی تھی۔ کہیں دونوں طرف گہرے کھڈ تھے اور درمیان میں گاڑی گذرتی تھی اور سخت خوف پیدا ہوتا تھا۔ چڑھائی میں سٹیشن قریب قریب واقع تھے۔ یہی وجہ تھی کہ بیروت سے دمشق تک ۹۶ میل کی مسافت میں پچیس اسٹیشن واقع تھے۔ گاڑی اس طرح آہستہ خرام تھی کہ بعض مقامات پر پیدل انسان بھی آگے نکل جاتا تھا۔ بظاہر تو ۹۶ میل کا پانچ روپے کرایہ گراں نظر آتا ہے مگران دشوار گھاٹیوں کے زیر نظر کوئی زیادہ نہیں۔ ہر گاڑی میں ایک بریک تھا اور بیچ بیچ ایک زنجیر چلا گیا تھا۔ جس کی وجہ سے گاڑی کو روکنا آسان تھا۔

ایک انجن گاڑی کو اسی طرح لے جا رہا تھا جس طرح ہموار سطح پر اونچائی کو تین حصوں میں منقسم کیا گیا تھا۔ پہلے حصہ کا خاتمہ پر انجن کو پیچھے لے جاتے تھے۔ سٹیشن پر دوہری لائن ہوتی تھی انجن اب گاڑی کو دھکیلتا تھا اور اتنا اوپر لے جاتا تھا کہ پہلے حصے کی لائن برابر میں نیچے اترتی نظر آتی تھی۔ وہاں سے دوہری لائن پر سے گذار کر انجن آگے لے جاتے تھے اور انجن گاڑی کو لے کر سیدھے رخ صعود شروع کر دیتا تھا۔ حتی کہ دوسرے حصہ کی لائن نیچے صاف دکھائی دینے لگتی تھی۔ گاڑی پہاڑ کی چوٹی پر پہنچتی تھی تو منظر نہایت دلکش ہوتا تھا۔ خاص طور پر چھوٹے بڑے دیہات کا نظارہ قابل دید تھا۔ ان کی سفید سفید دیواریں تھیں۔ باغات تھے۔ ہرے بھرے

Marfat.com

جنگلات میں سے اینچ پیچ کھاتی ہوئی سڑکوں پر دو اسپہ فٹنیں ایسا فرحت بخش منظر پیش کرتی تھیں کہ قدرتی مناظر سے دلچسپی رکھنے والا انسان مسحور ہو جاتا تھا۔ عیسائی مرد اور عورتیں غول درغول بغرض تفریح تقریباً ہر سٹیشن پر موجود ہوتے تھے۔ ان کی سرخ و سفید رنگت، پاکیزہ اور خوبصورت چہرے اور ان سب سے بڑھ کر موزوں لباس ایک حسن پرست پر وجدانی حالت طاری کرتے تھے۔ مگر قافلہ حجاج میں کوئی بھی حسن کا دلدادہ نہیں تھا۔ ان کی زبانوں پر تو "فتبارک اللہ احسن الخالقین" کا ورد جاری تھا اور صانع بے مثال کی کاریگری دیکھ کر حافظ کا یہ شعر یاد آجا تھا ۔

حافظ وصال گل طلبی ہمچو بلبلاں
جان کن فدائی خاکِ رہِ باغبانِ گل

شام کے بعد گاڑی ریاق سٹیشن پر پہنچی اور نصف گھنٹہ ٹھہری۔ وہاں آپ نے ایک ایسے ہوٹل میں روٹی کھائی جہاں ملازم مسلمان تھے۔ روٹی پر خرچ فی آدمی دس آنے آیا۔ بیروت سے چل کر گاڑی دمشق گیارہ گھنٹے میں پہنچتی تھی اسلئے ابھی کافی سفر باقی تھا۔ عشاء کی نماز کے بعد صاحبزادہ صاحب قبلہ ایک ہمسفر فوجی کپتان سے سلطان کی فوجی طاقت کے متعلق گفتگو فرماتے رہے۔ وہ دمشق کی فوج میں ملازم تھا۔ اس نے بتایا کہ سلطانی فوج کسی اور فوج سے تہوّر و شجاعت اور حبّ قومی میں کم نہیں۔ مگر خزانہ خالی ہونے کی وجہ سے کئی کئی ماہ کی تنخواہ حکومت کے ذمّے واجب الادا رہتی ہے۔ جس کی وجہ سے سخت دل شکنی ہوتی ہے۔ اسکے بعد آپ سو گئے۔ گیارہ بجے کے قریب ہمراہیوں نے البرامکہ سٹیشن پر بیدار کیا۔ آگے کئی دلال اور ہوٹل والے کھڑے تھے۔ ہر ایک نے اپنی طرف کھینچنا شروع کیا آخر آپ فٹنوں پر سوار ہو کر اور سامان اسٹیشن پر چھوڑ کر ایک درویش نامی مینجر کے ساتھ اس کے ہوٹل قدس شریف پر پہنچے۔ بیروت میں محمد سعید دلال نے آپ کو ایک ہندی ترجمان عبداللہ ابن داد الہندی کا پتہ بتایا تھا اور اس نے اسے تار کے ذریعے اطلاع بھی دے دی تھی۔ وہ آ گیا اس کے بار بار اصرار پر آپ قریب ہی لوکندہ دارالسرور دیکھنے چلے گئے۔ یہ ہوٹل زیادہ پر تکلف اور آراستہ تھا۔ کرایہ کا کوئی فرق نہیں تھا۔ مگر اس میں کوئی پلنگ خالی نہیں تھا۔ تمام حجاج وغیرہ سے پر تھے۔ دو بج چکے تھے اس لئے طے پایا کہ سامان اسٹیشن پر رہنے دیا جائے۔ صبح لے لیا جائے گا۔ اب آرام کیا جائے۔ تکان اور شب بیداری کی وجہ سے گہری نیند آئی۔ مگر مچھر بے لطفی پیدا کرتا رہا۔

۹ ذیقعد بمطابق ۱۰ اکتوبر کی صبح ہوئی آپ نماز اور وظائف سے فارغ ہوئے۔ ملک

Marfat.com

محمد الدین صاحب ایڈیٹر صوفی اور صوبیدار میجر حاکم خان صاحب کو آپ نے اسٹیشن پر اسباب لانے کے لئے روانہ فرمادیا اور خود چار آدمی ایک قریبی حمام میں غسل کرنے کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ نے بلا امداد غیرے گرم پانی سے خود غسل فرمایا۔ حمام والوں نے ہر ایک سے چھ آنے اجرت لی۔ یہ غالباً بار بار کپڑے بدلنے کا کرایہ تھا۔ کیونکہ وہاں پہنچنے پر، حمام میں داخلہ کے وقت، غسل کے بعد اور پھر ذرا دیر کر کے انہوں نے چار بار کپڑے تبدیل کرائے۔ اور قہوہ کی ایک ایک پیالی بھی پلائی۔ واپسی آپ رستہ کھو بیٹھے اور بازار میں دو ایک چکر لگانے پڑے۔ بمشکل رستہ کا علم ہوا اور آپ اپنے ہوٹل پر پہنچے۔

بعض ہمراہیوں نے آپ کو مشورہ دیا کہ دوسرے روز جو گاڑی مدینہ منورہ جا رہی تھی۔ اس پر سوار ہو جائیں تاکہ وہاں زیادہ قیام ہو سکے۔ چونکہ اس راہ سے واپسی کا ارادہ نہیں تھا آپ نے یہ مشورہ قبول نہ کیا۔ آپ نے فرمایا کہ شام کی پاک سرزمین میں آکر زیارات کئے بغیر چلا جانا مناسب نہیں۔ آخر سب کے سب اس بات پر متفق ہو گئے کہ تین دن دمشق میں قیام کر کے زیارات و قابل دید مقامات سے مشرف اور محظوظ ہولیں اور سوموار کو علی الصباح ٹرین پر سوار ہو جائیں۔ ایک ترجمان مسمّٰی عبداللہ نے بتایا کہ سوموار کو محمل شامی بھی روانہ ہو گا اور اس کے لئے غالباً سپیشل ٹرین چلے گی۔ یہ بھی طے پایا کہ مدینہ منورہ پہنچ کر اونٹوں کی سواری پر بیت اللہ جائیں اور تکلیف کو راحت تصور کریں۔ اور اگر اتفاق ہو جائے تو محملِ شامی کی معیت میں جائیں۔

آپ کے ہمراہیوں نے دوپہر تک کپڑے صاف کئے۔ آپ نے باقی ماندہ سفرنامہ مکمل فرمایا۔ کپڑے بدل کر آپ ہمراہیوں کے ساتھ پہلے ایک دوکان پر گئے اور کھانا کھایا۔ روٹی بہت عمدہ تھی۔ پہلی بار آپ کو دوکان پر سے گرم روٹی ملی تھی۔ مصر اور قدس ہوٹل میں تو باسی روٹی ہی ملتی رہی تھی۔ گوشت بھنا ہوا تھا۔ اور بہت ہی فربہ آپ کے مذاق کے مطابق نہ تھا۔ اسلئے لذیذ معلوم نہ ہوا۔ ایک رکابی میں دہی اور پیاز آمیختہ تھے۔ انہیں آپ نے شوق سے تناول فرمایا۔

کھانے سے فارغ ہونے کے بعد آپ پوچھتے پوچھتے جامع اموی پہنچے۔ مسجد زیادہ دور نہ تھی۔ صرف پندرہ منٹ کا رستہ تھا۔ نماز جمعہ تیار تھی۔ آپ نے صفِ اول میں جگہ نکالی۔ پہلے مکبّر اور تکبیر خانے میں بیٹھ کر دیر تک درود شریف پڑھتے رہے۔ پھر ایک مؤذن نے عربی لہجہ میں اذان دی۔ امام صاحب منبر پر چڑھے اور خطبہ شروع کیا۔ خطبہ نہایت مؤثر اور ادبی لحاظ سے بہت ہی دلچسپ تھا۔ اس سے امام صاحب کی علمیت کا اظہار ہوتا تھا۔ خطبہ ختم ہوا تو مختصر قرأت میں نماز جمعہ ادا ہوئی۔ پیچھے مکبّروں کا ایک ہی لب و لہجہ میں تکبیر کہنا اسلامی شان و شوکت کو ظاہر

Marfat.com

کرتا تھا۔ قبلہ صاحبزادہ صاحب کی طبیعت نہایت ہی محظوظ ہوئی۔ قریباً چھ سات ہزار مقتدی تھے۔ بعض شافعی معلوم ہوتے تھے۔ ان کی آمین بالجہر سے مسجد گونج اٹھتی تھی۔

بقیہ نماز پڑھ کر آپ سیدھے سیدنا یحیٰی علیہ السلام کے مرقد اطہر کی طرف متوجہ ہوئے۔ جہاں آپ کا سر مبارک مدفون ہے۔ ایک مزاور نے دعا پڑھائی اور بھی بہت سے زائر جمع تھے۔ بہت رقت طاری ہوئی۔ وہاں سے باہر نکل کر صحن میں آپ نے وہ مینار دیکھا جس پر سے روایت کے مطابق حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے قریب نزول فرمائیں گے۔ بعد ازاں آپ اس مکان میں گئے جس میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک لاکر رکھا گیا تھا اور وہاں اب قبر کا نشان بنا ہوا ہے۔ بعض کا تو قول ہے کہ حضور کا سر مبارک یہیں مدفون ہے۔ کاش کوئی محقق ا[1] ان اختلافات پر روشنی ڈالتا۔ وہاں سے آپ ایک مختصری مسجد میں آئے۔ جہاں سیدنا زین العابدین رضی اللہ عنہ ہر روز ہزار رکعت نفل پڑھا کرتے تھے۔ ایک جگہ بتایا گیا کہ یہاں رسول اکرم ﷺ کا موئے مبارک ہے اور بعض کا کہنا ہے کہ قدم شریف کا نشان ہے۔ واللہ اعلم بالصواب.

مسجد سے باہر آکر آپ امیر المؤمنین سلطان صلاح الدین ایوبی (۱۱۳۸۔۱۱۹۳عیسوی) رضی اللہ عنہ کے مزار پر حاضر ہوئے۔ یہ حامی اسلام، قامع اساس کفر سلطان اپنے پیش رو عماد الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ[2] کی رفاقت میں نہایت میٹھی اور گہری نیند سوتا ہے اور اس کی روح خلد بریں کی سیر میں مصروف ہے۔ قبلہ صاحبزادہ صاحب نے بڑے ذوق شوق کے ساتھ سلطان صلاح الدین ایوبی کے حالات زندگی کا مطالعہ تاریخ کی کتابوں سے کیا ہوا تھا اور نو عمری کے باوجود ان کے دل میں بھی اسلام کا وہ جذبہ موجود تھا جو سلطان مرحوم کے دل میں تھا۔ اسلئے اس کے دل میں بھی اس مجاہد اسلام کی جو وقعت تھی اس سے آپ کے دوسرے ہمراہی نا آشنا تھے۔ بنا بریں آپ کے ہمراہیوں نے تو صرف ایک عام بادشاہ سمجھ کر فاتحہ پڑھا۔ مگر آپ نے اسے حمیت اسلامی کا ایک زندہ نمونہ، غازی اسلام مجاہد فی سبیل اللہ تصور کر کے صرف فاتحہ پر اکتفا نہ کیا بلکہ اس فقیر خصلت اور درویش سیرت سلطان کی روح سے استمداد کی اور کہا:۔

---

[1] اپنی جگہ پر اس فریضہ کو ادا کرنے کے لئے ابن حجر کی روایت مشہور محقق ہنی کے حوالہ سے ہم نے پیشتر ازیں درج کر دی ہے۔ اس کے مطابق سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک کربلا معلی میں دفن ہوا تھا۔

[2] یہاں دو زعماء کے درمیان امتیاز ضروری ہے جن کے نام عماد الدین تھے۔ ایک تو سلطان صلاح الدین ایوبی کا وزیر عماد الدین الکاتب الاصفہانی تھا جو جلال الدین اکبر مغل شہنشاہ ہند کے وزیر ابو الفضل کی طرح فن انشاء کا ماہر تھا۔ دوسرا عماد الدین زنگی ہے۔ یہ مجاہد کبیر ہے جس نے حلب، حران اور موصل کو شامل کر کے زنگی سلطنت کی داغ بیل ڈالی اور سب سے پہلے بڑی مردانگی سے صلیبی جنگجوؤں کا مقابلہ کیا۔ اس کا سال وفات ۱۱۴۶ء ہے۔ پایہ تخت دمشق تھا۔ اسی مناسب سے ایوبی اور زنگی دونوں مجاہدین اسلام ایک دوسرے کے پہلو میں مدفون ہیں۔ شیخ سعدی کا ممدوح اتابک ابو بکر بن سعد زنگی اسی عماد الدین کا پوتا ہے۔

Marfat.com

''اے اسلام کے شیدائی اور دین کے فدائی سلطان! اے وہ کہ تیری حیات و ممات، جینا مرنا محض خدمت دین کے لئے تھا۔ تو نے سالہا سال ارض مقدس کے بچانے اور اغیار کی دستبرد سے اسے محفوظ رکھنے کے لئے اپنی جان عزیز ہتھیلی پر رکھ کر مدافعت کی اور سینہ سپر رہا۔ تو نے اسلامی مملکت میں سے چپہ بھر زمین پر بھی رچرڈ اور فلپ جیسے[1] جنگجوؤں کو قابض نہ ہونے دیا۔ بلکہ بہت سے دیگر امصار و بلاد عیسائیوں کے دست تصرف سے نکال کر سلطنت اسلامی میں شامل کئے۔ اے باحمیت سلطان! آج اسلام نہایت کسمپرسی کی حالت میں ہے یہ ہمارا عقیدہ ہے کہ اب آپ تو قیامت کے روز ہی اٹھیں گے ورنہ خدا سے آپ کو دوبارہ زندہ کرنے کی دعا مانگی جاتی اب آپ مسلمانوں پر اتنا احسان فرمائیں کہ جس تقرب سے آپ مستفیض ہو رہے ہیں اس کی وساطت سے خداوند کریم کی بارگاہ میں استدعا فرمائیں کہ بارِالٰہا! مسلمانوں کو ان کے مفتوحہ ملک واپس دلادیں اور ان میں ایسے جری بہادر پیدا کریں جو مذہبی حمیت اور ملی احساس عام کر دیں۔ آمین ثم آمین۔''

اس دعا کے ایک ایک لفظ پر غور کریں۔ ایک ایسے دردمند دل سے نکلی ہوئی دعا ہے جو اسلام کے شاندار ماضی کو اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ پھر سے اپنی آنکھوں کے سامنے جلوہ گر دیکھنا چاہتا ہے اور شدت احساس کیساتھ اس بات کا آرزومند ہے کہ مسلمانوں کا حال اور مستقبل اس طور درخشاں ہو کہ اہل عالم دیکھ کر دم بخود رہ جائیں۔ تعجب انگیز بات یہ ہے کہ یہ دردمند دل ایک انیس سالہ نوجوان کے پہلو میں برق افگن ہے۔!!!

ہمارے مخدوم اور مطاع قلب سوزاں رکھنے والے صاحبزادہ صاحب اُدھر دعا مانگ رہے تھے اور بے اختیار رو رہے تھے۔ آپ اسی طرح بچشم گریاں واپس آئے۔ اور دوبارہ مسجد اموی میں داخل ہو گئے۔ اس مسجد کو ولید ابن عبدالملک (۷۰۵۔۷۱۵ عیسوی) نے تعمیر کرایا تھا اور بارہ ہزار معمار اس میں لگاتار کام کرتے رہے تھے۔ جو سلطان کے باجگذار ملک الروم نے اپنے ملک سے منتخب کر کے بھیجے تھے۔ اس کی تعمیر پر ایک سو صندوق خرچ ہوئے تھے اور ہر صندوق میں دو لاکھ اٹھائیس ہزار دینار تھے۔ اس کی مالیت پانچ کروڑ روپیہ کے قریب بنتی ہے۔ سنا گیا ہے

---

[1] رچرڈ شیر دل شاہ انگلستان ۱۱۸۹ سے ۱۱۹۹ء تک حکمران رہا۔ اس نے آخر کار اپنی ہمشیرہ جونا کا نکاح سلطان کے ملک عادل سے کر کے مصالحت کر لی۔ فلپ دوم شاہ فرانس کا دور حکمرانی ۱۱۸۰ سے ۱۲۲۳ء تک ہے۔ یہ بھی رچرڈ کے ساتھ صلیبی جنگوں میں شامل رہا۔

Marfat.com

کہ مسجد میں مکڑی جالا نہیں لگا سکتی اور ابابیل گھونسلہ نہیں بنا سکتی۔ ظاہری شان و شوکت اور رفعت کے علاوہ اس مسجد کو اسلامی تاریخ سے بھی بڑا تعلق ہے۔

امین الامت[1] سیدنا ابوعبیدہ ابن الجراح اور سیف اللہ[2] خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی سرکردگی میں جب اسلامی فوج فتح کے پھریرے اُڑاتی ہوئی دمشق میں پہنچی تو دو حصوں میں منقسم کی گئی اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا گیا۔ جو چھ ماہ تک رہا۔ جب شہر کے باشندوں نے کوئی مفر نہ دیکھا تو مجبور ہو کر اپنے سرداروں کو امین الامت کی خدمت میں بغرضِ امان بھیجا۔ وہاں کیا دیر تھی۔ خلق نبوی کے زندہ نمونے سیدنا ابوعبیدہ ابن الجراح رضی اللہ عنہ نے جھٹ صلح نامے پر دستخط کر دیئے۔ دوسری طرف خدا کی تلوار کافروں کو گاجر مولی کی طرح کاٹتی آرہی تھی۔ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بزور شمشیر قلعہ کا دروازہ توڑ کر شہر میں داخل ہوئے۔ آخر دونوں حضرات کی ملاقات ایک گرجا کے قریب ہوئی جو شہر بھر میں اول نمبر پر تھا۔ یہاں پہنچ کر دونوں فوجیں رُک گئیں۔ یہ رجب ۱۴ھ بمطابق ستمبر ۶۳۵ء کا واقعہ ہے۔ اب سیدنا خالد رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ یہ شہر بزور شمشیر فتح ہوا ہے۔ اس کے باشندوں کے لئے امان نہیں اور سیدنا ابوعبیداللہ رضی اللہ عنہ وعدہ وفائی پر تلے ہوئے تھے۔ آخر فیصلہ ہوا کہ دربار خلافت سے استصواب کیا جائے۔ اب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جیسے مدبّر اور معاملہ فہم نے ایک ایسا جامع اور مانع حکم نافذ فرمایا کہ دونوں حضرات کی دلشکنی بھی نہ ہوئی اسلام کی آبرو بھی قائم رہی اور عیسائی رعایا بھی خوش ہوگئی۔ وہ یہ کہ گرجا کا جو حصہ بزور شمشیر مسخر ہوا ہے وہاں مسجد تعمیر کرائی جائے اور صلح کے ذریعہ قبضہ میں وہاں گرجا بحال رہے۔

یہ سینٹ جان کا گرجا کہلاتا تھا۔ ولید بن عبدالملک کے عہد تک اس کا ایک حصہ مسجد پر مشتمل تھا اور دوسرا بدستور گرجا رہا۔ قابل ذکر امر یہ ہے کہ یہ گرجا بھی اہل روما کے معبد کی جگہ تعمیر ہوا تھا۔ پروفیسر ہٹی کہتا ہے کہ اس معبد کے کتبہ کی عبارت یونانی زبان میں اب بھی وہاں ایک دیوار پر کندہ کی ہوئی موجود ہے۔ خلیفہ ولید کو مساجد کی تعمیر کا بڑا اشتیاق تھا۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں بھی اس نے مساجد کی توسیع اور تعمیر حسن وخوبی کے ساتھ کرائی تھی۔ دمشق کی اس مسجد کے متعلق بھی اس کے دل میں یہی خواہش پیدا ہوئی۔ عیسائیوں سے گرجا کا بقیہ حصہ مانگا گیا۔ مگر انہوں نے صاف انکار کر دیا۔ لیکن خلیفہ نے جبراً قبضہ کر لیا اور نئے نقشہ کے مطابق مسجد کی بنیاد رکھ دی۔ کہتے ہیں کہ جب ولید بن عبدالملک نے مسجد کی بنیاد ڈالنے کی ٹھان لی تو عیسائیوں نے شور مچایا کہ جو شخص اس گرجا کو گرائے گا وہ پاگل ہو جائے گا۔ لوگ متامل ہوئے مگر ولید خود کدال لیکر دیوار

---

[1] [2] یہ دونوں خطاب ہر دو صاحبان کو دربار رسالت مآب سے ملے تھے۔

Marfat.com

پر چڑھ گیا اور یہ کہہ کر کہ خدا کے رستہ میں سب سے پہلے میں دیوانہ بنتا ہوں کام شروع کر دیا۔ خلیفہ کی جرأت ایمانی دیکھ کر تمام کے حوصلے بڑھ گئے۔ اور چند ساعتوں میں گرجا کی عمارت کو زمین کے ساتھ ملا دیا گیا۔ حضرت عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ (۷۱۷ تا ۷۲۰ عیسوی) نے اپنے دور حکومت میں پھر پہلی تقسیم بحال کرنے کا ارادہ کیا مگر شورش اور فتنہ سے خوفزدہ ہو کر عیسائیوں کو زر کثیر دیا اور راضی کر لیا۔ کہتے ہیں کہ مسجد دوبارہ آتشزدگی کا شکار ہوئی اور اس کی پہلی آب وتاب قائم نہ رہی مگر پھر بھی سلاطین اسلام نے اس کی مرمت اس طرح کرا دی ہے کہ معلوم ہوتا ہے معمار مسجد کو تعمیر کر کے آج ہی باہر نکلے ہیں۔ مشہور مؤرخ ہٹی کہتا ہے کہ بیت اللہ، مسجد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور بیت المقدس کی مسجد کے بعد دنیائے اسلام میں جامع اموی کا درجہ ہے۔ اس مسجد کا غربی مینار برسوں امام غزالیؒ کا عبادت خانہ رہا ہے۔

واپس آ کر صاحبزادہ صاحب نے تھوڑی دیر کے بعد کیلئے لوکندہ میں آرام فرمایا پھر ٹرام پر سوار ہو کر محمد صالحیہ میں پہنچے جو دمشق میں ایک الگ گاؤں کی حیثیت رکھتا ہے۔ عصر کی نماز آپ نے جامع سیدنا شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۶۵۔۱۲۴۰ء) میں جا کر ادا کی۔ یہیں شیخ موصوف کا مزار بھی ہے۔ انہوں نے تصوف کے عقدہ ہائے لاینحل کا جو انکشاف فرمایا ہے اور اس بحر ناپید کنار میں غوطہ زن ہو کر جو لولوئے آبدار اور درشہوار نکالے ہیں یہ انہیں کا حصہ ہے۔ بیدار دل صاحبزادہ صاحب مقبرہ میں داخل ہوئے تو ایک وجدانی کیفیت طاری ہو گئی۔ اور آپ کو شیخ صاحب رضی اللہ عنہ کی روحانی فتوحات سے استفادہ کثیر حاصل ہوا۔ طلائی حروف سے غلاف پر یہ رباعی لکھی ہوئی تھی۔

کلّ من لاذ بہٖ اوزارہٗ ۔۔۔ قبر محی الدین ابن عربی

غفر اللہ لہ من زارہٗ ۔۔۔ قضیت حاجاتہ من بعد

حضرت کے پہلو میں آپ کے دولخت جگر عماد الدینؒ اور سعد الدینؒ بھی آرام فرما ہیں۔ آپ کے پاؤں کی جانب تین امراء کی قبور ہیں۔ ایک قبر امیر عبدالقادر جزائری (وفات ۱۸۸۳ء) کی ہے[1] یہ بہادر جرنیل مدت تک فرانس کو الجزائر سے نکالنے اور اپنے محبوب وطن کو آزاد کرانے کے لئے اپنی جواں ہمتی اور تیغ زنی کے جوہر دکھاتا رہا اور اس گئے گذرے زمانے میں بھی اسلامی شجاعت کا ڈنکا بجایا۔

اس موقع پر قبلہ صاحبزادہ صاحب شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ کی ایک کرامت کا ذکر

---

[1] امیر موصوف جیسے مجاہدین اسلام کی بدولت انجام کار یکم جولائی ۱۹۶۳ء کو الجزائر آزاد ہوا۔

Marfat.com

کرتے ہیں جوان کی وفات کے بعد ظاہر ہوئی۔ صاحبزادہ صاحب خواجہ حسن نظامیؒ دہلوی (ولادت ۱۲۹۰ھ/۱۸۸۳ء) کے ممنون ہیں۔ جنہوں نے دہلی میں بوقت ملاقات اس حقیقت کے چہرے سے پردہ اٹھایا کہ حضرت شیخ اکبر کا مزار گم ہوگیا تھا اور آپ کی یہ پیشگوئی مشہور تھی کہ:۔

"اذادخل السین فی الشین ظهر قبر محی الدین"

یعنی جب سین شین میں داخل ہوگا محی الدین کی قبر ظاہر ہوگی۔ لوگ اس کا مطلب سمجھ نہ سکتے تھے۔ مگر جب ۱۵۲۶ء میں سلطان سلیم اول نے ملک شام کو فتح کیا تو سین شین میں داخل ہوگیا یعنی دراصل یہ سلطان سلیم کے شام میں داخلے کی طرف اشارہ تھا۔ سلطان ممدوح نے آپ کے مقبرہ کے مقام پر عمارت کی بنیاد رکھنی چاہی اور لوح مزار نکل آئی جس پر درج تھا:

اُدع الیٰ سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتی هی احسن انّ ربک اعلم بالمهتدین. هذا قبر العبد الفقیر الیٰ الله عبدالله محمد بن علی بن محمد ابن احمد ابن العربی الطائی الحاتمی .

توفی سمر اللیلة الجمعة ثانی وعشرین ربیع الآخر ۶۳۸ھ

یہ کتبہ دیکھ کر سلطان نے مزار سے مٹی نکلوائی اور درگاہ بنادی۔

شیخ اکبر کے مزار مقدس سے آپ نے ایک لڑکے کو بطور گائڈ ہمراہ لیا۔ اور شیخ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ[۱] کی مزار پر فاتحہ پڑھتے ہوئے آپ شیخ کردی رحمۃ اللہ علیہ[۲] کے مرقد پر حاضر ہوئے۔ شیخ صاحب کی نسبت عام مشہور ہے کہ آپ سے کسی نے امتحان لینا چاہا اور آپ نے قبر سے پاؤں نکال کر اسے ڈرا دیا۔ ابھی تک پاؤں قبر سے نکلا ہوا نظر آتا ہے اور ارد گرد روئی لپٹی ہوئی ہے۔

زندہ جاوید ہیں تیغ محبت کے قتیل
یہ شرر ٹھنڈے نہ ہوں گے بجھ کے تا روز شمار

حضور اب بھی فرمایا کرتے ہیں کہ آپ نے مزاور کو کسی نہ کسی طرح آمادہ کرلیا اور باہر نکلے ہوئے پاؤں کو ہاتھ لگایا۔ جو زندہ انسانوں کی طرح گوشت اور پوست رکھتا تھا۔ مگر دل پر ایسی دہشت

---

[۱] عبدالغنی الاندلسی بن اسمعیل بن عبدالغنی ابن اسماعیل بن احمد حنفی القادری النقشبندی ولادت در دمشق ۱۰۵۰ھ، وفات در دمشق ۲۴ رشعبان ۱۱۴۳ھ عربی کے صاحب دیوان صوفی منش شاعر۔

[۲] ان کا مکمل نام محمد ایوب الصالح الکردی ہے۔ برادر طریقت حاجی محمد حسین صاحب سکنہ کھوتیاں نے ۱۹۶۲ء میں ایران و عراق [illegible]

Marfat.com

طاری ہوئی کہ رات کو بھی اس کا تصور رہا۔ بار بار فاتحہ پڑھنے اور اپنے جدامجد خواجہ غریب نواز جلالپوری سے استمداد کے بعد طبیعت بحال ہوئی وہاں سے لوٹ کر آپ ٹرام پر سوار ہوئے اور ہوٹل پر پہنچے۔ روٹی کھائی دودھ سستا تھا یعنی صرف ڈیڑھ آنے کا سیر، پانچ چھ سیر منگایا۔ مدت کے بعد ملا تھا زیادہ پی لیا۔ اس لئے رات بھر پیٹ میں گڑگڑاہٹ رہی۔

۱۰ ذی قعد بمطابق ۱۱ اکتوبر بروز شنبہ آپ صبح بیدار ہوتے ہی سٹیشن پر چلے گئے۔ کیونکہ گاڑی مدینہ منورہ جارہی تھی۔ مدینہ والے ﷺ کی کشش آپکو وہاں لے گئی۔ ملک محمد الدین ایڈیٹر ''صوفی'' اور میاں فضل الدین ٹھیکدار آپ کے ساتھ تھے۔ آپ پہلے پاپیادہ سٹیشن البرامکہ پر تشریف لے گئے۔ مگر وہاں سے پتہ چلا کہ گاڑی اسٹیشن قدم شریف سے روانہ ہورہی تھی۔ آپ وہاں گئے حجاج کی وہ کثرت تھی کہ تل دھرنے کی جگہ نہ ملتی تھی۔ ایک گاڑی تھی جس پر سینکڑوں آدمی سوار ہونا چاہتے تھے آخر بہت سے رہ گئے۔ جن کے لئے ظہر کے وقت سپیشل ٹرین چھوڑنے کی تجویز ہوئی۔ سٹیشن پر روسی قونصل اپنی خوشنما وردی پہنے ہوئے ٹہل رہا تھا۔ آپ نے پہلے اسے انگریز سمجھا۔ ملک محمد الدین صاحب نے اس سے انگریزی میں گفتگو کی۔ اس نے سلیس انگریزی میں جواب دیا۔ لیکن معلوم ہوا کہ روسی قونصل ہے اور روسی رعایا کو بآرام ریل پر سوار کرانے کے لئے آیا کرتا ہے۔ عندالدریافت معلوم ہوا کہ انگریز قونصل نے کبھی آنے کی زحمت گوارا نہیں کی۔

آپ نے سوچا کہ اس سے شکایت کریں۔ مگر پھر خیال آیا ۔

رموز مملکتِ خویش خسرواں دانند
گدائی گوشہ نشینی تو حافظا مخروش

آخر گاڑی چل پڑی مدینہ جانے والوں کو بحسرت و یاس رخصت کیا گیا اور پیغام دیا ۔

مدینہ جانے والو کوئے جاناں میں اگر پہنچو
ہمیں بھی یاد رکھنا ذکر گر دربار میں آئے

سٹیشن سے فٹن کرایہ کر کے آپ سیدھے حضرت شیخ بدرالدین کے دارالحدیث میں پہنچے۔ مولوی حکیم اللہ دین اور مولوی محمد سعید صاحبان حسب قرارداد پہلے پہنچ چکے تھے۔ شیخ صاحب بڑے تپاک اور خوش اخلاقی سے پیش آئے۔ دیر تک قبلہ صاحبزادہ صاحب سے عربی میں گفتگو فرماتے رہے۔ ہندوستان کے حالات دریافت فرمائے اور دینی لحاظ سے مصر کی نسبت ہندوستان کی بہتر حالت معلوم کر کے فرمانے لگے۔ ہمیں بھی اپنے ساتھ لے چلیں۔ صاحبزادہ صاحب قبلہ نے کچھ خیالات کا اظہار فرمایا اور شیخ صاحب نے غور سے سن کر وعدہ فرمایا کہ آئندہ ہم اپنے مریدوں

Marfat.com

اور حلقہ بگوشوں کو حرمین شریفین کے محافظ کی جانی اور مالی امداد اور اعانت کی طرف ضرور رغبت دلایا کریں گے۔ مولوی صاحبان نے بعض پیچیدہ مسائل پوچھے جنہیں جناب ممدوح نے اپنے تبحر علمی سے کام لے کر سلجھایا۔ شیخ صاحب نے مولوی صاحبان کی درخواست پر اپنے صالح اور خوش خلق خلیفہ خاص محمد یحیٰ سے لکھوا کر سند حدیث بھی عطا فرمائی۔ صاحبزادہ صاحب نے کچھ نذر دینے کی کوشش کی مگر شیخ صاحب نے لینے سے قطعی انکار کر دیا بلکہ مولوی محمد یحیٰ صاحب نے فرمایا کہ آپ خود مسافر ہیں ہمیں آپ کی خدمت کرنی چاہیے۔

یہ صحبت بڑی پُرلطف اور مسرت انگیز تھی۔ صاحبزادہ صاحب نے محسوس فرمایا کہ شیخ صاحب کا وجودِ باجود اس قحط الرجال میں مغتنمات سے ہے۔ دور دور سے لوگ آ کر آپ کی زیارت سے مشرف ہوتے تھے۔ اور ظاہری اور باطنی فیوضات سے مستفید ہوتے تھے۔ شیخ صاحب بہت عمر رسیدہ تھے۔ اس کے باوجود صائم الدھر اور قائم اللیل تھے اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع تھا۔ علم حدیث میں آپ کو مہارت کاملہ حاصل تھی۔ اور اس فن میں آپ کی قابلیت مسلمہ تھی۔ ہر بات میں حدیث سے استدلال فرماتے تھے۔ صاحبزادہ صاحب قبلہ کو یہ معلوم کر کے بے حد افسوس ہوا کہ آتش زدگی کے حادثہ نے دارالحدیث کو جلا کر خاکستر کر دیا تھا اور بہت سی کتابیں بھی آگ کی نذر ہو گئی تھیں۔ اس وقت مکان دوبارہ تعمیر ہو رہا تھا۔ شیخ صاحب باقاعدگی سے بعد از نماز جمعہ جامع اموی میں جو دارالحدیث کے بالکل قریب ہے۔ چالیس احادیث کا ترجمہ سناتے اور رموز و نکات اور معانی و حقائق کی توضیح بھی ساتھ ساتھ فرمایا کرتے تھے۔ اہل علم حضرات بھی تبرّکاً و تیمناً شریک درس ہوا کرتے تھے۔ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے صاحبزادہ صاحب گذشتہ جمعہ کے روز جامع اموی میں موجود ہوتے ہوئے بھی شریک درس نہیں ہو سکے تھے۔ جس کا انہیں سخت افسوس رہا۔

واپس آ کر آپ نے بازار سے چند مصلّے خرید فرمائے۔ دکاندار معاملے کے صاف نہیں تھے۔ ایک قالین کی قیمت دکاندار نے دس مجیدی یعنی پچیس روپے بتائی۔ صاحبزادہ صاحب نے دو مجیدی بتائے۔ دوکاندار پانچ پر آ کر رک گیا۔ آپ نے فرمایا تین مجیدی لینے ہیں تو لے لو۔ آپ روانہ ہو پڑے۔ اور دوکاندار نے پیچھے سے ہانک لگائی آیئے تین مجیدی پر ہی لے جایئے۔ بازار صاف اور فراخ تھے۔ مگر مصر جیسی لطافت نہ تھی۔ ملک شام برفباری کے لئے مشہور ہے۔ اس لئے مسقف بازار بنے ہوئے ہیں اور روشن دانوں سے روشنی چھن چھن کر آتی ہے۔ بعض دوکانیں بہت بڑی ہیں۔ شام کا دارالخلافہ ہونے کے سبب دمشق میں دساور سے بہت مال آتا

Marfat.com

ہے اور دھڑ ادھڑ بکتا ہے۔ مصر کی نسبت اشیاء خوردنی ارزاں تھیں۔ دنبہ کا عمدہ چربی والا گوشت روپے کا ڈیڑھ سیر مل جاتا تھا۔ ہندوستان کے ایک مسافر مدینہ منورہ سے سیدھے دمشق آئے تھے مصر نہیں دیکھا تھا۔ انہوں نے اپنے مطبوعہ سفرنامے میں دمشق کو جنت البلاد کہا۔ صاحبزادہ صاحب فرماتے ہیں دمشق میں نہروں کی کثرت، فواکہ واثمار کی بھرمار، لوگوں کی خوش خلقی اور تمول تسلیم مگر مصر[1] جیسا بارونق بازار اور خوبصورت شہر کہاں اور کہاں دمشق۔ بازار سے چند چیزیں خرید کر آپ لوکندہ میں پہنچے اور کھانا کھایا۔

کھانا کھا کر آپ نے عبداللہ نامی گائیڈ کو ہمراہ لیا۔ عبداللہ پنجابی تھا اور ضلع لدھیانہ کا باشندہ۔ ٹرام پر سوار ہو کر آپ دمشق قدیم تشریف لے گئے۔ جو موجودہ شہر سے شمال کی طرف واقع ہے۔ پہلے ایک مسجد میں نماز ظہر ادا کی۔ پھر قبرستان میں مؤذنِ رسول ﷺ یعنی سیدنا حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کے مزار پر حاضر ہوئے۔ طبیعت پر بہت ہی رقت طاری ہوئی اور عاشق رسول ﷺ کی محبت سے بے اختیار ہو کر کٹہرے کو بوسہ دیا۔ یہ وہی بلال ہیں جنہوں نے اپنے محبوب ﷺ کی تابعداری میں طرح طرح کی اذیتیں برداشت کیں۔ کوڑوں سے جسم ادھڑ گیا۔ الٹا کر کے لٹکایا گیا۔ تپتی ہوئی ریت پر لٹا کر سینہ پر پتھر رکھے گئے مگر واہ رے استقلال اور ثابت قدمی کہ اسلام اور بانی اسلام ﷺ کی محبت میں سب تکالیف کو فراموش کر دیا۔ آخر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں خرید کر آزاد فرمایا اور اذان کی خدمت پر متعین کئے گئے۔ قطعاً خوش الحان اور عذب البیان نہیں تھے۔ مگر درد کی ایسی چاشنی اور حلاوت دل میں رکھتے تھے کہ بڑے بڑے خوش گلو بھی ان کی آواز سن کر مزے لیتے تھے اور سر دھنتے تھے۔

زباں کو اپنی ملاؤ دل سے ملاؤ دل کو زباں سے اپنی
تو دیکھ لینا کہ پر اثر ہو زباں سے جو کچھ نکل رہا ہے

ایک دفعہ رسول اکرم ﷺ نے بعض معترضین کے کہنے پر کہ بلال رضی اللہ عنہ کا تلفظ غلط ہے اور جملے اس طرح نکلتا ہے کہ معانی بھی تبدیل ہو جاتے ہیں۔ انہیں اذان دینے سے منع فرما دیا۔ صبح کی نماز کے لئے دوسرے مؤذن نے اذان دی۔ مگر سورج نکلنے کا نام نہ لیتا تھا۔ آخر لوگ نہایت متحیر ہوئے۔ حضرت رسالت مآب ﷺ نے بھی خیال فرمایا کہ شاید قیامت آ گئی ہے اسی اثنا میں روح الامین پیغام لائے کہ جب تک بلال رضی اللہ عنہ اذان نہ دے گا سورج طلوع نہ ہوگا

---

[1] اہل مصر قاہرہ کو مصر کہتے ہیں۔ مصر قدیم حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے بنایا تھا۔ اس کا اصلی نام فسطاط تھا جس کا معنی ہے خیمہ۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے خیمہ میں کبوتر نے گھونسلا بنا لیا تھا۔ جس کی وجہ سے خیمہ نہ اکھڑا گیا اور وہاں [illegible] آباد ہو گیا۔

Marfat.com

مابروں رانگریم وقال را   مادروں رابنگریم وحال را

اسی قبہ میں سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ کا مزار اقدس اور سعید بن خالد ابن ولید رضی اللہ عنہما کا مزار اور چند دیگر مرقد ہیں پھر سیدہ سکینہ بنت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مزار پر حاضر ہوئے۔ بعض لوگ یہ مزار مصر میں بتاتے ہیں۔ پھر سیدہ اُمّ کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا کے مزار پر شرف باریابی حاصل کیا۔ وہاں کچھ ایرانی نہایت سوز وگداز سے فارسی اشعار پڑھ رہے تھے۔ صاحب زادہ صاحب کی طبیعت بڑی متاثر ہوئی۔ بعدہ آپ نے سیدنا عبداللہ ابن مکتوم رضی اللہ عنہ مؤذن رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک دیکھی یہ وہ عبداللہ ہیں جن کے حق میں سورۃ:

عبس وتولیٰ ان جاءہ الاعمیٰ (پارہ ۳۰)

نازل ہوئی تھی۔ پھر سیدنا عبداللہ ابن سیدنا زین العابدین رضی اللہ عنہما کے مزار پر فاتحہ پڑھتے ہوئے امہات المؤمنین ازواج النبی ﷺ سیدہ ام حبیبہ وسیدہ ام سلمیٰ رضی اللہ عنہما کے مزاروں کی آستان بوسی کی۔ ان سب مزارات سے وہ نورانیت برستی ہے کہ سبحان اللہ سب مزارات ایک ہی محاذ میں واقع ہیں۔ حکومت کی طرف سے ان کی مرمت کا انتظام تھا۔

پھر قبرستان میں صاحبزادہ صاحب نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ (۶۶۱ تا ۶۸۰ء) کے مزار پر حاضری دی اور پھر حضرت حُر رضی اللہ عنہ اور ان کے دونوں بیٹوں اور دیگر چند شہدائے کربلا کے سروں کے مرقد دیکھے۔ وہاں نئی عمارت تعمیر ہو رہی تھی۔ ازاں بعد یزید (وفات ۶۸۲ء) کی عدالت کی جگہ دکھلائی گئی۔ جو پیوندز میں ہو چکی تھی اور ہُو کا عالم تھا پھر یزید کی قبر دیکھی جس سے سخت تنفر پیدا ہوا۔ لوگوں نے پتھر مار مار کر تودہ بنا ڈالا ہے اور اردگرد غلاظت ہی غلاظت ہے۔ سچ ہے:

"کہ کرد کہ نیافت"

جب اس شقی ازلی کی دنیا میں یہ حالت ہے تو معلوم نہیں آخرت میں کونسے عذاب کا مستوجب ہو گا۔ علیہ ماعلیہ

قریب ہی امین الامت سیدنا ابوعبیدہ ابن الجراح رضی اللہ عنہ کا مزار مبارک ہے جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور ملک شام کے فاتح اسی قبرستان میں عبدالملک بن مروان (۶۸۵ تا ۷۰۵ء) اور سیدنا عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے مزارات ہیں جو گائیڈ نے قبلہ صاحبزادہ صاحب کو نہ بتائے۔ اس لئے بعد میں معلوم ہونے پر تاسّف ہوا۔ آپ ٹرام پر سیدنا وحیہ کلبی کے مزار پر حاضر ہوئے جو شہر سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے اور فاتحہ پڑھ کر واپس آ گئے۔

Marfat.com

۱۱ر ذی قعد بمطابق ۱۲ اکتوبر یکشنبہ آپ کے قیام دمشق کا آخری روز تھا۔ نماز صبح سے فارغ ہونے کے بعد پہلے آپ نے ایک حمام میں غسل فرمایا۔ حمام عالیشان تھا۔ تاہم غالباً حاجی سمجھ کر آپ سے دو روپے اُجرت لی گئی۔ حالانکہ بلا امداد غیرے غسل کیا تھا پھر تمام کے حسب ایماء گائیڈ کو ساتھ لے کر آپ جبل کہف کو چل پڑے۔ سرائے سے محمد صالحیہ تک ٹرام کا سفر تھا۔ پھر نصف میل کے قریب پہاڑ کی چڑھائی تھی۔ پہلے رستہ میں سیدنا ذوالکفل علیہ السلام کا مزار مبارک تھا۔ وہاں فاتحہ خوانی کی اور پھر پہاڑ پر چڑھنا شروع کر دیا۔ چڑھائی بالکل سیدھی تھی اس لئے سانس پھول پھول جاتا تھا۔ آخر بہ ہزار دقت و دشواری وہاں پہنچے۔ وہاں پہنچنے پر پتہ چلا کہ غار کا دروازہ بند تھا۔ آپ کو سخت افسوس ہوا۔ کلید بردار کی ادھر اُدھر تلاش کی گئی مگر وہ مفقود ہی رہا۔ باہر کی طرف راعی اور کتے کی قبریں بنی ہوئیں تھیں۔ غار کی شرقی چھت پر ایک کنواں تھا اس کا پانی بالکل قریب نظر آتا تھا۔ آپ دوسری طرف غار پر چڑھے اور وہ پتھر دیکھا جسکی نسبت مشہور ہے کہ ساتھ والی پہاڑی سے کٹ کر غار کے منہ پر آ گرا تھا۔ واقعی پہاڑی میں اتنا شگاف نظر آتا تھا جس حجم کا پتھر تھا۔ گائیڈ نے آپ کو یہ بھی بتایا کہ حضرت مریم علیہا السلام یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لائی تھیں جب وہ طفل شیر خوار تھے۔ پہاڑی سے شہر کا نظارہ قابل دید تھا۔ تاحد نگاہ لہلہاتے ہوئے سرسبز درخت آنکھوں کو طراوت بخشتے نظر آتے تھے۔ شہر درختوں میں گھرا ہوا تھا اور نہایت بھلا معلوم ہوتا تھا۔

دوسری طرف پہاڑ پر وہ مقام تھا جہاں ہابیل نے قابیل کو قتل کیا تھا۔ آپ کے سننے میں آیا کہ غار کے اوپر ایک بڑا پتھر ہے جس سے قطرہ قطرہ ہو کر پانی ہر وقت نیچے ٹپکتا رہتا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ پتھر کے آنسو ہیں جو حضرت قابیل کے قتل ہونے سے اب تک برابر بہ رہے ہیں۔ یہاں عموماً جا کر لوگ دعائیں مانگتے ہیں جو قبول ہو جاتی ہیں۔ زمانہ ماضی میں قحط سالی کے وقت لوگ یہاں آ کر استسقاء کی دعائیں مانگتے تھے اور مینہ اس قدر جاری اور موسلا دھار برستا تھا کہ چھ دن انہیں پہاڑ سے نیچے اُترنے کا موقع نہیں ملتا تھا اسی غار کی پشت پر ایک اور غار ہے جسے اربعین کہا جاتا ہے وہاں کی نسبت مشہور ہے کہ چالیس ابدال جا کر عبادت کرتے ہیں ہر ایک علیحدہ علیحدہ محراب بنا ہوا تھا۔ صاحبزادہ صاحب قبلہ کو وہاں جانے کا شوق تھا۔ مگر وقت کی نے واپس ہونے پر مجبور کر دیا علاوہ ازیں گائیڈ نے بتایا کہ شہر کے باہر خصوصاً بیرونی نووارد کو خطرہ تھا۔ راہ میں ذوالکفل علیہ السلام کے مزار کے قریب ایک غار تھا جس کے متعلق بتایا اصحاب رقیم کا مدفن ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

Marfat.com

واپس آکر آپ ٹرام پر سوار ہوئے اور اپنے ہوٹل میں پہنچ گئے۔ دمشق میں بزرگوں کی اور بھی بہت سی زیارات تھیں۔ کئی قابل دید مقامات تھے۔ مگر قلت وقت کی وجہ سے آپ نہ دیکھ سکے اور اسباب کے بندوبست میں مشغول ہو گئے۔ اسباب کی زیادتی کی وجہ سے آپکو سخت تکلیف تھی لاعلمی اور ناواقفیت کی بنا پر آپ زیادہ اٹھالائے تھے۔ اس لئے آپ کو سخت متردّد اور متفکر رہنا پڑتا تھا۔ گم ہونے کا خطرہ علیحدہ تھا اور ساتھ ہی اسباب کی قیمت سے زیادہ کرایہ دینا پڑا وہاں آپ نے بہت سا سامان پھینک دیا اور باقی کا ۲۵ سیر فی مسافر بلا امتیاز درجہ ٹکٹ مجرا کرا کے تقریباً دس روپے فی من کے حساب کرایہ ادا کیا۔ مدینہ منورہ تک تھرڈ کا ٹکٹ پچپن روپے تھا اور فرسٹ کا ایک سو نوے روپے۔ آپ نے فرسٹ کو ترجیح دی کیونکہ اس میں سونے کا موقع مل جاتا تھا۔ مستری فضل الدین صاحب ٹھیکدار کو مجبور کیا کہ دو اڑھائی روز کا سفر تھا۔ ایک نہ ایک آدمی کو صاحبزادہ صاحب کے ساتھ لازماً رہنا چاہیے۔ ملک محمد الدین صاحب نے یہ سارے انتظامات انجام دیئے۔ رات کو حضور مدینہ منورہ کا شوق دل میں لے کر سو رہے۔

☆☆☆☆

Marfat.com

حجاز مقدس کا سفر

سفرِ شوق کا حاصل ہے فقط سرِ ہر خار عقیق یمنی

۱۲ ر ذیقعد بمطابق ۱۳ اکتوبر کی صبح سعید آئی جب قافلہ حجاز سوئے حجاز روانہ ہونا تھا۔ اس وقت تک ان تمام مقامات کی سیر ہو چکی تھی جن کی حیثیت ضمنی تھی۔ اور سیروا فی الارض کے فرمان خداوندی پر حسب استطاعت پوری طرح عمل ہو چکا تھا۔ اور دل و دماغ کو عبرتوں سے معمور کر لیا گیا تھا۔ اب اصل مقصود نگاہوں کے سامنے تھا۔ اور مولائے یثرب ﷺ اور رب کعبہ کی محبت کے بغیر دل میں اور کوئی کشش نہ تھی۔ تمام کے دل حضور رحمت اللعالمین ﷺ اور بارگاہ رب العالمین میں حاضری کے لئے بیتاب تھے۔

قبلہ صاحبزادہ صاحب رسول اکرم ﷺ کی غلامی پر ہر آقائی کو قربان کرنے کے لئے دل و جان سے ہر وقت آمادہ تھے۔ لیکن ان کے دل میں کشش فراواں کا سبب ایک اور بھی تھا وہ اولاد حسین رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے نور العین تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لخت جگر تھے وہ اپنے جان سے پیارے نانا جان کی خدمت میں حاضر ہو رہے تھے۔ جو فخر اولاد آدم تھے۔ سرور کائنات تھے۔ آقائے دو جہان تھے ساقی کوثر تھے انہیں مسرت تھی کہ اب وہ اپنے جد اعلیٰ کی آغوش رحمت میں پہنچنے والے ہیں۔ دل میں جذبۂ عجز و نیاز بھی تھا اور معصوم سا احساسِ افتخار بھی۔ انہیں نظر آ رہا تھا کہ دل کی دیرینہ تمنائیں پوری ہو رہی ہیں۔ زندگی کا خواب شرمندہ تعبیر ہونے والا ہے اور انہیں وہ کچھ عطا ہونے والا ہے جس کی قیمت ساری کائنات بھی ادا نہیں کر سکتی۔ بڑی عجیب کیفیاتِ قلبی تھیں جنہیں پہلو میں لئے ہوئے قبلہ صاحبزادہ صاحب اپنے ہمراہیوں کے ساتھ سٹیشن پر پہنچے۔

سٹیشن قدم شریف پر اس روز بڑی چہل پہل تھی۔ مختلف حکومتوں کے قونصل اور سفیر زرق برق لباس زیب تن کئے آئے ہوئے تھے تاکہ اپنے اپنے ملک کے حجاج کو گاڑی پر سوار کرا آئیں حاجی صاحبان کا مجمع کثیر تھا۔ ترک و تاجیک، مصری و شامی، ایرانی، عربی تمام غلامان محمد ﷺ اپنا اپنا ملکی لباس پہنے تیزی سے چل پھر رہے تھے۔ صاحبزادہ صاحب فرماتے ہیں انہیں اور ان کا لباس دیکھ کر مرد و زن متعجب ہوتے تھے اور پوچھتے تھے کہ تم کس ملک کے باشندے ہو بتایا گیا کہ ہندی ہیں۔ سن کر خوش ہوتے تھے اور ہندی ولی اللہ کہتے تھے۔ حجاج کو الوداع کہنے کے لئے احباب اور شہر کی جان پہچان والے بھاری تعداد میں آئے ہوئے تھے۔ گاڑی میں

Marfat.com

ہو رہا تھا۔ مسافر دھکم پیل کر کے داخل ہو رہے تھے۔ آخر ہر مسافر حجاز اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ صاحبزادہ صاحب قبلہ اور آپکے ساتھی مستری فضل الدین کو فرسٹ کلاس میں بڑی بآرام جگہ مل گئی۔ سیکنڈ کا ایک کمرہ روانگی کے وقت بالکل خالی تھا کیونکہ اس درجہ کے مسافر کم تھے۔ تھوڑی دیر کے لئے آپ کو افسوس ہوا کہ مفت میں روپیہ ضائع کیا گیا۔ مگر سیکنڈ کی نسبت فرسٹ میں آرام رہا۔ خصوصاً گدیلوں کی نرمی اور کمروں کی سجاوٹ بڑی آرام دہ اور دل خوش کن تھی۔ حضور کے ساتھیوں نے گائیڈ کے مشورہ سے گاڑی کے اسٹیشن پر پہنچنے سے پہلے دو ڈبوں میں سامان رکھ لیا تھا اس لئے وہ بھی بآرام تھے۔ الوداع کہنے والوں نے آخری بار ہاتھ ملانے شروع کر دیئے۔ دعائیں مانگ رہے تھے اور بعض تو فرط شوق اور محبت سے رو بھی رہے تھے۔ انجن نے صدائے الرحیل بلند کی اور تھوڑی دیر میں گاڑی آہستہ خرامی سے روانہ ہوگئی جب گاڑی ذرا تیز ہوئی تو اس طرح معلوم ہوتا تھا گویا ریل کی پٹڑی، گاڑی کے پہیے، حجاج کے دل تمام یک زبان ہو کر اللہ اکبر کے نعرے لگا رہے تھے اور تکبیر و تہلیل کی آواز تھی جس نے فضا کو معمور کر رکھا تھا۔ کسی کی یاد دل میں چٹکیاں لے رہی تھی اور کسی کی دید کا شوق ترقی پذیر تھا۔ کیفیات قلبی کا کیا کہنا۔

وعدہ وصل چوں شود نزدیک
آتش شوق تیز تر گردد

حضور کے ساتھ فرسٹ کے کمرے میں دمشق کے قاضی محمد کاشف بھی سوار ہوئے تھے۔ بہت دیر تک ان سے گفتگو ہوتی رہی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ انہیں تقریباً سات روپے ماہوار تنخواہ ملتی تھی۔ دمشق میں دو قسم کی عدالتیں تھیں۔ شرعی مقدمات کی سماعت ان سے متعلق تھی۔ چونکہ قاضی صاحب ترکی الاصل تھے صرف کتابی عربی میں بمشکل بات چیت کر سکتے تھے اور صاحبزادہ صاحب کی قادر الکلامی پر متعجب ہوتے تھے۔ حضور نے جواباً از راہ انکساری کہا یہ صرف آپ ایسے ارباب علم کی صحبت کا نتیجہ ہے۔ حضور نے کھانا کھایا۔ انہیں بھی مدعو کیا مگر انہوں نے معذرت طلب کی۔ گاڑی کے ایک طرف رستہ تھا اس لئے آنے جانے میں کوئی دقت نہ ہوتی تھی۔ آپ کے ساتھی گاہے گاہے حضور کی خدمت میں حاضر ہو جایا کرتے تھے۔ سیکنڈ کلاس میں دمشق کے سیشن جج صاحب بھی سوار تھے۔ سفر کے دوران میں ان سے بھی گاڑی کے برآمدہ میں ملاقات ہوگئی۔ بہت ہی فصیح عربی میں گفتگو کرتے رہے۔ ان سے قریباً ایک گھنٹہ مختلف امور پر تبادلہ خیالات ہوتا رہا۔ وہ سلطان عبدالحمید خان غازی کی سلطنت کے مداح

Marfat.com

تھے اور ینگ ٹرکش۱ پارٹی کے مخالف۔ انہوں نے اس کے عیوب ونقائص سے پردہ اٹھایا اور اسے قوم کے حق میں سم قاتل سے تعبیر کیا۔ صاحبزادہ صاحب فرماتے ہیں اگرچہ ان کی تقریر میں افراط کی ملاوٹ تھی مگر کلام میں قومی جوش اور مذہبی جنون کی حلاوت پائی جاتی تھی۔ سیکنڈ کلاس میں ایک اور بزرگ بھی سوار تھے۔ جو دمشق میں کپڑے کی دکان کرتے تھے۔ وہ رستہ میں تین روز آپ کی دعوت بسکٹ اور چائے سے کرتے رہے اور آپ نے بھی ماحضر پھل پھول سے ان کی تواضع کی۔

دمشق کی تعریف

صاحبزادہ صاحب اپنے سفرنامے میں تحریر فرماتے ہیں کہ اب وہ دمشق چھوڑ کر چلے تھے اس لئے انصاف کا تقاضا تھا کہ اس مبارک خطہ کی نسبت چند تعریفی کلمات لکھ دیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ شام کی پاک سرزمین جہاں ہزارہا پیغمبر اور لاکھوں۲ اولیاء اللہ آرام فرما ہیں ایک ایسا سرسبز وشاداب ٹکڑا ہے کہ سوائے جنت نظیر کشمیر کے کسی اور ملک سے اسے تشبیہ نہیں دی جاسکتی۔ پانی کی جو افراط یہاں ہے وہ کہیں دیکھنے میں نہیں آئی۔ کئی ایک نہریں شہر کے بیچ میں جاری ہیں مثلاً قیام کردہ ہوٹل کے نیچے ایک نہر بہ رہی تھی جس کا پانی آئینہ کی طرح صاف شفاف تھا اور جو نہایت ہی دلکش منظر پیش کرتی تھی۔ یہاں کی آب وہوا بہت خوشگوار ہے۔ پانی شیریں اور زود ہضم ہے جتنی غذا کھائی جائے جزو بدن ہو جاتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ موسم سرما میں پہاڑوں پر جو برف پڑتی ہے۔ تمازت آفتاب سے بہہ بہہ کر نہروں میں شامل ہوتی رہتی ہے۔ عصر کے وقت صدہا شائقین دل بہلانے، تازگی بخش ہوا کھانے اور سیر وتفریح کے لئے ان نہروں کے کنارے آکر چہل قدمی کرتے ہیں۔ یہاں کے لوگ مصریوں سے زیادہ حسین ہیں۔ مگر مصریوں جیسی نزاکت اور لطافت نہیں رکھتے۔ عورتیں بازاروں میں گشت تو لگاتی ہیں مگر منہ پر ایسا پردہ ڈالتی ہیں جس سے ان کا چہرہ چھپا رہتا ہے۔ رات کو بجلی کی روشنی سے شہر جگمگا اٹھتا ہے اور بقعہ نور نظر آتا ہے ٹرام بھی جاری ہے مگر مصر جیسی خوبصورت اور تیز رو نہیں۔ یہاں کی پولیس کے سپاہی بڑے شریف الطبع اور منکسر المزاج ہیں ان کی وردی خاص طور پر دلآویزی پیدا کرتی ہے۔ حماموں کی تعداد سینکڑوں میں بیان کی جاتی ہے۔ ان کا انتظام بھی لائق تحسین وآفرین ہے حمام کے ملازم بڑے

۱۔ نوجوان ترکوں کی جماعت جنہوں نے انجمن اتحاد وترقی قائم کی تھی۔ دسمبر ۱۹۰۸ء کی ترکی پارلیمنٹ میں ان کی اکثریت تھی۔ اس انجمن نے عسکر آزادی کے ذریعے فوجی تسلط حاصل کرنے کے بعد ۲۶ اپریل ۱۹۰۹ء کو سلطان عبدالحمید کو معزول کر دیا۔ انور پاشا، کمال اتاترک اسی پارٹی کے فرد تھے۔

۲۔ اس تعداد میں بیت المقدس کے انبیاء واولیاء بھی شامل نظر آتے ہیں۔

Marfat.com

دل اور گرم طبقوں میں یکے بعد دیگرے لے جا کر محنت سے نہلاتے ہیں۔ اجرت چھ آنے
ے دو تین روپے فی کس ہے۔ باہر مزین یعنی حجاموں کی دکانیں ہوتی ہیں اور عجمی تکلفات سے
ہوتی ہیں مگر صاحبزادہ صاحب لکھتے ہیں کہ چونکہ ان کے ساتھ اپنا حجام تھا آپ کو وہاں سے
مت کرانے کی ضرورت نہ پڑی۔ علاوہ بریں صاحبزادہ صاحب فرماتے ہیں کہ جو چیز شام کو
ر بلاد وامصار سے متمیز کرتی ہے وہ میوے اور پھلوں کی ارزانی ہے۔ ایک آنے کے انگور لے کر
ین آدمی سیر ہو جاتے تھے۔ انجیر، انار اور ہر قسم کی سبزی ترکاری کی بھی یہی حالت تھی۔

دمشق سے مدینہ منورہ تک ریل گاڑی کو ۸۰۹ میل کا سفر طے کرنا تھا۔ راستہ میں ۷۶ اسٹیشن
ے۔ ترک سلطان عبدالحمید خان غازی (۱۸۷۶ تا ۱۹۰۹ء) حرمین شریفین کے مخلص خادم تھے۔
وں نے صحرائے حجاز کی یہ لائن ۱۹۰۰ سے ۱۹۰۸ء میں بنوائی تھی۔ چھوٹی لائن تھی۔ کئی مقاصد زیر
ر تھے۔ ایک تو حجاج اور زائرین کو بآسانی تھوڑی مدت میں حجاز پہنچانا تھا۔ دوسرے جدید زمانہ
ایجادات کو سرزمین حجاز میں لے جا کر حمل و نقل اور خبر رسانی کے نئے ذرائع سے کام لے
ر دین اسلام کی تہذیب حجازی کو اکناف عالم میں پہنچانا تھا۔ ظاہر ہے یہ وہ عظیم الشان مقصد تھا
سلمان قرون اولیٰ میں لے کر اٹھے تھے۔ یہ ریلوے لائن گویا دور جدید میں اسلام اور مسلمین کو
سرچشمے سے از سر نو سیراب کرنے کا ذریعہ تھا۔ صاحبزادہ صاحب قبلہ کے دل میں چونکہ
ت اسلامیہ اور اسلام کے متعلق بڑی امنگیں موجود تھیں اس لئے گاڑی پر سفر کرتے ہوئے وہ
ں جوں اس ریلوے لائن کو دیکھتے تھے ان کا دل مسرت سے لبریز ہوتا چلا جاتا تھا۔ آپ کی
وں کے سامنے ایک روشن مستقبل کے کئی امکانات موجود تھے۔ آپ کی چشم تصور نے مجاہدین
ک کے اخلاف کو جہاد فی سبیل اللہ کے لئے اس لائن پر سفر کرتے دیکھا اور آپ نے خیال
لیا۔

"ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا"

کیا ترک اس قدر دور بینی سے کام لے رہے تھے تو اسلام کے دیرینہ دشمن یعنی فرزندان تثلیث بھی غافل نہیں تھے۔ صلیبی
ں کے زمانہ سے لے کر انہوں نے ہر اس منصوبہ کو خاک میں ملانے کیلئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا جو ملت اسلامیہ کے
ات ثانیہ کا موجب بن سکتا ہو۔ چنانچہ موقع ملتے ہی جنگ عالم اول (۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء) حجاز ریلوے کے اس عظیم منصوبہ
انگریزوں نے تباہ و برباد کر ڈالا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جن دنوں صاحبزادہ صاحب سفر کر رہے تھے انگریز اس ریلوے
لائن کو تباہ کرنے کیلئے سازشوں میں مصروف تھے۔ یہ کام انہوں نے رسوائے عالم جاسوس کرنل لارنس کے ذریعہ انجام دلایا
عربوں کے ذریعے اس لائن کو تباہ کر کے ترکی افواج کی نقل و حرکت روک دی۔ ترک شکست کھا گئے۔ خلافت عثمانیہ کا
اور ملت اسلامیہ کی کمر ٹوٹ گئی۔ بحمد اللہ اب کوئی نصف صدی کے بعد سعودی حکومت اس کی مرمت کرانا چاہتی ہے۔
یعنی تقریباً بارہ کروڑ روپیہ کا تخمینہ ہے جو سعودی عرب، شام اور اردن کی حکومتیں فراہم کریں گی۔ جاپان کی دو کمپنیوں

Marfat.com

آپ نے نعرہ ہائے تکبیر بلند ہوتے ہوئے سنے۔ شہدائے اسلام کو حسین قرمزی قبا اوڑھتے دیکھا اور مجاہدین کی تیغ آزمائیوں کے باعث اسلام کو ہر طرف سیل رواں کی طرح بڑھتے ہوئے ملاحظہ فرمایا۔ ۱۹۱۴ء میں جب کہ ہر طرف ادبار کی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں اور طاغوتی قوتوں کا غلبہ تھا ان خیالات کا پیدا ہونا از قبیل محالات تھا۔ مگر حیرانی کی بات ہے کہ ایک نوخیز شہزادے کا دل ان خوش آئند خیالات سے لبریز تھا!

حجاز ریلوے جس کا نام ابتداء میں ''حمیدیہ حجاز ریلوے'' تھا اور سلطان عبدالحمید کی معزولی کے بعد جسے ''حجاز تیموری'' کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ ہفتہ میں صرف تین دن یعنی جمعہ، دوشنبہ اور پنج شنبہ کو مدینہ منورہ سے بجانب دمشق روانہ ہوتی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ لوگوں کی آمدورفت کم تھی۔ صاحبزادہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ جوں جوں لوگوں کو اس آرام دہ اور اطمینان بخش راستہ کے حالات معلوم ہوتے جائیں گے اس لائن پر آمدورفت زیادہ ہوتی جائے گی۔ اور یہ ریلوے بھی دنیا کی مشہور ترین ریلوں میں شمار ہوگی۔ اس کے انتظامات کے متعلق آپ لکھتے ہیں کہ جیسا انتظام، جیسی حفاظت اس ریلوے کی کی جاتی ہے اس کا عشر عشیر بھی ہندوستانی ریلوں میں نظر نہیں آتا تھا۔ ریل پر از خوف بیابانوں میں سے گذری اور کوئی ایسا اسٹیشن خواہ چھوٹا تھا یا بڑا آپ کی نظروں سے ایسا نہ گذرا جس پر حفاظتی سپاہی وردی پہنے مناسب تعداد میں موجود نہیں تھے بڑے بڑے سٹیشنوں پر تو درجنوں ترکی وشامی سپاہی خوشنما وردی پہنے اسلحہ سے مسلح نظر آتے تھے۔ خصوصاً گاڑی میں قریباً ایک درجن سپاہی موجود تھے۔ جن کی اہم ترین ذمہ داری یہ تھی کہ رستہ میں اگر کسی سٹیشن سے کوئی مشکوک آدمی سوار ہو تو تسلی بخش جواب اور ضمانت لئے بغیر حجاج کے کمروں میں اسے نہ گھسنے دیا جائے۔ مدینہ منورہ کے قریب چونکہ بدؤوں کا زور تھا اسلئے ہر ایک پہاڑی پر ایک ایک دو دو سپاہی جلتی دھوپ میں لیس کھڑے اپنا مفوضہ کام انجام دے رہے تھے۔ حجاز ریلوے کے افسران بھی بڑے خلیق اور شریف تھے۔ لاریب کرایہ نسبتاً زیادہ تھا۔ لیکن صاحبزادہ صاحب نے خیال ظاہر کیا کہ اگر ریلوے کے مصارف پر نظر ڈالی جائے اور اس آرام کو بانصاف دیکھا جائے جو اس ریلوے کے اجراسے عازمین حرمین شریفین کو پہنچ رہا تھا۔ یہ کرایہ کچھ بھی زیادہ نہیں تھا۔ آمدورفت کی کمی کے باعث ریلوے کی آمدنی محدود تھی۔ حکومت قرض کے بوجھ کے تلے دبی ہوئی تھی۔ پھر عرب کے خونخوار بدؤوں سے بچنے کے لئے حفاظتی فوج کا تعینات کرنا از بس ضروری تھا اس لئے کرایہ ہرگز زیادہ نہیں تھا۔ ریلوے لائن دشوار گذار گھاٹیوں کو کاٹ کر بنائی گئی تھی۔ حجاج کو بڑا آرام ملتا تھا۔ گاڑیاں اجمیر لائن کی طرح بدصورت اور تنگ

Marfat.com

نہیں تھیں۔فرسٹ اور سیکنڈ کے ڈبے تو بمبئی میل سے زیادہ مزیّن اور باآرام تھے۔ان کا بیت الخلاء نہایت صاف ستھرا اور مسلمانوں کے مذاق کا تھا۔اس میں ایک ایسی ٹونٹی لگی ہوئی تھی جس سے انسان بلا تکلیف آبدست کرسکتا تھا۔ریل کی رفتار بھی بہت تیز تھی۔زیتون کا تیل جلا کر روشنی کا اچھا انتظام کیا گیا تھا۔اور انسان بخوبی کتاب پڑھ سکتا تھا۔ان حالات کی بنا پر صاحبزادہ صاحب نے ہر عازم حجاز کو رائے دی کہ اگر استطاعت ہو تو ضرور یہی رستہ اختیار کرے۔

دمشق سے روانہ ہونے کے بعد گاڑی کا رستہ کہستانی تھا۔پہاڑوں میں کہیں کہیں باغات تھے جن میں پھلدار درخت دکھائی دیتے تھے۔ظہر کے وقت گاڑی درعا جنکشن پر پہنچی۔اور عصر کے وقت عمان میں ورود ہوا۔رستہ میں گاڑی کئی اور چھوٹے چھوٹے مقامات پر بھی ٹھہری۔لیکن ان کا ذکر بے سود ہے۔عمان بارونق اسٹیشن ہے شہر بھی صاف ستھرا اور خوبصورت ہے۔یہیں سے بیت المقدس کی ریل گاڑی کا افتتاح ہونے والا تھا۔عمان سے آگے ناہموار خشک علاقہ شروع ہو گیا گاڑی میں بیٹھے ہوئے کہیں کہیں چراگاہیں نظر آتیں تھیں جن میں خیمے نصب ہوتے تھے اور ادھر اُدھر اونٹوں کے گلے اور بھیڑ بکری کے ریوڑ چرتے نظر آتے تھے یہ مناظر وہاں کے لوگوں کی بدوی زندگی پر دلالت کرتے تھے۔عمان کے بعد قابل ذکر شہر معان آیا جہاں آپ نے صبح کی نماز ادا فرمائی اس شہر سے آگے کسی یہودی یا عیسائی کو جانے نہیں دیا جاتا مبادا وہ عرب کے خطہ پاک کو اپنے نجس قدموں سے پلید کردیں۔معان کے بعد لق ودق صحرا تھا۔دور دور خشک پہاڑ دکھائی دیتے تھے۔گاڑی قطعِ مسافت کر رہی تھی۔کہیں کہیں اونٹ ریت کے ٹیلوں پر اُفق کے ساتھ ہمکنار ہو کر قطار اندر قطار جا رہے ہوتے تھے۔اکی دُکی بستیاں دکھائی دیتیں تھیں جن میں مساجد کے مینار نمایاں ہوتے تھے۔اور نماز کے اوقات میں اذان کی آواز سنائی دیتی تھی۔لیکن بستیاں شاذ شاذ تھیں اور صحرا ہر طرف محیط تھا۔ریت کی سفیدی آسمان کی نیلاہٹ میں تحلیل ہوتی نظر آتی تھی۔گاڑی ہر شئے سے بے نیاز تھی۔بلندی وپستی،آبادی وویرانی سے بالکل بے پرواہ ہو کر اس دُھن میں رواں دواں تھی کہ کب اپنی منزل مقصود تک پہنچتی ہے۔مسافر بھی اسی مبارک جذبے سے سرشار تھے اور قبلہ صاحبزادہ صاحب تو بدرجہ اولیٰ اپنے مقصد حقیقی کے تصورات روح پرور میں کھوئے ہوئے تھے اور سفر کی باقی تفصیلات سے بڑی حد تک قطع نظر فرما چکے تھے۔

معان کے بعد مشہور سٹیشن تبوک تھا۔اسلامی تاریخ میں غزوہ تبوک اسی مقام سے تعلق رکھتا ہے رومیوں کے خلاف اسی غزوہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا سارا مال رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔اقبال مرحوم اسی واقعہ کے زیر نظر کہتے ہیں۔

Marfat.com

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیقؓ کے لئے ہے خدا کا رسول بس

سرورِ کائنات ﷺ ہرقل قیصرِ روم کی آمد سن کر عسکرِ اسلامی کے ساتھ تبوک پہنچے یہ ۹ھ بمطابق ۶۳۰ء کا واقع ہے۔ اس جگہ پہنچ کر پتہ چلا کہ افواہ غلط تھی۔ آنحضرت ﷺ اس جگہ بیس دن قیام فرما رہے۔ یہاں ایک کنواں آنحضور ﷺ سے منسوب ہے تبوک کے بعد رستہ میں چٹیل میدان ہیں۔ آج کل موٹریں تبوک کے بعد نخلستانی شہر تیماء اور پھر پہاڑوں، چشموں اور کھجور کے درختوں سے محصور تاریخی شہر خیبر کا رستہ اختیار کرتی ہیں۔ وہی شہر جس کے قلعہ کی تسخیر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی شجاعت کے سبب ہوئی اور جس کی وجہ سے آپکا خطاب فاتح خیبر ہے۔ لیکن ریل گاڑی تبوک سے مدائن صالح اور بویرہ گئی۔ مدائن صالح کا سٹیشن بارونق تھا۔ ایک بجے رات کے قریب بویرہ سٹیشن پر حجاز ریلوے کے ایک عرب ٹھیکیدار بعلبک کے رہنے والے عمر یوسف نامی آپ کے کمرہ میں سوار ہوئے جن سے ریلوے کے متعلق دیر تک آپ کی بات چیت ہوتی رہی۔ وہ بڑی فصیح عربی بولتے تھے۔

۱۴ ذیقعد بمطابق ۱۵ اکتوبر مسافرانِ حجاز سحر سے پہلے بیدار ہو گئے حکومت نے گاڑی میں پانی کا کافی انتظام کیا ہوا تھا۔ تمام نے وضو کیا اور پھر ذکر جہر شروع کر دیا۔ کلمہ طیبہ پڑھا جا رہا تھا۔ پچھلی رات خاموشیوں میں دوڑتی ہوئی گاڑی سے تسبیح وتہلیل کی آواز عجیب سحر انگیز طریقہ سے بلند ہو رہی تھی۔ فرشتے بھی اس آواز پر وجد کر رہے ہوں گے۔ مسافر درود شریف بھی بڑی روح پرورئے میں پڑھتے تھے۔ دل مسرور تھے۔ آنکھیں فرطِ مسرت سے اشکبار تھیں۔ اس مبارک دن گنبد خضراء کی زیارت سے ان کی نگاہوں کو طراوت اور روح کو حلاوت حاصل ہونا تھی۔ ایسی طراوت اور حلاوت جو زمین اور آسمان کے درمیان مدینہ منورہ کے بغیر کہیں نصیب نہیں ہو سکتی تھی۔ وہ اس ادب گاہ کی زیارت سے دلوں کو ٹھنڈک پہنچانے والے تھے۔ جو زیر آسمان ہو کر بھی عرش سے بالاتر ہے۔ جہاں جبریل امین جیسے فرشتے اور جنیدؒ و بایزیدؒ جیسے والا مرتبت ولی بھی وفورِ ادب سے سانس روک کر حاضر ہوتے ہیں۔

ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا

اس روز گاڑی کی رفتار زیادہ پر جوش تھی اور وادی یثرب کے زائرین کے دلوں میں بھی جوشِ محبت فزوں تھا۔ زبانیں یک صدا ہو کر جب صلِّ علیٰ نبینا صلِّ علیٰ محمد کہتی تھیں تو اس

Marfat.com

طرح معلوم ہوتا تھا یہ پیارا نغمہ آسمانوں تک بلند ہو رہا ہے گاڑی رواں دواں تھی اور شعلہ محبت تپاں وخیزاں۔ صاحبزادہ صاحب فرماتے ہیں کہ دل کی وہ بیتابی کبھی نہیں بھولے گی۔ زوال کے بعد حفیرہ کے سٹیشن پر سے مدینہ منورہ کا محل وقوع اور نشان نظر آنے لگا۔ پھر کیا تھا۔ وہ شائقین جواتنی دور سے گویا آنکھوں کے بل چل کر صرف مدینہ والے ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ اپنے تئیں منزل مقصود پر پہنچا دیکھ کر گاڑیوں سے سر نکال نکال کر دیکھنے لگے۔ ناگاہ مسجد نبوی کے مینار نظر پڑے ہر ایک کی زبان پر درود شریف جاری ہو گیا۔ گاڑی سرعت سے جا رہی تھی اور مسافر کھڑے جھانک رہے تھے۔ بہت ہی دلکش نظارہ تھا۔ جب یکایک گنبد خضراء نظر آیا تو کون تھا جو بے اختیار اشکبار نہیں تھا۔ فرطِ شوق ومحبت سے تمام مسافر بے قرار تھے۔ جوش جذبات سے سینے پھٹے جا رہے تھے۔ آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی تھی۔ روح پرواز کر کے گنبد خضراء کا طواف کر رہی تھی۔ کسی کی کریمانہ توجہ خصوصی مصروف کار تھی!!!۔ پیارے سبز گنبد کی جھلک دکھائی دیتی تھی اور آنکھوں میں نور اور دل میں سرور آ گیا تھا۔ اس مسرت بخش اور روح پرور حلاوت سے بہرہ اندوز ہونے کے لئے صاحبزادہ صاحب دیر تک گاڑی کی کھڑکی سے سر لگائے کھڑے رہے۔ دل بلیوں اچھل رہا تھا۔ اور جی چاہتا تھا کہ گاڑی برق رفتاری سے آنکھ جھپکنے کی دیر میں پہنچا دے۔ جہاں کی کشش آپ کو ہزار ہا کوس سے کھینچ لائی تھی۔ عصر سے پہلے تین بجے کے قریب گاڑی مدینہ منورہ کے اسٹیشن پر پہنچی۔

شکر کہ جمازہ بہ منزل رسید   زورقِ دیرینہ بساحل رسید

مدینہ منورہ کا اسٹیشن بڑا فراخ ہے اور شہر سے مغرب کو ہے۔ بڑے دروازے کے دونوں طرف بلند شاندار مینار ہیں۔ گاڑی سٹیشن پر پہنچی تو بے نظیر چہل پہل پیدا ہو گئی۔ حجاج، معلم اور ان کے کارندے اور دیگر واقف کار بے اختیار ادھر اُدھر بھاگ رہے تھے۔ اور پیاری عربی زبان میں گفتگو کرتے تھے۔ صاحبزادہ صاحب اور ان کے ساتھی ٹرین سے اترے۔ ایک معلم صاحب سے ضروری امور طے کئے۔ اور پھر بڑے گیٹ سے باہر نکلے۔ سٹیشن سے ملحق ایک مسجد ہے وہاں سے حرم شریف ایک میل سے زائد فاصلہ پر موجود ہے۔ شہر ایک وادی میں آباد ہے جس میں کھجور اور انگور کے باغات ہیں۔ اس مبارک اور مقدس شہر اور اس کے ماحول پر سرسری نگاہ ڈالنے کے بعد صاحبزادہ صاحب اپنے ہمراہیوں کے ساتھ فرطِ ادب کی بنا پر پا پیادہ چل پڑے معلم صاحب نے ہر چند کہا کہ ٹیکسی کرایہ کر لی جائے۔ مگر آپ نے صریح انکار کر دیا۔ آپ نے فرمایا۔ ایسی مبارک سرزمین پر تو سر اور آنکھوں کے بل چلنا چاہیے۔ کیونکہ اس کے نیچے خدا کے

Marfat.com

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیقؓ کے لئے ہے خدا کا رسول بس

سرور کائنات ﷺ ہرقل قیصرِ روم کی آمد سن کر عسکر اسلامی کے ساتھ تبوک پہنچے یہ ۹ھ بمطابق ۶۳۰ء کا واقع ہے۔ اس جگہ پہنچ کر پتہ چلا کہ افواہ غلط تھی۔ آنحضرت ﷺ اس جگہ بیس دن قیام فرمارہے۔ یہاں ایک کنواں آنحضور ﷺ سے منسوب ہے تبوک کے بعد رستہ میں چٹیل میدان ہیں۔ آج کل موٹریں تبوک کے بعد نخلستانی شہر تیماء اور پھر پہاڑوں، چشموں اور کھجور کے درختوں سے محصور تاریخی شہر خیبر کا رستہ اختیار کرتی ہیں۔ وہی شہر جس کے قلعہ کی تسخیر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شجاعت کے سبب ہوئی اور جس کی وجہ سے آپکا خطاب فاتح خیبر ہے۔ لیکن ریل گاڑی تبوک سے مدائن صالح اور بوریہ گئی۔ مدائن صالح کا سٹیشن بارونق تھا۔ ایک بجے رات کے قریب بوریہ سٹیشن پر حجاز ریلوے کے ایک عرب ٹھیکیدار بعلیک کے رہنے والے عمر یوسف نامی آپ کے کمرہ میں سوار ہوئے جن سے ریلوے کے متعلق دیر تک آپ کی بات چیت ہوتی رہی۔ وہ بڑی فصیح عربی بولتے تھے۔

۱۴ ذیقعد بمطابق ۱۵ اکتوبر مسافرانِ حجاز سحر سے پہلے بیدار ہو گئے حکومت نے گاڑی میں پانی کا کافی انتظام کیا ہوا تھا۔ تمام نے وضو کیا اور پھر ذکر جہر شروع کر دیا۔ کلمہ طیبہ پڑھا جا رہا تھا۔ پچھلی رات خاموشیوں میں دوڑتی ہوئی گاڑی سے تسبیح وتہلیل کی آواز عجیب سحر انگیز طریقہ سے بلند ہو رہی تھی۔ فرشتے بھی اس آواز پر وجد کر رہے ہوں گے۔ مسافر درود شریف بھی بڑی روح پرور لے میں پڑھتے تھے۔ دل مسرور تھے۔ آنکھیں فرطِ مسرت سے اشکبار تھیں۔ اس مبارک دن گنبد خضراء کی زیارت سے ان کی نگاہوں کو طراوت اور روح کو حلاوت حاصل ہونا تھی۔ ایسی طراوت اور حلاوت جو زمین اور آسمان کے درمیان مدینہ منورہ کے بغیر کہیں نصیب نہیں ہو سکتی تھی۔ وہ اس ادب گاہ کی زیارت سے دلوں کو ٹھنڈک پہنچانے والے تھے۔ جو زیر آسمان ہو کر بھی عرش سے بالاتر ہے۔ جہاں جبریل امین جیسے فرشتے اور "جنید" و "بایزید" جیسے والا مرتبت ولی بھی وفور ادب سے سانس روک کر حاضر ہوتے ہیں۔

ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا

اس روز گاڑی کی رفتار زیادہ پر جوش تھی اور وادی یثرب کے زائرین کے دلوں میں بھی جوش محبت فزوں تھا۔ زبانیں یک صدا ہو کر جب صلِّ علیٰ نبینا صلِّ علیٰ محمد کہتی تھیں تو اس

Marfat.com

طرح معلوم ہوتا تھا یہ پیارا نغمہ آسمانوں تک بلند ہو رہا ہے گاڑی رواں دواں تھی اور شعلہ محبت تپاں و خیزاں۔ صاحبزادہ صاحب فرماتے ہیں کہ دل کی وہ بیتابی کبھی نہیں بھولے گی۔ زوال کے بعد حفیرہ کے سٹیشن پر سے مدینہ منورہ کا محل وقوع اور نشان نظر آنے لگا۔ پھر کیا تھا۔ وہ شائقین جو اتنی دور سے گویا آنکھوں کے بل چل کر صرف مدینہ والے ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ اپنے تئیں منزل مقصود پر پہنچا دیکھ کر گاڑیوں سے سر نکال نکال کر دیکھنے لگے۔ ناگاہ مسجد نبوی کے مینار نظر پڑے ہر ایک کی زبان پر درود شریف جاری ہو گیا۔ گاڑی سرعت سے جا رہی تھی اور مسافر کھڑے جھانک رہے تھے۔ بہت ہی دلکش نظارہ تھا۔ جب یکایک گنبد خضراء نظر آیا تو کون تھا جو بے اختیار اشکبار نہیں تھا۔ فرطِ شوق و محبت سے تمام مسافر بے قرار تھے۔ جوشِ جذبات سے سینے پھٹے جا رہے تھے۔ آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی تھی ۔ روح پرواز کر کے گنبد خضراء کا طواف کر رہی تھی۔ کسی کی کریمانہ توجہ خصوصی مصروف کار تھی!!!۔ پیارے سبز گنبد کی جھلک دکھائی دیتی تھی اور آنکھوں میں نور اور دل میں سرور آ گیا تھا۔ اس مسرت بخش اور روح پرور حلاوت سے بہرہ اندوز ہونے کے لئے صاحبزادہ صاحب دیر تک گاڑی کی کھڑکی سے سر لگائے کھڑے رہے۔ دل بلیوں اچھل رہا تھا۔ اور جی چاہتا تھا کہ گاڑی برق رفتاری سے آنکھ جھپکنے کی دیر میں پہنچا دے۔ جہاں کی کشش آپ کو ہزارہا کوس سے کھینچ لائی تھی۔ عصر سے پہلے تین بجے کے قریب گاڑی مدینہ منورہ کے اسٹیشن پر پہنچی۔

شکر کہ جمازہ بہ منزل رسید زورقِ دیرینہ بساحل رسید

مدینہ منورہ کا اسٹیشن بڑا فراخ ہے اور شہر سے مغرب کو ہے۔ بڑے دروازے کے دونوں طرف بلند شاندار مینار ہیں۔ گاڑی سٹیشن پر پہنچی تو بے نظیر چہل پہل پیدا ہو گئی۔ حجاج، معلم اور ان کے کارروار اور دیگر واقف کار بے اختیار ادھر اُدھر بھاگ رہے تھے۔ اور پیاری عربی زبان میں گفتگو کرتے تھے۔ صاحبزادہ صاحب اور ان کے ساتھی ٹرین سے اترے۔ ایک معلم صاحب سے ضروری امور طے کیے۔ اور پھر بڑے گیٹ سے باہر نکلے۔ سٹیشن سے ملحق ایک مسجد ہے وہاں سے حرم شریف ایک میل سے زائد فاصلہ پر موجود ہے۔ شہر ایک وادی میں آباد ہے جس میں کھجور اور انگور کے باغات ہیں۔ اس مبارک اور مقدس شہر اور اس کے ماحول پر سرسری نگاہ ڈالنے کے بعد صاحبزادہ صاحب اپنے ہمراہیوں کے ساتھ فرطِ ادب کی بنا پر پاپیادہ چل پڑے معلم صاحب نے ہر چند کہا کہ فٹن کرایہ کر لی جائے مگر آپ نے صریح انکار کر دیا۔ آپ نے فرمایا۔ ایسی مبارک سرزمین پر تو سر اور آنکھوں کے بل چلنا چاہیے۔ کیونکہ اس کے نیچے خدا کے

Marfat.com

حبیب سید الکونین ﷺ آرام فرما ہیں۔ جن کے قدوم میمنت لزوم سے خاک یثرب کے سامنے تتار و ختن بھی بالکل بے حقیقت ہیں ؎

بہ زمینے کہ نشان کفِ پائے تو بود
سالہا بوسہ گہِ صاحب نظراں خواہد بود

یہاں مجسم ادب بن کر چلنا سعادت دارین حاصل کرنا ہے اور چلنے کی قدرت رکھتے ہوئے سٹیشن پر سے گاڑیوں پر سوار ہو جانا سخت بے ادبی اور بدبختی ہے۔ بڑے ذوق و شوق کے ساتھ مدینہ منورہ کی گلیوں سے گزرتے ہوئے آپ اپنے موزوں کردہ یہ اشعار پڑھتے جارہے تھے ؎

ریاض و ارم کی نہیں قدر کچھ بھی — عجب خوشنما ہے یہ کوئے مدینہ
تمام اہل دنیا کے شہروں کی وقعت — نہیں ذرہ بھر روبروئے مدینہ

معلم صاحب کی ایما پر پہلے مکان کی تلاش کی گئی۔ ادائیگی نماز اور حاضری دربار کی غرض سے حرم پاک کے نزدیک شیخ ندیم صاحب مجددی کا مکان ایک ہفتہ کے لئے فی کس دو روپے دے کر لے لیا گیا۔ مکان کے بالائی حصے بھی خالی تھے۔ مگر ادب کی وجہ سے آپ نے پہلی منزل کو پسند کیا جو اچھی ہوادار تھی اور ہمارے وطن کی طرح اس کے باہر صحن بھی تھا۔ سارے سفر میں ایسے صحن والا کوئی مکان نہیں ملا تھا۔ چونکہ عصر کا وقت قضا ہو رہا تھا۔ معلم صاحب نے کہا حرم میں پہنچتے پہنچتے سورج غروب ہو جائے گا۔ اس لئے آپ نے نماز ادا کر لی۔

نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ ایک بڑی عالیشان دوکان میں گئے اور حاضری کے لئے تیار ہوئے۔ اس وقت طبیعت کی عجیب حالت تھی۔ بار بار خیال آتا تھا ؎

''ایں کہ می بینم بہ بیداریست یارب یا بخواب''

آخر خضوع و خشوع کی بنا پر آنکھیں نیچے کئے، سر جھکائے، حرم کا عزم لے کر روانہ ہو پڑے چند قدم طے کئے تھے کہ مسجد نبوی کا دروازہ نظر آیا جو باب الرحمٰن کے نام سے موسوم ہے۔ اس وقت اتنی جرأت نہیں تھی کہ حالات لکھنے کے لئے اب مسجد کی بناوٹ، سجاوٹ، بلندی اور رفعت کو دیکھ سکتے۔ جی چاہتا تھا کہ دوڑ کر روضہ اطہر کی جالی سے لپٹ جائیں۔ مگر معلم صاحب نے فہمائش کی فی الحال ریاض الجنۃ میں بیٹھ جایئے۔ غروب کا وقت ہے اور دعا و سلام کراہیت سے خالی نہیں۔ آخر ان کے اصرار پر اس مبارک ٹکڑے میں بیٹھ گئے جس کی نسبت آنحضرت کا فرمودہ ہے ؎

مابین بیتی ومنبری روضة من ریاض الجنة

Marfat.com

دس منٹ بعد مغرب کی اذان ہوئی اور حنفی امام مصلّٰے پر آئے۔ مسجد نمازیوں سے بھری ہوئی تھی مگر ہجوم زیادہ نہ تھا شاملین جماعت کا تخمینہ چھ سات ہزار کے مابین ہوگا۔ راستہ کے غیر مامون ہونے کی وجہ سے حجاج بہت کم آئے تھے۔

روضہ اقدس پر حاضری

مغرب کی نماز ختم ہوئی اور آپ معلم صاحب کی معیت میں باب السلام کی طرف لوٹے۔ وہاں سے دعا پڑھتے ہوئے آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے چل پڑے۔ بجلی کی لائٹ اور زیتون کی ہانڈیوں کی روشنی سے مسجد بقعہ نور بن رہی تھی اور ہر طرف جمال برس رہا تھا۔ جالی کے قریب پہنچ کر معلم کھڑے ہوئے اور سلام پڑھانے لگے۔ دل کی جو کیفیت تھی اس کو وہ کملی پوش ہی جانتا تھا۔ ہر بُنِ مُو سے درود و سلام نکل رہا تھا۔ روتے روتے ہچکی بندھ گئی تھی اور شادی مرگ ہونے کا اندیشہ تھا۔ معلم صاحب نے جو سلام پڑھایا وہ عربی میں تھا۔ مگر صاحبزادہ صاحب قبلہ نے بغرض تسہیل اس کا مطلب درج کر دیا ہے:۔

"نبی کریم تم پر سلام ہو۔ رؤف الرحیم اشرف الرسل سلام قبول کیجئے۔ صلوٰۃ اور سلام ہو تم پر اے ہمارے نبی۔ اے پیارے پیارے۔ اے ہماری آنکھوں کے نور، دل کے سرور۔ صلوٰۃ اور سلام ہو تم پر اے خدا کے نبی۔ اے خدا کے دوست، اے خدا کے ملک کا جمال۔ اے خدا کے عرش کا نور، اے پیدائش کے اعتبار سے برگزیدہ، اے خدا کے نزدیک گناہگاروں کی شفاعت کرنے والے، اے وہ جسے خدا نے جہان کے لئے رحمت اور برکت بنا کر مبعوث کیا۔ اور آپ کے حق میں ارشاد فرمایا۔ اگر وہ لوگ جنہوں نے صغائر اور کبائر کے ارتکاب سے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہو تمہارے پاس آئیں اور خدا کے سامنے عاجزی سے استغفار کریں اور آپ ان کی توبہ قبول ہونے کی سفارش کریں تو ضرور خداوند کریم ان کی توبہ قبول کریگا اور ان پر رحم فرمائے گا۔ درود و سلام ہو تم پر اے محمد ابن عبداللہ ابن عبدالمطلب بن ہاشم۔ اے طٰہٰ اور یٰسین کے ناموں سے موسوم ہونے والے، میرے سردار، میرے آقا، میرے رسول۔ میں گناہوں سے بداعمالیوں سے تنگ آ کر حضور کی خدمت میں بغرض طلب شفاعت و سفارش حاضر ہوں۔ میرے لئے شفاعت کیجئے۔ اے امت کے شفیع۔ اے کفر کی اندھیر نگری میں اسلام کا چراغ عالم افروز روشن کرنے والے ہمیں آگ سے نجات دلوایئے۔ خدا کے پیغام لانیوالے نبی۔ ہم آپ کی خدمت میں

Marfat.com

زیارت کے لئے حاضر ہوئے ہیں اور دلی شوق سے چل کر خدمت میں آئے ہیں۔ اور آپ کے دروازہ عالی پر کھڑے ہیں۔ ہمیں اپنے دروازے سے خالی ہاتھ نہ پھرانا۔ ومن دقّ باب الکریم الفتح۔ ہم خدا سے سوال کرتے ہیں کہ خدا آپ کو ہمارا وسیلہ، ہمارا کفیل بنائے اور آپ کو عالی مدارج پر فائز کرے۔ اور مقام محمود اور حوض کوثر اور قیامت کے دن شفاعت عظمیٰ کے نام سے مالا مال فرمائے

یاخیر من دفنت فی اتراب اعظمه

خطاب من طیّبن القاع والالم

نفسی العذاء تعبیر انت ساکنه

فیه المعاف وفیه الجود ولکرم

میں اس پر گواہ ہوں کہ آپ نے اپنی رسالت کا کام اچھی طرح سے کیا۔ اور امانت کو نہایت دیانت سے لوگوں تک پہنچایا اور کفر کے اندھیرے کو دور کر دیا اور اسلام کی روشنی کو اقصائے عالم میں اچھی طرح پھیلایا اور خدا کے رستہ میں کما حقہٗ جہاد کیا اور خدا کی اتنی عبادت کی کہ آپ کا ایمان راسخ ہو گیا اور یقین کامل۔ خداوند کریم ان اعمال کے بدلے آپکو ہماری طرف سے جزائے خیر دے۔ ہم آپ سے شفاعت کے طلبگار ہیں۔ ہمارے لئے قیامت کے دن ایک بڑے گھبراہٹ کے دن، اس دن جب کہ مال اولاد کسی کام کے نہ ہوں گے سوائے اعمال صالحہ اور قلب سلیم کے، شفاعت کیجئے گا، صرف ہمارے لئے نہیں بلکہ ہمارے والدین، ہمارے اسلاف، ہمارے مشائخ، ہمارے استاد اور ان لوگوں کے لئے جنہوں نے ہمیں چلتے وقت آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر دعائے خیر کی نسبت کہا تھا۔ خدا کی رحمت ہو تم پر اے سرور انبیاء و فخر رسل"

ایک ایک لفظ پر آٹھ آٹھ آنسو گرتے تھے۔ دیر تک کٹہرے کو بوسے دیے۔ آنکھیں لگائیں رخسار سے رگڑے، صاحبزادہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ایک ہندوستانی مولوی نے دمشق کی تعریف میں کئی صفحات سیاہ کر ڈالے۔ مگر مدینہ منورہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ کٹہرے کو بوسہ دینا ممنوع ہے۔ صاحبزادہ صاحب فرماتے ہیں کہ مولوی صاحب خشک ملانے ہیں۔ جب رسول اکرم ﷺ نے عبداللہ ابن مظعون رضی اللہ عنہ کی نعش کو بوسہ دیا اور خلیفہ اول صدیق اکبر رضی اللہ نے اپنے رفیق غار کے جسم اطہر پر فوتیدگی کے بعد بوسہ دیا تو ہم کہاں کے ایسے متقی، پرہیزگار

Marfat.com

بدعات سے مجتنب رہنے والے نکل آئے کہ اس نبی کریم کے مزار کو بھی بوسہ نہ دیں جس کے ہم پر بے شمار احسان واکرام ہیں۔

''شکر نعمت ہائی تو چنداں کہ نعمت ہائی تو''

صاحبزادہ صاحب نے مولوی صاحب مذکور کو متنبہ کیا کہ۔

گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

اور فرمایا کہ ہم سجدہ کے تہ دل سے مخالف ہیں اور سجدہ لغیر اللہ کو ناجائز سمجھتے ہیں۔ بلکہ اگر عبادت کے طور پر کیا جائے تو مرتکب کو کافر تک کہنے کو تیار ہیں مگر ایسی اکڑفوں کے قائل نہیں کہ بوسہ تک نہ دیں۔ حالانکہ فقہاء نے اپنے والدین کی قبر پر بوسہ دینا مستحسن بلکہ سنت لکھا ہے۔ حدیث قرآن سے ثابت ہے کہ وہ مسلمان مسلمان ہی نہیں جو اپنے رسول ﷺ کو اپنے والدین اور خویش واقارب سے زیادہ دوست نہ رکھے۔ خیر۔

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں سلام عقیدت

بعد ازاں ساتھ ہی حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی قبر کے محاذ میں کھڑے ہو کر یہ سلام پڑھا:

السلام علیک یاسیدنا ابابکر الصدیق. السلام علیک یاخلیفة رسول الله علیٰ التحقیق، السلام علیک یاصاحب رسول ثانی اثنین اذهمافی الغار، السلام علیک یامن انفق ماله کله فی حب الله وحب رسوله حتی تخلک بالعباء رضی الله عنک و ارضاک احسن الرضیٰ. وجعل الجنة منزلک ومسکنک و محلک وماوک، السلام علیک یااول الخلفاء تاج العلماء و صهرالنبی المصطفیٰ ورحمة الله وبرکاته'

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں سلام عقیدت

پھر سیدنا حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کے مرقد کے مقابل ہو کر یہ سلام پڑھا گیا:

السلام علیک یاعمربن الخطاب، السلام علیک یاناطق بالعدل والصواب، السلام علیک یاحفی المحراب، السلام علیک یامظهر دین اسلام، السلام علیک یامکسر الاصنام، السلام

Marfat.com

علیک یاابا الفقراء والضعفاء والارامل والایتام انت الذی قال فی حقک سیدالبشر لوکان نبی من بعدلکان عمربن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنک وارضاک احسن الرضیٰ وجعل الجنۃ منزلک ومسکنک ومحلک وماوٰک السلام علیک یاثانی الخلفاء وتاج العلماء وصہرالنبی المصطفیٰ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پھر دوسری طرف ایک کٹہرے کے پاس کھڑے ہوکر مزاور صاحب نے بتایا کہ یہاں پہلے ایک دروازہ تھا۔ جہاں سے ملائکہ حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ وہاں یہ سلام پڑھا:۔

السلام علیک یاسیدناجبریل ،السلام علیک یا سیدنا میکائیل،السلام علیک یاسیدنااسرافیل ،السلام علیک یاسیدنا عزرائیل ،السلام علیک یاملائکۃ المقربین من اھل السموات والارضین کافۃً عامۃً، السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جناب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مزار اقدس کی حاضری

اس کے بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مزار مقدس کے مقابل کھڑے ہوکر معلم صاحب نے یہ سلام پڑھا:۔

السلام علیک یاسیدتنافاطمۃ الزھراء یابنت رسول اللہ ،السلام علیک یابنت نبی اللہ .السلام علیک یابنت حبیب اللہ ، السلام علیک یابنت المصطفیٰ ،السلام علیک یاخامسۃ اھل الکسآء، السلام علیک یازوجۃ امیرالمؤمنین سیدناعلی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجھہٗ فی الجنۃ،السلام علیک یاام الحسن والحسین السیدین الشھیدین ولکوکبین القمرین النیرین الشبابین شباب اھل الجنۃ ابی محمدٍ الحسن وابی عبداللہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنھما وعنکِ وارضاکِ احسن الرضیٰ وجعل الجنۃ منزلکِ ومسکنکِ ومحلکِ وماوٰکِ.السلام علیک وعلیٰ ابیک المصطفیٰ وبعلک علیاالمرتضیٰ وبنیک الحسنین ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ.

Marfat.com

اہل بقیع پر غائبانہ سلام

بعدۂ معلم صاحب نے باب جبرئیل کے مقابل کھڑے ہو کر اہل بقیع پر غائبانہ سلام ان الفاظ میں ادا کیا:۔

السلام علیک یااھل البقیع یااھل المنزل الرفیع انتم السابقون ونحن انشاء اللہ تعالیٰ بکم لاحقون. الشروبان الساعة آتیة لاریب فیھاوان اللہ یبعث من فی القبور، آنسکم اللہ تعالیٰ شرف کم اللہ تعالیٰ بقول اشھدان لاالٰہ الااللہ وحدہٗ لاشریک لہ واشھدان محمدعبدہ ورسولہٗ.

یہاں سے فارغ ہونے پر معلم صاحب نے کہا کہ چونکہ صبح کو جمعرات ہے اور عموماً زائرین شہدائے احد اور سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزارات کی زیارت کو اس روز جایا کرتے ہیں۔ ان پر سلام پڑھنا کل تک ملتوی کیا جاتا ہے۔ لہٰذا واپس آ کر صاحبزادہ صاحب نے عشاء کی نماز پھر حرم شریف میں بلکہ ریاض الجنۃ میں ادا کی اور خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتے ایک ایسی حلاوت دل میں لے کر سوئے جو قسمت کی یاوری اور الطاف خداوندی کے بغیر ملنا محال ہے۔

۱۴؍ ذیقعد ۱۳۳۱ھ بمطابق ۱۵؍ اکتوبر ۱۹۱۳ء پنجشنبہ کی صبح سعید کو اذان ہوئی صاحبزادہ صاحب نے وضو کیا اور حرم نبوی کی طرف چل پڑے:

علی الصباح کہ مردم بکار و بار روند
بلا کشانِ محبت بکوئے یار روند

مسجد نبوی شریف میں نماز ادا فرمائی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ نے روضہ اطہر پر حاضری دی۔ معلم صاحب نے کہا تھا جب سلام پڑھنا چاہو فلاں جگہ سے بلا لینا۔ مگر صاحبزادہ صاحب رقمطراز ہیں کہ جو لطف علیحدہ آتا ہے وہ معلم کے پیچھے کہنے سے کہاں نصیب ہو سکتا تھا۔

درس اور تدریس چھوڑے جب ترے مکتب گئے
عشق کی پٹی پڑھا کرتا ہوں جو تو نے پڑھائی تھی مجھے

دیر تک اپنی معروضات اور ان لوگوں کی التجائیں جنہوں نے چلتے وقت پیغام دیئے تھے۔ حضور نبوی میں پیش کرتے رہے۔ اس کے بعد حرم میں بیٹھ کر پانچ منزل قرآن شریف پڑھا کیونکہ آپ نے دل میں ارادہ کیا ہوا تھا کہ جتنا زائد وقت ہوا حرم پاک میں بیٹھ کر قرآن خوانی میں صرف کیا جائے گا۔

Marfat.com

جبل اُحد کی طرف

منزل سے فارغ ہوکر آپ سیدھے مکان پر گئے۔ وہاں معلم صاحب کے ایک نائب منتظر بیٹھے تھے۔ ان کے ایما پر سب کے سب جبل احد کی طرف روانہ ہو گئے۔ جس کا راستہ کچھ دنوں بدوؤں کی شورش کی وجہ سے رکا رہا تھا مگر اس وقت کھل گیا تھا۔ تاہم بنظر احتیاط سلطانی فوج کے سپاہی جا بجا تعینات تھے۔ مدینہ منورہ سے جبل احد کوئی تین میل کے فاصلہ پر ہو گا۔ کئی آرام طلب گاڑیوں پر جاتے نظر آئے مگر آپ نے اسے سوء ادبی پر محمول اور تصور کر کے پیادہ روی کو ترجیح دی اور بعض شائقین تو پابرہنہ چل پڑے۔

ایک گھنٹہ کے بعد پہاڑ نظر آنے لگا جس کے نیچے ۳ھ میں رسول اکرم ﷺ کے ساتھ مشرکین مکہ نے خونریز جنگ کی تھی اور لشکر اسلام کو بوجہ عدم اتباع حکم نبوی شکست اٹھانی پڑی۔ بلکہ آنحضرت ﷺ کا دانت مبارک بھی اسی دار و گیر میں شہید ہو گیا۔ یہ وہ مبارک پہاڑ ہے جس کی نسبت ارشاد ہے

الاحد یحبناہ و یحبہ

احد کے قریب ایک بڑے قبہ میں سیدنا امیر حمزہ، عبداللہ بن جحش (حضرت زینب حرم رسول اللہ ﷺ کے حقیقی بھائی اور سیدنا امیر حمزہ کے بھانجے) شماس بن شماس ابن عثمان، مصعب ابن عمیر علمدار رضی اللہ عنہم ایک ہی مزار میں مدفون ہیں اور گرد ایک سبز رنگ کا خوشنما چوبی جنگلہ ہے وہاں بھی معلم صاحب نے سلام پڑھایا۔ بہت سے سائل رومال بچھائے بیٹھے تھے حسب توفیق خیرات کی گئی۔ پھر گنج شہداء پر گئے۔ جہاں بہت سے شہدائے احد مدفون ہیں۔ کسی خاص قبر کا نشان نہیں۔ اردگرد چار دیواری ہے۔ اس کے قریب ایک پختہ بارہ دری ہے جس میں سے نہر گزرتی ہے۔ بعد ازاں مسجد الثنایا میں گئے۔ دو نفل ادا کئے وہاں ایک دیوار میں دانت کا نشان بنا ہوا ہے اور مشہور ہے کہ یہاں دانت مبارک شہید ہوئے تھے۔ ایک روایت میں ان کا جنت البقیع میں مدفون ہونا ثابت ہے۔ آہ

لے لی امت کے گناہوں کی احد نے قیمت
دے دیے جنگ احد میں وہ دنداں تو نے

پھر وہ جگہ دیکھی جہاں سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے۔ وہ غار بھی دور سے نظر آ رہی تھی جس پر لڑائی کے وقت رسول اکرم ﷺ نے بسر کردی عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ پچاس تیر انداز مقرر کئے تھے اور حکم دیا تھا کہ جب تک بلایا نہ جائے اس جگہ کو ہرگز نہ چھوڑنا لڑائی

کفار نے پیٹھ دکھائی ، مسلمان مال غنیمت لوٹنے میں مصروف ہو گئے ۔ حضرت عبداللہ بن جبیر سپاہیوں کو روکتے رہے مگر وہ بھی ادھر دوڑ پڑے ۔ حضرت خالد ابن ولید جو اس وقت تک مشرف بہ اسلام نہ ہوئے تھے موقع کو غنیمت سمجھ کر اسی رستہ سے فوج اسلام پر اچانک عقب سے حملہ آور ہوئے ۔ مسلمان اس بھرپور حملہ کی تاب نہ لا کر بھاگ کھڑے ہوئے ۔ بہت سے جلیل القدر صحابہ کرام مقتول و مجروح ہوئے اور ایک شقی القلب بد بخت ازلی نے پتھر مار کر رسول کریم ﷺ کے دانت مبارک بھی شہید کر دیے ۔ آخر خداوند تعالیٰ نے ان کے دل میں ہیبت ڈالی اور مسلمانوں کا دوبارہ اجتماع دیکھ کر کفار مکہ آئندہ سال واپس آنے کی دھمکی دیکر خود بخود مفرور ہو گئے ۔

دھوپ بہت تیز چڑھ چلی تھی ۔ پہاڑ پر چڑھنے میں خوف بھی تھا ۔ اس لئے صاحبزادہ صاحب اپنے ہمراہیوں کے ساتھ واپس چل پڑے اور بارہ بجے کے قریب مکان پر پہنچے ۔ روٹی بازار سے ہی منگا کر کھائی کیونکہ ابھی سامان سٹیشن سے نہیں منگایا تھا ۔ ظہر کی نماز مسجد نبوی میں باجماعت ادا کی اور خدا کا شکریہ ادا کیا کہ لوگوں کی کثرت کے باوجود فضل ربی سے رسول کریم ﷺ کے قریب ہی ریاض الجنۃ میں جگہ مل جاتی تھی ۔ نماز پڑھ کر قرآن مجید کی تلاوت کی اور عصر تک حرم میں مقیم رہے ۔

جنت البقیع میں

عصر کے بعد معلم صاحب نے کہا کہ آج جمعرات ہے ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مقبرہ کا دروازہ کھلا ہے جو آج کے دن ہی کھلتا ہے ۔ زیارت کا بہت اچھا موقع ہے ۔ چنانچہ ان کی معیت میں باب جبرئیل سے نکل کر آپ جنت البقیع کے مبارک خطے میں داخل ہوئے ۔ پہلے حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کے مزار مطہر پر حاضر ہوئے ۔ لیکن ابھی دروازہ نہیں کھلا تھا ۔ اسلئے سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ راوی حدیث کے مزار پر فاتحہ خوانی کی ۔ یہ وہ شہید ہیں جو حجاج بن یوسف کی جفا کاریوں کا نشانہ بن کر اس مبارک خطے میں آرام فرما ہیں ۔ اس کے بعد سیدنا ابراہیم ابن رسول اللہ ﷺ کے مرقد پر فاتحہ خوانی کی ۔ پھر اس قبہ کی زیارت کی جس میں سیدنا نافع مدنی اور حضرت امام مالک صاحب مذہب رضی اللہ عنہم مدفون ہیں ۔

بعد ازاں قبہ اہل بیت میں داخل ہوئے جہاں سیدنا عباس رضی اللہ عنہ عم رسول اللہ ﷺ و سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا و سیدنا حسن ابن علی و سیدنا زین العابدین و سیدنا امام جعفر صادق و امام باقر رضی اللہ عنہم کے مزارات ہیں ۔ عالیشان روضہ بنا ہوا ہے ۔ لیکن صاحبزادہ صاحب

Marfat.com

لکھتے ہیں وہاں اہل تشیع کا بہت تسلط ہے اور گوانہیں داخلہ کے لئے دس آنے فی کس دینے پڑتے ہیں لیکن اندر جا کر وہ بہت شور وشیون، فریاد و واویلا مچاتے ہیں۔ موم بتیاں جلاتے ہیں، سجدے کرتے ہیں، سر کو پیٹتے ہیں۔ غرض وہ طوفان بدتمیزی مچاتے ہیں جس سے خود حضرات اہل بیت کے ارواح اطہر کو تکلیف پہنچتی ہوگی۔ صاحبزادہ صاحب فرماتے ہیں کہ ان جاہل نادانوں کو سمجھائے کون کہ بھائی قرآن مجید پڑھ کر اس کا ثواب ان معصوموں کے ارواح کو پہنچاؤ۔ کھانا پکا کر مسکینوں میں تقسیم کرو۔ فاتحہ پڑھو اور ان کی مبارک زندگی سے سبق حاصل کرو مگر جہالت ایک ایسا لاعلاج مرض ہے کہ جس کا مریض کسی نصیحت کی دوا سے شفایاب نہیں ہوتا۔ آپ فرماتے ہیں کہ وہاں طبیعت میں بہت لطف اور سرور پیدا ہوا مگر ان کم بختوں نے دھما چوکڑی مچا رکھی تھی کہ مجبوراً جلدی واپس آنا پڑا۔

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے مزار اقدس کی حاضری

اتنے میں مزار سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا دروازہ کھل گیا اور لوگ زیارت سے مشرف ہونے لگ گئے۔ آپ بھی وہاں پہنچے اور زیارت سے مشرف ہوئے۔ بعد ازاں بنات، عمات، و ازواج مطہرات رسول اللہ ﷺ کے قبے اور حضرت اسماعیل بن جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے مزارات کی زیارت کر کے آپ واپس ہوئے آپ کے دل میں سرور تھا کہ ان حضرات کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل ہوا جو اپنی اپنی جگہ انوار نبوت سے مستفیض ہونے کی بنا پر آفتاب و ماہتاب تھے۔ آپ نے شام اور عشاء کی نماز بھی مسجد نبوی میں ادا کی اور روضہ اطہر پر حاضر ہو کر اغراض و مطالب عرض کئے۔ اس شام شیخ ندیم احمد صاحب مجددی سرہندی نے ضیافت دی۔ کھانا ہندی مذاق کا تھا۔ شیخ صاحب ایک شریف خاندان کے رکن رکین تھے اور عرصے سے مہمان رسول ﷺ بنے ہوئے تھے۔ انہیں دیکھ کر صاحبزادہ صاحب نے کہا۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو کہ شہنشاہ کونین کے دربار میں رہ کر فیوضات و برکات نامتناہیہ سے فیضیاب ہوتے رہتے ہیں!

صاحبزادہ صاحب قبلہ نے ریاض الجنۃ کو خاص توجہ سے دیکھا۔ محولہ بالا حدیث نبوی کے مطابق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارک جہاں رسول اکرم کا روضہ اطہر ہے اور ممبر نبوی کے درمیان جنت کا ٹکڑا ہے یہ جگہ تین صفوں پر مشتمل ہے جن کے ستون سفید سنگ مرمر کے ہیں ایک ستون کا نام ستون عائشہ ہے۔ جہاں جناب صدیقہ رضی اللہ عنہا نوافل پڑھا کرتی تھیں جناب سرور انبیاء نے فرمایا تھا کہ اگر صحابہ کو اس جگہ کی فضیلت کا علم ہو جائے تو اس کے حصول

لے صاحبزادہ صاحب قبلہ ان دنوں کی بات کر رہے ہیں جب کہ ابھی تمام روضے ابن سعود کی دست برد سے محفوظ تھے۔

Marfat.com

قرعہ اندازی کیا کریں۔ ایک ستون توبہ ہے یہاں حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ صحابی کی توبہ منظور ہوئی تھی۔ اس لئے اسے ستون ابولبابہ رضی اللہ عنہ بھی کہتے ہیں۔ ایک ستون کا نام استن حنانہ ہے۔ یہ کھجور کا وہ تنا تھا جس کا سہارا لے کر سرور کونین خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے جب ممبر تیار ہو گیا حضور علیہ تشریف فرما ہونے لگے تو فراق نبوی کی وجہ سے حنانہ نے رونا شروع کر دیا۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

استن حنانہ در ہجر رسول
نالہ مے کرد ہچوار باب عقول

اس ستون کے نیچے وہی حنانہ مدفون ہے۔ ایک ستون اعتکاف ہے جہاں رسول کریم علیہ اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ معروف اور افضل ترین ستون یہی ہے۔ حضور رسالت مآب علیہ کے محراب نبوی میں صرف ایک بار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے امامت کرائی تھی۔ مگر آپ رعب رسالت سے لرزا ٹھے۔ اس لئے علیحدہ محراب بنالیا۔ حاجی صاحبان کوشش کیا کرتے ہیں کہ ریاض الجنۃ میں بیٹھ کر نماز اور نوافل ادا کریں تا کہ بیش از بیش ثواب حاصل ہو اور اگر انہیں بوجہ بالا ستونوں کا شرف حاصل ہو جائے تو ان کی سعادت کا کیا کہنا!!!

حرم نبویؐ کے پانچ دروازے ہیں۔ پہلا "باب السلام" ہے۔ دوسرا "باب الرحمة" یہ دونوں مغرب کی طرف ہیں۔ تیسرا "باب مجیدی" ہے جو شمال کو ہے "باب جبرئیل" اور پانچواں "باب النساء" ہیں۔ یہ دونوں مشرق کو ہیں ایک دوسرے کے قریب ہیں ان کے درمیان اصحاب صُفّہ رضی اللہ عنہم کی جگہ ہے۔ ان دنوں قالینوں پر خواجہ سرا بیٹھتے تھے جو خدام حرم تھے۔ روضہ اطہر باب جبرئیل سے ملحق ہے۔ سیدنا عمر فاروق، سیدنا عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہما، سلطان ولید اور سلطان مہدی کے زمانوں میں مسجد پاک میں اضافہ ہوتا رہا۔ مسجد نبوی کی جو عمارت صاحبزادہ سید محمد فضل شاہ صاحب نے جا کر دیکھی تھی اس کی تعمیر مختلف اضافوں کیساتھ ستر لاکھ اشرفیوں کی لاگت سے سلطان عبدالمجید خان نے ۱۲۰۳ھ بمطابق ۱۸۸۵ء میں کرائی تھی۔

مسجد نبوی میں ہر حاجی کو متواتر چالیس نمازیں پڑھنا ہوتی ہیں۔ اور یہ آنحضرت علیہ کے حکم کی تعمیل ہے۔ حدیث پاک ہے:

من صلّے فی مسجدی اربعین صلوۃ کتبت براء ۃ من النار وبراء ۃ من العذاب وبراء ۃ من النفاق (امام احمد و الطبرانی)

Marfat.com

اس حدیث شریف کے مطابق مسجد نبوی میں متواتر چالیس نمازیں پڑھنے سے مومن دوزخ کی آگ، عذاب اور نفاق سے برات حاصل کر لیتا ہے۔ بنابریں صاحبزادہ صاحب کو کم از کم ۲۲ ذیقعد بمطابق ۱۲۳ اکتوبر تک مدینہ منورہ رہنا تھا۔ تاکہ چالیس نمازیں پوری ہو جائیں۔

دربار نبوی میں زیادہ عرصہ رہنے کے لئے آپ کے دل میں بڑی آرزو تھی مگر حج کے ایام نزدیک تھے اور کعبۃ اللہ تک ابھی تک طویل مسافت باقی تھی۔ نماز کے اوقات میں آپ مسجد نبوی میں ہوتے سلام پڑھتے، نوافل ادا فرماتے، نماز باجماعت میں شامل ہوتے اور حضور نبوی میں دل کی گہرائیوں سے جذبات عقیدت و محبت پیش کرتے باچشم گریاں اور دلِ بریاں مسلمانوں کی حالت زار بیان کرتے اور عرض کرتے۔

مرے آقا و مولا۔ مسلمان ہر جگہ دشمنوں کے نرغے میں پھنسے ہوئے ہیں غلامی ہے ادبار و نحوست ہے۔ گردشِ ایام نے انہیں بالکل پیس کر رکھ دیا ہے۔ درگاہ الٰہی میں عرض کی جائے ؎

اے خدا اب پھیر دے رخ گردشِ ایام کا

میان عاشق و معشوق

صاحبزادہ صاحب سحری کے نوافل ریاض الجنۃ میں پڑھتے تھے۔ قرآن پاک کی تلاوت ہوتی تھی۔ عمر گو انیس سال تھی۔ مگر ذوق و شوق کمال درجے کا تھا۔ آپ کی غیر معمولی صلاحیتوں کو دیکھ کر دربارِ رسالت مآب سے جو فیوض ہوئے ہوں گے۔ ان کا اندازہ لگانا ناممکن ہے۔ کیونکہ

میان عاشق و معشوق رمزیست
کراما کاتبین را ہم خبر نیست

اسی طرح ملت اسلامیہ کے فلاح و بہبود کے لئے آپ کی دعائیں جس طرح مستجاب ہوئیں۔ ان کی جھلک آپ کی مجاہدانہ مساعی کے نتائج سے دیکھی جاسکتی ہے۔

گنبد خضراء کے مکین کریم علیہ الف الف تحیات و تسلیم کی خدمت میں امت مسلمہ کے متعلق اس دردمند صاحبزادے نے جو کچھ عرض کیا اس کا کچھ اندازہ مئی ۱۹۱۴ء کے رسالہ ''صوفی'' سے لگایا جاسکتا ہے۔ وہاں اپنے ایک مقالہ میں آپ نے درج فرمایا ہے کہ منظوم استدعا حضور نبوی میں پیش کی گئی جو آپ کی اپنی تصنیف کردہ تھی۔ اس کا پس منظر یہ تھا کہ ۱۹۱۳ء میں مچھلی بازار کانپور میں ایک مسجد کو انگریز مسمار کرنا چاہتے تھے۔ مسلمان مذہبی احساس اور غیرت ملی کی بنا پر مزاحم ہوئے۔ انگریزوں نے گولی چلادی اور آنِ واحد میں بندوقوں کی باڑھ سے مسجد میں کلمہ پڑھنے والوں کی لاشیں خاک و خون میں تڑپتی نظر آئیں۔ ستم بالائے ستم یہ کہ بہت سے

Marfat.com

مسلمانوں کو قید خانہ کی آہنی سلاخوں کے اندر بند کر دیا گیا۔ کانپور کے اس سینہ فگار، جگر سوز اور ہوش ربا واقعہ نے مسلمانوں کے قرار و سکون کا خاتمہ کر دیا۔ ملت اسلامیہ ہندیہ تڑپ اٹھی اور جو قلق واضطراب ہوا وہ بیان نہیں ہو سکتا۔ مولانا شبلی نعمانی نے کشتگان کانپور کے نام سے ایک بڑی درد انگیز نظم لکھی جس کا پہلا اور آخری شعر یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

کل مجھ کو چند لاشہ بے جان نظر پڑے
دیکھا قریب جا کے تو زخموں سے چور ہیں

پوچھا جو میں نے کون ہو تم آئی یہ صدا
ہم کشتگان معرکہ کانپور ہیں

اس حادثہ خونی کی خبر تمام عالم اسلام میں پھیل گئی تھی اور مصر کے مسلم بھی اس سانحہ سے بے خبر نہیں تھے۔ چنانچہ جب صاحبزادہ صاحب مصر میں اخبار الشعیب کا دفتر دیکھنے گئے تو وہاں یہی تذکرہ ہوتا رہا۔ ایک دو مصریوں نے آپ سے اس معاملہ کی اصلیت دریافت کی اور ان کے اظہار ہمدردی سے آپ کو بڑا اطمینان ہوا۔ اگرچہ آپ کا قالب بلاد اسلامیہ میں گھوم رہا تھا۔ مگر روح کانپور میں تھی۔ حجاز ریلوے کے سفر میں آپ کی طبیعت شہدا کانپور کی یاد میں بے قرار ہوگئی اور چلتی ہوئی گاڑی میں کانپتے ہوئے ہاتھوں سے آپ نے چند اشعار نظم کئے جن میں حضرت رسالت مآب ﷺ کی خدمت اقدس میں اپنا حال زار عرض کیا گیا تھا۔ جب مدینہ منورہ پہنچ کر آپ کو اب کملی والے شہنشاہ ﷺ کے دربار میں شرف باریابی حاصل تھا تو آپ نے اپنا حال دل صفحہ قرطاس سے پڑھ کر سنایا۔ یہ جگہ تھی جہاں پہنچ کر دل مسلم کو اصلی امان ہے۔ اس لئے دارالامان میں آپ نے اپنا سارا درد پیش کر دیا۔ یہ استدعا منظور بھی ہوئی۔ آپ مکہ معظمہ میں پہنچے تو مولی محمد سعید صاحب مہتمم مدرسہ صولتیہ کی لائبریری میں اول صفحہ اخبار پر آپ نے پڑھا کہ وائسرائے ہند کی حکمت عملی سے قضیہ نامرضیہ کا فیصلہ ہو گیا ہے۔ قیدی رہا ہو گئے ہیں اور مسجد دوبارہ تعمیر کر دی گئی ہے۔ یہ خبر پڑھ کر آپ کو اطمینان ہوا۔ افسوس ہے کہ کسی مصلحت کی بنا پر آپ نے مذکورہ بالا رسالے میں یہ نظم درج نہیں کی۔ ورنہ یہاں ضرور نقل کر دی جاتی۔ بہر حال ہمیں پتہ چل گیا ہے کہ صاحبزادہ صاحب دربار رسالت میں اپنی کونسی معروضات پیش کر رہے تھے۔ آپ ملت مرحومہ کی ساری درد بھری داستان بڑے سوز جگر کیساتھ آنسوؤں کی زبانی بیان کرتے تھے۔ اور دعا کے لئے استدعا کرتے تھے۔

حادثہ کانپور سے پہلے اور بھی کئی واقعات تازہ تازہ رونما ہوئے تھے۔ جنہوں نے تمام ملت

Marfat.com

اسلامیہ کو سخت مضطرب اور بے چین کر دیا تھا۔ ۱۹۱۱ء میں اٹلی نے ترکی کے علاقہ طرابلس پر حملہ کر دیا۔ انور بے کی سرکردگی میں ترکی فوج نے بہادرانہ مقابلہ کیا کارزار طرابلس کی خبر ایک بجلی تھی جو تمام مسلمانوں کے دلوں میں کوندگئی۔ چھوٹے بڑے تمام مسلمانوں طرابلس کی خبروں کے لئے گوش برآواز رہتے تھے۔ صاحبزادہ صاحب محولہ بالا رسالے میں لکھتے ہیں کہ شہدائے طرابلس کے پس ماندگان کی اعانت کے لئے ہندوستان کے مسلمانوں نے بے دریغ زرومال نچھاور کیا۔ شیعہ، سنی بلاامتیاز و تفریق ترکوں کی امداد میں حصہ لیتے تھے۔ اور اگر عساکر عثمانیہ کی شکست یا ناکامی کی کوئی خبر آتی تھی تو ہر مسلمان بے قرار ہو جاتا تھا۔ کئی ایک ہمدرد اس دردوکرب سے شب بیداری کرتے اور آنسوؤں کی جھڑی سے اپنے دل کا بخار نکالتے تھے اور اگر فتح ونصرت کی نوید جانفزا سننے میں آتی تو مسلمان شادی مرگ کے قریب ہو جاتے۔ شہروں میں چراغاں کیا جاتا اور خیرات نکالی جاتی۔ اسی زمانہ میں اقبال مرحوم نے ''حضور رسالت مآب ﷺ میں'' کا عنوان قائم کر کے ایک نظم لکھی۔ اس کے آخری دوشعر ہیں:۔

اگر میں نذر کو ایک آبگینہ لایا ہوں
جو چیز اس میں ہے جنت میں بھی نہیں ملتی
جھلکتی ہے تیری امت کی آبرو اس میں
طرابلس کے شہیدوں کا ہے لہو اس میں

علامہ اقبال کی نظم فاطمہ بنت عبداللہ بھی اسی دور کی یادگار ہے۔ یہ عرب لڑکی طرابلس کی جنگ میں غازیوں کو پانی پلاتی شہید ہوئی تھی اور شاعر اسلام نے کہا تھا۔

فاطمہ تو آبروئے ملت مرحوم ہے
ذرہ ذرہ تیری مشتِ خاک کا معصوم ہے

طرابلس کے بعد بلقان میں جنگ چھڑی۔ اس جنگ میں بلغاریہ، سرویا اور یونان ایک فریق تھے اور ترکی دوسرا فریق اور جب بلغاریہ کی افواج کولولی برغاس کے مقام پر ۲۸/اکتوبر اور ۳/نومبر ۱۹۱۲ء کو زبردست کامیابی ہوئی تو وہ حدود قریب آگئیں جہاں قسطنطنیہ کے دفاع کے آخری مورچے تھے۔ بلغاریوں کی فتوحات کی خبریں بھی مسلمانوں کے دلوں پر صاعقہ آسمانی بن کر گرتی تھیں اور سکون وقرار بھسم ہو جاتا تھا۔ تاریخ عالم کے انسائیکلوپیڈیا کا مصنف لکھتا ہے کہ کارزار طرابلس، شورش بلقان اور مسجد کانپور کے سانحہ جانکاہ نے مسلمانوں میں اضطراب عام کر دیا اور ان کے دلوں میں جوش وخروش بہت تیز ہو گیا۔ صاحبزادہ صاحب قبلہ کی باریک بیں

Marfat.com

نگاہوں نے بھی اس قومی جوش وخروش میں صبح امید کو طلوع ہوتے دیکھا اور آپ کو یقین ہو گیا کہ ہماری قوم نے کروٹ بدلی ہے۔ مذکورہ بالا رسالہ میں انہی جذبات کے ماتحت آپ نے ایک مقالہ قلمبند فرمایا اور کہا:

اگر یہ احساس قائم رہا اور قوم اپنے نفع ونقصان میں امتیاز کرتی رہی تو وہ دن دور نہیں جب ہندوستان کے مسلمان بھی ترقی یافتہ اور متمدن اقوام میں شمار ہوں گے

آپ نے اس سلسلہ میں اقبال مرحوم کو بھی اپنا ہمنوا پایا۔ اسی لئے بلغاریہ کی ترکوں کے ساتھ ستم طرازیوں سے متعلق آپ نے ''جواب شکوہ'' سے یہ بند اپنے مقالے میں نقل فرمایا۔

ہے جو ہنگامہ بپا شورش بلغاری کا　　غافلوں کیلئے پیغام ہے بیداری کا
تو سمجھتا ہے یہ ساماں ہے دل آزاری کا　　امتحان ہے تیرے ایثار کی خودداری کا
کیوں ہراساں ہے صہیل فرسِ اعداء سے
نور حق بجھ نہ سکے گا نفسِ اعداء سے

صاحبزادہ صاحب کا یہ مقالہ مئی ۱۹۱۴ء کے رسالہ صوفی میں چھپا اور حضور حج کر کے دسمبر ۱۹۱۳ء میں واپس جلالپور شریف پہنچے۔ صرف چند ماہ کا فرق ہے یعنی بالکل قریب کا زمانہ ہے ظاہر ہے یہ احساسات آپ کے دل میں سفر حج کے دوران میں بھی موجود تھے۔ مقصود صرف اس مطلب کا اظہار ہے کہ جب آپ روضہ نبوی پر حاضری دے رہے تھے تو یہ سارے واقعات و حوادثات آپ کی نگاہوں کے سامنے تھے۔ طرابلس میں مسلمانوں کے خون کی جس طرح ارزانی ہوئی تھی، بلقان میں ملت اسلامیہ کے دلوں پر جس طرح چرکے لگائے گئے تھے اور کانپور کے کلمہ پڑھنے والوں کو جس طرح بیدردی سے گولی کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ یہ سب کچھ اپنے آقا اور والی کی خدمت میں باچشم پرنم بیان کیا جا رہا تھا۔ خاص استمداد کے لئے التجا کی جا رہی تھی اور ان مصائب ونوائب نے مسلمانوں میں جو قومی جوش وخروش پیدا کر دیا تھا اس کے بارآور ہونے کے لئے دعائیں مانگی جا رہی تھیں۔ دوسرے الفاظ میں قبلہ صاحبزادہ صاحب اک قلب شکستہ اک جہان درد اور اک امیدوار دل لے کر حضور رحمۃ للعالمین میں موجود تھے۔

قدیمی یادگاریں

فرصت کے اوقات صاحبزادہ صاحب نے قدیمی یادگاروں کو دیکھنے میں صرف کئے ہفتہ کے روز اشراق کے نوافل آپ نے مسجد قبا میں جا پڑھے۔ یہ اولین مسجد ہے جو ہجرت کے بعد تعمیر ہوئی تھی۔ مشکوۃ شریف میں حدیث ہے کہ مسجد قبا میں گھر سے باوضو آ کر دو رکعت پڑھنے سے عمرہ

Marfat.com

کا ثواب ملتا ہے۔ آپ مسجد قبلتین میں بھی گئے جو شہر کے شمال مغربی کونے میں ڈیڑھ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ وہ مسجد ہے جہاں نماز کے دوران میں حضور سرورِ کونین کو وحی کے ذریعے قبلہ اول یعنی بیت المقدس کی بجائے کعبہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی طرف رخ کرنے کا حکم ہوا تھا۔ بئر عثمان بھی یہیں ہے۔ یہ کنواں حضرت ذوالنورین نے خرید کر مہاجروں کے لئے وقف کر دیا تھا یہاں سے دو فرلانگ کے فاصلے پر مساجد خمسہ ہیں جنگ خندق کے موقع پر آنحضرت ﷺ اور صحابہ اربعہ رضی اللہ عنہم جہاں جہاں موجود تھے وہاں مساجد بنا دی گئیں ہیں۔ ان میں سے ایک مسجد فتح کہلاتی ہے۔ یہاں جناب رسالتمآب ﷺ نے فتح کے لئے لگاتار تین روز دعا مانگی جو چوتھے روز مستجاب ہوئی تھی۔ صاحبزادہ صاحب نے یہ ساری مساجد دیکھیں۔ مدینہ منورہ میں اور مسجدیں بھی مشہور ہیں۔ مثلاً مسجد غمامہ، مسجد بلال رضی اللہ عنہ، مسجد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، مسجد اجابہ، آخر الذکر مسجد میں جو دعا مانگی جائے قبول ہوتی ہے۔ ان مساجد میں بھی آپ گئے۔ آپ حضرت عبداللہ ابن عبدالمطلب یعنی حضور محمد مصطفی ﷺ کے والد ماجد کے مزار اقدس پر بھی گئے۔ جو مدینہ منورہ میں ہے۔

بئر عثمان کے علاوہ وادی یثرب میں اور کنوئیں بھی مشہور ہیں۔ ایک بئر عروہ ہے۔ اس کا پانی پہلے کھاری تھا۔ جناب رحمۃ للعالمین ﷺ نے اپنا لعاب دہن اس میں ڈالا جس سے اس کا پانی شیریں ہو گیا۔ ایک بئر حا ہے اس میں بھی جناب شفیع المذنبین ﷺ کا لعاب دہن ہے۔ اس کی برکت سے جو شخص یہاں نہائے اس کی جلدی امراض دور ہو جاتی ہیں ایک بئر علی ہے جو شہر سے باہر تین میل کے فاصلے پر ہے۔ جناب سرور کائنات ﷺ مکہ معظمہ جاتے ہوئے یہاں سے احرام باندھا کرتے تھے۔ اب اس طرف جانے والے حاجی بھی یہیں سے احرام باندھتے ہیں۔ چنانچہ صاحبزادہ صاحب قبلہ نے بھی اسی طرح کیا۔

چالیس نمازیں پوری ہو گئیں اس لئے صاحبزادہ صاحب مکہ معظمہ کی طرف کوچ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ اونٹوں پر سفر کرنا تھا۔ آخری بار روضہ اطہر پر حاضر ہو کر اجازت حاصل کی تو عجیب وغریب کیفیات تھیں اس طرح معلوم ہوتا تھا جیسے اس محسن مگر باہمت صاحبزادہ والا گہر کے سپرد کوئی اہم کام کیا جا رہا تھا۔ ملک محمد دین صاحب ایڈیٹر "صوفی" "ذکر حبیب" میں لکھتے ہیں کہ سفر حج میں انہوں نے کئی خوارق عادات دیکھے مگر قبلہ صاحبزادہ صاحب نے ان کو معرض تحریر میں لانے سے روک دیا۔ غالباً مصلحت یہ تھی کہ حضور کی مبارک عملی زندگی ان اسرار کی تفسیر بنے۔ آپ نے احرام باندھا اور تلاش یار کے لئے جادہ پیما ہو گئے۔

Marfat.com

حاجی برہ کعبہ و من طالب دیدار

اوخانہ ہمی جوید و من صاحب خانہ

دیدار رسول ﷺ سے فیضیاب ہونے کے بعد وہ دیدار الٰہی سے متمتع ہونا چاہتے تھے۔ مدینہ طیبہ میں تجلیات رسالت کی برابر بارش رہی۔ انوار محمدی کے بادل جھوم جھوم کر برستے رہے صرف اہلِ معنیٰ ہی نہیں بلکہ اہل ظاہر بھی ان تجلیوں کے فیض عام سے بہرہ اندوز ہوتے رہے۔

جانم فدائے دیدہ کہ روئ تو دیدہ است

قربان پاشوم کہ بکویت رسیدہ است

روضہ اقدس کے باہر جب قبہ نور پر نظر پڑتی یا آنکھیں روضہ پاک کے اندر حجرہ مقدس کی زیارت کرتیں تو دیدہ و دل کے لئے ذوق و نشاط کا ایک عجیب عالم ہوتا۔ اس تقدس مآب شہر کے سب چھوٹے بڑے منکسر المزاج اور مہمان نواز نظر آئے۔ لطف گفتار اور حسن کلام کا کیا کہنا۔ یہ سب کچھ رسول اکرم کے خوان کرم کا فیض تھا۔ اب صاحبزادہ صاحب رسول خدا ﷺ سے رخصت ہو کر خدائے رسول کی ربوبیت عامہ سے اپنے دامن نیاز کو معمور کرنے والے تھے۔ انوار توحید کی چمک دمک دعوت نظارہ دے رہی تھی۔ حج کی رسوم اور اس کے ظواہر پر بڑے خلوص سے عمل پیرا ہو کر وہ معارفِ حج اور حقائق توحید سے اپنے دیدہ و دل کو لبریز کرنا چاہتے تھے۔

زہے سعادت آں بندہ کہ کرد نزول

گہے بہ بیت خدا و گہے بہ بیت رسول

کوئے حبیب ﷺ سے روانگی

۲۲ ذیقعد ۱۳۳۱ھ بمطابق ۲۳ اکتوبر ۱۹۱۳ء بروز پنجشنبہ مغرب کے قریب قافلہ شوق جانب بطحا روانہ ہوا۔ طیبہ سے لے کر بطحا تک روز بروز کی منزل بمنزل داستان بڑی طویل ہو جائے گی۔ بنا بریں رستہ کے خاص خاص مقامات کا بالاختصار بیان موزوں رہے گا۔ کجاووں کا سفر تھا اور بڑا لمبا جو ایک مضبوط اور مشقت پسند انسان کے لئے بھی صبر آزما تھا۔ ادھر صاحبزادہ صاحب قبلہ نازک مزاج اور نازک اندام تھے۔ ان کے لئے صعوبتِ سفر خاص طور پر ناقابل برداشت تھی۔ مگر ملک محمد الدین صاحب ذکر حبیب میں لکھتے ہیں:۔

اگرچہ سفر نہایت دشوار گذار اور دور دراز مقامات کا تھا اور آپ ہمیشہ ناز و نعمت کی آغوش میں پلے تھے۔ تاہم کبھی تکلیف کی شکایت نہیں فرمائی۔ جب کسی کام کی ضرورت ہوتی تو ہر شخص اپنے ذمے اس کا کچھ حصہ کر لیتا تھا۔ آپ بھی جماعت

Marfat.com

کے ایک فرد ہونے کی حیثیت سے اس میں شامل ہو جاتے جو مساوات اسلامی کا بہترین منظر ہوتا تھا۔ متعدد مقامات پر حفاظت کے لئے پہرہ دینے کی ضرورت پیش آئی۔ آپ نے بھی اپنی باری میں یہ فرض انجام دیا۔ کھانے پینے میں بھی از راہ تواضع خدام میں شریک رہتے تھے۔

یہ الفاظ اپنی تفسیر آپ ہیں اور صاحبزادہ صاحب کی سیرتِ بلند و پاک کی آئینہ داری کرتے ہیں۔ سفر کی تکالیف آپ کیلئے کیا حیثیت رکھتی تھیں۔ جہاں شوق خضرِ راہ ہوتا ہے وہاں خار مغیلاں پرنیاں معلوم ہوتے ہیں۔ آپ سیدنا ابراہیم خلیل اللہ کی اولاد میں سے تھے۔ جنہیں محبت الٰہی میں آگ بھی گلزار نظر آئی۔ اس لئے بے آب و گیاہ کا سفر آپ کے لئے گلگشتِ کوثر و سلسبیل سے کم نہیں تھا۔

رستہ میں مقام بدر آیا جو مدینہ منورہ سے جنوب مغرب کی طرف اسی میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں مٹھی بھر غیر مسلح مسلمانوں نے محض اپنی قوتِ ایمانی سے اسلحہ میں ڈوبے ہوئے کفارِ مکہ کے ٹڈی دل لشکر پر ایسی فیصلہ کن فتح حاصل کی تھی کہ جس نے دنیا بھر کی تاریخ کا رخ تبدیل کر دیا۔ یہاں بلند پہاڑوں سے گزر کر پہنچتے ہیں۔ بدر میں کھجور کے درخت ہیں اور چشمے ہیں جو زمین کے نیچے چل رہے ہیں۔ شہدائے بدر کے مزارات ایک پہاڑی پر ہیں دل و جگر کو شمع و گل بنا کر صاحبزادہ صاحب زیارت کے لئے گئے ۔

شمع ہا بردہ ام از صدق بخاک شہدا   تا دل و دیدہ خونابہ فشانم دادند

بدر سے پہاڑوں کا سلسلہ ختم ہوتا ہے۔ صحرا شروع ہوتا ہے۔ چوبیس پچیس میل طے کرنے کے بعد مستورہ کا مقام آتا ہے۔ اسے بئر مستورہ کہتے ہیں۔ وہاں برساتی نالہ ہے۔ جس کا پانی پہاڑوں سے آ کر بحیرہ قلزم میں چلا جاتا ہے۔ وہاں سے ۲۶ میل جنوب کی طرف حضرت آمنہ والدہ جناب سرور کونین کا مزار مبارک ہے۔ مستورہ سے ستر میل کے فاصلہ پر رابغ کا شہر ہے۔ جو صحرائی آبادی ہے۔ کنوئیں ہیں اور تربوزوں کے لئے مشہور ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جحفہ رابغ ہی کے پاس ہے۔ وہاں سے مکہ معظمہ کوئی نوے میل کے فاصلے پر ہے۔ بئر قفیمہ، مقام خلیص، وادی فاطمہ اور مقام صرف سے ہوتا ہوا قافلہ روانگی کے بارھویں روز مکہ معظمہ پہنچ گیا۔ مقام صرف کے قرب و جوار میں ام المومنین میمونہؓ کا مرقد پاک ہے سفر عصر سے پہلے شروع ہوتا تھا اور اہل قافلہ دن چڑھے اگلی منزل پر فروکش ہو جاتے تھے۔ اتباع رسول کے شوق میں صاحبزادہ صاحب نے وہ رستہ اختیار کیا جو رسول اکرم ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ

Marfat.com

کے ساتھ ہجرت کے موقع پر اختیار فرمایا تھا۔

ایک واقعہ

اس دشوار گزار اور سنسان رستہ پر آپ کو ایک واقعہ پیش آیا جو صوفی طفیل احمد فائق کے حوالے سے بیان کیا جاتا ہے حضور کے ہم سفر صوبیدار میجر خان نے اپنی نقدی اشرفیوں کی صورت میں اپنے فرغل میں سلا رکھی تھیں۔ وہ اس فرغل کو ہر وقت پہنے رہتے تھے۔ ایک مقام پر قافلہ فروکش ہوا تو انہوں نے فرغل اتار کر رکھ دیا اور خود کوزہ لے کر تجدید وضو میں مصروف ہو گئے صالح نامی ایک نوجوان بدو شتربان نے دوڑ کر وہ فرغل اٹھایا اور پہن لیا اور خوشی میں کہنے لگا۔ صوبیدار صاحب کی بخشیش، صوبیدار صاحب کی بخشیش۔ صوبیدار صاحب نے دیکھا تو ان کے اوسان خطا ہو گئے، منت سماجت انعام واکرام کے لالچ یا فہمائش پر صالح فرغل دینے پر آمادہ نہیں ہوتا تھا مجبور ہو کر صوبیدار صاحب نے فرغل زبردستی چھین لیا اور اسے دھکا بھی دیا۔ اس پر صالح بگڑ گیا اور اس کے بہکانے پر تمام ساربان آتش انتقام سے مشتعل ہو گئے۔ اور انہوں نے یہ سازش کر لی کہ اہل قافلہ کو تہہ تیغ کر کے تمام مال واسباب لوٹ لیا جائے۔ سنسان رستہ، وطن سے دوری، اسلحہ ندارد۔ سخت پریشانی لاحق ہوئی۔ صاحبزادہ صاحب نے ایک عمر رسیدہ ساربان کو بلایا اور فرمایا کہ ہم آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتے ہیں۔ ذرا اپنے تمام آدمیوں کو بلا لاؤ۔ وہ سمجھا بجھا کر کسی طرح تمام بدوؤں کو بلا لایا۔ ان کے سامنے آپ نے عربی زبان میں تقریر فرمائی۔

> دیکھئے! ہم لوگ اپنے دور افتادہ وطن سے محض اللہ اور اللہ کے رسول کی محبت میں آتے ہیں اور تمہارے ساتھ بھی حضور ﷺ کے ہم وطن ہونے کی وجہ سے محبت کرتے ہیں۔ ہم ریل گاڑی پر سوار ہو کر بیروت یا حیفہ جا سکتے تھے اور وہاں سے جہاز کے ذریعے بآسانی وقت پر جدہ پہنچ سکتے تھے۔ مگر محض آپ لوگوں کے روزگار کی خاطر اور حضور سرور کائنات ﷺ کے عشق ومحبت کی وجہ سے حضور کی پامال راہوں پر سفر کرتے ہیں اور تمام صعوبتیں برداشت کرتے ہیں۔ مگر آپ لوگ ہیں کہ ذرا ذرا سی بات پر بگڑ جاتے ہیں اور کج روی اور تلخ روئی اختیار کرتے ہیں۔ اگر آپ کا یہی شعار رہا تو اپنے ملک میں تمہاری حرکات کا ذکر کریں گے جس سے تمہارے روزگار پر ہمیشہ کے لیے برا اثر پڑے گا۔ لیکن ہمیں حضور رحمۃ للعالمین کی شرم ہے۔ ہمیں حضور کے وطن کی خاک عزیز ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ہر ہم وطن

Marfat.com

عزیز ہے۔ ہم یہاں کی ایک ایک شے پر فدا ہونے کے لئے آئے ہیں۔ اب آپ خود سوچیں آپ کا فرض کیا ہے۔

یہ آپ کی پہلی تقریر تھی۔ وہ بھی عربی زبان میں اور بالکل بے ساختہ۔ مگر بڑی اثر انگیز اور پر زور تھی۔ بدو اپنے عزائم پر سخت شرمسار ہوئے۔ بعض پر رقت بھی طاری ہوگئی اور دو ایک نیک طبع بدو جو اس سازش سے بے خبر تھے منت سماجت کر کے پوچھنے لگے کہ اصل بات کیا ہے۔ حضور کیوں ناراض ہیں۔ آپ نے فرمایا ہمارے صوبیدار نے اپنا کوٹ لیا ہے اور یہ سب بگڑ بیٹھے ہیں۔ قصہ مختصر تمام بدوؤں نے معافی مانگی۔ صالح اور صوبیدار صاحب کا معانقہ کرایا گیا۔ صلح کرنے کے لئے بدوؤں نے تمام قافلہ کی ضیافت کا اہتمام کیا اور پوری طرح مطیع، منقاد ہو گئے۔ یہ ایک کمسن شہزادہ کے تصرف باطنی اور آپ کی فصاحت و بلاغت کا کرشمہ تھا۔

مکہ معظمہ میں

مکہ معظمہ بہت بڑا شہر ہے۔ آبادی ملتان کے لگ بھگ ہے۔ اگرچہ وادیٔ غیر ذی زرع میں واقع ہے لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو اللہ تعالیٰ نے وہ شرف قبولیت بخشا ہے کہ دنیا بھر کی چیزیں صفا و مروہ کے بازار میں مل جاتی ہیں شہر میں پہنچ کر سامان اپنے ڈیرے پر رکھنے کے بعد صاحبزادہ صاحب اور آپ کے ساتھی احرام باندھے حرم شریف میں پہنچے اور بیت اللہ کا طواف کیا۔ ہر چکر میں حجر اسود کو بوسہ دیا جاتا تھا۔ اور اگر حاجیوں کے ہجوم کی وجہ سے ممکن نہ ہوتا تو دور سے دونوں ہاتھوں کا اشارہ کر کے انہیں بوسہ لیا جاتا تھا۔ طواف سے فارغ ہو کر مقام ابراہیم پر دو نفل واجب الطواف ادا کیے اس کے بعد حطیم کعبہ میں نفل پڑھے جو بیت اللہ سے شمال کی طرف ہے وہاں سے فارغ ہو کر مقام ملتزم پر کھڑے ہو گئے۔ اور بیت اللہ شریف کی چوکھٹ کو تھام لیا یہ قیام اس طرح تھا جیسے بارگاہ ربانی میں حاضر ہیں۔ بے اختیار رقت طاری ہو گئی۔ یہاں معبود اور بندے کے درمیان کوئی پردہ حائل نظر نہ آیا۔ انسانی فوز و فلاح کی یہ معراج تھی۔ معلم کی طرف سے بھی ہدایت تھی کہ خوب گڑ گڑا کر دعا مانگیں۔ یہاں سے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کے لئے گئے۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کا اپنے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کی محبت میں پانی کی خاطر دوڑنا خداوند تعالیٰ کو ایسا پسند آیا کہ ہزاروں سال سے وہ سنت ادا کی جا رہی ہے اور تا قیامت ادا کی جائے گی۔ جہاں آپ دوڑی تھیں وہاں کم از کم مردوں کو ضرور دوڑنے کا حکم ہے۔ وہاں سے لوٹ کر آپ اپنے ڈیرے کی طرف تشریف لے گئے۔ حجامت کرائی سارا سر منڈایا اور پھر احرام کھولا۔ اس سے پہلے اگر کھولا جاتا تو ایک بکرا قربان کرنا پڑتا۔ لیکن

Marfat.com

رو سے اصطلاح ""ذم "" پڑ جاتا۔

اہل تحقیق کے اندازہ کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ظہور ۲۱۰۰ ق م کے لگ بھگ عراق کے شہر اُر میں ہوا جہاں شرک اور بت پرستی کا دور دورہ تھا۔لوگوں نے اپنے خداؤں اور دیوتاؤں کے کوئی پانچ ہزار نام رکھے ہوئے تھے۔مادہ پرستی اور سود خوری تمام قوم کی گھٹی میں پڑ چکی تھی۔حکمران خاندان کے بانی اول کا نام ارنمو (۲۳۰۰ ق م) تھا۔جس سے اس خاندان کو نمو کہا گیا۔عربی زبان میں یہ لفظ نمرود بن گیا۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نمرود اپنے آپ کو عراق کا حاکم مطلق اور خدائی صفات میں شریک سمجھتا تھا۔ظاہر ہے کہ سارے کا سارا معاشرہ خلیل اللہ کے لئے بے حد ناپسندیدہ تھا۔آپ کا مشن دعوت الی اللہ دینا اور معاشرے میں عدل و انصاف اور مساوات کو رواج دینا تھا۔اس لئے آپ کو آزمائشوں سے دوچار ہونا پڑا۔لیکن آپ کا عزمِ بلند ہر آزمائش کو پھاندتا ہوا آگے نکل گیا۔آپ نے بطحا کی وادی غیر ذی زرع میں حضرت آدم علیہ السلام کے منہدم شدہ خانہ خدا کی بنیادوں پر بیت اللہ اسی لئے تعمیر کیا تھا کہ علمبردارانِ توحید کا مرکز بنے اس کی ابتدا نہایت ہی معمولی تھی۔حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام دونوں باپ بیٹا دیوار کعبہ تعمیر کرنے والے تھے۔لیکن اس ابتدا کے پیچھے غیر معمولی جذبہ کارفرما تھا۔اس لئے اسے غیر معمولی فروغ حاصل ہوا۔اولاد ابراہیم کی دو بڑی شاخیں تھیں۔اول حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد جو عرب میں پھیلی۔قریش کا تعلق اسی شاخ سے تھا۔دوم حضرت اسحاقؑ کی اولاد جس میں حضرت یعقوب، حضرت یوسف، حضرت موسےٰ، حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت یحیےٰ اور حضرت عیسےٰ علیہم السلام تھے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات سے چار سو پچاس سال بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس میں ہیکل تعمیر کرایا جو اہل توحید کا مرکز بنا۔لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آٹھ سو سال پہلے گزرے ہیں۔اس لئے بیت المقدس میں مرکز توحید حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ساڑھے بارہ سو سال بعد بنا ہے۔دوسرے الفاظ میں کعبۃ اللہ کو بیت المقدس پر اولیت حاصل ہے۔اسی لئے قرآن مجید فرماتا ہے۔

ان اوّل بیت وضع للناس للذی ببکة مبارکاً وھدیً للعالمین ط

اس لئے جب تک حضرت اسحٰق علیہ السلام کی اولاد میں نوعِ انسانی کی امامت رہی بیت المقدس قبلہ رہا اور جب بنی اسرائیل کی بداعمالیوں کی وجہ سے منصب امامت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں منتقل ہو گیا تو تبدیلی امامت کے ساتھ تحویل قبلہ بھی لازم تھی۔اس لئے حضرت ابراہیم

Marfat.com

علیہ السلام کا تعمیر کردہ مرکز توحید یعنی کعبۃ اللہ مرکز امم قرار پایا۔ اسے تقدم زمانی حاصل تھا۔ اس کی بنیاد حضرت آدم صفی اللہ نے رکھی تھی اس کی تعمیر کرنے والے حضرت ابراہیم خلیل اللہ مؤسس ملت اسلامیہ اور حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہم السلام تھے اور جس شہر میں یہ واقع تھا وہاں فخر اولاد آدم، سرور انبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تھے اسلئے یہ برتر اور اشرف بھی تھا اور اسی لئے ہمیشہ کے لئے توحید پرستوں کا مرکز بنا۔

۷/ذی الحج کو جمعہ کا روز تھا۔ اطراف و اکناف عالم سے حجاج قافلہ در قافلہ پہنچ چکے تھے۔ تمام خوش تھے کہ نماز جمعہ بیت اللہ میں ادا کرنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔

صاحبزادہ صاحب اور آپ کے ساتھیوں نے بڑے اہتمام سے تیاری کی۔ حرم شریف میں پہنچے۔ تل دھرنے کی جگہ نہیں تھی۔ انسانوں کا ایک کھولتا ہوا سمندر تھا بے شمار صفیں تھیں۔ اس منظر کا فوٹو ملک محمد الدین صاحب ایڈیٹر ''صوفی'' نے حاصل کیا جس سے متاثر ہو کر شفق رضوی عماد پوری نے مندرجہ ذیل اشعر کہے:

ہجوم خلق وہ اور جوشِ زائران حرم — وہ لامکاں کی طرح وسعت مکان حرم
وہ منبر اور وہ خوش لحن خطبہ خوان حرم — منارے اور وہ گلدستہ اذان حرم
اذان وہ گنبد افلاک جس سے گونج اٹھے
فلک سے تا کرّہ خاک جس سے گونج اٹھے

دلوں میں گھر کرے وہ صوتِ دلستان خطیب — وہ لحن اور وہ شیرینی زبان خطیب
وہ لہجہ عربی اور وہ لسان خطیب — وہ قرأتیں وہ خوش آہنگی بیان خطیب
چلے فصیحوں کے دل پر چھری مقال ایسے
فرشتے حال میں آجائیں سن کے قال ایسے

نماز جمعہ وہ اللہ اکبر اور وہ سجود — مکبروں کی صدائیں وہ اور قیام وقعود
زمین پہ رحمت باری کا وہ فلک سے ورود — وہ آگے عبد کے ہر سمت جلوہ معبود
جدھر کو جھک گئے قبلہ جھکا نظر آیا
خدا کے گھر میں خدا ہی خدا نظر آیا

ان اشعار میں خطبہ اور نماز باجماعت کی کیفیت بڑی عمدگی سے بیان کی گئی ہے۔ ہم بھی چشم تخیل

۱۔ رسالہ صوفی۔ بابت ماہ جولائی ۱۹۱۴ء صفحہ نمبر ۳۲۔۳۳۔

۲۔ ملک محمد الدین صاحب مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ کے بہت سے فوٹو لائے تھے اور مرقع (بقیہ صفحہ نمبر ۱۷۳ کے حاشیہ میں ملاحظہ

سے اس منظر کو دیکھ کر اس کیفیت کا کچھ تأثر اپنی طبیعت پر طاری کر سکتے ہیں۔ جب امام نے سلام پھیرا اور صاحبزادہ صاحب نے بیٹھے بیٹھے حرم پاک میں بے پناہ مجمع پر نگاہ دوڑائی تو سوچنے لگے کتنے لوگ ہوں گے جو قیام کعبہ سے لے کر اس وقت تک تشنگی توحید بجھانے کیلئے اس چشمہ شیریں پر پہنچے ہیں۔ آپ نے خیال فرمایا اگر ریت کے ذرّوں کی گنتی کی جاسکتی ہے، اگر سمندر کے قطروں کا حساب ممکن ہے، اگر ستاروں کا شمار ہوسکتا ہے تو یہ بھی ممکن ہے کہ ان انسانوں کا اندازہ کرلیا جائے جنہوں نے یہاں آکر بادہ توحید سے سرشاری حاصل کی۔

فریضہ حج کی ادائیگی

۸/ذی الحج آئی اور فریضہ حج ادا کرنے کی تیاریاں شروع ہوگئیں۔ حاجیوں نے احرام باندھا اور منیٰ پہنچ گئے۔ جو شہر مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ وہاں ظہر سے لیکر ۹/ذی الحج کی صبح تک پانچ نمازیں ادا کیں۔ جب سورج نکل آیا اور کرنیں پھیل گئیں تو ایک ہی لباس میں ملبوس، سر کی ایک ہی وضع قطع کے ساتھ لاکھوں حجاج کا سیل بے پناہ عرفات کی طرف روانہ ہوگیا روایت ہے کہ جب جبل رحمت پر حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی تو حضرت حوّا علیہا السلام کو آپ کے سامنے لایا گیا۔ دونوں نے ایک دوسرے کو پہچانا۔ اس تعارف کی بنا پر اس جگہ کا نام عرفات پڑ گیا۔ لیکن صاحبزادہ صاحب فرماتے ہیں انہوں نے عرفات میں خدا کو اچھی طرح پہچانا اس کے بھیجے ہوئے دین کی حقانیت کا پوری طرح عرفان حاصل کیا اور انہیں اس بات کا حق الیقین ہوگیا کہ زندہ خدا کا زندہ مذہب بڑی توانائی کے ساتھ ہمیشہ زندہ رہے گا۔ یہ اسی زندہ مذہب کی معجز نمائی تھی کہ اسود و احمر ایک ہو رہے تھے۔ رنگ اور نسل کا امتیاز ختم ہو رہا تھا اور مشرق و مغرب کا فرق کافور ہوچکا تھا۔ اسی زندہ مذہب نے گوناگوں اقوام اور ملل کے لوگوں کو ایک

(بقیہ حصہ صفحہ نمبر ۱۷۲) حجاز کے نام سے چھپوا کر انہیں طول و عرض ہند میں تقسیم کیا تھا۔ یہ بھی فیض جناب ابوالبرکات تھا، مولانا نیاز فتح پوری نے اس مرقع لطیف کے متعلق ملک صاحب موصوف کے یہ اشعار لکھ بھیجے۔

آپ کا بھیجا ہوا مجھ کو مرقع مل گیا ۔۔۔ دیکھتے ہی جس کو میرا غنچہ دل کھل گیا
صفحہ کاغذ کی وہ بیکس صباحت دیدہ زیب ۔۔۔ اور نقشہ کی ملاحت دلستان و دلفریب
وہ مناظر شرب و بطحا کے وہ حج کا سماں ۔۔۔ ہر ادا سے جن کی ہے اسلام کی شوکت عیاں
یوم جمعہ حاجیوں کی وہ قطاریں بے شمار ۔۔۔ سعیٔ مروہ کا وہ منظر اور وہ رمی جمار
مجمع حجاج کی اُف یہ فراوانی شوق ۔۔۔ وہ طواف کعبۃ اللہ میں نہاں پایاں ذوق
آپ کی کوشش مجھے تسکین و راحت ہوگئی ۔۔۔ یعنی گھر بیٹھے یہاں حاصل زیارت ہوگئی

(صوفی ماہ جولائی ۱۹۱۳ء)

Marfat.com

دوسرے کی زبان سے نا آشنا ہونے کے باوجود ایک ہی رنگ میں رنگ دیا تھا اور جنہیں اب عرفات کے میدان میں ایک ہی جذبہ نے مست و مدہوش بنا رکھا تھا۔ ایسے وحدت پرور ماحول میں اگر توحید خداوندی اظہر من الشمس نہ ہوتی تو اور کیا ہوتا۔ اس روز عرفات کے میدان میں تمام نوع انسانی ایک برادری بن چکی تھی۔ تمام اختلافات مٹ چکے تھے۔ مساوات انسانی کا اس سے زیادہ موثر درس اس طرح عملی طور پر اور کہاں مل سکتا تھا۔ کوئی تہذیب، کوئی دین، دنیا کے کسی گوشے میں اس کی ادنیٰ ترین مثال بھی پیش نہیں کر سکتا۔ دنیا بھر کی تہذیبیں بلا استثنائے احدئ اپنے ادعائے برتری کے باوجود گورے اور کالے، آقا اور غلام، اعلیٰ اور ادنیٰ، یگانے اور بیگانے، سرمایہ دار اور مفلس کے اندوہناک امتیاز قائم کرنے میں مصروف تھیں۔ مگر یہاں منیٰ اور عرفات میں اسلام مدتہائے دراز سے ہر سال ان تمام امتیازات کو ختم کر کے مساوات اور یک رنگی کا عدیم النظیر نمونہ پیش کر رہا تھا یہ اسلام کی زندگی اور توانائی کا انمٹ ثبوت تھا۔ اس نے واضح کر دیا کہ اسلام بنی نوع انسانی کا حقیقی محسن ہے۔ اسی نے وقار انسانی قائم کیا ہے اور اسی کی بدولت انجام کار اولاد آدم تمام کرہ ارض پر ایک خانوادہ کی طرح زندگی بسر کریگی۔ صاحبزادہ صاحب ان معارف اور حقائق پر غور فرما رہے تھے اور مستقبل کے پردوں میں سے دیکھ رہے تھے کہ اس وحدت پر سالانہ اجتماع کی برکت سے ملت اسلامیہ کو بے پناہ تجارتی۔ سیاسی اور تمدنی فوائد حاصل ہونے والے ہیں۔ آپ کی روحانی کیفیت اور آپ کے ذہنی تاثرات کا عجیب عالم تھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ عرفات کے توقف میں انہیں وہ سرور روحانی حاصل ہوا اور انہوں نے رحمت الٰہی کی ایسی گھنگھور گھٹائیں بارش برساتی دیکھیں کہ الفاظ ان کے بیان سے قاصر ہیں۔

بعد از زوال آفتاب تمام حاجیوں نے جبل رحمت کی طرف منہ کر کے درگاہ الٰہی میں گناہوں کی معافی کے لئے دعا مانگی۔ یہ توبہ استغفار دراصل ابوالخلائق سیدنا آدم علیٰ نبینا وعلیہ السلام کی اجابت دعا اور قبولیت توبہ کی یادگاریں منانے کا طریقہ ہے۔ اصلاح نفس کے لئے توبہ ضروری ہے۔ اس کا موقع عطا کیا گیا تھا۔ قبولیت کی نوید دی گئی تھی اور روح کو پاکیزگی ہونے کی خوشخبری تھی غروب آفتاب کے بعد عرفات سے مزدلفہ جا کر رات بسر کی اور اگلے روز یعنی دسویں کو طلوع آفتاب سے پہلے مشعر الحرام سے روانہ ہو کر منیٰ پہنچے۔ شیطان کو کنکر مارے (رمی جمرة العقبیٰ) کی رسم ادا کی اور قربانی اور سر تراشی (حلق راس) کے بعد مکہ معظمہ کر طواف کیا اور اسی روز منیٰ واپس ہو گئے۔ ۱۱ رذی الحج کو منیٰ میں قیام کیا۔ سنت نبوی کے مطابق بارھویں ذی الحج کا دن وہی گزارا اور رمی جمرة الدنیا کے بعد وادی محصب میں ظہر، عصر، شام

عشاء کی چار نمازیں ادا کیں۔ اب حج کے تمام مناسک ادا ہو چکے تھے اور حاجی فارغ تھے۔ جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کے روضہ اقدس پر حاضری دینا تھی وہ محمل سوار ہونے لگ گئے اور جو یہ شرف پہلے حاصل کر چکے تھے انہوں نے گھروں کو واپسی شروع کر دی۔

حج کے موقع پر ہر سال دین حنیف کے لاکھوں پیروان کار کا اجتماع حضرتِ ابراہیم خلیل اللہ کے جذبہ کی یادگار قائم رکھنے کے لئے بھی ضروری ہے۔ حج کو فرض قرار دینے میں یہ مقصد مضمر تھا کہ جس عزم کامل کے ساتھ بت پرستوں کے معاشرہ میں انہوں نے علمِ توحید بلند کیا تھا۔ اس مبارک عزم کی سال بسال آبیاری ہوتی رہے۔ کیونکہ مطالعہ تاریخ بتاتا ہے کہ انسان بہت جلد اعلیٰ مقاصد کو بھول کر غیر متمدن اور وحشی قبائل کی زندگی بسر کرنا شروع کر دیتا ہے۔ بالخصوص عام طبقے کا انسان تو ان قبائل کی ذہنی سطح کے ہمیشہ قریب رہتا ہے اور اسے غیر متمدن اور وحشیانہ اوضاع واطوار اختیار کرتے دیر نہیں لگتی۔ ایک طرف تو یہ خطرہ موجود ہے اور دوسری طرف اہل عالم نت نئے بت تراشنے میں ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ اگر وہ مجازی اور مادی بت نہیں بنائیں گے تو ذہنی بت تراش لیں گے اور ان کی اس طرح پرستش کرائیں گے جس طرح خداوند حقیقی کی ہونی چاہیے ان خطرات کے ہوتے ہوئے اللہ جل شانہ' نے لاکھوں لوگوں کو ہر سال کعبہ شریف کے اردگرد جمع کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دیئے ہوئے درسِ توحید کا شدومد سے اعادہ لازمی قرار دیا ہے۔

صاحبزادہ صاحب قبلہ فرماتے ہیں کہ اسوہ ابراہیمی ایک اور اہم صفت اختیار کرنے کے لئے بھی بڑے موثر انداز میں ترغیب دیتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدائے واحد کے سامنے سرِ تسلیم خم کیا تھا۔ مشرک اور اصنام پرست لوگوں نے اس جرم کی بنا پر آپ کو سزا دینے کے لئے نذر آتش کرنے کا فیصلہ کیا۔ آپ سزا جھیلنے کو تیار ہو گئے مگر خالق ارض وسما کے سامنے آپ نے جو سرافگندگی اختیار کی تھی اسے ترک نہ کیا۔ بعد میں انہیں اپنے لختِ جگر کی قربانی کا اشارہ ہوا۔ یہ اور بھی زیادہ سنگین آزمائش تھی لیکن اس موقع پر بھی آپ نے بطیب خاطر رضائے الٰہی کے سامنے سر جھکا دیا اور پھر تسلیم ورضا تنہا آپ کا شیوہ نہیں تھا بلکہ آپ کا سارا خاندان اس مبارک صفت سے متصف تھا۔ آپ کی بیوی حضرت ہاجرہ علیہا السلام تھیں تو تسلیم ورضا کی تصویر اور آپ کے خورد سال حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے تو مجسم تسلیم ورضا اور اسلام ہے بھی یہی۔

یہ شہادت گہِ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

Marfat.com

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سارے خاندان نے اس صفت کا جس خوبصورتی سے اہل عالم کے سامنے مظاہرہ کیا اور اس سلسلہ میں خداپرستوں کے اس بینظیر خاندان نے جو جو مبارک اعمال وافعال دکھائے حج کے موقع پر ان سب کو دہرایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو خاندان نبوت کا ایک ایک فعل پسند تھا کیونکہ ہر فعل سے بوئے محبت آتی تھی۔ محبت کے بغیر تسلیم اختیار کی ہی نہیں جا سکتی اس لئے مناسک حج کے ذریعے ہر سال یہ سبق عملاً دیا جاتا ہے کہ ایک اولوالعزم پیغمبر نے جس طرح تسلیم ورضا اپنا پیشہ بنالیا تھا۔ اے مسلمانوں احکام خداوندی کے سامنے تم بھی اسی طرح شیوہ تسلیم اختیار کرو۔

حج کی ان تمام حکمتوں پر غور کرتے ہوئے صاحبزادہ صاحب قبلہ نے واپسی کی تیاریوں کا آغاز کر دیا۔ جدہ سے جہازوں کی روانگی کے متعلق معلومات حاصل کیں۔ ٹکٹ حاصل کرنے کے لئے تگ ودو شروع فرما دی۔ کعبۃ اللہ پر الوداعی حاضریوں کا آغاز ہو گیا۔ الوداعی طواف ہونے لگے۔ حجر اسود کے بوسے زیادہ اہتمام سے دیئے جانے لگے۔ آب زمزم کے تبرک کا استعمال بالالتزام شروع ہوا۔ اعزا اور احباب کے لئے تحفے تحائف کی خرید شروع ہو گی۔ آپ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے روضہ انور پر بھی حاضری دی۔ باقی زیارات پر بھی گئے۔ غرباء مساکین اور دیگر مستحقین مکہ میں خیرات تقسیم کی۔ فضا الرحیل پکار رہی تھی۔ اس لئے آخر آپ بھی حرم محترم سے با چشم پرنم رخصت ہوئے اور جدہ پہنچ کر جہاز پر سوار ہو گئے۔ جہاز پر سوار ہونے سے پہلے آپ نے اس سرزمین پاک کی آخری زیارت گاہ پر بھی حاضری دی۔ یعنی نوع انسانی کی جدہ محترمہ حضرت حوا علیہا السلام کے مزار مبارک پر جا کر فاتحہ خوانی کی۔ حضرت حوا علیہا السلام کے اس رشتہ کے زیر نظر اس مقام کا نام "جدہ" ہے۔

مراجعت وطن

بحیرہ قلزم میں سے گزرتا ہوا آپ کا جہاز بحر ہند میں داخل ہو گیا۔ اسے ساحل بمبئی پر پہنچنا مقصود تھا۔ سطح سمندر پر جہاز کے ایک کمرہ میں آپ سفر طویل وبعید کی تکان دور فرما رہے تھے۔ کچھ دیکھنے اور حاصل کرنے کی جو آرزو پچھلی بار بحری سفر کرتے ہوئے آپ کے لئے بیتابی تھی۔ اب بار آور ہو چکی تھی۔ دو ماہ کے مختصر عرصے میں آپ جہاں جہاں پہنچے تھے اور آپ نے جو کچھ دیکھا تھا وہ محیر العقول ہے۔ وقت مختصر تھا مگر منافع کثیر تھے جو آپ نے حاصل کئے اب آپ کی نگاہ بدر جہا زیادہ زمانہ شناس اور حقائق آشنا ہو چکی تھی۔ اس لئے آپ کا سفر نامہ ہمیں کے لئے بصیرت افروز ہے گا۔ جس نقطہ نگاہ سے آپ نے تاریخی مقامات کو دیکھا اور جس جذ

Marfat.com

کرآپ نے سیر وسیاحت کی یہ ایمان افروز اور ملت پرور ہے۔ ممکن نہیں کہ کوئی شخص آپ کا
نامہ پڑھے اور اس کے جذبہ ایمان میں پختگی پیدا نہ ہو یا درد ملت اس کے دل میں دو چند نہ ہو
ئے۔

چند دنوں کے بعد آپ ساحل ہند پر اترنے والے تھے آپ پھر اس برصغیر میں واپس
رہے تھے جو غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔ جہاں ابنائے وطن برطانوی سامراج کے تلے
راہ رہے تھے۔ جہاں چالیس کروڑ انسانوں کی وقعت پرکاہ کے برابر بھی نہ تھی۔ مصر آزاد تھا،
ام اور حجاز کے ملک آزاد تھے۔ آپ سوچتے تھے ہند کے گلے میں کیوں طوق غلامی پڑا ہوا ہے۔
وال عالم سے اب آپ پوری طرح آگاہ ہو چکے تھے۔ آپ کی نگاہ میں آفاقیت پیدا ہو چکی تھی۔
پ انگریزوں کے مکروفریب اور ان کی شعبدہ بازیوں سے اچھی طرح باخبر ہو چکے تھے۔ آپ کو
م تھا کہ ہندوستان غلام ہے اور اسلامی ممالک کے گلے میں غلامی کا پھندا ڈالنے کے لئے بھی
ریز حیلے بہانے تلاش کر رہا ہے۔ آپ غور فرما رہے تھے کہ انگریز کے تغلب کا خاتمہ کس طرح
یا جاسکتا ہے۔ یہ سخت مشکل کام تھا۔ اس کو انجام دینے کیلئے زبردست قوت ایمانی اور ان تھک
شوں کی ضرورت تھی۔ آپ حیران تھے کہ ہندوستان کے گراں خواب مسلمانوں کو کس طرح
دار کیا جائے تاکہ قرنِ اولیٰ کے جذبہ ایمانی سے کام لے کر وہ پھر باطل کو شکست دیں اور حق
سر بلند کریں سفر حج نے ان کے جذبہ ایمان کو عجیب وغریب توانائی سے معمور کر دیا تھا اور انہیں
ین دلایا تھا کہ اسلام دنیا میں ایک عظیم کردار انجام دے سکتا ہے۔ وہ چاہتے تھے کہ واپس جا کر
وئی کام کریں اور ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر بیٹھ نہ جائیں۔ سمندر کی تنہائیوں میں ان کے دل میں عجیب
ولہ انگیز خیالات پیدا ہو رہے تھے۔

ان خیالات کے ساتھ ساتھ ایک اور جذبہ بھی ابھر رہا تھا۔ آپ خوش تھے وطن مالوف
لوٹ رہے ہیں۔ والد صاحب قبلہ کی قدمبوسی نصیب ہوگی۔ بھائیوں سے بغلگیر ہوں گے۔
دفرقت دور ہوگا۔ باقی اعزا اور اقرباء سے ملاقات ہوگی۔ پیر بھائی آئیں گے اور ان کا خلوص
بت افزا ہوگا۔ وہی صحرائے نجد ہوگا اور وہی قیس یعنی جلالپور شریف کی پاکیزہ اور محبت پرور فضا
ں وہ پھر سانس لیں گے۔

لپسی پر آپکا شاندار استقبال

آپ ساحل بمبئی پر اترے تو بلا توقف گھر پہنچنے کے لئے گاڑی پر سوار ہو گئے۔ روانگی سے
پ نے اپنے والد ماجد جناب قبلہ سید محمد مظفر الدین شاہ صاحب کی خدمت میں اپنی آمد

Marfat.com

کے متعلق جلالپور شریف تار بھیج دیا۔ چنانچہ صاحبزادہ صاحب منڈی بہاؤالدین کے سٹیشن پر گاڑی سے اترے تو مشتاقان زیارت کا ایک انبوہ کثیر موجود تھا۔ پیر بھائی دور دور سے پہنچ گئے تھے۔ آپ کو دیکھتے ہی صاحبزادہ سید محمد فضل شاہ صاحب زندہ باد کے نعرے بلند ہونے شروع ہو گئے۔ آپ کے عزیز بھائی سید محمد مہر شاہ صاحب، سید محمد کرم شاہ صاحب اور سید محمود شاہ صاحب تو استقبال کے لئے لاہور پہنچ گئے تھے۔ وہاں بھی پیر بھائیوں کا خاصہ مجمع ہو گیا تھا اور آپ کو پھولوں کے ہار پہنائے گئے۔ لیکن منڈی بہاؤالدین کے اسٹیشن پر جو اجتماع تھا وہ حاضرین کی تعداد اور ان کے جوش خروش کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ تھا۔ ہر ایک کی خواہش تھی کہ سب سے پہلے شرف قدمبوسی حاصل کرے۔ تمام بے تاب تھے۔ فرط مسرت وعقیدت سے اشکبار تھے اور ''صاحبزادہ صاحب زندہ باد'' کے نعرے بلند کر رہے تھے۔ بڑی دیر کے بعد ہر ایک کی آرزوئے قدمبوسی پوری ہوئی۔ پھر حضور اپنے بھائی صاحبان کے ساتھ گھوڑیوں پر سوار ہو کر جلالپور شریف کی طرف روانہ ہو گئے۔ راہ میں دیہات کے لوگ شوق زیارت میں گھروں سے باہر نکل آئے تھے اور جلالپور شریف میں قبلہ ثانی صاحب بھی شفقت پدری کا بے نظیر تحفہ لئے ہوئے خوش خوش ''گھنڈر'' پر تشریف فرما تھے۔ نیاز مند بھی کثیر تعداد میں حاضر تھے صاحبزادہ صاحب گھوڑے سے اتر چکے تھے۔ آگے بڑھے اور قبلہ والد ماجد کے قدمبوس ہوئے۔ حضور نے فرطِ محبت سے گلے لگایا اور پیشانی کا بوسہ لیا۔ وسط دسمبر ۱۹۱۳ء تھا اور پورے ساڑھے تین ماہ بعد بلاد اسلامیہ کی سیر اور حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہو کر قبلہ صاحبزادہ صاحب واپس جلالپور شریف پہنچ چکے تھے۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

مجاہدانہ گرمجوشی سے پہلے

Marfat.com

چہ باید مرد را طبعِ بُلندے مشرب نابے
دلِ گرمے نگاہِ پاک بینے، جان بے تابے

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب سوم

مجاہدانہ گرمجوشی سے پہلے

ایامِ ولیعہدی

ہولے ہولے قبلہ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت مبارک پر استغراق کا غلبہ ہو رہا تھا۔ یا تو وہ ایام تھے جب آپ شہ زوری میں اپنی مثال آپ تھے اور لنگر شریف کے جملہ انتظامات کے سلسلہ میں اس عالی ہمتی اور بلند نظری کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔ جو ہر صاحب عزم شہزادہ والا تبار کا امتیازی وصف ہوتا ہے۔ یا اب آپ کی طبیعت علیل رہنے لگ گئی۔ امورِ لنگرِ عالیہ سے بے نیازی شروع ہوگئی۔ وجد و کیف کی ایک خاص کیفیت تھی۔ جو طبیعت پر ہر وقت طاری رہتی تھی۔ آپ وظائف بھی درویشوں سے سنتے تھے۔ ایک محویت کا عالم تھا اطبا اسے ضعف قلب پر محمول کرتے تھے لیکن اسرار و رموز سے باخبر انسان اسے تعلق باللہ کی ایک خاص علامت سے تعبیر کرتے تھے۔ اپنی اس کیفیت قلبی اور عالم وجد و استغراق کی بنا پر قبلہ ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لنگر شریف کے تمام انتظامات اپنے ولی عہد حضرت سیّد محمد فضل شاہ صاحب مدظلہ العالی کے سپرد فرما دیے۔ اپنے علم و تجربہ اور جواں ہمتی کی بنا پر صاحبزادہ صاحب خدمات جانشینی بجالانے کے لیے ہر طرح موزوں تھے۔ جون ۱۹۱۴ء کے رسالہ صوفی میں تلہ گنگ کے سید حبیب شاہ صاحب چشتی حیدری کا ایک مقالہ شائع ہوا ہے۔ جو اس ضمن میں تمام امور پر خاصی روشنی ڈالتا ہے۔

"یکم و دوم مئی ۱۹۱۴ء مطابق ۵ و ۶ جمادی الثانی ۱۳۳۱ھ حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہ العزیز کا چھٹا عرس مبارک تھا۔ فصل ربیع کی مصروفیتوں کے باوجود ہزار ہا پیر بھائی حاضر تھے۔ فضلا اور صوفیاء کی بڑی تعداد تھی۔ سلطان الواعظین مولوی سلطان محمود صاحب ساکن گنجہ ضلع گجرات ہر طرف کی دعوتیں چھوڑ کر مجلس عرس میں حاضر ہوئے تھے۔ آپ نے "واعتصموا بحبل الله جمیعا" کی آیت قرآنی پڑھ کر لگاتار تین گھنٹے وعظ کیا اور ثابت فرمایا کہ صراط مستقیم دراصل انہی خدا رسیدہ بزرگوں کا رستہ ہے۔ ان کے علاوہ مولوی عبدالعلی صاحب المعروف حافظ جھنڈا مولوی میر اسداللہ صاحب گجراتی' مولوی حاجی محمد سعید صاحب اتالیق صاحبزادہ صاحبان اور مولوی نور محمد صاحب سکنہ چک مجاہد نے بھی اپنی مقررہ باری پر وعظ فرمایا۔ عرس مبارک بڑا پر رونق تھا۔ اس

Marfat.com

روح پرور منظر کو دیکھ کر سیّد حبیب شاہ صاحب نے بصورت مسدس یہ اشعار لکھے:

احسان سے ایزد کے نہیں یہ بھی تو خالی ‍ ‍ ‍ نائب سے رہا خالی نہ سجادہ عالی
ہے طرز وہی چشم وہی تازگی والی ‍ ‍ ‍ انصاف سے کہتے ہیں کہ ہیں شاہ جلالی
لنگر میں مجالس کی کمی کون سی آئی
سچ شاہ مظفر نے خلافت ہے سجائی

ہے طور عبادت نے وہی نقشہ جمایا ‍ ‍ ‍ اوقات وظائف کو بھی ویسا ہی بنایا
اور فقر کا خرقہ بھی اسی طرح سجایا ‍ ‍ ‍ اخلاق میں بھی مرتبہ کچھ کم نہیں پایا
منہ فانی سے جب حضرت داؤد نے موڑا
کیا غم کہ ولیعہد سلیمان تھا چھوڑا

کیسے پاکیزہ خیالات اور احساسات ہیں۔ قبلہ ثانی صاحب سے کیا عقیدت اور اخلاص ہے۔ حضور جس شان سے مسند آرائے خلافت تھے۔ اس کا کیسا عمدہ بیان ہے۔

ان تمام باتوں کے باوجود سید حبیب شاہ صاحب اس امر کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں جو تمام پیر بھائیوں کے لئے موجب سوہان روح بنا ہوا تھا۔ یعنی شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ گزشتہ ایام میں قبلہ ثانی رحمۃ اللہ علیہ صاحب کی طبیعت کچھ علیل رہی تھی۔ اس لئے آپ اس دفعہ کچھ ضعیف تھے۔ بنابریں قبلہ صاحبزادہ الحاج سید محمد فضل شاہ صاحب کو تمام امور سپرد کر دیئے گئے تھے۔ گو رہنمائی اور پرسش جاری تھی۔ اس کے بعد شاہ صاحب موصوف قبلہ صاحبزادہ صاحب کی شخصیت اور کارکردگی کے متعلق فرماتے ہیں:

میں اس موقع پر خواجہ حاجی سید محمد فضل شاہ صاحب کے خداداد سلیقہ کا مدّاح ہوں جو حضرت سید محمد مظفر شاہ صاحب سجادہ نشین کے بڑے صاحبزادے اور حضرت خواجہ قبلہ عالم کے پوتے ہیں اگرچہ عمر بیس ۲۰ سال سے کم ہوگی۔ مگر استعداد اور لیاقت علمی میں خاصہ ملکہ حاصل کر لیا ہے اور فقر کی طرف ابتداء ہی سے اس قدر مائل تھے کہ بفضل خدا خلافت مل گئی تھی۔ اور اس سال حج اور زیارت حرمین سے بھی مشرف ہوئے ہیں۔ لنگر شریف اور مجالس کا انتظام آپ کا ہے۔ ہر طبقہ کے لوگ اس قدر ہجوم سے آپ کے مہمان تھے مگر کیا مجال کہ کسی کو ٹھہرنے کی جگہ یا بستر ے یا فرش فروش تک کی بھی شکایت ہوئی ہو اور لطف یہ کہ اس قدر آدمیوں کی ضیافت صرف ایک جگہ پک کر تقسیم ہوتی رہی اور کوئی شور و غل مطلق نہیں ہوا۔

Marfat.com

اس مقالہ میں صاحبزادہ سید محمد مہر شاہ صاحب کے متعلق بھی ان الفاظ میں اظہار خیال کیا گیا ہے:

''حضرت صاحبزادہ سید مہر علی شاہ صاحب آپ (صاحبزادہ سید محمد فضل شاہ صاحب) کے چھوٹے برادر عزیز خاص لنگر کی تقسیم کے وقت بذات خود موجود ہوتے تھے۔ اور موسم میں ایسی گرم جگہ میں نہایت فراخدلی اور بہادری سے بیٹھ کر اپنے دادا جی کی مدارت میں سعادت کا حصہ لیتے رہے۔ کیوں نہ ہو۔ کل شئیٔ یرجع الیٰ اصلہٖ''

سید حبیب شاہ صاحب لنگر شریف کے ان انتظامات کو حضرت خواجہ غریب نوازؒ قبلہ عالم کی ظاہر کرامت سے تعبیر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں یہی وجہ ہے کہ لنگر شریف میں ہر سال ترقی ہے اور انشاءاللہ آئندہ بھی ہوگی۔ الحمدللہ

اس نیک آرزو، نیک دعا اور امید پاک کے علاوہ شاہ صاحب نے قبلہ سید محمد فضل شاہ صاحب کے متعلق مندرجہ ذیل اشعار درج کیے ہیں:۔

پوتے ہیں جواں فضل شاہ عالم و فاضل بچپن سے جو ہیں علم پہ اور فقر پہ مائل
اخلاق پسندیدہ عجب نیک خصائل ہے شکل بھی دادا کی، ملے ان سے شمائل

آسیب نظر دور یہ جب چاند بڑھے گا
ہو بدر جہاں روشن و پرتاب کرے گا

ظاہر ہے ایام ولیعہدی میں بھی قبلہ صاحب زادہ حسن و خوبی کے ساتھ لنگر شریف کے انتظامات چلا رہے تھے۔ تعویذ نویسی تو حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ سے آپ کے سپرد تھی۔ اب بیعت کا کام بھی آپ کے حوالے کر دیا گیا ساتھ ساتھ آپ مولوی محمد سعید ۱ صاحب سے تعلیم بھی حاصل کر رہے تھے۔ آپ کا مقصد تکمیل دینیات تھا۔ عام مطالعہ بھی بدستور جاری تھا۔ اخبارات اور رسائل آ رہے تھے۔ ادب اور تاریخ کی کتابیں زیرِ مطالعہ تھیں۔ ابوالکلام آزاد، عبدالحلیم شرر اور حسن نظامی رحمۃ اللہ علیہ کی نثر اور اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی منظومات آپ کے لئے خاص طور پر جاذب توجہ تھیں۔ آپ گاہے گاہے مضمون نگاری کی طرف بھی متوجہ ہوا کرتے تھے۔ آپ صحافت بطور پیشہ اختیار کرنا نہیں چاہتے تھے۔ بلکہ آپ کے لئے یہ ایک مشن تھا۔ ایک طریقہ عبادت تھا۔ اس

---

۱ مولوی صاحب آج کل جامع مسجد مری کے خطیب ہیں سفر حج میں آپ حضور کے ساتھ تھے۔ لنگر شریف مختلف طریقوں سے بھی آپکی خدمت بجالاتا ہے۔

Marfat.com

کے ذریعے آپ ملت کی ٹھوس خدمات انجام دینا چاہتے تھے اور احیاء اسلام کے لئے کوشاں تھے.

مریدوں کی گمراہ کن خوش اعتقادیاں

یہاں آپ کے دو ایک مضمون کا ذکر ضروری ہے جو آپ نے انہی ایک دو سالوں میں تحریر فرمائے۔ ان سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کس نہج پر سوچ رہے تھے۔ ایک مضمون آپ نے سفر حج سے پہلے مئی ۱۹۱۳ء کے "صوفی" میں لکھا۔ اس میں مبتذل تصوف پر اعتراضات تھے۔ اس قسم کا تصوف ضلالت اور گمراہی کا موجب بن رہا تھا۔ آپ نے سیاح پیروں کا ذکر کیا جو اپنے لوازمات ٹٹو، پٹو، حقہ، کُتّا ساتھ لئے اپنے آباؤ اجداد کے مریدوں کا گھر لوٹتے پھرتے ہیں۔ پرلے درجے کے مغرور خود پسند، خود رائے، زود رنج اور متلوّن مزاج ہوتے ہیں اور بلائے مبرم کی طرح کسی صورت نہیں ٹلتے۔ آپ نے اعتقاد میں افراط و تفریط کی مخالفت کی جو ایک طرف اپنے پیر و مرشد کو خدا اور رسول کا درجہ دیتی ہے اور اس کے سامنے وضع الجبهة علی الارض یعنی صریح سجدۃ کو جائز سمجھتی ہے۔ اور دوسری طرف متبع شریعت، حامئ طریقت، راست گفتار اور نیک کردار بزرگوں سے بداعتقادی سکھاتی ہے۔ آپ نے صاحبزادگان اور سجادہ نشینان کو متنبہ کیا کہ مریدوں کی بے جا خوشامد اور بے جا عقیدت سے مغرور نہ ہوں۔ آپ نے پیران عظام سے التماس کی کہ برائے خدا اپنے جاہل اور نافہم مریدوں کو احکام شریعت سے آگاہ فرماتے رہا کریں۔ اسی طرح آپ نے تعلیم یافتہ اور باشعور ارادت کیشوں سے التجا کی کہ اپنے جاہل اور کندہ ناتراش برادران طریقت کو مناسب پیرائے میں افراط برتنے سے روکیں۔ آپ نے تسلیم فرمایا کہ اعتقاد اور خلوص جو عامة المسلمین کے دلوں میں ہے وہ نظر انداز کرنے کے قابل نہیں لیکن یہ بھی لابدی ہے کہ اسے شرعی حدود کے اندر رہنا چاہیے۔ اپنے متعلق آپ نے تحریر فرمایا کہ ۱۳۳۰ اور ۱۳۳۱ ہجری میں دو سال عرس مبارک کے موقع پر تمام پیر بھائیوں کو سجدہ اور نازیبا حرکات سے بڑی سختی سے منع کیا گیا تھا۔ آپ نے یہ بھی لکھا کہ حاشا و کلا اس آزادانہ اور بے باک تحریر سے کسی کی دل شکنی مقصود نہیں۔ آپ واللہ باللہ کسی کی دل آزاری کے روادار نہیں۔ کیونکہ:

کفر است در طریقت ما کینہ داشتن　　　آئین ماست سینہ چو آئینہ داشتن

آپ کا مطلب صرف بدعت کا قلع قمع اور ترویج شریعت ہے۔

Marfat.com

تصوّف اور سیاست

آپ کا دوسرا مضمون بھی سفر حج سے پہلے شائع ہوا۔ یہ جولائی ۱۹۱۳ء کے رسالہ "صوفی" میں موجود ہے۔ قلم میں بڑا زور ہے۔ خیالات بڑی روانی سے آرہے ہیں۔ تحریر میں بڑا درد اور سوز ہے۔ چونکہ دل کی آواز ہے اس لئے یہ کیفیت ہے۔ آپ نے دیکھا تھا کہ ہمسایہ ہندو قوم مختصر مدت میں تمام شعبہ ہائے زندگی میں ترقی کر گئی تھی۔ آپ کو معلوم تھا کہ کس طرح (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۰۵) کی تقسیم بنگال کو شورش اور دہشت انگیزی سے بالآخر ۱۹۱۱ء میں منسوخ کرا کے ہندوؤں نے خاموشی اختیار کی تھی۔ ان کی اس ترقی، اتحاد اور شور و غوغا کے پیش نظر صاحبزادہ صاحب نے سوچا کہ اگر ہندوؤں نے انگریز سے حکومت خود اختیاری کا مطالبہ کیا تو منوا کر دم لیں گے۔ لیکن اس وقت مسلمانوں کا کیا حشر ہوگا جو تعلیمی لحاظ سے بالکل پسماندہ تھے، اقتصادی لحاظ سے سخت بدحال تھے اور افتراق اور تشتت کا بری طرح شکار ہو چکے تھے۔ خدانخواستہ اگر مسلمانوں کو ان ہندوؤں کا غلام بننا پڑا جن پر وہ سینکڑوں سالوں تک حکومت کر چکے تھے تو بڑی مصیبت آئے گی کیونکہ ؎ سخت است پس از جاہ تحکم بُردن

یہ ان دنوں کی بات ہے جب کہ مسلم لیگ میں ابھی تک زیادہ تر صرف حکومت کے کاسہ لیس شامل تھے اور ان کا زیادہ سے زیادہ مطالبہ سیاسی حقوق کا تحفظ، سرکاری ملازمتوں میں مناسب حصہ اور جداگانہ انتخاب تھا۔ سر آغا خاں اکابر ارکان لیگ کے ساتھ شامل ہو کر انگریزوں سے صرف یہی کچھ مانگ رہے تھے۔ لیکن اگرچہ صاحبزادہ صاحب کی عمر صرف انیس برس تھی اور ۱۹۱۳ء کا ماہِ جولائی تھا ان کے خیالات بہت آگے نکل چکے تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ عنفوان شباب کے باوجود ان کی تحریر میں مدبّرانہ احتیاط نظر آتی ہے۔ لیکن پھر بھی اقتضائے وقت کے مطابق وہ مسلمانوں کو راہ عمل دکھا رہے تھے۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اسی سال کے اختتام پر سرو زیر حسن اور مولانا محمد علی جوہر کے کہنے پر محمد علی جناح مسلم لیگ میں شامل ہوئے اور مسلمانوں کی سیاسی زندگی میں عزم و ہمت اور ذہانت و دیانت کے عناصر کام کرنے لگے تھے۔ لیکن ابھی تک اکابر نے ہندوؤں کے سلسلہ میں اس طرح واضح حکمتِ عملی اختیار نہیں کی تھی جس طرح صاحبزادہ صاحب کے مضمون سے آشکارا ہے۔ آپ نے فرمایا مسلمانو! یہ ذلت یہ محکومی کہاں تک؟ یہ خواب گراں تا کے؟ چوپاؤں کی طرح یہ زندگی کب تک؟ قوموا یا عباد اللہ ہمت و اخوت کا رشتہ جوڑ کر علم کے دریا میں کود پڑو۔ درِ شہوار نکال لاؤ۔ ایمان کی مشعل روشن کر کے مسلمان بن جاؤ اور دنیا کو دکھا دو کہ۔

Marfat.com

''ما ہمانیم کہ بودیم''

ایک طرف اپنے ممالک محروسہ کی حفاظت میں خون پانی ایک کردو اور دوسری طرف تعلیم، تجارت صنعت وحرفت، تہذیب، تمدّن میں مقابل اقوام کے ہمسر بن جاؤ۔ اس اُجڑے ہوئے باغ میں پھر بہار آسکتی ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ

''در پسِ ہر گریہ آخر خندہ ایست''

ہماری حالت سنبھل جائے گی۔۔۔۔ جدّ وجہد کرو۔

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں
محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

ان الفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ ایک نوعمر مرد فقیر کی آنکھ نے جو کچھ دیکھا تھا۔ وہاں تک ابھی دیگر مسلم اکابر کی رسائی نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے اس نوجوان کا پیغام ایسے ہمہ گیر عمل کی ترغیب دیتا ہے جس سے اسلامیان ہند کی ساری زندگی میں انقلاب پیدا ہو سکتا تھا۔ اس مقصد اعلیٰ کی خاطر صاحبزادہ صاحب نے یہ کہہ کر

ایسے اک نالہ پُر درد کی تمہید ہوں میں
انتہائے غم وحرماں ہے ہر عنواں میرا

اقتدار اعلیٰ یا حکومت کا حصول

مسلمانوں کو اپنے اسلاف کی یاد دلائی جنہوں نے تبلیغ دین میں اپنا خون پسینہ ایک کر رکھا تھا، اسلام کی حمایت میں اپنی جانیں لڑائی تھیں ان کا مرنا، جینا خدا کے لئے تھا۔ وہ اپنوں پر مائل بہ کرم تھے تو غیروں پر رحیم، کوئی طاقت انہیں اظہار صداقت سے روک نہیں سکتی تھی کوئی لالچ انہیں گمراہ نہیں کر سکتا تھا۔ وہ تہذیب وتمدّن میں ممتاز تھے اور علوم وفنون کی ترویج واشاعت میں پیش پیش۔ ان کا ہر فرد فرید الدہر تھا اور ہر شخص وحید العصر۔ یورپ انہی کا زلہ ربا اور فیض یافتہ ہے ظاہر ہے کہ اسلاف کے یہ کارنامے سنا کر صاحبزادہ صاحب مسلمانوں کو از سر نو اقتدار اعلیٰ کے حصول پر آمادہ کرنا چاہتے تھے۔ ذرا غور فرمائیں۔ اپنے مقاصد عالیہ کے اعتبار سے اس وقت کے مسلمان تو بجائے خود وہ ترقی یافتہ ہندوؤں سے بھی آگے بڑھے ہوئے تھے۔ کیونکہ ہندوؤں کے دل میں بھی اقتدار حاصل کرنے کا خیال بہت دیر بعد میں آیا۔ ان کا مکمل آزادی کا مطالبہ بڑا عرصہ بعد کی بات ہے یہ مضمون سفر حج سے پہلے لکھا گیا تھا۔ آپ نے اپنے سفرنامہ میں جس انداز فکر کا اظہار کیا وہ اس سے بالکل مطابقت رکھتا ہے۔ ان تمام امور سے ظاہر ہے کہ صاحبزاد

Marfat.com

صاحب قبلہ کسی خاص لائحہ عمل پر غور فرما رہے تھے۔ فی الواقع آپ دنیا میں کوئی خاص کام انجام دینے کے لئے پیدا ہوئے تھے۔

آپ کا تیسرا مضمون جس کا ذکر یہاں مقصود ہے اور جو آپ کے خیالات کی ایک اور زاویہ سے آئینہ داری کرتا ہے سفر حج کے بعد لکھا گیا۔ یہ مضمون ۱۹۱۴ء کے رسالہ صوفی میں شائع ہوا تھا۔

ہر سہ مقالات کا خلاصہ

پہلا مضمون آپ کے مسلک کو ظاہر کرتا ہے۔ جس طرح حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے "ذکر حبیب" میں درج شدہ ملفوظات کا منشاء و مقصود ہے قبلہ صاحبزادہ صاحب ایسے فقر کے عامل تھے جو ظاہر میں قرآن کریم اور حدیث نبوی کی پابندی لازمی قرار دیتا ہے اور باطن میں مشاغل روحانی کے ذریعے صفائے قلب کی ترغیب دیتا ہے۔ یہ گروہ "قلیل من عبادی الشکور" کا طریقہ ہے۔ دوسرا مضمون آپ کا مقصدِ حیات واضح کرتا ہے۔ آپ چاہتے تھے کہ مسلمان "اَنتم الاَعلون" کا مصداق بنیں۔ آپ کا تیسرا مضمون آپ کے دائرہ عمل کی نشاندہی کرتا ہے۔ یعنی ظاہر کرتا ہے کہ آپ کونسے خطہء ارض میں اپنی مساعی جمیلہ کے ذریعے مسلمانوں کو نشأۃ ثانیہ کی نعمت عطا کرنا چاہتے تھے

لندن میں قادیانی مشن کو نصیحت

خواجہ کمال الدین مرزا قادیانی کے پیروکار تھے۔ قادیانیت کی لاہوری شاخ سے تعلق رکھتے تھے۔ صاحبزادہ صاحب قبلہ کے دل میں اس لیے ان کی خاص وقعت تھی کہ انہوں نے خدا کو اپنی تمام ضروریات کا کفیل بنا کر تن تنہا مرکز تثلیث یعنی لندن میں توحید پھیلانے اور خالص اسلام کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا تھا۔ ان کے اس مشن کو ہمدردانہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بھی صاحبزادہ صاحب نے خواجہ صاحب کو مشورہ دیا۔

ترسم کہ نرسی بکعبہ ای اعرابی
ایں رہ کہ تو می روی بہ ترکستان است

آپ نے فرمایا کہ ویسے تو انسان اپنی طبع جدت پسند کی وجہ سے ہر جدید شئے کو لذیذ سمجھتا ہے۔ خواہ وہ کتنی لا حاصل اور فضول کیوں نہ ہو۔ نئی خبر نئے لباس اور نئے مذہب کی طرف انسان اسی لیے مائل ہوتا ہے اور پھر جب کوئی چیز چل نکلتی ہے۔ تو کورانہ تقلید شروع ہو جاتی ہے۔ لیکن افسوس ناک امر یہ ہے کہ عقیل و فہیم اور ذکی الحس لوگ بھی اس قسم کی تقلید سے باز نہیں آتے۔

ہر لحظہ برنگ دگر آں یار برآمد

Marfat.com

اس قسم کے لوگ فاتح قوم کے طرز عمل کو اپنا منتہائے خیال اور مطمح نظر بنا لیتے ہیں۔ انگریز نے عیسائی مشنیریوں کے ذریعے ہندوستان میں عیسائیت پھیلانے کی کوشش کی تو ہمارا ذہین اور ذکی الحس طبقہ اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کے لیے انگلستان میں اشاعت اسلام کے لیے جا رہا ہے حالانکہ یہ چنداں نتیجہ خیز نہیں ہوگا۔ ایک مصارف کثیر ہیں دوسرے غیر ملکی زبان میں اظہار ابلاغ کے لیے اتنی زیادہ مہارت نہیں۔ تیسرے مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لیے وہ مستقل مزاجی اور وہ خندہ پیشانی اور تلطف اور مہربانی ابھی جزو سیرت نہیں بنی جو غیر ملک میں اشاعت اسلام کے لیے سخت ضروری ہے۔ چوتھے انگلستان کی سنگلاخ اور دہریت کے خس و خاشاک سے اٹی ہوئی سرزمین میں ہدایت کا چشمہ ابلنا محال ہے۔

یورپ نہیں بلکہ ہندوستان تبلیغ کا زیادہ محتاج ہے

ان خیالات کا اظہار کرنے کے بعد صاحبزادہ صاحب قبلہ نے فرمایا کہ انگلستان کی بجائے ہندوستان میں تبلیغی سرگرمیوں کا بڑھانا زیادہ ضروری ہے۔ کیونکہ یہاں ہزار ہا ایسے گاؤں اور قصبات موجود ہیں جہاں مسلمانوں کے نام ہندوؤں جیسے ہیں، طرزِ تمدن، طریق معاشرت، رسوم ورواج بالکل ہندوانہ ہیں۔ گاؤں کے گاؤں مساجد سے خالی ہیں۔ مساجد میں تو نمازی ندارد۔

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے
یعنی وہ صاحب اخلاق حجازی نہ رہے

اصلی اور نقلی مسلمان

مسلمانوں کو قمری مہینے یاد نہیں جبکہ شمسی اور انگریزی مہینے بالکل ازبر ہیں۔ کلمہ پڑھنے اور ختنہ کرانے کا نام اسلام سمجھ لیا ہے۔ توحید اور رسالت کے لیے "اقرار باللسان" کے ساتھ "تصدیق بالقلب" کو ضروری نہیں سمجھا جاتا۔ ہندوستان کے دیہاتی کلمہ طیبہ کا معنی تک نہیں جانتے اور انہیں یہ قطعاً علم نہیں کہ اسلام کس جانور کا نام ہے۔ دہ سالہ مردم شماری سے پتا چلتا ہے کہ نام کے مسلمان دوگنے چوگنے ہو رہے ہیں۔ مگر ذرا غور سے حالات کا جائزہ لیا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ حقیقی مسلماں بڑی تیزی سے مفقود ہو رہے ہیں۔ مذہبی روح اور قومی احساس کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ فرائض و واجبات سے واقف، احکامِ اسلام کی پیروی کرنے والے اور اسلام کے زندہ نمونے ڈھونڈنے سے نہیں ملتے۔ جب صورت حال یہ ہے تو ہندوستان کو چھوڑ کر انگلستان میں تبلیغ اسلام چہ معنی دارد۔

Marfat.com

تو کارزمین رانکو ساختی کہ با آسماں نیز پرداختی؟

اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ صاحبزادہ صاحب قبلہ ہندوستان کو اپنی تبلیغی سرگرمیوں کا محور اور مرکز بنانا چاہتے تھے۔ اور اپنے لیے یہی لائحہ عمل تجویز کرلیا تھا۔ آپ کا خیال تھا کہ ہندوستان کی سرزمین میں پہلے سے سرچشمہ ہدایت بہہ رہا ہے۔ صرف صفائی مطلوب ہے۔ مسلم نژاد آبادی کی صلاحیتوں کو بیدار کیا گیا تو تبلیغ بڑی نتیجہ خیز ثابت ہوگی کاش کہ جس طرح آپ نے اپنے مضمون کی آخری سطر میں فرمایا۔

کیا اسلام کے وہ شیدائی جن کے دل میں اشاعت اسلام کا جذبہ موجود ہے۔

اپنی توجہات کا انعطاف میری آزادانہ تحریر کی طرف کریں گے؟

۱۹۱۴ء میں دردِ دل رکھنے والے مسلمان ہندوستان میں اپنی تبلیغی سرگرمیاں بڑھا دیتے اور پورے خلوص اور جوش کے ساتھ ہندوستان کے گاؤں گاؤں اور قریہ قریہ میں جاکر "اعلائے کلمۃ اللہ" کرتے۔ اگر اس طرح ہوا ہوتا تو یقیناً ۱۹۴۷ء میں ہندوستان کا ایک مختصر سا ٹکڑا پاکستان کے نام سے مسلمانوں کو نہ ملتا۔ لیکن افسوس ہے ان دنوں مسلمان بری طرح خواب غفلت میں مبتلا تھے اور جس کسی نے صاحبزادہ صاحب کی یہ تحریر پڑھی اس نے خیال کیا ہوگا۔ ایک بست سالہ خام کار نوجوان کی بات ہے۔ اسے درخورِ اعتنا نہیں سمجھنا چاہیے۔ کاش انہیں پتہ چل جاتا کہ یہ خام کاری کی بات نہیں، پختہ کاری کی دلیل ہے اور مسلمانوں کے تمام امراض کا علاج اسی میں مضمر ہے۔

مہذب گداگری کی بنیاد ختم کردی

انہی ایام میں ولیعہدی میں صاحبزادگانِ والاتبار کے متعلق آپ نے بنیادی اہمیت رکھنے والے فیصلے کرائے۔ اس سے واضح ہو جاتا کہ حضور کے خاندان کی عظمت اور برتری بفضلہ تعالےٰ محض آپ کی مرہونِ منت ہے۔ قبلہ ثانی کا خیال تھا کہ صاحبزادگان کو صرف دینی تعلیم دلائی جائے۔ صاحبزادہ صاحب قبلہ نے عرض کی کہ اگر صرف یہ تعلیم دلائی گئی تو مہذب گداگری کا پیش خیمہ ثابت ہوگی۔ سفر بلادِ اسلامیہ کے دوران میں آپ مزاج زمانہ سے اچھی طرح باخبر ہو چکے تھے۔ اس لیے رائج الوقت تعلیم دلانا آپ کے نزدیک سخت ضروری تھا۔ آپ کے خیال کے مطابق جدید علوم سے بے خبری اقوام اور افراد کے لیے مہلک تھی۔ آپ کو اجمیر شریف جاکر معلوم ہوا تھا کہ درگاہ شریف کے بعض متوسلین اچھے اچھے عہدوں پر ممتاز ہیں۔ آپ نے خیال فرمایا کہ عالیہ جلال پور شریف کے متوسلین بھی رفتارِ زمانہ کے مطابق اعلیٰ عہدوں پر ممتاز کیوں نہ

Marfat.com

ہوں۔ چنانچہ آپ کی تجویز کے مطابق صاحبزادہ کرم شاہ صاحب اور صاحبزادہ محمود شاہ صاحب کو رائج الوقت تعلیم دلوائی گئی۔ بعد میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا اور خدا کے کرم سے اب آپ کا خاندان ہر لحاظ سے پاکستان بھر کے ممتاز ترین خاندانوں میں شمار ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ مذکورہ خواجہ کمال الدین نے لائل پور میں اپنی زمین جو دس مربعوں پر مشتمل تھی فروخت کرنا چاہی۔ وہ زرِ فروخت کو انگلستان میں اپنی ضروریات اور اپنے بچوں کی تعلیم کے لیے استعمال میں لانا چاہتے تھے۔ صاحبزادہ محمد مہر شاہ صاحب نے اپنے برادرِ اکبر صاحبزادہ محمد فضل شاہ صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ زمین خریدنی چاہیے۔ آپ نے فرمایا۔ ہمارے لیے خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بابرکات کافی ہے۔ فقر و توکل کا یہی تقاضا تھا اور اب تک جبکہ آپ دنیا کے ہنگاموں سے الگ تھلگ ہو کر حالت جذب میں صرف اللہ کے ساتھ معاملہ رکھتے ہیں آپ کا طریق کار یہی رہا ہے۔ لیکن یہ تو اپنی ذات کا قصہ تھا۔ باقی صاحبزادگان کے لیے آپ نے قبلہ ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے زمین کی خرید کے لیے عرض کرنا ضروری سمجھا۔ چنانچہ اجازت مل گئی۔ بات بھی طے ہوگئی لیکن آخری مرحلے پر خواجہ کمال الدین نے اپنا ارادہ تبدیل کر لیا[۱]۔ بہر حال یہ بات واضح ہوگئی کہ قبلہ صاحبزادہ صاحب حضرت اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی ساری اولاد کی بہتری اور بہبودی کو دل و جان سے عزیز سمجھتے تھے اور اس کے لیے عملی اقدامات کرنا اپنا فرض اوّلیں سمجھتے تھے۔

حضرت ثانی صاحب کا انتقال پر ملال

صاحبزادہ صاحب اس طرح انہماک سے علم حاصل کرنے، مضمون نگاری کے ذریعے خدمتِ اسلام انجام دینے اور لنگر شریف کے روشن مستقبل کے متعلق غور و فکر کرنے میں مصروف تھے۔ جب قبلہ ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۵ھ (مطابق ۱۹۱۷ء) کو دار فانی سے دار آخرت کو سدھار گئے۔ حضور کی عمر اس وقت صرف پچپن سال تھی۔ صوفی اللہ دتہ ساکن تترال کا بیان ہے کہ اس روز صبح حضور سے رخصت لے کر وہ اپنے بال بچوں سمیت گھر روانہ ہوئے تھے اور ابھی چوہا سیدن شاہ بھی نہیں پہنچے تھے کہ تار کے ذریعے حضور کے وصال کی خبر ہر طرف پھیل گئی۔ پیر بھائیوں کو بے انتہا صدمہ ہوا۔ ہوا بے تاب ہو کر طوفانی بن گئی۔ بادل سیاہ پوش ہو گئے اور آسمان زار و قطار رویا۔ تصوف کے ایک یکہ تاز جواں مرد کا وصال تھا۔ کیسے صدمہ جدائی نہ ہوتا۔ آپ کی آخری آرام گاہ صاحبزادہ قام الدین شاہ مرحوم کے پہلو میں بنی۔ حضور کی فوید گی

---

[۱] بروایت مولوی عبدالجبار مرحوم میاں ملک درویش لنگر شریف۔

Marfat.com

مولانا سیماب وارثی اکبرآبادی نے یہ مرثیہ لکھا

سیماب وارثی کا مرثیہ

حال کیا لکھے قلم سید مظفر شاہ کا — دل پہ مستولی ہے غم سید مظفر شاہؒ کا
کل تو آپس میں قدمبوسی کے تھے سب کو خیال — آج ماتم ہے بہم سید مظفر شاہؒ کا
سب پہ ظاہر ہے کہ پردہ ہے سراسر ظاہری — پردہ کتم عدم سید مظفر شاہؒ کا
مشربِ حیدرؓ رہا ممنون ان کے فیض کا — کیوں نہ پھر گن گائیں ہم سید مظفر شاہؒ کا
قلعہ صدق و وفا پر ایک مدت تک رہا — رایتِ عرفان علم سید مظفر شاہؒ کا
با خدا ارباب دل میں خطہ پنجاب کے — تھا غنیمت ایک دم سید مظفر شاہؒ کا
ان کے افضال وعطا کا حال ان سے پوچھئے — جن پہ تھا جود وکرم سید مظفر شاہؒ کا
فکر ہے معذور خامہ ہے ندامت انتما — وصف ہو کیونکر رقم سید مظفر شاہؒ کا
ہر مرید ان کا مظفر بھی ہے اور منصور بھی — ہے یہ اک فیض اتم سید مظفر شاہؒ کا
جس کو دیکھا اک نگاہ مہر آما سے وہی — تھا غلام بے درم سید مظفر شاہؒ کا
فخر میں یا فقر میں ممتاز تھی وہ ذات پاک — مرتبہ تھا کس سے کم سید مظفر شاہؒ کا
یاالٰہی خواب میں بیدار ہوں بخت نگوں — جلوہ دیکھے چشم نم سید مظفر شاہؒ کا
ہمتوں سے ان کی مشکل کام آسان ہو گئے — دل بھی تھا عالی ہمم سید مظفر شاہؒ کا
سلسلہ میں آپ کے آتا ہے جو مجھ کو نظر — ہے وہ ممنون کرم سید مظفر شاہؒ کا
رہروان منزل صدق وولا کے واسطے — خضر ہے نقش قدم سید مظفر شاہؒ کا
دل رہے گا ان کا اے سیماب دائم سوگوار — جا نہیں سکتا الم سید مظفر شاہؒ کا

یہ مرثیہ قبلہ ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت پاک اور ہمت بلند کو بڑی عمدگی سے بیان کرتا ہے ملک محمد دین مصنف "ذکر حبیب" لکھتے ہیں کہ آپ کی کئی ایک کرامات زبان زد خواص وعوام ہیں۔ چونکہ آپ کے فیض یافتہ ہولے ہولے داعی اجل کو لبیک کہہ رہے ہیں اور پھر حضور کی کرامات بتانے والا کوئی شخص باقی نہیں رہ جائے گا۔ یہاں ایک خاص واقعہ درج کیا جاتا ہے۔[۱]

ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت کا ایک خصوصی واقعہ

مستری حیات ٹھٹی جنگ تحصیل چکوال کے رہنے والے ہیں۔ آغاز شباب میں وہ معمار کی حیثیت سے راولپنڈی میں مزدوری کیا کرتے تھے۔ انہیں ایک نوعمر بازاری عورت سے محبت ہو

۱۔ انٹرویو... سکنہ تحصیل... بزبانی خود مستری حیات۔

Marfat.com

گئی لیکن وہ ان کی طرف قطعاً متوجہ نہیں ہوتی تھی مستری حیات ثانیؒ صاحب قبلہ کی خدمت میں
حاضر ہوئے اور عرض کی ۔ والا جاہ ! آتش محبت میں جل رہا ہوں ۔ ازراہ کرم اس عورت سے
شادی کرادیں ۔ حضور سخت ناراض ہوئے ۔ مستری صاحب لنگر شریف میں ٹھہر گئے اور جب موقع
ملتا یہی عرض پیش خدمت کرتے ۔ حضور بدستور خشم آلود نگاہوں سے دیکھتے اور جھڑک دیتے ۔
مستری صاحب کے سر پر بھوت سوار تھا ۔ انہوں نے ایک روز عرض کی اگر آپ شادی نہیں کراتے
تو میں عیسائی بنتا ہوں ۔ حضور نے جلال میں آکر فرمایا ! جاؤ بن جاؤ ۔ مستری صاحب پا پیادہ جہلم
پہنچے گرجا گھر والوں کو بپتسمہ کے لئے کہا ۔ انہیں جب یقین ہو گیا کہ یہ شخص پوری طرح آمادہ ہے
تو انہوں نے گرجا گھر کی گھنٹیاں بجانا شروع کر دیں ۔ کرسیوں کو صاف کیا اور پادری لباس پہن
کر آ گیا ۔ مستری حیات باہر بیٹھا تھا اسے ایک عیسائی بلانے آیا اب جب مستری صاحب پادری
کی طرف چلنا شروع کرتے تو بینائی غائب ہو جاتی اور پیچھے ہٹتے تھے تو بحال ہو جاتی تھی انہوں
نے دل میں کہا خوب شادی کراتے نہیں اور اندھا کرتے ہیں ۔ اب تو میں ضرور عیسائی بنوں گا ۔
چنانچہ مصمم ارادہ کر کے پادری کی طرف چل پڑے ۔ نظر تو کچھ آتا نہیں تھا ۔ اس لیے کرسیوں سے
ٹکراتے گرتے پڑتے جا رہے تھے ۔ عیسائی پوچھتے تھے تمہیں کیا ہو گیا ہے ۔ مستری صاحب ہر
بات کو بھلا کر پادری کی طرف بڑھ رہے تھے ۔ جب قریب پہنچے تو غیب سے ایک زور کا تھپڑ لگا ۔
دروازے پر جا گرے مگر اب ہمت نہ رہی ۔ جوتیاں اٹھانا بھی بھول گئے ۔ عیسائی بلاتے رہ گئے ۔
مگر انہوں نے باہر نکل کر بھاگنا شروع کر دیا ۔ رات دارا پور گزاری ۔ صبح جلال پور شریف حاضر
ہو گئے اور ثانی صاحب قبلہ کی قدمبوسی کی ۔ حضور نے فرمایا عیسائی بن آئے ۔ مستری صاحب
ہتھیار ڈال چکے تھے ۔ عرض کی حضور نے بننے جو نہیں دیا ۔ آپ نے فرمایا اب خاموش ہو کر بیٹھ
جاؤ ۔ دو چار روز لنگر میں ٹھہرانے کے بعد کرایہ اپنی گرہ سے عنایت فرمایا اور مستری صاحب کو کہا
جاؤ راولپنڈی جا کر مزدوری کرو ۔ وہاں پہنچے تو عجیب حالت تھی ۔ ان کے دل میں بازاری عورت
کا ذرہ برابر لگاؤ نہیں رہا تھا ۔ مگر وہ والا وشیدا ہو چکی تھی ۔ ہر وقت ان کے پاس رہتی اور دیکھتی رہتی
جان چھڑانے کے لیے وہ گھر گھٹی جنگا چلے گئے ۔ وہ عورت وہاں بھی پہنچ گئی ۔ مگر مستری صاحب
دل ایسا اچاٹ ہوا تھا کہ اس کی منت سماجت اور گریہ زاری کے باوجود شادی نہ کی ۔

ناظرین اس ایک کرامت سے حضرت ثانیؒ لاثانی کے روحانی تصرفات کا اندازہ لگا سکتے
ہیں ۔ یہ بزرگ اپنی فطرت کریم کی بنا پر جس خوش نصیب کو اپنا بنا لیتے ہیں ۔ پھر اس کے بارگاہ
سے ... انے پر بھی اسے کہیں جانے نہیں دیتے ۔ واقعی حضرت اعلیٰ قدس سرہ العزیز نے جلال پور شریف

Marfat.com

ںوں پر وہ چراغ معرفت روشن کیا ہے۔ جس کے انوار ہمیشہ زیادہ سے زیادہ ہوتے چلے جائیں گے۔ اور اہلِ علم ان کی چمک دمک کو دیکھ کر محوِ حیرت رہیں گے۔ کاش ان صفحات میں اس کی گنجائش ہوتی کہ ذرا زیادہ تفصیل کے ساتھ قبلہ ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کمالات کا ذکر کر تے اور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ باہر آیات سے جس طرح آپ کے خلیفہ اوّل مستنیر ہوئے ان کے جلوہ دیکھنے والوں کو دکھا سکتے۔ مگر اس وقت ہم آپ کے خلیفہ ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے جمال جہاں آرا کے مشتاق ہیں۔ اس لئے بعجلت تمام ان کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوتے ہیں۔

Marfat.com

حضرت ابو البرکات کی مسند نشینی

مسندِ پاکِ خلافت کی فضیلت بڑھ گئی ☆ جب ہوئے جلوہ نما سیّد محمد فضل شاہ

حضور ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۲ فروری ۱۹۱۷ء مسند آرائے خلافت ہوئے۔ آپ نے ابوالبرکات کنیت اختیار فرمائی۔ آپ کی ذات ہر لحاظ سے فیوض اور برکات کا سرچشمہ تھی۔ اس لیے اگر یہ کنیت کسی کو زیب دیتی تھی تو وہ آپ کی ذات ستودہ صفات تھی فقر میں آپ کو کمال حاصل تھا اور دولتِ فقر کھلے دل سے لٹانے کا عزم آپ کے دل میں موجود تھا۔ علم وفضل میں آپ یکتا تھے اور چاہتے تھے کہ تبلیغ اسلام اس خلوص اور انہماک سے کریں کہ ایک دفعہ پھر مسلمانوں کے چہرے نورِ ایمان سے چمک اٹھیں۔ ملکی اور ملّی نقطہ نگاہ سے مسلمانوں کو از سرِ نو بلند دیکھنے کی بے تاب آرزو آپ کے سینہ میں برق افگن تھی اور اس مقصد کی خاطر آپ جہاد فی سبیل اللہ کے لیے آمادہ تھے۔ علاوہ بریں آپ کریم تھے، شفیق تھے۔ آپ کے نیاز مند آپ کی صفات حسنہ اور اخلاق کریمانہ کے معترف اور مداح تھے غریبوں کے ساتھ لطف و کرم، امیروں کے ساتھ حسنِ سلوک، دشمنوں کے ساتھ مروّت آپ کا شعار زندگی تھا۔ جب آپ کی ذات والا صفات ہر طرح فیوض و برکات کا مصدر اور منبع تھی۔ آپ اگر ابوالبرکات نہ کہلاتے تو اور کون کہلاتا۔

کچھ صورت کے بارے میں

مسند نشینی کے وقت آپ کی عمر مبارک تیئیس سال تھی۔ حسن و جمال اور جاہ و جلال کا کمال تھا، میانہ قد، کشادہ سینہ، مضبوط جسم، لانبے بازو، گورا چمکیلا رنگ، بڑی بڑی سیاہ اور روشن آنکھیں، بلند بینی، نور آفریں کشادہ پیشانی، محاسن مبارک گھنے اور دلکش، چہرہ مبارک جمال اور جلال کا مرقع۔ جب آپ نفیس عینک پہنے، شلوار اور خوب صورت اچکن زیب تن کیے، سر مبارک پر ململ کی طرّہ دار دستار رکھے ہوئے رواں ہوتے تھے۔ تو زمانہ بلائیں لینے آتا تھا، کائنات آنکھیں فرش راہ کرتی تھی، ہر شخص دل و جان سے چاہتا تھا۔ حضور کے جلو میں شمولیت حاصل کرے تا کہ وہ بھی خوب صورت نظر آئے۔ راقم سطور کے چچا صالح محمد کہا کرتے تھے۔ مرشد ہوں تو ایسے ہوں۔ جن کے ساتھ چلتے ہوئے انسان کا اپنا حسن دوبالا ہو جاتا ہے، واقعی اس حسن و جمال کے ساتھ شاید ہی کوئی اور صاحب مسند آرائے خلافت ہوئے ہوں۔ صوفی عباس خان ساکن تختی راجگان کہتے ہیں کہ انہوں نے بڑے بڑے سیاحت پیشہ لوگوں سے معلوم کرنے کی کوشش کی ہے۔ کسی نے بھی ایسے خوب صورت، خوش پوش اور خوش وضع انسان کی

Marfat.com

شاندہی نہیں کی جس طرح قدوۃ السالکین ،زبدۃ العارفین ابوالبرکات سیّد محمد فضل شاہ صاحب سجادہ نشین جلال پور شریف ہیں۔اس ناچیز مصنف نے ایک بار فارسی زبان میں حضور کا قصیدہ مبارک لکھا تھا۔جس میں حضور کے ظاہری اور باطنی کمالات کی طرف اشارات کیے گئے تھے۔ اس کے بعض اشعار کا یہاں ذکر کرنا مفید رہے گا۔

فخر زمین و آسماں سیّد فضل شاہِ من — ذرّہ خاکِ پائی اُو بہ زلآئی عدن
رشکِ جمالِ مہر و ماہ دیدہ نور پاش او — رنگِ لب مبارکش نازش حسن صد چمن
درج دہانِ پاک او بیں کہ ندیدہ ای کہی — در دل غنچہ گلی دانہ چند یاسمن
از تہی دامنی چہ غم برد را اوردم کہ است — لعل صفا و رشد را ذات مطہّرش یمن
روئے مبارکش بگو ماہِ تمام معرفت — قلب منوّرش بخواں جلوہ ذات راوطن
ایں ہمہ رمز وا کند پیش ہمہ کہ شد یقیں — جملہ بیاں آنجناب ہست عطائے ذوالمنن
نور جناب مرتضیٰؓ نور حضور مصطفےٰ — ذروہ ایں وآں جہاں زبدہ جملہ انجمن
من چیم و چساں شوم مدح سرائی آنحضورؐ — لال زبانِ نوریاں شد زثنائی شاہ من

السابقون برادران طریقت کے تأثرات

لیکن یہ تو ہم لوگوں کے احساسات وجذبات ہیں۔ہمیں اس بات کا اندازہ لگانا چاہیے کہ اس وقت کے پیر بھائیوں کو حضور کے مسند نشین ہونے پر کس قدر اطمینان حاصل ہوا ہوگا۔انہوں نے تو خواجہ غریب نواز کی زیارت سے اپنے ایمان کی شمع روشن کی تھی وہ تو ثانی صاحب ایسے لا ثانی کمالات والے بزرگ سے فیضیاب ہوئے تھے۔ان کا معیار زیادہ بلند،زیادہ پاکیزہ اور زیادہ قابل اعتماد تھا۔اس لیے ہمیں ان کے تاثرات کا کھوج لگانا چاہیے۔مارچ ۱۹۱۸ء کے رسالہ "صوفی" میں "فاضل فضل آشنا سیّد محمد فضل شاہ" کے عنوان سے جناب سیماب وارثی کی ایک مرصع نظم چھپی تھی جو حضور کی مسند نشینی کے متعلق ہے۔اسے یہاں درج کیا جاتا ہے۔تاکہ ناظرین خود رائے قائم کریں۔

مایہء فضل و عطا سیّد محمد فضل شاہ — آیہء جود و سخا سیّد محمد فضل شاہ
بزم پیرائے وفا سیّد محمد فضل شاہ — مسند آرائی ولا سیّد محمد فضل شاہ
قائل صدق و صفا سیّد محمد فضل شاہ — حامل حلم و حیا سیّد محمد فضل شاہ
عامل با صد عمل ہیں کامل و دانائے فن — فاضل فضل آشنا سیّد محمد فضل شاہ
بند عصیاں کا مداوا فکر نسیاں کا علاج — دکھ بھرے درد کی دوا سیّد محمد فضل شاہ

Marfat.com

حیدری ہو کر ہزاروں مشکلیں آسان کیں — بن گئے مشکل کشا سیّد محمد فضل شاہ
مرشدوں میں بے ریا اہل طلب میں باخدا — صوفیوں میں باصفا سیّد محمد فضل شاہ
آپ کی ذات مقدس سے نمایاں ہو گیا — مرتبہ سادات کا سیّد محمد فضل شاہ
مسندِ پاکِ خلافت کی فضیلت بڑھ گئی — جب ہوئے جلوہ نما سیّد محمد فضل شاہ
پیروی میں جد امجد کی جو ہیں سرگرم کار — راہنما ہیں راہنما سیّد محمد فضل شاہ
پایہء زہد و ریاضت سے ہوئے سب کے لیے — سایہء فضل خدا سیّد محمد فضل شاہ
تا قیامت خادموں کے سر پہ ہو سایہ فگن — آپ کا ظلّ عطا سیّد محمد فضل شاہ
میکشانِ بادہ عرفان چلو ساغر پیو — ہیں قسیم میکدہ سیّد محمد فضل شاہ
طے کرادیں گے پلا کر جام صہبائے فنا — راہ تسلیم و رضا سیّد محمد فضل شاہ
آپ کے در پر کبھی حاصل رسائی ہو مجھے — ہو اگر قسمت رسا سیّد محمد فضل شاہ
غائبانہ سن کے یہ سیماب اوصاف آپ کے — معتقد ہے آپ کا سیّد محمد فضل شاہ

اس بات کی چنداں ضرورت نہیں کہ ان اشعار کی مزید تشریح کی جائے۔ قصہ کوتاہ ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت کے روشن دل، روشن دماغ اور روشن ضمیر لوگ کہتے تھے۔ ہمارے لیے سایہ فضل خدا سیّد محمد فضل شاہ مدظلہ العالی ہیں۔

منصف مزاج لوگ اور پیر بھائی آپ کی مسند نشینی سے بڑے مطمئن اور مسرور تھے۔ مگر ذمہ داریوں کے شدید احساس نے حضور کے اپنے دل کو ایک بار تو سخت پریشانی میں مبتلا کر دیا۔ مسند نشینی دراصل تاج پوشی کے مترادف تھی۔ ایک وسیع سلطنت آپ کے حوالے کر دی گئی تھی جسے بخیر و خوبی قائم رکھنا اور اس کاروبار کو فروغ دینا آپ کا فرض تھا۔ آپ ایسے حساس نوجوان کے لیے یہ تمام ذمہ داریاں جس طرح اضطراب دل کا باعث بنیں آپ کی اس وقت کی ایک تحریر سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے۔ آپ چاہتے تھے کہ اپنے بے مثل و بے نظیر باپ دادا کی شاندار روایات کو برقرار رکھیں وجہ اضطراب محض یہی تھی۔ یہ پریشانی حقیقت میں ایک باہمت نوجوان کا اپنی ذمہ داریوں کو دیکھ کر نہایت ہی صالح اور امید افزا ردعمل تھا۔ آپ نے تحریر فرمایا:۔

> حضرت صاحب قبلہ نور اللہ مرقدہٗ کے وصال کو ایک سال منقضی ہو چکا ہے۔ جناب کی بے وقت رحلت کا صدمہ روح فرسا و جانگداز ایسا نہ تھا جس سے اس فقیر کو خاص طور پر متاثر اور متالم نہ ہونا پڑتا۔ ذمہ داریوں کا بار گراں، معاملات دینی و دنیوی کا انصرام، برادرانِ طریقت و ارباب تصوف سے ہمدردی و تبادلہ

Marfat.com

خیالات، خانگی تعلقات کی وابستگی واستحکام وغیرہ، بیسیوں امور ہیں جن سے سابقہ پڑا۔ الحمدللہ کہ خدائے قدوس وقیوم کی عنایت، نبی امی روحی فداہ کی شفقت اور حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ وحضرت ثانی غفران مآب کی روحانی امداد واعانت سے ثبات قدمی و استقلال میں کوئی تزلزل واقع نہ ہوا اور خدمت کافۂ مسلمین ورشد وہدایت طالبین صادقین میں کوئی فرو گزاشت نہ ہونے پائی۔

بحمداللہ جیسا کہ یہ سطور بتاتی ہیں اپنی قابلیت اور بلند وبرتر شخصیت کی وجہ سے آپ اپنی گراں بار ذمہ داریوں سے بڑی عمدگی سے عہدہ برآ ہو رہے تھے۔

حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے وقت سے بعض لوگوں کے دل میں لنگر شریف کے خلاف بغض وعناد پایا جاتا تھا۔ انہیں حسد تھا کہ کیوں لنگر شریف کا کاروبار روز بروز فروغ پذیر ہے۔ اچانک ایک درگاہ قائم ہوئی تھی اور امصار ودیار میں ہر طرف اسی کا غلغلہ تھا۔ لنگر شریف کے قیام سے بعض لوگوں کی خاندانی وجاہت ماند پڑ گئی تھی۔ اور اس لیے ان کے دل میں درد تھا۔ بعض اہلِ غرض نے دجل وتلبیس سے کام لے کر پیری مریدی کا سلسلہ شروع کیا ہوا تھا۔ جلالپور شریف میں انوار توحید ورسالت کی تابانی کی وجہ سے ان لوگوں کی گرم بازاری نہیں رہی تھی۔ ان لوگوں کے دل میں بھی بغض وعناد تھا۔ قبلہ ثانیؒ صاحب کے زمانہ میں بھی حاسدین نے نکتہ چینی جاری رکھی۔ اب جب حضرت ثالث گدی نشین ہوئے تو انہوں نے سمجھا کم عمر ہیں۔ لنگر شریف کو ضعف پہنچانے کا اب موقع ہے۔ حسد کی آگ میں جلنے والوں نے آپ پر اعتراضات کیے اور غلط بیانیوں اور افترا پردازیوں کا جال بچھا دیا۔ آپ ناکردہ گناہ اور معصوم تھے۔ مگر بداندیشوں کو اس سے کچھ غرض نہ تھی۔ انہوں نے اپنے ہتھکنڈے جاری رکھے۔ آپ کی طبیعت سخت منغض ہوئی۔ آپ نے علیٰ رؤس الاشہاد حقیقت مستورہ کو بے نقاب کرنا چاہا۔ آپ فرماتے تھے:۔

سوختم سوختم ایں راز نہفتن تاکے

مگر احباب اور خیر سگال سدِّ راہ ہوئے اور آپ نے خاموشی اور استغنا کو ترجیح دی۔

اصل بات یہ تھی کہ جنگ عظیم ۱۹۱۴ء سے چھڑی ہوئی تھی اور حکومت برطانیہ ہندوستان سے بھی افواج اور سامانِ رسد میدانِ جنگ میں بھیج رہی تھی۔ اس لیے اہل ہند کو مطمئن رکھنے کے لیے حکومت از خود بااثر خاندانوں پر نظرِ التفات ڈال رہی تھی۔ حضرت سجادہ نشین مدظلہ العالی کے برادر اصغر جناب صاحبزادہ سید محمد مہر شاہ صاحب کو مبدءِ فیاض سے خاص قابلیت اور وجاہت

Marfat.com

عطا ہوئی تھی۔ وائسرائے ہند اور گورنر پنجاب نے ان کی قدر ومنزلت کو بھی ملحوظ رکھنا شروع کر دیا۔ قبلہ سجادہ نشیں صاحب اس قدر ومنزلت کو خداوندِ کریم کی عنایت سمجھتے تھے۔ آپ کا خیال تھا۔ کہ ملک انگریز کا نہیں۔ ہمارا اپنا ہے۔ اگر اس میں ہمیں اقتدار حاصل ہوتا ہے تو یہ ہمارا حق ہے۔ انگریز کا دین نہیں۔ انگریز تو غاصب ہے۔ اسے کیا حق حاصل ہے کہ تمام اختیارات پر قابض رہے۔ حاسدوں کو لنگر شریف کا یہ اقتدار ہرگز نہیں بھاتا تھا۔ وہ کہتے تھے۔ حضرت ابوالبرکات کے وہ خیالات ملّی اور جذباتِ اسلامی کہاں گئے۔ حالانکہ وہ خیالات اور جذبات اسی طرح بدستور موجود تھے۔ جس طرح اس سے پیشتر تھے۔ اور ان کا اظہار اپنے وقت پر بڑی شد ومد کے ساتھ ہونے والا تھا۔ بہر حال حاسدین اور معاندین نے اپنی طرف سے مخالفت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔

چراغی را کہ ایزد برفروزد　　　　ہر آں کو تف زند ریشش بہ سوزد

جو چراغ فضل ایزدی سے جلال پور شریف میں روشن ہوا اس کی ضوفشانی برابر ترقی پذیر رہی۔

عقد اول وثانی

حضرت سجادہ نشین کا پہلا عقد قبلہ ثانی صاحب نے حضرتِ اعلیٰ کی خواہش کے مطابق سیّد نواب صاحب کی دختر نیک اختر سے کیا تھا۔ مگر وہ انتقال فرما چکی تھیں۔ اس لیے آپ کا نکاح ثانی اپریل ۱۹۱۷ء میں مکان شریف ضلع امرتسر میں حضرت حاجی میر آل رسول صاحب کی صاحبزادی سے ہوا۔ جو خاندانِ نقشبندیہ کے خاص بزرگوں میں سے تھے۔ حج کو تشریف لے گئے تو وہیں حجاز میں میں سکونت پذیر ہو گئے اور گھر واپس نہ آئے۔ یہ صاحبزادی صاحبہ کسی قدر عربی سے بھی واقف تھیں اور فارسی میں خاص کمال رکھتی تھیں۔ صاحبزادہ سیّد برکات شاہ صاحب آپ ہی کے لختِ جگر ہیں جو ۲۱/ ربیع الثانی ۱۳۳۶ھ مطابق ۴/ فروری ۱۹۱۸ء میں پیدا ہوئے۔ صاحبزادہ صاحب ولی عہد تھے۔ اس لیے لنگر شریف میں بڑی خوشیاں منائی گئیں۔ پیر بھائی صاحب بیحد مسرور ہوئے۔ ملک محمد الدین صاحب ایڈیٹر "صوفی" نے اس ولادت با سعادت کی تقریب پر یہ قصیدۂ تہنیت بطور مسدس لکھا [1]

صاحبزادہ برکات احمد کی ولادت باسعادت

نئی سی شادمانی آج کیوں عالم پہ طاری ہے　　　　نرالے رنگ میں کیوں موجہ بادِ بہاری ہے
نہ قمری کو نہ بلبل کو چمن میں بے قراری ہے　　　　جدھر دیکھو ادھر دریائے جشن عیش جاری ہے

[1] رسالہ صوفی بابت ماہ مارچ ۱۹۱۸ء

Marfat.com

شجر پر کیف ہیں شاخیں نظر آتی ہیں مستی میں
کھلا ہے کیا کوئی تازہ شگوفہ باغ ہستی میں

بہاریں سینکڑوں آئیں گئیں گلزار میں ابتک — دکھائے رنگ سبزے نے بہت کہسار میں ابتک
ہزاروں انقلاب آئے نگاہ یار میں ابتک — ترنگیں آئی ہیں لاکھوں دلِ سرشار میں ابتک
مگر کچھ آج کل عالم مسرت کا نیا سا ہے
کہ رنگ جذبہء عیش وطرب نکھرا ہوا سا ہے

سنو بلبل کے نغمے میں نیا اعلان ہے کوئی — وہ دیکھو دامنِ گل میں نیا سامان ہے کوئی
کوئی مرغ چمن سکتے میں حیران ہے کوئی — نیا اس باغ میں آیا ہوا مہمان ہے کوئی
بنایا شاخِ نخل گل نے سہرا گل فشانی کا
کیا شبنم نے صحن باغ میں چھڑکاؤ پانی کا

گھٹا رحمت کی اٹھی جھوم کر ابر بہار آیا — وفورِ کیف سے نرگس کی آنکھوں میں خمار آیا
پئے گیسوئے سنبل روغنِ مشک تتار آیا — منادی بوستان کے چپے چپے پر پکار آیا
زیارت کو چلیں سب ''نوگلِ عظمت'' ہوا پیدا
خدا کے فضل سے ''سرمایہ برکت'' ہوا پیدا

جوانانِ چمن اس کو چمن آرا سمجھتے ہیں — تمام اہلِ ولا اللہ کا پیارا سمجھتے ہیں
اگر ماں باپ اس کو آنکھ کا تارا سمجھتے ہیں — تو جو ہیں دیکھنے والے وہ مہ پارا سمجھتے ہیں
خدا نے برکتوں والا بنایا اس کو بے حد ہے
اسی نسبت سے اس کا نام بھی برکات احمد ہے

ابو البرکات جو کنیت سیّد فضل شاہؒ کی تھی — خدا کے فضل سے معنا بھی اب وہ ہوگئی پوری
خدا نے چاند سا بیٹا دیا رحمت ہے یہ اس کی — ملا کرتا ہے شاہوں کو ہی ایسا شہزادہ بھی
تجلی سے ہے گھر پُر نور رشک ماہتاب ایسا
گہر بھی اس کے آگے ماند ہیں لعل خوشاب ایسا

گلستان میں اسی کے فیض سے سرسبز لالہ ہے — اسی کے پر تو روشن سے محفل میں اجالا ہے
ہویدہ اسکے چہرے سے ضیائے حق تعالیٰ ہے — جبیں کہتی ہے یہ بچہ بڑی تقدیر والا ہے
شرافت کے ہیں سب آثار پیدا اس کی صورت سے
یہ وہ خورشید ہے نکلا ہے جو برج خلافت سے

Marfat.com

عطا ہو عمرِ خضر اس کو خدا سے التجا یہ ہے
کہ اک باغِ تقدس کا نہال پر فضا یہ ہے
نہ ہو غم کوئی اس کو آرزوئے صبح و مسا یہ ہے
تصوف میں یہ پھونکے روح صوفی کی دعا یہ ہے

الٰہی عمر او از عرصہ محشر فزوں بادا
بلند و سرخرو احباب، دشمن سرنگوں بادا

کتاب ''سیدۃ الزہراء'' پر مقدمہ

مسند نشیں ہوتے ہی جناب ابوالبرکات سیّد محمد فضل شاہ کو مصروفیتوں اور پریشانیوں نے گھیر لیا تھا۔ اس لیے مضمون نویسی جس کے لیے اطمینان و دلجمعی اور یکسوئی و فراغت لازم ملزوم ہیں قریباً سال بھر متروک رہی۔ البتہ اسی دوران میں آپ نے ملک محمد الدین صاحب کے بڑھتے ہوئے اصرار کی وجہ سے کتاب ''سیرۃ الزہراؑ'' کا مقدمہ قلم بند فرمایا۔ اس کی تاریخ تحریر ۱۵ر شوال المکرّم ۱۳۳۵ھ ہے۔ گویا یہ مقدمہ الکتاب قبلہ ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال سے کوئی پانچ ماہ بعد لکھا گیا۔ یعنی اس وقت جب اپنے والد ماجد سے جدائی کا غم تازہ تازہ تھا۔ ملک صاحب کی یہ تصنیف کمال تحقیق، حسنِ ذوق اور حسنِ طباعت کی آئینہ دار تھی۔ بڑی مقبول ہوئی۔ حضرت سیدۃ نساء العالمین سیدہ زہرہ رضی اللہ عنہا کے حالاتِ طیبہ، آپ کی سیرت و فضیلت اور کرامات کے سلسلہ میں اپنی نوعیت کی یہ بہترین کتاب تھی۔ متعدد نامور شعراء مثلاً علامہ اقبال، اکبر مرحوم، شبلی نعمانی، عزیز لکھنوی، سیماب وارثی، چوہدری دلو رام کوثری، خلیق دہلوی وغیرہ کی نظمیں اس میں موجود تھیں اور مقدمہ نے تو اسے چار چاند لگا دیئے تھے۔

مقدمہ کا خلاصہ

آپ نے مقدمہ میں لکھا کہ انسانیت کا معیار اخلاق اور صرف اخلاق ہیں۔ تموّل و ثروت ظاہری طمطراق، حکومت و سلطنت ان کے مقابلہ میں بالکل بے حقیقت اور ناپائیدار ہیں۔ اس لیے ہیبت و سطوت اور رعب و اقتدار کے باوجود بڑے بڑے شہنشاہوں کے نام موت کے بعد صرف اوراقِ پارینہ میں باقی رہ جاتے ہیں۔ اسی طرح محض علم بھی بے کار شے ہے۔ اخلاق عالیہ سے عاری علماء اور فضلاء گو اپنی غیر معمولی قابلیت کے بل بوتے پر اپنے زمانہ میں شہرہ آفاق ہوتے ہیں۔ لیکن بعد میں دنیا انہیں بالکل فراموش کر دیتی ہے۔ لیکن یہاں علم کے ساتھ اخلاق عالیہ بھی شامل ہوں، جہاں علم و عمل ملکر وجود انسانی میں ملکوتی صفات پیدا کر دیں اور جہاں دولت و ثروت کے باوجود دل فقیر ہو وہاں موت اور فنا کو دخل نہیں۔ جسمانی موت آجاتی ہے لیکن ایسے

Marfat.com

نفوسِ قدسی حیاتِ دوام کا طغرائے امتیاز حاصل کر لیتے ہیں۔ وہ لوگوں کے دلوں میں اس طرح اپنا گھر بنا لیتے ہیں کہ پھر ہمیشہ کے لیے زندہ رہتے ہیں۔ اسی حقیقت ثابتہ کے زیر نظر سرکار دو عالم ﷺ نے تمام محاسن اخلاق بڑے واضح طور پر عملی صورت میں اپنی امت کے سامنے پیش کر دیئے اور اپنی مبارک زندگی میں ان کے بغیر کسی دنیوی دولت اور اقتدار سے سروکار نہ رکھا۔ حضور کے خلفاء اور تبعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بھی یہی طریق کار اختیار کیا۔ کیونکہ اخلاق کی ترصیع اور اعلیٰ اوصاف کی تخلیق میں افادۂ بنی نوع مضمر تھا۔ انسانیت کی تکمیل صرف اسی طرح ممکن تھی۔

اب چونکہ صرف اعلیٰ اخلاق، پاکیزہ زندگی اور برگزیدہ خصائل سے انسان کو بقائے دوام کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ اس لیے مکارم اخلاق کی بے بہا نعمت فرقہ رجال کے لیے مختص نہیں بلکہ طبقہ نسواں بھی اس میں برابر کا حصہ دار اور شریک ہے اور بعض عورتوں نے محاسن اخلاق کی وہ نظیر قائم کر دکھائی ہے کہ آج متقی سے متقی اور پرہیزگار سے پرہیزگار مرد بھی ان کے نقش قدم کی گرد راہ تک نہیں پہنچ سکتے۔ وہ اپنی اعلیٰ سیرت تحیر خیز قوت ایمانی اور درجہ کمال کی عفت و عصمت سے تاریخ کے اوراق پر غیر فانی نشانات قائم کر چکی ہیں۔ از انجملہ سیّدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا شرافتِ حسبی اور نجابتِ نسبی کے اعتبار سے دنیا بھر کی عورتوں کی سرتاج ہیں اور اپنی غیر معمولی متورعانہ اور متقیانہ زندگی سے سب عورتوں کی مایہ افتخار ہیں۔ شہنشاہ یثرب کی پیشگاہ سے اسی لیے انہیں ''خاتونِ جنت'' کا خطاب ملا۔ جنس لطیف اس پر جس قدر ناز کرے بجا ہے۔ عورتوں کو چاہیے کہ اپنی ایک ہم جنس اور سرتاج بی بی کی پیروی سے سعادتِ دارین حاصل کریں اور مردوں پر واجب ہے ایک عورت کی اعلیٰ ترین اخلاق پر مشتمل زندگی سے سبق حاصل کریں۔

سر جھکا رہتا تھا تسلیم و رضا میں ان کا — دل لگا رہتا تھا بس یادِ خدا میں ان کا
ڈگمگایا نہ قدم راہ وفا میں ان کا — نام آیا نہ کبھی فرد خطا میں ان کا

ہیں وہ خاتونِ جناں سیّدۂ با اعزاز
ان کے صدقے میں ہوا دین الٰہی ممتاز

ذکر حبیب مقالہ

ذکرِ حبیب کے عنوان سے آپ کا نہایت ہی ایمان افروز مقالہ ۱۹۱۸ء میں رسالہ صوفی کے عرس نمبر میں شائع ہوا۔ اس میں آپ نے ضمناً مسند نشینی کے بعد کے اپنے ذاتی حالات کی طرف کچھ اشارات کیے تھے۔ جن سے استفادہ کر کے ہم نے پیشتر ازیں دو ایک پیرے سپرد قلم کیے

[illegible]

Marfat.com

صوفیائے کرام کے مقدس گروہ کے پیچھے پڑے ہوئے تھے۔ وہ تصوف پر کئی اعتراضات کرتے تھے اور کہتے تھے کہ موجودہ تصوف رہبانیت آموز اور بالکل خلاف شریعت ہے۔ ان کو مسکت جواب دینے کے لیے آپ نے عقیدت کے رنگ میں ڈوب کر بڑے جذبات انگیز پیرائے میں خواجہ غریب نوازؒ کی سیرت بیان کی اور بتایا کہ کس خوبی سے آپ نے ایک طرف سنت نبوی کو زندہ کیا اور دوسری طرف طریقت کی درخشاں روایات کو تازہ کیا۔ آپ نے فرمایا حضرتِ اعلیٰ اگلے زمانے میں نہیں گزرے بلکہ ان کی وفات کو صرف دس سال کا قلیل عرصہ منقضی ہوا ہے۔ اور ان سے مستفیض ہونے والے ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں۔ آپ نے مولوی ظفر علی خان کو کہا کہ اگر مکاشفہ کی طلب دل میں ہے اور خواہش ہے کہ سینہ تجلیات الٰہی کا خزینہ بنے تو فضول تصنیفات مثلاً فسانہ لنڈن کے ترجمہ کو ترک کر کے اپنے اوقات کا کثیر حصہ یادالٰہی میں صرف کیا جائے۔ اس الہامی مضمون سے ہم نے اب تک کافی استفادہ کیا ہے اور باب اول میں حضرت اعلیٰ کی سیرتِ مبارکہ کے متعلق اقتباس بھی اسی سے حاصل کیا ہے۔ اس لئے ہم آگے بڑھتے ہیں۔

غالباً اگست ۱۹۱۸ء کی بات ہے۔ جہلم کی انجمن حنفیہ نے ایک تبلیغی جلسہ منعقد کیا۔ غرض یہ تھی کہ اہل سنت والجماعت کو دیگر فرق ومسالک پر جو تفوق اور امتیاز حاصل ہے۔ اسے ظاہر کر کے امام ہمام نعمان بن ثابت علیہ الرحمۃ کے تجویز کردہ طریق عمل پر مسلمانوں کو گام فرسا ہونے کی تعلیم دی جائے تاکہ فلاح کونینی اور فوز دارینی حاصل کرسکیں۔ سیکرٹری اور صدرِ انجمن نے جناب ابوالبرکات مدظلہٗ العالی کو بڑے اخلاص ومحبت کے ساتھ جلسہ میں شمولیت کی دعوت دی کسی مجمع میں لب کشائی کا حضور کے لیے یہ پہلا موقع تھا۔ ہندوستان کے قابل ترین دل ودماغ اس میں موجود تھے جنکی علمیت اور فضیلت مسلمہ تھی۔ حضور نے اپنے متلاطم جذبات کو "درس محبت" کے عنوان [1] سے قلم بند فرما کر روانہ کر دیا اور رکاوٹوں اور بندشوں کے سبب پہنچ نہ سکنے کی معذرت اس شعر سے فرمائی۔

گریہ بے اختیار از من پذیر   نذر اشک بیقرار از من پذیر

یہ خطبہ واقعی گریہ بے اختیار تھا اور اشکِ بے قرار کا نذرانہ

---

[1] یہ خطبہ ستمبر، اکتوبر اور نومبر ۱۹۱۸ء کے رسالہ میں بالاقساط چھپا تھا اور بعد میں ملک محمد الدین صاحب نے اسے ایک رسالہ کی صورت میں چھپوا دیا۔ حضور کا یہ پہلا خطبہ مبارک تھا جو مطبوعہ صورت میں اب بھی لنگر شریف سے مل جاتا ہے۔

Marfat.com

اس دور کے مسلمانوں کی معاشی حالت

ان ایام میں مسلمانوں کی حالت سخت زبوں تھی۔ وہ صرف انگریز کے غلام نہیں تھے۔ بلکہ انگریزوں نے ہندوؤں کو بھی ان پر مسلط کر دیا تھا۔ مسلمانوں کو تجارت اور کاروبار سے محروم کر دیا گیا تھا۔ بالخصوص بنگال میں بندوبستِ دوامی کے ذریعے مسلمانوں سے زمینیں چھین کر انھیں برہمن کلکٹروں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا تھا۔ مسلمانوں کو سرکاری ملازمتوں میں لینے سے بالارادہ گریز کیا جاتا تھا۔ انگریزوں نے شروع ہی سے ایسا نظام تعلیم رائج کیا تھا جو مسلمانوں کی روایات کے بالکل خلاف تھا۔ اسلامی عہد کے تعلیمی اداروں کو حکومت کی طرف سے جو جاگیریں ملی ہوئی تھیں وہ چھین لی گئی تھیں۔ مسلمان اہل ثروت نے ان اداروں کے لیے جو اوقاف چھوڑے تھے وہ بھی دجل و فریب سے غصب کر لیے گئے تھے۔ اسلامی علوم سے باخبر مسلمان بیکار ہو چکے تھے۔ حالانکہ اس سے پہلے حکومت کے سارے عہدے اور تمام کاروبار ان کے لیے وقف تھے۔ نئے نظام تعلیم نے جو جدید تعلیم یافتہ طبقہ پیدا کیا تھا۔ ملازمتیں صرف اسی کو ملتی تھیں انگریز نے بڑی عیاری سے کام لے کر مسلمانوں کو دولت اور تعلیم سے محروم کر دیا تھا اور قدرتی طور پر افلاس اور جہالت نے ذہنی اور اخلاقی اور دینی لحاظ سے مسلمانوں کو اسفل ترین طبقے میں پہنچا دیا تھا۔ ''ہمارے ہندوستانی مسلمان'' کے عنوان [1] سے ایک نیک دل انگریز مسٹر ہنٹر لکھتا ہے کہ صرف ۱۷۰ سال پہلے ایک مسلمان شریف زادے کے لیے غریب ہونا ناممکن تھا اب اس کے لیے دولت مند رہنا ناممکن ہو چکا ہے۔ وہ کہتا ہے میں نے کئی ایسے خاندان دیکھے ہیں جو بادشاہوں کی اولاد ہیں۔ مگر اب بے خانماں ہیں اور ان کے لیے خون جگر پینے کے بغیر اور کوئی چارہ کار نہیں۔ نیک فطرت ہنٹر لکھتا ہے۔ اس طرح ایک برتر نسل اور برتر قوم کو ذلیل کر دیا گیا ہے جو ذہنی اور اخلاقی برتری رکھتی تھی اور جس کا تدبر اہل عالم سے خراج تحسین وصول کر چکا تھا۔ ۱۸۵۷ء کے بعد مسلمانوں کو جس طرح ذلیل و رسوا کیا گیا اس کی مثال تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔

ہند میں حکومت کرنے کی سزا

یہ سب کچھ اس بات کی سزا تھی کہ مسلمان ہندوستان میں کیوں ایک ہزار سال سے بھی زیادہ حکمران رہے تھے۔ صلیبی جنگوں میں ان کے آباؤ اجداد نے عیسائی افواج کو کیوں شکست دی تھی۔ اب بھی ان کے دلوں میں حکومت حاصل کرنے کی آرزو کیوں موجود تھی۔ ۱۸۵۷ء میں ان لوگوں نے جنگ آزادی میں کیوں داد شجاعت دی تھی۔ اور ان کا جذبہ جہاد ہمیشہ کیوں بیدار

[1] "Our Indian Muslaman" by W.W Hunter I.C.S اس کتاب کا اردو میں ترجمہ ہوا تھا۔

Marfat.com

رہتا ہے۔ انگریز اور ہندو دونوں اس بات پر تلے ہوئے تھے کہ مسلمانوں میں آخری رمق حیات بھی باقی نہ رہنے دی جائے اور انھیں اس طرح مفلس اور جاہل بنا دیا جائے کہ یہ ہندوستان میں شودر لوگوں کی طرح زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو جائیں لیکن۔

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے

مسلمان کوشاں تھے کہ فضل ربی سے وہ اقوام عالم میں وہی بلند اور برتر مقام حاصل کریں جو ان کے آباؤ اجداد کو حاصل تھا اور ان کا دین اسی طرح سربلند ہو جس طرح پہلے تھا۔ ۱۹۱۸ء بمقام جہلم انجمن حنفیہ کا اجلاس اسی مبارک جدوجہد سے تعلق رکھتا تھا۔ مگر چونکہ مسلمان ایک عرصہ کے بعد خواب غفلت سے بیدار ہو رہے تھے انھیں ابھی کوئی صحیح راہِ عمل نہیں سوجھتی تھی۔

مسلمانوں کی مرض اور اس کی اصلاح

ہمارے مخدوم اور آقا جناب ابوالبرکات سیّد محمد فضل شاہ صاحب دام اللہ برکاتہم عہد طفلی ہی سے ان حالات پر غور فرما رہے تھے۔ سفرِ حج کے دوران میں بھی مسلمانوں کا عروج و زوال آپ کے لیے موضوع فکر رہا تھا اور آپ حالات کا جائزہ اسی نقطہ نگاہ سے لیتے رہے تھے۔ مسند نشین ہونے کے بعد بھی آپ اسی غور و فکر میں مبتلا تھے دوسروں کے خیال کے مطابق مسلمان اس طرح ترقی کر سکتے تھے کہ وہ سائنس اور فلسفہ کی تعلیم حاصل کریں۔ ریاضی اور طبعیات میں درجہ کمال پر پہنچیں۔ صنعت و حرفت میں آگے بڑھیں۔ بعض کے خیال کے مطابق یورپ کی کورانہ تقلید، فاتح اقوام کے طریق معاشرت سے مشابہت اور ہمسایہ قوموں کے رسوم کی اتباع مسلمانوں کو ورطہ مذلت سے نکال سکتی تھی گوشہ گمنامی سے خارج کر سکتی تھی اور پستی کی عمیق ترین خندق سے باہر لا سکتی تھی۔ مگر اپنے اس اولین خطبہ میں جناب ابوالبرکات نے فرمایا:۔

"بام ترقی کا زینہ، اوج ارتقاء کی سیڑھی اور شاہدِ مقصود سے ہمکنار ہونے کا ذریعہ اسلامی نقطہ خیال سے صرف خدا، اس کے رسول اور اعلائے کلمۃ اللہ سے محبت ہے"۔

آپ نے متنبہ فرمایا:۔

"یاد رکھو! اور دل سے یاد رکھو! کہ اگر تمہارے امراض و اسقام کے لیے کوئی نسخہ مفید ہو سکتا ہے، تمہارے آلام و ہموم کے لیے کوئی شئی تسلی بخش ہو سکتی ہے۔ اور تمہارے دردِ دل اور سوز جگر کے لیے کوئی مرہم کارگر ہو سکتی ہے تو قرآن کی تعلیم پر عمل پیرا ہونا

Marfat.com

نبی اُمّی کے فرمان کو آویزہ گوش بنانا اور اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر جان کو وقف کر دینا ہے''۔

آپ درسِ محبت دے رہے تھے۔ آپ نے دلوں کو محبت الٰہی سے معمور کرنے کا پیغام دیا۔ کیونکہ محبت ہو تو اس ذات سے جو لازوال ہے، ہمیشہ باقی رہنے والی ہے جس کا حسن ابدی ہے۔ جو ہمہ رس، ہمہ دان اور ہمہ گیر ہے۔ آپ نے رسول اللہ ﷺ کی محبت کو اپنے دل و دماغ میں رچا بسا لینے کے لیے فرمایا۔ کیونکہ رسول ﷺ کی فرمانبرداری اور خدا کی محبت باہم لازم ملزوم ہیں۔ آنحضرت ہی کے طفیل ہمیں ہدایت کا راستہ ملا اور حضور کی زندگی کا مقصد حیات کی غرض اور زیست کی علت غائی صرف یہ تھی کہ ان کی امت، ان کے پیرو اور ان کے نام لیوا دین اور دنیا دونوں میں سرخرو اور کامران رہیں۔ حضور کی محبت جب تک دل میں اپنے باپ، بیٹے اور دنیا بھر کے انسانوں کی محبت سے زیادہ نہ ہو کوئی شخص دولت ایمان سے متمتع نہیں ہو سکتا۔ جناب ابوالبرکات نے قرآنِ کریم سے محبت کی دعوت بھی دی۔ کیونکہ اس کے قوانین کسی خاص وقت اور زبان کے لیے مخصوص نہیں اور نہ ہی کسی فردِ معیّن یا قوم واحد پر ان کا دائرۂ عمل ہی محدود ہے۔ اس کے معارف و وثائق، حقائق و دقائق کسی فوق الادراک طاقت کے وجود پر شاہد ناطق ہیں اور یہ اس لیے واجب العمل ہے کہ اس کے نازل کرنے والے کا علم سب پر حاوی، اس کی معلومات بے انتہا وسیع اور اس کی تشخیص بالکل درست ہے۔ آپ نے تمام ارکان اسلام نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کی پابندی اس خلوص اور فرطِ محبت سے کرنے کو کہا کہ دوسرے لوگ دیکھیں تو مسلمانوں کو مجنوں اور فاتر العقل کہیں۔ یہی مجنونانہ کیفیت، عشق و محبت کا یہی نقطہ آخرین جو ظاہر بین نظروں میں جنون دکھائی دیتا تھا۔ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کا مابہ الامتیاز تھا۔ آپ مسلمانوں کو جنون کی اس صفت سے متصف دیکھنا چاہتے تھے۔ آپ نے فرمایا ''مسلم نما کافروں'' کی زندگی ترک کرو اور صدق و صفا اختیار کر کے مخلص مومن بن جاؤ۔ اپنے دلوں میں قوت ایمانی اور روحانیت پیدا کرو:۔

> آزمائش کے طور پر، امتحان کے طور پر، ایک مہینہ نہیں، ایک دن نہیں، ایک ساعت ہی خدا کی طرف ہو مگر خلوص نیت سے ہزار نہیں، سو نہیں صرف ایک ہی سجدہ اس کے سامنے کرو۔ مگر اس کو حاضر ناظر جان کر اور زیادہ نہیں ایک منٹ ہی اس پر پورا یقین و اعتماد کرو مگر حضورِ دل سے۔ تو پھر تمہیں ذوقِ عبادت، لذتِ محبت اور اطمینانِ قلب ہمیشہ کے لیے اس کا نہ ہٹا دے تو ہم ذمہ دار ہیں''

Marfat.com

آپ نے مزید فرمایا:

''تمہاری سرکشی، تمہاری روگردانی، تمہاری بے دلی اسی وقت تک ہے جب تک تمہارا کام و دہن شراب محبت کی حلاوت سے محروم ہے۔ ورنہ جب اس کے ایک دو گھونٹ تمہارے حلق سے نیچے اترے نور ایمان کی جھلک تمہیں دکھائی دی اور تمہارے کان درسِ محبت سے آشنا ہوئے تو پھر''

یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے

اختتام پر آپ نے بصد تاسف اور بصد درد و کرب فرمایا:۔

آہ! میری آنکھیں جن موتیوں کی تلاش میں ہیں وہ بالکل نایاب ہیں۔ آہ! میرے کان من انصاری الی اللہ کی دعوت پر نحن انصار اللہ کی جو صدائے دلنواز سننے کے لیے بیتاب ہیں وہ مفقود ہے۔ اور آہ میرا دل جن قلوب زکیہ و افراد طیبہ کی جستجو میں سرگرداں ہے ان کا نشان تک نہیں پایا جاتا

فما لِهٰؤلاء القوم لا يكادون يفقهون حديثاً ط

فلسفہ تاریخ کا ایک عجیب نکتہ

تہذیبوں کے نشو ونما اور زوال و انحطاط کے سلسلہ میں فلسفہ تاریخ ایک عجیب نقطہ بیان کرتا ہے۔ مسلمان مؤرخ ابن خلدون نے بھی اس پر بحث کی ہے اور اس صدی کے عالمگیر شہرت رکھنے والے مؤرخ ٹائین بی نے بھی اپنی معرکۃ الآرا تصنیف میں اس کی بڑے جذبات انگیز پیرائے میں توضیح کی ہے۔ ٹائین بی نے اپنی تائید میں مشہور جرمن مؤرخ نے سپنگلر کا قول بھی نقل کیا ہے۔ سپنگلر کا موضوع مطالعہ تہذیب مغرب کا زوال تھا۔ اور اس ضمن میں انہوں نے بڑی عالمانہ اور پر مغز بحثیں کی ہیں۔ جہاں تک برگساں کا تعلق ہے انہوں نے تخلیقی ارتقاء پر بڑے حکیمانہ انداز سے بحث کی ہے۔ اور بتایا ہے کہ زندگی کس طرح ارتقاء پذیر رہتی ہے۔ ٹائین بی ان تمام افکار و آرائے کو سامنے رکھ کر ادیبانہ چاشنی کے ساتھ دنیا کی تمام تہذیبوں کی پیدائش ان کی نشو ونما، بقا و دوام اور عروج و زوال کا ذکر کرتے ہیں۔ اور جو نتیجہ اخذ کرتے ہیں ہمیں صرف اس سے غرض ہے۔

ٹائین بی کا نقطہ نظر

وہ کہتے ہیں کہ ہر تہذیب عظیم انسانوں کی مرہون منت ہوتی ہے جو ذہنی، اخلاقی اور روحانی دوسرے تمام افراد سے برتر ہوتے ہیں۔ ان کی روح میں اس قدر عظمت یا کیزگی

Marfat.com

حرارت موجود ہوتی ہے کہ ان کے گردو پیش کے لوگ ان کے ہر قول اور فعل سے بے حد متاثر ہوتے ہیں۔ وہ اپنے ہمعصروں کو مافوق الفطرت انسان نظر آتے ہیں۔ اس لیے وہ ان کی ایسے خلوص سے پیروی کرتے ہیں کہ ان کی اتباع کرنے والوں کے اپنے دلوں میں ایک پر سوز احساسِ محبت ویگانت پیدا ہو جاتا ہے۔ پہلے وہ بکھرے ہوئے دانوں کی صورت میں ہوتے ہیں اب ایک لڑی میں پرو دیے جاتے ہیں۔ پہلے وہ احساس سے عاری ہوتے ہیں۔ اب حیرت انگیز ذکاوت حس کے مالک بن جاتے ہیں۔ ان کے دل اور دماغ روشن ہو جاتے ہیں۔ ان کے سینے درد سے معمور ہو جاتے ہیں۔ ان کے وجود میں برقی قوت پیدا ہو جاتی ہے اور ان کی زبان یک لخت فصیح اور بلیغ بن جاتی ہے۔ اس طرح ایک مردہ قوم زندہ، متحرک، متحد اور گویا ہو جاتی ہے۔ ایک بیدار معاشرہ جنم لیتا ہے جو تہذیب کے ارتقائی مراحل طے کرنا شروع کر دیتا ہے۔ نئے نئے علوم وفنون ایجاد ہوتے ہیں اور ایک نہایت ہی محیر العقول تہذیب پھلنے پھولنے لگتی ہے۔ انبیاء اور اولیائے کرام ہمیشہ اسی طرح تاریخ میں نئی تہذیبوں کے موسس اور موجد بنے ہیں۔

جناب ابوالبرکات سیّد محمد فضل شاہ صاحب مدظلہ العالی کا محولہ بالا درسِ محبت بالکل اسی نوعیت کا ہے۔ آپ اسلامی معاشرہ کو اسی روح سے سرشار کرنا چاہتے تھے۔ جس نے قرون اولیٰ میں مسلمانوں کے دلوں میں ایک انقلاب انگیز ہل چل پیدا کر دی تھی۔ خوش قسمتی سے حضرت اعلیٰ خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے چودھویں صدی ہجری کے رُبع اول میں اپنی روحانی فضیلت اور برتری کا سکہ ہزار ہا افراد کے دلوں پر بٹھایا تھا اور ان کے سینے ایک عجیب دل خوش کن اور امید افزا احساس سے معمور ہو چکے تھے اور پھر خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے بکمال شفقت ومہربانی اپنے نبیرہ بلند اختر جنابِ ابوالبرکات کو بھی روحانیت موفورہ کا خزینہ عطا کیا تھا۔ خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی طرح حضور کے نفسِ گرم سے بھی لوگوں کے دل دولتِ سوز حاصل کر رہے تھے۔ اس لیے کسی تمدن افروز اور تہذیب پرور اقدام کے لیے زرّیں مواقع موجود تھے۔ حضور نے ان سب کا اچھی طرح جائزہ لے لیا تھا اور آپ اپنے زورِ قلم، جوشِ خطابت اور حسن تدبّر سے کام لے کر ان مواقع سے فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔ آپ چاہتے تھے کہ اپنے سوزِ دروں کی دولت عام کر کے تہذیب اسلامی کے کاروان کو پھر حرکت میں لائیں اور اسے ایسی راہ پر گامزن کر دیں جو عزت اور سربلندی کی منزل تک لے جاتی ہو۔ لیکن ابھی کچھ دیر باقی تھی۔ آپ موزوں اور مناسب وقت کے انتظار میں تھے۔ لہٰذا اس بات کی طرف اپنے خطبہ کے اختتام پر مندرجہ ذیل شعر کے ذریعے آپ نے اشارہ کر کے خاموشی اختیار فرمائی۔

Marfat.com

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز
ورنہ در محفلِ رنداں خبرے نیست کہ نیست

روضہ شریف کی تعمیر

حضرتِ اعلیٰ نور اللہ مضجعہ' کا وصال ۱۳۲۶ ہجری مطابق ۱۹۰۸ء میں ہوا تھا لیکن آپ کے شایانِ شان ابھی تک روضہ شریف تعمیر نہیں ہوا تھا۔ جس کمرے میں حضور کی نشست رہتی تھی۔ اسی میں آپ محوِ استراحت تھے۔ قبر مبارک کے اوپر چادر بچھی رہتی تھی۔ نیاز مند حاضر ہوتے تھے اور فیضیاب ہوتے تھے۔ ہر ایک کے دل میں آرزو تھی کہ جس طرح فقر میں حضور کا مرتبہ بلند تھا۔ اسی طرح آپ کا عالیشان مقبرہ تعمیر ہو۔ قبلہ ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس غرض کے لیے سرمایہ پس انداز فرما لیا تھا اور آپ کو تعمیرات کے فنی اور معنوی خوبیوں کے متعلق بھی فطری طور پر خاص شعور حاصل تھا۔ مگر اپنی مبارک زندگی کے آخری چند سالوں میں آپ محویت اور استغراق کی وجہ سے روضہ شریف کی تعمیر کی طرف متوجہ نہ ہو سکے۔ یہ شرف خداوند تعالیٰ نے جناب ابوالبرکات کی ذات بابرکات کے لیے مختص فرما دیا تھا۔ قبلہ ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی ہمت اور اولعزمی سے کام لے کر لنگر شریف کو استوار بنیادوں پر کھڑا کیا تھا۔ اب ترقی اور استحکام کے اس سلسلہ کو اسی عزم و ہمت کے ساتھ جاری رکھنا آپ کے قابلِ فخر فرزندِ دل بند کا کام تھا۔

حضور نے مسند نشین ہوتے ہی تعمیر روضہ اطہر کی طرف توجہ شروع کر دی۔ سب سے پہلے یہ ضروری تھا کہ روضہ شریف کا نہایت ہی موزوں اور حسین وجمیل نقشہ تیار کرایا جائے۔ تاکہ جو عمارت تیار ہو وہ ایک طرف تو پختگی اور مضبوطی کے لحاظ سے عہد مغلیہ کی عمارات کے ہم پلہ ہو اور دوسری طرف حسن و جمال کے اعتبار سے یگانہ روزگار ہو، اس قسم کا نقشہ تیار کروانے میں بڑی دقتیں پیش آئیں۔ قبلہ سجادہ نشین صاحب کسی ایسے نقشے سے مطمئن نہیں ہوتے تھے جو مثالی نہ ہو۔ آخر بڑی دوڑ دھوپ اور جدوجہد کے بعد جبکہ ہندوستان بھر کا کونہ کونہ چھان لیا گیا تھا۔ شہر جالندھر کے ایک معمولی سے آدمی کے ذریعے مطلوبہ نقشہ اور اس کا نمونہ حاصل ہو گیا۔ اس کے بعد سنگ مرمر، چونہ، سرخ پتھر اور باقی ضروریات کی بہم کے لیے کوششیں شروع ہو گئیں۔ تمام کام حاجی فضل دین صاحب ساکن ہرنپور کی تحویل میں دے دیا گیا۔ لنگر شریف کے کاردار خصوصی منشی شیر باز سکنہ چتال نگران کار تھے۔ مستری شرف الدین سکنہ میانی نے کام شروع کیا مگر وہ جلد داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ ان کے بعد ان کے فرزند مستری اللہ دین نے یہ کام سنبھالا اور بڑی محبت اور دلسوزی سے جاری رکھا۔ ملتان شہر کے مستری محمد فیض اللہ بھی آپ کا ہاتھ بٹا

Marfat.com

ہے۔ کاشی کا کام مستری نور احمد ولد خدا بخش سکنہ ملتان کے ذمہ تھا۔ مزدور کچھ تو اجرت پر کام کرتے تھے اور ان کے ساتھ پیر بھائی بھی محبت اور خلوص کی بنا پر مزدوروں سے بھی زیادہ مستعدی کے ساتھ مصروف کار رہا کرتے تھے۔

جنوب کی طرف سے جگہ بڑھانے کے رستہ کو چھوڑ کر نیچے بڑی گہرائی سے مضبوط اور مستحکم دیوار اٹھائی گئی۔ رستہ کے مشرق اور مغرب کی طرف خوبصورت محرابیں بنا کر مسقف راہ بنا دی گئی اس طرح روضہ شریف کے جنوب کی طرف غلام گردش کے لیے جگہ نکل آئی شمال اور مغرب کی طرف بھی غلام گردش بنائی گئی جو زائرین کے لیے آمدورفت کا کام دیتی ہے۔ اس میں چھت کے اندر کی طرف مختلف مشہور درگاہوں کے نقشے بنائے گئے تا کہ زائر متعدد زیارات سے بہ یک وقت مستفیض ہو سکیں۔ غلام گردش کے محراب دراز دراز اور خوبصورت ہیں۔ چونکہ روضہ اطہر بلندی پر ہے غلام گردش میں کھڑے ہو کر انسان ارد گرد کے مناظر تا حد نگاہ دیکھ سکتا ہے۔ سبز کھیت، گھنے درخت اور دریا کی رُپہلی لکیر تمام چیزیں بڑی نظر افروز دکھائی دیتی ہیں۔ دیواروں پر چونے کا کام اس صفائی اور مہارت سے کیا گیا ہے کہ معلوم ہوتا ہے صاف ہموار اور ملائم سنگ مرمر ہے۔ روضہ شریف کے دروازوں پر سنگ مرمر کا کام بڑے سلیقہ اور ہنر مندی سے انجام پذیر ہوا ہے۔ گنبد مبارک بیضوی نہیں مگر خربوزے کی ما نند ہے۔ گنبد اور میناروں پر کاشی کا کام بڑا نفیس ہے۔ کلس مبارک سنہری ہے۔ روضہ اطہر پر نگاہ پڑے تو حسن و جمال کا مرقع دیکھ کر دل مسرور ہو جاتا ہے۔ گنبد کے محیط، میناروں کی بلندی اور تمام گھرے ہوئے رقبہ میں وہ ہم آہنگی ہے کہ کیا کہنا۔ روضہ مبارک کے وجودِ حسین نے جلال پور شریف کو خوبصورتی عطا کی ہے۔ اس عمارت جمیل و جلیل کی تکمیل ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۹۲۲ء میں ہوئی یعنی پورے چار سال تک بیسیوں مزدور، متعدد کاریگر اور کئی نگران کار لگا تار شب و روز کام کرتے رہے اور پھر جا کر یہ معجزۂ فن جلوہ افروز ہوا۔ اس زمانہ کے حساب سے کم و بیش دو لاکھ روپے خرچ ہوئے۔ شمال کی طرف درمیانی محراب پر یہ شعر لکھا ہوا ہے۔

تعالیٰ اللہ چہ عالی قبہ نور — کہ اطہر روضہ حیدر پر از نور

انسان ظاہری نگاہ سے دیکھے یا باطنی سے واقعی یہ قبہ نور ہے

اندر پالکی شریف بعد میں بنی تھی۔ سنگ مرمر جے پور سے منگوایا گیا تھا۔ جے پور کا ایک ... مقلوک الحال مستری قبلہ سجادہ نشیں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے

... ۲۴ اکتوبر ... مرمت میں گنبد صاف بیضوی صورت میں بنوایا گیا ہے جس پر جرمنی ٹائل لگا کر سنگ جراحت کا خوشنما پلستر ...

Marfat.com

استفسار فرمایا۔ پالکی بنالو گے؟ اس نے عرض کی جی ہاں۔ روضہ شریف کے اندر جا کر اس نے اشاروں اشاروں میں اس پھرتی سے اندازہ لگایا اور پھر نقشہ تیار کیا کہ حضور نے یہ مبارک کام اسی کے سپرد کر دیا۔ وہ کیسا نیک بخت انسان تھا! افسوس ہے اس کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ وہ گم نام رہ گیا۔ لیکن حضرت اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی عین نگاہوں کے سامنے رہ کر اس نے فیض حاصل کیا ہے۔ اس پر کسے رشک نہیں آتا۔ پالکی شریف کے نقش و نگار، اس کا حسن اور روضہ شریف کے ماحول سے اس کی مناسبت اس مستری کی فنی مہارت اور محبت و خلوص پر شاہد عادل ہیں۔ برآمدے میں سنگ موسیٰ اور سنگ مرمر کا مربع دار فرش اور روضہ اطہر کا سنگِ مرمر کا فرش بھی بعد کی چیزیں ہیں۔

روضہ شریف کے فیوض و برکات

خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے وصال کے بعد خواب میں اپنے محبوب پوتے حضرتِ ابوالبرکات خواجہ سید محمد فضل شاہ صاحب دام برکاتہم کو فرمایا تھا میں زندہ ہوں۔

مرا زندہ پندار چوں خویشتن　　　من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن

صرف تمہاری نظروں سے پوشیدہ ہو گیا ہوں۔ تمہارے سب کام ہر وقت میری نگاہ میں ہیں۔ ہر وقت میرا خیال تمہاری طرف ہے اور میں اپنی دعاؤں سے لوگوں کی حاجتیں مقبول کراتا ہوں۔ اولیائے کرام کے خواب کو رویائے صادقہ کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ قرآن مجید بھی شہیدانِ وفا کی حیات دوام کی شہادت دیتا ہے۔ ہم اس ضمن میں دو واقعات پیش کرتے ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ خلوص دل، نیاز مندی اور للّٰہیت کے جذبات لے کر جو زائر خواجہ غریب نوازؒ کے مقبرہ پر حاضر ہوئے انہوں نے حضور کو زندہ پایا۔

زندۂ جاوید ہیں تیغ محبت کے قتیل
بجھ کے بھی ٹھنڈے نہ ہونگے یہ شرر تا روز حشر

حضرت سیماب وارثی کی سیمابی کیفیت

مولانا عاشق حسین صاحب سیماب صدیقی الوارثی اکبر آبادی اسم بامسمیٰ تھے۔ عشق ان کی گھٹی میں پڑا تھا۔ حضرت اعلیٰ سے باقاعدہ شرف بیعت حاصل نہیں تھا اور نہ حضور کی زیارت سے شرفیاب ہوئے۔ لیکن حضور کے روحانی کمالات اور فیوضات باطنی کا ایسا گہرا نقش دل پر ثبت ہوا تھا۔ کہ سوز عشق سے سیماب وار تڑپتے تھے۔ حضور کی تعریف اور مدح سرائی دل و جان سے کیا کرتے تھے۔ رسالہ ''صوفی'' کے پرچوں اور ''ذکر حبیب'' میں حضرت سیماب کی متعدد نظمیں موجود ہیں ایک سے ایک بڑھ چڑھ کر ہے۔ اور ایک سے ایک زیادہ روح پرور اور ایمان افر

Marfat.com

ہے۔ جذبات پر جوش اور زور بیان کو دیکھ کر امواج کا تلاطم یاد آتا ہے۔ اس قسم کے مصرعے صرف عالم وارفتگی میں زبان پر آتے ہیں ۔ حسب مقدس، نسب مطہر، لقب معلّے، خطاب حیدرؒ انجام کار اس عشق نے آپ کو بیتاب کر دیا اور آپ نے ایک مسدس میں اپنی آرزو بیان کی۔

کاش ہم بھی روضہ انور کا منظر دیکھتے　　مدفنِ پرنور پر پھولوں کی چادر دیکھتے
روضہ اقدس پہ کر کے جاں نچھاور دیکھتے　　پھر وہاں یہ مطلع پر کیف پڑھ کر دیکھتے

نقشہ فردوس ہے تصویر بیت اللہ ہے
پیر حیدر شاہؒ کی درگاہ کیا درگاہ ہے

دیکھیں کس شیفتگی کے عالم میں یہ بند لکھا گیا ہے۔ یہ مکمل مسدس ''ذکر حبیب'' میں موجود ہے۔ ''صوفی'' عرس نمبر بابت ۱۹۲۰ء میں آپ کی ایک اور نظم چھپی تھی۔ یہ بھی ''ذکر حبیب'' میں موجود ہے۔ اس میں بھی جناب سیماب نے حسرتِ دیدار کا اظہار ان الفاظ میں کیا

لے چل اے قسمت مجھے دربار حیدر شاہؒ میں　　نذر کرنے کو ہوں سر سرکار حیدر شاہؒ میں
پر توِ معبود ہے ظلِ لقائے پیر بھی　　جلوہ مقصود ہے دیدار حیدر شاہؒ میں
دیکھ لوں انکو تو پھر اے موت دعوت دوں تجھے　　جی رہا ہوں حسرتِ دیدار حیدر شاہؒ میں

جلالپور شریف کی تصوراتی سیر

ادھر دل میں یہ بے تابی اور حسرتِ دیدار موجود تھی اور عالم تصور میں جلال پور شریف حاضر ہو رہے تھے۔ اور زائرین کے ساتھ ہو کر روضہ انور کی زیارت سے مشرف ہو رہے تھے۔ چنانچہ رسالہ ''صوفی'' کے محولہ بالا پرچے میں اس مقدس شہر کے متعلق نثر میں ایک مضمون شائع کرایا جس کو ہو بہو یہاں نقل کیا جاتا ہے تاکہ ضائع نہ ہو جائے۔ بیانِ عشق ہے اسے تا ابد پائندہ رہنا چاہیے۔ اس کا عنوان ہے ''شمع لاہوت جلال پور شریف کی فضائے نور میں''

''ذرا اس منظرِ اقدس کو ادب اور تعظیم کے ساتھ دیکھنا۔ یہ کوئی معمولی منظر نہیں ہے جسے چشم تماشا سرسری نظر سے دیکھ سکے۔ بلکہ ایک عظیم الاثرات اور وسیع الفیض کعبہ مرادات ہے جہاں فرشتے رحمتوں اور برکتوں کے ہار لے کر آتے ہیں۔ قدسیان فلک آنکھیں بند کر کے دست بستہ کھڑے ہوتے ہیں اور وحوش وطیور اس مقام کے طواف کو حیات کا حاصل سمجھتے ہیں۔

''یہ وہ انجمن ہے جس میں ایک شمع لاہوت روشن ہے۔ اس شمع پر سنگ مزار کا فانوس ہے۔ لیکن پردہ فانوس میں بھی اس شمع کی تجلیاں نچلی اور غیر متحرک نہیں

Marfat.com

ہیں۔ دیکھیے دیکھیے۔ انوار باطن کی کرنیں ضیائے شمع بن کر چاروں طرف پھیلی ہوئی ہیں۔ اور ان کرنوں میں تصوف وطریقت کے ہزاروں آفتاب وماہتاب چم چم کرتے نظر آتے ہیں۔

''یہ وہ مقام ہے جسے فردوس زمین کہیں تو بجا ہے اور جنت ارضی لکھیں تو روا ہے۔ اس کی آب وہوا زائرین اور معتقدین کے لیے دماغ پرور ہے۔ اور اس کی فضا چشم تماشا کے لیے ایک منظر یہ وہ مقدس دربار ہے جہاں حاجت مندوں کے پرے اپنی تمنائیں اور مرادیں ہاتھ میں لیے کھڑے ہیں۔ کسی کی آنکھ میں آنسو ہیں، کسی کے ہونٹوں پر نالہ بے اختیار ہے، کسی کا ایک ہاتھ دل پر ہے۔ کسی کا سر گریبان میں ہے اور کوئی فرط محبت والفت سے مدہوش ہو کر جھوم رہا ہے۔

فریاد کناں بردر جانانہ ہے کوئی　　فرقت کا لیے ہاتھ میں افسانہ ہے کوئی
وحشی ہے کوئی عشق میں دیوانہ ہے کوئی　　یوں نعرہ کناں وجد میں مستانہ ہے کوئی

دز دیدہ فگندی بمن از ناز نگاہے
قربانِ نگاہِ تو شوم باز نگاہے

''یہ وہ دارالشفائے معظم ہے جہاں سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں بیمار فراق، عصیاں، مہجوری، ناداری، غفلت، ادبار وغیرہ مہلک امراض میں مبتلا ہو کر آئے ہوئے ہیں۔ سب کی نگاہ تمنا ایک ہی طرف لگی ہوئی ہے۔ کسی کی چشم کرم کا انتظار ہے کوئی رو رہا ہے۔ کوئی دردفراق سے بیقرار ہے۔ کوئی مرض عصیاں میں گرفتار ہے۔ کسی کو مہجوری کا آزار ہے۔ کوئی غافل ہے کوئی نادار ہے اور کوئی سرگشتہ فلاکت وادبار ہے ہر بیمار اور ہر مریض اپنی اپنی عرضداشت لیے کھڑا ہے اور مسیحا دارالشفاء میں محوِ خواب ہے۔ جب جواب میں کچھ دیر ہوتی ہے۔ تو ان مریضان محبت میں ایک شور بپا ہو جاتا ہے کوئی کہتا ہے۔

یار آیا نہیں سنتے ہیں کہ آرام میں ہے
ملک الموت ہی آجائے وہ کس کام میں ہے

کوئی بادیدہ اشکبار دلِ بے قرار ہاتھ جوڑ کر اور سر جھکا کر یوں عرض کرنے لگتا ہے۔

دل سے میرے رخصت ہے اب صبر وشکیبائی
کیا ضبط کروں کس کو ہے ضبط کی یارائی

Marfat.com

سب چھوڑ کے جاتے ہیں تاب اور توانائی

ہونٹوں میں ہے دم پہنچا آنکھوں میں ہے جاں آئی

ای در لب لعلِ تو اعجاز مسیحائی

مردم زغم ہجرت وقتست کہ باز آئی

نظروں میں مسافر کی تاریک زمانہ ہے

بیچارہ و بے کس ہے، مایوس تمنا ہے

آثار اجل ہیں سب جب مر گئے پھر کیا ہے

مل جاؤ تو بہتر ہے آ جاؤ تو اچھا ہے

ای در لب لعلِ تو اعجاز مسیحائی

مردم زغم ہجرت وقتست کہ باز آئی

یہاں مریضوں کو شفاء، بیماروں کو دوا، گنہگاروں کو عطا، ناداروں کو دولت، ادبارزدوں کو اقبال، مہجوروں کو شربتِ وصال، غافلوں کو بیداری، مایوسوں کو دلداری، تمنائیوں کو امیدیں، اور تماشائیوں کو تجلیءِ جمال کی نویدیں ملتی ہیں اور اس دربار سے کوئی خالی ہاتھ نہیں جاتا۔

''ہاں ہاں یہ وہ درگاہِ فیوض ہے۔ جس کے ایک گوشہ مبارک میں خدا کا پیارا، نبی کا دلارا، علیؓ کی آنکھ کا تارا، آقا اور سردار ہمارا محوِ خواب ہے۔ وہ کون دل آرا، وہ کون انجمن آرا، دل تھام کر نام سنیے اور سن کر دل تھام لیجئے، قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین حضرت پیر سید حیدر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ الی یوم القیامۃ

زباں پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا

کہ میرے نطق نے بوسے میری زباں کے لیے

''اے حاضرین دربار حیدری، اے زائرین سرکار حیدری، اے ناظرین انوار حیدری، اے معتقدین اسرار حیدری، اپنی اپنی گودیں پھیلا لو۔ آنکھیں پیر کے روضے سے لگا لو۔ دل کو ان کی یاد میں متوالا بنا لو۔ اور ہاتھ اٹھا کر سچے دل اور حضور قلب سے دعا مانگو''

اس کے بعد سیماب صاحب نے وہ طویل دعا درج کی ہے جو بعد میں ''ذکرِ حبیب'' میں ''ے دل'' کے نام سے شامل کی گئی۔ اس سارے مضمون اور دعا سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب

Marfat.com

سیماب صاحب کے دل میں زبردست تمنا اور بیتاب آرزو موجود تھی کہ وہ کب جگر بریاں وقلب سوزاں لے کر جلالپور شریف روضہ اقدس پر حاضر ہوتے ہیں اور جذبات نیاز پیش کرتے ہیں چنانچہ ان کی آرزو پوری ہوئی۔ اور وہ پہلی بار ۱۹۲۱ء کے موسم گرما میں منڈی بہاؤالدین سے ہوتے ہوئے جلالپور شریف پہنچے۔ حضرت صاحب سجادہ زاد اللہ فیضا نہ و بسط اللہ برھانہ نے مسجد جامع کے حجرہ کے سقف پر ان کا پلنگ بچھوا دیا۔ جہاں آپ نماز عشاء کے بعد سوتے اور سحری کے وقت جاگ اٹھتے۔ رمضان شریف کا مقدس مہینہ تھا۔ چاند کی تابانی اپنے جوبن پر تھی۔ رات کو سواد جلالپور شریف کی ہر چیز نورانی اور چمکدار نظر آتی تھی۔ جدھر نگاہ اٹھتی تھی دریائے جہلم کی موجوں کا دھوکا ہوتا تھا۔ سیماب صاحب لطیف احساسات کے مالک تھے۔ اس لیے ہر رات شب ماہ کا لطف مختلف صورتوں میں اٹھاتے رہے۔ سیماب صاحب جنوری ۱۹۲۲ کے ''صوفی'' میں رقمطراز ہیں۔ کہ خرق عادات کرامات، مکاشفات، لطائف، ملفوظات سب کو ایک طرف رکھ دیجئے۔ یہ ایسی باتیں ہیں۔ جو دیگر مشائخ عظام میں بھی قدرت نے ودیعت کی تھیں اور یقیناً زاں بعد اوروں کو بھی میسر آئیں۔ مگر ایک بات جو حضرت خواجہ پیر سید حیدر علی شاہ صاحب جلالپوری قدس سرہ العزیز کے تصرف میں دیکھی وہ شاید ہی کہیں اور نظر آئی ہو۔ آپ واقعی بے مثال پیکر نور تھے۔ سیماب صاحب لکھتے ہیں۔ کہ مناظر محسوس میں سے حضور کے روضہ مبارک کا بلند گنبد سوتے لیٹتے ان کی آنکھوں کے سامنے رہتا تھا اور جس پر چاندنی کی نورانی چادر ایک ایسا سہانا سماں پیدا کر دیتی تھی کہ بعد میں بھی اس خیال سے اس کے خیال سے ایک عجیب چمک محسوس ہوتی رہی۔ سیماب صاحب کا معمول تھا کہ وہاں ہر رات سونے سے پہلے خواجہ غریب نواز کی روح پرفتوح کو فاتحہ کا ثواب پہنچا دیتے تھے باوضو سوتے اور جب جاگتے تو پھر وضو کر لیتے۔ یعنی آپ کے دل پر جلالپور شریف کا جلال پوری طرح مستولی تھا۔ حالانکہ اس سلسلہ عالیہ سے انہیں بیعت نہ تھی۔

ایک عجیب واقعہ

ایک رات جب کہ گرم ہوائیں دریائے جہلم میں غسل کر کے مسافران جلالپور شریف کو پنکھا جھل رہی تھیں اور مہمان دربار حیدری کی طبیعت سے دن بھر کی دھوپ اور گرم لو کے اثرات دور کرنے کے لیئے سرد اور خنک جھونکے لا رہی تھیں۔ سیماب صاحب کو عالم غنودگی میں اس طرح معلوم ہوا کہ خواجہ غریب نواز جن کی شبیہہ مبارک وہ خوش نصیبی سے دفتر ''صوفی'' میں دیکھ چکے تھے گنبد پر جلوہ افروز ہیں۔ ان کے ہاتھ میں ایک رایت بلند ہے۔ جس کا ایک گوشہ اس مسجد کی

Marfat.com

چھتوں پر محیط ہے۔ جن میں سے ایک پر سیماب صاحب عالم خواب کی سیر کر رہے تھے۔ غالباً جمعہ کی رات تھی۔ صبح جمعہ تھا۔ اس لیے انہوں نے اوراد و وظائف میں نسبتاً کچھ زیادہ وقت صرف کر دیا تھا۔ اور چونکہ روزہ رکھنے کے لئے سحری کے وقت اٹھنا تھا۔ اس لئے وہ چاہتے تھے کہ کچھ دیر آرام کر لیں۔ مگر حضرت خواجہ غریب نواز کو اپنے مہمان کی دعوت روحانی منظور تھی۔ اس لئے اور سامان پیدا ہو گئے۔

سیماب صاحب نے عالم غنودگی میں یہ منظر عجیب دیکھا تو چونک پڑے اور آنکھیں مل کر اٹھ بیٹھے۔ اگر اس منظر کا تعلق خواب سے ہوتا تو بیدار ہونے کے بعد بدل جاتا لیکن یہ تو حقیقت پر مبنی تھا۔ اس بیداری کے بعد بھی بدستور موجود رہا اور عجیب بات یہ ہوئی کہ آنکھوں کے ساتھ کان بھی کھل گئے۔ عالم ملکوت کی آوازیں سیماب صاحب نے پہلے بھی سنی تھیں لیکن اب تو عالم لاہوت کے نغمے سماعت نواز معلوم ہوئے۔ اور گنبد کی جانب سے نسیم نیم شبی کے ساتھ یہ الفاظ ان کے کانوں میں پہنچے:

میرے جھنڈے کے نیچے کل عالم ہے اور میں عالم کے اوپر ہوں۔ میں وہ کچھ ہوں جو کچھ نہیں اور سب کچھ ہے۔ تو سوتا ہے میں جاگتا ہوں۔ اس لئے تو بھی جاگ اور شریک ذات ہو جا۔ سب کو سونے دے اور سن

اس کے بعد کچھ اس قدر آواز لطیف تھی کہ الفاظ سیماب صاحب کی سمجھ میں نہ آئے صرف یہ بے ربط کلمات لکھ سکے:۔

تو آیا...... اس سے پیشتر...... قسمت جاگی ...... پھل پائے گا۔ فیض یاب ہو...... سب ہمارے ساتھ ہیں ...... ہوا میں ...... دامن رکھ...... صوفی سے لے ...... ذکر نہ کر...... بڑی سعادت ملی ...... تذکرہ...... جھنڈے کے تلے...... محشر تک

یہ منظر سیماب صاحب کی گھڑی کے حساب سے ٹھیک پون گھنٹے تک ان کی آنکھوں کے سامنے رہا۔ مگر ان صاف جملوں کے بعد وہ کوشش کے باوجود کوئی مربوط کلام نہ سمجھ سکے۔

اس کے بعد وہ جھنڈا پھیلا یہاں تک کہ تمام جلال پور شریف پر چھا گیا۔ سیماب صاحب اوپر ایک ابر لطیف مستولی دیکھتے تھے۔ اور خواجہ غریب نواز نظروں سے پوشیدہ تھے۔ اور یہ بات تھی کہ عالم تنہائی میں اس قدر مافوق العادت باتیں دیکھ اور سن کر بھی سیماب صاحب کو خوف و ہراس طاری نہ ہوا۔ یہاں تک کہ انہیں کسی نامعلوم وقت خود بخود نیند آ گئی۔

Marfat.com

تماشہ عجیب

انہوں نے اس بات کا ذکر جلال پور شریف میں قبلہ سجادہ نشین صاحب کے سامنے اس لئے نہ کیا کہ حضور اس تماشائے عجیب کو انکے اعتقادات کی قوت کا معجزہ نہ سمجھ لیں۔ اور ایڈیٹر ''صوفی'' سے اس لئے نہ کیا کہ اس اظہار سے کوئی غرض مندی ثابت نہ ہو۔ لیکن جب رسالہ ''صوفی'' کا عرس نمبر نکلنے لگا تو ان کے جی نے چاہا کہ اس واقعہ کو قلم بند کر دیا جائے۔ زندگی کا کچھ بھروسہ نہیں بات دل میں پڑی رہی تو پڑی رہ جائے گی۔ اظہار واقعہ سے ان کے دو مقصد تھے۔ ایک تو یہ کہ اگر صاحب دل کا رجحان کسی بزرگ کی طرف ہو تو زیارت ضرور ہو جاتی ہے۔ اور اسی عالم میں جس میں وہ بزرگ منازلِ ارتقاء طے کرنے کے بعد موجود ہوتے ہیں دوسرے خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے کلماتِ بینات سے آپ کا درجہ ولایت بہت عظیم الشان معلوم ہوتا ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ آپ کا درجہ فنافی الذات سے بھی آگے بڑھا ہوا ہے۔ اور خداوندِ تعالیٰ نے صفات و افعال ذات میں آپ کی روحانیت کو اس قدر مستغرق کر لیا ہے کہ آپ کی روح مبارک سے افعال ذات کے کرشمے ظاہر ہونے لگے ہیں۔ مگر ان معانیءِ لطیف تک رسائی کے لئے چشم بصیرت کی ضرورت ہے۔

ناظرین کرام نے یہ تو دیکھ لیا کہ خواجہ غریب نواز امامِ صمدانی محبوب ربانی'' کے فیوض کا کیا عالم ہے۔ اب آپ دیکھیں کہ جو سیماب صاحب دردِ مجبوری کی وجہ سے بیتاب ہو چکے تھے۔ اس منظر لطیف و نظیف سے مستفیض ہونے کے بعد آپ کی کیا کیفیت تھی۔ ایک تو ان کے دل میں جلالپور شریف کی محبت دو چند ہو گئی۔ انہوں نے ''بعجلت جلالپور آئیں'' کے عنوان سے ایک نظم لکھی۔ جو اسی جنوری ۱۹۲۲ء کے پرچے میں چھپی تھی۔ اسے ذرا آپ بھی ذوق ایمان اور لطف ارادت وعقیدت سے پڑھ لیں۔ یہ نظم ''ذکر حبیب'' میں بھی شامل ہے۔ چونکہ اس کا تعلق سیماب صاحب کے چشم دید روحانی منظر سے ہے۔ اس کا یہاں درج کرنا ازبس ضروری تھا۔

کہاں ہیں اہل طریقت جلالپور آئیں

کہاں ہیں اہل طریقت جلالپور آئیں
خدا کی دیکھنے قدرت جلالپور آئیں

جلال خیز ہے خواجہ کی مسجد جامع
فدائیان شریعت جلالپور آئیں

کہاں ہیں تشنہء آب کرم کہو ان سے
یہاں ہے چشمہ رحمت جلالپور آئیں

جلال وفیض مشائخ کے جو نہیں قائل
وہ لوگ آج بعجلت جلالپور آئیں

بہار روضہ فردوس آنکھ سے دیکھیں
جنہیں ہے حسرت جنت جلالپور آئیں

Marfat.com

بڑے حضور کا دربار ہے خدا رکھے — بصد نیاز و محبت جلالپور آئیں
کدھر ہیں بلبل بیمار گلشن خواجہ — کھلا ہے باغ لطافت جلالپور آئیں
یہاں کی خاک میں جزو سکون و تسکیں ہے — ملے گی قلب کو راحت جلالپور آئیں
جو بیکسان جہاں ہیں نوید دو ان کو — رہے گی کچھ نہ مصیبت جلالپور آئیں
نہ جانے پھر کبھی موقع ملے ملے نہ ملے — یہ وقت بھی ہے غنیمت جلالپور آئیں
جلالپور میں ملتی ہے شاہی ابدی — اگر ہے خواہش رفعت جلالپور آئیں
یہاں دعا جو کریں گے قبول ہوگی وہی — کھلا ہے باب اجابت جلالپور آئیں
ہے اپنی خفتہ نصیبی کا جن کو آج گلہ — وہ سب جگانے کو قسمت جلالپور آئیں
یہیں سے حد وصال خدا کا ہے آغاز — یہیں ہے سرحد وحدت جلالپور آئیں

ہے اپنے دل میں یہی، لو لگی سیماب
بلائیں پھر ہمیں حضرت جلالپور آئیں

جلالپور شریف میں خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی تجلیات عرفان چشم ظاہر و باطن سے دیکھ لینے کے بعد سیماب صاحب پر دوسرا اثر یہ ہوا عالم اور مافی العالم سے بالکل بے نیاز ہو گئے۔ فقر کی وہ دولت نصیب ہوئی کہ ارباب جاہ و اقتدار کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ اس ضمن میں ان کی ایک مخمس جنوری ۱۹۲۳ء کے ''صوفی'' میں چھپی تھی۔ اس کے صرف تین بند یہاں درج کیے جاتے ہیں۔ ۔

میں حیدری ہوں

فلک تو نہ للہ مجھ کو ستانا — مجھے اپنی گردش نہ ہرگز دکھانا
ملے گا نہ دنیا میں تیرا ٹھکانا — مرے منہ نہ آنا مرے منہ نہ آنا
مجھے جانتا ہے کہ میں حیدری ہوں

مئے فقر سے دل میرا کیف زا ہے — مرا دل سرور ولا سے بھرا ہے
پیالہ مرا ساغر خود نما ہے — میں وہ مست ہوں میرا ساقی خدا ہے
یہ دعویٰ بجا ہے کہ میں حیدری ہوں

مجھے ہے نگاہ دو عالم میں میری — خدا مجھ سے راضی ہے خوش ہیں نبی بھی
بڑی فقر کی میں نے دولت ہے پائی — مسرت سے لبریز ہے زندگانی
زمانہ فدا ہے کہ میں حیدری ہوں

Marfat.com

مشاہدہ انوار خواجہ سے پہلے کی نظموں میں سیماب صاحب کے درد و کرب اس مخمس کے سکون و اطمینان اور سرور و بہجت کا مقابلہ کریں اور پھر اندازہ لگائیں کہ دیدار خواجہ کے فیوض و برکات کیا ہیں۔

دوسرا واقعہ

خواجہ محبوب سبحانی کی حیات ابدی اور حضور کے کمالات روحانی کے سلسلہ میں حسب وعدہ اب دوسرا واقعہ درج کیا جاتا ہے۔ ۶ مئی ۱۹۶۲ء بروز اتوار شیخ منور الدین استاذ اسلامیات گورنمنٹ کالج چکوال راقم آثم کے ہاں جہلم آئے ہوئے تھے۔ شیخ صاحب نے اسلامیات اور عربی دونوں مضامین میں ایم۔ اے امتیاز کے ساتھ پاس کیا ہوا ہے۔ بڑے صاف باطن مسلمان ہیں اور خلوص دل سے شریعت نبوی ﷺ کی پابندی کرتے ہیں۔ بعد از نماز صبح انہوں نے کلمہ طیبہ کا ذکر سنا دل پر عجیب کیفیت طاری ہوئی۔ بندہ سے کہنے لگے۔ حضرت پیر سید حیدر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی تعریف سنی ہے۔ آج جی چاہتا ہے۔ جلالپور شریف جائیں۔ روضہ اقدس پر حضور کی خدمت میں حاضر ہوں۔ چنانچہ لاری پر سوار ہو کر ہم دونوں ایک بجے بعد از دوپہر جلالپور شریف پہنچ گئے۔ اور روضہ اقدس پر حاضری دی۔

شیخ صاحب کم گو انسان ہیں۔ راستہ میں انہوں نے صرف دو ایک باتیں کیں۔ جن سے پتہ چلتا تھا کہ ان کے دل میں بے حد ذوق وشوق ہے۔ اور یہ آرزو لے کر جا رہے ہیں دل نور ایماں سے معمور ہو جائے روضہ اطہر پر فاتحہ خوانی کے بعد بندہ قبلہ ثانی صاحب اور صاحبزادہ قائم الدین شاہ صاحب کے مزارات مقدسہ پر حاضر ہونے کے لئے باہر آ گیا۔ شیخ صاحب وہیں پالکی شریف کے مشرق کی طرف بیٹھے رہے۔ تھوڑی دیر بعد بندہ واپس آیا تو دیکھا کہ شیخ صاحب اٹھ کر اندر سے روضہ انور کی فنی خوبیوں کو بکمال عقیدت دیکھ رہے تھے۔ میں نے پوچھا شیخ صاحب جلد فارغ ہو گئے۔ میں نے تو بالارادہ نہیں اٹھایا تھا۔ وہ مسکرا پڑے اور کہنے لگے بحمد اللہ کام بن گیا ہے۔ میرا ہاتھ پکڑا اور غلام گردش میں لے جا کر پوچھنے لگے۔ کیا آپ نے حضرت اعلیٰ کی زیارت کی ہے۔ میں نے عرض کیا۔ حضور کی شبیہ مبارک دیکھی ہے۔ شیخ صاحب نے حضور کے حلیہ مبارک کے متعلق استفسار کرنا شروع کر دیا بندہ نے جواباً ایک ایک بات بتائی۔ کہ حضور کی پیشانی مبارک کھلی تھی۔ چہرے پر نور برستا ہے سر پر کلاہ چار ترکی، سر کے بال لمبے تا بہ دوش، سینہ مبارک فراخ، محاسن مبارک نہ گھنے نہ کم، حضور کھلی آستینوں والا پیراہن پہنا کرتے تھے اور کپڑوں کے اوپر ململ کا دوپٹہ حسن افروزی کیا کرتا تھا۔

Marfat.com

یہ سن کر شیخ صاحب کی آنکھیں فرط مسرت سے چمک اٹھیں اور وہ رازدارانہ انداز میں کہنے لگے۔ اگر حضور کا حلیہ شریف یہ ہے۔ تو میں نے ابھی ابھی ان آنکھوں سے حضور کی زیارت کی ہے۔ پالکی شریف کے مشرق کی طرف جا کر بیٹھا فاتحہ خوانی کی چند لحوں بعد پالکی شریف غائب ہو گئی۔ مصلّے پر سامنے حضرت اعلیٰ تشریف فرما تھے۔ بڑی نیاز مندی کیساتھ خوب ٹکٹکی باندھ کر میں حضور کے چہرہ انور کو دیکھتا رہا۔ آپ از راہ کرم مسکرا رہے تھے۔ میری آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ غنودگی کا نام ونشان نہ تھا طالب اور مطلوب آمنے سامنے موجود تھے۔ کچھ دیر کے بعد بائیں رخسار پر چیونٹی چلتی ہوئی محسوس ہوئی میں نے بڑی احتیاط سے اس جگہ کو کھجلایا تا کہ نگاہیں مسلسل چہرہ انور کی زیارت سے سرشار ہوتی رہیں کوئی چیونٹی نہ تھی۔ تھوڑی دیر بعد دائیں رخسار پر چیونٹی محسوس ہوئی میں نے خیال کیا چیونٹی پہلے تھی نہ اب۔ ہے۔ یہ تو خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کا اشارہ ہے۔ کہ ملاقات ختم۔ یہ خیال دل میں آنا تھا کہ حضور نگاہوں سے اوجھل ہو گئے اور پالکی از سر نو موجود ہو گئی۔

یہ واقعہ بیان کر کے شیخ صاحب نے کہا حضور کی شبیہہ مبارک مجھے بھی دکھائیں چنانچہ صوفی شیر محمد صاحب قائم مقام سجادہ نشین کی وساطت سے شیخ صاحب کو دو عکس دکھائے گئے ایک حضرت ابوالبرکات سید محمد فضل شاہ صاحب مدظلہ العالی کے عالم پیری کا تھا جناب ابوالبرکات کا عکس مبارک مجھے تھما کر شیخ صاحب نے حضرت اعلیٰ کی شبیہہ مقدس سامنے رکھ لی اور از خود کہنے لگ گئے۔ میں نے ان کی زیارت کی ہے پھر دیر تک حضور کے نورانی خدوخال بکمال عقیدت دیکھتے رہے گویا ملاقات کا منظر نگاہ تصور کے سامنے تھا اس وقت صوفی شیر محمد صاحب بھی پاس موجود تھے۔

یہ دونوں واقعات ایک ہی نوعیت کے ہیں۔ حضرت اعلیٰ نے از راہ ذرہ نوازی اپنے دو مخلص عقیدت مندوں کو سلسلہ ارادت میں داخل نہ ہونے کے باوجود اپنے جمال قدسی کی زیارت کرا دی اور واضح فرما دیا کہ ہمیں وہ حقیقی زندگی حاصل ہو چکی ہے۔ جسے قرآن مجید عالم سفلی کی زندگی سے برتر بیان کرتا ہے۔ آپ نے یہ بھی الم نشرح فرما دیا کہ آپ اپنے نیاز مندوں اور زائرین درگاہ کے ساتھ کس طرح کرم فرمائی کا اظہار کرتے ہیں دونوں صاحبان نہایت ہی ثقہ ہیں اور [illegible] ہے۔ پیر بھائی بھی نہیں جب غیروں پر اس قدر التفات ہے تو اپنوں پر جو نوازش ہو گی۔ [illegible] کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ صرف پر خلوص اور عقیدت مند دل پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ [illegible] ان صاحبان کو حاصل ہوا وہ تو حاصل کائنات ہے۔ توحید دلوں میں راسخ ہو گئی اور نور

Marfat.com

وحدت کی جھلک آنکھوں نے دیکھی۔اس سے کم تر درجہ کی برکات بھی لوگوں کو حاصل ہوتی ہیں۔ ظاہری یا باطنی، دنیوی یا اخروی، مادی یا روحانی برکات کی یہاں تخصیص نہیں۔ہر شخص بقدر ظرف مستفیض ہوتا ہے۔

ہست ایں میکدہ ودعوت عام است اینجا
قسمت بادہ باندازہ جام است اینجا

اور یہ فیوض وبرکات ہمیشہ تک رہیں گے۔انشاء اللہ تعالیٰ جس چراغ کو خداوندِ قدوس کی موہوبیت عظمیٰ روشن کرتی ہے۔اس کے انوار دن بدن بڑھتے چلے جاتے ہیں جس طرح کہ حضرت داتا گنج بخش، خواجہ اجمیری اور محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء دہلوی رحمۃ اللہ علیہم کے فیوض صدیوں سے جاری ہیں اور ہمیشہ تک جاری رہیں گے محبوب سبحانی عارف ربانی حضرت پیر حیدر علی شاہ قدس سرہٗ العزیز کے معنوی اور صوری فیوض بھی تا ابدالاباد جاری رہیں گے۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

لنگر شریف کے دیگر حالات

لنگر شریف کے قیام کے وقت جو رفتار ترقی شروع ہوئی تھی۔جناب ابوالبرکات مدظلہ العالی کی مسند نشینی سے اس میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا گیا معتقدین اور زائرین کا ازدحام عرس مبارک کی رونق، تبلیغ اشاعت اسلام ہر بات اور ہر کام میں افزونی تھی۔لنگر شریف کی زندگی میں زیادہ گہما گہمی ہوتی چلی گئی۔بلخصوص حسن وخوبی کے ساتھ روضہ اطہر کی تعمیر اور تکمیل سے تمام پیر بھائیوں کے دل ودماغ بہار بن چکے تھے

حضور کے خاندان پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل تھا۔صاحبزادہ سید محمد کرم شاہ صاحب حصول تعلیم کے بعد اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر مقرر ہوگئے اور آپ نے اپنے فرائض کی انجام دہی میں بڑی دلیری اور انصاف پروری سے کام لینا شروع کیا آپ کی شادی راجہ محمد اکبر خان صاحب ممبر پنجاب کونسل کے گھر بڑی دھوم دھام سے ہوئی۔اس موقع پر نیزہ بازی خاص طور پر قابل دید تھی۔ صاحبزادہ سید محمود شاہ صاحب تکمیل تعلیم کے بعد سپرنٹنڈنٹ ڈاکخانہ جات تعینات ہوئے۔آپ کی پہلی شادی قبلۂ عالم کے خلیفہ مجاز سید زمان شاہ سکنہ کھوتیاں (حال سہگل آباد) تحصیل چکوال کے گھر ہوئی اور دوسری گوجرانوالہ میں۔

Marfat.com

حضرت نواب صاحب مدظلہٗ

جنگ عالمگیر کے خاتمہ پر ۱۹۱۸ء میں مانٹیگو چیمسفورڈ اصلاحات نافذ ہوئی جن کا مقصد یہ تھا کہ خود اختیاری ادارات کے نشو و ارتقاء سے ہندوستان میں ذمہ دار حکومت قائم کی جائے۔ ان کے نافذ ہونے پر صاحبزادہ سید محمد مہر شاہ صاحب نے بڑی اولوالعزمی، پامردی اور بے مثال تدبر سے کام لے کر سیاسی معاملات میں حصہ لینا شروع کر دیا۔ آپ کونسل آف سٹیٹ کے رکن منتخب ہوئے اور سرکاری حلقوں میں آپ کو بڑا اقتدار حاصل ہو گیا۔ ایام جوانی میں حسن صورت اور شخصی وجاہت کے لحاظ سے بھی اپنی مثال آپ تھے۔ حکومت نے پہلے آپ کو نوابی کا خطاب پیش کیا اور بعد میں شہنشاہ انگلستان نے آپ کو نائٹ بنایا۔ یعنی آپ کی ذات والا صفات سے "سر" کے خطاب کو افتخار بخشا۔ جناب نواب صاحب اپنی خداداد صلاحیتوں کی بنا پر عین عالم جوانی میں تجربہ کار سیاسین اور چوٹی کے مدبرین میں شمار ہونے لگے۔

پیر بھائی خاندان عالیہ کی اس حیرت انگیز ترقی کو حضرت اعلیٰؒ کی کرامت سمجھتے تھے۔ اور بے حد خوش ہوتے تھے۔

قبلہ سجادہ نشین صاحب اپنے خاندان کی ترقی کے لیے کوشاں تھے۔ یہ سارا فروغ دراصل آپ کی دعاؤں اور آپ کے بیمثال ایثار کا مرہون منت تھا۔ آپ سے پہلے کہیں بھی غالباً کسی سجادہ نشین بزرگ نے اپنے خاندان کی بہبودی کی طرف اس قدر موثر طریقہ پر توجہ مبذول نہیں فرمائی تھی۔ حضور کی خانگی زندگی میں بھی رحمتوں کا نزول ہو رہا تھا۔ صاحبزادہ سید برکات احمد کی ولادت باسعادت کے بعد ۲۴ جولائی ۱۹۱۹ء کو سید حسنات احمد اور ۲۱ مارچ ۱۹۲۲ء کو سید لمعات احمد متولد ہوئے۔ اس موقع پر ایک بڑا روح فرسا واقعہ رونما ہوا۔ سید لمعات احمد کی ولادت کے اکیس روز بعد ان کی والدہ ماجدہ وفات پا گئیں قبلہ سجادہ نشین صاحب کو سخت صدمہ ہوا۔

حضور کا عقد ثالث

حضور کا تیسرا عقد دوبارہ مکان شریف ضلع امرتسر میں سید محمد حسین شاہ صاحب کی

۱؎ حضرت اعلیٰ کو وضوئے تہجد کرانے والے اور آپ کے وصال کے بعد مزار پر انوار کی جاروب کشی اور مجاوری کی خصوصی خدمت بجالانے والے سالہا سال سے متعین درویش بابا ملک بیان کرتے ہیں کہ بچپن میں ایک روز جناب امیر حزب اللہ اور نواب صاحب آپس میں کسی بات پر لڑ رہے تھے کہ اوپر سے حضرت اعلیٰ تشریف لائے۔ دونوں بھائیوں کو ایک دوسرے سے جدا کیا اور حضرت امیر حزب اللہ سے مخاطب ہو کر فرمایا تم فقیر ہو فقیروں کا حوصلہ بڑا فراخ ہوا کرتا ہے۔ وہ کسی سے لڑتے جھگڑتے نہیں۔ پھر جناب نواب صاحب سے مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ تم بڑے آدمی ہو۔ بڑے آدمی کسی سے لڑائی جھگڑا نہیں کرتے۔ گویا دونوں بھائیوں کے مستقبل کی پیشن گوئی تھی۔

Marfat.com

صاحبزادی والا گھر سے ہوا۔ جو مرحومہ مائی صاحبہ کی حقیقی بھانجی ہوتی ہیں۔ شاہ صاحب کا انتقال
عمری میں ہو گیا تھا۔ صاحبزادی صاحبہ بڑی تعلیم یافتہ اور روشن ضمیر خاتون تھیں۔ سید شفقات احمد
آپ کے فرزند ہیں۔ جن کی تاریخ ولادت ۲۱، ۲۲ رجنوری ۱۹۲۷ء کی درمیانی شب کو ہوئی تھی۔
یعنی ظلمت شب میں ایک چاند طلوع ہوا۔ حضرت ابوالبرکات کے پہلے تینوں صاحبزادے بھی
چندے آفتاب اور چندے ماہتاب ہیں۔

لنگر شریف کے انتظامات

حضور لنگر شریف کے انتظامات کے سلسلہ میں دن رات مصروف رہا کرتے تھے۔
معمولی سے معمولی کام کی طرف بھی آپ کی توجہ تھی۔ فطرت نے آپ کو بڑا باریک بین اور نکتہ رس
ذہن عطا کیا۔ جو آن کی آن وہاں پہنچ جاتا ہے حقیقت حال سے باخبر ہونے کے لئے آپ کو دیر
نہیں لگتی۔ کوئی معاملہ ایسا نہیں ہوتا جس کی جزئیات تک آپ کی نگاہ نہ پہنچے۔ چونکہ لنگر شریف
کے امور میں امور سلطنت کی طرح وسعت اور تنوع ہے اور آپ کی پر آرزو فطرت ان تمام
مصروفیتوں میں دہ چند اضافہ کر دیتی ہے۔ اس لئے آپ کو ابتدا ہی سے ذہنی اور جسمانی لحاظ سے
بے حد مصروف اور منہمک رہنا پڑتا تھا۔ آپ کو لنگر شریف کے کاموں سے دلی وابستگی تھی۔ کام
سے محبت ہو تو مصروفیت بڑھتی چلی جاتی ہے۔ ایک عظیم الشان ادارہ، اس کے ساتھ پر آرزو
فطرت، کام سے وابستگی اور ہر چیز کو درجہ کمال تک پہنچانے کی بے تاب خواہش مسلسل مطالعہ اور
پیہم دماغی مصروفیت آپ کے ذہنی اور جسمانی قوائے کو تھکا دیتے تھے۔ جس کے لئے آپ کو آرام
کی سخت ضرورت ہوا کرتی تھی۔ چنانچہ آپ تبدیلی آب و ہوا اور سکون و آرام کے لئے موسم گرما
میں پہاڑی مقامات کشمیر، شملہ یا مری تشریف لے جایا کرتے تھے۔

''ذکر حبیب'' کی تصنیف

انہیں سالوں میں آپ کی ذاتی توجہ اور دلچسپی کے باعث ایک نہایت ہی اہم کام پایۂ
تکمیل کو پہنچا۔ آپ نے خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ ایسے سلطان المشائخ مقتدائے اعظم اور
راہنمائے اکرم کا نہایت ہی خوبصورت اور شاندار روضہ مبارک تعمیر کرایا تھا۔ اب آپ نے ملک
محمد الدین صاحب مدیر ''صوفی'' کو اجازت عطا فرما کر حضرت اعلیٰ کے حالات، ملفوظات اور
آنجناب کی کرامات پر مشتمل نہایت ہی ایمان آفریں، روح پرور اور بصیرت افروز کتاب
مستطاب ''ذکر حبیب'' کے نام سے طبع کرائی۔ اس کی صحت اور درستی اور مناسب ترمیم خود فرمائی
کے علاوہ آپ نے بڑا مبسوط مقدمۃ الکتاب لکھا۔ آپ ۵ محرم الحرام ۱۳۴۲ھ مطابق ...

Marfat.com

گلمرگ کشمیر میں تشریف فرما تھے۔ جب یہ معرکتہ الآرا مقدمہ لکھا گیا۔ ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ فصاحت و بلاغت، زور بیان، حقائق اندوزی اور ایماں افروزی کے لحاظ سے یہ مقدمہ منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ راقم سطور نے انگریزی، فارسی یا اردو زباں میں اس قسم کا کوئی مقدمۃ الکتاب نہیں دیکھا۔ اس کی زبان کوثر تسنیم میں دھلی ہوئی۔ ہے اور ملکوت اور لاہوت کی باتیں سناتی ہے حضرت اعلیٰ کا مقام جس قدر بلند تھا یہ مقدمہ اسی قدر ارفع ہے۔ ناممکن ہے کہ کوئی شخص عقیدت اور اخلاص سے اس کا مطالعہ کرے اور اس کے دل میں قندیل ایمان روشن نہ ہو۔

حضور کی عمر مبارک کے یہ ایام عجیب وغریب تھے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جنہوں نے ان ایام میں آپ کی زیارت کی۔ حسن و جمال کا مرقع، عزم وہمت کا پیکر، علم و عرفان کی تصویر تھی جو نیازمندوں نے ان ایام میں دیکھی۔ یہ الفاظ محض عقیدت پر مبنی نہیں۔ بلکہ جس حقیقت کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے اس کے بیان کے لئے الفاظ ہی نہیں ملتے۔

''آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری''

کی قبائے راست آپ کے وجود باجود پر پوری اترتی دکھائی دیتی ہے۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

دنیائے اسلام پر ادبار کی گھٹائیں

جنگ عالم گیر اول میں جرمنوں کو شکست ہوئی تو ان کے حلیف ترکوں پر دنیا بھر کی بلائیں نازل ہو گئیں۔ انگریزوں نے جنگ کے دوران میں شریفِ مکہ سے سازش کر کے عربوں کو ترکوں کے خلاف رزم آرا کر دیا۔ ملعون فطرت جاسوس کرنل لارنس جو ایک عرصہ سے ایک شیخ کی حیثیت سے عربوں کے درمیان موجود تھا اور عرب خاندانوں میں شادی بھی کر چکا تھا عربوں کو ترکوں کے خلاف بھڑکانے میں بڑا کامیاب رہا۔ حجاز ریلوے تباہ و برباد کر دی گئی اور ترکوں کا سلسلہ رسل و رسائل بالکل منقطع ہو گیا۔ عراق میں برطانوی فوجیں پہنچ گئیں اور ترکوں کو ہر محاذ پر شکست ہونے لگی۔ انجام کار ترک افواج منہزم ہو گئیں اور ۳۰ را کتوبر ۱۹۱۸ء کو قسطنطنیہ پر اتحادیوں کا قبضہ ہو گیا۔ ادھر برطانوی وزیر اعظم لارڈ جارج نے یونانیوں کی پیٹھ ٹھونکی اور وہ بھی ترکوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ ترکی کے حصے بخرے کرنے کے منصوبے تیار کر لئے گئے اور خلافت عثمانیہ جو سلطان سلیم اول ۱۵۱۲ء۔ ۱۵۲۰ء کے وقت سے قائم چلی آتی تھی اور جس نے ہر موقع پر گراں بہا ملی خدمات انجام دی تھیں جاں بلب ہو گئی۔ اسلامیانِ ہند کو اچھی طرح علم تھا کہ ترک حرمین شریفین کے کتنے مخلص خادم ہیں اس لئے ترکوں کی شکست ان کے نزدیک ملت اسلامیہ کی تباہی کے مترادف تھی ہندوستان بھر کے مسلمان بے حد مضطرب ہو گئے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ خلافت کا خاتمہ ہو۔ یا ترکی کے حصے بخرے کئے جائیں اس لئے مولانا محمد علی جوہر اور ان کے برادرِ اکبر مولانا شوکت علی نے تحریک خلافت کا آغاز کیا۔ ان کی آتش بیانی سے تمام ملک میں آگ لگ گئی اور مسلمانوں نے جا بجا جلسے شروع کر دیئے۔

مشائخ میں سب سے اول

اس موقع پر مشائخ عظام میں سے حضرت قبلہ و کعبہ سیدی و مولائی جناب ابوالبرکات سید محمد فضل شاہ صاحب سجادہ نشین جلالپور شریف سب سے پہلے بڑی جواں ہمتی سے میدان میں آئے۔ خلافت کا پہلا سالانہ جلسہ بمقام امرتسر منعقد ہوا۔ حضور اس میں شامل ہوئے اور اماکن مقدسہ کی حفاظت اور سلطان محمد سادس خلیفۃ المسلمین کی سلطنت کو تباہی سے بچانے کیلئے آپ نے بڑی شد و مد سے قرارداد پیش کی جو لوگ ان حالات سے باخبر ہیں وہ جانتے ہیں کہ اسلامیان ہند کا یہ تاریخی اجتماع تھا اور لاریب اس میں حضور نے کم عمری کے باوجود تاریخی کردار انجام دیا۔ انہی ایام میں آپ ۵ محرم الحرام ۱۳۳۸ھ بمطابق ستمبر ۱۹۱۹ء حضرت فخر الاولیاء راس الاتقیاء

Marfat.com

فریدالدین گنج شکر علیہ الرحمۃ والرضوان کے عرس شریف میں شامل ہوئے۔ پنجاب بھر کے مشائخ وہاں موجود تھے۔ بے شمار زائرین بھی آئے ہوئے تھے۔ ان دنوں ترکوں کی حالت اور بھی خراب ہوچکی تھی۔ یونانی افواج ۱۴؍مئی ۱۹۱۹ء سے سمرنا میں وارد ہوچکی تھیں اور اتحادیوں نے اس ورود کو تسلیم کرلیا تھا۔ اگرچہ مصطفیٰ کمال پاشا نے اپنے اردگرد قوم پروروں کی ایک بھاری تعداد جمع کر لی تھی اور ترکی کا مزید تجزیہ روکنے کے لئے مزاحمت شروع کردی تھی۔ مگر انہیں اس وقت تک خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں ہوئی تھی۔ قبلہ سجادہ نشین صاحب سخت متفکر تھے۔ آپ نے عرس مبارک کے موقع کو غنیمت سمجھا اور تحریک کی کہ مشائخ پنجاب کی طرف سے وائسرائے ہند اور وزیر ہند کو تار بھیجے جائیں جن کا یہ مضمون ہو کہ تجزیہ اور تقسیم ٹرکی کا معاملہ ایسا ہے جسے عامۃ المسلمین بلا امتیاز قومیت و مسالک بنظر حزن و یاس دیکھ رہے ہیں۔ اس لئے تیس کروڑ مسلمانان عالم کے اصلی اور حقیقی جذبات کا خیال رکھتے ہوئے ٹرکی کو بحال رہنے دیا جائے اور اسے کوئی ایسا نقصان نہ پہنچایا جائے جو اسکی مسلمہ سیادت اور فرمانروائی کے لئے ضعف رساں ہو۔

جلالپور شریف عرس میں قرارداد

۵۔۶ جمادی الثانی ۱۳۳۸ھ بمطابق فروری ۱۹۲۰ء جلالپور شریف میں خواجہ غریب نواز کا عرس مبارک منعقد ہوا۔ ہزارہا پیر بھائی جمع ہوئے۔ قبلہ سجادہ نشین صاحب کے دل میں ترکوں کی اس ابتلائے عظیم کی وجہ سے بڑا درد تھا۔ اسلئے اس نادر موقع سے آپ نے فائدہ اٹھایا۔ محولہ بالا نوعیت کی قراردادیں پاس کرائیں اور ان کی نقول حکومت ہند اور حکومت برطانیہ کو بھجوائیں اور تمام پیر بھائیوں کو اسلامی اور ملی فرض سے آگاہ کیا۔ آپ کے یہ دلیرانہ اقدامات بتاتے ہیں کہ آپ کے دل میں کس قدر دردِ ملت موجود تھا۔ انگریز ان دنوں کا منتقم انگریز فتح کے نشے میں چور تھا۔ اسے ترکوں کے ساتھ آبرومندانہ سلوک کرنے کے لئے مجبور کرنا معمولی بات نہیں تھی۔ لیکن ادھر تو یہ عالم تھا۔

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیرؔ
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

اس جذبہ ہمدردی کی بنا پر بڑی عزیمت اور استقامت کے ساتھ آپ اپنی روش پر قائم رہے اور آپ کی مساعی، دیگر مسلمانان ہند کی چیخ پکار اور مصطفیٰ کمال پاشا کے جوش جہاد کا یہ نتیجہ نکلا کہ وہ انگریز جس نے ۱۰ جون ۱۹۲۰ء کو معاہدہ سیورے کے ذریعے ترکوں کو بڑی ذلت آمیز شرائط صلح پیش کی تھیں ۲۴؍جولائی ۱۹۲۳ء کو لوزان کے مقام پر ترکوں کے ساتھ آبرومندانہ معاہدہ کرنے

Marfat.com

کے لئے آمادہ ہو گیا۔

شریف مکہ کی غداری کی سزائے مستعجل

ترکوں کی طرف سے کچھ اطمینان ہوا تو ایک اور سانحہ ہوش ربا رونما ہوا۔ جن دنوں انگریز شریف مکہ کو ترکوں کے خلاف اکسا رہے تھے اور اس کے ساتھ معاہدے کر رہے تھے۔ انہوں نے حکومت ہند کے ذریعے ابن سعود والی نجد کے ساتھ ایک معاہدہ کیا جس کی تصدیق ۱۸ر جولائی ۱۹۱۶ء کو ہوئی۔ اور جسکی رو سے انہوں نے بعض عرب علاقوں پر ابن سعود کی آزادانہ حکومت تسلیم کر لی۔ حالانکہ انگریزوں کی انگیخت اور ایما پر شریف مکہ ۲۷ر جون ۱۹۱۶ء کو دولت عربیہ کے قیام کا اعلان کر چکا تھا۔ اور اسے شاہ حجاز اور اقوام عرب کا سردار تسلیم کرنے کیلئے سمجھوتا بھی ہو چکا تھا۔ ان متناقض معاہدات کی وجہ یہ تھی کہ اگرچہ شریف مکہ نے انگریزوں کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے ترکوں کے ساتھ غداری کی تھی۔ لیکن اسکے مطالبات ایسے تھے جن کی بنا پر جزیرۃ العرب میں ایک وسیع، مضبوط اور زبردست آزاد عرب اسلامی سلطنت قائم ہو جاتی تھی۔ یعنی انگریز اپنے ہاتھوں سے ترکوں کی حکومت کو مٹا کر اس سے زیادہ طاقتور عرب حکومت قائم کر دیتے۔ جو بہر حال مسلمانوں کی تھی یہ ان کیلئے نا قابل برداشت تھا۔ وہ تو سلطنت اسلام کے خاتمہ کی تدبیریں کر رہے تھے۔ بالخصوص مشرق وسطیٰ میں اپنے عالمگیر سیاسی اور تجارتی مقاصد کی خاطر وہ کوئی مضبوط اسلامی حکومت نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اس لئے جزیرہ نمائے عرب کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کیلئے انہوں نے در پردہ والی نجد کے ساتھ ایک معاہدہ طے کیا جس کے دعاوی شریف حسین کے دعاوی سے صریحاً متصادم تھے۔

سلطان عبدالعزیز ابن سعود (۱۹۰۲ء۔۱۹۵۲ء) ایک باہمت اور صاحب تدبیر حکمران تھا۔ اس نے اپنی فتوحات جاری رکھیں چنانچہ ۱۳را کتوبر ۱۹۲۴ء کو مکہ معظمہ پر اور ۵ر دسمبر ۱۹۲۵ء کو مدینہ منورہ پر اس کا قبضہ ہو گیا تھا۔ شریف حسین تو پیشتر ازیں رعایا کے مجبور کرنے پر بادشاہی سے دست بردار ہو چکا تھا اور اسے اپنی غداری کی سزا مل چکی تھی۔ اب اسکا بیٹا شریف علی شاہ حجاز بھی دست بردار ہو گیا۔ اور ۸ر جنوری ۱۹۲۶ء ابن مسعود نے ملک حجاز اور سلطان نجد ہونے کا اعلان کر دیا۔ نجد کے علماء متشدد قسم کے مسلمان اور اپنے مسلک کی سختی سے پابندی کرنے والے تھے۔ ان سے یہ زبردست سیاسی غلطی سرزد ہوئی کہ انہوں نے بسر اقتدار آتے ہی مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے مزارات مقدسہ کو گرانا شروع کر دیا شریف مکہ کی غداریوں کے پیش نظر ابتداء میں ان کا مقصد تحریک آزادی کو کامیاب بنانا تھا۔ مگر کامیاب ہونے کے بعد جوش اصلاح میں وہ المناک

Marfat.com

ں کے مرتکب ہوئے۔ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ اور جنت البقیع کے تمام مسقف بر گرادیۓ گئے اور یہ بات بھی ہر طرف مشہور ہوگئی کہ وہ گنبد خضراء کو بھی شہید کرنا چاہتے ہیں۔ انکہ یہ پیارا گنبد دنیا بھر کے مسلمانوں کے دلوں کی ٹھنڈک اور آنکھوں کا نور ہے۔ مسلمان سے اپنا مقدس ترین دنیاوی وسیلہ اور ملجا و ماویٰ تصور کرتے ہیں۔ حجاج کو بزرگوں کے مزارات کی رت سے روکا گیا تھا اور دلائل الخیرات پاؤں تلے روندی گئی تھی۔ نیز جب مقام ابراہیم پر شیخ سی[1] ایسے بطل اسلام اور مجاہدین نے دعا مانگی تو انہیں مشرک اور کافر کہا گیا۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول'' کہنے والوں پر کوڑے برسائے گئے یہ بربادیاں اور ریزیاں مسلمانانِ عالم کے لئے ایک قومی اور ملی مصیبت سے کم نہیں تھیں۔ دردِ غم سے ان کے ے پھٹ گئے۔ وہ متبرک مقابر' وہ مقدس مزار جنہیں ملائکہ مقربین کا مہبط و مورد قرار دیا جاسکتا ے اور جہاں بڑے بڑے مجتہدین' مفسرین قرآن و محدثین خیرالانام اور اولیائے امت جنہیں ائے بنی اسرائیل کا درجہ حاصل ہے۔ اپنا سرِ نیاز خم کرتے۔ اور وہاں کی خاکبوسی کو اپنے لیے یعہ نجات سمجھتے ہیں۔ ان کی تباہی و ویرانی پر مسلمانانِ عالم کا آتش زیرپا ہونا لازمی تھا۔

اس مصیبت کبریٰ کی وجہ سے بالخصوص مسلمانانِ ہند کا مبتلائے غم ہونا یقینی تھا۔ کیونکہ رے ممالک اسلامی کی نسبت ہندوستان کے مسلمان مسلمہ طور پر حمیت دینی اور جوش ملی زیادہ تے تھے۔ چنانچہ حضرت مولانا عبدالباری (وفات جنوری ۱۹۲۶ء) جیسے ماہر شریعت و طریقت کے متعلق اکبرالہ آبادی نے کہا تھا۔

اے چرخ ہوائے شوق چلے اے شاخِ عمل گلباری کر
کچھ کام کریں کچھ سعی کریں ہر شیخ کو عبدالباری کر

جن ہاتھوں سے آل انڈیا خدام الحرمین کی بنیاد رکھی گئی اور اس نے نمایاں خدمات سرانجام اس کا سالانہ جلسہ لاہور میں ۱۵/۱۶/۱۷ اکتوبر ۱۹۲۶ء کو منعقد ہوا۔ جناب ابوالبرکات فضل شاہ صاحب کان اللہ لہٗ کی عظیم شخصیت اور آپ کے دردِ دل سے اب مسلمانانِ ہند بخوبی ہو چکے تھے۔ آپ مجلس استقبالیہ کے صدر منتخب ہوئے اور آپ نے نہایت ہی درد انگیز اور خطبہ صدارت ارشاد فرمایا۔ جس سے استفادہ کر کے ہم نے اب تک تمام حالات قلم بند کئے جو ایک رسالہ کی صورت میں طبع بھی ہوا تھا۔ بین الاقوامی دشواریوں کے زیرِ نظر آپ نے

---

[1] سنوسی ہیں جن کے متعلق علامہ اقبال فرماتے ہیں۔
عرب امیر فیصل کو سنوسی نے پیغام دیا　تو نام و نسب کا حجازی ہے پر دل سے حجازی بن نہ سکا

Marfat.com

اس فتنہ کے استیصال کے لئے نہایت ہی مفید مشورے دیئے اور مسلمانوں کو اتحاد وعمل اور عزیمت واستقامت کی دعوت دی۔ آپ نے فرمایا کہ ان تمام مصائب کا بہترین حل یہ ہے کہ عرب میں ایک آزاد جمہوری سلطنت کا قیام اور نفاذ عمل میں آجائے اور وہاں کوئی ایسی حکومت نہ ہو جو جمہور مسلمین کے عقائد کو گزند پہنچائے اور متبرک اور مقدس مقامات وآثار کو پامال کرے۔ یا بزور وبجبر دوسرے مسلمانوں کو اپنے عقیدہ کی پابندی پر مجبور کرے۔ آپ نے مزید فرمایا کہ سکون وجمود اور فقدان احساس نے عالم اسلامی کو بالکل عضو معطل بنا رکھا ہے۔ اس لئے ہندوستان کے مسلمانوں کو زیادہ سرگرمی سے کام کرنا چاہیے اگرچہ خدام الحرمین کے[1] وفد کے ساتھ عرب کی نئی حکومت نے باآبرو سلوک نہیں کیا تھا۔ لیکن اب اس طرح پرزور طور صدائے احتجاج بلند کرنے کا یہ نتیجہ نکلا کہ اس کے تشدد میں کافی حد تک کمی واقع ہوگئی اور " **واللہ یعصمک من الناس** " کے فرمودۂ ربانی کے مطابق گنبد خضرا کو چشم زخم بھی نہ پہنچا۔

ہند میں محشر

ادھر خود ہندوستان میں ایک محشر رونما ہو چکی تھی اور سرزمین ہند آتش جوالہ بنی ہوئی تھی۔ جنگ عظیم میں ہندوستانیوں نے انگریزوں کی بڑھ چڑھ کر مدد کی تھی۔ انہیں توقع تھی کہ جنگ کے خاتمہ پر ہندوستان کو آزاد کر دیا جائے گا۔ لیکن انگریز نے "مانٹیگو چمسفورڈ" سیاسی اصلاحات نافذ کر کے اہل ہند کو بالکل مایوس کر دیا اور الٹا حکومت نے ۲۱ / مارچ ۱۹۱۹ء کو رولٹ ایکٹ پاس کر کے اظہار مایوسی کرنے والوں کو سنگین سزائیں دینا شروع کر دیں۔ اس طرح اضطراب بڑھا ترکوں کے المیہ کی وجہ سے مسلمانوں میں غم وغصہ کی لہر پہلے پھیل چکی تھی۔ اس لئے حالات سخت بگڑ گئے۔ تحریک آزادی شروع ہوگئی۔ تحریک کا مرکز امرتسر قرار پایا حکومت نے ڈاکٹر سیف الدین کچلو اور ڈاکٹر ستیہ پال کو گرفتار کر لیا۔ جو تحریک کے قائد تھے۔ اس گرفتاری کے خلاف آواز اٹھانے کے لئے ۱۳ / اپریل ۱۹۱۹ء کو جلیانوالہ باغ امرتسر میں بھاری جلسہ منعقد ہوا۔ جنرل ڈائر نے گولی چلانے کا حکم دے دیا۔ سینکڑوں ہندو مسلمان ہلاک ومجروح ہوئے اور مارشل لا نافذ کر دیا گیا۔

تحریک ترک موالات اور تحریک ہجرت

ان تمام حالات اور بالخصوص جلیانوالہ باغ کے قتل عام نے اہل ہند کو غم وغصہ اور جذبہ انتقا

---

[1] یہ وفد ۲ / جنوری ۱۹۲۶ء کو کراچی سے روانہ ہوا۔ وفد کی ریاست امام الوقت مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محلی کے سپرد تھی آپ تشریف نہ لے جا سکے اور ابھی وفد پورٹ سوڈان ہی پہنچا تھا کہ آپ وفات پا گئے۔ اراکین وفد نے واپسی پر سرگزشت کے نام سے ۱۶ / مارچ ۱۹۲۶ء کو مفصل رپورٹ پیش کی جس میں انہوں نے منہدم شدہ مقابر اور قبہ جات کی تصاویر بھی شامل

Marfat.com

سے بے تاب کردیا۔ تحریک خلافت بھی اپنے عروج پر تھی۔ اس لئے نائرہ اشتعال بھڑک اٹھا۔ کانگریس نے بدیشی کپڑے کی مخالفت اور سودیشی کی حمایت شروع کردی۔ مسٹر گاندھی نے چرخہ کاتنے پر زور دیا اور علی برادران اور گاندھی نے مل کر ترک موالات کی تحریک شروع کردی۔ مقصد یہ تھا کہ فوج اور پولیس کی ملازمتوں کا بائیکاٹ کیا جائے اور نوجوان درسگاہوں کو خالی چھوڑ دیں۔ علماء نے ساتھ ساتھ ہجرت کی تحریک بھی شروع کردی اور بے شمار مسلمانوں نے اونے پونے اپنی جائیدادیں ہندوؤں کے ہاتھ بیچیں اور افغانستان روانہ ہوگئے۔ لیکن حکومت کابل نے انھیں واپس کردیا۔ وہ بے نیل ومرام واپس ہندوستان پہنچے۔ مگر اب یہاں ان کے لئے نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن والا معاملہ تھا۔

ایک اضطراب آفریں واقعہ اور حادثہ فاجعہ

مسلمانوں کے لئے ایک اور واقعہ بھی اضطراب آفریں ثابت ہوا۔ جوش میں آکر مالا بار کے موپلہ مسلمانوں نے ۱۹۲۱ء میں بغاوت کردی۔ ہزاروں موپلے جنگی معرکوں میں شہید ہوئے۔ انہیں سنگین سزائیں دینے کے لئے جنگی عدالتیں قائم ہوئیں۔ انگریزوں نے ۱۰۶ موپلہ قیدیوں کو گاڑی کے ذریعے کسی اور مقام پر بھیجا۔ گاڑی کا ڈبہ ۲۶×۸ فٹ تھا۔ فی کس دو مربع انچ جگہ تھی۔ کھڑا ہونے کے لئے بھی کافی نہیں تھی۔ ستم بالائے ستم یہ کہ ہوا کے آنے کے لئے منفذ نہیں۔ منزل مقصود پر گاڑی پہنچی۔ تو سارے کے سارے قیدی جاں بحق ہوچکے تھے۔ مسلم لیگ نے اپنے ۱۹۲۱ء کے اجلاس احمد آباد میں سخت احتجاج کیا اور تحقیقات کا مطالبہ کیا۔ قدرتی طور پر ان سارے واقعات کی وجہ سے ہندوستان پر ایک بحرانی کیفیت طاری ہوگئی آثار سے معلوم ہونے لگا کہ برطانوی راج جانبر نہیں ہوسکتا۔

بدھو میاں اور گاندھی

مسلمانوں متین اور دور اندیش طبقہ ہندوؤں کے ساتھ کلی تعاون کو نیک فال نہیں سمجھتا تھا۔ اکبر الہ آبادی نے طنزاً کہا۔

بدھو میاں بھی حضرت گاندھی کے ساتھ ہیں ☆ گو خاک راہ ہیں مگر آندھی کے ساتھ ہیں

ان کا خیال تھا کہ تعلیمی، اقتصادی اور سیاسی لحاظ سے جب مسلمانوں کی حیثیت ہی کوئی نہیں گاندھی کا ساتھ انہیں اس طرح برباد کردیگا جس طرح آندھی خاک راہ کو اڑا کر کہیں سے کہیں لے جاتی ہے۔ اسی طرح ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب نقشبندی نائب امیر شریعت صوبہ بہار واڑیسہ نے جمعیت علماء ہند کے ۱۹۲۷ء کے اجلاس مراد آباد میں اپنے خطبہ صدارت کے دوران میں

Marfat.com

فرمایا:۔

انگریزوں سے سید احمد خان مرحوم نے صلح کی اور مسلمانوں کو اس راہ پر چلانے لگے تو بس فنافی النصاریٰ کا مسلک ہو گیا۔ اور اپنی ہستی کے قیام و بقا کے لئے ہر وقت ان پر اعتماد کرنے لگے اس کے بعد جب انگریزوں سے جنگ ہوئی اور ہندوؤں سے صلح کی عموماً مسلمان فنافی الہنود ہو گئے۔

قائد اعظم کی کانگرس سے علیحدگی

حضرت ابوالمحاسن چاہتے تھے کہ جوش صلح میں حدود سے تجاوز نہیں کرنا چاہیئے اور مدارات اور مداہنت میں امتیاز قائم رکھنا چاہیے۔ ورنہ رفتہ رفتہ سادہ لوح عامۃ المسلمین کفر اور شرک کی حد تک پہنچ جائیں گے۔ یہ تو ایک متین فطرت مذہبی راہنما کا خیال تھا۔ مسلمانوں کے سیاسی رہنما مسٹر محمد علی جناح جو مستقبل میں قائد اعظم بننے والے تھے۔ ایک طرف تو رولٹ ایکٹ کے ظلم و تشدد کے خلاف بطور احتجاج امپیریل کونسل سے مستعفی ہو گئے لیکن دوسری طرف وہ تحریک ترک موالات کے اصولاً مخالف تھے اور کہتے تھے کہ تعلیمی اداروں کا مقاطعہ کرا کے مسٹر گاندھی نوجوانوں سے کیا کام لینا چاہتے ہیں۔ لہٰذا مسٹر گاندھی اور کانگرس کی حکمت عملی سے اصولی اختلاف کی بنا پر انہوں نے کانگرس سے علیحدگی اختیار کر لی۔

بحرانی دور اور امیر حزب اللہ

ایک قومی شاعر، ایک مذہبی رہنما اور ایک سیاسی قائد کے خیالات آپ نے معلوم کر لئے۔ اس بحرانی دور میں جناب ابوالبرکات سید محمد فضل شاہ صاحب نے بھی وہی راہ عمل اختیار کی جو باقی متین اور دور اندیش مسلمان رہنماؤں نے اختیار کی تھی۔ جیسا کہ پیشتر ازیں بیان کیا جا چکا ہے۔ ملی حمیت کی بنا پر تحریک خلافت کے سلسلہ میں موثر تدابیر اختیار کی تھیں۔ اور اگرچہ آپ نے کانگرس کے اجلاس کلکتہ میں شرکت کی اور راہنماؤں کے خیالات کا اچھی طرح سے جائزہ لیا لیکن ترک موالات اور تحریک ہجرت کی آپ نے حمایت نہ کی۔ آپ تو برصغیر ہند میں اپنا قومی اور ملی ورثہ یعنی آزاد اسلامی سلطنت واپس لینا چاہتے تھے۔ آپ کس طرح اس بات پر رضامند ہوتے کہ مسلمان ہندوستان سے ہجرت کر کے کسی اور ملک میں چلے جائیں اور میدان ہندوؤں کے لئے خالی چھوڑ دیں اور اس طرح ہندو دو دشمنوں یعنی انگریزوں اور مسلمانوں سے بیک وقت ہندوستان کو خالی کرا لیں۔ آپ کی دلی آرزو تھی کہ مسلمان ہندوستان میں اور بھی زیادہ صاحب جائداد ہوں۔ وہ کیسے مشورہ دے سکتے تھے کہ اپنی سابقہ جائدادیں بھی بیچ ڈالیں آپ تمنار کھ

Marfat.com

تھے کہ مسلمان علوم وفنون میں ماہر و یکتا بن جائیں اس لئے آپ کس طرح اس بات پر آمادہ ہو سکتے تھے۔ کہ مسلم طلباء تعلیمی اداروں سے مقاطعہ کریں درآنحالیکہ مسلمان تعلیمی لحاظ سے پہلے بھی پسماندہ تھے۔ اسی طرح آپ چاہتے تھے کہ مسلمان پھر امور حکومت کو انجام دینے میں اپنے آباؤاجداد کی طرح بہترین قابلیت کا ثبوت دیں تا کہ وقت آنے پر وہ اپنی سلطنت کو سنبھال سکیں اس لئے وہ ہرگز ہرگز اس بات کے ہم خیال نہیں تھے کہ مسلمان فوج' پولیس اور دیگر سرکاری ملازمتوں کا بائیکاٹ کریں۔ آپ ترک موالات اور ہجرت کی تحریکوں کو مسلمانوں کیلئے خودکشی کے مترادف سمجھتے تھے۔ اس لئے آپ ان سے کنارہ کش رہے اور اپنے عقیدتمندوں کو بھی ان سے علیحدہ رکھا۔ مسلمانوں کے لئے نہ تو آپ نصرانیت کے رنگ میں ڈوب جانے کو موجب فلاح سمجھتے تھے اور نہ ہندوؤں کے ساتھ اندھا دھند تعامل اور تعاون کو موجب خیر و برکت سمجھتے تھے بلکہ آپ چاہتے تھے کہ مسلمان مسلمان کی حیثیت سے حالات زمانہ سے مکمل طور پر باخبر رہ کر اور مشکلات کا مردانہ وار مقابلہ کر کے آزاد اور خوددار ملت کی صورت میں آگے بڑھیں اور انکا مستقل وجود ہمیشہ قائم رہے۔

تخت کابل کے خلاف انگریز کی سازشیں

اس بحرانی دور میں مسلمانان ہند ایک اور بلائے ناگہانی کی وجہ سے بھی سخت مضطرب اور پریشان ہوئے۔ امیر امان اللہ خان والی افغانستان کے خلاف علم بغاوت بلند ہو چکا تھا۔ تختِ کابل پر بچہ سقہ نامی ایک ڈاکو امیر حبیب اللہ کا لقب اختیار کر کے جنوری ۱۹۲۹ء میں قابض ہو گیا تھا اور امان اللہ خان کو مجبوراً قندھار جا کر غزنی، ہرات، اور قندھار کے قبائل سے استمداد کے لئے کہنا پڑا۔ اس انقلاب کی بظاہر وجہ یہ تھی کہ امیر امان اللہ خان نے ۱۹۱۹ء میں تخت نشین ہوتے ہی ملک میں بڑی تیزی سے اصلاحات شروع کر دی تھیں جنہیں افغانستان کے مشائخ' علماء اور عوام نے خلاف اسلام سمجھا تھا۔ اور جب امیر موصوف ۱۹۲۸ء کے ابتدائی سات مہینوں میں اپنی ملکہ ثریا کے ساتھ یورپ کی سیاحت میں مصروف تھا۔ اور اپنے ملک کے لئے اقتصادی امداد حاصل کر رہا تھا۔ مخالف عنصر نے ملک میں بغاوت شروع کر دی۔ لیکن انقلاب کی اصل وجہ یہ تھی۔ اولوالعزم امیر ممدوح الصدر نے انگریزوں سے بزور شمشیر اپنی آزادی تسلیم کرائی تھی اور اس کے قیام و بقا کے لئے ۲۸ فروری ۱۹۲۱ء کو روس سے عہد نامہ دوستی بھی طے کر لیا تھا۔ انہی ایام میں روس نے ترکی کے ساتھ بھی ایک عہد نامہ کیا تھا۔ اور ایران بھی اس کے زیر اقتدار آ گیا تھا۔ امیر امان اللہ خان نے بھی ترکی اور ایران سے دوستانہ معاہدے کیے۔ اس کا مطلب یہ تھا

Marfat.com

کہ بین الاقوامی سطح پر روس کی سرپرستی میں مشرقی ممالک کے اتحاد کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ انگریزوں کے لئے یہ سلسلہء اتحاد قطعاً قابل برداشت نہیں تھا۔ اس لئے اسے درہم برہم کرنے کے لئے انہوں نے اپنے آزمودہ کار جاسوس افغانستان میں پھیلا دیئے۔

انگریز جاسوسوں نے افغانوں کے ساتھ اختلاط کیا۔ اور امیر امان اللہ خان کے خلاف جذبات کو مشتعل کرنے میں مصروف ہو گئے۔ اصلاحات کے نفاذ میں موصوف نے عجلت سے کام لیا تھا اور ان کی ملکہ سیر یورپ کے دوران میں بے پردہ پھرتی رہی تھی۔ سادہ لوح افغان بھڑک اٹھے۔ جہاد کے فتوے جاری ہو گئے۔ خانہ جنگی کی نوبت آئی اور بھائی بھائی کا گلا کاٹنے لگ گیا۔ تخت سلطنت کے متعدد دعویدار پیدا ہو گئے۔ شر و فساد' خون ریزی' بدامنی اور طوائف الملوکی کا دور دورہ شروع ہو گیا۔ اور اس طرح نظر آنے لگا کہ غیور و جسور ملت افغانہ باہمد گر زور آزمائی میں آزادی سے ہاتھ دھو بیٹھے گی۔

امیر امان اللہ خاں اور جناب امیر حزب اللہ

ہندوستان کے مسلمان افغانوں کے اس ہنگامۂ خونی کو دیکھ کر بے حد مغموم ہوئے۔ جناب ابوالبرکات سید محمد فضل شاہ صاحب سجادہ نشیں جلالپور شریف نے بھی جب دیکھا کہ مسلمانوں کو ایک مصیبت سے چھٹکارا نصیب ہوتا ہے تو دوسری تکلیف لاحق ہو جاتی ہے اور ابتلاؤ آزمائش کی گھڑیاں سرعتِ رفتار سے سامنے آ رہی ہیں تو آپ کو سخت ذہنی اذیت اور روحانی تکلیف ہوئی آپ امیر امان اللہ خان کو معصوم نہیں سمجھتے تھے۔ لیکن اس کی زبردست شخصیت کے بڑے مداح تھے۔ اسے ایک جواں ہمت' باحمیت اور پیکر جوش ملی فرمانروا تصور فرماتے تھے۔ اور امور سیاست کا ماہر اور قوم و ملک کا سچا خادم سمجھتے تھے۔ آپ اس حقیقت نفس الامری کے شدت سے قائل تھے کہ قرنوں اور صدیوں کے بعد اقوام میں بطل جلیل پیدا ہوا کرتے ہیں اس لئے آپ نے بلا لومۃ لائم کھلم کھلا اور صاف طور پر اپنی ہمدردی کا اظہار غازی امان اللہ خان کے ساتھ کر دیا اور اعلان فرما دیا کہ غازی موصوف کی حمایت اور اس کے باغیوں سے نفرت شرعاً لازم ہے آپ نے ۵ رمضان المبارک ۱۳۴۷ھ مطابق ۱۶ فروری ۱۹۲۹ء کے اخبار الجمعیۃ دہلی میں جو جمعیت علمائے ہند کا واحد ترجمان تھا غازی موصوف کی مالی امداد کے لئے مسلمان ہند سے بڑی دردمندانہ اور مخلصانہ اپیل کی۔ الجمعیۃ نے آپ کی اپیل اپنے پہلے سالم صفحہ پر بڑے جلی عنوان سے شائع کی اور واضح کر دیا کہ آپ نے جو کچھ فرمایا ہے۔ تمام علمائے ہند کی تائید اور حمایت بھی اسے حاصل ہے۔ یہ مضمون اسی تاریخ کو اخبار "زمیندار لاہور"

Marfat.com

نیر اسلام جہلم'' میں بھی چھپا اس طرح اس کی اشاعت طول و عرض ہند میں ہو گئی۔

سیاسی لحاظ سے آپ کا یہ مضمون بے حد اہمیت کا حامل تھا۔ انگریزوں کو واضح ہو گیا کہ اگر انہوں نے ملت افاغنہ کو دولت آزادی سے محروم کرنے کے لئے اقدامات کئے تو اس کا نتیجہ بہت برا ہوگا۔ ظاہر ہے ان دنوں ملت افاغنہ کی امداد صرف مالی صورت میں ہو سکتی تھی اور اسے شرعاً جائز قرار دے کر انگریزوں کو یہ بات سمجھائی جا رہی تھی کہ افغانوں کے سلسلہ میں ان کے ناپاک منصوبوں کو اسلامیان ہند ٹھنڈے پیٹوں برداشت نہیں کریں گے۔ ان دنوں مخالف اسلام انگریز کو اس طرح متنبہ کرنا بڑا جہاد تھا۔ اور گزشتہ صفحات کے مطالعہ سے یہ نتیجہ اخذ کرنا مشکل نہیں کہ قبلہ سجادہ نشین صاحب جہاد فی سبیل اللہ کے لئے کمر ہمت باندھ چکے تھے۔

فتنہ ارتداد

''آسمان سے جتنی بلائیں نازل ہوتی ہیں۔ دنیا کی جتنی مصیبتیں اترتی ہیں، جہاں بھر کی جتنی لعنتیں برستی ہیں۔ آج کل خانہ انوری کی طرح ان سب کا مہبط و مورد ''خانہ مسلم'' ہے...........

حضرت سجادہ نشین

حکومت کا نشہ بڑا تیز اور مردافگن واقع ہوا ہے۔ اس کی مخموریت بڑے بڑوں کو پاؤں سے نکال دیتی ہے۔ انسان جب عیش کوشی میں مبتلا ہو کر فرائض جہانداری کی انجام دہی کو غیر ضروری اور بے وقعت سمجھنے لگتا ہے تو سزا کے طور پر یہ نعمت الٰہی حاکم قوم سے چھین لی جاتی ہے۔ مسلمانوں کو بھی حکومت کا نشہ چڑھا۔ عبرتناک بات یہ ہے کہ حکومت چھن جانے کے بعد بھی عرصہ دراز تک ان پر ایک نشہ کی سی کیفیت طاری رہی۔ اور جہاں نشہ نہیں تھا وہاں خمار ضرور تھا۔ جمود، غفلت، اسلام کی تاریخ سے لاعلمی، حالات عالم سے بے خبری، گرد و پیش کی تحریکات سے ناواقفی ان کا خاصہ رہا۔ چنانچہ انیسویں صدی عیسوی کے ربع آخر میں سوامی یانند سرسوتی نے ایک نہایت ہی خطرناک تحریک شروع کی مگر مسلمان اس سے بالکل بے خبر رہے۔ سوامی موصوف کا یہ مسلک تھا کہ نو مسلم ہندوؤں کو دوبارہ ہندو بلکہ پیدائشی مسلمانوں کو ہندو بنانا جائز ہے چنانچہ انہوں نے ڈیرہ دون میں خود ایک مسلمان کو ہندو بنا کر دکھا بھی دیا۔ صدیوں سے لاکھوں سے بھی زیادہ مسلمان نیم ہندو چلے آتے تھے۔ عقائد، رسوم، معاشرت، وضع قطع، نام ہر لحاظ سے ہندو تھے صرف شمار مسلمان ہوتے تھے۔ دیہات کے دیہات اس قسم کے مسلمانوں پر مشتمل تھے۔ شہروں اور قصبوں کے پڑھے لکھے مسلمان، علماء اور مشائخ سبھی ان سے بالکل ناآشنا اور غافل تھے۔ اس لئے آریہ سماج کو کھلا میدان مل گیا۔

Marfat.com

۱۹۰۰ء میں ریاست بھرت پور کے مقام ڈیگ پر تحریک ارتداد نے منظم شکل اختیار کر لی۔ اور مسلمان راجپوتوں کو بڑی تعداد میں مرتد کیا جانے لگا۔ مگر مسلمان اس تحریک ارتداد کے معنی سمجھنے سے بھی قطعی طور پر قاصر رہے۔ بعد میں مہاراجہ الور نے جبر و تعدی سے کام لے کر اپنی ریاست میں سے اسلام اور مسلمانوں کو ختم کرنا شروع کیا۔ مسلمان کچھ سنبھلے تو سہی مگر بدقسمتی سے انہوں نے اسے صرف ایک مقامی مسئلہ تصور کر لیا۔ آخر ۱۹۱۹ عیسوی کا تاریخی سال آ گیا۔ جب جنگ کے خاتمے پر انگریزوں سے مایوس ہو کر ہندوؤں اور مسلمانوں نے مختلف تحریکیں شروع کر کے ملک کو ہنگامہ زار بنا ڈالا۔ ان کا اجمالاً تذکرہ ہو چکا ہے انگریزوں نے نظام جمہوری کا آغاز چند سیاسی اصلاحات سے کیا اور ہندوؤں نے سمجھا کہ اب اقوام ہند کو اختیارات تعداد کی بنا پر منتقل ہوں گے۔ اس لئے انہوں نے اپنی تعداد بڑھانے کے لئے بڑے زور شور سے مسلمانوں کو شدھ یعنی اسلامی اصطلاح میں مرتد کرنا شروع کر دیا۔ مسٹر گاندھی، علی برادران، ابوالکلام آزاد۔ ان تمام کی تقاریر ہندو مسلم اتحاد پر مبنی ہوا کرتی تھیں اور مسلمانوں نے ہندو مسلم بھائی بھائی کا نعرہ بلند کرنا شروع کر دیا تھا۔ مگر مندرجہ بالا واقعات نے حالات کا رخ بدل ڈالا۔

سوامی شردھانند اور شدھی

سوامی شردھانند ہندو رہنما تھے۔ وہ جامع مسجد دہلی میں ہزاروں فرزندان توحید کے سامنے کھڑے ہو کر ہندو مسلم اتحاد کا پرچار کر چکے تھے۔ بعد میں وہ شدھی کے سپہ سالار بن کر نکلے انکے ساتھ ہر فرقہ اور خیال کے ہندو بھی اس تحریک میں شامل ہو گئے۔ جامع مسجد دہلی والا ان کا فوٹو بھولے بے سواد مسلمانوں میں پھیلایا گیا اور ظاہر کیا گیا کہ دیکھئے سوامی جی نے دہلی کے مسلمانوں کو بھی ہندو بنا ڈالا ہے اور جامع مسجد میں بھی انہی کا پرچا ہوتا ہے۔ اب اسلامیان ہند کی آنکھیں کھلیں۔ وہ سمجھتے دوستی کے پردے میں ان سے دشمنی کی گئی ہے اور ہندو ہموطن ہندوستان سے اسلام کی بیخ و بن اکھاڑ پھینکنے کے لئے ہمہ تن مصروف ہو گئے ہیں۔ انہی ایام میں پنجاب سے لالہ چیت رائے نے نہایت بے باکی سے مسلسل تیرہ مضامین لکھ کر ہندوؤں کو اپنے اندرونی خیالات سے آگاہ کیا اور ان کے سامنے ''رام راجیہ'' کا تصور پیش کیا۔ مہاسبھائی لیڈر پنڈت مدن موہن مالویہ بھی ان کے ہم خیال تھے۔ ان حالات و واقعات نے شدھی تحریک کے صحیح مقاصد مسلمانوں کی نگاہوں کے سامنے الم نشرح کر دیے۔

فتنہ ارتداد ایک دوسری طرف سے

فتنہ ارتداد ایک طرف اور سے بھی بڑھ رہا تھا۔ مسیحیت مذہب کی حیثیت سے اپنا

Marfat.com

یورپ میں کھو چکی تھی۔ لیکن یورپ کی لادین سلطنتوں نے اسے سیاسی اغراض کے حصول کے لئے استعمال کرنا شروع کر دیا۔ اور مشرق کے بیخبر اور مذہب پرست لوگوں کے گلے میں یورپ کی غلامی کا پھندا ڈالنے کے لئے انجیل مقدس کی تعلیم پھیلانا اپنا فرض سمجھ لیا۔ ہندوستان کے بہت سے مسلمان اس جال میں پھنس گئے۔ جو مقصد یورپ صلیبی جنگوں سے حاصل نہیں کر سکا تھا۔ عیسائی مبلغوں نے اس کے حصول کی خاطر تبلیغ و اشاعت مسیحیت کا جال پھیلایا اور طرح طرح کے سیاسی حربے بھی استعمال میں لانے لگے۔ کبھی عربوں کی حمایت کا دم بھرا۔ اور اس طرح ترکوں کی وسیع سلطنت کے حصے بخرے کر ڈالے۔ عربوں میں نسلی امتیاز کو فروغ دیا تاکہ ان کے معاشرے کی بنیاد وطن اور نسل پر قائم ہو جائے اور یہ لوگ اپنے مذہب کو مقدم نہ سمجھیں۔ ساتھ ہی مؤرخ بن کر تحقیق و تدقیق کا ایک طومار جمع کر دیا اور اسلام کے ماضی سے اظہار ہمدردی بھی کیا مگر اس میں حاشیہ آرائی کی جو دینی خصائص اور اسلامی اخلاق سے بدظن کر دے۔ اسلامی ممالک میں بظاہر رفاہِ عامہ کے لئے ہسپتال کھولے گئے اور مدارس قائم کئے گئے۔ جو درحقیقت سیاسی اغراض کی خاطر عیسائیت کی اشاعت و تبلیغ کے اڈوں کا کام دیتے تھے۔ ان پر کروڑوں روپے صرف ہونے لگے۔ اور سینکڑوں کامیاب مراکز وجود میں آ گئے۔ یورپ چاہتا تھا یہ جو بحرالکاہل کے ساحل سے بحراوقیانوس کے ساحل تک اور قطبِ شمالی سے بحر ہند تک سلک توحید میں منسلک اور اسلامی جذبہ اخوت سے سرشار ایک دوسرے پر دل و جان سے فدا ہونے والے بھائیوں کا ایک عظیم الشان کنبہ آباد ہے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے۔ انکے درمیان کوئی وحدت فکری نہ ہو اور پھر یورپ اطمینان سے انہیں اپنی ذاتی اغراض کے لئے استعمال کر سکے۔

مرکز جمعیۃ تبلیغ الاسلام

ان تمام حالات کے زیر نظر مسلمانوں نے ''مرکزیہ جمعیت تبلیغ الاسلام'' قائم کی۔ اس کا صدر دفتر انبالہ شہر میں تھا۔ سید غلام بھیک نیرنگ بی۔اے ایڈوکیٹ ہائی کورٹ اس کے معتمد عمومی تھے۔ جناب ابوالبرکات سید محمد فضل شاہ صاحب سجادہ نشیں جلالپور شریف کو جمعیت کے مقاصد سے پوری پوری ہمدردی تھی۔ آپ کی فطرت میں تبلیغ اسلام کا ذوق و شوق ودیعت کر دیا گیا تھا، اور آپ کی دلی آرزو تھی کہ اسلام ایک فعال اور زندہ تحریک کی صورت میں برصغیر میں موجود ہو۔ خواجہ کمال الدین کے انگلستان میں بغرض تبلیغ جانے پر آپ اسی لئے معترض ہوئے تھے آپ کا خیال تھا۔ کہ خود ہندوستان میں تبلیغ کی اشد ضرورت ہے ۱۹۱۸ء میں بمقام جہلم درس محبت دے مسلمان کو تبلیغ اسلام کے لئے آپ نے اسی بنا پر آمادہ کار بنایا تھا۔ اب جب تحریک شدھی

Marfat.com

شروع ہوئی اور ہندوؤں نے اس تحریک کا مرکز آگرہ قرار دیا تو آپ بنفس نفیس آگرہ تشریف لے گئے۔ مسلمانوں کی بہت سی جماعتیں اور انجمنیں میدان عمل میں آچکی تھیں۔ آپ نے مجوزہ طریق کار کا معائنہ فرمایا اور جمیعت العلمائے ہند سے تعلق قائم کر کے کچھ عرصہ تک قائم شدہ اسلامی مدارس کے اخراجات کے بھی کفیل بنے رہے۔ تمام جماعتوں نے حسب توفیق بڑی مستعدی اور تندہی سے کام کیا اور اس رکاوٹ اور مدافعت کا یہ نتیجہ نکلا کہ شدھی کی وہ پہلی سی سرگرمی باقی نہ رہی۔ اس موقع پر اسلامی اخبارات اور بلخصوص اخبار ''زمیندار'' لاہور نے بڑا قابل تعریف کام کیا۔

تبلیغ الاسلام کے جلسہ کی صدارت

لیکن تبلیغ کا کام یہاں رکنے والا نہیں تھا۔ تحریک شدھی اور مسیحی مشنریوں کا مقابلہ ابھی کافی عرصہ کے لئے درکار تھا۔ چنانچہ مرکزیہ جمعیت الاسلام نے اپنا کام جاری رکھا اور اس کے اجلاس سال بسال منعقد ہوتے رہے۔ ۲۹ و ۳۰ دسمبر ۱۹۲۹ء اس کا سالانہ جلسہ لاہور میں منعقد ہوا۔ اسکی صدارت جناب ابوالبرکات مدظلہ العالی نے فرمائی۔ یہ اس بات کا بین ثبوت تھا کہ مسلمانوں کے تبلیغی مساعی میں حضور نمایاں اور سرگرم حصہ لیتے رہے تھے۔ آپ نے خطبہ صدارت میں جو کچھ فرمایا وہ اب بھی بصیرت افروز ہے اور اس قابل ہے کہ مسلمان اس پر عمل پیرا رہیں کیونکہ ملک کے اندر اور باہر اب بھی وہی خطرات درپیش ہیں۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

حضور نے ارشاد فرمایا کہ ملکانہ راجپوتوں اور دیگر متزلزل خیالات وعقائد رکھنے والی قوموں کو ورغلا کر مرتد کر لینے کی تحریک دنیا میں بالکل نئی تھی۔ مسلمانوں کی سیزدہ صد سالہ تاریخ اسکی کوئی نظیر پیش نہیں کر سکتی۔ سپین اور پرتگال سے مسلمانوں کا اخراج جس شکل میں ہوا۔ ہلاکو خاں نے جس بے دردی سے مسلمانوں کا قتل عام کیا۔ اس کی نوعیت بالکل الگ ہے۔ لیکن اس طریق سے ارتداد کا فتنہ آج تک پیدا نہیں ہوا تھا اور اس کی وجہ محض یہ ہے کہ مسلمان ایمانی کمزوری کے مرض میں مبتلا ہو گئے ہیں ورنہ جس زمانے میں ان کے دلوں میں اپنے خالق ورزاق اور منعم متصرف حقیقی سے عشق ومحبت شیفتگی اور لگاؤ کے والہانہ جذبات موجود تھے اور ذوق عمل اور جذبہ کار کے زیر اثر وہ احکام الٰہی کی تعمیل میں سرفروشی' قربانی' ایثار وفدویت اور اطاعت وانابت کے زبردست مظاہرے کرتے تھے۔ قوت ایمانی عجیب وغریب کرشمے دکھاتی تھی۔ ان کی فتوحات کا اصلی باعث یہی تھا۔ اغیار واجانب دلوں کو مسخر کر لینے کا موجب یہی ہتھیار تھا۔ اور پھر یہ قوت

Marfat.com

ایسی بہترین شکل میں ظاہر ہوتی تھی کہ انکے عقائد' اعمال اور اخلاق دلکش صورت اختیار کر لیتے تھے اور دنیا بھر کی قومیں از خود زبردست ارادت اور عقیدت کے ساتھ اسلام کے آغوش میں چلی آتی تھیں۔ اس اسلامی روحانیت کے اثرات عالمگیر تھے۔ ایشیا' افریقہ اور یورپ کی اقوام اور دور افتادہ جزیروں کی آبادی نے اسی مقناطیسی کشش کی بنا پر اسلام قبول کیا۔ ہندوستانیوں جیسے پابند مذہب لوگ بھی مسلمانوں کی قوت ایمانی کے دلفریب اور دلکش مظاہرے اور انکی زبردست روحانیت کو دیکھ کر اپنے آبائی مذہب کو ترک کرنے پر آمادہ ہوئے۔

حضور نے فرمایا اب بھی اگر تبلیغ کا ارادہ ہے تو اپنے اندر کوئی تبدیلی پیدا کرنی چاہیے تاکہ اس کا اثر دوسروں پر پڑے۔ اپنے اندر کوئی تڑپ' کوئی ولولہ' کوئی حرارت موجود کرنی چاہیے۔ تاکہ دوسرے اس سے متاثر ہوں۔ حرارتِ ایمانی' جوش ملی اور جذبہء ملی کا زندہ پیکر بنے بغیر مسلمان کوئی قابل قدر کام انجام نہیں دے سکتے۔ اگلے زمانوں میں اگر ہر مزدور اور ہر تاجر' ہر غلام اور ہر عالم اور ہر سادہ لوح مسلمان مبلغ تھا تو محض اس بنا پر کہ وہ اسلام کی دلفریب اور دلکش تعلیمات کا عملی نمونہ تھا۔ اب بھی اگر ہم چاہتے ہیں کہ اسلام کا بول بالا ہو تو ہم میں سے ہر صنعت کار' ہر سرمایہ دار اور زمیندار اور اسی طرح ہر مزدور' مزارع اور عامی کو صداقت شعار' امانتدار اور مخلص مومن بن کر تعلیمات اسلام کی صحیح تصویر اس طرح پیش کرنا ہوگی۔ انہیں دیکھ کر غیر مسلم عش عش کر اٹھیں اور اسلام کی پاکیزہ تعلیم کا اثر ان کے رگ و ریشے میں سرایت کر جائے۔

آپ نے فرمایا کہ مسلمانوں کا ایک مابہ الامتیاز ہے۔ اس امر کی وضاحت کے لئے آپ نے مندرجہ ذیل مختصر مگر جامع آیت سے استنباط فرمایا:۔

"کنتم خیر امۃ اخرجت للنّاس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتؤمنون باللّٰہ ط"

آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغام میں امت محمدی ﷺ کو خیر امت کے خطاب سے ملقب فرمایا ہے۔ اور اسی پر اکتفا نہیں بلکہ اُخرِجتْ لِلنّاسِ کی صراحت سے ایک طرح کا حصر فرما دیا کہ دنیا میں آج تک جتنی امتیں گزری ہیں امت محمدی ﷺ سب سے افضل اور سب سے برتر ہے۔ اب رہا مابہ الامتیاز کا سوال کہ اس کی فوقیت اور برتری کا سبب کیا ہے۔ اور اس میں کونسی خوبی اور فضیلت ہے جسکی وجہ سے اسے دوسرے مجلسوں پر تفوق حاصل ہے۔ تو اس کے متعلق خود اس آیت میں نہایت وضاحت کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔ یعنی یہ کہ:۔

تم لوگ خود عملی نمونہ بن کر لوگوں کو نیک باتوں کی ترغیب دیتے رہو۔

Marfat.com

۲۔ بری اور ناشائستہ حرکات سے منع کرتے رہو۔

۳۔ اور تمہارا خدا پر سچا ایمان رہے۔

یہاں خیر اُمّت کا نشان امتیازی **امر با لمعروف 'نهی عن المنکر** اور ایمان کی پختگی و استحکام کو قرار دیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اب تک آپ کے سامنے جو کچھ عرض کیا گیا ہے۔ وہ اسی ایمان باللہ اور تبلیغ اسلامی کے متعلق تھا۔ یہی دو چیزیں مل کر مسلمانوں کے تمام امراض کا واحد علاج ہو سکتی ہیں اور انہی سے غافل ہو کر آج مسلمان خیر امت کے لقب سے عملی طور پر محروم ہو چکے ہیں۔

آپ نے ان مبارک خیالات کو عملی صورت دینے کے لئے ایک تو اس بات پر زور دیا کہ مبلغین کی جماعتیں تیار کی جائیں۔ تبلیغ اسلام کا ایک بہت بڑا جامعہ ہو جس میں ہندوستان کے ہر حصے کی آبادی کے حالات واحوال کی مناسبت سے مبلغین کے لئے مختلف نصاب اور مختلف طرق تربیت مہیا کئے جائیں جامعہ تبلیغ کا قیام اگر فوری طور پر عمل میں نہ آئے تو دیہاتی آبادی اچھوت اقوام اور عام غیر مسلموں میں تبلیغ کے لئے فوری تدابیر اختیار کی جائیں اور مسلمانوں کی اقتصادی اور معاشرتی حالت کی اصلاح کا خیال رکھا جائے۔ کیوں کہ عام طور پر روپے' پیسے اور جاہ و مرتبہ کا لالچ دیکر اکثر کو مرتد کیا جاتا ہے آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اس غرض کے لئے محفوظ سرمایہ تبلیغ فراہم کیا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ ہندوستان میں سات کروڑ[1] مسلمان اور کم وبیش پچیس کروڑ غیر مسلم آباد ہیں۔ انسانوں کے اس وسیع حلقے کے لئے جو تبلیغی نظام قائم ہوگا۔ اس کا محفوظ سرمایہ اگر ایک کروڑ بھی ہو تو وہ زیادہ نہ ہوگا۔ اور ہندوستان کے جملہ مسلمان اگر دس دن کے لئے روزانہ ایک پیسہ الگ کرتے جائیں تو ایک کروڑ کا سرمایہ بآسانی جمع ہو سکتا ہے۔ اختتام پر آپ نے فرمایا۔ اگر میری زبان سے ایک بات بھی کام کی نکلی ہے تو خدارا اس پر عمل کیجیے اچھی باتیں بکثرت کہی جا چکی ہیں اور ہماری مصیبتیں اچھی باتیں نہ کہنے سے پیدا نہیں ہوئیں بلکہ ان پر عمل نہ کرنے سے پیدا ہوئی ہیں۔

حدیث بے خبران ہے کہ با زمانہ بساز!
زمانہ با تو نہ سازد تو با زمانہ ستیز! اقبالؒ

[1] یہ اعداد و شمار ۱۹۲۹ء کے ہیں۔

Marfat.com

فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْغَالِبُوْنَ ط

اَلَآ

اِنَّ

حِزْبَ اللّٰہِ

ھُمُ

الْمُفْلِحُوْنَ

Marfat.com

''جب تک قوم میں کوئی ایسا فرد پیدا نہ ہو جسے قدرت کی طرف سے بصارت سے بڑھ کر بصیرت رکھنے والی آنکھ، غور وفکر کرنے والا دماغ اور تڑپنے والا دل عطا کیا گیا ہو اور جس کی ساری زندگی اصلاح قوم جس کی ساری حیات بہبودِ ملت اور جس کی زیست خدمتِ بنی نوع کیلئے وقف ہو، تب تک قوم من حیث القوم اپنی غلطیوں پر متنبہ، اپنی غفلت شعاریوں سے آگاہ اور اپنی بے اعتدالیوں سے واقف ہو کر اپنی اصلاح نہیں کر سکتی''۔

حضرت امیر حزب اللہ رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب چہارم

تحریک حزب اللہ

آغاز کار

ہر تحریک بعض اسباب کے تابع ہوا کرتی ہے گزشتہ ابواب کے مطالب اگر ہمارے ذہن میں موجود ہیں تو ہم با آسانی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ تاریخی ماحول، سیاسی فضا اور تمدنی حالات کس طرح ایک عظیم تحریک کی تخلیق اور اس کے بروئے کار آنے کا موجب بن رہے تھے۔ جنگ عالمگیر اول (۱۹۱۴ء - ۱۹۱۸ء) کی ہلاکت آفرینیوں سے بصد مشکل اپنی جان بچا سکے تھے۔ جزیرۃ العرب کو انگریزوں نے مختلف چھوٹے چھوٹے حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ مصر کا بطل حریت زاغول پاشا ۱۳ اگست ۱۹۲۷ء کو وفات پا گیا۔ اور وہاں انگریزوں کی گرفت اور زیادہ مضبوط ہو گئی اس طرح نظر آتا تھا کہ جو انگریز صلیبی جنگوں میں مسلمانوں کو شکست نہیں دے سکے تھے۔ لیکن اب وہ اپنی ملعون ڈپلومیسی کی بنا پر اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکے تھے۔ افغانستان میں جب امیر امان اللہ خان نے استقلال وطن کے لئے جدوجہد کی اور اپنی قوم کو اقوام عالم کے دوش بدوش کھڑا کرنے میں منہمک ہو گیا۔ تو انگریزوں نے سوچا ملتِ اسلامیہ کی راکھ میں چنگاری کیوں موجود رہے۔ اسے بھی پاؤں تلے روند ڈالنا چاہیے۔ چنانچہ اس کی اپنی قوم کے ذریعے بڑی ذلت کے ساتھ اسے ملک بدر کرنے کے ناپاک منصوبے تیار کیے گئے۔

مسلمانوں کی حالت زار

بیرونِ ہند مسلمانوں کی یہ حالت تھی اور اندرونِ ہندان کے حالات اور بھی المناک تھے مسلمان افلاس کا بری طرح شکار ہو چکے تھے۔ کیونکہ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بعد انگریزوں نے ہر ممکن کوشش کی تھی کہ ان کے گھروں میں زر و دولت داخل نہ ہونے پائے اور جو موجود ہے وہ نکل جائے۔ مسلمان جاہل تھے کیونکہ انگریزوں نے ان کے تعلیمی اداروں کو مختلف ہتھکنڈے اختیار کر کے بالکل معطل اور بیکار کر دیا تھا۔ افلاس اور جہالت نے مسلمانوں کی اخلاقی، تمدنی اور معاشرتی حالت کو بالکل بگاڑ دیا تھا۔ اور کوئی شخص بھی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ لوگ اس ملت کے فرزند ہیں جو تہذیب تمدن کے اعتبار سے یگانہ روزگار تھی۔ مسلمانوں کی حالت زار کے ساتھ

Marfat.com

اسلام بھی کس مپرسی کے عالم میں مبتلا تھا۔حالی نے باچشم گریاں اور دل بریاں اس حالت کا ماتم کیا اور بارگاہ رسالت میں استغاثہ کرتے ہوئے وہ مشہور زمانہ نعتیہ نظم کہی جس کا مطلع ہے۔

اے خاصہ خاصان رسل وقت دعا ہے

امت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے

ہندو کی مہاسبھائی ذہنیت

اہل ہنود اسی سرزمین میں ایک وقت بھیل، گونڈ اور دراوڑ اقوام کو بری طرح ذلیل کر چکے تھے اور ہندو مت کی ایک کروٹ نے بدھ مت کا بھی یہاں سے صفایا کر دیا تھا۔اپنے اس ماضی کے زیر اثر ہندو رام راجیہ کا خواب دیکھنے لگے۔ان کی دلی آرزو تھی کہ یا تو مسلمان ہندوؤں میں مدغم ہو جائیں اور اپنا مستقل وجود ختم کر دیں یا مجبور ہو کر شودر اقوام کی طرح ذلت آمیز حیثیت اختیار کر لیں۔ہندوؤں کی نگاہوں کے سامنے سپین کے مسلمانوں کا بھی حشر تھا۔جہاں سے انہیں سات سو سال کی حکومت کے بعد بیک بنی و دو گوش خارج البلد کر دیا گیا تھا۔اور جہاں مسجد قرطبہ اور قصر الحمراء کھڑے مسلمانوں کا مرثیہ پڑھ رہے تھے ہندوؤں کا خیال تھا کہ ہندوستان میں بھی اسلام اور اس کے نام لیواؤں کے ساتھ یہی سلوک کیا جا سکتا ہے۔

انگریز کی ہندو نوازی اور مسلمانوں کی حالت زار

مسلمان جہاں جاہل اور مفلس تھے۔وہاں ہندوؤں کے بری طرح مقروض بھی تھے۔انگریزوں کی عنایت خصوصی نے جہاں ہندوؤں پر دولت و ثروت کے دوازے کھول ڈالے تھے۔وہاں مسلمانوں کو بری طرح کچل کر رکھ دیا تھا اور ہندوؤں کا دست نگر بنا ڈالا تھا۔صرف اسی ایک واقعہ سے اندازہ کیا جا سکتا ہے۔کہ مقروض مسلمان ہندوؤں کو ہر سال پندرہ کروڑ روپے بطور سود ادا کر رہے تھے ۱۹۰۱ء میں ایکٹ انتقال اراضی بنا تھا اور اس کا مقصد یہ تھا کہ غیر کاشتکار اقوام کاشتکاروں کی زمین نہ خرید سکیں اس کے باوجود مسلمانوں کی زمینیں نیلام ہو رہی تھیں۔عدالتوں پر ہندو وکلا چھائے ہوئے تھے۔چیف جسٹس سر شادی لعل نہایت ہی متعصب قسم کا ہندو بنیا تھا۔ہندوؤں نے عسکری جماعتیں بھی بنالی تھیں اور جسمانی طور پر اپنے آپ کو مضبوط بنانے کے لئے باقاعدہ ورزش کیا کرتے تھے۔ڈنٹر پیلتے تھے، اکھاڑے بنا کر زور آزمائی کرتے تھے۔اس طرح نظر آتا تھا۔کہ جنگ عالمگیر اول کے خاتمے پر ہندوؤں میں جو سیاسی شعور پیدا ہوا ہے اس کے بل بوتے پر وہ انگریزوں کو ہندوستان سے باہر نکال دیں گے اور خود اس ملک کے بلا شرکت غیرے مالک بن جائیں گے۔

Marfat.com

مسلمانوں کو نہ تو آثار مصیبت کا احساس تھا۔ نہ ہی سیاسی شعور ان کے قریب پھٹکا تھا۔ وہ منظم نہیں تھے اور تفرقہ بازی کا شکار ہو چکے تھے۔ جو جماعتیں اور انجمنیں انھوں نے بنائی تھیں۔ ان کے مقاصد بالکل محدود تھے اور نہ ہی اصل مرض کا کسی نے کھوج لگایا تھا۔ کوئی واضح نصب العین ان کے سامنے موجود نہ تھا۔ کہیں انگریز سے وفا شعاری کے عہد و پیاں ہو رہے تھے تو کہیں ہندوؤں کے ساتھ محبت اور یگانگت کا ثبوت دیا جا رہا تھا۔ کبھی جوش آ جاتا تو انگریز اور ہندو دونوں کو کوس لیا جاتا تھا۔ اور اپنی اصلاح کے لئے کوئی مرتب، مضبوط، وسیع المقاصد اور جامع اقدام عمل میں نہیں لایا جاتا تھا۔ بالائی طبقہ کے مسلمان تو مست حال تھے۔ یا انگریزوں کی کاسہ لیسی اپنا شعار بنا چکے تھے۔ عامتہ المسلمین پرلے درجے کے کوتاہ اندیش اور تنگ نظر تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض درد دل رکھنے والے مسلمان دولت درد لٹانے میں مصروف تھے لیکن ان کے خیالات زیادہ سے زیادہ قصباتی اور شہری آبادی تک نفوذ کر سکے تھے۔ دیہاتی آبادی ان سے کلیتہً نا آشنا تھی۔ دیہات میں مسلمانوں کی غالب اکثریت آباد تھی۔ جہالت، افلاس اور بے دینی کی وجہ سے دیہاتی مسلمان فی الواقعہ کالانعام تھے۔ ضرورت ایک ایسے مجاہد و مصلح "مرد مومن" کی تھی۔ جس کے دائرہ عمل کی وسعتیں دیہات و قصبات کو یکساں طور پر اپنے اصلاح و تنظیم کے دامن میں سمیٹ سکیں۔

مرد مومن

قدرت نے قبلہ سجادہ نشین صاحب کے دل میں درد قومی ایام طفولیت سے ودیعت فرما دیا تھا۔ قلبی جذبات و حسیات و تاثرات ہمیشہ سے آپ کے دل میں اضطراب پیدا کرتے رہے تھے آپ ایک کثیر التعداد جماعت کے مذہبی اور روحانی پیشوا تھے۔ آپ کے دل میں احساس فرض بڑی شدت کے ساتھ موجود تھا۔ جس کے پیش نظر آپ اپنے آپ کو خدا تعالیٰ اور اس کے بندوں کے سامنے جوابدہ سمجھتے تھے۔ اس لئے سالہا سال سے آپ غور و فکر کر رہے تھے۔ کہ مسلمانوں کی حالت کس طرح سدھر سکتی ہے۔ خدا کی ساری مخلوق سو جاتی تھی مگر آپ جوف شب کے سکوت اور تنہائی میں گوہر مقصود کی تلاش کے لئے اپنے مالک حقیقی سے لو لگائے بیٹھے رہتے تھے۔ اہل عالم کو کیا معلوم کہ آرام و آسائش کے کتنے دن اور راحت و آسودگی کی کتنی راتیں آپ نے اس اضطراب اور پریشانی میں گزار دیں کہ مسلمان کس طرح اپنی کھوئی ہوئی حیثیت حاصل کر سکتے ہیں۔ ملت اسلامیہ کا چمن اپنے لٹے ہوئے حسن، اپنی چھنی ہوئی رونق اور اپنی زائل شدہ سرسبزی و شادابی سے دوبارہ کس طرح ہم آغوش ہو سکتا ہے۔ آپ کے درد و سوز کو دیکھ کر آخر اللہ تعالیٰ

Marfat.com

نے آپ کی رہنمائی کی اور آپ کو ایک ایسا جامع، تیر بہدف، اور مجرب نسخہ مل گیا جس کے چند روزہ استعمال سے ملت اسلامیہ اس متعدی اور مہلک مرض سے نجات پاسکتی تھی اور اس کی تمام بیماریاں دور ہوسکتی تھیں۔ یہ نسخہ اکسیر حیات تھا۔ روح زندگی تھا اور شفاء الاسقام، اس کے اثرات ایسے معجز نما تھے۔ کہ مسلمانوں میں وہی امنگیں اور وہی ولولے پیدا ہونے والے تھے جو ان کے اسلاف کرام میں موجود تھے اور انہیں وہ تمام مناصب ومدارج یقیناً ملنے والے تھے جو ان کے آباؤ اجداد کو کسی زمانے میں نصیب رہے تھے۔[1]

تحریک حزب اللہ

بیرون ہند کے اسلامی ممالک مثلاً ایران، مصر اور ترکی میں بین الاسلامی خیالات وافکار کے شہرہ آفاق مبلغ سید جمال الدین افغانی (۱۸۳۸۔۱۸۹۷) کی جاری کردہ قومی تحریکیں آہستہ آہستہ بارآور ہو رہی تھیں۔ ہندوستان میں بھی ان کی صدائے بازگشت سنائی دے رہی تھی۔ افغانیؒ اور دیگر اکابر عہد کے خیالات سے متاثر ہو کر اور تقاضائے زمانہ کے عین مطابق جناب ابوالبرکات سیّد محمد فضل شاہ صاحب نے احیائے اسلام والمسلمین کے لئے ایک بڑی جامع تحریک ''حزب اللہ'' کے نام سے جاری کرنے کا ارادہ کیا آپ نے اپنی تحریک کا نام قرآن مجید سے لیا۔ اس کے اغراض ومقاصد، اس کے قواعد وشرائط اور اس کے دستور العمل کو قرآن حکیم کی آیات سے اخذ کیا۔ اور جس بنیادی خیال کی تبلیغ واشاعت کا آپ نے ارادہ کیا وہ بھی قرآن پاک سے ماخوذ تھا۔ آپ نے مسلمانوں کو اس امر کا درس دینے کے لئے مصمم ارادہ کرلیا کہ احکم الحاکمین کے ملک میں رہتے ہوئے حقیقی معنوں میں ہمیں اس کی رعایا بن جانا چاہیے۔ جب تک ہمارے دلوں میں ایک کی یاد سب یادوں سے بڑھ نہ جائے گی، ایک کی محبت سب محبتوں پر غالب نہ آجائے گی ایک رشتہ سب رشتوں پر فوقیت نہ لے جائے گا۔ ایک کی حکومت سب حکومتوں پر غلبہ حاصل نہ کرلے گی ایک کی غلامی کا جُوا گلے میں ڈال کر ہم سب کی غلامی سے آزاد نہ ہوجائیں گے، ایک کی خواہش میں سب خواہشات کو قربان نہ کردیں گے، اور ایک کی تمنا میں سب تمناؤں کو بھول نہ جائیں گے۔ تب تک نہ تو ہماری اصلاح ہوسکتی ہے اور نہ ہی ہم پر انعامات خداوندی کی بارش ہوسکتی ہے۔

---

[1] اس تصنیف میں اکثر وبیشتر ہم نے حضور کی اپنی تحریرات سے استفادہ کیا ہے۔ یہاں بھی چند جزوی تبدیلیوں کے علاوہ تمام الفاظ وہی ہیں جو آپ نے آغاز کار کے وقت استعمال فرمائے تھے۔ بعد کے حالات نے بتادیا کہ آپ نے ۱۹۱۷ء میں جو کچھ فرمایا تھا درست ثابت ہوا۔ دیکھیں کتاب حزب اللہ صفحہ ۵۷

Marfat.com

نصب العین

اسی محبت الٰہی نے قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کو زبردست قوم بنا دیا تھا۔ اسی توحید نے انہیں اخوت کے ایسے رشتے میں پرو دیا تھا کہ ان کی جماعت بے پناہ قوت کی مالک بن گئی تھی اور دور جاہلیت کی تمام نااتفاقی فرقہ بندی اور بدنظمی دور ہو گئی تھی۔ وہ ایک بن گئے تھے اور ساتھ ہی راہ ہدیٰ پر چلنے کے باعث نیک بھی ہو گئے۔ اور وہ تہذیب جو گم ہو چکی تھی، وہ تمدن جو مٹ چکا تھا اور وہ معاشرت جو بالکل نابود ہو چکی تھی اب ''حزب اللہ'' کے ذریعے اس کا سراغ لگانا مقصود تھا۔ نصب العین یہ تھا کہ اپنی اجتماعی حیات کو اس طرح پاکیزہ بنالیا جائے کہ مرور ایام کے باعث اور ہندوؤں کے ساتھ مل جل کر زندگی بسر کرتے ہوئے جو بری رسمیں اور دیگر قباحتیں مسلمانوں میں پیدا ہو چکی ہیں وہ دور ہو جائیں۔ ایک طرف قوت ایمان مضبوط ہو اور دوسری طرف فضول اخراجات سے بچنے کی وجہ سے مالی حالت سدھر جائے۔ جماعتی حیثیت سے تجارت اور صنعت و حرفت میں حصہ لیا جائے۔ دینی تعلیم اور علوم جدیدہ کی تحصیل کی طرف بیش بیش توجہ دی جائے۔ تاکہ دیکھتے دیکھتے روشن ضمیر اور روشن خیال مسلمانوں کا ایک مرفہ الحال معاشرہ منصہ شہود پر آ جائے۔ جو سیاسی لحاظ سے بھی مضبوط ہو اور قرآنی تصریحات کے مطابق ''انتم الاعلون'' کا مصداق بھی ہو۔

اصلاحی اور انقلابی تحریکیں

ظاہر ہے حزب اللہ خالصۃً ایک اصلاحی تحریک تھی۔ اس کا اجراء ہندوؤں یا انگریزوں کی مخالفت کے لئے عمل میں نہیں آیا تھا۔ اور نہ یہ کسی خاص فرقہ کی حمایت کے لئے قائم کی گئی تھی۔ بلکہ اتحاد بین المسلمین کی داعی اور علمبردار تھی۔ اس کا مقصد مسلمانوں کی انفرادی یا اجتماعی زندگی کے کسی خاص پہلو کی اصلاح نہیں تھا۔ بلکہ یہ ایک جامع، ہمہ گیر اور ہمہ رس تحریک تھی۔ یہ تحریک ذہنی، معاشرتی، تمدنی، اقتصادی، عملی اور اجتماعی انقلاب برپا کرنا چاہتی تھی۔ جس کا لازمی نتیجہ سیاسی اور ملکی فلاح بھی تھا۔ اس کے لئے محض تقریروں پر اکتفا نہیں کیا جا سکتا تھا۔ بلکہ ایک منظم جماعت کا قیام ضروری تھا۔ جو مقرر کردہ اور طے شدہ طریق کار کے مطابق سرگرم عمل رہے اور پھر اس جماعت کی مسلسل اور متواتر نگرانی بھی ضروری تھی۔ تاکہ کہیں بھی غفلت، لاپرواہی، سستی اور بے راہ روی کا دخل شروع نہ ہو جائے سیرت کی انہیں خرابیوں کی وجہ سے جماعتیں بگڑ جاتی ہیں۔ اور نیک اور اعلیٰ مقاصد شرمندہ تکمیل نہیں ہونے پاتے۔ ان تھک کوشش، لگاتار محنت، شب و روز دوڑ دھوپ اور ہر آن غور و فکر کی ضرورت تھی۔ کیونکہ صرف اسی طرح

Marfat.com

حزب اللہ کی جماعت اپنے مقاصد عالیہ کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوسکتی تھی اور اسے عزت اور سرخروئی کا طغرائے امتیاز حاصل ہوسکتا تھا۔

لاریب جناب ابوالبرکات سید محمد فضل شاہ صاحب دردمند دل رکھتے تھے۔ آپ بڑے اسلام دوست اور ملت پرست تھے۔ اس کے باوجود آپ ناز ونعمت میں پلے تھے اور طبیعت نسبتاً آرام پسند تھی لیکن جب "حزب اللہ" کی ارفع واعلیٰ جماعت کا تصور آپ کے ذہن میں اچھی طرح واضح ہوگیا اور آپ کی آنکھوں نے ایک ایسا دل خوش کن نظارہ دیکھ لیا جو دوسروں کے تخیل سے بھی ماوراء تھا۔ آپ کے کانوں نے ایسے نغمہ ہائے دل کش سن لئے جو ماوشما کے وہم و گماں میں بھی نہیں آسکتے تھے اور آپ کا دل ان کو بہجت انگیز ونشاط خیز کیفیات وتاثرات سے لبریز ہوگیا۔ جن سے باقی لوگ بالکل عاری تھے۔ تو آپ آن واحد میں محنت پسند اور عالی ہمت بن گئے۔ اور آپ کا دل گردہ بیحد مضبوط ہوگیا ایک بڑے فسوں گرنے "اَیَّدناہُ بروحِ القدس" کا افسوں آپ پر پھونک دیا۔ اس کی حیرت انگیز تاثیر سے آپ کو انشراح صدر حاصل ہوگیا اور آپ کا دماغ حقیقت فہم اور دل حقیقت شناس بن گیا۔ یعنی رب العالمین کی طرف سے آپ امت مسلمہ کی اصلاح کے لئے مامور ہوگئے۔ آپ نے کمر ہمت باندھ لی اور دل ودماغ کی تمام صلاحیتیں خدمت اسلام کے لئے وقف کردیں۔

۵، ۶ ر جمادی الثانی ۱۳۴۶ھ مطابق ۲۹، ۳۰ نومبر ۱۹۲۷ء کو حسب دستور حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کا عرس مبارک منعقد ہوا۔ تحریک حزب اللہ کا تخیل عرصہ سے جناب ابوالبرکات کے ذہن میں موجود تھا۔ دیگر موانع کے علاوہ آپ کی طویل اور مسلسل علالت خاص طور پر سد راہ بنی ہوئی تھی۔ مگر اس عرس مبارک کے موقع پر تمام اسقام اور موانعات کے باوجود آپ کے جذبات بے قابو ہورہے تھے۔ حسیات اور تاثرات نے دل ودماغ کو تہ وبالا کر رکھا تھا اور خیالات کی رو تھامے نہ تھمتی تھی۔ اب زندگی کے ایک نئے میدان کی طرف رہنمائی ہوچکی تھی اور فرض شناسی کے جذبہ صادق نے تمام خوابیدہ قوتوں کو بیدار کرکے مصروف کار بنادیا تھا۔ آپ نے تقریر کبھی نہ فرمائی تھی۔ مگر خواب میں حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے تین دفعہ وایدناہ بروح القدس کا دم فرمادیا اور حجاب دور ہوگیا۔ رجال الغیب میں سے ایک نے ارشاد فرمایا ؎

اٹھ باندھ کمر کیوں ڈرتا ہے
پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

Marfat.com

افتتاحی تقریب

اس لئے عرس مبارک کے روز پہلے آپ نے ایک ہنگامی مجلس شوریٰ منعقد کی اور اہل الرائے پیر بھائیوں کا مشورہ حاصل کیا۔ اس مجلس کے تاثرات خود اعتمادی کا باعث بنے۔ اور رات کو آپ نے دس ہزار سے متجاوز سامعین کے سامنے مسلسل تین گھنٹے تک اظہار خیالات فرمایا۔ لوگوں نے نہایت صبر و سکون سے تقریر سنی۔ یہ "حزب اللہ" کی افتتاحی تقریر تھی آپ کے درد دل سے تمام حاضرین بے حد متاثر ہوئے اور تمام نے بلا اختلاف متفقہ طور پر آپ کو اپنا امیر تسلیم کر لیا

اس تقریر کے خاتمے پر اگر آپ چاہتے تو دس ہزار کے مجمع میں سے پانچ ہزار ضرور "حزب اللہ" کی رکنیت قبول کر لیتے مگر آپ نے ترغیب و تحریص کی بجائے ترہیب و تخویف سے کام لیا۔ آپ کا مقصد و منشاء یہ تھا کہ لوگوں کو سوچ بچار اور غور و فکر کا موقع دیا جائے مبادا امتحان یا آزمائش میں پڑ کر وہ گھبرا جائیں اور دوسروں کے سامنے بری مثال پیش کریں آپ نے واضح فرمادیا کہ ؎

در رہِ منزل لیلیٰ کہ خطرہاست بجاں
شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

یہ ایک غیر معمولی تحریک تھی۔ آپ چاہتے تھے کہ اس حیثیت کا شعور تمام کو حاصل ہو جائے۔ اور غیر معمولی کام کرنے کے لیے پوری طرح آمادہ ہو جائیں۔ اس کے بعد انہیں معمولی کام کرتے ہوئے قطعاً پرواہ نہیں ہوگی۔ دوسرے دن خدائی فوج کی بھرتی ہوئی اور اڑھائی سو کے قریب مخلصین صادقین نے اپنے نام بطیبِ خاطر اور برضا و رغبت لکھوا دیے۔ آپ کا خیال تھا کہ تعداد بیسیوں تک محدود رہے گی۔ لیکن جانثار اور جان باز ارکانِ حزب اللہ کی تعداد جب پہلے روز ہی سینکڑوں تک پہنچ گئی تو آپ کو بیحد مسرت حاصل ہوئی اور آپ کو یقین ہو گیا کہ خدا کے فضل سے یہ تحریک ضرور کامیاب ہوگی۔

حزب اللہ کا پہلا دورہ

آپ نے جلسہ میں اعلان فرمادیا تھا کہ عنقریب "حزب اللہ" کے اغراض و مقاصد کے ماتحت آپ ایک دورہ کریں گے۔ چونکہ اس جماعت کی تاسیس اور تشکیل بے نفسی اور للّٰہیت کی بنا پر عمل میں آئی تھی آپ نے دورہ میں ترکِ نذر و ضیافت کا اعلان بھی فرمادیا۔ آپ خلوص نیت سے دعوت الی الخیر، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا چاہتے تھے عرس شریف کے بعد بھی بھرتی کا کام جاری رہا۔ بعض لوگ خود جلال پور شریف حاضر ہو کر رکن بنے اور بعض خط و کتابت سے شامل ہوئے اور اس طرح دورہ کے آغاز تک ارکان کی تعداد چھ سو

Marfat.com

ہوگئی۔ آپ کو کھانسی، زکام اور پھیپھڑے کی خرابی کے باعث تکلیف تھی۔ ماہِ رمضان المبارک کی برکت سے طبیعت کچھ سنبھل گئی۔ اس ماہِ مقدس کی ۲۱ تاریخ کو بعض ذمہ دار احباب کے مشورے سے آپ نے دورہ کا پروگرام مرتب فرمالیا اور ۲ رشوال ۱۳۴۶ھ سے لے کر ۲ رذی قعد ۱۳۴۶ھ تک آپ نے دورہ فرمایا اس اثنا میں آپ انتیس مقامات پر تشریف لے گئے۔

کامیاب جلسے

دورہ نہایت باقاعدگی اور پابندیءاوقات کے ساتھ جاری رہا۔ ہر روز کا سفر، ملاقاتیوں کا ہجوم اور مسلسل تقریریں۔ آپ حیران تھے کہ دائمی مریض ہونے کے باوجود تکالیفِ سفر کو آپ نے کس طرح برداشت کیا اور غیر متوقع جفاکشی اور محنت پسندی کا مظاہرہ کس طرح ہوا۔ اثنائے سفر میں "حزب اللہ" کے اغراض ومقاصد کی اشاعت میں خاطر خواہ کامیابی ہوئی۔ ارکان کی مجموعی تعداد پانچ ہزار سے بھی بڑھ گئی اور کم وبیش تین چار لاکھ فرزندانِ توحید نے آپ کا پیغام عمل سنا۔ شوق ومحبت مخلصین صادقین کے پر جوش مظاہرے اور شاندار استقبال، حاضرین کے عظیم اجتماعات اور ارکان "حزب اللہ" کی تعداد میں معتد بہ اضافہ۔ یہ سب کچھ ضرور قابلِ قدر تھا لیکن جو شئے سب سے بڑھ کر آپ کی ہمت افزائی کا باعث ہوئی۔ وہ عام لوگوں کی ذہنیت میں ایک زبردست تبدیلی تھی، جوش عمل کا ایک عجیب وغریب ظہور تھا۔ جو مسلمانوں کی خود فراموش اور ناکارہ قوم کی طرف سے دیکھنے میں آیا۔ ایک ہی دورہ میں لاکھوں افراد کے دلوں میں فرض شناسی کے احساس کی بیداری جہاں محیّر العقول تھی۔ وہاں سرور بخش، حوصلہ پرور اور ہمت آفریں بھی تھی۔ یہ وہ شئے تھی جس کی تلاش میں مدت سے آپ کی نظر میں رہ رہ کر حلقہءچشم سے باہر نکلتی تھیں۔ اور ناکام واپس آجاتی تھیں۔ گرمیٔ قلب اور سوز دروں کا اس سے بڑھ کر اور ثبوت کیا ہوسکتا ہے کہ ایک مجمع کو آپ کا پیغام سننے میں ایسی لذت محسوس ہوئی کہ فروری کی سخت سردی میں جبکہ موسلا دھار شروع ہو چکی تھی۔ کوئی شخص تا اختتام تقریر اپنی جگہ سے نہ ہلا۔

شاندار مستقبل کی توقع

یہ تاثیر اس لئے تھی کہ دل کی گہرائیوں سے ایک صدا نکل کر لوگوں کے کانوں تک پہنچ رہی تھی۔ زبان سے جو الفاظ ادا ہو رہے تھے وہ جذبات حقہ کے ترجمان تھے اور اس دردِ دل کا اظہار تھا جو سالہا سال سے آپ کے نہاں خانہ قلب میں نشوونما پا رہا تھا۔ یہ وہ پیغام عشق تھا جو صدیوں کے بعد پھرتے ہوئے کانوں تک پہنچ رہا تھا۔ ایک صاحب دردامیر قوم قرآن مجید کی پاکیزہ تعلیمات وقت اور زمانہ کے لہجہ کے مطابق مسلمانوں تک پہنچا رہے تھے اور وہ درس جہاد جو عرصہ

Marfat.com

سے بھول چکا تھا اور جسے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد انگریز سے ڈر کر علماء نے ذہن کے نہاں خانوں میں چھپا لیا تھا۔ اب وہ پھر علی الاعلان دیا جا رہا تھا۔ مسلمانوں کو بیداری اتحاد و اتفاق، خود شناسی وخودنگری اور اولوالعزمی کی تعلیم دے کر ایک تابدار اور روشن مستقبل کی خوشخبری سنائی جا رہی تھی۔ یہ تمام باتیں بالکل نئی اور انوکھی تھیں اسلئے مسلمانوں کے طبائع اور ذہنیتوں میں ایک عجیب انقلاب رونما ہو رہا تھا۔ ان حالات کو دیکھ کر حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو یقین ہو گیا کہ تحریک ''حزب اللہ'' اب مسلمانوں کے سینوں کو گرم رکھے گی۔ چونکہ اس تحریک کی بنیاد ایک مستحکم چٹان پر رکھی گئی تھی اور وہ چٹان قرآن مجید اور فرقان حمید ہے۔ انشاء اللہ یہ اس وقت تک کامیابی کے ساتھ رہے گی جب تک مسلمانوں کے دلوں میں قرآن پاک کی قدر و منزلت اور عزت و توقیر باقی ہے خدا کا لشکر اس وقت تک موجود رہے گا۔ جب تک کہ دنیا میں ایک متنفس بھی توحید کا عقیدہ رکھنے والا زندہ ہوگا۔ جب کہ حزب اللہ اور مسلمان اس طرح لازم ملزوم ہیں جس طرح کہ سورج اور روشنی، پھول اور خوشبو اور آگ اور حرارت۔

مجلس منتظمہ برائے سوشل اصلاحات کا قیام

دورہ کے بعد آپ ''حزب اللہ'' کے سلسلہ میں برابر مصروف کار رہے۔ لوگوں کے جذبات برانگیختہ کر کے اور ان کی طبیعتوں میں جوش اور دل و دماغ میں ہیجان پیدا کرنے کے بعد انہیں بالکل آزاد چھوڑ دینا خلاف مصلحت تھا۔ اس لئے آپ نے انہیں ایک طے شدہ نظام کے ماتحت لانا شروع کر دیا۔ مجالسِ منتظمہ قائم ہونے لگ گئیں۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ تمام معاملات اور مقدمات قرآن اور حدیث کے احکامات کے مطابق عدالت میں لے جائے بغیر طے پاتے رہیں۔ تاکہ ایک طرف خصومت اور عداوت کا سدباب ہو اور دوسری طرف عدالت اور وکلاء کے اخراجات سے غریب مسلمان بچ جائیں۔ ان مجالس منتظمہ کے فرائض میں اس امر کا احتساب بھی داخل تھا کہ آیا فرائض دینی باقاعدگی سے انجام دیئے جا رہے ہیں۔ رسوم و بدعات کو ترک کیا جا رہا ہے اور اسراف اور فضول خرچ سے حتی الامکان اجتناب کیا جا رہا ہے۔؟ شادی بیاہ کے موقع پر عام طور پر بداعتدالیاں ہو جایا کرتی ہیں۔ حضرت امیر ''حزب اللہ'' کا فرمان تھا کہ کوئی بات خلاف شریعت نہ ہونے پائے۔ سال کے دوران میں سترہ مقامات پر اس قسم کی مجالس قائم ہو گئیں۔ جلال پور شریف میں مجلس منتظمہ کا قیام دورہ سے پہلے عمل میں آ چکا تھا پہلے سال کے اختتام پر جب جائزہ لیا گیا تو پتہ چلا کہ جلال پور شریف کے صرف دو مقدمے عدالت تک گئے ہیں اور وہ بھی اس لئے قابل دست اندازی پولیس تھے۔ ورنہ ساری آبادی میں سے ایک مقدمہ

Marfat.com

بھی تحصیل، ضلع، سب ججی یا سشن ججی میں نہ گیا۔ غیر مشروع رسوم و بدعات کے انسداد سے جو فوائد حاصل ہوئے ان کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ چوہدری احمد خان سب انسپکٹر پولیس نے اپنے لڑکے اور لڑکی کی شادیاں کیں تو قاضی کو نکاح خوانی کے پانچ روپے دینے کے علاوہ اور کوئی خرچ نہ کیا۔ جلال پور شریف کی مجلس منتظمہ نے فیصلہ کیا کہ برأت میں دس سے زائد آدمی نہ ہوں۔ باقی مجالس منتظمہ نے بھی اسی طرح ذمہ داری اور فرض شناسی کا اظہار کیا یہ نہایت ہی مفید اور اطمینان بخش کام تھا۔ جس کا خیال تک کسی بڑے سے بڑے لیڈر کو نہ آیا تھا وہ تو صرف تقریر کے ذریعے ہنگامہ پروری اپنا واحد نصب العین سمجھتے تھے۔ کوئی ٹھوس مقصد ان کے سامنے نہ تھا اور نہ ہی مستقل مزاجی سے وہ ایک کام کو جاری رکھ سکتے تھے۔

مرکزی دفتر

اتنی بڑی تحریک کے لیے مرکزی دفتر کا قیام از بس ضروری تھا۔ چنانچہ حضرت امیر حزب اللہ نے اس طرف خصوصی توجہ منعطف فرمائی۔ آپ نے تو زندگی بھر کے لئے یہ لائحہ عمل مقرر کر لیا تھا کہ اپنی استطاعت اور برداشت کے مطابق دورے بھی کریں گے اور جلالپور شریف رہتے ہوئے بھی کام جاری رکھیں گے۔ لنگر شریف کے محرر خصوصی منشی محمد عالم تھے۔ انہیں زبان فارسی سے اتنا زیادہ مس نہیں تھا اور حضور کی تحریر معنی خیز فارسی ترکیبات سے معمور ہوتی تھی اس لئے آپ نے پہلے منشی صاحب موصوف کو فارسی کی دو چار کتابیں خود پڑھائیں۔ اس کے بعد محرری کے کام پر مامور فرما دیا۔ قیام حزب اللہ سے پہلے بھی حضور اس شعبے کو بڑی اہمیت دیتے تھے لیکن اب اس کی اہمیت اور بھی زیادہ ہوگئی۔ "حزب اللہ" کا علیحدہ دفتر قائم ہوا منشی محمد عالم کے سپرد تمام کام کر دیا گیا۔ ارکان حزب اللہ کے کوائف لکھنے کے لئے بڑے ضخیم اور چرمی جلد والے مضبوط رجسٹر تیار کرائے گئے۔ تمام خط و کتابت اور طباعت کا کام اسی دفتر سے ہونے لگا منشی محمد عالم نے بڑی دیانت، محنت اور خلوص دلی کا اظہار کیا۔ وقتاً فوقتاً حسب ضرورت رضا کارانہ طور پر خوشنویس پیر بھائی بھی منشی صاحب کے تعاون کے لئے آجاتے تھے۔

تحریک کا لٹریچر

مرکزی دفتر کے قیام کے ساتھ ساتھ جناب امیر "حزب اللہ" مدظلہ العالی نے ایک اور نہایت ہی ضروری کام انجام دیا۔ کوئی تحریک اپنے لٹریچر کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔ آسمانی کتابوں کے نزول کی غرض و غایت بھی یہی تھی کہ تحریک اسلام کے مقدس علمبردار اپنے پیروان کار کو مستقل دستور العمل دے سکیں۔ چنانچہ ہمارے بالغ نظر امیر بے نظیر نے بھی فوری طور پر اس

Marfat.com

طرف توجہ دی اور "حزب اللہ" کے نام سے ایک کتاب تصنیف فرمائی جو انداز بیان کے لحاظ سے نہایت ہی شگفتہ اور جاذب نظر ہے۔ اردو زبان میں شاید ہی کوئی کتاب اسکے ہم پلہ ہو۔ اس دور میں ابوالکلام آزاد اور ظفر علی خان کی زبان بڑی پرزور، فصیح و بلیغ، شگفتہ اور معنی خیز تصور کی جاتی تھی۔ لیکن ان خوبیوں کے اعتبار سے اس مبارک کتاب کا انداز ہی کچھ اور ہے۔ مطالب اور معانی کے لحاظ سے اس کتاب میں وہ سب کچھ ہے جو احیائے اسلام کے لئے اس وقت کے راہبر کہہ رہے تھے۔ لیکن اس میں جو تاثیر ہے اسلام کے ماضی کا جو شدید احساس اس میں موجود ہے۔ شاندار مستقبل کی جو نوید اسکے اندر پائی جاتی ہے۔ اس میں جو جامعیت ہے اور پھر اس میں جو پاکیزہ روح کارفرما ہے۔ وہ ادھر اُدھر نظر نہیں آتی۔ ذرا ان اقتباسات کو پڑھیں:۔

اقتباسات

"مقصد یہ ہے کہ دنیا میں بھی رہو، دنیا کے کام بھی کرو، بیوی بچوں سے محبت بھی کرو، تحصیل علم کی خاطر چین تک بھی چلے جاؤ، سائنس اور فلسفہ کی تلاش میں یورپ کی کوچہ گردی بھی کرلو، تجارت کیلئے افریقہ اور امریکہ تک بھی جا پہنچو۔ لیکن جہاں رہو، جس حالت میں رہو، اپنے خدا کو مت بھولو، اپنے دین کو مت فراموش کرو، اور اپنے سارے جہاں سے پیارے نبی (فداہ امی وابی) کی یاد ہر وقت دل میں رکھو۔"

"یہ درست ہے کہ عرب کی وہ تیغ دودم جس نے سلطنت رومہ کے پرخچے اڑا دیئے اور ساسانی اقبال کو نیست و نابود کر دیا۔ نوجوانان عرب کے ہاتھوں سے نکل کر بہادر ترکوں کے ہاتھ آئی اور ہندوستان میں کئی بار چمکی اور کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایک فاتح قوم مفتوح اقوام کے اجسام پر تو بزور شمشیر قابض ہو سکتی ہے مگر ان کے قلوب و ارواح پر قبضہ اور اقتدار مشکل ہوا کرتا ہے"۔

"خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس نہ تلوار تھی نہ بندوق، نہ توپ تھی نہ تفنگ، نہ ہوائی جہاز تھے نہ ڈیڈ رناٹ، نہ متحرک فولادی قلعے تھے نہ مشین گنیں، بس ایک ہی

Marfat.com

حربہ تھا، ایک ہی ہتھیار تھا، ایک ہی اوزار تھا جس کے استعمال سے مخالفین کی تمام ہمتیں شکست کھا گئیں، تمام حوصلے پست ہو گئے اور مغلوب و مفتوح ہو کر انہوں نے اپنے تمام آلات حرب اس فاتح اعظم کے قدموں میں ڈال دیے۔ اس ہتھیار کا نام عملی حیات ہے اور اوزار کا نام عملی نمونہ۔"

"مسلمانوں کی اجتماعی حیات کا مقصد یہ ہے خدائے لا یزال کے پرستار اور ایک رسول برحق (روحی فداہ) کے نام لیوا سب دوسرے رشتوں اور تعلقوں کے مقابلہ میں اسلام کے رشتے کو اہم اور اقدم سمجھیں، اخوت اسلامی کو سب برادریوں سے افضل جانیں اور اسلامی برادری کو سب پر ترجیح دے کر ایک ایسا اتحاد پیدا کرلیں، ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی کے ایسے رشتے جوڑلیں کہ دوسری اقوام پر ان کا رعب داب قائم ہو جائے اغیار کے دلوں میں ان کی ہیبت بیٹھ جائے۔ اور ان کی متحدہ قومیت کا مقابلہ کرنے کی دنیا میں کسی کو ہمت نہ رہے۔"

اس موثر خطیبانہ انداز بیان میں بنیادی طور پر قرآن و حدیث کے مطالب ہیں جن کی تصریح اور تشریح تاریخ اور سائنس کے انکشافات اور تمدن و عمرانیات کی اصولوں سے کی گئی ہے۔ اختصار کے باوجود یہ کتاب ایک مکمل دستور العمل ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ اس پر عمل جاری رہے تو جلال پور شریف کا مقدس مقام اشاعت و تبلیغ اسلام اور احیائے امت مسلمہ کے لئے ہمیشہ کے لئے مستقل مرکز کا کام دے سکتا ہے۔ اور انشاء اللہ دیتا رہے گا۔

تحریک کا اصلی لٹریچر

اس کتاب کا خلاصہ حضور نے ایک رسالہ کی صورت میں بھی مرتب فرمایا مطالب وہی تھے اور ترتیب بھی وہی لیکن انداز بیان نسبتاً سہل تھا۔ آپ نے حزب اللہ کی ضرورت، اغراض و مقاصد اور اس کے قواعد و ضوابط سادہ الفاظ میں بیان کر دیئے تا کہ ہر پڑھا لکھا انسان بآسانی سمجھ سکے۔ یہ رسالہ پانچ بار طبع ہوا۔ ہر دفعہ اس میں معمولی سا اضافہ بھی ہوتا رہا۔ جو نئے حالات کی وجہ سے از بس ضروری تھا۔ لیکن آپ نے ہر بار اعلان فرمایا کہ اس کی حیثیت محض دستور العمل کی ہونی چاہیے۔ ہنگامی اور وقتی تقاضوں سے اس کا کوئی سروکار نہ تھا۔ کتاب حزب اللہ اور یہ رسالہ اس مبارک تحریک کا اصلی لٹریچر ہے جو ارکان حزب اللہ (کی) رہنمائی اور بصیرت افروزی کے لئے طبع کرایا گیا تھا۔

Marfat.com

صحافت کا خراج عقیدت

اس ارفع واعلیٰ تحریک کا خیر مقدم بڑا حوصلہ افزا تھا۔ ہندوستان کے ہر حصے میں اس کی تعریف کی گئی۔ اہل الرائے نے ہمت افزا خطوط حضرت ''امیر حزب اللہ'' کی خدمت میں روانہ کیے۔ تحریک کا ذکر اخبارات تک پہنچا۔ **زمیندار، سیاست، انقلاب** ان دنوں کے نامور اور مقتدر اسلامی اخبارات تھے۔ ان کے تبصرے بڑے حوصلہ پرور تھے۔ ہندو اخبارات **بندے ماترم** اور **ٹربیون** نے بھی اس کا تذکرہ کیا۔ جب اگلے سال کے موسم بہار میں حضرت امیر حزب اللہ نے ایک ماہ آٹھ روز کا پھر دورہ فرمایا تو ''انقلاب'' اور ''سیاست'' ہر دو اخبارات نے آپ کے مکمل دورے کی تفصیلات پہلے صفحہ پر شائع کیں اور "**تحریک حزب اللہ روز بروز کامیاب ہو رہی ہے**" اور "**یدخلون فی دین اللہ کے روح پرور مناظر**" عنوانات قائم کیے اکتیس مقامات کا دورہ تھا اور ایک ایک مقام کا ذکر بالتفصیل کیا گیا۔ لوگوں نے جس اشتیاق اور والہانہ عقیدت و محبت کا مظاہرہ کیا تھا اور مردہ جذبات کا جس طرح احیاء ہوا تھا۔ اسکا ذکر بڑے مؤثر پیرائے میں کیا گیا۔ دیگر روزانہ اخبارات کے علاوہ ہفتہ وار اخبارات **ترجمان** گجرات، **اصلاح** باغبانپورہ اور **تازیانہ** لاہور اور پندرہ روزہ اخبار **نیر اسلام** جہلم بھی اس سلسلہ میں پیش پیش تھے۔ تحریک کی مقبولیت کا یہ زبردست ثبوت تھا۔ بعض تنگ نظر لوگوں نے اعتراضات بھی کیے۔ لیکن حضرت امیر حزب اللہ کے جوش عمل، خلوص بے نفسی اور جوان ہمتی کی وجہ سے کسی کی کوئی بات مزاحم نہ ہو سکی۔

سنایا جو نگار اول و آخر نے دنیا کو!
ہم اس الفت بھرے پیغام کو پھر عام کرتے ہیں

Marfat.com

سالانہ دورے

گرمی ہو یا سردی، موسم موافق ہو یا ناموافق، مینہ برس رہا ہو یا مطلع صاف، دنیا میں رزم کی گرم بازاری ہو یا بزم کی دلفریبی، ہر ایک مانع اور رکاوٹ کو خاطر میں نہ لاکر حزب اللہ کا کارواں چلتا رہا ہے۔ اور انشاء اللہ چلتا رہے گا۔

حضرت امیر حزب اللہ

حزب اللہ کے پروگرام میں سالانہ دوروں کو بنیادی حیثیت حاصل تھی۔ ان کے بغیر اس درس کے بھول جانے کا خطرہ تھا۔ جو حضرت امیر حزب اللہ دے رہے تھے اس جوش عمل کے سرد پڑ جانے کا ڈر تھا۔ جو پیدا کرنا اور قائم رکھنا مقصود تھا اور دائرہ اثر کی اس آفاق گیر وسعت کا حصول ناممکن تھا جو شروع ہی سے آپ کے مدنظر تھی۔ حضور دورہ کے لئے فروری اور مارچ کے مہینوں میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ابتدا ان اضلاع سے ہوتی تھی جہاں فروری میں نسبتاً کم سردی ہوتی ہے۔ تاکہ منتظمین کو مہمانوں کی خاطر تردد نہ کرنا پڑے۔ بہت سے سال آپ کا یہی طریق کار رہا لیکن بعد میں جب عرس مبارک کی تقاریب قمری حساب کی وجہ سے انہی ایام میں منعقد ہونے لگیں تو دورہ کے لئے اکتوبر نومبر کے مہینے قرار پائے عرس شریف کے سلسلہ میں قمری تاریخوں کی پابندی نے دورہ کے اس نظام کو بھی قائم نہ رہنے دیا۔ اور پھر حضور نے خزاں اور بہار کی دو قسطوں میں دورہ کرنا شروع فرما دیا۔ آپ کا پہلا دورہ ایک ماہ کے لئے تھا اور آپ ۲۹ مقامات پر تشریف لے گئے۔ دوسرا دورہ ایک ماہ آٹھ روز کا تھا اور مقامات ۳۱ تھے۔ تیسرے دورہ کے موقع پر آپ ڈیڑھ ماہ سرگرم سفر رہے اور ۳۶ مقامات پر جلسے منعقد ہوئے۔ بعض اوقات شائقین کے اصرار پر آپ دو دو تین تین مقامات پر تقاریر فرماتے تھے اور اصل پروگرام بدستور باقاعدگی سے جاری رہتا تھا۔ ہولے ہولے ہر سال دورے کے ایام اور مقامات بڑھنے لگ گئے چنانچہ جب ۱۳۶۵ھ مطابق ۱۹۴۶ء کو بیسواں دورہ ہوا تو حضور ۱۰ جنوری کو جلالپور شریف سے روانہ ہوئے اور بیس ۲۰ اپریل کو واپس گھر تشریف فرما ہوئے۔ یعنی دورہ پورے ۱۰۱ روز (۳ ماہ گیارہ روز) جاری رہا اور آپ ۶۸ مقامات پر تشریف لے گئے۔

Marfat.com

مجلس مشاورت

مسلسل اور متواتر دوروں کی وجہ سے ذوق شوق بڑھا اور دینی اور دنیاوی برکات حاصل ہونے لگ گئیں خلوص اور محبت میں دہ چند اضافہ ہو گیا۔ بنا بریں حضور نے پروگرام کی تیاری کے لئے خاص طریق کار مرتب فرما لیا۔ اس غرض کے لئے باقاعدہ مجلس مشاورت منعقد ہوتی تھی۔ اس میں شمولیت کے لئے دعوت دہندگان کے علاوہ ان باخبر حضرات کو بھی بلایا جاتا تھا جو مختلف علاقوں میں رستہ کے نشیب و فراز سے اچھی طرح آگاہ ہوتے تھے۔ جن کی اصابت رائے پر اعتماد ہوتا تھا اور جو مقامات کا آپس میں رابطہ قائم کر سکتے تھے انعقاد مجلس سے پہلے ذمہ دار احباب کے ذریعے معلوم کر لیا جاتا تھا کہ دعوت دینے والے کوئی ایسے شائق تو نہیں رہ گئے جنہیں درخواست دینے اور پروگرام کی تیاری کا وقت معلوم نہ تھا۔ یہ احتیاط اس لئے برتی جاتی تھی تاکہ بعد میں کسی کو شکایت کا موقع نہ رہے۔ اکثر صاحبان عرس مبارک کے موقع پر ہی وفد لے کر اپنی اپنی درخواستیں حضرت امیر حزب اللہ کی خدمت میں پیش کر دیا کرتے تھے۔ جو مرکزی دفتر میں محفوظ رہتی تھیں۔ ظاہر ہے مجلس مشاورت کے انعقاد سے پہلے مرکزی دفتر کو بڑی خط و کتابت کرنا پڑتی تھی اور ملک کے گوشہ گوشہ میں مختلف قسم کی چٹھیاں روانہ کی جاتی تھیں۔

مجلس مشاورت کے روز جلال پور شریف میں بڑی چہل پہل ہوتی تھی۔ دور دور سے دعوت دہندگان پہنچ جاتے تھے۔ ہر ایک کے دل میں یہی آرزو ہوتی تھی۔ خدا کرے۔ میرا مقام پروگرام میں شامل ہو جائے اور حضرت امیر حزب اللہ کے ورود مسعود اور مسیحا نفسی سے اپنے دلوں کو راحت پہنچائیں اور اپنی دیرینہ علل و اسقام کا مداوا حاصل کریں مجلس میں شمولیت کرنے والوں کے دلوں پر امید و بیم کی عجیب کیفیت طاری ہوتی تھی اور بارہا ایسا دیکھنے میں آیا کہ کسی محب و مخلص کا مقام کسی مجبوری کی بنا پر پروگرام میں شامل نہیں ہو سکا اور وہ بے اختیار ہو کر بڑے درد کے ساتھ زار و قطار رونے لگ گیا ہے اور حضور اس کی خاطر داری کے لئے کئی تدابیر اختیار فرماتے ہیں آپ کوشش فرماتے تھے کہ مقامات نئے سے نئے ہوں اور ان علاقوں میں ہوں جہاں پہلے آپ کا دورہ نہ ہوا ہوتا کہ آپ کا پیغام ہر خطے اور ہر گوشے میں پہنچ جائے۔ ایسے مقامات کو ہمیشہ ترجیح دی جاتی تھی۔ اگرچہ آپ یہ چاہتے تھے کہ حضور کی صدائے درد آمیز بار بار کانوں میں پہنچے کہ پوری طرح دلوں میں جاگزیں ہو جائے۔ تاہم آپ یہ احتیاط فرما لیتے تھے کہ بار بار وہی مقام نہ ہوں۔ تاکہ یکے بعد دیگرے ہر ایک کی آرزو پوری ہو جائے۔ جن اصحاب کی درخواستیں منظور نہیں ہو سکتی تھیں۔ انہیں ہدایت مل جاتی تھی کہ اپنے اپنے قریبی مقامات پر حاضر ہو جائیں۔

Marfat.com

اس طرح ارکان حزب اللہ اور عامۃ المسلمین کو ہر سال حضور کا حیات پرور پیغام سننے کا موقع مل جاتا تھا۔ بعض شہر اور دیہات ایسی مرکزی حیثیت رکھتے تھے کہ حضور ہر سال وہاں تشریف لے جاتے تھے۔ پروگرام میں مجالس وعظ شب باشی اور مختلف مقامات کے باہمی ربط کے مسائل بڑے غور و فکر کے متقاضی ہوتے تھے۔ جرح اور بحث اور رد و تنقید کی ضرورت تھی۔ بڑا وقت لگ جاتا تھا اور پھر کہیں جا کر پروگرام مرتب ہوتا تھا۔ اس بات کا خاص خیال رکھ لیا جاتا تھا کہ حضور کو جلال پور شریف واپسی کے لئے وقفے ملتے رہیں۔ تاکہ آپ کچھ آرام بھی کر سکیں اور لنگر شریف کے ضروری امور کی طرف توجہ مبذول فرما سکیں (لنگر شریف کے انتظامات کا آپ کو اس قدر خیال رہتا تھا کہ دورہ کے دوران میں ہر مقام پر قابل اعتماد ذرائع سے آپکو ڈاک مل جاتی تھی اور جب آپ رات گئے ملاقاتیوں کے ہجوم سے فارغ ہوتے تو ذمہ داری کے شدید احساس کی بنا پر روزانہ بلا استثناء بڑی توجہ سے ڈاک کا مطالعہ فرمایا کرتے۔ ضروری ہدایات قلم بند فرماتے اور اہم جوابات خود تحریر فرمایا کرتے اس طرح آپ کی عدم موجودگی میں بھی لنگر شریف کے انتظامات میں کوئی خلل واقع نہیں ہونے پاتا تھا۔ ادھر ادھر کے پیر بھائیوں کو بھی وقت پر جوابات موصول ہو جایا کرتے تھے۔

دورہ کے اشتہارات

ترتیب لائحہ عمل کے بعد اسے حزب اللہ کے ارکان مجلس شوریٰ کی طرف سے بڑے کاغذ پر چھپوا لیا جاتا۔ اس پر بڑی جلی قلم سے درج ہوتا تھا۔ **خدائی فوج میں بھرتی ہو جاؤ**۔ جو دیکھنے والوں کو اپنی طرف متوجہ کرتا تھا او پر کونوں میں اور پیشانی پر "**بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم** اور **فانّ حزب اللہ ھم الغلبون**" درج ہوتے تھے۔ جلی عنوان کے نیچے مسلمانوں کو اثر انگیز پیرائے میں مخاطب کیا جاتا تھا۔ کہ اگر عزت کی زندگی مطلوب ہے اور دوسری قوموں کے مقابلہ میں پیچھے نہیں رہنا چاہتے تو حزب اللہ میں شامل ہو جاؤ۔ پھر ہندوستان کی اس بے نظیر جماعت کے بہترین اغراض و مقاصد اور شاندار کارناموں کا ایک سطر میں ذکر ہوتا تھا اور بتایا جاتا تھا کہ عالی جناب تقدس مآب، حامی شریعت، وقامع بدعت، واقف اسرار حقیقت و ماہر رموز معرفت، آیۃ من آیات اللہ جناب ابوالبرکات سیدنا ومولانا الحاج حضرت محمد فضل شاہ صاحب لازالت شموس ہدایاتھم لامعہ سجادہ نشین جلالپور شریف وامیر حزب اللہ نے مامور من اللہ ہو کر اور خدائے قدوس وقیوم کے خاص امر اور حکم کے ماتحت اس جماعت کی تشکیل مسلمانوں کی اصلاح و تنظیم کے لئے کی ہے۔ نیچے کاغذ

Marfat.com

لیے تین حصے کر کے دورہ کا مفصل پروگرام درج کیا جاتا تھا۔ ہر حصے میں انگریزی، قمری اور ہندی تاریخیں درج ہوتی تھیں۔ دنوں کے نام ہوتے تھے۔ مقام اور تحصیل کے نام دیئے جاتے تھے اور خانہ کیفیت میں مواعظ حسنہ اور شب باشی کے متعلق تصریحات موجود ہوتی تھیں۔ عامی سے عامی انسان بھی ان اندراجات کے ہوتے ہوئے تاریخ اور مقام کے متعلق پوری طرح آگاہ ہو جاتا تھا۔ یہ مفصل اور مکمل پروگرام اپنی نظیر آپ ہوتا تھا۔ کسی رئیس مملکت کے دورہ کا پروگرام بھی اس اہتمام سے شائع نہیں ہوا۔ یہ سلسلہ آخر تک قائم رہا۔ صرف اسی پر ایک نگاہ ڈالنے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی تھی کہ حضور جماعت حزب اللہ کے سلسلہ میں کس انہماک، مستعدی اور باقاعدگی کا اظہار فرما رہے ہیں۔ پروگرام چھپ کر آتا تھا تو ملک بھر میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ اور تمام مجوزہ مقامات پر قرب و جوار کے دیہات میں دیواروں پر دیدہ زیب، جاذب توجہ اور پروقار اشتہار چسپاں ہو جاتا تھا۔ اور ہر طرف قریہ بہ قریہ، کو بہ کو خبر پھیل جاتی تھی کہ حضرت امیر حزب اللہ ایدہ اللہ بنصرہ العزیز دورہ پر تشریف لا رہے ہیں۔ سنتے ہی آنکھیں فرش راہ بننے کے لیے آمادہ ہو جاتی تھیں۔

دشت تو دشت ہیں.........

پروگرام سندھ اور بہاول پور سے لے کر لاہور، امرتسر، جالندھر، ہوشیار پور، جموں، کشمیر، پشاور اور اضلاع راولپنڈی، کیملپور، جہلم، گجرات، سیالکوٹ، گوجرانوالہ، سرگودھا، میانوالی جھنگ، ملتان، لائل پور اور شیخوپورہ تک پھیلا ہوا ہوتا تھا۔ یعنی جس علاقہ کو آج ہم مغربی پاکستان کہتے ہیں۔ وہاں قیام پاکستان سے پورے بیس سال پہلے مسلمانوں کی مذہبی، اقتصادی، تمدنی اور سیاسی بہبود و فلاح کے لئے حضرت امیر حزب اللہ نے دورے کرنے شروع کیے۔ آپ ان علاقوں میں بھی تشریف لے گئے جو آج کل بھارت میں شامل ہیں۔ یہ سلسلہ برابر جاری رہا۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ کسی مذہبی یا سیاسی رہنما نے آپ سے پہلے دیہاتی آبادی کو درخور اعتناء نہیں سمجھا تھا۔ مگر آپ کے پروگرام میں دیہاتوں کا دورہ خصوصی حیثیت رکھتا تھا۔ آپ کا دورہ مسعود ان چھوٹی چھوٹی بستیوں میں بھی ہوا جہاں ابتدائے آبادی سے اس وقت تک کوئی بھی قابل ذکر ہستی نہیں پہنچی تھی۔ آپ نے دریاؤں کو پایاب کیا، ریگستانوں کی مسافت کاٹی، بلند اور دشوار گزار پہاڑوں کو پھاندا، سطوح مرتفع کے پیہم اور مسلسل نشیب و فراز عبور کیے۔ جنون بے پایاں نے آپ سے صحیح معنوں میں بے پناہ بادیہ نوردی کرائی۔ کوئی دشواری بھی آپ کے توسن ہمت کے سامنے حائل نہ ہو سکی۔ راہ طے کرتے کئی بار بادو باراں نے آلیا، رستہ دلدل بن گیا،

Marfat.com

حادثات ہوئے، ٹھٹھرا اور کپکپا دینے والی سردیاں آپ نے معمولی معمولی جھونپڑیوں میں بھوکے رہ کر گزار دیں۔ جہاں رات بھر شمع روشن ہوئی اور نہ ہی چشم مہجور کی طرح ٹپکا تھا۔ جھونپڑی سے باہر بارش ہو رہی تھی اور آپ الحمد خوان ہوتے تھے کہ ادائے فرض میں کوتاہی نہیں ہوئی۔ گو ہر روز ایک نیا سفر درپیش ہوتا تھا۔ مگر سب سے پہلے آپ تیار ہو جاتے۔ ناشتہ نہیں ہوا تو نہ سہی۔ بھوکے پیٹ ادائے فرض میں انہماک اور سرگرمی خاندان رسالت کا شروع ہی سے وطیرہ تھا۔ اس طرح ہر سال آپ ہزاروں میل ریل، موٹر لاری یا گھوڑے پر، اور پیدل یا عند الضرورت علالت کی صورت میں پالکی میں بیٹھ کر تمام پنجاب و کشمیر اور سندھ بہاولپور کا چکر لگایا کرتے تھے۔

سفر خواہ جیسا ہی تکلیف دہ ہوتا آپ پروگرام کے مطابق وقت پر مجوزہ مقام پر پہنچ جاتے تھے۔ اکثر و بیشتر سفر پُر صعوبت ہوتا تھا اور تھکا دینے والا۔ لیکن آپ پیش آنے والے حادثات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے منزل مقصود پر پہنچ جاتے تھے۔ صوفی طفیل احمد فائق ساکن کلیرہ ضلع جھنگ لکھتے ہیں:

خدائی فوج میں بھرتی ہو جاؤ

ایک بہت بڑا دیواری سائز اشتہار پڑھا۔ حضرت امیر حزب اللہ کے دورہ کا پروگرام تھا۔ ہفتہ عشرہ کا دورہ نہیں۔ مہینوں کا دورہ تھا۔ سردی کا موسم، سخت جاڑے کے دن اور دورے کے مقامات بھی شہری نہیں اکثر دیہاتی۔ ہر ایک دوسرے سے دور دراز فاصلے پر واقع۔ نہ ہی ذرائع آمد و رفت آسان، دیکھا اور حیران رہ گیا۔ یہی خیال آیا۔ یہ ناممکن ہے۔ بھلا کس طرح ہو سکتا ہے۔ ہم آئے دن دیکھتے رہتے بڑے بڑے افسر دورے کا پروگرام طے کرتے ہیں آمد و رفت کے ذرائع وافر ہوتے ہیں۔ ریل گاڑیاں، موٹر کاریں، گھوڑے، کسی چیز کی کمی نہیں ہوتی۔ نمبردار، ذیلدار اور معززین علاقہ انتظام کے لئے موجود ہوتے ہیں۔ بایں ہمہ وہ اپنے پروگرام پر نہیں پہنچ سکتے۔ اور دورے ملتوی کرتے رہتے ہیں۔ اسی طرح مشائخ، علماء اور واعظین دعوتیں منظور کرتے ہیں۔ مگر مقررہ اوقات پر نہیں پہنچ سکتے۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے اور اتنے لمبے پروگرام اور دور افتادہ مقامات پر ایسے موسم میں کیسے پہنچا جا سکتا ہے۔ مگر کیا معلوم تھا کہ۔

اولوالعزمان دانشمند جب کرنے پہ آتے ہیں
سمندر چیرتے ہیں کوہ سے دریا بہاتے ہیں

Marfat.com

ڈھوکے (ضلع جھنگ) کا مقام تھا۔اتوار کا دن تھا۔گیارہ بجے جلسہ کا پروگرام تھا۔ہم ساڑھے دس بجے وہاں پہنچ گئے۔لوگ ادھر ادھر پھر رہے تھے۔اور کسی کی راہ دیکھ رہے تھے۔انتظار کی گھڑیاں سب کے لئے کٹھن ہوتی ہیں۔مجھے یہی خیال آتا تھا کہ اتنا بڑا پروگرام کیسے بنایا جا سکتا ہے۔گیارہ بجنے ہی والے تھے۔کہ اچانک لاری کی گھوں گھوں نے سب کو چونکا دیا اور ''وہ لاری آئی، وہ لاری آئی'' کا شور بپا ہو گیا۔حضرت امیر حزب اللہ ایدہ اللہ بنصرہ العزیز تشریف لے آئے تھے۔معلوم ہوا کہ رستہ میں لاری الٹ گئی تھی۔لیکن اللہ کریم نے امان دے دی۔سلانوالی سے مرہم پٹی کرا کے حضور بھی ٹھیک اپنے وقت پر تشریف لے آئے۔

صوفی صاحب کی یہ قلمی شہادت ان دنوں کی ہے۔جب کہ ابھی وہ شرف بیعت سے مشرف نہیں ہوئے تھے۔لہذا ہم اسے یقیناً غیر جانب دارانہ شہادت قرار دے سکتے ہیں۔حضرت امیر حزب اللہ کی استقامت، مستقل مزاجی، اور پابندی وقت کے سلسلہ میں اس سے واضح و بیّن ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے۔آپ کی حقیقی مصروفیات اس وقت شروع ہوتی تھیں۔جب آپ اپنی منزل پر پہنچتے تھے۔مشتاقان زیارت انبوہ در انبوہ ہر مقام پر موجود ہوتے تھے۔جونہی آپکی سواری یا پالکی نظر پڑتی ''امیر حزب اللہ زندہ باد، خدائی فوج زندہ باد اور اللہ اکبر کے نعرے بلند ہونے شروع ہو جاتے تھے۔نیاز مندل کر ترانہ ہائے شوق گاتے۔جو رجز خوانی کی حیثیت رکھتے تھے۔سننے والوں کے دلوں میں جوش اور ولولہ پیدا ہو جاتا تھا۔عام طور پر چھوٹی چھوٹی رواں بحروں میں حزب اللہ کی منظوم تعلیمات پنجابی زبان میں پڑھی جاتی تھیں جو ارادت مندوں نے جوش عقیدت میں نظم کر لی تھیں۔اس طرح پنجابی زبان میں حزب اللہ کی وجہ سے جوش پرور، ہنگامہ آفریں اور اصلاحی نظموں کا ایک بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا۔حضور کی آمد پر جلوس از خود بن جاتا اور لوگ یہ نظمیں اور گیت بڑے ذوق وشوق سے پڑھتے تھے۔اور حتّٰی کہ جب حضور اپنی قیام گاہ پر تشریف فرما ہوتے تھے۔یہ والہانہ نظم سرائی جاری رہتی تھی۔تشنگان زیارت کا ایک ہجوم ٹوٹ پڑتا تھا۔لوگ بڑی دیر تک قدم بوسی سے فیضیاب ہوتے رہتے تھے۔مردوں کے بعد عورتوں اور بچوں کی نوبت آتی تھی۔حضور ہر ایک کی معروضات بڑی توجہ اور شفقت سے سنا کرتے تھے بیعت کرنے والے ہوتے تھے۔لوگ اوراد و وظائف کی اجازت حاصل کرتے تھے۔علاوہ بریں لوگوں کا نیاز مندانہ تقاضا ہوتا تھا۔کہ حضور ان کے گھروں میں بھی قدم رنجہ فرمائیں۔تاکہ ان کے

Marfat.com

گھر دینی اور دنیاوی برکات وفیوض سے مالا مال ہو جائیں۔ حضور اپنی فطرت کریم کی بنا پر کسی کی درخواست رد نہیں فرماتے تھے۔

دست بہ کار و دل بہ یار!

ان مصروفیات کے باوجود آپکی توجہ اصل مقصود کی طرف رہتی تھی۔ آپ پر جوش استقبال اور ضیافتوں کے بھوکے نہیں تھے۔ آپ تو ایک بے مثل و بے نظیر روحانی اشتہا سے بیتاب ہو کر گاؤں گاؤں چکر لگا رہے تھے۔ آپکا مقصود اعلائے کلمۃ اللہ تھا آپ اللہ کا نام اس طرح بلند کرنا چاہتے تھے۔ کہ مسلمانوں کو از سر نو بلندی مل جائے۔ آپ دین کے ذریعے دنیاوی برکات و سعادت کے دروازے کھول دینا چاہتے تھے۔ جس طرح قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے نعرہ توحید بلند کر کے خلافت ارضی حاصل کی تھی آپ بھی چاہتے تھے کہ مسلمان ایک دفعہ محبت الٰہی سے سرشار ہو جائیں۔ کہ کائنات از خود اپنے خزانے ان کے پاؤں پر نچھاور کر دے۔ اس لئے اپنا پیغام سنانے کے لئے حضور تمام لوگوں کو جلسہ گاہ کی طرف روانہ فرما دیتے تھے۔ جس کا انتظام منتظمین نے کسی موزوں جگہ پر کر دیا ہوتا تھا۔ موزونیت کی اول شرط جگہ کی وسعت ہوتی تھی۔ تا کہ تمام مرد و زن وہاں سما جائیں۔ کہیں سائبان کا انتظام ہو گیا تو فبہا ورنہ درختوں کے سائے میں یا آسمان کی نیلی چھت کے نیچے جلسہ منعقد ہوتا تھا۔ اور حضرت امیر حزب اللہ کے لئے ایک چبوترہ بنا دیا جاتا جو سٹیج کا کام دیتا تھا۔

از دل خیز د بر دل ریز د کے نظارے

فضائیں آج بھی ان تقاریر کو سننے کے لئے گوش برآواز ہیں جنہوں نے ان دنوں ہر طرف روح پرور تموج پیدا کر دیا تھا۔ حضور سٹیج پر جلوہ افروز ہوتے تو کائنات ہمہ تن گوش ہو جاتی۔ حضور کا پاکیزہ اور عمدہ لباس، حضور کا نورانی چہرہ، حضور کی وجاہت، الغرض ہر چیز اشتیاق بڑھاتی تھی اور پھر جس خلوص اور سوز کے ساتھ حضور تقریر فرمایا کرتے تھے۔ وہ ''از دل خیز د بر دل ریز د'' کا مصداق ہوا کرتی تھی۔ نہایت ہی موثر اور دلوں کو گداز کرنے والی فصاحت و بلاغت اور بے نظیر خطابت کا ایک بحر مواج ہوتا تھا۔ جو حضور کی زبان سے رواں ہو جاتا تھا۔ اور پھر دل کھول کر اپنی جولانی دکھاتا تھا۔ دراصل یہ سب کچھ ان ملی اور قومی جذبات و خیالات کی وجہ سے تھا جو بچپن ہی سے آپ کے دل و دماغ میں موجزن تھے۔ آپ کا معنوی وجود تقریر کے دوران میں پوری طرح اپنے آپ کو ظاہر کر دیتا تھا۔ مسلمانوں کے شاندار ماضی افسوس ناک حال اور ایک امید افزا مستقبل کا بیان تقاریر میں جوش، بیساختگی حاضرین پر کیف و سرور اور وارفتگی کی کیفیت پیدا کر دیتا

Marfat.com

مناسب آیات واحادیث اور اردو، فارسی اور عربی کے برمحل اشعار، تقریر کی علمی حیثیت میں اضافہ کا موجب بنتے تھے۔صحیح بات یہ ہے دیہات تو دیہات شہروں میں بھی اس قسم کی تقاریر کم سننے میں آئی ہیں اور پھر ایک ہی مقصد اور ایک ہی نظریہ کو لے کر سالہا سال تک شمال مغربی ہندوستان کے طول وعرض میں صحرا انوردی اور بادیہ پیمائی کرنا اور ایک ہی قسم کی دل سوز آواز بار بار زبان سے نکالنا خفتہ قوم کو بیدار کرنے میں جس طرح معجز نما ہوسکتا ہے۔ذہنی طور پر تو اسے تصور میں لایا جاسکتا ہے۔لیکن عملی طور پر اسے کر دکھانا ہر ایک کا کام نہیں۔یہ تو انہیں نفوس قدسیہ کا کام ہوسکتا ہے۔جنہیں قدرت نے اس سعادت عظمٰی کے لئے روز گار ازل ہی سے منتخب کر لیا ہے۔

جہاد

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد تھا کہ دولت چاہتے ہو تو تجارت کرو۔مگر مسلمانوں نے تجارت بالکل ترک کر دی تھی۔اس پر ہندو اور سکھ قابض تھے۔اور مسلمان صرف کھیتی باڑی کرتے تھے۔کاشتکاری نے انہیں حصول علم سے بھی محروم کر دیا تھا۔حضرت امیر حزب اللہ مسلمانوں کو دوکانیں کھولنے کی ترغیب دیتے۔اور جو مسلمان دوکانداری شروع کرتے تھے۔ان کی ہمت افزائی فرماتے۔انہیں موثر طریقے پر کہا جاتا کہ اپنی مالی حالت سدھارنے کے لئے فضول رسم ورواج سے پرہیز کرو اور مقدمہ بازی ترک کرو۔انہیں سمجھایا جاتا تھا کہ اپنے بچوں کو تعلیم دلاؤ۔تقاریر کے دوران حضور ان موضوعات کو بڑے بصیرت افروز پیرائے میں چھیڑتے تھے۔جہاد فی سبیل اللہ کا تصور مسلمانوں کے اذہان سے نکل چکا تھا۔اس لئے حضور کے ارشادات کا محور یہی موضوع ہوا کرتا تھا۔جہاد ہی مسلمانوں کے لئے نوید زندگی ہے۔آپ جہاد کی تمام آیات کے مطالب اور معانی آتش انگیز اور ولولہ خیز خطابت کے ساتھ واضح فرماتے۔مجاہدین اسلام کے تذکرے سناتے فرماتے کہ جہاد کے لئے ہر وقت کمربستہ رہو۔تلوار اور لاٹھی تیار رکھو۔میدان جہاد میں سواری کے لئے گھوڑے پالو اور اپنے امیر کے احکامات کے ہر وقت منتظر رہو۔یہ عبادت ہی عبادت ہے تہور وشجاعت اور استقلال و پامردی کے اوصاف پیدا ہو گئے تو پھر مسلمانوں کو کوئی خطرہ نہیں۔حضور فرمایا کرتے تھے۔طبیعتوں میں سے احساس غلامی نکال دو۔اللہ کا غلام اور کسی کا غلام نہیں ہوسکتا۔آپ جہد للحیات اور بقاء اصلح کے مطالب سادہ مگر اثر انگیز الفاظ میں بیان فرمایا کرتے تھے۔اور باواز بلند اعلان فرماتے اگر زندہ رہنا چاہتے ہو تو جدوجہد اور ہمت و مردانگی سے کام لو اور زندہ اقوام کی صفات اپنے اندر پیدا کرو۔ساتھ ساتھ آپ مکارم اخلاق کی تعلیم بھی

Marfat.com

دیتے تھے اور بوضاحت فرماتے کہ حضور رحمۃ للعالمین (فداہ امی وابی) کی بعثت کا مقصد یہ بھی تھا تقاریر کے دوران میں آپ مسائل حاضرہ بھی اظہار خیالات فرماتے۔ رفتار زمانہ آپ کا خاص موضوع ہوتا تھا اور اس کے زیر نظر آپ کا ارشاد تھا مسلمانوں کو لازم ہے تمام اختلافات ترک کر کے اعتصام بحبل اللہ کریں اور اخوت و ہمدردی اپنا شعار بنائیں الغرض آپ کی تقریریں بڑی جامع و بسیط اور طرحدار ہوا کرتی تھیں اور آپ ہر وہ بات فرماتے تھے جو اسلام اور اس کے نام لیواؤں کو حیاتِ نو کی خلعتِ فاخرہ عطا کر سکتی تھی۔

نیم عسکری جماعت

حضور کا مقصد اور مدعا قوائے عملی کی بیداری اور جسم اور روح میں حیاتِ تازہ پھونکنا تھا۔ اس لئے آپ تمام ممکن ذرائع استعمال میں لا رہے تھے۔ آپ نے بہت جلد حزب اللہ کے لئے رضا کاروں کی بھرتی بھی شروع کر دی۔ یہ ایک نیم عسکری جماعت تھی۔ رضا کاروں سے حلف لی جاتی تھی کہ وہ اپنی جان اللہ کی راہ پر اپنے امیر کبیر کے حکم سے قربان کرنے کے لئے ہر وقت آمادہ رہیں گے۔ ہاتھ میں تلوار یا لاٹھی لازماً رکھیں گے۔ پریڈ کریں گے اور رضا کاروں کی مجوزہ وردی بھی پہنا کریں گے۔ انہیں حکم ہوتا تھا کہ وہ دورہ کے وقت اپنے مسکن کے قریب والے مقامات پر وردی پہن کر آئیں۔ اوز ہاتھ خالی نہ ہوں۔ جتھے بنا کر آئیں اور آتے جاتے پر امن رہیں۔ آپ اپنی تقاریر میں انہیں خاص طور پر مخاطب فرماتے تھے۔ اور حکم دیتے مجلس میں بیٹھے بیٹھے اپنی تلواریں اور لاٹھیاں بلند کر دو۔ رضا کار تعمیل کرتے۔ جلسہ گاہ میں ہر طرف لاٹھیاں اور تلواریں نظر آنے لگتی تھیں۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو مسرت حاصل ہوتی تھی اور حاضرین کے حوصلے بھی بڑھ جاتے تھے۔

یہ ایک عظیم تحریک تھی، اور ملک کے گوشے گوشے میں پھیل رہی تھی۔ اراکین کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا تھا۔ رضا کاروں کی نیم عسکری جماعت بھی تیزی سے ترقی پذیر تھی۔ پھیلتی ہوئی تحریک کو قابو میں رکھنا ازبس ضروری تھا۔ اس لئے حضور کو اراکین اور رضا کاروں کی شیرازہ بندی کی طرف بڑا متوجہ رہنا پڑتا تھا۔ تاکہ وہ منظم بھی رہیں اور امن شکنی کے مرتکب بھی نہ ہوں۔ اپنی تحریک کو ہر افتاد سے محفوظ رکھ کر اسے صراط مستقیم پر چلانا اور منزل مقصود پر پہنچانا اشد ضروری تھا۔ حضور نے یہ اعلان تو فرما دیا تھا کہ یہ تحریک نہ انگریز کے خلاف ہے اور نہ ہندوؤں اور سکھوں کے۔ اس کا نصب العین محض اصلاح معاشرہ ہے لیکن جس روح سے اس کی آبیاری ہو رہی تھی اس سے کون غافل تھا۔ دور بین انگریز دیکھ رہا تھا اور ذہین ہندو سمجھ رہا تھا کہ مسلمان بیدار

Marfat.com

ہو رہے ہیں اور ان کا نظام حیات بنیان مرصوص کی طرح مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جا رہا ہے انگریز اور ہندو دونوں سمجھتے تھے۔ کہ مسلمان اپنے قومی حقوق بزور بازو لینے کے لئے منظم ہو رہے ہیں۔ یہ بات دونوں کو نہیں بھاتی تھی۔ اس لئے وہ بے خبر نہیں تھے۔ اگر حزب اللہ والوں کی طرف سے معمولی سے امن شکنی بھی ہو جاتی تو ہندو اور سکھ واویلا شروع کر دیتے اور حکومت کو مزاحم ہونے کا موقع مل جاتا۔ اندریں حالات مسلمانوں کی مبارک اور مفید تحریک کو محفوظ رکھنا لازمی تھا تا کہ اس کی قوت اس وقت استعمال میں لائی جائے جب خاص ضرورت ہو۔

اطاعت امیر

شیرازہ بندی کی خاطر اور امن شکنی سے روکنے کے لئے حضور اطاعت امیر پر بڑا زور دیتے تھے:۔

"یٰقوم اتبعون اھدکم سبیل الرّشاد"

اے قوم میری تابعداری کر، تا کہ تجھے میں ہدایت کا رستہ دکھلا دوں،

آپ فرمایا کرتے تھے کہ اسلامی تعلیمات اور روایات میں اطاعت امیر کے حکم کو خاص امتیاز حاصل ہے۔ رضا کاروں کو امیر کی اطاعت کا حلف محض زبانی طور پر نہیں اٹھانا چاہیے۔ بلکہ عملی اتباع کی ضرورت ہے۔ امتثال امر اور تعمیل حکم بڑی سے بڑی قربانی سے دریغ نہیں کرنا چاہئے اور مانا کہ رضا کار فدا کار ہیں۔ اور اراکین حزب اللہ فرض شناس۔ لیکن اولین ضرورت یہ ہے کہ اپنے امیر پر پورا پورا بھروسہ اور اعتماد ہو اطاعت اور تابعداری سے مقدم بھروسہ اور اعتماد ہے اور امیر کے متعلق حسن ظن اور والہانہ عقیدت و ارادت۔ آپ ارشاد فرماتے۔ ضرورت ہوگی تو امیر حزب اللہ نہ صرف یہ کہ تمہیں اسلام کے رستہ میں قربان کر دیں گے بلکہ دین کی عزت و ناموس پر خود بھی قربان ہو جائیں گے۔ اس لئے جب تک ضرورت کی گھڑی نہ آئے۔ امیر حزب اللہ کے ارشاد کے بغیر از خود کوئی اقدام نہ کرو۔

آپ اطاعت امیر کی مثالیں تاریخ اسلام سے دیا کرتے تھے۔ میدان بدر میں مسلمانوں نے حضور سرور کائنات فداہ روحی کی لفظ بلفظ اطاعت کی۔ اور پھر انہیں ایسی عظیم الشان فتح حاصل ہوئی جس نے تاریخ عالم کا رخ تبدیل کر کے رکھ دیا۔ جنگ احد میں آنحضرت ﷺ کی صرف ہدایت نظر انداز ہوئی اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کو منہ کی کھانی پڑی۔ فتح و شکست کے یہ مناظر اطاعت امیر کے ایجابی اور سلبی پہلو ہیں۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر مصلحت وقت کو نہ سمجھنے کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور اکرم ﷺ کے فرمان کے سامنے خاموشی اختیار

Marfat.com

کرلی اور اس صلح کے ایسے شاندار نتائج نکلے کہ کیا کہنا اسلاف کرام نے اتباع امیر سے جو فوائد اور ثمرات حاصل کئے تھے وہ آپ اپنی تقاریر میں بڑے پر اثر انداز میں بیان فرماتے تھے۔ آپ حضور ختمی المرسلت ﷺ کا ارشاد یاد دلاتے:۔

وَاتَّبِعُوا الْاَمِيْرَ وَلَوْ كَانَ فَاسِقًا

(معروف میں) فاسق امیر کی بھی فرمانبرداری کرو۔

اور فرماتے کہ جب حجاج بن یوسف جیسے ظالم اور سفاک نے رومیوں کے خلاف اعلان جہاد کیا تو [1] حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ایسے زاہد مرتاض اور پیشوائے طریقت نے نہ صرف اپنے آپ کو رضا کارانہ حیثیت سے پیش کر دیا بلکہ مجاہدین کی فوج میں شامل ہو کر پوری طرح داد شجاعت دی۔ اسی طرح خلفائے بنی امیہ اور بنی عباس کے ظلم واستبداد کی داستانیں تاریخ کے اوراق پر موجود ہیں۔ لیکن جب کہیں اغیار نے اسلامی ممالک کو للچائی نظروں سے دیکھا، جب کہیں کبھی مسلمانوں نے اسلامی غلبہ اور استیلاء کی خاطر جارحانہ اقدام کیا اور جب کہیں کسی غیر مسلم ہمسایہ طاقت کے حملہ آور ہونے کی صورت میں سلمان مدافعانہ پہلو اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے۔ تو اس امر سے قطع نظر کہ خلیفہ کے عقائد کیسے ہیں۔ اس کے اعمال کس نوعیت کے ہیں اور اسکے چال چلن اور کریکٹر کی حالت کیا ہے۔ بڑے بڑے محدث، بڑے بڑے مفسر، بڑے بڑے متقی اور پرہیز گار مسجدوں اور حجروں اور خانقاہوں سے نکل کر مدارس اور مکاتب میں تعطیل کر کے، کتابوں کو جزدانوں میں لپیٹ کر اور تسبیحوں کو اپنی جیبوں اور مصلوں کو اپنے کندھے پر ڈال کر، قرآن کریم کو اپنے گلے میں حمائل کر کے، زرہ بکتر سے آراستہ، خود سر پر رکھے ہوئے، تلواریں لٹکائے ہوئے، نیزہ وسنان ہاتھ میں لیے ہوئے، تیر وکمان سے مسلح، نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے، اعلائے کلمۃ اللہ کی غرض سے اور خدا کے نام کو بلند کرنے کی خاطر، شیطانی اور اہرمنی طاقتوں سے نبرد آزما ہوتے تھے اور انہیں مغلوب کرتے تھے۔ خدا کے دین کو رواج دیتے اور جب خدا کی حکومت قائم ہو جاتی تو یہ برگزیدہ او. مقدس بزرگ پھر اپنے اعمال اور اشغال میں منہمک ہو جاتے۔

کائنات کی شہادت

ان بصیرت افروز، ایمان پرور، اور ولولہ انگیز معرکۃ الآرا تقاریر کی اگر شہادت مطلوب ہو تو

---

[1] اس روایت سے فریضہ جہاد کی اہمیت اور فقہائے کرام اور صوفیائے عظام کے والہانہ شوق شہادت کا اظہار مقصود ہے۔ حضور اقدس ﷺ کے ارشاد گرامی کے مطابق خالق کی نافرمانی کر کے مخلوق کی اطاعت نہیں ہو سکتی۔

Marfat.com

ودشت وجبل اور کوہ وصحرا سے لی جائے، وادیوں اور مرغزاروں سے لی جائے، ان ذرّات اور سنگریزوں سے طلب کی جائے جنہوں نے گوش برآواز ہوکر انہیں سنا اور حضور کے پیغام سے اپنے وجود میں تڑپ محسوس کی۔ جنہوں نے اس روح پرور پیغام کو سنا اور اعلائے کلمۃ اللہ کے ایمان آفرین مناظر قدرتی بصارت سے دیکھے۔ یہ شہادت ان فضاؤں سے مانگی جائے جو ابھی بھی رضا کاران وارا کین حزب اللہ کی زبانوں سے نکلے ہوئے ہنگامہ آفریں نعرہ ہائے تکبیر سے معمور ہیں۔ وہ نعرہ ہائے تکبیر جنہوں نے طاغوتی صفوں میں تزلزل پیدا کر دیا تھا۔ اہرمنی طاقتوں کو نڈھال کر دیا تھا۔ باطل کے ایوانوں میں تہلکہ مچا دیا تھا۔ ہاں نعرہ اللہ اکبر کی وہی پیاری اور روح پرور گونج جو صحرائے عرب سے بلند ہوئی تھی۔ اور اقصائے عالم میں پھیل گئی تھی۔ واقعی حضرت امیر حزب اللہ نے اپنے عزم راسخ، ایمان کامل، اور نفس گرم سے ایک دفعہ پھر قرون اولیٰ کی یاد تازہ کر دی تھی۔

خدائی فوج کی بھرتی

تقریر کے خاتمہ پر خدائی فوج اور رضا کاران حزب اللہ کی بھرتی ہوتی تھی۔ خدائی فوج کے لئے اپنا نام اور پتہ لکھ دینا کافی ہوتا تھا۔ سال بسال ایک روپیہ فیس رکنیت ادا کرنا ہوتی تھی۔ مگر رضا کاروں کو حضرت امیر حزب اللہ کے دست حق پرست پر اسلام کا نام بلند کرنے کے لئے بیعت کرنا لازمی ہوتا تھا۔ وہ قرآن مجید پر ہاتھ رکھ کر حلف اٹھاتے تھے۔ کہ ضرورت پڑی تو جناب امیر کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے۔ اللہ کی راہ پر اپنا جان و مال قربان کر دیں گے۔ بھرتی کے بعد رضا کاروں کی پریڈ ہوتی تھی۔ جو بالعموم حزب اللہ کے فوجی پنشنر ارا کین یا رضا کار کراتے تھے۔ پریڈ کے بعد جلسہ منتشر ہو جاتا تھا۔ مگر حضور کی مصروفیتیں بدستور جاری رہتی تھیں۔ آپ مقامی مجالس منتظمہ کی کاروائی کا جائزہ لیتے تھے۔ ارا کین حزب اللہ کی مشکلات حل فرماتے تھے۔ تحریک کے سلسلہ میں مقامی طور پر کوئی دقت موجود ہوتی تھی۔ تو اسے دور فرماتے تھے۔ پیر بھائیوں اور دیگر خواہشمند حضرات کے لئے ملاقات کا وقت نکالتے تھے۔ اس طرح بعد از نماز عشا آپ فارغ ہوتے اور پھر لنگر شریف کی آمدہ ڈاک کا مطالعہ فرماتے اور ضروری جواب دیا کرتے تھے۔ اسکے بعد آپ آرام فرمایا کرتے تھے۔ لیکن آرام بھی کیا ہوتا تھا۔ مقاصد عالیہ رات کی تنہائیوں میں بھی آپ کو وقف اضطراب رکھتے تھے۔ صبح ہوتی تو باجماعت نماز ادا کرنے کے بعد حضور کی قیادت میں کاروان حزب اللہ اگلے مقام کے لئے روانہ ہو جاتا تھا۔ اور وہاں پہنچ کر پھر ایمان افروز ... ہوتی اور عشق لیلیٰ کی وہی جانسوزی۔

Marfat.com

ایک واقعہ

اب آپ ایک نہایت ہی ثقہ راوی کی زبانی ایک دن کے دورہ کی روئداد سن لیں۔ تا کہ آپ کو حضور کے محکم ارادوں، مشکل پسندی اور خدمت اسلام کے لئے بے تاب ولولوں کا حق الیقین حاصل ہو جائے۔ الحاج صاحبزادہ سیّد احمد شاہ صاحب سجادہ نشین میرا شریف کا بیان ہے۔ کہ ۱۹۳۶ء میں حضور نے ریاست پونچھ کا دورہ فرمایا۔ سردیوں کے ایام تھے۔ صبح کے وقت اوڑی کے مقام پر آپ نے مسلسل تین گھنٹے تقریر فرمائی۔ وہاں سے روانہ ہو کر آپ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ ایک بجے بعد از دوپہر بھیڈی کے مقام پر پہنچے جو جنگل سے گھرا ہوا تھا۔ یہ ایک چھوٹی سی بستی تھی مگر مجمعہ لحظہ بہ لحظہ بڑھ رہا تھا۔ نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے لوگ اچانک درختوں میں سے نمودار ہو جاتے تھے۔ یہ امر موجب حیرت تھا۔ آہستہ آہستہ دو ہزار نفوس کا اجتماع ہو گیا۔ حضور نے وہاں بھی پورے دو گھنٹے بڑے جوش وخروش سے تقریر فرمائی۔ تین بجے شام وہاں سے روانگی ہوئی۔ اب سامنے چڑھائی تھی۔ پہاڑیاں برف اٹی پڑی تھیں۔ جسے کاٹ کر رستہ بنایا گیا تھا۔ حزب اللہ کا قافلہ گھوڑوں پر سوار پیچ در پیچ بل کھاتے ہوئے رستہ پر اوپر ہی اوپر جا رہا تھا۔ سردی سے ہاتھ، پاؤں سن ہو چکے تھے۔ اوپر نگاہ کرتے تھے۔ تو برف کے تودوں کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا۔ جن کے نیچے پھسل آنے کا ہر وقت خطرہ تھا۔ سورج غروب ہونے لگا۔ تو قافلہ اوپر ایک پہاڑی بنگلے پر پہنچا۔ رستہ اس قدر کٹھن تھا۔ کہ صاحبزادہ صاحب کا بیان ہے وہ منزل پر تھکن سے چور چور ہو کر پہنچے۔ حالانکہ ان کے ایام جوانی تھے اور شکاری ہونے کی وجہ سے وہ سخت مشقت پسند بھی تھے اسلئے وہ تو باقی افراد قافلہ کے ساتھ جاتے ہی بستروں پر دراز اور محو استراحت ہو گئے۔ صوفی میراں بخش صاحب نے اس دورہ کے تمام انتظامات کئے تھے۔ افراد قافلہ کی یہ حالت تھی۔ مگر امیر قافلہ باہر رات کی سردی میں ایک برفانی چوٹی پر اپنے مسلمہ زور خطابت کے ساتھ حاضرین کے سامنے تقریر فرما رہے تھے اور حزب اللہ کے اغراض مقاصد اور اس کے کارنامے بیان کر رہے تھے۔ حضور کی پر جوش آواز صاحبزادہ صاحب کو بستر ے میں سنائی دے رہی تھی۔ یہ سب کچھ اس لگن کی وجہ سے تھا جو ایک مضطرب شعلہ جوالہ کی طرح حضور کے سینہ میں موجود تھی۔ یہ تقریر بھی دو گھنٹے جاری رہی۔ ایسے کٹھن سفر کی تمام صعوبتوں کے باوجود تین مقامات پر تین تقریریں کرنا کوئی معمولی بات نہیں۔ آپ نے ثابت کر دیا کہ ارباب تصوف جب خلوت سے باہر آتے ہیں تو ایسے مجاہدانہ عزم کا اظہار کرتے ہیں۔ جو بڑے بڑے مجاہدوں کیلئے بھی باعث رشک ہوا کرتے ہیں۔ صاحبزادہ سید احمد شاہ صاحب نے بیان کیا کہ صبح جب اس قافلے نے

Marfat.com

عازم سفر ہوتا تھا تو حضور سب سے پہلے تیار ہو کر اپنے ہمراہیوں کو چستی اور مستعدی کا عملی درس دے رہے تھے۔

پیکران خلوص ومحبت کی ہمرکابی

دورہ کے موقع پر درویش صاحبان کے علاوہ حضور علماء اور معززین کی ایک جماعت کو ہمراہ رکھتے تھے۔ درویش صاحبان میں قاضی غلام فرید صاحب کو امتیازی مقام حاصل تھا۔ ان کے علاوہ حافظ محبوب، میاں فتح محمد اور حضور کا باورچی میاں حبیب ہوا کرتے تھے۔ علماء میں سے مولوی نور محمد مرحوم اور مولوی ولی محمد خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ معززین میں سے پیر امیر شاہ صاحب سکنہ پیر کھارا شریف مستقل طور پر ساتھ ہوا کرتے تھے۔ آپ جس علاقہ میں دورہ فرما رہے ہوتے تھے۔ وہاں سے بھی دو ایک صاحبان کو ساتھ لے لیا کرتے تھے۔ مثلاً حاجی محمد نظیف صاحب عام طور پر ضلع راولپنڈی میں ساتھ رہا کرتے تھے۔ اس بات کا التزام بھی رہتا تھا کہ تعداد بڑھنے نہ پائے۔ الحاج صاحبزادہ سید احمد شاہ صاحب سجادہ نشین میرا شریف، ملک محمد خان مرحوم تھانیدار، راجہ سکندر خان مرحوم پنشنر تحصیلدار اور صوفی عبدالحکیم یکے بعد دیگرے آپ کے ساتھ ہوا کرتے تھے۔ بعد میں حضور کے خلیفہ مجاز سید فضل الحق شاہ صاحب تقریباً مستقل طور پر آپ کے قافلہ میں رہا کرتے تھے۔ شاہ صاحب حافظ تھے۔ خوش الحان تھے۔ بڑے صاحب علم تھے اور خلوص وانقیاد سے انہوں نے حصہ وافر پایا تھا۔ بنابریں دورہ کے موقع پر ان کا ہمراہ ہونا صالح اثر ڈالنے کا موجب بنتا تھا۔ اس طرح حضور کے ہمراہی خاموش رہ کر اپنی اپنی شخصیت سے دورہ کی اہمیت کا اعلان کرتے تھے۔ نیز یہ پیکران خلوص ومحبت مہمان بن کر میزبانوں کے سر پر سوار نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ انتظامی امور میں میزبانوں کا ہاتھ بٹاتے اور اپنے دیرینہ تجربہ کی بنا پر اس میں کم خرچی اور بالانشینی کی شان پیدا کر دیتے تھے۔

ایک خوشگوار انقلاب

اس مجاہدانہ جدوجہد اور ان پرتاثیر تقریروں نے ذہنیت میں ایک خوشگوار انقلاب پیدا کر دیا۔ وہ لوگ جو ہندو سے خائف تھے، سکھ سے مرعوب تھے۔ انگریزوں کو دیکھ کر لرزہ براندام ہو جاتے تھے۔ اب دل وجان سے اللہ کی غلامی کو قبول کر کے ذہنی لحاظ سے باقی ہر ایک کے باغی ہو چکے تھے۔ دہشت اور جبن کے جذبات ان کے دلوں سے خارج ہو چکے تھے۔ ان کی رفاقت اب اللہ کے دوست سے تھی اور عداوت خدا کے دشمن سے "الحب للہ و البغض للہ" کے سبق نے اللہ کے سوا ہر ایک سے بے نیاز کر دیا تھا۔ ان کے امیر باتدبیر نے انہیں غیر مسلموں

Marfat.com

سے لین دین بند کرنے اور ان سے عدم تعاون کا حکم دیا اور فرمایا اپنی مستورات کو بازار جانے اور بیع وشریٰ سے منع کرو۔ اس حکم کی لفظ بلفظ تعمیل ہوئی۔ مسلمانوں کی دکانیں کھل گئیں۔ اور بہت سے دیہات میں سے ہندو اور سکھ دکانداروں کو اپنا کاروبار سمیٹ کر ادھر ادھر جانا پڑا۔ رسوم و بدعات متروک ہوگئیں۔ مقدمات سے پرہیز شروع ہوگئی اور اراکین حزب اللہ نے بعض بڑی قابل عمل اور لائق تقلید مثالیں پیش کیں۔ یہ اس بات کا ثبوت تھا۔ کہ اقتصادی بدحالی اور مالی کمزوری کو دور کرنے کیلئے جو تجاویز پیش کی گئی تھیں۔ انہیں بڑے خلوص کیساتھ قبول کیا گیا تھا۔

اسطرح ملت اسلامیہ میں احساس زیاں کے جذبات جاگ اٹھے۔ تنازع للبقاء اور جہد للحیات کا جذبہ پیدا ہوا۔ جو قوم عمل سے عاری تھی۔ اس میں جوش عمل کے روح پرور مناظر نظر آنے لگے۔ لوگوں کو اتحاد بین المسلمین، باہمی اتفاق، اخوت اسلامی، اور محبت والفت کے سبق نے اس طرح متاثر کیا کہ وہ اختلافی مسائل سے گریز کرنے لگے۔ اور مکفر مولویوں سے دور بھاگتے تھے۔ قبلہ امیر حزب اللہ مدظلہ العالی اپنی تقاریر میں فرمایا کرتے تھے کہ کس طرح فرقہ بازی کی وجہ سے ہلاکو خاں نے ابن علقمی وغیرہ کی دعوت پر ۱۲۵۸ء میں بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ اور سلطنت عباسیہ کا چراغ گل کر دیا۔

کس طرح باہمی جدال وقتال کی وجہ سے سلطان بایزید یلدرم (۱۳۸۹ء۔۱۴۰۲ء) کی وہ شمشیر جوہر دار کند ہوگئی جو ہمیشہ عیسائی اقوام کے پرخچے اڑایا کرتی تھی۔ اور کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہوس ملک گیری کی بنا پر امیر تیمور گورگانی (۱۳۶۹ء۔۱۴۰۵ء) نے سلطان موصوف کو شکست دے کر اس کی طاقت کو بالکل ختم کر دیا۔ حضور فرمایا کرتے تھے کہ مکفر مولویوں نے شیخ عبدالقادر جیلانی، امام الصوفیہ امام محمد غزالی اور شیخ محی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہم ایسے بزرگان ملت کو بھی نشانہ مشق تکفیر بنایا۔ اس لئے ان کے فتوے بالکل بے معنی اور بے حقیقت ہوتے ہیں۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ ایک شخص میں ننانویں علامات کفر کی ہوں۔ اور صرف ایک اسلام کی پھر بھی اسے مسلمان سمجھنا چاہیے۔ حضرت امام کے اس ارشاد کے زیر نظر ضروری ہے کہ پراگندہ اور منتشر مسلمانوں کو یکجا کیا جائے تاکہ ہندوستان میں مسلمانوں کی عزت اور شان کے ساتھ زندہ رہنے کے قابل بن جائیں۔ حضور کے ان مواعظ حسنہ نے ذہنیتوں کو تبدیل کر دیا اور مسلمانوں نے بھائی بھائی بننا سیکھ لیا اسی طرح اخلاقی لحاظ سے بھی وہ سنور گئے عزم بلند اور مجاہدانہ روح ہمیشہ ضمیر کو بیدار کرتی ہے اور اسے پاکیزگی عطا کرتی ہے۔ اس

Marfat.com

اخلاق حمیدہ کی طرف میلان بھی بڑھ گیا۔ دینی زندگی کی بھی اصلاح ہوئی اور ارکان اسلام کی پابندی ذوق وشوق سے ہونے لگی۔ نماز جمعہ باقاعدگی سے ادا ہوتی تھی اور اس کے بعد رضا کار پریڈ بھی کیا کرتے تھے۔

عظیم کارنامہ

اصلاح وتنظیم کا یہ وہ عظیم کارنامہ تھا۔ جسے پہلے انبیاء علیہم السلام انجام دیا کرتے تھے اور ختم نبوت کے بعد یہ مقاصد عالیہ لے کر علمائے امت دنیا کے سامنے پیش ہوتے رہے۔ خداوند تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ ہمارے زمانہ میں بھی حضرت امیر حزب اللہ مدظلہٗ العالی ایسے عالم ربانی اور مجاہد کبیر کا ظہور ہوا جنہوں نے اللہ جل شانہٗ کے امر اور اس کی عطا کردہ توفیق سے مسلمانوں کی اصلاح وتنظیم کا بیڑا اٹھایا۔ اللہ تعالیٰ کا نام بلند کیا، محبت رسول کا درس دیا، اسلام کی برتری عملاً ثابت کی اور ملت اسلامی کے وجود میں سے ان تمام بیماریوں کا خاتمہ کیا جو ہلاکت اور تباہی کا موجب بن رہی تھیں۔ بیسویں صدی عیسوی کے دور الحاد وطغیان وفساد میں ندائے حق بلند کرنا معمولی بات نہیں تھی۔ اس لحاظ سے حضور کے لگاتار سالانہ دورے ایک ایسی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں۔ جس کی روشنی میں ہم آپ کو مجددین امت کی صنت میں جلوہ گر دیکھتے ہیں۔

"مردے از غیب بروں آید و کارے بکند"

Marfat.com

عرس مبارک کے اجتماعات

حضور خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کا عرس مبارک آج کل کی طرح ہر سال ۵، ۶ جمادی الثانی کو منعقد ہوتا ہے اور عقیدت مند طویل مسافتیں طے کر کے شرف شمولیت حاصل کیا کرتے تھے۔ حزب اللہ کے سالانہ اجلاس کے لئے یہی تاریخیں مقرر ہوئیں۔ عرس مبارک ایک خاص تقریب تھی اور حزب اللہ کی تحریک نے اسے اور بھی پر رونق بنا دیا۔ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی تصرفات ابتدائے کار ہی سے اس مبارک جماعت کے شامل حال رہ کر اس کو تاب و تواں عطا کر رہے تھے۔ جماعت کی تشکیل سے پہلے جب حضرت امیر حزب اللہ مشکلات کا رکے زیر نظر ذرا متامل ہوئے تو حضرت اعلیٰ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے ہی خواب میں تین دفعہ وَ اَیَّدْنَاہُ بِـرُوحِ الْـقُـدُسِ ط کا دم فرمایا تھا۔ بعد میں بھی حضور کی روح پر فتوح اس تحریک میں تڑپ اور زندگی پیدا کرتی رہی۔ ۱۹۳۵ء میں جب کہ سکھوں نے پنجاب میں اودھم مچا رکھا تھا۔ انگریز ان کی طاقت سے مرعوب ہو گئے تھے اور قبلہ امیر حزب اللہ پریشان تھے کہ مسلمانوں کا کیا بنے گا۔ آپ نے خواب دیکھا حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ غریب نواز جلالپوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ گولڑوی اور کئی اور اولیاء اللہ تشریف لائے اور باقاعدہ طور پر حزب اللہ کے رکن بنے۔ یہ بھی دراصل حضرت اعلیٰ کا روحانی فیض تھا۔ آپ نے اشارہ فرما دیا کہ ہم اولیائے کرام کو آپ کے دعا گو اور ہمنوا بنا چکے ہیں۔ بے فکر ہو کر اپنی مجاہدانہ سرگرمیاں جاری رکھیں۔ جماعت حزب اللہ کی روز افزوں ترقی کا راز دراصل اس میں مضمر تھا۔ اگر اس جماعت نے تقریبات عرس کی رونق بڑھائی تو رونق افزائی میں صاحب عرس رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی کشش بھی کارفرما تھی۔ حضرت امیر حزب اللہ اس حقیقت سے اچھی طرح باخبر تھے۔ اجلاس حزب اللہ عرس مبارک کی تاریخوں میں منعقد کرنے کا مقصود و مدعا بھی مزید فیض حاصل کرنا تھا۔ اس لئے عرس مبارک کے اجتماع عظیم کو تحریک کی پیش رفت کے سلسلہ میں خاص اہمیت دی گئی اور اس غرض کے لئے بالاہتمام خاص انتظامات شروع کر دیئے گئے علامہ اقبال کہتے ہیں۔

"حلقہ را مرکز چوں جاں در پیکر است"

یعنی دائرہ کے لئے مرکز کی وہ حیثیت ہوا کرتی ہے جو جسم کے لئے جان کی ہوتی ہے۔ جسم کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا اجسام کی طرح تحریکات بھی زندہ رہنے کے لئے روح کی محتاج ہو

Marfat.com

ہیں اور جیسا کہ دائرہ کی صورت میں ہوتا ہے۔ وہ روح انہیں مرکز عطا کرتا ہے مرکز کے ارد گرد حلقہ گھوم رہا ہوتا ہے۔ تحریکات بھی اپنے مرکز سے وابستہ رہ کر متحرک رہتی ہیں اور ان میں زندگی اور نمو موجود رہتی ہے۔ مرکز جس قدر عظیم روایات کا حامل ہوتا ہے۔ اگر ان سے پوری طرح استفادہ کیا جائے تو تحریک بھی اتنی ہی عظیم بن جاتی ہے تحریک اسلام کی عظمت اور برتری کا موجب خانہ خدا ہے۔ جسے سیدنا ابراہیم علیہ السلام۔ نے بے شمار قربانیاں دے کر از سر نو تعمیر کیا تھا تحریک حزب اللہ کے قیام و بقا کا ضامن بھی جلال پور شریف کا مقدس شہر ہے۔ جسے خواجہ غریب نواز سید غلام حیدر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے وجود اطہر نے انوار و تجلیات کا مہبط بنایا اور حضور کی آخری آرامگاہ ارباب حال و قال کو برابر دعوت نظارہ دیتی رہتی ہے۔ بنا بریں اس شہر کے شرف و مجد اور اس کے احترام کا کیا کہنا۔ یہاں انسان حاضر ہوتا ہے تو جذبات کا وفور ہوتا ہے۔ دل پر لطیف کیفیات طاری ہوتی ہیں۔ قلب میں اللہ تعالیٰ کی محبت موجزن ہوتی ہے۔ تعلق باللہ کا لطیف احساس رگ و پے میں سرایت کر جاتا ہے اور آنکھیں وفور شوق سے اشکبار ہو جاتی ہیں۔ ایسے پاکیزہ اور روح پرور ماحول میں حزب اللہ کا سالانہ اجتماع طبائع اور ذہنیتوں میں جس طرح انقلاب پیدا کر سکتا ہے اور دور دراز سے آئے ہوئے مختلف علاقوں کے مسلمانوں میں وحدت، ہم خیالی اور اتحاد و اتفاق کا جو قوی احساس پیدا کر سکتا ہے۔ اس کا صحیح اندازہ صرف وہی لوگ لگا سکتے ہیں جنہوں نے فلسفہ اجتماع کا مطالعہ بالغ نظری سے کیا ہو اور جو اچھی طرح جانتے ہوں کہ عوامی تحریکیں کون کون سے عوامل و عناصر کی بنا پر انقلاب آفریں اور ہمہ گیر نتائج پیدا کرتی ہیں۔ اپنے مسلمہ نور بصیرت کی بنا پر حضرت امیر حزب اللہ مدظلہ العالی ان تمام حقائق و معارف سے اچھی طرح باخبر تھے۔ اس لئے انہوں نے تحریک حزب اللہ کو کامیاب بنانے کے لئے جلالپور شریف کے باطنی فیوض و برکات اور اس کے قوم پرور اور ملت آفریں امکانات سے خوب فائدہ اٹھایا۔ جغرافیائی اعتبار سے بھی اس قصبہ کو پشاور، لاہور اور سرینگر اور ملتان کے درمیانی مرکز کی حیثیت حاصل ہے جہاں ہر طرف سے لوگ با آسانی پہنچ سکتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے یہ مقام ازل سے ایک عظیم تحریک کا مرکز منتخب ہو چکا تھا۔

حزب اللہ کا مطبوعہ دعوت نامہ

عرس مبارک اور حزب اللہ کے اجلاس سے پہلے مرکزی دفتر کو بے حد مصروف رہنا پڑتا تھا۔ دفتر کے منصرم منشی محمد عالم تنہا ان مصروفیتوں سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے تھے۔ حضور سے اجازت لے کر وہ موزوں پیر بھائیوں کو باری باری بلا لیا کرتے تھے جو چند روز جلالپور شریف روانہ

Marfat.com

کر خط و کتابت کے سلسلہ میں ہاتھ بٹایا کرتے تھے۔ان میں مولوی خوشی محمد صاحب اور منشی فرمان علی صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔اراکین حزب اللہ کے لئے ہر سال ہزاروں کی تعداد میں ایک چٹھی طبع کرائی جاتی تھی۔جس میں قمری، عیسوی اور ہندی تقویم کے مطابق عرس مبارک اور جلسہ کی تاریخیں درج ہوتی تھیں۔یہ ہدایت بھی ساتھ درج ہوتی تھی کہ تقریبات بہرحال قمری حساب سے منعقد ہوں گی۔چٹھی میں حالات زمانہ کے زیر نظر جلسہ کی اہمیت ظاہر کی جاتی تھی۔ اور شمولیت پر زور دیا جاتا تھا۔اس کا مسودہ حضرت امیر حزب اللہ خود تحریر فرمایا کرتے تھے۔یہ چٹھیاں ایسی معنی خیز اور اس طرح حالات زمانہ کے مطابق ہوا کرتی تھیں کہ آج ہم صرف انہیں کو سامنے رکھ کر بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ تحریک حزب اللہ کن کن مسائل سے دوچار رہی اور اس نے کیا کیا کارنامے انجام دیئے۔یہ چٹھیاں چھپ کر آتی تھیں تو ان پر اراکین کے نام علیحدہ علیحدہ درج کر لیے جاتے تھے اور دیہہ وار بنڈل کر کے ذمہ دار ارکان کے نام بذریعہ ڈاک بھیج دیئے جاتے تھے اور پھر وہ انہیں اپنے اپنے حلقوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔بعد میں یہ طریقہ بھی جاری ہوا کہ علاقہ میں سے ایک آدمی بلا لیا جاتا تھا جسے ہر دیہہ کے بنڈل دے دیے جاتے تھے جو دورہ کر کے دیہہ وار بنڈل تقسیم کر دیا کرتا تھا۔اسے سفر خرچ دفتر حزب اللہ کی طرف سے ملا کرتا تھا۔دفتر میں چٹھیاں تقسیم کرنے والوں کی باقاعدہ ہر سال فہرستیں تیار کی جاتی تھیں ایک چٹھی رضاکاروں کے نام علیٰحدہ ہوتی تھی۔جس میں انہیں دعوت شمولیت دینے کے علاوہ ہدایات بھی دی جاتی تھیں بعد میں جنگ عالم گیر دوم کی وجہ سے جب کاغذ گراں اور نایاب ہو گیا تو ہر موضع میں ایک ذمہ دار رکن کے نام چٹھی بھیجی جاتی تھی۔ساتھ ہی اس جگہ کے ارکان کی فہرست بھی شامل کر دی جاتی تھی اور ہدایت کی جاتی تھی کہ پابندہ کا فرض ہے کہ وہ سب ارکان اور رضاکاران کو اکٹھا کر کے مضمون سے آگاہ کر دے۔ارکان مجلس شوریٰ کو علیٰحدہ مراسلے بھیجے جاتے تھے کہ مجلس شوریٰ فلاں روز اور فلاں وقت منعقد ہوگی شرکت کریں۔مجالس منتظمہ کے صدر مجلس شوریٰ کے رکن ہوتے تھے۔حضرت امیر حزب اللہ کئی اور بھی بالغ نظر اور تجربہ کار ارکان نامزد فرمایا کرتے تھے۔ان کی فہرست دفتر میں موجود رہتی تھی اور انہیں اجازت ہوتی تھی کہ جماعت کی ترقی اور بہبودی کے لئے کوئی قرارداد پیش کریں۔لیکن اس قرارداد کا مرکزی دفتر میں تاریخ انعقاد سے ایک ہفتہ پہلے پہنچنا ضروری ہوتا تھا۔عرس مبارک اور اجلاس حزب اللہ کے انتظامات کے لئے مخلص اور سرگرم کارکنوں کو علیٰحدہ دعوت دی جاتی تھی اور انہیں ہدایت ہوتی کہ دو تین روز پہلے پہنچ جائیں۔ایسے اصحاب کی تعداد عموماً ۳۵ سے متجاوز ہوتی تھی۔ان

Marfat.com

علاوہ مختلف فرائض کو انجام دینے کے لئے دوسرے تجربہ کار اشخاص بھی بلائے جاتے تھے۔
اطراف واکناف سے جن ارکانِ حزب اللہ اور رضا کاروں نے عرس مبارک اور جلسہ میں
ولیت کے لئے آنا ہوتا تھا۔انہیں ہدایت ہوتی تھی کہ گروہ بنا کر اپنے مرکز مقدس کی طرف
روانہ ہوں۔حدیث نبوی کے مطابق نظم وضبط کے لئے ایک سالار قافلہ ہو۔رضا کاروں نے
کی وردی پہنی ہوئی ہوتی تھی۔ہاتھ میں تلوار یا لاٹھی ہوتی۔انہیں یہ بھی ہدایت ہوتی تھی کہ
رجز خوانی کرتے آئیں۔اب ذرا چشم تصور سے دیکھیں۔جمادی الثانی کا چاند نمودار ہوا۔
تیاریاں شروع ہوگئیں۔دوسری یا تیسری تاریخ کو ارکان، رضا کا زائرین تمام کے تمام ہر طرف
سے گروہ در گروہ ایک مرکز کا رخ کر کے روانہ ہو پڑے ہیں۔ان کی طبیعت میں عجیب ذوق
شوق اور جوش وخروش ہے اور سالار قافلہ کے زیر فرمان بڑے ضبط کے ساتھ چلے آرہے ہیں۔
انہیں رجز خواں ہیں۔ہر طرف سے آواز بلند ہو رہی ہے اپنی مادری زبان سے فطری لگاؤ اور
اپنے سادہ تاثرات کے اظہار کے لئے دیہاتی برادران طریقت چونکہ خصوصی طور پر اس نظم کو پسند
کرتے تھے اس لئے اسے یہاں درج کیا گیا ہے۔[1]

اکر و شکر خداوند عالی دا — جس بھیجیا شاہ جلالی دا
جو نمونہ پیر سیالی دا — پڑھو لا الٰہ الّا اللہ
سوہنا پیر جلالپوری آیا اے — جیہڑا رب نے شان ودھایا اے
جس ملکیں فیض کھنڈایا اے — پڑھو لا الٰہ الّا اللہ
جیہڑا پیراں دے لڑ لگدا اے — اوہ پیارا سارے جگ دا اے
اوہ جنت جاندا وگدا اے — پڑھو لا الٰہ الّا اللہ
ایہہ حزب اللہ دا افسر ہے — ایہہ خلق اللہ دا رہبر ہے
ایہدا شان سورج تھیں اظہر اے — پڑھو لا الٰہ الّا اللہ
ایہدا عالیشان گھرانا ہے — ایہدا رب دے نال یرانہ ہے
خواجہ حیدرؒ اس دا نانا ہے — پڑھو لا الٰہ الّا اللہ

قافلوں کو ہر طرف لوگ رستوں پر دیکھتے ہیں تو ان کی رجز خوانی سے متاثر ہوتے ہیں۔انکے
...یں کی رونق اور ان کے جوش وخروش کو دیکھ کر حیران ہوتے ہیں وہ دیکھتے ہیں کہ ان میں بعض

[1] ...اسد اللہ شاہ خطیب جامع مسجد بھلوال ضلع سرگودھا نے حزب اللہ کی تفسیر پنجابی نظم میں لکھی تھی۔یہ چند اشعار اسی میں سے
...ہیں۔حضور کے دورہ کے موقع پر بھی یہ رجز پڑھی جاتی تھی۔

Marfat.com

وردی پوش ہیں۔ ہاتھوں میں تلواریں یا لاٹھیاں رکھتے ہیں ضبط ونظم کے ساتھ اور ایک عجیب والہانہ کیفیت سے سرشار ہوکر ایک مخصوص سمت کی طرف بڑھے چلے جارہے ہیں۔ دیکھنے والے حیران ہیں کہ ایک مردہ قوم میں اچانک زندگی اور حرکت کیسے پیدا ہوگئی؟ یہ انقلاب عظیم کس کی مسیحا نفسی کا معجزہ ہے؟ جوں جوں جلال پور شریف قریب آتا جاتا ہے جوش محبت بڑھتا چلا جارہا ہے۔ اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہورہی ہیں اور پھر دیکھنے والے دیکھتے ہیں کہ چاروں طرف سے یہ گروہ جلال پور شریف میں داخل ہورہے ہیں۔ ان کی رفتار اور ان کی رجز خوانی کا عجیب عالم ہے اور پھر جب لنگر شریف میں یہ تمام قافلے اکٹھے ہوتے ہیں تو عجیب ایمان افروز اور روح پرور ہنگامہ پیدا ہوجاتا ہے۔ جس طرح ندیاں اور دریا ہر طرف سے روانہ ہوکر سمندر میں گرتے اور آب شیریں کا نذرانہ سرنگوں ہوکر پیش کرتے ہیں۔ یہ تمام قافلے جماعتی طور پر اور فرداً فرداً اس آفاق گیر درگاہ عالیہ پر حاضر ہوکر بصد عجز ونیاز، خلوص وانقیاد، عشق ومحبت، وارفتگی اور شیفتگی کی نذر پیش کرتے ہیں۔ گویا اس منظر کو دیکھنے کے لئے فرشتے بھی آسمانوں سے اتر آتے ہیں۔ کیونکہ ان کی نگاہیں صدیوں سے ایسے مناظر دیکھنے کے لئے ترس رہی تھیں۔ چشم تصور سے قافلوں کی آمد کا نظارہ آپ نے دیکھ لیا۔ جب ہر سال اہل عالم یہ مناظر دیکھیں تو ان کی طبیعت پر جو اثر ہوتا ہوگا۔ آپ اس کا اندازہ خود لگالیں۔ یہ کہنا بے جانہ ہوگا کہ قافلوں کی اس طرح آمد حزب اللہ کی عظیم الشان کامیابی کا حیرت انگیز اعلان تھا۔

ابتداء

ابتدائے کار میں رضا کاروں کی تربیت کی خاطر حضرتِ امیر حزب اللہ کا یہ فرمان ہوا کرتا تھا کہ ۲ رجمادی الثانی کو مرکز پر پہنچ جائیں۔ پہلے سال یہ بھی ہدایت تھی کہ سفید پگڑی یا صافہ لائیں۔ رنگ جلالپور شریف میں ہی کرالیا جائے گا بعد میں آپ نے فرمادیا کہ خاکی رنگ گھر سے کرالیا جائے۔ رضا کار ۲ رتاریخ کو پہنچ جاتے تھے اور اسی روز رات کو رضا کاروں کا خاص جلسہ منعقد ہوتا تھا۔ اس میں باقی ارکان یا زائرین کو شمولیت کی اجازت نہیں ہوتی تھی۔ حضور کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ رضا کاروں کے دل میں یک رنگی اور یک جہتی کا احساس تقویت پکڑ جائے اور سر فروشی کا ولولہ ان کے سینوں میں موجزن ہوجائے۔ آپ اس مخصوص جلسے میں ان سے اسی مخصوص انداز میں خطاب فرمایا کرتے تھے حضور کوشاں تھے کہ مجاہدین کی یہ جماعت قرون اولیٰ مسلمانوں کی طرح جذبہ جہاد سے سرشار ہوجائے۔ للّٰہیت ان کی رگ وپے میں سرایت کرجائے اور وہ اسلام کے ایسے جانباز سپاہی بن جائیں کہ ضرورت پڑے تو معرکہ حق وباطل میں شجاعت

Marfat.com

اور مردانگی کے جوہر دکھائیں۔ اطاعت امیر کا جذبہ ان کے دلوں میں کوٹ کوٹ کر بھرا جاتا۔ ویسے تو تمام ارکان حزب اللہ اس مبارک خدائی فوج کے سپاہی تھے جو حضور بھرتی کر رہے تھے۔ مگر ان میں رضا کار درجہ اخص رکھتے تھے۔ اور آڑے وقت شجاعت اور سرفروشی کی توقعات ان سے خاص طور پر وابستہ تھیں۔ پہلے چھ سال ۲،۳ کی درمیانی رات کو یہ جلسہ ہوتا رہا بعد میں ۳،۴ کی درمیانی رات مقرر ہوئی۔ اس کے بعد ۴ر جمادی الثانی کو رضا کار پہنچتے تھے۔ لنگر شریف کے انتظامات بھی انہی کے سپرد ہوتے تھے اور ان کا مخصوص جلسہ ۴/۵ کی درمیانی رات کو انعقاد پذیر ہوتا تھا۔ جب رضا کاروں کی تربیت پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی تو منتہائے مقصود ایک ہونے کی بنا پر ارکان اور رضا کاروں کو ایک جلسہ میں ۵،۶ کی رات کو مخاطب کیا جاتا تھا۔

رضا کاروں کا مظاہرہ

سالانہ اجتماع کے موقع پر رضا کاروں کے مظاہرہ کو خاص اہمیت حاصل تھی جو ابتدا میں ۴ر جمادی الثانی کو ہوتا تھا۔ مگر بعد میں عرس مبارک کے ایام میں دونوں روز ہوا کرتا تھا۔ حضرت امیر حزب اللہ کے حیات بخش پیغام کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں ایک نئی تڑپ پیدا ہو چکی تھی۔ بالخصوص رضا کاروں نے اپنے سینوں میں ایک برق جہاں کی تپش اور اضطرابی کیفیت محسوس کی تھی۔ ان کو دیکھ کر ہر نوجوان کے دل میں خواہش پیدا ہوتی تھی کہ رضا کار بننے کا افتخار حاصل کرے اس لئے رضا کاروں کی تعداد بہت جلد ہزاروں تک پہنچ گئی ان کے دلوں میں اپنی قوت اور طاقت کا احساس اور بھی زیادہ قوی بنانے کے لئے سالانہ جلسوں پر مظاہروں کا انتظام ہوا۔ باقاعدہ فوجی پریڈ کرائی جاتی تھی۔ خاکی وردی میں ملبوس، سینوں پر حزب اللہ کا خصوصی نشان جس پر خوش خط الفاظ میں ''رضا کار حزب اللہ'' تحریر ہوتا تھا لگائے اور لاٹھیاں اور تلواریں اور بندوقیں ہاتھ میں لیے رضا کار کمپنی وار پریڈ کیا کرتے تھے۔ ہر سالار کے پاس پرچم ہوا کرتا تھا۔ جہلم سے پنڈ دادنخان جانے والی سڑک پر گھنڈر سے لے کر لنگر شریف کے غربی باغ تک رضا کار اپنے اپنے جمعداروں کی زیر سرکردگی ''چپ راست'' کرتے ہوئے نظر آتے تھے۔ مسلمان صدیوں تک سکون و جمود کی حالت میں رہے تھے۔ اس لئے حرکت اور زندگی کا یہ مظاہرہ بالکل انوکھی، بے حد دلکش اور پرلے درجے کی دلفریب چیز تھی۔ اس عسکری مظاہرہ کی وجہ سے دلوں میں حرارت اسلامی اور جوش ایمانی پیدا ہوتا تھا۔ مجاہدانہ جوش عمل اور سرفروشانہ جذبہ کار کی پرورش ہوتی تھی۔ یہ سب کچھ اس انقلاب عظیم کا پیش خیمہ تھا۔ جو مستقبل قریب میں اسلامی دنیا کے اندر پیدا ہونے والا تھا۔ اور جس کی حقیقت سے اور کوئی واقف تھا یا نہیں۔ مگر امیر حزب اللہ پوری

Marfat.com

طرح واقف تھے۔ احضوران فداکاروں کو ساتھ لے کر اسلام کا جھنڈا سب جھنڈوں سے اونچا کرنا چاہتے تھے۔

سر سکندر اور خواجہ حسن نظامی جلسہ حزب اللہ میں

یہ ساری باتیں سارا عالم دیکھ رہا تھا۔ ہندو اور سکھ دیکھتے تھے۔ تو متعجب بھی ہوتے تھے اور مرعوب بھی۔ عام مسلمان دیکھتے تو مبہوت رہ جاتے تھے۔ پیر بھائی اور ارکان حزب اللہ دیکھتے تھے تو ان کے دل میں خوشی کی لہر دوڑ جاتی تھی اور تنظیم کی کامیابی کے متعلق ایمان افروز احساس پیدا ہوتا تھا۔ یہ مظاہرے اکابر نے بھی دیکھے۔ پنجاب کے نامور سیاستدان اور مشہور وزیراعظم سکندر حیات خان مرحوم لگاتار تین سال حزب اللہ کے سالانہ جلسوں میں شامل ہوتے رہے۔ انہوں نے تقریریں بھی کیں اور یہ مظاہرے بھی دیکھے۔ حزب اللہ کی طرف سے انہیں خوش آمدید کہا گیا اور ان کی ملکی اور قومی خدمات کو سراہا گیا۔ ان سے پہلے ۴ و ۵ ستمبر ۱۹۳۵ء خواجہ حسن نظامی رحمۃ اللہ علیہ دہلوی بھی حزب اللہ کے آٹھویں سالانہ جلسے میں شامل ہوئے تھے اور انہوں نے اپنے اخبار ''روزنامچہ'' میں مفصل کاروائی شائع کرائی تھی۔ جس کا مطالعہ ہمارے لیے بھی بڑا بصیرت افروز ہے۔

خواجہ صاحب کا استقبال اور سلامی

خواجہ صاحب رقمطراز ہیں کہ جب کہاران کا ڈولہ لے کر جلالپور شریف پہنچے تو ہزار ہا رضا کار حزب اللہ کے پر تلے سینوں پر لگائے اور جھنڈے ہاتھوں میں لیے ان کی آمد کے منتظر تھے انہوں نے خواجہ صاحب کا استقبال پر جوش نعرہ ہائے تکبیر سے کیا اور ڈولے کو ہاتھوں ہاتھ لیے ہوئے اوپر آستانہ عالیہ تک پہنچا دیا۔ ۵ ستمبر کی صبح کو حضرت امیر حزب اللہ کے حکم سے چار ہزار رضا کار خواجہ صاحب کی سلامی کے لیے لنگر شریف کے غربی باغ میں گئے۔ جہاں وہ درختوں سے گھری ہوئی خوب صورت کوٹھی میں مقیم تھے۔ فوجی اصول پر بیس بیس آدمیوں کا گروہ تھا۔ جس کے آگے اس کا جھنڈا تھا اور رضا کار، رضا کاری کے پر تلے لگائے۔ ہاتھوں میں تلواریں وغیرہ لیے ہوئے باقاعدہ مارچ کر رہے تھے۔ باغ کے دروازے پر کرنل غلام علی شاہ خواجہ صاحب کے پاس کھڑے تھے۔ جب ایک کمپنی سامنے آتی تھی تو اس کا سردار بلند آواز سے السلام علیکم کہتا تھا اور اس کے سپاہی ماتھے پر ہاتھ رکھ لیتے تھے ان کو سلام کا جواب دیتے رہے۔ اس فوج میں پنجاب و سرحد ہر مقام کے رضا کار تھے۔ ریاست پونچھ کے رضا کار بھی تھے۔ مختلف عمر اور

ا۔ بحوالہ مطبوعہ خطبہ صدارت نمبر ۱۳ صفحہ نمبر ۴، خطبہ صدارت نمبر ۱۶ صفحہ ۱۹۔

Marfat.com

قد وقامت کے لوگ تھے۔ نوعمر بھی تھے، جوان بھی تھے اور بوڑھے بھی۔ خواجہ صاحب مزید تحریر کرتے ہیں۔ کہ اس منظر کا ان پر بہت اثر ہوا۔ اور انہوں نے رضا کاروں کی اس جماعت کو حزب اللہ کی کامیابی کا ثبوت سمجھ لیا۔

حزب اللہ اور امیر حزب اللہ کے متعلق خواجہ صاحب کے تأثرات

خواجہ صاحب نے حزب اللہ کے سالانہ جلسے اور حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرالعزیز کے متعلق بھی معنیٰ خیز باتیں اپنے مخصوص انداز میں لکھی ہیں وہ کہتے ہیں کہ دہلی میں ان سے کہا گیا تھا۔ کہ حزب اللہ کی تنظیم سرکاری ہے اور سرکاری اشارہ سے جاری کی گئی ہے۔ مگر جلسے کا رنگ دیکھنے کے بعد معلوم ہوا کہ یہ تحریک جس میں اٹھائیس ہزار ممبر ہیں۔ چار ہزار رضا کار ہیں اور جس کے پروگرام میں خدمت خلق، خدمت اسلام اور اصلاح المسلمین شامل ہے۔ سرکاری کیوں کر کہی جا سکتی ہے۔ اور اگر سرکاری ہے تو **محمد رسول الله** ﷺ کی سرکار سے اس کا تعلق ہے۔ برٹش صاحب کی سرکار سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

خواجہ صاحب، راجہ صاحب اور مولانا مسلم کی تقاریر

جلسہ کے متعلق خواجہ صاحب نے تحریر کیا کہ رات کے نو بجے شامیانوں کے نیچے منعقد ہوا حضرت امیر حزب اللہ جلسہ کے صدر تھے۔ تخمیناً بارہ ہزار آدمی جمع تھے۔ جلسہ میں مسجد شہید گنج کے متعلق ریزولیشن پیش ہوا تو حضرت پیر سیّد محمد فضل شاہ صاحب کے حقیقی ماموں راجہ غضنفر علی کی تقریر بھی ہوئی۔ خواجہ صاحب لکھتے ہیں۔ انہوں نے دہلی میں کونسل آف سٹیٹ کے اجلاس میں راجہ صاحب کی ممبر کی حیثیت سے بہت سی تقریریں سنی تھیں وہ اس لحاظ سے شہرہ آفاق ہیں۔ مگر ایسی مضبوط تقریر پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ اس تقریر نے خوب دودھ پیا ہے۔ خوب ملائی کھائی ہے اور خوب پلاؤ کھائے ہیں یعنی اس تقریر کے اندر ہر قسم کی لذتیں تھیں راجہ صاحب شیعہ تھے مگر ان کی تقریر سنّی تھی۔ اسلئے تمام سنّی حاضرین نے اس کو بے حد پسند کیا۔ خواجہ صاحب نے مزید تحریر فرمایا کہ لاہور کے محمد بخش مسلم بھی آئے ہوئے تھے۔ جن کو انہوں نے پہلے کبھی نہیں سنا تھا۔ انکی تقریر بھی بہت موثر اور گرما گرم تھی۔ خواجہ صاحب نے بھی دو تقریریں کیں ایک مسجد شہید گنج کی نسبت اور ایک شریعت بل کی حمایت میں۔ ان کی تقریریں بھی حاضرین جلسہ نے پسند کیں اور پر جوش نعرہ ہائے تکبیر بلند ہوتے رہے۔

Marfat.com

حضرت امیر حزب اللہ اور خانوادہ حیدری کے متعلق خواجہ صاحب کے مجموعی تاثرات

حضرت امیر حزب اللہ کے متعلق اولین بات یہ درج ہے۔ کہ حضور خواجہ صاحب کی آمد سے بہت خوش ہوئے اور انہوں نے انکی توقیر بڑھانے میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا۔ طعام وقیام اور خدمت گزاری کا نہایت ہی اعلیٰ انتظام کیا گیا۔ حضور کے فرزند اکبر اور نواب صاحب کے بڑے صاحبزادے خواجہ صاحب کی خبر گیری کے لئے باغ میں گئے۔ علاوہ بریں خواجہ صاحب اپنے مخصوص انداز میں لکھتے ہیں کہ طریقت اور فقیری کا دوسرا نام خدمت خلق ہے۔ جس فقیر میں بسولہ کی خاصیت ہو کہ لکڑی چھیل کر اپنے ہی آگے ڈالتا ہو۔ وہ فقیر نہیں۔ اور جس فقیر میں آری کی خاصیت ہو کہ اپنے آگے بھی ڈالے اور باہر بھی برادہ پھینکے وہ اصلی فقیر ہے۔ خواجہ صاحب کہتے ہیں کہ یہ بات انہوں نے حضرت پیر سیّد محمد فضل شاہ میں دیکھی کہ وہ کنبہ پرور بھی ہیں اور مرید پرور بھی اور خدمت خلق کے کسی پہلو کو تشنہ نہیں رکھتے۔ خواجہ صاحب نے جلالپور شریف کے دو روزہ قیام میں خدمت خلق کے کئی حیرت انگیز مناظر دیکھے۔ اور انہوں نے حضرت امیر حزب اللہ کے متعلق یہ نتیجہ اخذ کیا کہ وہ موقع سے فائدہ اٹھانا اور فائدہ پہنچانا خوب جانتے ہیں۔ خواجہ صاحب کی ملاقات محمد مہر شاہ صاحب، سیّد کرم شاہ صاحب اور سیّد محمود شاہ صاحب سے بھی ہوئی خواجہ صاحب نے حضرت امیر حزب اللہ کی بڑے بھائی کی حیثیت سے شفقت اور چھوٹے بھائیوں کی اطاعت کو نمونہ کی چیز تصور کیا۔ جو ادھر ادھر مشائخ کے گھروں میں نایاب تھی۔ خواجہ صاحب اس بات کو دیکھ کر بھی حیران رہ گئے کہ عرس مبارک کے موقع پر اٹھارہ ہزار حاضرین کو لگاتار تین روز تک لنگر شریف سے صبح وشام کھانا ملتا رہا۔ انہوں نے جب لنگر خانے کو دیکھا اور خشک آٹے کے ذخیرے، گوندھے ہوئے آٹے کے تودے، روٹیوں کے انبار، کچے گوشت کے ڈھیر اور سالن کے بڑے بڑے کڑاہ دیکھے تو بے ساختہ کہہ اٹھے۔ "خدمت خلق کا اس سے بڑا ثبوت کیا ہو سکتا ہے"۔

مجلس شوریٰ کے اجلاس

شروع شروع میں مجلس شوریٰ کے ارکان ۳ رجمادی الثانی کو پہنچ جایا کرتے تھے اور ۳، ۴ کی رات سات بجے اجلاس منعقد ہوتا تھا۔ جو دس بجے تک جاری رہتا تھا۔ ۴ (جمادی الثانی) کے روز دس بجے صبح مجلس کی دوسری نشست ہوتی تھی۔ اور جو امور ابھی تصفیہ طلب ہوتے تھے۔ ان پر غور کیا جاتا تھا۔ جب خدا کے فضل سے حزب اللہ کی تنظیم مطلوبہ اور مجوزہ منہاج کے عین مطابق ہو

Marfat.com

تی۔ تو یہ اجلاس ۵ رجمادی الثانی کو عرس مبارک کی پہلی مجلس کے بعد ہونے لگا۔ چنانچہ جب خواجہ حسن نظامی تشریف لائے تو اسی تاریخ کو وہ بھی مجلس شوریٰ کی نشست میں شریک ہوئے اس کا وقت نماز ظہر کے بعد مقرر کیا گیا تھا۔ خواجہ صاحب لکھتے ہیں کہ اس جلسہ کے خاتمہ پر انہوں نے حضرت امیر حزب اللہ جناب ابوالبرکات سید محمد فضل شاہ صاحب کی اقتدا میں نماز عصر مسجد میں جا کر ادا کی۔ مجلس شوریٰ کے ارکان ہر اس مسئلہ پر غور کیا کرتے تھے۔ جو حزب اللہ سے تعلق رکھتا تھا۔ حضرت امیر کے دورے، آمد ورفت کے حسابات، مجالس منتظمہ کی تشکیل اور پڑتال کے لئے وفود کا تقرر، حزب اللہ کے رسائل کی طباعت، اصلاح اور تنظیم سے متعلق باقی امور الغرض ہر بات کے متعلق "و شاورهم فی الامر" کے مطابق عمل ہوتا تھا۔ دو ایک بار حزب اللہ کے اجرا کا مسئلہ بھی زیر غور آیا۔ لیکن جب رسالہ "ترجمان" گجرات کے مدیر نے بڑے خلوص سے اپنی خدمات پیش کیں۔ تو یہی رسالہ اس جماعت کا آرگن قرار پایا۔ ارکان مجلس شوریٰ اپنی طرف سے تجاویز پیش کیا کرتے تھے۔ جن پر باقاعدہ بحث وتمحیص ہوتی تھی۔ اپنے گھروں میں ہوتے ہوئے ارکان حزب اللہ کی نماز جمعہ میں شمولیت اور بعد از نماز رضا کاروں کی پریڈ کا مسئلہ مولوی نور محمد مرحوم مبلغ حزب اللہ کی طرف سے پیش ہوا تھا۔ ابتداء میں حزب اللہ کے دو مبلغ بھی مجلس شوریٰ نے مقرر کیے تھے۔ علاوہ بریں رفتار زمانہ کے مطابق جماعت حزب اللہ کی طرف سے بعض تجاویز کا پاس کرنا اور ان کا حکومت تک پہنچانا ضروری ہوتا تھا۔ انکی تسوید اور تحریک کے متعلق بھی مجلس مشاورت میں فیصلہ کیا جاتا تھا۔ مجلس شوریٰ گویا حزب اللہ کے ذہن کی حیثیت رکھتی تھی۔

حزب اللہ کے عام اجلاس اور نامور خطباء وشعراء کی شمولیت

حزب اللہ کا جلسہ عام دراصل اس مقدس اور مبارک جماعت کی غرض وغایت کا دراصل حقیقی مظہر ہوا کرتا تھا۔ اس کی دو نشستیں ہوا کرتی تھیں۔ ایک ۴، ۵ جمادی الثانی کی درمیانی رات کو اور دوسری ۵، ۶ کی درمیانی رات کو۔ پورے چودہ سال تک یہی طریق کار رہا بعد میں صرف ۵، ۶ کی درمیانی رات کو نشست ہوا کرتی تھی اور یہ وہ زمانہ تھا۔ جب تحریک اپنے پورے جوبن پر تھی اور دو نشستوں کی چنداں ضرورت محسوس نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ عام اجلاس میں بہترین اور نامور مقررین، علماء اور قومی شعراء کو مدعو کیا جاتا تھا۔ اور بڑی پر مغز اور معرکۃ الآرا تقاریر کے سننے کا اتفاق ہوتا تھا۔ مولانا خلیل احمد المعروف بابا خلیل داس چترویدی کی مدلل اور ذہن افروز تقریر اب بھی اذہان میں موجود ہے جو انہوں نے اِنَّ الدِّینَ عِندَ اللہِ الاِسلَام کے موضوع پر کی

Marfat.com

تھی۔ انہوں نے بڑے سادہ اور اثر انگیز الفاظ میں ادیان عالم پر اسلام کی فوقیت ظاہر کی اور **اپنشدوں** اور **ویدوں** سے وہ عبارات سنائیں جن میں اسلام اور پیغمبر اسلام کی حقانیت اور صداقت کا ذکر موجود تھا۔ خواجہ حسن نظامی، مولانا محمد بخش مسلم، صاحبزادہ سید فیض الحسن، سردار سکندر حیات خان، اور راجہ غضنفر علی خان کی پر جوش اور ایمان افروز تقریریں ارکان حزب اللہ نے اسی عام جلسہ میں سنیں اور پھر فردوسی اسلام ابوالاثر حفیظ جالندھری کی اپنی زبان سے ان کے مخصوص وجد آور ترنم میں **شاھنامہء اسلام** کے کئی باب لوگوں نے انہی نشستوں میں سنے۔ حضرت حفیظ ایک ایک گھنٹہ سے بھی زیادہ وقت تک کھڑے رہ کر **شاھنامہ** سناتے رہتے تھے۔ ہم نے ان کی زبانی ان کا مشہور سلام بھی یہیں سنا۔ شاہنامہ سنتے ہوئے اس طرح معلوم ہوتا تھا گویا سرکار کائنات ﷺ کا جمال جہاں آرا نگاہوں کے سامنے ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین موجود ہیں۔ طبلِ جنگ بج رہا ہے۔ معرکہ جہاد بپا ہے اور فلک شگاف نعرہ ہائے تکبیر بلند ہو رہے ہیں۔ کیا عجیب و غریب اجلاس تھے آپ ذرا رات کے وقت، سائبانوں کے نیچے، دھیمی دھیمی روشنی میں حضرت امیر حزب اللہ ایسے داعی اسلام اور مجاہد اعظم کی صدارت میں اس قسم کے اجلاس اور حضرت حفیظ کی رجز خوانی کا تصور ذہن میں لائیں اور پھر دیکھیں طبیعت پر کیا اثر پڑتا ہے!!!

ہم عرس مبارک کی تقریبات اور حزب اللہ کے سالانہ جلسہ کا ذکر کر رہے ہیں۔ دور دراز سے مختلف علاقوں کے ارکانِ حزب اللہ اور برادران طریقت آئے ہوئے ہیں۔ قلب کی جس بیتابی اور جس ذوق و شوق کو لے کر وہ آتے تھے اس کا ہم نے نظارہ کر لیا ہے اور روضہ اطہر پر حاضری کے وقت زائرین کے دلوں کی جو کیفیت ہوتی ہے اسکا بیان ہم نے سیماب وارثی صاحب کی زبانی سن لیا ہے۔ حضرت اعلیٰ خواجہ غریب نواز قدس سرہ العزیز کی اضافت روح پرور سے جلالپور شریف کے در و دیوار مقدس اور متبرک بن چکے ہیں۔ اس لئے یہاں کے ذرہ ذرہ سے لمس کرنے پر وجود میں برقی رَو دوڑ جاتی ہے اور للّٰہیت کا جذبہء بیتاب جوش مارتا ہے۔ ان روحانی تصرفات نے تمام کو عجیب کیفیات سے سرشار کر دیا ہے۔ مجلس عرس میں اولیاء کرام کی ارواح طیبہ شامل ہوتی ہیں اور غیر محسوس طور پر یہ کیفیات دہ چند ہو جاتی ہیں۔ جب کل ہند شہرت کے مالک قوّال قوالی کرتے ہیں تو سرور و کیف میں التہاب کا عالم پیدا ہو جاتا ہے۔ اس موقع پر ایک واقعہ کا بیان کرنا مفید ہوگا۔ یہ ان ایام کا ذکر ہے۔ جب تحریک حزب اللہ مراحل شباب طے کر رہی تھی۔ مجلس عرس منعقد ہوئی۔ مرحوم صوفی خدا بخش بھی حسب سابق شامل ہوئے۔ جو موضع

Marfat.com

آدوواں کے بڑے خوش ذوق اور لطیف طبع درویش تھے۔ عالم وجد میں وہ پکار اٹھے۔ مجمع البحرین مجمع البحرین۔ وجد و کیف اب اور بھی بلندیوں پر پہنچ گیا۔ صوفی صاحب نے اپنا گریبان تار تار کر دیا۔ پیشانی زمین پر پٹخ دیتے تھے۔ دونوں ہاتھ بڑے زور سے زمین پر مارتے تھے اور زبان بار بار کہتی تھی "مجمع البحرین، مجمع البحرین"۔ راقم السطور نے بعد میں صوفی صاحب سے پوچھا۔ آج غیر معمولی وجد و کیف کیوں تھا۔ فرمانے لگے۔ سجادہ شریف پر حضرت اعلیٰ قدس سرّہ العزیز اور جناب امیر حزب اللہ مدظلہ العالی پہلو بہ پہلو جلوہ افروز تھے۔[۱] !!!

سبحان اللہ! ان وجد آور کیفیات سے تمام حاضرینِ مجلس اسی طرح اپنے اپنے ظرف کے مطابق لبریز ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں ہزار ہا زائرین کا حضرت امیر حزب اللہ کی اقتدا میں رکوع و سجود دلوں کو اور بھی پاکیزہ بنا دیتا ہے۔ ایک جماعت کثیر کا یکجا یوں ہم آہنگی سے تکبیر کی آوازوں کے درمیان محو عبادت ہونا جس طرح وجد آفریں ہوتا ہے۔ اس سے ہر صاحب نظر اچھی طرح آگاہ ہے۔ ان تمام باتوں کو دھیان میں رکھیں۔ رضا کاروں کے اجتماع اور ان کے مظاہرہ نے زائرین کے طیّب اور پاکیزہ قلوب میں اسلام کی طاقت اور عظمت کے احساسات بھی پیدا کر دیئے تھے۔ تمام اختلافات اور امتیازات سے بالاتر ہو کر ان کے دلوں میں وحدت کا احساس جاگزیں ہو چکا ہے اور ہر ایک محسوس کرتا ہے۔ مَیں ایک وسیع، متحد اور مضبوط معاشرے کا رکن ہوں۔ اتحاد اور وحدت کا یہ احساس مرکزی حزب اللہ کے جلسہ سے مزید پنپتا ہے۔ جب تمام ارکان و زائرین خدائی رنگ میں ڈوب کر یک رنگ ہو چکے ہوتے ہیں۔ قلوب کی یہ کیفیت ہوتی ہے اور دلوں کی زمین تخم ریزی کے لیے بالکل تیار ہو جاتی ہے۔ اس وقت ان تمام کاروائیوں کا نقطۂ عروج سیدنا و مولانا حضرت امیر حزب اللہ اپنا سالانہ خطبہ ارشاد فرماتے ہیں۔ آپ ذرا اندازہ لگائیں ان قلبی کیفیات کے ساتھ جب سالہا سال تک تمام زائرین حضرت امیر حزب اللہ کے خطبات سنتے رہے ہوں کیسے کیسے خوش آئند اور نادر الوجود دینی اور دنیوی، اخلاقی اور معاشرتی، ملکی اور سیاسی نتائج مترتب ہوں گے۔ اس لئے حضرت امیر کا یہ فرمان:

چوں حزب اللہ را آغاز کردیم
مسلماں را مسلماں باز کردیم

کس قدر حقیقت پر مبنی ہے۔

---

[۱] یہ واقعہ حقائق کی دنیا سے نہیں وجد و حال کی دنیا سے تعلق رکھتا ہے۔

Marfat.com

خطبہ صدارت

حضور کا فاضلانہ خطبہ عام طور پر تحریری شکل میں ہوا کرتا تھا۔ بنیادی طور پر اس میں یہ جذبہ کارفرما ہوتا تھا کہ مسلمان جو مختلف تاریخی عوامل کی وجہ سے خاک نشین ہو چکے تھے۔ از سر نو عرش نشین بن جائیں۔ تنازع للحیات اور جہد للبقاء کی خاطر آمادہ عمل ہو کر سیاسی، تمدنی، اقتصادی اور معاشرتی لحاظ سے پیچھے نہ رہ جائیں بلکہ قوموں کی مسابقت میں دوسروں سے آگے نکل جائیں اس غرض کے لئے آپ احساس زیاں پیدا کر کے جذبات قومی اور قوائے عملی بیدار کرتے تھے اور واضح فرماتے تھے کہ مسلمان کس قسم کے دور ابتلاء اور آزمائش میں سے گزر رہے ہیں۔ ان کے سروں پر مصائب ونوائب کس طرح منڈلا رہے ہیں۔ ان کے مذہبی امور کو کیا خطرات لاحق ہو چکے ہیں۔ اسلام اور اس کے مسلمہ اصولوں کی کس طرح توہین ہو رہی ہے۔ ان کے سیاسی حقوق کو کیا خطرات درپیش ہیں۔ آپ انہیں ترغیب دیتے تھے کہ اپنے جائز حقوق کے لئے میدان عمل میں آنا چاہیے۔ آپ صحیح راہ عمل اختیار کرنے کی دعوت دیتے تھے اور ایسی عملی تدابیر بتاتے تھے جو دینی اور دنیوی ترقی اور فوقیت کا ضامن ہوا کرتی تھیں اور دارینی فوز وفلاح کی موجب، اسلام کا نام سر بلند کرنے کے لئے آپ وضاحت فرمایا کرتے تھے کہ خداوند تعالیٰ کا بنایا ہوا قانون خود ساختہ قواعد وضوابط پر ہر طرح ترجیح رکھتا ہے۔ اسلئے حیات قومی کو اسی سانچے میں ڈھالنا چاہیے۔ آپ بار بار تلقین فرمایا کرتے تھے کہ وہی قوم صحیح معنوں میں زندہ رہ سکتی ہے جس کے قوائے عملی مضبوط ہوں اور جس میں ایثار وقربانی کے جذبات بدرجہ اتم پائے جاتے ہوں۔ آپکا ارشاد ہوا کرتا تھا کہ اب محض سیاسی اقتدار کے حصول کا سوال ہی نہیں ہے بلکہ یہ قومی حیات وموت کا مسئلہ بن چکا ہے۔ اس کشمکش حیات میں جس قوم کے پائے ثبات متزلزل ہو گئے وہ ہمیشہ کے لئے اٹھنے کے قابل نہیں رہے گی اور جو قوم اپنے ایثار وقربانی کے طفیل اس گرداب فنا سے بچ نکلی۔ اس کے لئے بقائے دوام ہوگا۔ اس لئے آپ فرماتے مسلمانوں کے تحفظ اور بقاء کے لئے عملی اقدام اشد ضروری ہے۔

آپ کے یہ تمام ارشادات حالات حاضرہ کی روشنی میں نگاہوں کے سامنے آتے تھے اور آویزہ گوش بنتے تھے۔ آپ اپنے خطبہ میں بتایا کرتے تھے کہ دنیا میں بالعموم اور ہندوستان میں بالخصوص کیا کچھ ہو رہا ہے آپ انگریزوں ہندوؤں اور سکھوں کی حرکات پر بے لاگ تبصرہ فرمایا کرتے تھے اور سال بھر کے واقعات وحوادث اس خوبی سے آپ کے خطبہ میں سموئے ہوئے ہوتے تھے کہ ایک موقع پر راجہ غضنفر علی خان مرحوم نے اپنی تقریر میں فرمایا تھا کہ اگر پیر بھائی محض

Marfat.com

حضور کے اس خطبہ مبارک کو سننے کے لئے دور دراز کی مسافت طے کر کے آئیں تو انہیں سمجھنا چاہیے کہ معمولی تکلیف سے انہوں نے گرانبہا فوائد حاصل کئے ہیں۔ قابل ذکر عمل یہ ہے کہ تمام تبصرہ حزب اللہ کے بنیادی مقاصد کو سامنے رکھ کر کیا جاتا تھا۔ اور پھر صرف یہی نہیں کہ حضور گزشتہ سال کی روئیداد اور کارکردگی بیان کیا کرتے تھے بلکہ آئندہ کے لئے راہ عمل بھی تجویز فرمایا کرتے تھے۔ آپ ارکان حزب اللہ کو ان کے حقیقی فرائض سے آگاہ فرمایا کرتے اور ارشاد فرماتے دنیائے اسلام نے حزب اللہ سے جو توقعات قائم کر رکھی ہیں انہیں پورا کرنا چاہیے۔ شمالی ہند کی سب سے بڑی کام کرنے والی جماعت جو اسلام اور مسلمین کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو وقف کر چکی ہے یہی ہے۔ اسے اپنی ذمہ داریوں سے پوری طرح باخبر رہنا چاہیے۔

خطبہ صدارت کا انداز بیاں

آپ کا خطبہ اسلوب اور انداز بیان کے لحاظ سے بڑا فصیح و بلیغ اور اثر انگیز ہوا کرتا تھا۔ ہر خطبہ اپنی جگہ نرالا اور اچھوتا ہوتا تھا۔ ان تمام خطبات کو سامنے رکھا جائے تو پتا چلتا ہے کہ آپ قدم بقدم آگے بڑھ رہے ہیں۔ ابتداء میں قوم جو پیغام سننے کے قابل تھی وہی آپ نے دیا۔ پھر جوں جوں قوم کا ردعمل حسب منشاء ہوتا چلا گیا۔ آپ بھی اپنی نوا کو تیز تر کرتے چلے گئے۔ اور انجام کار اسے ایسے مقام پر پہنچا دیا جہاں سے احیائے اسلام والمسلمین کی منزل صاف نظر آتی تھی۔

طباعت و تقسیم

• بڑے حسن کتابت کے ساتھ آپ اپنے خطبات کی طباعت کا انتظام فرمایا کرتے تھے۔ کاغذ بڑا عمدہ ہوتا تھا۔ دورہ کے دنوں میں ہر مقام پر مطبوعہ خطبہ تقسیم ہوتا رہتا تھا۔ دورہ میں حضور سالانہ اجلاس کے تجویز کردہ راہ عمل کے مطابق تقریر فرمایا کرتے تھے اور اس طرح آپ جو کچھ کہتے تھے کر دکھاتے تھے۔ یہ تقاریر حضور کے مطبوعہ خطبہ کی اہمیت اور بھی بڑھا دیتی تھیں وہ خطبات آج بھی پیر بھائیوں کے پاس محفوظ ہیں۔ اور انہوں نے حرز جاں بنائے ہوئے ہیں۔ کیونکہ مستقل قدر و قیمت رکھتے ہیں یہ حقیقت ہے کہ حضور کے مطبوعہ خطبات تحریک حزب اللہ کا وہ انمول لٹریچر ہے جس کے آئینے میں جہانک کر تاریخ کے دور ماضی کے واضح خدوخال اور درخشاں کارنامے دیکھے جا سکتے ہیں اور جس کے مطالعہ سے اسلام کی پاکیزہ تعلیمات کا عکس قاری کے دل پر جلوہ ریز ہوتا ہے۔

اپنے خطبات کے اختتام پر آپ جو دعا مانگا کرتے تھے اس کی بیساختگی اور خلوص سے پتہ چلتا ہے۔ کہ آپ نے جو کچھ ارشاد فرمایا اعماق قلب سے نکل رہا تھا۔ درگاہ ایزدی میں آپ کی

Marfat.com

ہوتی تھی کہ مولا کریم ان تمام زائرین کا آنا بلحاظ نتائج وثمرات مبارک ہو اور جن مقاصد عالیہ اور خوشگوار توقعات کو لے کر ہم سب اکٹھے ہوئے ہیں۔ وہ پوری ہو کر رہیں اور ہم اس اجتماع سے عملی طور پر مستفید اور مستفیض ہوں حضور کے دل میں اپنی محنت کو بارآور اور ثمر بار دیکھنے کی بڑی آرزو تھی۔ اسلئے آپ کی دعا ہوا کرتی تھی۔ خدا کرے میری یہ ساری محنتیں ٹھکانے لگیں۔ اور جو مقصد وحید لے کر میں یہ کام کر رہا ہوں۔ مجھے اس میں کامیابی نصیب ہو۔ ۱۹۳۵ء میں سالانہ خطبہ کے اختتام پر درگاہ خداوندی میں آپ نے استدعا کی:۔

دعا

الٰہ العالمین! تیرا یہ ناچیز بندہ اور تیرے یہ سب غلام ایک ہی خواہش لے کر اکٹھے ہوئے ہیں اور خواہش کا تعلق ہماری ذاتی اغراض سے نہیں۔ بلکہ خواہش بھی تجھ سے ہے اور خواہش بھی تیری ہے۔ یا بالفاظ دیگر ہم تجھ سے مانگتے ہیں اور تجھ کو مانگتے ہیں ہم آزادی کے خواستگار ہیں مگر ایک غلامی کی خاطر۔ نفی ماسوا کرتے ہیں، لا الٰہ کہتے ہیں لیکن اثبات توحید اور الا اللہ کے لئے۔ ہم ہر ایک کے سامنے اکڑنا چاہتے ہیں لیکن ایک کے آگے جھکنے کے لئے۔ ہماری التجا دنیا بھر سے نرالی ہے۔ ہمارا سوال اعجوبہ روزگار ہے۔ ہماری تمنا دنیا کی نظروں میں عجیب قسم کی ہے لیکن ہماری اپنی نگاہوں میں ہماری زندگی کا مقصد اور ہماری حیات کی غرض اور ہمارے زندہ رہنے کی علت صرف یہی ہے کہ ہم تیرے ہو جائیں اور تو ہمارا ہو جائے۔ تاکہ تیرے غلام کہلا کر ہم دنیا میں کسی اور کے غلام نہ رہیں۔ تیری حکومت کے تحت آکر اغیار کے دست تظلم سے رہائی حاصل کر سکیں۔ تیری حفاظت میں رہ کر آفات وبلیات سماوی سے محفوظ ہو جائیں۔

یارب ایں آرزوئے من چہ خوش است
تو بریں مدعا مرا برساں

وَ اٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

دیکھیں نبیرہ رسول کس خلوص دل سے پھر سنت رسول کو زندہ دیکھنے کی پرزور التجا بارگاہ مجیب الدعوات میں پیش کر رہا ہے۔

سالانہ جلسوں کی روئیداد ختم کرنے سے پہلے ایک ضروری بات کا ذکر کر دینا از بس ضروری ہے۔ غلامی سے نکل کر آزادی کی فضا میں سانس لینے کے لئے قدم قدم پر غیر ملکی حکومت

Marfat.com

کو اپنی ضروریات اور اپنے مطالبات سے آگاہ کرنا ضروری تھا۔اس غرض کے لئے حزب اللہ کے جلسے میں باقاعدہ قراردادیں پیش ہوتی تھیں۔جن کی تجویز مجلس شوریٰ میں ہو چکی ہوتی تھی اور اجلاس کی نمائندہ حیثیت سے پورا پورا فائدہ اٹھایا جاتا تھا۔قرارداد کی تحریک کرنے والے اپنی قابلیت کے مطابق تقریر کیا کرتے تھے اور حاضرین جلسہ پیش کردہ قرار کی تائید کیا کرتے تھے۔ پاس کردہ قراردادوں کی نقول بذریعہ تار حکومت کو بھیجی جاتی تھیں۔عام طور پر اہم ترین قراردادوں کی حمایت میں کوئی نامور مقرر تقریر فرمایا کرتے تھے۔اخبارات کے ایڈیٹر اور نمائندے موجود ہوتے تھے۔وہ اپنے اخبارات میں جلسہ کی روئیداد علیحدہ شائع کیا کرتے تھے۔ مثلاً مولانا غلام رسول مہر ایڈیٹر روزنامہ "**انقلاب**" لاہور اور جناب سید حبیب ایڈیٹر روزنامہ "**ترجمان**" گجرات نے جلسہ میں شمولیت کے بعد واپس جا کر کئی بار تمام کاروائی بڑی آب تاب سے اپنے اپنے اخبارات میں چھاپی۔

۶ر جمادی الثانی کو دوسری مجلس کے بعد پیر بھائی اور ارکان حزب اللہ اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جاتے تھے۔انہیں احساس ہوتا تھا کہ انہوں نے ایک عظیم قومی اور ملی اجتماع میں شرکت کی ہے اتحاد اسلامی کے روح پرور نظارے ان کی نگاہوں کے سامنے موجود ہوتے تھے۔امیر حزب اللہ اید ہ اللہ بنصرہ العزیز کے پیش کردہ بہترین طریق عمل کی یاد ان کے دلوں میں محفوظ ہوتی تھی طبیعتوں میں عجیب ولولہ عمل لے کر وہ اپنی بستیوں کو جا رہے ہوتے تھے۔آج جب وہ ان چیزوں کو یاد کرتے ہیں تو ان کے دلوں میں طمانیت اور راحت پیدا ہوتی ہے اور اس قلبی کیفیت کو اپنی محنت کے اچھے پھل سے تعبیر کرتے ہیں۔

حزب اللہ اور رفتار زمانہ

اس مبارک جماعت کے مقاصد متعین اور مخصوص تھے۔ایسے مقاصد جن کا تعلق مسلمانوں کے حال سے تھا، مستقبل سے تھا۔ان کی دینی اور دنیوی زندگی سے تھا اور ان مقاصد کی تشکیل ایسی ضروریات کی وجہ سے ہوئی تھی۔جنہیں ہر کہ و مہ محسوس کر رہا تھا۔لیکن ان کی سبیل انہیں کوئی دکھائی نہ دیتی تھی اس لئے جب اس مبارک جماعت نے مسلمانوں کے سامنے حصول آرزو کی راہ کھول دی تو تمام بطیب خاطر اس سے منسلک ہو گئے۔عامۃ المسلمین کا حزب اللہ کی طرف یہ روز افزوں رجحان حاسدوں کو نہیں بھاتا تھا۔اس تحریک کو عوام میں مقبول ہوتے دیکھ کر وہ ست اٹھے۔ان کی نگاہ حضرت امیر کے خلوص اس للہیت، مجاہدانہ تگ ودو اور والہانہ اقدام کی طرف گئی اور نہ ہی حضور کے مقاصد عالیہ اور کارناموں کو وہ لوگ نگاہ تحسین سے دیکھ سکے انہوں نے

Marfat.com

تحریک میں بیجا طور پر رخنہ اندازی شروع کردی۔حضور کی ذات پر ناروا اعتراضات کرنے لگ گئے اور وما افسد الذین الا الملوک و علماء سوء و رھبانھا کے مطابق علماء سوء، مکفر مولویوں اور نام نہاد پیروں نے حسد وبغض سے جل بھن کر آپ کے خلاف اشتہار دیے، رسالوں میں مضامین چھپائے اور فتوے لکھے اور لکھوائے۔اس سلسلہ میں بھیرہ کے ایک مولوی صاحب پیش پیش تھے اور محض اس بنا پر کہ ان کے ایک مرحوم قریبی رشتہ دار کے وراثت کے جھگڑے میں حضرت امیر حزب اللہ ان کے حکم کی تعمیل نہیں کر پائے تھے۔مولوی صاحب نے وسط دسمبر ۱۹۳۳ء میں جماعت حزب الانصار میں تقریر کرتے ہوئے حضور کے خلاف غیر مناسب کلمات استعمال کیے۔جو ارادت مند برداشت نہ کر سکے۔فساد ہوا مگر حضور نے جلد اپنے عقیدت کیشوں کا جوش ٹھنڈا کر دیا اور حقیقت کے اظہار کے لئے آپ نے ارکان حزب اللہ کے نام **امیر حزب اللہ کا پیغام** پچیس رمضان المبارک ۱۳۵۲ھ مطابق فروری ۱۹۳۴ء کو ایک رسالہ کی صورت میں چھپوا کر تقسیم کیا تا کہ سادہ طبع لوگ گمراہ نہ ہو جائیں۔اس میں آپ نے بڑے درد دل کے ساتھ بیان فرمایا کہ ہمارے پیش نظر قصر اسلامی کی تعمیر و تزئین ہے۔لیکن دوسروں کے سامنے خود غرضی اور فساد انگیزی کی بنا پر اس کی تخریب و انہدام ہے۔اخبار **قومیت** لاہور کی اشاعت مورخہ ۲۲ رفروری ۱۹۳۴ء میں ایڈیٹر صاحب نے جہاں یہ رسالہ من وعن شائع کر دیا وہاں حضرت امیر حزب اللہ کے متعلق لکھا ہے کہ

> ''سید محمد فضل شاہ صاحب سجادہ نشین جلالپور شریف کا وجودِ مسعود موجودہ کفر و الحاد کے زمانے میں مسلمانوں کے لئے بجا طور پر نعمت غیر مترقبہ ہے۔آپ متلاشیان حق کو اپنے وعظ و نصائح سے مستفید فرماتے ہیں۔آپ کے قلب میں مسلمانوں کے لئے ایک غیر معمولی اور حقیقی تڑپ ہے جس کا نمایاں ثبوت یہ ہے کہ آپ نے کچھ عرصہ سے تحریک حزب اللہ شروع کی ہوئی ہے۔جو محض مسلمانوں کی فلاح و بہبود اور اصلاح و تنظیم کے لئے ہے اور جس میں اب تک پچیس ہزار سے زائد مسلمان شریک ہو چکے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ مخالفین کے دل میں حسد و عناد کی آگ بھڑک اٹھی ہے''۔

بشیر احمد صاحب ایڈیٹر نے مولوی ظہور احمد بگوی سے گذارش کی کہ اگر اس نازک دور میں انہیں قوم سے کوئی بھی ہمدردی ہے تو للہ سید محترم کے اصلاحی اور تنظیمی پروگرام میں رخنہ اندازی قطعاً پرہیز کریں۔حضرت امیر حزب اللہ نے رسالہ مذکورہ کی تقسیم کے بعد اس تنازع کو فرا

Marfat.com

کر دیا اور بدستور ملتِ اسلامیہ کی فلاح و بہبود اور اصلاح و تنظیم میں مصروف کار رہے اور جس طرح رسالہ کے خاتمہ پر آپ نے فرمایا تھا:۔

"انشاء اللہ ہماری معقولیت پسندی، رواداری اور صلح جوئی کی خوش خرام ہوائیں بالآخر اس غبار آلودہ مطلع کو صاف کر دیں گی اور عنقریب باران رحمت کا نزول ہو گا۔ جس سے کہ تمام خس و خاشاک اپنی رو میں بہہ جائیں گے اور پھر اسلام کی صداقت اور سچائی کا سورج طلوع کرے گا۔ جس کی روشنی تمام ظلمات اور اندھیروں کو کافور کر دے گی"۔

آپ کی پیشین گوئی درست ثابت ہوئی حالات زمانہ نے مخالفت اور عناد کا خاتمہ کر دیا اور حق روز روشن کی طرح آشکارہ ہو گیا۔

اس دور کی سیاسی فضا

یہ دور فی الواقعہ بڑا نازک تھا مسلمانوں کے سروں پر مصائب و نوائب کی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں ۱۹۳۱ء کے اواخر میں لندن میں دوسری گول میز کانفرنس منعقد ہوئی۔ مسلمانوں کے وفد کے قائد سر آغا خان تھے۔ قائداعظم محمد علی جناح نے بھی شرکت کی۔ مسلمانوں کے وفد میں حضرت امیر حزب اللہ کے برادر اصغر والا قدر نواب سر محمد مہر شاہ بھی شریک تھے۔ حکومت برطانیہ ہندوستانیوں کو اختیارات تفویض کرنے کے لئے تمام اقوام ہند کے نمائندوں سے مشورہ کرنا چاہتی تھی۔ زیادہ تر بحث فرقہ وارانہ نیابت پر ہوتی رہی۔ لیکن ہندوؤں، سکھوں، مسلمانوں، اور اچھوتوں کے درمیان کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ جب ہندو، مسلم اتحاد کا خواب شرمندہ تعبیر ہوتا نظر نہ آیا تو قائداعظم محمد علی جناح کو سخت مایوسی ہوئی۔ انہوں نے ہندوستان کی سیاست سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور انگلستان سکونت پذیر ہو گئے۔ اقوام ہند کے درمیان سمجھوتا تو نہیں ہو سکا تھا۔ مگر انہوں نے اس کا فیصلہ برطانوی وزیراعظم ریمزے میکڈانلڈ پر چھوڑ دیا تھا۔ انہوں نے اپنی طرف سے ماہ جولائی ۱۹۳۲ء میں اعلان کرنا تھا۔ مگر ولایت سے جو خبریں نکلیں ان سے پتہ چلتا تھا۔ کہ اگرچہ پنجاب میں مسلمانوں کی تعداد اٹھاون فیصدی ہے۔ انہیں اس صوبہ میں اپنی آبادی سے کم اکیاون یا باون فیصدی نشستیں ملیں گی۔ وسیع الخیالی اور امن پسندی کی بنا پر مسلمان تو خاموش رہے۔ مگر سکھوں نے اودھم مچا دیا۔ اقلیت میں ہونے کے باوجود پنجاب میں انہوں نے خاصی طاقت پکڑلی تھی ان کے گوردواروں کی آمدنی ایک قانون کے مطابق ان کی قومی بہبود کے لئے صرف ہو رہی تھی۔ اس آمدنی کو کام میں لا کر اور اپنے مخیر افراد کی امداد سے انہوں نے کئی

Marfat.com

کالج اور بیسیوں ہائی سکول کھول رکھے تھے۔ وہ تعلیم یافتہ تھے، منظم تھے، دولت مند تھے، تجارت پر ان کا قبضہ تھا۔ حکومت ان کے اکالی دل سے مرعوب تھی۔ اس بات کی بھنک پڑتے ہی پنجاب میں مسلمانوں کو اکثریت حاصل ہو رہی ہے۔ سر برآوردہ سکھوں نے ایک چٹھی وائسرائے ہند کے نام ارسال کی جس میں مسلمانوں کو ان کے واجبی حقوق ملنے کے خلاف زہر اگلا۔ پرانی باتوں کے حوالے دیئے عہد مغلیہ کے قصے دہرائے۔ اپنی بہادری اور شجاعت کے افسانے چھیڑے۔ اور ایک طرح مسلمانوں کو دعوت مقابلہ دی اور ڈرایا دھمکایا۔ اسکے بعد لاہور میں سکھ اکابر جمع ہوئے۔ جوشیلی تقریریں کیں اور مسلمانوں کو دھمکی دی کہ اگر تم اس معاملہ میں مزاحم ہوئے تو خون کی ندیاں بہادی جائیں گی۔ سکھوں نے گورو گرنتھ کے روبرو قسمیں اٹھائیں کہ وہ پنجاب میں مسلمانوں کی اکثریت قائم نہیں ہونے دیں گے۔ اور اس مطلب کو حاصل کرنے کے لئے مسلمانوں کے مقابلہ میں ایک لاکھ والنٹیئر زلے آئیں گے۔ یہ بھی طے پایا کہ ۳۱ جولائی ۱۹۳۲ء کو سکھ ہر مقام پر جلسے کریں گورو گرنتھ کے سامنے قسمیں اٹھائیں کہ وہ مسلمانوں کو ان کے واجبی حقوق نہیں لینے دیں گے اور اس کے لئے ہر قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔

ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے خلاف یہ ایک بہت بڑی سازش تھی۔ ہندو سکھوں کو شہ دے رہے تھے۔ انہیں خطرہ تھا کہ اکثریت والے صوبوں میں مسلمانوں کو تناسب آبادی کے لحاظ سے اختیارات سونپ دیئے گئے تو ان کا ہندو راج والا منصوبہ پایا تکمیل تک نہیں پہنچے گا۔ اس لئے برطانوی وزیر اعظم نے اپنے فرقہ وارانہ فیصلہ میں اچھوت اقوام کو ہندوؤں سے علیحدہ نمائندگی کا حق دینا چاہا تو گاندھی جی نے مرن برت رکھ لیا۔ وہ ہوشیار سیاست دان تھے۔ ہندوؤں کے اقتدار کی خاطر اس طرح انہوں نے غریب اچھوتوں کو علیحدہ نیابت کے حقوق نہ ملنے دیئے۔ ادھر اچھوتوں کو اختیارات سے محروم کیا جا رہا تھا اور ادھر سکھوں کے ذریعے مسلمانوں کو محروم رکھنے کے منصوبے تھے اگر اس موقع پر کچھ نہ کیا جاتا تو مسلمانوں کا حشر بھی اچھوتوں جیسا ہوگا۔

سکھوں کا ایک ناپاک منصوبہ اور امیر حزب اللہ کا ہنگامہ خیز اعلان

خدا کے فضل سے حضرت امیر حزب اللہ نے یہ مبارک جماعت مسلمانوں کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو کنارے جالگانے کے لئے قائم کی تھی۔ آپ نے وقت کی نزاکت کو بھانپ کر فوراً ایک ہنگامہ خیز اعلان کیا اور واشگاف الفاظ میں مشتہر کر دیا کہ اگر سکھ ایک لاکھ رضا کار مسلمانوں کے مقابلہ میں لا سکتے ہیں تو امیر حزب اللہ دو لاکھ سرفروش مسلمان ان کے مقابلہ میں لے آئیں گے آپ نے ۲ راگست ۱۹۳۲ء کو وائسرائے ہند اور گورنر پنجاب کے نام تار بھیجے اور مطالبہ کیا

Marfat.com

سکھوں کی شورش، ان کے غیر معقول مطالبات اور ان کے اشتعال انگیز طرز عمل اور مظاہروں کے زیر نظر وزیر اعظم برطانیہ مسلمانوں کو ان کے جائز حقوق سے ہرگز، ہرگز محروم نہ کریں آپ نے انہیں یقین دلایا کہ اگر بہادری اور جوانمردی سے حقوق حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ تو مسلمان قربانی، ایثار اور دلاوری کے میدان میں اپنے حریف سے کسی طرح کم نہیں۔ اگر سکھ اپنے غیر معقول مطالبات کے حصول کی خاطر ایک لاکھ رضا کار فراہم کر سکتے ہیں تو ملت اسلامیہ کا ہر ایک فرد اپنے آپ کو بطور رضا کار پیش کرنے کو تیار ہوگا آپ نے یہ تمام حالات وکوائف بڑے جلی عنوان کے ساتھ چھپوا کر ایک طویل اور مرعوب کن اشتہار کی صورت میں پنجاب کے کونے کونے میں پہنچا دیے۔ اس طرح حکومت کے ساتھ سکھوں کو بھی علم ہو گیا۔ کہ مسلمان کمزور اور بے خبر نہیں۔ بلکہ ان کے دلوں میں قرون اولیٰ کی طرح جذبہ جہاد موجود ہے۔ معمولی سے تامل کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔ کہ حضرت امیر حزب اللہ کے بروقت مجاہدانہ اور ہنگامہ خیز اعلان نے مسلمانوں کی آزادی کا سنگ بنیاد رکھ دیا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ حصول مقصد کے لئے ابھی مزید ایثار و قربانی اور جان فروشی کی ضرورت تھی۔

ہندو بنیا اور فرنگی بنیا کی ملی بھگت

وزیر اعظم برطانیہ نے فرقہ وارانہ نیابت کے سلسلہ میں اپنے ایوارڈ کا اعلان کر دیا۔ پنجاب میں مسلمانوں کی اکثریت کو باقاعدہ تسلیم کر لیا گیا۔ اس اعلان نے غیر مسلم اقوام کے دلوں میں تعصب کی دبی ہوئی چنگاریوں کو مشتعل کر دیا۔ ہندو بلا اشتراک غیرے تمام ہندوستان پر قابض ہونا چاہتا تھا۔ سکھ اپنی کرپان کی برائی دکھا کر تمام پنجاب کو زیر نگیں لانا چاہتا تھا اور کہتا تھا کہ پنجاب تو راجہ رنجیت سنگھ (وفات ۱۶۳۹ء) کا ورثہ ہے۔ جو خالصہ لے کر رہے گا مسلمان ہندو اور سکھ دونوں کے طرز عمل سے سخت مایوس اور مضطرب تھے۔ انہی ایام میں دو ایک ایسے واقعات ہوئے جن کی وجہ سے مسلمان سخت خوف زدہ ہو گئے۔ توہین رسول اکرم ﷺ کی وجہ سے ایک ہندو نتھو رام نامی مارا گیا۔ ہندوؤں نے اسکی ارتھی کا جلوس نکالا۔ لیکن حکومت نے نہ روکا۔ مگر جب مسلمانوں نے چاہا اپنے شہید غازی عبدالقیوم کے جنازہ کا جلوس نکالیں تو گولیاں برسائی گئیں۔ مسلمانوں نے اس واقعہ ہائلہ کی تحقیقات کیلئے ایک غیر سرکاری وفد کراچی روانہ کیا۔ جس میں راجہ غضنفر علی خان بھی شامل تھے۔ مگر حکومت نے امتناعی احکامات نافذ کر دیے۔ حکومت کے جانبدارانہ رویہ سے مسلمان سخت متوحش ہوئے۔ جلیاں والا باغ امرتسر میں جب اڈوائر نے گولی چلائی تھی۔ تو نہ صرف ہندوؤں نے اس کے طرز عمل پر بے محابہ تبصرہ وتنقید سے کام لیا تھا

Marfat.com

بلکہ جب ہندو کمیٹی نے غیر سرکاری طور پر تحقیقات کی تھی۔ تو انہوں نے شدّ و مد کے ساتھ مخالف شہادتیں دی تھیں اور انگریز بہادر آنکھیں بند کیے سب کچھ سنتا رہا۔ لیکن مسلمانوں پر گولی چلانے کے بعد انہیں اسطرح اپنے طور پر تحقیقات کا موقع بھی نہ دیا گیا۔ قدرتی طور پر مسلمانوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ انگریز حکومت ہندوؤں کے اتحاد و اتفاق اور انکے پراپیگنڈے سے ڈرتی ہے اور چونکہ مسلمان اپنی بات منوانے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ اسلئے حکومت انہیں درخور اعتنا نہیں سمجھتی۔

مسجد شہید گنج کا واقعہ ہائلہ

انہی دنوں میں ایک اور نہایت ہی اندوہناک اور جگر فرسا واقعہ ہوا۔ اس میں بھی انگریز حکومت نے طرفداری کا بری طرح مظاہرہ کیا۔ حضرت امیر حزب اللہ سابقہ واقعہ کی بنا پر بھی سخت پریشان تھے۔ مگر اس نئے واقعہء خونیں کی وجہ سے تو آپ بالکل وقف اضطراب ہو گئے۔ لاہور میں دہلی دروازہ کے باہر لنڈا بازار کے ساتھ داراشکوہ کے خانساماں عبداللہ خان نے ایک مسجد بنائی تھی۔ سکھوں کی عملداری (۱۸۰۹ء تا ۱۸۴۹ء) میں جس طرح شاہی مسجد لاہور کی بے حرمتی ہوئی تھی اور اسے اصطبل بنایا گیا تھا۔ اس مسجد خانساماں پر بھی سکھ قابض ہو گئے۔ انگریزوں کی حکومت قائم ہونے پر شاہی مسجد لاہور تو واگذار ہوگئی۔ مگر اس مسجد پر سکھوں کا قبضہ بدستور رہا۔ اس کے قریب ایک بزرگ کا مزار ہے۔ ۱۹۳۵ء کے اوائل میں سکھوں نے مزار کو جانے والا رستہ بند کر دیا۔ مسلمانوں نے اسے اس طرح بزور بازو کھولنا چاہا جس طرح سکھوں نے بند کیا تھا لیکن پولیس آگئی اور لاٹھی چارج ہوا مسلمانوں میں اضطراب اور ہیجان بڑھ گیا۔ انہوں نے مسجد پر قبضہ کرنا چاہا مگر گھڑ سوار پولیس نے انہیں گھوڑوں کی ٹاپوں سے روند ڈالا۔ اس مرحلہ پر سکھوں کے مسلح جتھے ادھر ادھر سے آنے لگ گئے۔ اکالی دل نے ننگی کرپانوں سے لاہور کی گلیوں میں مظاہرہ کیا اور ست سری اکال کے نعرے بلند کیے۔ سکھوں کی بڑی بڑی ذمہ دار ہستیاں مذہبی تعصب میں پیش پیش تھیں۔ مسلمانوں میں بھی جوش اور ہیجان پھیل گیا۔ وہ کہتے تھے کہ ایک جگہ جب ایک دفعہ مسجد بن جاتی ہے تو ہمیشہ مسجد رہتی ہے۔ ہم اس پر سکھوں کا قبضہ نہیں رہنے دیں گے اور ہر قیمت پر شعائر اللہ کا احترام قائم رکھیں گے۔ حکومت نے گورہ فوج متعین کر دی۔ سکھوں نے اس کی سنگینوں کی حفاظت میں مسجد کو شہید کر دیا۔ زبردست ہنگامہ ہوا مسلمان مسجد کے تحفظ کے لئے دیوانہ وار بھاگے۔ مگر انگریز کی گولیوں نے استقبال کیا۔ سینکڑوں نوجوان شہید ہو گئے اور کرفیو نافذ کر دیا گیا۔

Marfat.com

حزب اللہ کا کردار

حضرت امیر حزب اللہ شروع سے بنظر غائر حالات کا مطالعہ فرما رہے تھے۔ آپ انگریز کی عیاری اور جنبہ داری کا بغور جائزہ لے رہے تھے۔ لاہور میں مسلمانوں نے مجلس اتحاد ملی قائم کی۔ جس میں مولانا ظفر علی خان اور سید حبیب پیش پیش تھے۔ حضرت امیر حزب اللہ نے فوراً ان سے رابطہ قائم کیا۔ مسجد کا انہدام ابھی عمل میں نہیں آیا تھا۔ پیر جماعت علی شاہ علی پوری امیر ملت منتخب ہو چکے تھے۔ حضرت امیر حزب اللہ ان دنوں مری تشریف فرما تھے۔ آپ نے وہیں سے مجلس اتحاد ملی کو لکھا کہ پانچ ہزار رضا کاران حزب اللہ سر بکف لاہور آنے کیلئے تیار ہیں۔ بذریعہ تار اطلاع دی جائے کہ کب روانہ ہوں۔ ان کا خرچ حضرت امیر خود برداشت کریں گے۔ اس دوران میں مسجد گرادی گئی تھی۔ مولانا ظفر علی خان کی طرف سے جواب موصول ہوا کہ رضا کاروں کی ترسیل بند کر دی جائے اور مسجد کے انہدام پر بطور احتجاج جلسہ منعقد کیا جائے اور روئیداد حکومت اور اخبارات کو بھیجی جائے۔ چنانچہ ۱۲ جولائی ۱۹۳۵ء کو جامع مسجد کوہ مری میں جلسہ ہوا۔ امیر ملت پیر جماعت علی شاہ بھی اس میں موجود تھے۔ حضرت امیر حزب اللہ نے ایک بڑی درد انگیز، جوش پرور اور بصیرت افروز تقریر فرمائی۔ جس نے عوام و خواص سے خراج قبولیت حاصل کیا اور امیر ملت نے بے حد تحسین کی۔ مگر افسوس! کہ یہ قابل مطالعہ روئیداد احتساب حکومت کی نذر ہو گئی اور صرف اخبار ''ترجمان'' گجرات نے شائع کی۔ معلوم نہیں سنسر کی نگاہ تیز بیں وہاں کیوں نہ پہنچی؟

زعماء لاہور نے اس مسجد کا مقدمہ عدالت عالیہ میں پیش کر دیا اور کھوکھر تحصیل چکوال کے متوطن ڈاکٹر محمد عالم بیرسٹرایٹ لا نے بڑی دماغ سوزی اور گرمجوشی سے وکالت شروع کر دی۔ علاوہ بریں اسی ماہ جولائی میں اس مسئلہ پر غور و خوض کرنے کے لئے اکابر ملت کا جلسہ تجویز پایا۔ جس میں شمولیت کے لئے حضرت امیر حزب اللہ تیار ہو گئے۔ اس دوران میں ۱۶ر جولائی کو آپ کی خدمت میں ''حزب الرسول'' والے محمد شاہ صاحب سکنہ بھیرہ اور ان کے ساتھ امین الدین صحرائی حاضر ہوئے۔ اور آپ نے انہیں ایک پر جوش اعلان تحریر کر دیا۔ آپ نے ۱۸ جولائی کے اخبار ''ترجمان'' گجرات میں مسجد **''شہید گنج کا قضیہ نامرضیہ''** کے عنوان سے ایک مضمون بھی لکھا۔ جسمیں آپ نے بڑی دردمندی کے ساتھ اپنے پورے پورے زور قلم سے مسلمانوں کو غفلت و جمود زائل کرنے اور ایک متحدہ نظام کے ماتحت آجانے کے لئے پر زور دعوت دی۔ مگر ابھی اس مضمون کی سیاہی خشک بھی نہیں ہونے پائی تھی کہ مولانا اختر علی خان

Marfat.com

کی طرف سے آپکو تار ملا جس میں اطلاع دی گئی تھی کہ احرار، مجلس احرار اور مجلس تحفظ شہید گنج کے اراکین کے درمیان اختلاف کی بنا پر مجوزہ جلسہ ملتوی ہو گیا ہے۔ جس اتحاد و اتفاق کے حضرت امیر حزب اللہ اپنے پورے زور فصاحت کے ساتھ تلقین فرما رہے تھے۔ اس کا شیرازہ منتشر ہو گیا اور ایک انتہائی نازک موقع پر جبکہ سکھوں کا اتحاد دیوار چین کی طرح قائم تھا۔ مسلمانوں کی مسجد مسمار کر دی گئی تھی۔ ان پر بڑی بے دردی سے گولیاں برسائی گئی تھیں اور جبکہ ادھر بالکل انہی دنوں میں برطانیہ اقوام ہند کو مزید اختیارات سونپنے کیلئے تیار ہو رہا تھا۔ لیکن مسلمان آپس میں دست وگریبان ہو رہے تھے۔

حضرت امیر روشن ضمیر ہر مسئلے کی وقتی اہمیت کو بھی دوررس نتائج کی روشنی میں دیکھ رہے تھے۔ آپ نے دیکھ لیا کہ مسجد شہید گنج کا انہدام سرمہ بصیرت تھا۔ مگر مسلمان عقل وشعور سے اس طرح عاری ہو چکے تھے۔ کہ ان کا اندھاپن اور بھی بڑھ گیا۔ آپ کو نظر آیا کہ یہ حادثہ فاجعہ تازیانہ عبرت تھا مگر یہ بھی مسلمانوں کے جمود کو ختم نہ کر سکا۔ اور فی الحقیقت اس قضیہء نامرضیہ کی تمامتر ذمہ داری مسلم رہنماؤں پر عائد ہوتی تھی۔ آپ نے ۸ راگست کے ''ترجمان'' میں ایک مضمون شائع کرا دیا۔ جس کا عنوان تھا۔ **''ہندوستان کے مسلمانوں کی عزت و ناموس کا جنازہ مسلم رہنمائوں کے کندھوں پر''** آپ نے تاریخ سے مثالیں پیش کیں کہ کس طرح اقوام کی تفریق انکی تباہی کا باعث ہوا کرتی ہے اور آپ نے بتایا کہ مسلمان اس وقت تک غالب رہے جب تک منظم تھے۔ آپ نے علم برادران اتحاد کے زریں کارنامے گنائے اور واضح فرمایا کہ مسلمانوں کے موجودہ رہنما قوم کے حقیقی خیر خواہ نہیں۔ آپ نے تحریر فرمایا:۔

> خدا گواہ ہے۔ ہمیں ان لوگوں سے کوئی وجہ خصومت نہیں لیکن الحب للہ والبغض للہ کے ماتحت ہم ان لوگوں کے طرز عمل سے بدرجہ غایت بیزاری اظہار کرتے ہیں جو انہوں نے مسجد شہید گنج کے موقع پر پیش کیا ہے اور ہمارے خیال میں ان کے اس رویہ سے مسلمانوں کو ایک ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ ہماری رفتار ترقی میں اتنی بڑی رکاوٹ پیدا ہو گئی اور اسی کا اثر مسلمانوں کے مستقبل پر ایسا برا پڑنے والا ہے جس کے تصور سے ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

اس نا اتفاقی کی وجہ سے آپ کو ملی اور قومی استقلال مخدوش نظر آ رہا تھا۔ آپ دوررس نتائج سے سخت مضطرب تھے۔ جیسا کہ ہم نے اب تک دیکھا ہے آپ بڑی یکسوئی، ثابت قدمی اور

Marfat.com

اولعزمی سے ایک مقصدِ عظیم کے حصول کے لئے کوشاں تھے۔ جماعتِ حزب اللہ کی تشکیل اسی غرض کے لئے عمل میں آئی تھی اس لئے برصغیر ہند کی تاریخ کے اس نازک دور میں مسلم رہنماؤں نے فقدان اتحاد سے جب مسلمانوں کی عزت وناموس کا جنازہ اٹھا کر اسے دفن کرنے اور ملت اسلامیہ کے تابوت میں آخری میخ ٹھونکنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا تو آپ کو سخت صدمہ ہوا۔ مگر آپ مایوس نہ ہوئے۔ دوسرے لوگ قومی اور ملی مستقبل کو نظرانداز کر سکتے تھے۔ مگر آپ کا تو جینا اور مرنا اسی کیلئے تھا آپ اسے کس طرح ترک کر سکتے تھے۔ اس لئے محولہ بالا مضمون کے اختتام پر آپ نے فرمایا:۔

دعوت اتحاد واعتصام بحبل اللہ

"ہندوستان میں مسلمانوں نے ابھی بہت کچھ کرنا ہے۔ دوسری قومیں ہمیں ذلیل کرنا چاہتیں ہیں۔ ہم ان کی آنکھوں میں کانٹوں کی طرح کھٹک رہے ہیں۔ ہماری زندگی ان کے لئے وبال جان بن رہی ہے۔ وہ ہمیں مٹانے کا تہیہ کر چکے ہیں۔ ان کی ریشہ دوانیوں کا کوئی شمار نہیں۔ وہ ہمیں غلام بنانا چاہتی ہیں اور ہمیں ہندوستان سے باہر نکالنا چاہتی ہیں۔ ان کے دلوں میں ہمارے اسلام کی کوئی عزت نہیں بانیٔ اسلام علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ذات قدسی صفات پر یہ دریدہ دہن الزامات عائد کرنے سے نہیں جھجکتے۔ ہماری مسجدیں مسمار کرنے سے نہیں چوکتے۔ اور خود مسلمانوں کو مسلمانوں سے لڑا کر یہ اپنا الو سیدھا کرنا چاہتے ہیں۔ اندریں حالات ہمارے لیے ایک ہی چارہ کار ہے۔ اور وہ یہ کہ۔

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرّقوا

آؤ فرقہ بندی کی لعنت سے اپنے آپ کو آزاد کریں اور اپنے تحفظ و بقا کے لئے سینہ سپر ہو جائیں۔

مسلم عوام کو خراج تحسین

آپ مسلم رہنماؤں کی ملت کشی اور قوم فروشی کے جس قدر شاکی تھے۔ عامۃ المسلمین کے اتنے ہی مداح تھے۔ حزب اللہ کے سالانہ دوروں نے آپ کو یقین دلا دیا تھا۔ کہ یہاں کے مسلمان بڑے سعید الفطرت، غیور اور ملت پرست ہیں۔ تحریک ہجرت کے موقع پر ہر قسم کی قربانی کر کے انہوں نے اپنی اسلام دوستی کا پورا پورا ثبوت دیا تھا۔ اور اسی طرح کشمیر کے مسلمانوں کی حمایت میں جب مجلس احرار نے تحریک کشمیر شروع کی تھی اور "کشمیر چلو، کشمیر چلو" کا نعرہ لگایا تھا۔

Marfat.com

مسلم عوام نے جرأت ایمانی کا وہ مظاہرہ کیا تھا کہ مہاراجہ کشمیر کو تمام مطالبات ماننے پڑے تھے۔ مسلم عوام کے جذبہ ملّی اور دین سے بے پناہ محبت کی بنا پر حضرت امیر حزب اللہ ہندوستان کے مسلمانوں کو اسلام کی متاع گراں مایہ سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ انکا وجود ابنائے اسلام میں نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں۔ اس موقع پر جب عامۃ المسلمین نے مسجد شہید گنج کی خاطر جرأت واستقلال اور شجاعت و بسالت کا ثبوت دیا تو اسلام کی قوت کا آپ کو مزید یقین ہو گیا اور آپ نے اعلان فرمایا ہم مسجد واپس لے کے رہیں گے۔ اور ہندوستان میں اسلام کے جھنڈے کو سرنگوں نہیں ہونے دیں گے مسجد شہید گنج میں زخمی اور شہید ہونے والوں کے متعلق آپ نے جو الفاظ استعمال کیئے۔ وہ آج بھی کانوں میں گونج رہے ہیں۔ آپ نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا!!

"فطوبیٰ للغربا" میں نہایت زور کے ساتھ لاہور کے شہداء اور مجروحین کی محبت اسلامی، ایثار ملی اور جوش ایمانی کا اعتراف کرتا ہوں اور فتویٰ دیتا ہوں کہ ان میں سے جو مقتول ہوئے ہیں انہیں شہادت اکبر کا درجہ ملا ہے۔ اور جو زندہ بچ گئے ہیں۔ وہ غازی کہلانے کے مستحق ہیں"

صوفیاء اور مشائخ کو دعوت جہاد

مصائب کے تیرہ و تاریک بادلوں میں مسلم عوام کی غیرت ایمانی ہی کی وہ کرن تھی جسے حضرت امیر حزب اللہ نے مبارک فال سمجھ کر اپنی جدوجہد پورے زور شور سے جاری رکھی۔ آپ نے انہیں درس اتحاد دیا اور جہاد کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا اور اعلیٰ پایہ کے صوفی اور شیخ کامل ہونے کے باوجود آپ نے فرمایا۔ "مانا تسبیح کا وار تلوار سے بڑھ کر ہوتا ہے لیکن اب ضرورت داعی ہے۔ کہ صوفیائے کرام اور مشائخ عظام میدان جنگ میں نکل آئیں۔ کیونکہ جب خود نبی اکرم ﷺ نے بنفس نفیس بدر، احد، حنین اور تبوک کے غزوات میں قیادت فرمائی تھی۔ کسی صوفی کے لئے گوشہ نشینی کی گنجائش کہاں رہ جاتی ہے۔" آپ نے یاد دلایا کہ کس طرح حضور سرور کائنات ﷺ (روحی فداہ) معرکہ حنین میں اپنا خچر آگے بڑھاتے ہوئے یہ رجز پڑھتے تھے۔

انا النبیّ لا کذب
نحن بن عبد المطّلب

ساتھ ہی مسجد شہید گنج کے سلسلہ میں مسلمانوں کو جس شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ حضرت امیر حزب اللہ نے اس پر ان الفاظ میں تبصرہ فرما کر ان کو مزید قربانیوں کے لئے آمادہ کیا:۔

"کوئی قوم جب تک مار کھانے کی عادی نہ ہو کسی کو مار نہیں سکتی۔ ابھی ہم نے

Marfat.com

ماریں کھانی ہیں، پامال ہونا ہے، مصیبتیں برداشت کرنی ہیں اور پھر انشاء اللہ کوئی وقت آئے گا کہ کوئی شخص ہم پر ہاتھ اٹھانے کی جرأت نہیں کرے گا''۔''ویکون الدین کلہ للہ'' دین خدا کا ہو گا حکومت اسی کی ہو گی اور مسلمان خدا کی بادشاہت میں صحیح معنوں میں آجائیں گے۔

عرس کے موقع پر

آپ ایک طرف اپنے تدبر سے کام لے کر قوم کا حوصلہ بڑھا رہے تھے اور دوسری طرف انگریز اور سکھ کو متنبہ کر رہے تھے کہ مسلمان کسی صورت مسجد شہید گنج کو بھلا نہیں سکتے۔اس وقت اس مسئلہ سے اغماض خودکشی کے مترادف تھا۔خطرہ یہ تھا کہ حکومت برطانیہ مسلمانوں کو کمزور اور غیر منظم سمجھ کر ان کے حقوق باقی اقوام ہند کو نہ دیدے۔کیونکہ ''جس کی لاٹھی اس کی بھینس'' ایسا مقولہ ہے جس پر دنیا میں ہمیشہ عمل ہوتا چلا آیا ہے۔چنانچہ ۴ اور ۵ ستمبر کو جلالپور شریف میں عرس مبارک منعقد ہوا تو راجہ غضنفر علی خاں صاحب اور خواجہ حسن نظامی دہلوی نے مسجد شہید گنج کے مسئلہ پر بڑی ہنگامہ خیز تقریریں کیں ان کا ذکر پیشتر ازیں ہو چکا ہے۔قرار دادیں پاس کی گئیں اور حکومت کو روانہ کی گئیں۔حضور نے اپنے سالانہ خطبہ صدارت میں اس مسئلہ کا مفصل ذکر فرمایا اور بیان فرمایا کہ اس ضمن میں جماعت حزب اللہ کی طرف سے آپ نے کیا کچھ کیا ہے۔آپ نے یہ بھی بتایا کہ پیر جماعت علی شاہ صاحب کے علاوہ خواجہ قمر الدین صاحب سجادہ نشین سیال شریف اور صاحبزادہ غلام محی الدین صاحب گولڑہ شریف نے بھی اس خالص مذہبی معاملہ میں پوری دلچسپی کا اظہار فرمایا ہے۔آپ نے فرمایا اب عدم تشدد سے کام لے کر متحدہ اقدام کرنا چاہیے۔عدم تشدد حضور سرور کائنات کا بھی ابتداء میں طرز عمل تھا۔مسلمان مصیبتیں برداشت کرتے رہے۔لیکن انہوں نے دشمن سے مقابلہ کرنے سے ہمیشہ پہلو تہی کی اور جب حالات نامساعد ہو گئے تو جہاد بالسیف کا آغاز کر دیا آپ نے فرمایا **''جمیعۃ المشائخ''** کی تشکیل اس سلسلہ کی پہلی کڑی ہو گی۔آپ نے واشگاف الفاظ میں فرمایا کہ سکھوں سے عدم تعاون کیا جائے اور مختلف تدابیر کر کے انہیں اپنی ناراضگی محسوس کرائی جائے۔اسی خطبہ میں آپ نے مسلمانوں کی آزادی کے لیے وہ پر تاثیر دعا مانگی جو اس سے پہلے نقل کی جا چکی ہے۔

یوم احتجاج

عرس مبارک کے بعد مجلس اتحاد ملی اور حضرت امیر ملت سے اشتراک عمل کرتے ہوئے

Marfat.com

حزب اللہ کے سالانہ جلسہ میں منظور شدہ قرادادوں کے مطابق ۲۰ ستمبر کو یوم احتجاج منایا گیا دس پندرہ میل سے ارکان و رضا کاران حزب اللہ جتھوں کی شکل میں سیاہ جھنڈے اٹھائے ہوئے اور سیاہ نشان لگائے ہوئے، نعرہ ہائے تکبیر بلند کرتے، شہدائے لاہور زندہ باد، مسجد شہید گنج زندہ باد پکارتے جلالپور شریف پہنچے۔ بڑا ازدحام تھا۔ چنانچہ فریضہء جمعہ کی ادائیگی کا انتظام تالاب والی بڑی حویلی میں کرنا پڑا۔ نماز جمعہ سے پہلے حضور نے دو گھنٹے تک نہایت جامع، دلنشیں، اور پرزور تقریر فرمائی۔ جو مردہ دلوں کو زندہ کرنے والی اور جذبات اسلامی ابھارنے والی تھی۔ آپ نے حکومت کے سخت گیر رویہ کی پر زور مذمت کی۔ نظر بندوں سے اظہار ہمدردی کیا۔ اور مسلم اخبارات کی ضبطی ء ضمانت کو زیادتی سے تعبیر فرمایا۔ آپ نے اسلام کے ننگ و ناموس، مساجد و معابد اور شعائر اللہ کی حرمت پر ہر قسم کی قربانی کا وعدہ حاضرین سے لیا۔ نماز جمعہ کے بعد ایک طویل جلوس نکالا گیا۔ جس میں رضا کار وجد آفرین اسلامی نظمیں پڑھتے رہے۔ اگرچہ مسلمانوں کے جذبات بے حد مجروح ہوئے اور زبردست جوش پھیلا ہوا تھا۔ مگر امیر مدظلہ العالی کے حکم کی تکمیل میں مجمع ہر طرح سے پرامن رہا۔

سیاسی و مذہبی راہنماؤں پر تنقید

اس کے بعد بھی مسجد شہید گنج کے سلسلہ میں آپ کی مساعی جاری رہیں۔ ۱۷ راکتوبر ۱۹۳۵ء کے اخبار "ترجمان" میں اسی موضوع پر آپ نے مسلمانوں کے لئے ایک "لحہء فکریہ" کے عنوان سے پرزور مضمون تحریر فرمایا۔ آپ نے علماء سوء، گمراہ مشائخ، روساء و امراء اور خود غرض لیڈروں کے اعمال پر شدید تنقید کی اور مسلمانوں کو "وہن" کا مرض دور کرنے کی تلقین فرمائی اور نصیحت کی کہ چند روزہ زندگی کو ہمیشہ رہنے والی زندگی پر قربان کردو۔ آپ نے ۱۹۳۶ء، ۱۹۳۷ء اور ۱۹۳۸ء کے حزب اللہ کے سالانہ جلسوں میں بھی مسجد شہید گنج کا ذکر فرمایا۔ ۱۹۳۷ء میں حکومت برطانیہ نے ہندوستانیوں کو نئے اختیارات سونپ دیئے تھے۔ صوبجات میں وزارتیں قائم ہو چکی تھی۔ چنانچہ سردار سکندر حیات خان مرحوم وزیر اعظم پنجاب کی حیثیت سے حزب اللہ کے سالانہ جلسوں میں شامل ہوئے۔ آپ نے اپنے خطبہ میں انہیں مخاطب کر کے فرمایا کہ حکومت کو مسجد شہید گنج کے مسئلہ کا باآبرو حل تلاش کرنا ہوگا۔ عدالت نے نرالی منطق سے کام لے کر مسجد سکھوں کے حوالے کردی تھی۔ مگر آپ اپنی جدوجہد ترک نہیں کرنا چاہتے تھے۔ آپ کی ان تمام مساعی کا ایک مقصد تو یہ تھا۔ کہ مسلمانوں کے جذبہ ایمان کو پوری طرح بیدار کیا جائے۔ دوسرے انگریزوں پر واضح کر دیا جائے۔ کہ حزب اللہ جو شمالی ہند کی سب سے بڑی منظم اور فعال

Marfat.com

اسلامی جماعت ہے۔ مسلمانوں کے حقوق اور مفاد کی حفاظت کے لئے بڑی سے بڑی قربانی سے دریغ نہیں کرے گی۔ اس نازک دور میں انگریزوں کو مسلمانوں کی قوت اور طاقت کا اعتراف کرنے پر مجبور کرنا کسی طرح بھی ''جہاد اکبر'' سے کم نہیں تھا۔ حضرت امیر حزب اللہ کی مجاہدانہ سرگرمیوں نے جلالپور شریف کو مسلمانوں کی قوت اور طاقت کا فی الواقعہ ایک مضبوط حصار بنا ڈالا تھا۔

آلہ کے فساد

ان دنوں جلالپور شریف کے بالکل قریب دریائے جہلم کے دوسرے کنارے ''آلہ'' کے مقام پر فساد ہوا ہندوؤں اور سکھوں کا باہمی جھگڑا تھا۔ سکھوں نے ایک اشتعال انگیز اشتہار شائع کیا۔ ایک سکھ مارا گیا۔ مگر پتا نہ چل سکا قاتل کون تھا؟ اس پر سکھوں کے مشتعل جتھے پہنچنے لگ گئے اور آلہ میں دیوان منعقد ہونا قرار پایا۔ مسلم آبادی نے اجتماع کر کے مطالبہ کیا کہ سکھ مشتعل ہو چکے ہیں۔ خونریزی کا خطرہ ہے۔ دیوان مقرر نہ کیا جائے اس پر فساد بڑھا۔ دو ایک سکھ اور مارے گئے اس مرحلہ پر مسلمان پولیس کا نشانہ بن گئے۔ گرفتاریاں ہوئیں، مسلمانوں پر تاوان ڈالا گیا۔ پولیس کی چوکی بٹھا دی گئی۔ کسی کی سازش سے یہ بھی کہا گیا کہ اس فساد میں جماعت حزب اللہ کا دخل ہے۔ حالانکہ یہ جماعت شروع سے مصلحت کوش اور امن پسند رہی تھی اور اصولاً تخریبی کاروائیوں کے بالکل خلاف تھی۔ ہاں حضرت امیر حزب اللہ نے یہ ضرور کیا کہ جب تادیبی کاروائیاں شروع ہوئیں اور پولیس نے بے گناہ مسلم آبادی کو نرغے میں لے لیا تو آپ نے حکومت کو دلائل سے قائل کر کے مسلمانوں کی تمام تکالیف کا ازالہ فرمایا۔ ان سکھوں کے قتل کا انتقام امرتسر میں اس طرح لیا گیا۔ کہ سکھوں کے ایک مشتعل ہجوم نے نہتے اور بے خبر مسلمانوں پر حملہ بول دیا۔ بالکل انہی دنوں میں اسی قسم کا پانی پت کا واقعہ ہائلہ بھی انہی حالات کا شاخسانہ تھا یہ تمام واقعات اس حقیقت کی طرف اشارہ کر رہے تھے۔ کہ سکھ ایک قوم کی حیثیت سے مسلمانوں کے ساتھ رواداری اور صلح کوشی کے لئے آمادہ نہیں تھے۔

سیاسی اصلاحات کے نتائج

دراصل یہ سب کچھ ان ''سیاسی اصلاحات'' کا نتیجہ تھا۔ جن کا اعلان حکومت برطانیہ نے ۱۹۳۵ء میں قانون حکومت ہند کے نام سے کیا تھا۔ اس قانون کی رو سے ہندوستان میں وفاقی نظام حکومت قائم کرنے کی تجویز کی گئی تھی۔ صوبجات کو خود مختاری دیدی گئی تھی اور اندرونی محکمے اوں کے سپرد کر دیئے گئے تھے۔ وزیر اعظم برطانیہ نے گول میز کانفرنس کے فرقہ وارانہ نیابت

Marfat.com

کے متعلق اپنی طرف سے ایک اعلان کر دیا تھا اور پنجاب میں مسلمانوں کی اکثریت تسلیم کر لی گئی تھی۔ ہم نے دیکھا ہے کہ اس اکثریت کے تسلیم کرانے میں حضرت امیر حزب اللہ نے کس قدر نمایاں کردار انجام دیا تھا۔ ان سیاسی اصلاحات کے بعد اسی اکثریت کی بنا پر پنجاب میں جب وزارت بنی تو وزیر اعظم مسلمان تھا۔ ان حالات کی وجہ سے سکھ اندر ہی اندر غیظ و غضب کی آگ میں جل رہے تھے اور مشتعل ہو کر فساد انگیزی سے نہیں چوکتے تھے۔ یا تو وہ زمانہ تھا۔ کہ ہندو اور سکھ مسلمانوں کو قطعاً در خور اعتنا نہیں سمجھتے تھے یا اب مسلمانوں کی بیداری کی وجہ سے یہ لوگ سمجھ نہیں سکتے تھے کہ اپنی اغراض مشؤمہ کو پورا کرنے کے لیے جوش اسلامی کو کس طرح دبایا جائے۔ حالات میں اس خوشگوار تبدیلی نیز ملت اسلامیہ میں احساس مسابقت کی بیداری اور جہد للحیات و تنازع للبقاء کے لئے عزم بالجزم پیدا کرنے میں جماعت حزب اللہ نے خصوصی کردار ادا کیا تھا۔

سیاست اور حزب اللہ

تنگ نظر علما اور بے ہمت مشائخ نے سیاست کو خارزار سمجھا تھا۔ حالانکہ در حقیقت یہ گلزار ہے۔ کوئی قوم سیاسی استحکام کے بغیر دنیا میں زندہ نہیں رہ سکتی۔ سیاست اسلام سے خارج نہیں۔ اسی لئے اسلام نے وراثت ارضی کا اصل حق دار مسلمان ہی کو بتایا ہے۔ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اعلیٰ درجے کے سیاست دان، معاملہ فہم، مدبر اور رموز مملکت سے بخوبی واقف تھے۔ اس حقیقت کے زیر نظر حضرت امیر حزب اللہ نے مستقل مزاجی سے کام لے کر اپنی تقریروں اور تحریروں کے ذریعے مسلمانوں کو اس شجر ممنوعہ کے قریب آنے اور اس کے ثمرات سے بہرہ ور ہونے کی جرأت و ہمت دلائی اور اسلامی سیاسیات کو حزب اللہ کا جزو لاینفک بنا دیا۔ چنانچہ دیہات کے دور افتادہ مقامات میں بھی مسلمان سیاسی معاملات میں دلچسپی لینے لگے اور اپنے جائز حقوق کی حفاظت کے لئے میدان عمل میں نکل آئے۔ ۱۹۳۷ء میں مذکورہ بالا قانون حکومت ہند کے مطابق انتخابات ہوئے تو جماعت حزب اللہ نے بھی جماعتی حیثیت سے بعض امیدواروں کی حمایت کی جن کا بیشتر حصہ کامیاب ہو گیا۔

راجہ صاحب کی خدمات

اس موقع پر حضرت امیر حزب اللہ نے **"ووٹ کس کو دیں"** کے عنوان سے ایک رسالہ شائع فرما کر تحصیل پنڈ دادن خان کے مسلم رائے دہندگان کو مشورہ دیا کہ وہ اپنا ووٹ راجہ غضنفر علی خان کو دیں جو مسلمہ قابلیت، وسیع تجربہ، مکمل واقفیت اور سب سے حیرت انگیز اخلاقی جرأت اور دلیری کے مالک ہیں۔ آپ نے اس رسالہ میں راجہ صاحب

Marfat.com

تمام سابقہ شاندار اسلامی اور قومی خدمات کا ذکر کیا جو انہوں نے پورے دس سال تک لیجلسیٹو اسمبلی اور کونسل آف سٹیٹ میں انجام دیں تھیں۔ درگاہ اجمیر شریف کی بدنظمی کو دور کرانے کے لئے راجہ صاحب ہی نے قانون بنوایا تھا۔ کراچی کے حادثہ خونیں کے موقع پر کونسل آف سٹیٹ میں پر زور صدائے احتجاج بلند کرنے والے بھی آپ ہی تھے۔ علاوہ ازیں آپ نے فوجی ملازمت میں سادات پر عائد شدہ پابندیاں دور کرائی تھیں۔ پنڈ دادن خان کے علاقہ تھل میں زمینوں کے شور ہو جانے پر مالکان کے نقصان کی تلافی کرائی تھی۔ کھیوڑہ کے نمک تراشوں کی شکایات کا حکومت سے مداوا کرایا تھا۔ سرائے عالمگیر کے فوجی سکول کا تعلیمی معیار بلند کرایا تھا۔ فوج میں کمشن کے لئے فوجی سرداروں کے لڑکوں کو ترجیح دلائی تھی اور شاہ پور اور منٹگمری کے گھوڑی پال زمینداروں پر جو ناقابل برداشت سختیاں ہو رہی تھیں۔ ان کا ازالہ کرایا تھا۔ حضرت امیر حزب اللہ نے اس رسالے میں واضح فرمادیا کہ صرف راجہ صاحب ہی ہمارے صحیح نمائندے ہیں آپ چاہتے تھے کہ پنجاب میں ایسی وزارت قائم ہو جو عوام الناس کی بہبودی کو اپنا نصب العین قرار دے۔

الائچی کی ڈاچی کی بلائے بے درماں سے نجات
کیلئے امیر حزب اللہ مدظلہ العالی کا کامیاب عملی اقدام

حضرت امیر حزب اللہ کی خدمت میں پیر بھائی ہر وقت حاضر ہوتے رہتے تھے اور اپنی تکالیف بیان کیا کرتے تھے۔ آپ کو دیہات میں دورہ کرتے ہوئے بھی دس سال گزر چکے تھے اور آپ نے ان سالوں میں کاشتکاروں اور زمینداروں کی زبوں حالی کا اچھی طرح مطالعہ کر لیا تھا آپ کو بخوبی علم تھا۔ کہ قرضہ اور سود در سود ان بے چاروں کے لئے وبال جان بن چکا ہے سود در سود کی لعنت کا یہ نتیجہ تھا کہ بلا مبالغہ کوئی غریب بیمار ہونے پر اگر ہندو یا سکھ دوکاندار سے الائچی بطور قرض لیتا تو بعد میں ڈاچی یعنی اونٹنی دے کر بھی قرض سے نجات حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ انتخابات کے بعد صوبہ میں اتحاد پارٹی کے قائد کی حیثیت سے سردار سکندر حیات خان نے وزارت قائم کی تھی۔ ایک ہندو جاٹ چھوٹو رام بھی ان کی وزارت میں تھے جو ہندو ساہوکاروں کے بری طرح زخم خوردہ تھے۔ راجہ غضنفر علی خان منتخب ہو کر پارلیمنٹری سیکرٹری بنے تھے۔ والا قدر جناب نواب سر محمد مہر شاہ صاحب بھی پنجاب اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے تھے۔ سردار سکندر حیات ان نواب صاحب کے زیر اثر تھے۔ اسی لئے وہ سر چھوٹو رام کو لے کر کئی بار جلالپور شریف حاضر ہوئے اور عرس مبارک کے موقع پر حزب اللہ کے جلسہ میں دونوں وزراء نے تقریریں بھی کیں

Marfat.com

حکومت پنجاب اثر پذیر نظر آرہی تھی۔ اس لئے حضرت امیر حزب اللہ نے خلق خدا کو نفع پہنچانے کی صورت نکالی اور قرضوں کی منسوخی نیز زمینداروں کی سودو بہبود والے قوانین کی منظوری کے لئے حکومت پر زور ڈالا۔ سکندر حیات خان اور چھوٹو رام کو آپ نے ذاتی طور پر زمینداروں کی حالت زار سے تفصیلاً آگاہ فرمایا اور قرار دادیں پاس کروا کے حکومت کو بھجوائیں۔ چنانچہ آپ کی جدوجہد اور ذاتی اثر و رسوخ کی وجہ سے قرضہ اور سود در سود کی بلا سروں سے ٹل گئی۔ اور حزب اللہ نے اقتصادی مرفہ الحالی کا جو پروگرام شروع کر رکھا تھا۔ خدا کے فضل سے اس کی عملی صورت سامنے آگئی۔

ہم نے دیکھا ہے۔ کہ حضور کے دل میں تمام عالم اسلام کا درد تھا۔ جولائی ۱۹۳۷ء میں جب حکومت برطانیہ نے فلسطین کو تقسیم کرنے کی تجویز کا اعلان کیا تو آپ اس سے بدرجہ غایت متاثر ہوئے۔ اس موقع پر تمام دنیائے اسلام میں حزن وملال اور رنج وقلق کی لہر دوڑ گئی اور تمام جہان کے مسلمانوں نے بلالحاظ رنگ ونسل اور ملک وقوم اس سانحہ ملی پر زبردست صدائے احتجاج بلند کی بیت المقدس کی وہ پاک سرزمین جسے "بارکنا حولہ" کا خدائی خطاب حاصل ہے جو ہمارے پیغمبروں کا مرقد، ہمارے اولیا اللہ کا مدفن اور ہمارے اسلاف کی فرودگاہ ہے جو مسلمانوں کا قبلہ اول ہے۔ جسے صلیبی جنگوں (۱۱۸۴ء تا ۱۱۹۲ء) میں رچرڈ شیر دل شاہ انگلستان اور فلپ شاہ فرانس متحدہ یورپ کے بل بوتے پر بھی فتح نہ کر سکے۔ اب برطانیہ کے ارباب حل وعقد کی ایک جنبش قلم سے مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل رہی تھی۔ منصوبہ یہ تھا کہ بیت المقدس اور مقامات متبرکہ پر برطانیہ کا قبضہ ہو۔ ملک کی زرخیز اور کار آمد زمینوں پر یہود قابض ہو جائیں اور ملک کا ریگستانی اور بنجر علاقہ غریب عربوں کو دیا جائے۔ بالفاظ دیگر

از صحن خانہ تا بہ لب بام زان من   وز سقف خانہ تا بہ ثریا از آن تو

کو عملی جامہ پہنایا جا رہا تھا۔

دیرینہ سازش

عربوں کے خلاف یہ سب کچھ ایک دیرینہ سازش کا نتیجہ تھا۔ کرنل لارنس اور شریف مکہ کے ذریعے بہادر ترکوں کو جنگ عالمگیر اول میں اسی لئے شکست دلائی گئی تھی۔ کہ من مانی کارروائیوں کے لئے میدان صاف ہو جائے۔ لیکن افسوس ہے عرب اس موقع پر اس راز کی گہرائی تک نہ پہنچ سکے۔ حضرت امیر حزب اللہ کی ضمیر پاک اس منصوبہ سے آگاہ تھی۔ اس لئے سفر شام کے موقع پر ۱۹۱۹ء میں آپ نے دمشق میں مشہور محدث حضرت شیخ بدرالدین کو ترکوں کی جانی اور مالی امداد

Marfat.com

اعانت کے لئے ترغیب دی تھی۔ جنگ عالمگیر اول۔ کے بعد ۱۹۱۶ء میں برطانیہ، فرانس اور روس کے درمیان خفیہ معاہدہ ہوا تھا۔ کہ فلسطین میں بین الاقوامی حکومت قائم کی جائے اور پھر ۱۹۱۷ء میں اعلان بالفور کے ذریعے بتایا گیا تھا کہ حکومت برطانیہ فلسطین میں یہودیوں کے لئے قومی وطن قائم کرنے کو مستحسن سمجھتی ہے اور اس مقصد کے حصول میں سہولتیں پیدا کرنے میں کوئی دقیقہ بھی اٹھا نہ رکھے گی۔ حکومت برطانیہ نے اپنی اس یہود نواز حکمت عملی کی بنا پر عربوں پر جو مظالم توڑے تھے، انہیں جس طرح گولیوں کا نشانہ بنایا تھا، تازیانہ کی سزائیں دے دے کر ان کی چمڑیاں اتاری تھیں اور اب ان مظلوموں کو خانہ بدر بھی کیا جا رہا تھا۔ حضرت امیر حزب اللہ کو ان تمام باتوں کا بخوبی علم تھا اسلیئے آپ نے حزب اللہ کے دسویں سالانہ اجلاس میں ان کا ذکر بڑے دردِ دل کے ساتھ کیا اور حکومت برطانیہ کو متنبہ کیا کہ چند ہزار یہودیوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کئی کروڑ مسلمانوں کی ناراضگی مول نہ لے اور تقسیم کے معاملہ پر نظر ثانی کرے آپ نے اس امر کی وضاحت فرمادی کہ مسلمان بے بس سہی، کمزور سہی، ناطاقت سہی۔ لیکن اگر تقسیم کی گئی تو ہم مسلمانوں کے دلوں میں برطانیہ کی خود غرضی اور یہود نوازی کی وجہ سے ناسور پڑ جائیں گے اور یہ زخم کبھی مندمل نہ ہو سکیں گے۔

اگلے سال جب ۵، ۶ رجمادی الثانی ۱۳۵۷ھ مطابق ۲، ۱۳ اگست ۱۹۳۸ء کو عرس مبارک کے موقع پر حزب اللہ کا گیارھواں سالانہ جلسہ منعقد ہوا تو آپ نے پھر مسئلہ فلسطین کا ذکر کیا۔ مسلمانوں کیلیئے ابتلاء اور آزمائش کا زمانہ تھا۔ اسی لئے آپ نے دعوتی چٹھی میں ارکان حزب اللہ اور برادران طریقت کو جلسہ میں شمولیت کے لئے پرزور ترغیب دی تا کہ اجتماع نمائندہ حیثیت رکھنے والا ہو اور اس میں جو آواز بلند ہو اسے جماعت کے زیادہ سے زیادہ اراکین کی تائید و حمایت حاصل ہو سکے۔ آپ نے اس اجلاس میں تقسیم فلسطین پر پھر بڑی شدت کے ساتھ صدائے احتجاج بلند کی اور حکومت برطانیہ کو پھر متنبہ فرمایا کہ عرب کے سپوت مٹ جائیں گے، تباہ ہو جائیں گے۔ لیکن اپنی آن اور شان ضرور قائم رکھیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ اگرچہ ہم اپنے عرب بھائیوں کی کوئی عملی اعانت نہیں کر سکتے۔ لیکن برطانیہ کا یہ طریق عمل ہمارے لیے بے حد دل خراش اور یاس انگیز ہے۔ آپ نے دعا کی کہ خدا کرے برطانیہ مسلمانان عالم کی اس اضطراب انگیز کیفیت کو محسوس کرتے ہوئے اس قضیہ نامرضیہ کا کوئی ایسا حل تلاش کرنے میں کامیاب ہو جائے جو بدامنی کا خاتمہ کردے اور ہمارے فلسطینی عرب بھائی آرام کا سانس لے سکیں۔ اس موقع پر اپنے خطبہ میں حضور نے فلسطینی عربوں کی حالت زار کا جو نقشہ کھینچا۔ وہ دیدنی

Marfat.com

ہے:۔

گیارہویں سالانہ جلسہ کے خطبہ صدارت کا ایک اقتباس

فلسطین کی ریاست پر بسنے والے بے کس مظلوم مسلمان عربوں پر "شیر برطانیہ" کے ایسے دردناک مظالم اور ہولناک ستم ہیں۔ جن کو بیان کرتے ہوئے آنکھیں اشک بار ہورہی ہیں۔ اور جن کے سننے کے لئے پتھر کا کلیجہ ہونا چاہیے۔ ہمارے بے چارے مسلمان بھائیوں کا قصور صرف اتنا ہے کہ وہ برطانیہ کی یہود نواز حکمت عملی کے سامنے سر تسلیم خم کیوں نہیں کرتے اور وہ اپنے آبائی وطن اور پشتینی جائدادوں کو بلاحیل وحجت قرآنی اصطلاح کے مطابق دنیا کی ذلیل ترین قوم یہود کے سپرد کیوں نہیں کر دیتے اور ایسی بے خانماں خبیث قوم کو جس کی شرارتوں سے تنگ آکر ہٹلر نے اسے جرمنی سے خارج کر دیا اور اب اسے آسٹریا سے بیک بنی و دو گوش نکالا جارہا ہے۔ وہاں اپنی نو آبادی قائم کرنے اور بہترین جائدادیں پیدا کرنے میں رکاوٹ کیوں کی جاتی ہے۔ ہمارے غیرت مند بھائیوں نے اپنی مسلمہ عزت نفس وخودداری کے حسب اقتضائے ان کے ناجائز مطالبات کو پائے استحقار سے ٹھکرادیا اور اب ان پر وہ ظلم وستم توڑے جارہے ہیں۔ جن کی نظیر مشکل سے ملے گی قرون مظلمہ بھی اس قسم کی مثالیں پیش کرنے سے عاجز ہیں۔ بخت نصر کے بیان کردہ مظالم، حجاج بن یوسف کی طرف منسوب ستم آرائیاں، روما کے جلنے اور نیرو کے بانسری بجانے کی کہانی، دہلی کا قتل عام اور نادر شاہ درانی کا اس سے لطف اندوز ہونا سب پرانے قصے ہیں اور بے تحقیق افسانے۔ مگر آج فلسطین کے عربوں کو جس طرح چن چن کر قتل کیا جارہا ہے جس طریق سے ان کی آزادی سلب کی جارہی ہے۔ بجلی کی رو والی تاروں کی باڑ لگا کر جس طرح کہ ان کا تعلق بیرونی ممالک سے منقطع کر دیا گیا ہے اور انہیں بالکل نہتا کر کے اور یہودیوں کو اسلحہ بہم پہنچا کر قتل وغارت کا جو تماشا دیکھا جارہا ہے۔ ان کے مشائخ، علماء، اور زعماء کو جس بیدردی سے ترک وطن پر مجبور کیا گیا ہے اور معمولی جرموں کے عوض جو لرزہ براندام سزائیں دی جارہی ہیں اور پھر انہیں ستم ظریفی کے ساتھ کہا جارہا ہے کہ اپنے قتل کے فتوے پر خود دستخط ثبت کرو۔ غرض اس قسم کے سینکڑوں دل خراش واقعات روز روشن میں ہورہے ہیں۔ جنہیں تمام عالم دیکھ رہا ہے۔ اس پر صدا۔

Marfat.com

احتجاج بلند کرنا از بس ضروری ہے۔

حضرت امیر حزب اللہ نے بڑی دردمندی اور جگر سوزی کے ساتھ فلسطین کے ستم رسیدہ عربوں سے اظہار ہمدردی کیا۔ مگر حکومت برطانیہ مشرق وسطیٰ میں اپنی مخصوص سیاسی حکمت عملی کو کامیاب دیکھنا چاہتی تھی۔ اس لئے وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔ صلیب اور ہلال کی وہ تاریخی آویزش کو مسلمان بالکل بھول چکے تھے۔ انگریزوں کو اب بھی یاد تھی۔ اس لئے انہوں نے مسلمانوں کو کمزور اور غافل پاکر مشرق وسطیٰ کا دل ان سے چھین لیا اور یہودیوں کے حوالے کر دیا۔ اس امید پر کہ یہ لوگ مستقبل میں انگریزوں کے ہر طرح آلہ کار بن سکیں گے۔ تقسیم فلسطین کا منصوبہ مکمل ہو گیا اور فلسطین میں اسرائیل کو قومی وطن بھی مل گیا۔ لیکن اس طرح جو ناسور مسلمانوں کے دلوں میں پیدا ہوا خبر نہیں آئندہ چل کر کیا صورت دکھائے گا۔ فلسطین اور بیت المقدس کی پاک سرزمین کو مسلمانان عالم کبھی بھلا نہیں سکتے۔

اقتباس بالا میں "ہر ہٹلر" کا ذکر آیا ہے۔ بیسویں صدی کے نصف اول کا یہ مختار مطلق ہے۔ جس کی ہمت بلند نے جرمنوں کی شکست خوردہ قوم کو دنوں میں عظیم توانائی اور طاقت عطا کر دی تھی۔ ہٹلر ۱۹۳۲ء میں برسر اقتدار آیا تھا اور پھر جلد مختار مطلق بن گیا۔ پہلی جنگ عظیم کے خاتمہ پر عہد نامہ ورسائی ہوا تو جرمنی سے کافی علاقے چھین کر بلجیم، فرانس اور پولینڈ کو دیدیئے گئے تھے۔ اس کا ایک وسیع علاقہ یعنی رائن لینڈ اور اس کی نو آبادیاں اتحادیوں کے حوالے کر دی گئی تھیں اور جو بھاری تاوان جنگ جرمنی پر ڈالا گیا وہ علیحدہ تھا۔ کوشش کی گئی تھی کہ جرمنی کو اس طرح دبا دیا جائے کہ وہ پھر کبھی ابھر نہ سکے۔ اس عہد نامے پر ورسائی کے شیش محل میں دستخط ہوئے تھے۔ دوسرے الفاظ میں قدرت اتحادیوں کو کہہ رہی تھی۔ کہ شیش محل اس عہد نامہ کی بنیادی کمزوری کی علامت ہے۔ چنانچہ ہر ہٹلر نے اپنی نازی جماعت کی مدد سے بہت جلد اس عہد نامے کو نازک آبگینے کی طرح چور چور کر دیا۔ انجام کار دوسری جنگ عظیم ۱۹۳۹ء میں چھڑ گئی۔ جرمن افواج سیلاب کی طرح ادھر ادھر یورپ میں پھیل گئیں۔ اٹلی کا مختار مطلق مسولینی بھی جرمنی کا حلیف بن گیا۔ آغاز جنگ سے پہلے مسولینی نے کمزور اور نہتے ابے سینا پر قبضہ کر لیا تھا۔ آہستہ آہستہ برطانیہ، امریکہ اور روس ایک دوسرے کے اتحادی بن گئے۔ فرانس پہلے ہلے میں ختم ہو چکا تھا اور تقریباً تمام یورپ پر ہر ہٹلر کا قبضہ تھا۔ افریقہ اور ایشیا میں بھی جنگ پھیل گئی۔ عراق عرب میں رشید عالی الگیلانی نے جرمنوں کی حمایت میں سر اٹھایا۔ ادھر جاپان نے امریکی بندرگاہ پرل ہاربر پر حملہ کر کے بحر الکاہل میں بھی جنگ کے شعلے بھڑکا دیئے۔ جاپان نے چین پر قبضہ کر لیا اور

Marfat.com

برطانوی بیڑے کو سنگاپور میں تباہ کرنے کے بعد برما پر بھی قابض ہو گیا۔ اور اس طرح نائرہ جنگ ہندوستان کی سرحدوں میں داخل ہو گیا۔ اب تمام کرہ ارض جنگ کی لپیٹ میں آچکا تھا۔ تباہی بربادی اور خونریزی کا اندازہ لگانا ناممکن ہے۔ اہل برطانیہ نے جرمن بمباروں کے مقابلہ میں جس پامردی اور استقلال کا اظہار کیا۔ اور سٹالن گراڈ کی دست بدست لڑائی میں روسیوں نے جس عزم راسخ، بے جگری اور سرفروشی کا مظاہرہ کیا۔ ہمت اور شجاعت کی داستانوں میں ان کا ذکر ہمیشہ ہوتا رہے گا۔

جنگ عظیم میں جماعت حزب اللہ کا موقف

اس جنگ کے دوران میں افواج اور سامان رسد کی خاطر ہندوستان اور اقوام ہند کی امداد حکومت برطانیہ کے لئے اشد ضروری تھی۔ حضرت امیر حزب اللہ نے اس موقع پر نہایت ہی واضح موقف اختیار فرمایا۔ برطانیہ سے مسلمانوں کو کئی ایک جائز شکایات تھیں۔ لیکن جنگ نے یہ سوال پیدا کر دیا تھا۔ کہ برطانیہ کی شکست کی صورت میں کیا وہ اس بات پر آمادہ تھے۔ جرمنی، اٹلی جاپان یا روس ان پر حکمرانی کرے؟ نازیت اور فاشیت کے خیالات یہاں کے بالکل غیر موافق تھے۔ ہوس استعمار نے انہیں بے حد مستبد بنا دیا تھا۔ جاپان کے لوگ دوسری اقوام سے درندوں کی طرح پیش آتے تھے۔ سویٹ روس کے حکمران طبقہ کی بے دینی اور الحاد پرستی کا حال ہر ایک کو معلوم تھا۔ مذہب کو ہر شے سے زیادہ عزیز سمجھنے والے مسلمانوں پر بالشویزم کا جامہ کبھی پورا نہیں اتر سکتا تھا۔ ان ممالک میں سے کسی ایک کا غلبہ و تصرف اس بات کے مترادف تھا۔ کہ کہیں مسلمان اور دیگر اقوام ہند ایک چھوٹی بلا کے پنجے سے نکل کر کسی بڑی بلا کی آہنی گرفت میں نہ چلے جائیں۔ اس طرح ہندوستان کی پنجاہ سالہ جدوجہد حریت پر پانی پھر جانے کا خطرہ تھا۔ اور آزادی کی جو توقعات پیدا ہو چکی تھیں ان کا ملیا میٹ ہونا یقینی تھا۔ حضور علیہ السلام کا فرمان اقدس ہے۔ کہ مسلمان کے سامنے اگر دو بلائیں آجائیں جن میں سے ایک بڑی اور ایک چھوٹی ہو اور کوئی مفر نہ رہے تو بڑی بلا کے مقابلے میں چھوٹی کو منظور کر لینا چاہیے۔ بنابریں حضرت امیر حزب اللہ نے مسلمانوں کو بالعموم اور حزب اللہ والوں کو بالخصوص ترغیب دی کہ وہ اپنے طرز عمل سے برطانیہ کے لئے مشکلات پیدا نہ کریں۔ کیونکہ ہمارے مستقبل کا بہت کچھ انحصار برطانوی حکومت کے قیام اور زوال پر تھا اور ہندوستان کا سیاسی ارتقاء بہت کچھ برطانیہ کے ساتھ وابستہ تھا۔ ایسی کوئی تاویل آپ کی سمجھ میں نہیں آسکتی تھی۔ جس کی رو سے ایک قوم کی غلامی سے نکل کر دوسری کی غلامی کو ترجیح دی جاسکتی ہو۔ بعد کے حالات نے ثابت کر دیا کہ رائے ہر طرح

Marfat.com

ں۔ آپ نے برطانوی حکومت کو بھی واضح الفاظ میں فردیا کہ اختتام جنگ پر ہندوستان کو حسب
دہ حکومت خود اختیاری دیدی جائے۔ حضور کی اس واضح حکمت عملی کا یہ نتیجہ نکلا کہ ہمارے
دران طریقت اور حزب اللہ کے رضا کار اطمینان دل سے ہزاروں کی تعداد میں حکومت کے
ئم کردہ مختلف فوجی اداروں میں شامل ہو کر مشرق و مغرب کے ہر محاذ پر داد شجاعت دیتے
ہے۔

آمریت، جمہوریت اور اسلامی شورائیت:

جنگ عالمگیر ۱۹۴۵ء میں ختم ہوئی۔ حضرت امیر حزب اللہ اپنے سالانہ خطبہ صدارت میں
ر سال اس پر تبصرہ فرمایا کرتے تھے۔ وقت کا یہ اہم ترین مسئلہ تھا۔ دنیا بھر کی مصافی یا غیر مصافی
بادی تمام کی تمام کسی نہ کسی صورت میں اس لپیٹ میں آچکی تھی۔ اس لئے اس مسئلہ کو کس طرح
ظر انداز کیا جا سکتا تھا۔ جب ابتداء میں سیاسی خیالات کے لوگ جنگ کے متعلق ہزار تاویلات
یش کر رہے تھے۔ حضور نے اس پر مذہبی نقطہ خیال سے نظر ڈالی۔ قرآن حکیم نے جنگ کو آگ
ے نسبت دی ہے:

كُلَّمَا اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ، اَطْفَأَهَا اللّٰهُ (الایہ)

اس تشبیہ کے مطابق یہ آگ اطراف و اکناف عالم میں پھیل چکی تھی۔ یورپ آتش کدہ جہنم بن
کا تھا اور ایشیا اور افریقہ تک ان کے شعلے پہنچ چکے تھے۔ سمندروں کا پانی بھی ان شعلوں سے محفوظ
ہیں تھا۔ ہوائی جہازوں اور بحری سرنگوں کی وجہ سے سمندروں میں آمد و رفت ہلاکت آفرین بن
کی تھی۔ حضرت امیر حزب اللہ نے فرمایا کہ تہذیب جدید کے علمبردار اپنی ایجادات و اختراعات
نازاں تھے۔ انہیں اپنی عقل و فکر اور دانش و بینش پر افتخار تھا۔ اور خدا کی ہستی کا عملاً انکار عام ہو
کا تھا۔ اسلئے جنگ دراصل خداوند تعالیٰ کی طرف سے بنی نوع انسان پر ایک سخت ترین عذاب کی
ورت میں نازل ہوئی اور جب تک قدرت خود مہربان نہیں ہوگی انسانی کمزور کوششیں دنیا کو اس
ذاب الیم سے نہیں بچا سکتیں۔ یہ جنگ فقط ہوس اقتدار پر مبنی نہیں تھی اور متحاربین کو فقط دوسرے
لکوں پر قبضہ کرنا منظور نہیں تھا۔ بلکہ حقیقت میں یہ جنگ آمریت اور جمہوریت کے درمیان ایک
م کا تصادم اور تقابل تھا۔ آمریت دنیا بھر کو اپنے قبضہ و تصرف میں لانا چاہتی تھی اور جمہوریت
ں سابقہ روایات کے قیام و استحکام کی خواہشمند تھی۔ حضرت امیر نے فرمایا کہ اسلامی نقطہ خیال
سے یہ دونوں نظام غلط ہیں۔ آمر مطلق بعض اوقات اپنی غلط روش سے قوم اور ملک کو تباہی کے
ھے میں ڈال دیتا ہے اور محض جمہوریت آرائے کے تنوع اور گونا گونی کے باعث کسی ایک

Marfat.com

نتیجہ پر نہیں پہنچتی۔ اسلام نے جہاں ایک طرف جمہوریت کی حوصلہ افزائی کی ہے وہاں ایک امیر یا آمر کا وجود بھی لازمی قرار دیا ہے تا کہ ایک صحیح الدماغ شخص چند اہل الرائے اصحاب کے صلاح مشورے سے ملک کا نظم ونسق برقرار رکھ سکے۔

ہوس استعمار، جنگ اور جہاد

جنگ شروع ہوئی تو چیکوسلواکیہ، پولینڈ، ناروے، لکسمبرگ، ہالینڈ، بلجیم، یوگوسلاویہ، فرانس وغیرہ ممالک جن کے پاس قوت مدافعت مضبوط نہ تھی۔ جرمنی کے سامنے نہ ٹھہر سکے اور ان کے دہن آز کے لئے لقمہ تر بن گئے۔ برطانیہ نے بالخصوص بڑی پامردی سے مقابلہ کیا اور اس سے ثابت ہو گیا۔ کہ اس کے قوائے عمل مضمحل نہیں ہوئے تھے۔ اور انگریز کے دماغ میں یہ فلسفہ رچا ہوا تھا۔ کہ ذلت اور غلامی کی زندگی سے عزت وآبرو کی موت بہتر ہے۔ اس حقیقت کے زیر نظر حضرت امیر حزب اللہ نے جہاد فی سبیل اللہ کی اہمیت واضح فرمائی اور بتایا کہ یہ فی الحقیقت جہد للحیات کی ایک عملی تفسیر ہے اور یہ جو قرآن مجید میں بدلہ اور قصاص کو زندگی اور حیات سے تشبیہ دی گئی ہے۔ یہ البقاء للاصلح کے نظریہ کی حقیقی تشریح ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ماضی کے افسانے اور گزشتہ کیا! اور موجودہ حالات کیا! تمام بتاتے ہیں۔ کہ زبردست طاقت اور مضبوط ترین قوت حاصل کیے بغیر کوئی قوم زندہ نہیں رہ سکتی اور جس قوم کے اندر تہور و شجاعت اور استقلال و پامردی کے اوصاف حسنہ پیدا ہو جاتے ہیں۔ وہی قوم اقوام عالم کی صف اولیں میں شمار ہونے لگتی ہے۔ غور وفکر سے پتہ چلتا ہے۔ کہ زندگی اور موت دراصل حرکت اور سکون کے دوسرے نام ہیں ہر متحرک چیز آثار حیات لئے ہوئے ہے اور ہر ساکن شے بے جان اور مردہ حرکت اور جد و جہد پر زور دیتے ہوئے آپ نے تلقین فرمائی کہ قوم کے تحفظ اور بقاء کے لیے طاقت اور قوت اتنی ہی ضروری ہے۔ جس قدر کہ کسی شخص کی زندگی کے لیے کھانا اور پینا۔ یہ وہ مبارک درس حیات تھا۔ جو جناب امیر اپنی بابرکت جماعت حزب اللہ کے ذریعے شروع دے رہے تھے۔ اس لیے ۱۹۴۱ء کے خطبہ صدارت میں آپ نے ایک دفعہ پھر فرمایا:

مجاہد کی قلمی تصویر

"میری آنکھیں ایک حیرت انگیز مگر دلفریب نظارہ دیکھنا چاہتی ہیں اور مسلمانوں کے ارتقائے منازل طے کر جانے کی شکل میں میری دلی تمنا اور قلبی خواہش ہے۔ کہ تمھیں دین اور دنیا میں کامیاب اور کامران دیکھوں اور میرے لئے زندگی میں وہ ساعت بڑی ہی مبارک ہوگی۔ جبکہ میں مسلمانوں کو ان کے

Marfat.com

اصلی رنگ وروپ میں دیکھوں گا۔

ایک خدا کی غلامی کرنے والا مگر اَنْدَاداً مِن دُونِ اللہِ اور اَرْبَاباً مِن دُونِ اللـــہِ کے سامنے سرکش ومتمرد۔ جہاں بھر کا باغی مگر ایک کا وفادار۔ کسی سے نہ ڈرنے والا مگر ایک کی خشیت سے لرزہ براندام۔ سب سے بے نیاز مگر ایک کا نیاز مند۔ سب سے بے گانہ مگر ایک کا یگانہ۔ سب کی نظروں میں دیوانہ مگر ایک کا فرزانہ۔

کسی کی رضا جوئی میں موت سے کھیلنے والا، کسی کی تعمیل حکم میں پہاڑوں کی چوٹیوں سے کود جانے والا، دریاؤں اور سمندروں میں غوطہ لگانے والا، اپنے سینے پر تلوار کا وار اور گولیوں کی بوچھاڑ سہنے والا۔

قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی یادگار، اسلام کے مایہ ناز فرزند اور امت مرحومہ کے جانباز سپاہی کی یہ تصویر کھینچ کر حضرت امیر حزب اللہ نے دراصل نظریہء توحید کو عملی زندگی میں اس طرح جاری و ساری کر لینے کی تعلیم دی تھی۔ کہ مسلمان اس کی بدولت از سرنو بنیان مرصوص بن جائیں اور کوئی شیطانی واہرمنی قوت اور ابلیسی وطاغوتی طاقت ان کے سامنے آنے کی جرأت نہ کر سکے۔

جنگ کے دوران میں حضرت امیر کی ہدایات

جنگ کا نائرہ مشتعل ہوا اور دائرہء حرب وسیع ہوا تو اندرون ملک بھی کئی خطرات کا پیدا ہونا بعید از قیاس نہیں تھا۔ جنگ کی وجہ سے واقعات یکا یک تبدیل ہو جاتے تھے اور حالات فوراً پلٹا کھا جاتے تھے۔ سقوط برما کے بعد جاپانی افواج آسام تک پہنچ گئیں تو یہ خطرہ اور بھی زیادہ بڑھ گیا ایسے مواقع پر غیر ذمہ دار، شرارت پسند اور ادنیٰ طبقہ کے لوگ ہمیشہ ناجائز فائدہ اٹھایا کرتے ہیں علاوہ بریں ہندوستان میں تو فرقہ وارانہ جذبات بھی موجود تھے اور انہی کی وجہ سے ان ایام میں بمبئی، احمد آباد اور ڈھاکہ میں فسادات اور قتل وغارت کے واقعات رونما ہوئے تھے۔ ان حالات کے زیر نظر اندرونی خلفشار عام ہونے کا خطرہ تھا اس جنگ نے کئی ممالک میں یہ ثابت کر دیا تھا۔ کہ غلط افواہیں اور جھوٹی خبریں شکست اور تباہی کا موجب بنتی تھیں۔ اس لئے حضرت امیر حزب اللہ نے اپنے خطبات میں بار بار تلقین فرمائی کہ ملک میں امن وامان قائم رکھنے کے لئے ہر ممکن کوشش عمل میں لائی جائے اور اس ضمن میں حکومت جو تدابیر اختیار کرے ارکان ورضا کاران حزب اللہ کو چاہیے کہ پوری طرح اشتراک عمل کریں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ حق ہمسائیگی کے پیش نظر ہندوؤں اور سکھوں کے ساتھ بھی ہمیں ہمدردی ہونی چاہیے۔ ان کے عزت وناموس کی

Marfat.com

حفاظت بھی لازم ہے۔ اسلام ہمیں یہی تعلیم دیتا ہے کہ اگر تمہارا پڑوسی غیر مسلم بھی ہو تو بھی تم پر اس کا حق ہے۔ آپ نے مزید فرمایا کہ اگر فسادات پھوٹ پڑیں امیر سے استصواب کے بغیر کوئی اقدام نہ کیا جائے اور افواہوں اور جھوٹی خبروں پر ہرگز ہرگز اعتماد نہ کیا جائے آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر دشمن کے ہوائی جہاز ان علاقوں پر تاخت وتاراج کریں اور بم پھینکنے لگیں تو آپ مردانہ وار اس مصیبت کا مقابلہ کریں اگر کہیں آگ لگ جائے تو اسے بجھائیں۔ اگر ملبہ کے نیچے کوئی شخص آ جائے تو اسے جوانمردی کے ساتھ باہر نکالیں۔ اپنے زخمیوں کی مرہم پٹی کریں اور اپنے حوصلہ اور ہمت کو پست نہ ہونے دیں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اگر کوئی شخص یا کوئی قوم آپ کی عزت یا ناموس پر ہاتھ ڈالے۔ خواہ جاپانی افواج ہوں یا جرمن عساکر تو آپ کی غیرت وحمیت کا تقاضا ہے کہ مر مٹ جائیں۔ مگر اپنی عزت وآبرو، اپنی بیویوں کی عصمت، اور اپنی عبادت گاہوں کے تقدس پر آنچ نہ آنے دیں جبکہ:۔

"عزت کی موت ذلت کی زندگی سے ہزار درجہ بہتر ہوا کرتی ہے"

جماعت خاکسار کا سقوط

جنگ کے سال اول میں ایک بڑا افسوس ناک واقعہ رونما ہوا۔ علامہ عنایت اللہ خاں مشرقی نے عرصہ سے خاکسار تحریک جاری کر رکھی تھی جو نیم عسکری نوعیت کی تھی اس کے فوجی کیمپ جب بڑھنے لگے اور بیلچہ بردار خاکساروں کی پریڈ عام ہو گئی تو حکومت کو خطرہ پیدا ہوا کہ ساری قوموں کے اندر اگر ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی یہ شوق ترقی کر گیا تو فرقہ وارانہ خیالات کی موجودگی میں ممکن ہے یہ عسکری تربیت باہم دگر تصادم وتقابل کا پیش خیمہ ثابت ہو۔ اس لئے پریڈ ممنوع قرار دیدی گئی۔ یہ حکم امتناعی عام تھا بالواسطہ اس کا اثر جماعت حزب اللہ پر بھی پڑا کیونکہ عسکری تنظیم اور قواعد پریڈ اس کے اصول میں بھی شامل تھی۔ اس کے متعلق امیر حزب اللہ نے ایک طویل بیان اخبارات کو ارسال فرمایا جس میں کہا گیا تھا کہ ملکی حالات اور سیاسی انقلابات اس بات کے حق میں ہیں کہ ان تنظیموں کے قواعد پر پابندی نہ ہو آپ کا ارادہ تھا کہ آئینی طریقوں سے ان قیود کو دور کرنے کے لئے سعی عمل میں لائی جائے۔ مگر علامہ صاحب نے یہ روش اختیار نہ کی اور کمزور اقوام کے پراعتماد ہتھیار یعنی عدم تشدد کو ترجیح نہ دی بلکہ حکومت سے ٹکر لے لی۔ تشدد کا یہ حربہ خودکشی کے مترادف ثابت ہوا۔ خاکساروں کے خلاف آئین اجتماع پر گولی چلی۔ سینکڑوں خاکسار جاں بحق ہوئے اور مسلمانوں کو قدرتی طور پر شدید روحانی اذیت پہنچی۔ اس تصادم کا یہ نتیجہ نکلا کہ خاکسار تحریک پھر نہ سنبھل سکی۔

Marfat.com

حزب اللہ پر پابندی

عقائد و خیالات کے اعتبار سے حزب اللہ اور خاکساریت کے درمیان بعد المشرقین تھا۔ تاہم اس حادثہ میں جاں بحق ہونے والے چونکہ مسلمان تھے حضرت امیر حزب اللہ کو اس کا سخت قلق ہوا۔ علاوہ بریں حکم امتناعی عام تھا اس لیے اپنے خطبہ ہائے صدارت میں اس کا متعدد بار ذکر فرمایا۔ آپ چاہتے تھے کہ حزب اللہ پر سے پریڈ کی پابندی ہٹالی جائے۔ جبکہ ایک طرف ملک کے اندرونی امن کے برقرار رکھنے میں جماعت حزب اللہ حکومت کے ساتھ تعاون کیلئے بالکل تیار تھی۔ دوسرے حزب اللہ والوں کو پریڈ کی اجازت مل جانے سے کسی فرقہ وارانہ تصادم کا بھی خطرہ نہیں تھا کیونکہ اس جماعت کی غالب اکثریت دیہاتی طبقہ پر مشتمل تھی اور وہاں اس قسم کی کشمکش پیدا ہونے کا کوئی امکان نہیں تھا۔ سردار سکندر حیات خان ۱۹۴۰ء میں حزب اللہ کے سالانہ جلسے میں شامل ہوئے تو جناب امیر نے انہیں یقین دلایا کہ ہماری جماعت صوبہ بھر میں امن قائم رکھنے، فرقہ وارانہ فسادات کو ہر طریق سے مٹانے اور مختلف اقوام کے درمیان خوشگوار تعلقات قائم رکھنے میں ان کے ساتھ پوری طرح اشتراک عمل کرے گی اور ایام جنگ میں اندرونی نظم و نسق برقرار رکھنے میں ہر قسم کا تعاون کرے گی مگر حکومت کے سامنے کچھ سیاسی حالات تھے اس یقین دہانی کے باوجود پریڈ سے پابندی نہ اٹھائی گئی۔ بحیرہ روم کی جنگ میں جب جرمن افواج پیراشوٹوں کے ذریعے کریٹ کے جزیرہ میں اتریں اور وہاں کے باشندوں نے لمبے لمبے چھروں سے ان کا استقبال کیا تو حضرت امیر حزب اللہ نے پھر حکومت کو کہا کہ اس قسم کا خطرہ ہندوستان میں بھی پیش آسکتا ہے۔ اسلئے پریڈ ممنوع نہیں ہونی چاہیے اور نہ ہی معمولی قسم کا حفاظتی اسلحہ چھین کر عامۃ الناس اور ہندوستان کی فعال جماعتوں کو بالکل بے دست و پا اور اپاہج بنایا جائے بالخصوص یہ جماعتیں خطرہ کے وقت غیر مصافی آبادی کی حفاظت کریں گی اور امن وامان قائم رکھیں گی۔ ورنہ بے دست و پا اور بے نوا ہونے کی بنا پر ایک مشین گن والا سپاہی بھی آگیا تو علاقہ کا علاقہ اس کے خوف سے بھاگ جائے گا۔ حضرت امیر حزب اللہ نے جن حالات کی بنا پر حکومت کو متنبہ فرمایا تھا۔ بعینہٖ وہی حالات سقوط برما کے وقت پیش آئے۔ وہاں کے باشندوں کی بری حالت ہوئی۔ ہندوستانی لوگ بڑی بے سروسامانی کی حالت میں بالکل غیر محفوظ اور بے ضابطہ طور پر بھاگ نکلے اور جو تباہی جاپان کے ہوائی جہاز نہیں پھیلا سکتے تھے۔ وہ خود برما کے شرارت پسند ادنیٰ طبقہ کے ہاتھوں عمل میں آئی۔

Marfat.com

قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید

حالات عالم کا حضرت امیر حزب اللہ اس وقت نظر سے جائزہ کیا کرتے تھے۔ کہ بعض اوقات ضمیر ایام پر نگاہ ڈال کر آپ کوئی بات پیش از وقت فرمادیا کرتے تھے تو بالکل صحیح ثابت ہوتی تھی۔ یہی وہ فراست مومن تھی جس کے متعلق حضور سرور کائنات ﷺ نے فرمایا تھا۔ کہ اس سے ڈرا کرو کیونکہ:۔

"فَاِنَّهٗ یَنظُرُ بِنُورِ اللّٰہِ"

مومن تو سب کچھ اللہ کے نور کی روشنی میں دیکھ رہا ہوتا ہے۔ ۱۹۳۸ء میں جب کہ ابھی جنگ عالمگیر دوم ابھی شروع نہیں ہوئی تھی۔ آپ نے اپنے خطبہ صدارت میں فرمایا:۔

اقوام یورپ کے بارے میں

"یورپ والے جو آج دنیا کے امن امان کے ٹھیکے دار بنے ہوئے ہیں اور جن کی لیگ آف نیشنز یا مجلس اقوام اپنے اجلاسوں میں سارے جہان کی سیاسی پیچیدگیاں رفع کرنے اور تمام سلطنتوں کو جور واستبداد سے باز رکھنے کا دعوٰی بلند بانگ کیا کرتی ہے۔ مگر حقیقت میں اس کی تمام قراردادیں اور تمام سکیمیں ایک ردی کے کاغذ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں، اور اس کے تمام ارکان آج آگ اور خون کی ہولی کھیلنے کے لئے بالکل تیار ہیں اور مستقبل قریب میں ایک وقت آنے والا ہے۔ کہ ان کی قلعہ شکن توپیں، ان کی آتش دہان مشین گنیں، ان کے بم پھینکنے والے ہوائی جہاز اور ان کے عفریت نما جنگی ڈریڈ ناٹ ان کے تہذیب تمدن ان کی شائستگی وعمرانیت، ان کی عیش پسندانہ شہری زندگی اور ان کے سر بفلک عمارات و دیدہ زیب مکانات کی چند دنوں کے اندر اینٹ سے اینٹ بجادیں گے اور جہاں آپ کو ہر جگہ چہل پہل نظر آرہی ہے۔ وہاں ایک دن الو بول رہا ہوگا اور مسمار شدہ قلعے اور تباہ شدہ شہر ان کے سامنے وہی نقشہ پیش کریں گے۔ جو گذشتہ جنگ عظیم میں انٹ ورپ کا قلعہ یا موجودہ جنگ چین وجاپان کا برباد شدہ شہر نانکن پیش کر چکے ہیں آنے والی جنگ اٹل ہے اور کوئی طاقت اسے روک نہیں سکتی صرف وقت کا انتظار ہے اور گنتی کے دنوں کا وقفہ"

یہ پیشین گوئی حرف بحرف درست ثابت ہوئی۔ حضور نے یہ الفاظ ۲۴، ۲۳ راگست ۱۹۳۸ء کو ارشاد فرمائے تھے جرمنی نے پولینڈ پر یکم ستمبر ۱۹۳۹ء کو حملہ کیا۔ جس پر برطانیہ اور فرانس نے اعلا

Marfat.com

جنگ کر دیا اور پھر جو کچھ ہوا وہ ہر ایک کے سامنے ہے۔ تباہی اور بربادی کا جو نقشہ حضور نے کھینچا تھا وہی جنگ کے دوران میں لندن، برلن اور یورپ کے متعدد دیگر شہروں میں بے پناہ بمباری کے بعد اہل عالم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اسی طرح ۱۹۴۰ء کے خطبہ صدارت میں آپ نے فرمایا:۔

جماعت حزب اللہ کے متعلق

"(حزب اللہ) رضا کاروں کا عسکری نظام، ان کے دلوں میں حرارت اسلامی اور جرأتِ ایمانی کا پیدا ہونا مجاہدانہ جوش عمل اور سرفروشانہ جذبہء کار یہ چیز اگر بادی النظر میں کسی کی دلچسپی کا باعث نہ بھی ہوں لیکن حقیقت میں یہ اس انقلاب عظیم پر شاہد ہیں جو کہ مستقبل قریب میں اسلامی دنیا کے اندر پیدا ہونے والا ہے اور جس کی حقیقت سے آپ واقف ہوں یا نہ ہوں۔ مگر یہ فقیر پوری طرح واقف ہے۔

اسی خطبہ میں آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:۔

"آپ نے منزل مقصود کا نشان پالیا ہے۔ آپ راستہ کے نشیب و فراز سے واقف ہو چکے ہیں آپ قدم آہستگی مگر مضبوطی کے ساتھ اٹھا رہے ہیں۔ اور انشاء اللہ آپ دیکھ لیں گے کہ اس کارگاہ عمل میں بالآخر کونسی جماعت کامیاب ہوئی اور مسلمانوں کو حقیقی فائدہ کس نے پہنچایا ہے۔

اب ہو رہیگا عشق و ہوس میں بھی امتیاز   آیا ہے جب مزاج ترا امتحان پر!!

اس پیشنگوئی کا تعلق جس انقلاب عظیم سے ہے اور جماعت حزب اللہ کی جن عہد آفریں خدمات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ان کیلئے ہم نے اس تصنیف کا باب پنجم وقف کیا ہے۔ فی الحال ہم حضور کی جنگ عالمگیر دوم سے متعلق چند ایک مزید پیشین گوئیوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔

۱۹۴۳ء میں جنگ ایک عجیب مرحلہ پر پہنچ گئی تھی۔ جرمن قوم اپنی شدید جنگجوئی کے باوجود روس کو شکست دینے میں کامیاب نہیں ہو سکی تھی افریقہ کے براعظم سے اتحادیوں نے جرمنی اور اٹلی کی افواج کو نکال دیا تھا اور لیبیا اور مصر کی جنگ کا عملاً خاتمہ ہو چکا تھا۔ ان حالات کے باوجود جرمنی کی طاقت ابھی کمزور نہیں ہوئی تھی۔ ہر ہٹلر کے دم خم ابھی بدستور قائم تھے اپنے سالانہ خطبہ صدارت میں روسی محاذ کے متعلق حضرت امیر حزب اللہ نے ارشاد فرمایا:۔

"اگر جرمنی اس موسم سرما میں بھی بے نیل مرام رہا تو پھر روس کی قربانیاں جرمنی کے لئے وبال جان ہو کر رہیں گی۔"

Marfat.com

اور افریقہ سے جرمنوں کے انخلاء کے متعلق آپ نے فرمایا:۔

جرمنی کے بارے میں

''فاتحانہ عزائم رکھنے والی قوم کے لیے اس قسم کی شکستیں یقیناً حوصلہ شکنی کا باعث ہوتی ہیں''

ان ارشادات کے لب ولہجہ سے احتیاط مترشح ہے۔ مگر اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ حضور کی نگاہیں حالات کو ایک ایسا رخ اختیار کرتے دیکھ رہی تھیں۔ جو جرمن قوم کے لیے خوش آئند نہیں تھا۔ چنانچہ جب ۱۹۴۴ء میں حزب اللہ کا سالانہ جلسہ منعقد ہوا تو آپ نے حسب دستور جنگ عالمگیر کے متعلق تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

جنگ کے خاتمہ کے بارے میں

''معلوم نہیں کہ جنگ کا خاتمہ کب ہوگا۔ اور دنیا کس وقت آرام وسکون کا سانس لے گی۔ مگر بظاہر حالات اب اتحادیوں کی حالت اچھی نظر آتی ہے۔ روس نے جرمن کو پوری طاقت کے ساتھ دھکیل کر اپنے علاقہ سے تقریباً باہر نکال دیا ہے اور جرمنوں کا وہ پہلا دم خم نہیں رہا۔ اب جارحانہ اقدام کرنے والے مدافعانہ پہلو اختیار کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں اور اگر روس کا دباؤ اسی طرح قائم رہا اور جرمنی کے علاقہ میں روسی یلغار پہنچ گئی تو ممکن ہے جرمنی کو ہار ماننی پڑے گی یا گزشتہ جنگ کی طرح پھر جرمنی میں سیاسی انقلاب آجائے اور ہر ہٹلر کو بھاگ جانے یا خودکشی کرنے کے بغیر کوئی چارہ کار نہ رہے''

غور فرمائیں ایک صاحب بصیرت مبصر زمانے کی رفتار کا جائزہ کس خوبی سے لے رہا ہے۔ تمام امکانات کی طرف نگاہ ہے۔ لیکن بنیادی طور پر ایک حقیقت زیادہ وضاحت کے ساتھ آنکھوں کے سامنے آرہی ہے۔ جو اندازہ ایک سال پہلے لگایا گیا تھا وہ درست ثابت ہوا ہے۔ جرمنی اور ہر ہٹلر کا انجام مخدوش نظر آرہا ہے۔ اسی طرح اٹلی اور مسولینی کے متعلق آپ نے فرمایا:۔

اٹلی کے متعلق

''اٹلی کی حالت بھی ناگفتہ بہ ہو رہی ہے اس کے نصف حصہ پر اتحادی قابض ہیں اور نصف پر جرمنی اور غالباً مسولینی کو اپنی اس سفاکی اور ظلم کی سزا مل رہی ہے۔ جو ماضی قریب میں اس نے غریب حبشہ پر توڑا تھا''

جاپانی محاذ کے متعلق آپ کا تبصرہ تھا:۔

Marfat.com

"جاپان اور امریکہ کی باہمی جھڑپیں بھی ہو رہی ہیں اور امریکہ کی روز افزوں ہوائی اور بحری طاقت جاپان کے لئے کوئی نیک فال نہیں۔"

جاپان کے متعلق یہ تبصرہ ان ایام میں کیا گیا تھا جب اس کا قبضہ چین اور برما کے علاوہ بحرالکاہل کے کافی اہم جزیروں پر بدستور موجود تھا اور بظاہر جاپان کی شکست کے کوئی امکانات نظر نہیں آتے تھے مگر جن حقائق تک جنگ کے بڑے سے بڑے تبصرہ نگاروں کی نگاہیں نہیں پہنچ سکتی تھیں ان کو ایک مرد حق آگاہ دیکھ رہا تھا۔

حرف بہ حرف تمام پیش گوئیاں پوری ہو گئیں

حزب اللہ کا اٹھارواں سالانہ اجلاس ۱۸/۱۹ مئی ۱۹۴۵ء کو منعقد ہوا۔ ممکن ہے ارکان حزب اللہ کو یاد نہ رہا ہو کہ ایک سال قبل حضرت امیر نے بطن ایام میں جھانک کر کونسے راز پیش از وقت واشگاف الفاظ میں بیان فرما دیئے تھے مگر بحمد اللہ حضور کے باقی خطبات کی طرح حزب اللہ کے سترھویں سالانہ اجلاس منعقدہ ۲۸/۲۹ مئی ۱۹۴۴ء کا خطبہ صدارت اب بھی موجود ہے جس میں سے مندرجہ بالا اقتباسات لئے گئے ہیں۔ واقعات و حالات کی زبان نے تاریخ کے صفحات پر یہ تحریر ہمیشہ کے لئے چھوڑ دی ہے کہ حضور نے جو کچھ فرمایا تھا۔ حرف بحرف درست نکلا۔ اتحادیوں نے ایسے شدید ہوائی حملے کیے کہ جرمنی کی ہوائی قوت بالکل درہم برہم ہو گئی۔ مشرق کی طرف سے روس اور پولینڈ اور مغرب کی طرف برطانیہ، امریکہ اور ان کے اتحادیوں نے حملے شروع کیے۔ دونوں طرف کی فوجیں برلن کے دروازہ پر پہنچ گئیں اور یکم مئی ۱۹۴۵ء کو ہر ہٹلر نے خودکشی کر لی۔ مسولینی کا خاتمہ ۱۹۴۴ء کے اختتام سے پہلے ہو چکا تھا پہلے وہ گرفتار ہوا۔ جرمنوں نے بعد میں اسے آزاد کرایا اور شمالی اٹلی کی عنان حکومت اس کے سپرد کی۔ مگر قوم پرور اطالوی دستے منظم ہونے لگ گئے۔ اس نے گھبرا کر بھاگنے کی کوشش کی مگر گرفتار ہوا اور مقدمہ چلائے بغیر اسے گولی سے اڑا دیا گیا۔ جہاں تک جاپان کا تعلق ہے حزب اللہ کے اس اٹھارویں اجلاس سے پہلے یعنی ۵ مئی ۱۹۴۵ء تک جاپان کی مختلف فوجیں تباہ ہو چکی تھیں اور اس کے مقتولین اور مجروحین کی تعداد تین لاکھ سینتالیس ہزار تھی۔ اسی سال کے دوران میں جاپان کو مکمل شکست ہو گئی اور ۱۲ ستمبر کو اس نے اپنے آپ کو اتحادی افواج کے حوالے کر دیا۔

ان پیشین گوئیوں کے علاوہ ہٹلر کی خودکشی کے بعد حزب اللہ کے اٹھارویں سالانہ اجلاس میں آپ نے فرمایا:۔

Marfat.com

روس کا دہن آز

اب سارا یورپ روس اور اتحادیوں کی بلا اشتراک ملکیت ہے۔ خدا کرے ان شاملات کی تقسیم میں کوئی خانہ جنگی شروع نہ ہو جائے" اور روس کا دھن آز کسی لقمہ تر کے لئے کھلا نہ رہ جائے۔"

روس کے دھن آز کے کھلا رہ جانے کے متعلق آپ نے ۱۹۴۵ء میں جو کچھ فرمایا تھا وہ کس قدر صحیح ثابت ہوا ہے۔ مشرقی اور مغربی جرمنی کا وجود اور پھر ایک ہی شہر یعنی برلن کے دو حصے۔ یہ جھگڑا روس نے اسی سال شروع کیا تھا اور آج اٹھارہ سال گزر جانے کے باوجود ۱۹۶۳ء میں بھی بدستور موجود ہے قضیہ برلن روس اور امریکہ کے درمیان اس طرح مابہ النزاع بنا ہوا ہے۔ کہ ہر وقت خطرہ رہتا ہے۔ اسی کی وجہ سے جنگ عالمگیر سوم نہ چھڑ جائے۔ روس تمام یورپ کو اشتراکیت کے لئے لقمہ تر بنا لینا چاہتا ہے۔ مگر امریکہ سدّ راہ بنا ہوا ہے۔

اس تباہ کن جنگ کے بعد کی دنیا کے متعلق حضرت امیر حزب اللہ کے جو خیالات تھے ان کا مطالعہ کرنے کے لئے ہم جنگ کے خاتمہ سے کافی ایام پہلے کے صدارتی خطبہ سے ایک اقتباس درج کرتے ہیں۔ ۹/۱۰ جون ۱۹۴۳ء کو حزب اللہ کا سولھواں سالانہ اجلاس انعقاد پذیر ہوا اور آپ نے ایک بات فرمائی جسے پڑھ کر ہر صاحب نظر اب بھی محو حیرت ہو جاتا ہے۔ جنگ کے ختم ہونے میں ابھی پورے دو سال باقی تھے۔ مگر اس طرح معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کے ہمہ گیر اور ہمہ رس نتائج آپ کی نگاہوں کے سامنے واضح طور پر موجود تھے۔ اور آپ کو اچھی طرح سے علم تھا کہ انجام کار کیا ہونے والا ہے۔ آپ نے فرمایا:۔

جنگ سے بعد کے نتائج ورد عمل کے بارے میں

"جنگ کی عظمت اور ہولناکی سے قطع نظر اس سے پیدا ہونے والے نتائج بے حد دور رس ہوں گے اور اسکے معرکہ دار و گیر کے بعد کئی قسم کے انقلابات دیکھنے میں آئیں گے۔ بادشاہتیں بدل جائیں گی۔ حکومتیں تبدیل ہو جائیں گی۔ دنیا کا جغرافیہ نئے سرے سے مرتب ہوگا۔ کئی قومیں اوج ارتقاء سے گر کر قعر مذلت میں جا پڑیں گی اور کئی پستی سے نکل کر بام ترقی پر جا پہنچیں گی۔"

اب اگر جنگ عالمگیر دوم سے پہلے کا جغرافیہ سامنے موجود ہو تو انسان حضور کے اس ارشاد کے پورے پورے معانی اور مطالب سے اچھی طرح آشنا ہو سکتا ہے۔ مختصراً یہ کہہ دینا کافی

Marfat.com

اس جنگ کے بعد برطانیہ کی عظمت کا آفتاب نصف النہار سے بالکل نیچے چلا گیا۔ یا تو جنگ سے پہلے برطانیہ دنیا کی عظیم ترین طاقت شمار ہوتا تھا اور کرہ ارضی پر اس کی مملکت میں سورج غروب نہ ہوتا تھا۔ یا جنگ کے بعد فاتح ہونے کے باوجود اس کی سلطنت بالکل سمٹ کر رہ گئی اور یہ تیسرے درجے کی طاقت شمار ہونے لگا۔ ہندوستان آزاد ہو گیا اور اس میں دو ملک نظر آنے لگے چین ایک بہت بڑی حکومت کی صورت اختیار کر گیا۔ جاوا، سماٹرا آزاد ہو گئے۔ برِاعظم افریقہ میں کئی ممالک دولت آزادی سے ہمکنار ہوئے۔ مصر ایک باہمت اور خودار آزاد ملک کی حیثیت سے نمودار ہوا۔ یورپ میں روس کا حلقہ اثر بڑھ گیا۔ جرمنی دو حصوں میں بٹ گیا۔ اور روس کے مدمقابل امریکہ نئے عزائم لے کر آ گیا اور جاپان کی وہ پہلی عظمت دیرینہ قصہ پارینہ بن گئی۔ ان کے علاوہ بے شمار اور سیاسی، اقتصادی، معاشرتی اور اخلاقی تبدیلیاں ہوئیں اور سائنسی معلومات میں اس قدر اضافہ ہوا کہ جنگ عالمگیر دوم کے بعد بالکل ایک نئی دنیا نے جنم لیا۔ جواب چاند، مریخ اور دوسرے ستاروں اور سیاروں پر پہنچنے کے لئے پر وبال آراستہ کر چکی ہے۔ تعجب انگیز بات یہ ہے کہ ان تمام تبدیلیوں کی طرف انگشت نمائی اس مرد فقیر نے جنگ کے خاتمہ سے دو سال پہلے کی، جو بادی النظر میں صرف گوشہ نشین درویش ہے۔ مگر حقیقت میں مزاج دہر سے اس قدر آشنا ہے کہ جو بات ابھی مستقبل کے پردوں میں نہاں تھی وہ اس کی دوررس نگاہوں کے سامنے بالکل الم نشرح ہو چکی تھی۔

جو ہو پردے میں پنہاں چشم بینا دیکھ لیتی ہے ۔ زمانے کی طبیعت کا تقاضا دیکھ لیتی ہے

حالات جنگ کا مطالعہ مصلح کے زاویہ نگاہ سے

حالات جنگ کا مطالعہ حضرت امیر حزب اللہ ایک اور زاویہ نگاہ سے بھی فرمایا کرتے تھے۔ یہ زاویہ نگاہ انبیاء وصلحا اور مجددین و مصلحین سے مختص ہے۔ جن کے پیش نظر ہمیشہ انسانیت کی بھلائی اور بہبودی ہوا کرتی ہے۔ آپ نے دیکھا کہ اس زمانے کے جتنے آمر تھے ہوس استعمار اور خواہش ملک گیری کے بغیر اور کچھ جانتے ہی نہیں تھے۔ لیکن مسلمانوں کے حکمران عقل کی فروانی سے نہیں بلکہ محض داد الٰہی سے جہاں اشداء علی الکفار کے مطابق قہر و غضب کے پتلے ہوتے تھے وہاں آنافاناً رحماء بینھم کے زیر اثر محبت و ملاطفت کی تصویر بن جایا کرتے تھے۔ اسلام کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس نے اپنے متبعین کو تہور و شجاعت اور مردانگی و عزیمت کے ساتھ بہترین اخلاق، صلح جوئی، امن پسندی، مسکین نوازی اور مسافر دوستی کی تعلیم بھی دی ہے اسلام پر پروانہ وار فدا ہونے والے مجاہدین اسلام جو اپنے پرچم کو بلند رکھنے کے لئے

Marfat.com

بازوؤں کے کٹ جانے پر دانتوں سے اسے تھام لیتے تھے۔ نالۂ یتیم و آہِ بیوہ سے بدرجہ غائیت متاثر ہوتے، فریادِ مظلوم سے تڑپ اٹھتے اور خدمتِ خلق کے لئے انکی زندگی وقف رہتی۔ دن قتال و جدال اور محنت و مشقت میں گزرتا اور رات ذکرِ خدا میں۔ وہ صحیح معنوں میں فارس النہار وقائم اللیل تھے۔ سحر خیزی ان کا نالِ حیات تھا۔ لیکن جنگ عالمگیر دوم میں انسان نما وحشیوں نے غیر مصافی آبادی اور معصوم و بے گناہ لوگوں پر بھی بم پھینکے اور آتشیں گولیوں کی بوچھاڑ سے انھیں بھون ڈالا کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ اور اپنی سنگدلی اور قساوتِ قلبی کے باعث خون آشامی کا وہ مظاہرہ کیا کہ الامان والحفیظ! انہوں نے رزم کا وہ ہنگامہ بپا کیا کہ بزم سونی پڑ گئی۔ بموں کے غلغلہ میں کان سامعہ نواز ترنم کے لئے ترس گئے جذباتِ لطیف، نرمی و ملاطفت، امن پسندی اور صلح جوئی کا نام و نشان تک نہ رہ گیا۔ ان حالات کو دیکھ کر قبلہ حضرت امیر حزب اللہ نے دنیائے رزم میں افسانہ بزم چھیڑا اور فرمایا۔

اگر غم لشکر انگیزد کہ خون عاشقاں ریزد   من و ساقی بہم سازیم و بنیادش براندازیم

آپ کا خیال تھا کہ ممکن ہے رزم پر مٹنے والے بزم کی آراستگی دیکھ کر شاید تھوڑی دیر کیلیے تیغ و سناں بھول جائیں اور اس طرح دم توڑنے والی انسانیت کے سکراتِ موت میں تخفیف ہو جائے اس کا زخم خوردہ جسم مرہم لگانے سے سکون آشنا ہو جائے۔ اور حوصلہ افزا کلمات مصیبت کے ان ایام میں اس کے لئے باعث تسکین بن جائیں۔

انسان ''احسن تقویم'' اور ''اسفل السافلین'' کے روپ میں

بارگاہ ربانی سے انسان کو احسن تقویم اور اعظم تکریم کے القاب عطا ہوئے تھے۔ اور اشرف المخلوقات کے خطاب سے نوازا گیا تھا فرشتوں نے اسی کے سامنے سجدے کیے تھے۔ اسکی رفعت پرواز ملائکہ مقربین سے بھی بڑھ گئی تھی۔ اربع عناصر اس کے فرمانبردار ہیں اور دنیا کی ہر شے اسی کی محکوم و غلام، مگر افسوس ہے انسان کی امن سوزی، قتل و غارت گری اور ظلم و ستم کو دیکھ کر وحشی جانور، درندے، سانپ اور بچھو نے جن کا کام چیرنا پھاڑنا اور اذیت رسانی تھا لرزہ براندام ہو گئے اور کائنات کا ہر ذرہ انسان سے نفرین اور بیزاری کا اظہار کرنے لگ گیا جنگ نے ثابت کر دیا کہ سب سے زیادہ وحشی، موذی اور ظالم یہی انسان کی جنس شریف ہے۔ انسانی فطرت کی کمزوریوں میں سب سے بڑی کمزوری جوع الارض کی دیرینہ مرض ہے۔ بخت نصر[1]، سکندر رو...

---

[1] بخت نصر کلدانی خاندان کا وہ جابر بادشاہ تھا جو ۶۰۵ تا ۵۳۸ ق م بابل میں حکمران رہا۔ جس نے بیت المقدس کی تخریب اور یہودیہ کو بابلی سلطنت کا حصہ بنایا۔

Marfat.com

ور نپولین بونا پارٹ سب اسی مرض کا شکار تھے اور جنگ عالمگیر دوم میں بھی ہرڈ کٹیٹر یا آمر مظلوم اقوام کی حمایت کے دعاوی کے باوجود دراصل مفتوح ممالک کو اپنا غلام بنا کر اقتصادی، مالی اور سیاسی فوائد حاصل کرنا چاہتا تھا۔حضرت امیر حزب اللہ کے پہلو میں ایک دردمند دل تھا اور آپ کی طبیعت بڑی حساس واقع ہوئی تھی اسلئے آپ بدرجہ غایت متأثر ہوئے۔آپ نے فرمایا کہ جمعیۃ اقوام کا کام باہمی صلح کرانا تھا۔مگر جب اس کے سب ممبران میدانِ کارزار میں نکل آئے ہیں اور جنگ کی آگ تمام براعظموں تمام ملکوں اور تمام سلطنتوں میں بھڑک اٹھی ہے صلح اور آشتی کی دعوت کون دے سکتا ہے۔لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر انسان کے جذبات سفلی خیالات علوی پر غالب آجائیں تو جذبات سفلی کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا جائے یا معصیت کی کثرت کو دیکھ کر گناہ کو ثواب سمجھ لیا جائے۔قبلہ حضرت امیر حزب اللہ نے فرمایا کہ گناہ، گناہ ہی رہے گا۔ ثواب نہیں ہوسکتا۔بنابریں بدامنی کا درجہ امن سے اور جنگ کا صلح سے کبھی بڑھ نہیں سکتا۔امن و آشتی اور صلح و دوستی کی بالآخر فتح ہوگی اور ضرور ہوگی۔

نظریاتی اختلافات وجہ نزاع و دغا ہیں

حضور نے جنگ عالمگیر دوم کی صورت میں تصادم اور تقابل کا اصلی سبب عقائد و خیالات کا تخالف اور تضاد بتایا۔آپ نے فرمایا کہ نازی[۱]، فسطائی اشتراکی اور جمہوریت کے علمبردار اپنے اپنے نظریوں کو کامیاب دیکھنا چاہتے ہیں اور ان میں سے اگر کسی فریق کی بھی شکست ہوگئی تو جنگ کا حقیقی خاتمہ نہیں ہوگا بلکہ ہزیمت خوردہ قوم موقعہ دیکھ کر از سرنو میدان وغا میں کود پڑے گی اور اس طرح انسان کی ساری کمائی آلات حرب و ضرب کی صنعت پر صرف ہوتی رہے گی۔اس عقدہء لاینحل کی گرہ کشائی صرف اس طرح ہوسکتی ہے کہ دنیا بھر کی قومیں اور جہاں بھر کے سارے مذاہب تحقیق و تدقیق اور فکر و امعان کے بعد اپنے مستقبل کی بہتری، آئندہ زندگی کی بھلائی، عافیت کوشی، امن پسندی، دماغی سکون، جسمانی راحت اور روحانی اطمینان کے پیش نظر اپنے آپ کو اسلام کی آغوش رحمت میں ڈال دیں اور اسلام کے اصولوں کو عملی طور پر قبول کرلیں۔ ایسا کرنے سے بدامنی اور جنگ وجدل کا خود بخود قلع قمع ہوجائے گا اور انتقام کی جگہ محبت اور پریم کے خیالات پیدا ہوں گے۔

---

[۱] نازی جماعت ہٹلر کی قائم کردہ تھی۔فسطائی مسولینی کے پیروکار تھے۔اشتراکی کارل مارکس اور لینن کے خیالات پر عمل کرنے والے ہوتے اور ان دنوں جمہوریت پسند ممالک برطانیہ، امریکہ اور فرانس شمار ہوتے تھے۔

Marfat.com

واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً کی روح پرور دعوت

بے تعصبی سے کام لے کر ذرا غور کیا جائے تو یہ بات از خود واضح ہو جاتی ہے۔ کہ اسود و احمر، گورے اور کالے، زرد اور سرخ کا فرق نسلی اور قومی امتیازات، ملکی اور جغرافیائی حد بندیاں اگر کوئی مذہب مٹا سکتا ہے تو وہ اسلام اور محض اسلام ہے جس نے اخوت، مساوات اور حریت کے پاکیزہ ترین اصول دنیا کے سامنے پیش کیے۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ کا سبق دے کر سارے کلمہ گو مسلمانوں کو اخوت کی ایک سلک میں منسلک کر دیا اور دوسری ساری برادریوں اور رشتہ داریوں تعلقات و علائق سے بڑھ کر ایک نیا اسلامی رشتہ قائم کر کے اس رشتہ اور تعلق کو مشرق بعید تک وسعت دی اور جنوب و شمال کے ڈانڈوں کو واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً کی رسی سے ملا دیا۔ مساوات کی وہ مثال پیش کی جس کے سامنے سوشلزم اور کمیونزم کے تمام اصول بالکل ہیچ ہیں۔ شاہ و گدا کو ایک صف میں کھڑا کرنا، امیر اور غریب کی ایک حیثیت قائم کرنا، دولتمندوں کے مال و منال میں مفلسوں کے حصہ مقرر کرنا یہ اسلام کی مایہء ناز خصوصیات ہیں علاوہ بریں آزادی و حریت جس کیلئے تمام دنیا کی قومیں تڑپ رہی ہیں، اسلام کا سب سے پہلا پیغام ہے۔ اس لئے آزادی کے طلبگاروں کو اسلام کی طرف رجوع کرنا چاہیے جس نے ایک کی غلامی سکھلا کر اپنے متبعین کو جہان بھر کا آقا بنا دیا تھا اور جس نے انسانی حکومت کی بجائے حکومت الٰہیہ کی داغ بیل ڈالی، انسانی قوانین کی جگہ خدائی قوانین نافذ کئے اور قوم۔ کہ امیر یا قائد کو یہ درس دیا:۔

سید القوم خادمھم

اسلامی انقلاب کا مطمع نظر۔ حکومت الٰہیہ

یہ ایک انقلابی تصور تھا جو اسلام نے پیش کیا۔ پہلے جتنی لڑائیاں ہوا کرتی تھیں ان سب کی علت ملک گیری کی ہوس اور جہاں ستانی کی خواہش تھی۔ فاتحین کا مقصد مفتوح اقوام کو غلام بنا[illegible] اور اپنا دائرہ حکومت وسیع کرنا تھا۔ مگر اسلام نے اپنے پیروانِ کار کو تعلیم دی کہ اگر مجبوری حالات کی بنا پر جنگ بھی کرو تو مقصود بالذات صلح اور امن ہونا چاہیے۔ تلوار ہمیشہ مظلوم کی اعانت کمزوروں کی حمایت اور غلاموں کی آزادی کے لئے اٹھے اور فاتحانہ داخلہ کے وقت شرفاء کی تذلیل اور توہین نہ کی جائے۔ اس انقلابی تصور کو عملی صورت خود سید الانبیاء شہنشاہ کونین [illegible] دی۔ آپ دنیا بھر کے محاسن کا مجموعہ اور جہان بھر کی خوبیوں کا مرقع تھے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام [illegible] ظہور قدسی انسانی آبادی کے اندر ایک ایسے بے نظیر اور بے مثال انقلاب پیدا کرنے کا [illegible] جس سے بڑھ کر اعلیٰ انقلاب اور بہترین تبدیلی بنی نوع انسان کے اندر اس سے پہلے [illegible]

Marfat.com

ہوئی اور نہ آئندہ اس کا امکان ہے۔ آپ کے مدنظر ذاتی حکومت کی داغ بیل ڈالنا نہیں تھا بلکہ آپ کا نصب العین قیام حکومت الٰہی اور ترویج قانون خداوندی تھا۔ اس لئے آنحضرت ﷺ اور آپ کے نقش قدم پر چلنے والے اسلام کے بہادروں نے مفتوح قوموں کے ملک واملاک پر قبضہ نہیں کیا بلکہ ان کے دلوں کی زمینوں کو اپنے پاکیزہ اخلاق کے ہتھیاروں سے مسخر کرلیا اور جو کام جبر واستبداد سے آج تک نہیں نکل سکا۔ وہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان رحمۃ للعالمینی نے اور رحمت ورافت کی طفیل انجام پذیر ہوا۔

تعلیمات الٰہیہ کے کرشمے

اسی بنا پر مسلمانوں کے جہاد کا معنی فساد اور شرارت کے خلاف لڑنا تھا اور اس وقت تک کہ لڑائی اپنے ہتھیار نہ پھینک دے اور خدا کی سرزمین میں کلیۃً امن وامان نہ قائم ہو جائے ان تعلیمات نے لوگوں کی طبیعتوں، ان کی ذہنیتوں، ان کے اخلاق وعادات اور ان کے رسوم ورواجات میں ایک زبردست انقلاب پیدا کردیا تھا۔ مسخ شدہ ذہنیت کی جگہ سلجھی ہوئی مقدس ذہنیت نے لے لی متکبر، خود پسند اور بہائم صفت عرب دیکھتے دیکھتے منکسر المزاج، متواضع، متحمل وبردبار، مکارم اخلاق کا نمونہ اور اعلیٰ کردار کا مجسمہ نظر آنے لگے۔ دلوں میں حسد وبغض اور کینہ وانتقام کی جگہ شفقت ومروت اور ہمدردی ودلجوئی کے جذبات نے لے لی۔ اس انقلاب کے اثرات ہمہ گیر اور دوررس تھے۔ زندگی کے تمام شعبے متاثر ہوئے۔ وحشیت اور بربریت کی جگہ عمرانیت نے لے لی۔ مالی مشکلات کا حل کار نکل آیا۔ اقتصادی بدحالی دور ہوگئی۔ معاشرتی حالات سدھر گئے۔ عقائد وخیالات درست ہوگئے۔ حکومت الٰہیہ کی تاسیس اور تشکیل کا وہ مبارک کام جو ابتدائے آفرینش سے تشنۂ تکمیل چلا آتا تھا۔ حسن وخوبی اور خوش اسلوبی سے انجام پایا۔ قیصر وفغفور کی شخصی حکومتوں کے مقابلہ میں اسلام اور جمہور کی حکومت قائم کرنے والے چند گدڑی پوش حفاۃ عراۃ سر سے ننگے پابرہنہ قیصر کے تاج اور کسریٰ کے تخت کے مالک بن گئے۔

اور پھر اسی پر اکتفا نہیں ہوا بلکہ علم برادران اسلام، حکومت الٰہیہ کے داعی ومناد اور ملت مرحومہ کے رضا کار جہاں کہیں بھی جا پہنچے انہوں نے اپنے ظاہری اور باطنی محاسن کا مظاہرہ ایسے دلکش پیرائے میں کیا کہ ان کی نیک دلی، ان کی خوش اخلاقی اور ان کی رواداری دیکھ دیکھ کر اقصائے عالم کے ساکنین کسی جبر واکراہ سے نہیں نہایت رغبت اور محبت سے ان داعیان حق کے ذریعے اسلام کے حلقہ بگوش بن گئے اور اس کا بدیہی ثبوت دنیا کے اسی کروڑ فرزندان اسلام سے پیش کیا جاسکتا ہے اور یہ سب کچھ اسی ایک ذات مجمع الصفات اعنی حضور سرور کائنات فخر

Marfat.com

موجودات رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین سید المرسلین محمد مصطفٰی احمد مجتبٰی علیہ الف الف صلوۃ والتسلیمات کے طفیل ہوا اور ایک انقلاب آفریں ہستی نے دنیا کو ایک ایسے انقلاب سے روشناس کر دیا جس کو دیکھ کر ارباب بصیرت و امعان ہمیشہ عش عش کر اٹھیں گے۔ اور جس کے تذکار اور کارنامے رہتی دنیا تک زریں حروف سے لکھے جائیں گے۔

اللّٰھمّ صلّ وسلّم علیہ وَ علیٰ آلہ وَ اصحابہ اجمعین ط

قبلہ حضرت امیر حزب اللہ مدظلہ العالی اس طرح جنگ و جدال کے دلدادہ ابنائے جنس کو اسلام کی اخوت پرور، دلنواز اور تہذیب آفریں تعلیمات کا مبارک درس اپنے خطبات کے ذریعے دے رہے تھے۔ حضور چودہویں صدی ہجری میں تجدید دین کرنا چاہتے تھے۔ تاکہ دنیا بھر کے انسان ایک دفعہ اعتصام بحبل اللہ کر کے قانون خداوندی پر عامل ہو جائیں اور دنیا کو بہشت منظر بنا دیں۔ جنگ عالمگیر دوم ۱۹۴۵ء کے اواخر میں ختم ہوئی۔ دنیا میں تخریب کے بعد تعمیر کا دورہ شروع ہوا مگر خودغرضی اور خود پسندی کی بنا پر تعمیر میں بھی بڑی الجھنیں پیدا ہو گئیں۔ لیکن ہمیں ان سے سروکار نہیں۔ ہمیں تو اس انقلاب سے سروکار ہے جو اس جنگ کے بعد برصغیر ہند میں رونما ہوا اور جس کیلئے حضرت امیر حزب اللہ آغاز کار سے مسلمانوں کو تیار کر رہے تھے۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حزب اللہ اور پاکستان

﴿پاکستان ضرور بننا چاہئے بلکہ مسلمانوں کو
پاکستان بنائے بغیر چین نہیں لینا چاہیے﴾

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ولا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين ؁

﴿گھبرانے اور حزن وملال کی ضرورت نہیں اگر تم مومن ہوئے تو اقتدارِ اعلیٰ صرف تمہارے لئے ہے﴾

آزاد اسلامی حکومت کے سلسلہ میں امیر حزب اللہ کے فرمودات رفتارِ زمانہ کے ساتھ ساتھ

☆۔ ''کیا ہندوستان کے مسلمان ایک کی غلامی سے نکل کر دوسرے کی غلامی اختیار کرنا چاہتے ہیں؟
اگر جواب نفی میں ہے تو انہیں متحد ہو جانا چاہئے۔'' (۱۹۲۷ء)

☆۔ ''حزب اللہ کا مقصدِ وحید آزادی ملک کے ساتھ ساتھ ہندوستان کے اندر مسلمانوں کی قوت برقرار رکھنا ہے''۔ (۱۹۳۸ء)

☆۔ ''قراردادِ پاکستان پر اگر انصاف اور رواداری سے کام لیا جائے تو اس میں کوئی خاص قباحت نظر نہیں آتی۔ جبکہ اس طریق میں صرف مسلمانوں کے نہیں بلکہ دوسری اقوام کے حقوق کی حفاظت بھی موجود ہے'' (۱۹۴۰ء)

☆۔ ''مسلمانوں نے اگر اپنے تحفظ اور بچاؤ کے لئے پاکستان کا نظریہ پیش کر دیا ہے تو وہ قطعاً موردِ الزام نہیں ہو سکتے۔'' (۱۹۴۳ء)

☆۔ ''حزب اللہ کی جماعت پاکستان کے معقول تریں مطالبہ میں مسلم لیگ کیساتھ اشتراکِ عمل کریگی اور اسکے حصول کی خاطر مسلم لیگ کے جو اقدامات ہوں گے انہیں حزب اللہ کی جماعتی تائید حاصل ہوگی۔ انشاء اللہ'' (۱۹۴۲ء)

☆۔ ''ہم اپنی تعداد کے مطابق حقوق لے کر رہیں گے۔'' (۱۹۴۳ء)

☆۔ ''پاکستان ضرور بننا چاہیے بلکہ مسلمانوں کو پاکستان بنائے بغیر چین نہیں لینا چاہیئے ...... یہ فقیر اپنی جماعت حزب اللہ کی طرف سے مسلم لیگ کے قائداعظم مسٹر محمد علی جناح کو گزشتہ سال کی طرح پھر یقین دلاتا ہے کہ سیاسیاتِ اسلامیہ میں آپکا جو اقدام بھی ملتِ مرحومہ کی بہتری کیلئے ہوگا آپکو ہماری جماعتی تائید حاصل ہوگی۔'' (۱۹۴۴ء)

☆۔ ''حزب اللہ کا نصب العین ہی قیامِ حکومتِ الٰہیہ ہے جسکا دوسرا نام آپ پاکستان رکھ لیں لیکن اس شرط کیساتھ کہ پاکستان میں جو قانون رائج ہوگا وہ انسان کا بنایا ہوا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا ہوگا''۔ (۱۹۴۵ء)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب پنجم

تخلیق پاکستان

''آپ چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے ایک خیال اپنے دل میں جمالیں کہ ہم خدا کے غلام ہیں اور خدا کا غلام کسی اور کا غلام نہیں ہوسکتا''

حضرت امیر حزب اللہ کے ان الفاظ کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کریں حضور دلوں میں درس توحید راسخ کر کے مسلمانوں کو دولت آزادی سے ہمکنار کرنا چاہتے تھے۔ اہل عالم کے لئے ایک نیا اور نرالہ نظریہ تھا۔ مگر حقیقت میں اصحاب جانتے تھے کہ وہی نسخہ تھا جو حضور سرور کائنات ﷺ نے عرب کے بدوؤں کے لئے تجویز فرمایا تھا۔ انہوں نے اس پر عمل کیا اور اپنے آپ کو خدا کا غلام بنا دیا۔ اس کی بدولت ان کے دماغوں اور ذہنیتوں میں ایک حیران کن تبدیلی پیدا ہوئی اور خدائے قدوس وقیوم کی غلامی قبول کر کے وہ بدّو مشرق ومغرب کے آقا بن گئے اور اکناف عالم میں ہر جگہ اسلام کا جھنڈا لہرانے لگا۔ حضرت امیر حزب اللہ نے آغاز تحریک سے یہ درس دینا شروع کر دیا تھا اور آپ بھی اس مجرب نسخے کے ذریعے مسلمانوں میں ذہنی انقلاب پیدا کرنا چاہتے تھے۔ تاکہ وہ ایک کے غلام بن کر باقی ہر ایک کی غلامی کا طوق گلے سے اتار پھینکیں اور آزاد ہو جائیں۔ چنانچہ آپ کی جدوجہد کا نتیجہ بالکل آپ کے حسب منشا نکلا۔ اب تک جو کچھ معرض تحریر میں آچکا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کا مطمح نظر شروع ہی سے مکمل آزادی تھا۔

اب ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ تخلیق پاکستان کے سلسلہ میں آپ نے مزید کیا کچھ کیا۔

پاکستان اسلام کا عطیہ اور زندہ معجزہ ہے

مملکت پاکستان عطیہ اسلام ہے۔ اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے ہمیں مذہب اسلام پر طائرانہ نگاہ ڈال لینی چاہیے۔ دیگر مذاہب محض عبادات وریاضات پر زور دیتے ہیں۔ انہوں نے ہمیشہ روح اور جسم، دنیا اور آخرت خدا اور بادشاہ کی دوئی کو تسلیم کیا ہے۔ مگر اسلام اس تفریق اور دوئی کا قائل نہیں۔ اسلام خدا کا قائل اس صورت میں نہیں کہ اس کی حاکمیت دینی معاملات تک محدود رکھے۔ بلکہ دنیاوی معاملات میں بھی اسلام خدا کی حاکمیت کو تسلیم کرتا ہے۔ اس طرح اسلام کی حدود دینی اور شرعی امور سے متجاوز ہو کر تمام انسانی اعمال اور ساری زندگی کو اپنے احاطہ میں لے لیتی ہیں۔ انسانی تمدن ومعاشرت اور معیشت وسیاست تمام کے تمام اسلام کے دائرہ عمل میں آ

Marfat.com

جاتے ہیں۔اس طرح ایک مسلمان جہاں موقع اور محل کے مطابق عبادات وریاضات اوراوراد وظائف میں مصروف رہ کراحکام اسلامی کی پابندی کررہاہوتا ہے وہاں وقت کے تقاضوں کے مطابق تعلیمات اسلامی پرعمل پیراہوکراپنی اقتصادی حالت کوبھی سدھارتا ہے۔اپنی سیاست کو ہموار اور خوش آئند راہوں پرگامزن کرتا ہے اوراپنی ضرورت سمجھتا ہے تو اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے میدان جہاد میں اتر کرداد شجاعت ومردانگی بھی دیتا ہے۔ملت اسلامیہ اپنے مذہب کی وسعت اور پہنائی کو بھلاکرزوال سے دوچارہوچکی تھی۔اس لئے مصلحین امت نے اسے ازسرنو اسی خالص اسلام سے روشناس کرانے کی کوشش کی جوحضور سرور دوعالم (فداہ ابی وامّی) لائے تھے اور جس نے عربوں کی ساری زندگی کومتاثر کرکے انہیں مقتدر اورمحترم بنادیا تھا۔حضرت امیر حزب اللہ ایدہ اللہ بنصرہ العزیز چونکہ بیسویں صدی عیسوی میں امت مرحومہ کی اصلاح کے لئے کمرہمت باندھ چکے تھے۔آپ نے بھی خالص اسلام کی جامع اور ہمہ گیرتعلیمات کا شدومد سے پرچار کیا اور مسلمانوں کے ہاتھ میں اسلام کی رسی مضبوطی سے تھماکرانہیں ترقی کی راہوں پرچلادیا۔جب اسلام کی رسی تھام کرمسلمان اس طرح آگے بڑھتے ہیں توفتح ونصرت ان کے قدم چومتی ہے۔اس گئے گذرے زمانے میں بھی مسلمانوں نے جب یہ شعار اختیار کیا توانہیں پاکستان کی آزاد مملکت مل گئی۔دوسری اقوام سے ہمیں سروکار نہیں۔لیکن جہاں تک دس کروڑ پاکستانیوں کی آزاد مملکت کا سوال ہے یہ کلیتہً اسلام کامعجزہ ہے جب تک مسلمان اس سے وابستہ رہیں گے۔اسلام اس قسم کے معجزے دکھاتا رہے گا۔

۱۸۵۷ء کے بعد کے سیاسی حالات پرایک طائرانہ نظر

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد جلد ہندوستانیوں نے ملکی معاملات میں دلچسپی لینی شروع کردی تھی۔بنگال اور بمبئی کی طرف چونکہ جدید تعلیم کی وجہ سے سیاسی بیداری پہلے ہوئی تھی اس لئے عوامی تحریکیں بھی اول اول ادھر ہی شروع ہوئیں اور ۱۸۸۵ء میں انڈین نیشنل کانگریس کا وجود عمل میں آیا لیکن ہندوزیادہ تعلیم یافتہ تھے،ملک میں انہیں اکثریت حاصل تھی،مسلمانوں سے انہیں تعصب بھی تھا اور انگریز قوم کا میلان بھی ان کی طرف تھا۔اس لئے مسلمانوں کو بہت جلد محسوس ہوگیا کہ جب تک وہ کوئی اپنی علیحدہ جماعت نہیں بناتے ان کے حقوق کا محفوظ رہنا ناممکنات میں سے ہے۔کانگریس کے فیصلوں میں زیادہ تر ہندوؤں کے نقطہ نگاہ کوسامنے رکھا جاتا تھا۔لارڈ کرزن (۱۸۹۸۔۱۹۰۵ء) وائسرائے ہند نے جب انتظامی سہولت کے زیرنظر تقسیم بنگال کی اور مشرقی بنگال اور آسام کوملا کرایک صوبہ بنایا توچونکہ اس کی تقسیم سے مسلمانوں کوفائدہ

Marfat.com

بھیجتا تھا اور ایک لحاظ سے وسیع تر مشرقی پاکستان کی بنیاد رکھی جاتی تھی۔ ہندوؤں نے بڑی شورش کی اور دہشت پسندی کے بے پناہ مظاہرے کئے ان دنوں حضرت اعلیٰ خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ جلالپور شریف میں اپنے روحانی فیوض سے ہر ایک کو مالا مال فرمارہے تھے۔ گوشہ نشینی کے باوجود مسلمانوں کے سیاسی حالات سے آپ کو دلچسپی تھی اس لئے بنگال اور آسام کے مسلمانوں سے آپ کو دلی ہمدردی تھی اور آپ ان کے لئے دست بدعا رہتے تھے۔ ہندوؤں کے اس تعصب کو محسوس کر کے مسلمانوں نے ۱۹۰۶ء میں بمقام ڈھاکہ جمع ہو کر آل انڈیا مسلم لیگ کی بنیاد رکھی اور پھر اس قومی انجمن نے مسلمانوں کی تنظیم اور ان کے حقوق محفوظ کرنے کے فرائض ادا کرنے شروع کر دیئے اور وقت آنے پر مطالبہ کیا کہ مسلمانوں کے لئے انتخابی اداروں میں جداگانہ انتخاب کا حق منظور کیا جائے۔

میثاق لکھنؤ اور سائمن کمیشن

کانگرس اور مسلم لیگ نے کئی بار ایک دوسرے کے قریب تر ہو کے تعاون اور یک جہتی کی راہ بھی اختیار کی چنانچہ اس کا سب سے بڑا عظیم الشان مظاہرہ ۱۹۱۶ء میں ہوا کانگریس اور لیگ دونوں کے اجلاس لکھنؤ میں منعقد ہوئے۔ جس میں مشترکہ طور پر آزادی کی جدوجہد میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا گیا اس اشتراک کی دستاویز میثاق لکھنؤ کے نام سے مشہور ہے۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کے متفقہ مطالبات کے زیر نظر حکومت انگلستان نے ۱۹۱۹ء میں آئین حکومت ہند نافذ کیا۔ جس کی رو سے کم اہمیت رکھنے والے ملکی معاملات ہندوستانی وزراء کے سپرد کر دیئے گئے لیکن اہل ہند ان اختیارات سے مطمئن نہ ہوئے اور سیاسی جدوجہد جاری رہی ۱۹۲۷ء میں جماعت حزب اللہ قائم ہوئی اور اس نے بھی مسلمانوں کی مذہبی، معاشرتی اور اقتصادی اصلاح کے ساتھ ساتھ بہت جلد سیاسی آزادی کے لئے مساعی کا آغاز کر دیا۔ اور جیسا کہ پیشتر ازیں واضح کیا جا چکا ہے اس جماعت نے ہر موقع پر مسلمانوں کے مطالبات بڑے مؤثر اور پرزور طریقے پر پیش کیے۔ ۱۹۲۷ء میں برطانوی پارلیمنٹ سائمن کمیشن بھیجا جس کا مقصد یہ تھا کہ ہندوستان جا کر آئین حکومت ہند کے ذریعے نافذ شدہ اصلاحات کا جائزہ لے۔ مگر اس کا بالعموم ہر جگہ بائیکاٹ ہوا۔ اسلئے حکومت برطانیہ نے تین بار لندن میں گول میز کانفرنس کا انتظام کیا تا کہ اقوام ہند کا نقطۂ نگاہ معلوم کیا جا سکے دوسری گول میز کانفرنس حضرت امیر حزب اللہ کے برادر اصغر عالیجاہ نواب سر محمد مہر شاہ صاحب بھی مسلمانوں کے نمائندہ کی حیثیت سے شامل ہوئے۔ آپ اس سے پہلے سابقہ سیاسی اصلاحات کے ماتحت کونسل آف سٹیٹ کے ممبر رہ چکے تھے۔ آپ نے

Marfat.com

مسلمانوں کی نمائندگی کے فرائض بڑے حسن وخوبی سے انجام دیئے۔ فرقہ وارانہ نیابت کے سلسلہ میں حضرت امیر حزب اللہ مدظلہ العالی نے جس جرات وہمت کا اظہار کیا اس کا ذکر ہو چکا ہے۔ ہندوستانیوں کی اس تمام سیاسی جدوجہد کا نتیجہ ۱۹۳۵ء کے قانون حکومت ہند کی صورت میں نکلا تھا۔ جس کی بنا پر ۱۹۳۷ء میں تمام صوبوں میں وزارتیں قائم ہوئیں تھیں اور صوبجاتی خود مختاری کا دور شروع ہو چکا تھا۔ اس دور کے شروع ہونے پر انتخابات کے وقت اور وزارت سازی کے بعد مسلمانوں کی بہبودی کے لئے جماعت حزب اللہ نے جو کچھ کیا۔ اسکا ذکر بھی ہم کر چکے ہیں اب ہندوستان کی دیگر حریت پسند جماعتوں سے قطع نظر اپنی مبارک جماعت حزب اللہ کو مرکز توجہات بنا کر ان حالات اور واقعات کو بیان کرنا چاہتے ہیں۔ جو انجام کار پاکستان کی تخلیق کا موجب بنے۔

صوبجاتی خودمختاری اور رام راجیہ کی جھلک

صوبجاتی خودمختاری قائم ہونے پر ہندوستان کے گیارہ صوبوں میں سے سات میں کانگرسی وزارتیں قائم ہوئیں۔ ہندو مدت سے رام راجیہ کا خواب دیکھ رہے تھے اور یہ خواب صرف عام ہندوؤں تک محدود نہ تھا بلکہ جیسا کہ خود جواہر لعل نہرو کی تصنیف **دریافت ہند** میں بوضاحت بیان کیا گیا ہے اہل الرائے ہندو بھی ہندوستان کو ان معنوں میں آزاد دیکھنا چاہتے تھے کہ ایشیا میں اقتدار کا مرکز یہی بنے، بحر ہند کی وسعتوں میں ہندوؤں کے بحری جہاز دندناتے پھریں اور ایران وافغانستان اور برما وسیام وغیرہ یا تو ختم ہو جائیں یا ہندوستان کے حاشیہ بردار بن جائیں۔ ہندوؤں کے تصور آزادی میں مسلمانوں یا کمزور ہمسایہ ممالک کے لئے کوئی گنجائش نہ تھی۔ لہٰذا سات صوبوں میں جب ان کی وزارتیں قائم ہوئیں تو انہوں نے سمجھ لیا کہ کم از کم جزوی طور پر "رام راجیہ" حاصل ہو چکا ہے۔ اس لئے انہوں نے مسلمانوں پر بے پناہ مظالم ڈھائے۔ ان کے دینی معاملات میں مداخلت کی اور منظم طریقے پر ان کا قتل عام شروع کر دیا۔ بہار کے فسادات ان کے خبث باطنی کا بدیہی ثبوت ہیں۔ ذمہ دار کانگرسیوں کو جس چیز نے بری طرح بے نقاب کیا وہ وزارت سازی میں ان کی تنگ نظری تھی۔ اڑیسہ میں کانگرسیوں نے مسلم ارکان اسمبلی کو ترتیب وزارت اور تقسیم عہدہ جات کے وقت محض اس لئے نظرانداز کیا کہ ان میں کوئی بھی کانگرسی خیالات رکھنے والا نہیں تھا۔ حالانکہ پنجاب میں سر سکندر حیات خان نے اپنی پارٹی سے باہر کے ارکان میں سے بھی دو تین وزیر چن کر رواداری اور حسن معاملہ کا ثبوت دیا تھا۔ ان حالات اور واقعات نے تمام ہندو قوم کی ذہنیت کو پوری طرح آشکارا کر دیا اور مسلمان اب

کے لئے مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہونے لگ گئے اور کانگرس اور مسلم لیگ کے درمیان تصادم اور تقابل میں شدت پیدا ہو گئی۔

حضرت امیر کی کانگرس کو تلقین

حضرت امیر حزب اللہ نے اس موقع پر اپنے خطبات کے ذریعے کانگرس کو تلقین کی کہ اسے عملی طور پر بلند نظری اور وسیع الخیالی کا ثبوت دینا چاہیے۔ آپ نے فرمایا کہ جہاں تک خواہش آزادی کا تعلق ہے ہم کانگرس سے اشتراک عمل کے لئے تیار ہیں اور ہماری دلی تمنا ہے کہ اپنی زندگی میں دیکھیں کہ ہندوستان کی سرزمین اغیار کی دست برد سے محفوظ ہو کر حقیقی معنوں میں آزاد ہو چکی ہے لیکن مسلمانوں کا اتحاد عمل کانگرس کی طرف سے صلح اور آشتی کا ہاتھ بڑھائے بغیر ناممکن ہے۔ آپ نے واضح فرمادیا کہ ہندوؤں کا مسلمانوں سے جو سلوک ہو رہا ہے اسے آپ بنظر استحسان نہیں دیکھتے۔ آپ نے غیر ذمہ دار اخبارات اور خود ساختہ لیڈروں کو بھی متنبہ کیا کہ وہ اشتعال انگیزی سے پرہیز کریں اور فرقہ وارانہ جذبات کو نہ بھڑکائیں۔ مبادا حصول آزادی کا مقصد عزیز تعویق میں پڑ جائے۔ اس انتباہ کے باوجود حضرت امیر حزب اللہ مدظلہ العالی کانگرسیوں کے جذبہ حب الوطنی کو نگاہ تحسین سے دیکھتے تھے اور ان کی خدمات اور قربانیوں کی قدر کرتے تھے۔

مسلم لیگ کی نشأۃ ثانیہ

مسلم لیگ کے متعلق شروع میں آپ کے دل میں کوئی زیادہ حسن ظن موجود نہیں تھا لیکن ۱۹۳۷ء کے بعد اس کی نشأۃ ثانیہ سے آپ خاصے متاثر ہوئے اور آپ نے اس جماعت کو یقین دلایا کہ اگر اس کے پیش نظر صحیح معنوں میں ملکی آزادی اور حریت کاملہ کا نصب العین ہوا اور اس نے عملاً ثابت کر دکھایا تو حزب اللہ اس کیساتھ اشتراک عمل کرے گی۔ ہندوؤں کو آپ مسلم کش سمجھتے تھے۔ مسلم لیگ کے متعلق آپ کا خیال تھا کہ رجعت پسندوں کی جماعت ہے تاہم حالات جس سرعت سے تبدیل ہو رہے تھے۔ آپ ان کا بنظر غائر مطالعہ فرما رہے تھے۔ حزب اللہ کا مقصد وحید آزادی ملک کے ساتھ ساتھ ہندوستان کے اندر مسلمانوں کی فوقیت برقرار رکھنا تھا۔ اس لئے اس جماعت نے نہ تو کانگرس کے ساتھ الحاق کیا اور نہ ہی مسلم لیگ میں مدغم ہوئی۔ البتہ حصول آزادی کے لئے دونوں کے ساتھ تعاون کی خاطر آمادگی کا اظہار کر دیا۔ بشرطیکہ دونوں کی جماعتیں اپنے اپنے نقائص دور کر دیں۔ جہاں تک عامۃ المسلمین کا تعلق ہے آپ نے غیر مبہم الفاظ میں فرمادیا کہ موجودہ سیاسی بحران میں کانگرس میں جذب ہونے کی بجائے

Marfat.com

اپنی ہستی کو علیحدہ رہ کر برقرار رکھیں اور انگریز کی غلامی سے نکل کر کسی دوسرے شخص یا جماعت کی غلامی قبول نہ کریں۔[۱]

پاکستان کا تصور

۱۹۳۰ء میں الہ آباد میں مسلم لیگ کا اجلاس ہوا تھا جس کی صدارت علامہ اقبال مرحوم نے فرمائی تھی۔ فرقہ وارانہ نزاعات کے زیر نظر مفکر اسلام نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ مسلمانوں کو اس برصغیر میں علیحدہ آزاد حکومت کے قیام کا حق دیا جائے اور وہ اس طرح کہ پنجاب، صوبہ سرحد، سندھ اور بلوچستان کو ملا کر مسلمانوں کے لئے ایک الگ سلطنت بنا دی جائے۔ اگرچہ یہ تجویز بڑی معقول تھی لیکن قوم ابھی پیش بیں نہیں بنی تھی۔ اسے درخور اعتناء نہ سمجھا گیا۔ عجیب اتفاق ہے کہ لائلپور کے ایک پُر جوش محبّ ملت مسلمان چوہدری رحمت علی نے غضب کی دور بینی کا اظہار کیا۔ انگلستان میں رہتے ہوئے مرحوم نے ہندوستان میں مسلمانوں کی آزاد اسلامی ریاست کے نقشے تیار کیے اس میں کشمیر[۲] کو شامل کر کے اس کا نام **"پاکستان"** رکھا اور بڑی محنت اور جانفشانی سے مدلل پیرائے میں برطانوی پریس میں مستقبل کی اس آزاد مملکت کے متعلق پرچار شروع کر دیا۔ برطانوی پریس اور پارلیمنٹ میں چہ مگوئیاں شروع ہو گئیں اور ہندوؤں نے نام سنتے ہی پرزور مخالفت کا آغاز کر دیا۔ مسلم لیگ بدستور خواص کی جماعت تھی۔ عوام کو اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ علامہ اقبال مرحوم نے محمد علی جناحؒ پر زور دیا کہ یہ جماعت صرف اسی طرح عوامی بن سکتی ہے جب آپ ایسا مخلص اور باہمت انسان اس کا قائد بنے۔ ۱۹۳۵ء کے قانون حکومت ہند نے مسلمانوں کو چونکا دیا تھا۔ کیونکہ اگر اس قانون کے مطابق ہندوستان میں وفاقی طرز حکومت کا نفاذ ہو جاتا تو ہندوستان میں سانس لینا بھی دشوار ہو جاتا۔ اسلئے جناح مرحوم نے علامہ مغفور کے کہنے پر مسلم لیگ کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لی اور ۱۹۳۷ء کے اجلاس لکھنؤ میں مسلمانوں کو خود اعتمادی کا ایسا حیات بخش پیغام دیا کہ مسلم لیگ آنِ واحد میں عوامی جماعت بن گئی اور عامۃ المسلمین نے انہیں **"قائد اعظم"** کا خطاب دیا۔

۱۔ اس ضمن میں حضور کی ۱۹۳۷ء، ۱۹۳۸ء اور ۱۹۳۹ء کے خطبات صدارت کا مطالعہ کیا جائے۔ ۱۹۴۰ء میں قرارداد پاکستان پاس ہوئی۔ یہ سال ہماری تاریخ آزادی میں نہایت اہم ہے۔ اسلئے اس سے پہلے اور بعد کے حالات کا جائزہ علیحدہ علیحدہ لینا چاہیے۔

۲۔ پاکستان کا تصور چوہدری رحمت علی اور علامہ اقبال سے پہلے بھی موجود تھا۔ سر سید احمد خان تھیوں ڈور موریسن، مولانا محمد علی جوہر، بھائی پرمانند، لالہ لاجپت رائے، مرتضیٰ احمد خان میکش اور سر آغا خان نے اپنے اپنے خیال کے مطابق مختلف الفاظ میں اس تصور کو پیشتر ازیں پیش کیا تھا۔ پاکستان کا لفظ اختراع کرنے کے لئے چوہدری رحمت علی نے پ پنجاب، ا افغانیہ (صوبہ سرحد)، ک کشمیر، س سندھ اور تان بلوچستان سے لیا۔

Marfat.com

...بہت الذی کفر

حالات میں اس انقلاب کو دیکھ کر کانگرس مبہوت ہوگئی اور مسلمانوں میں افتراق پیدا کرنے کیلئے اپنے سازشی ذہن کو بڑی مکاری کیساتھ مصروف کار کر دیا۔ کانگرس کی پُر مغز تدبیریں کارگر ہوئیں اور بعض مقتدر مسلمان مثلاً ابوالکلام آزاد، حسین احمد مدنی، خان عبدالغفار خان، اور رفیع احمد قدوائی وغیرہ مستقل طور پر ہندوؤں کی سیاسی .ماعت سے وابستہ ہو گئے۔ اسکے باوجود قائداعظمؒ کے تدبر نے کاروان اسلام کی رفتار میں فرق نہ آنے دیا۔

قرارداد پاکستان

۱۹۴۰ء میں مسلم لیگ کا تاریخی اجلاس منٹو پارک لاہور میں منعقد ہوا جس میں قرارداد لاہور پاس ہوئی۔ جس میں مطالبہ کیا گیا تھا کہ چونکہ مسلمان ایک الگ اور مستقل قوم کی حیثیت رکھتے ہیں ان کے لئے برصغیر ہند میں ایک الگ اسلامی ریاست کا قیام ازبس ضروری ہے۔ یہ قرارداد بعد میں ''قرارداد پاکستان'' کے نام سے موسوم ہوئی۔ ہندو قوم اس کی وجہ سے سخت مشتعل ہوئی اور تحریر اور تقریر سے ایسی مخالفت اور معاندت کا آغاز کیا جس کی توقع دنیا میں صرف ہندو ذہنیت سے ہوسکتی ہے۔

متحدہ قومیت کا حقیقی مقصد

اس مخالفت میں محض مہا سبھائی ہندو شامل نہیں تھے بلکہ خود ''مہاتما گاندھی'' جو ہندو مسلم اتحاد کے بہت بڑے داعی تھے پیش پیش تھے۔ مہاتما جی ہندوستانیوں کی متحدہ قومیت کا راگ الاپتے تھے اور اس طرح دس کروڑ مسلمانانِ ہند کو ہندو اکثریت کا غلام بنا دینا چاہتے تھے۔ مسلمانوں کی علیحدہ مملکت کے متعلق ان کا خیال یہ تھا کہ بھارت ماتا کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے لئے وہ آمادہ نہیں۔ نہ ہی وہ قائداعظم کے ساتھ کسی ایسے سمجھوتے کے لئے آمادہ ہوتے تھے جو من حیث القوم مسلمانوں کے خدشات کو دور کر دیتا انہیں اپنی اکثریت پر ناز تھا۔ اچھوت اقوام اور سکھوں کو انہوں نے اپنے ساتھ شامل کر لیا تھا اور ''الکفر ملۃ واحدۃ'' کے مطابق وہ کانگرس کے ہمنوا بن چکے تھے۔ سکھوں نے پاکستان کے مقابلہ میں سکھستان کا شوشہ چھوڑ دیا تھا اور سکھ لیڈر ماسٹر تارا سنگھ نے شمشیر برہنہ ہاتھ میں گھما کر کہا تھا کہ پاکستان سکھوں کی لاشوں پر بنے گا۔ ستم بالائے ستم یہ کہ جہاں تمام غیر مسلم آپس میں متحد تھے مسلمان رہنماؤں میں اتحاد کا فقدان تھا۔ مذکورہ بالا مسلم اکابر کے علاوہ قائد کشمیر شیخ محمد عبداللہ بھی ان دنوں کانگرس کے آغوش میں تھے اور پنڈت نہرو کے بہت بڑے معتمد اور گہرے دوست شمار ہوتے تھے۔

Marfat.com

پنجاب کی صورت حال

پنجاب میں صورت حالات عجیب تھی۔ سر سکندر حیات خان اگرچہ اپنے کابینہ کے مسلم وزراء کے ساتھ مسلم لیگ میں شامل ہوئے تھے اور ''سکندر جناح'' پیکٹ کے نام سے قائداعظم کے ساتھ ایک عہدنامہ بھی طے کیا تھا مگر وہ صوبہ میں مسلم اور غیر مسلم زمینداروں پر مشتمل یونینسٹ وزارت قائم رکھنے پر مُصر تھے۔ حرکت قلب بند ہونے سے وہ اچانک وفات پاگئے اور ان کی جگہ خضر حیات خان ٹوانہ وزیراعظم بنے۔ اپنی دیرینہ خاندانی روایات کے سائے میں پرورش پائی تھی۔ اس لئے وہ عوامی تحریکوں کی حقیقت اور نوعیت سے آشنا نہیں ہوسکتے تھے۔ ان کا خمیرِ فطرت بالکل الگ قسم کا تھا۔ اسلامیان ہند کے مطالبات کے ساتھ ان کے دل میں کوئی ہمدردی پیدا نہ ہوئی اور جہاں سردار سکندر حیات خان ہندو اور سکھ وزراء کو اپنے تدبّر سے کام سے لے کر عامۃ المسلمین کے لئے استعمال کر رہے تھے۔ وہاں خضر حیات خان بالکل سکھوں کے آلہ کار بن گئے اور ہر ممکن طریقہ سے مسلم لیگ کو ناکام کرنا چاہا۔ پنجاب کے مسلم اخبارات البتہ مسلم لیگ کی پوری طرح ہمنوائی کر رہے تھے اور پنجاب کے زندہ دل مسلمان مسلم لیگ میں شامل ہوکر اپنا سب کچھ مسلمانوں کی بہبودی کے لئے وقف کر چکے تھے۔ ان میں حضرت امیر حزب اللہ کے ماموں راجہ غضنفر علی خان اس لئے امتیازی حیثیت رکھتے ہیں کہ وہ اپنی سیاسی زندگی کے آغاز سے مسٹر محمد علی جناح سے وابستہ ہوگئے تھے اور اب جب مسلم لیگ کے مستقل صدر بن کر وہ قائداعظم کہلانے لگے تھے تو راجہ صاحب نے پھر دل و جان سے تعاون کیا اور ہر طرف مسلم لیگی رہنماؤں کے ساتھ دورے کر کے اپنی آتش بیانی کا وہ مظاہرہ کیا کہ ہمیشہ یادر ہے گا۔

امیر حزب اللہ کے تاثرات

قرارداد لاہور پاس ہونے کے بعد قائداعظم کی طرح حضرت امیر حزب اللہ کا نقطہ نگاہ کچھ عرصہ کے لئے یہ رہا کہ ممکن ہے کانگرس کے ساتھ کوئی معقول اور آبرومندانہ مفاہمت ہوجائے اور تقسیم ملک کی نوبت نہ آئے۔ آپ ہندو رہنماؤں۔ سے وسیع الخیالی کی توقع رکھتے تھے اور آپ کا خیال تھا کہ کوئی ایسی سبیل نکل آئے جس سے مسلمانوں کی زبان، ان کی تہذیب، ثقافت اور ان کے مذہب کا تحفظ ہوجائے۔ مگر ہندو تو ایسا سوراج چاہتے تھے جو دراصل ہندو راج کا مترادف ہو۔ بنابریں آپ نے فرمادیا کہ مسلمانوں نے اگر اپنے تحفظ اور بچاؤ کیلئے پاکستان کا نظریہ پیش کردیا ہے تو وہ قطعاً موردِ الزام نہیں۔ مسلمان اقلیت میں ہیں۔ اکثریت کی بدسلوکی اور خود غرضی سے بدظن ہوکر ان کا کوئی نظریہ قائم کرلینا اس کا منطقی نتیجہ ہے۔ ہندو اگر پاکستان کا نعم البدل

Marfat.com

کر سکتے ہیں تو مسلمانوں کو مطمئن کریں۔ مسلمان محض دھمکیوں اور اکثریت کے رعب سے اپنے جائز حقوق کا مطالبہ ترک کرنے کیلئے تیار نہیں۔ ماسٹر تارا سنگھ کے اشتعال انگیز لب ولہجہ کا جواب حضرت امیر حزب اللہ نے یہ دیا کہ مسلمان ہمیشہ دائرہ تہذیب کے اندر رہ کر گفتگو کرتا ہے۔ لیکن ماسٹر صاحب کو یاد رکھنا چاہیے۔ مسلمان کمزور نہیں وہ اپنے جائز حقوق کی نگہداشت کریں گے۔ کسی کے حقوق وہ چھیننا نہیں چاہتے اور اپنے غصب نہیں ہونے دیں گے۔

۱۹۴۲ء میں حکومت برطانیہ نے سر کرپس کو ہندوستان میں کچھ تجاویز دے کر بھیجا تا کہ ہندوستانیوں کا نقطہ نگاہ معلوم کیا جائے لیکن مسلمانوں کے مطالبات کے مسئلے پر کانگرس کوئی معقول اور اطمینان بخش رویہ اختیار نہ کر سکی۔ حضرت امیر حزب اللہ نے جب اس موقع پر کانگرس کی ہٹ دھرمی کو اچھی طرح سے دیکھ لیا تو آپ ہندوؤں کی طرف سے مکمل طور پر مایوس ہو گئے۔ قائداعظمؒ کی زبردست قوت ارادی اور حسن تدبر کے آپ قائل تھے اسلئے حزب اللہ کے پندرہویں سالانہ اجلاس میں جو ۱۹۴۲ء میں منعقد ہوا آپ نے انہیں یقین دلا دیا:۔

''حزب اللہ کی جماعت باوجودیکہ وہ تا حال مسلم لیگ میں منسلک یا مدغم نہیں ہوئی اور نہ ہی ہم اس کی ضرورت سمجھتے ہیں۔ لیکن پاکستان کے معقول ترین مطالبہ میں وہ مسلم لیگ کے ساتھ اشتراک عمل کرے گی اور اسکے حصول کی خاطر مسلم لیگ کے جو اقدامات ہوں گے انہیں حزب اللہ کی جماعتی تائید حاصل ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ''

حضور کی اس یقین دہانی سے مسلم لیگ کو شمالی ہند کی سب سے بڑی اسلامی جماعت کی تائید حاصل ہو گئی۔ ایک ایسی جماعت جو سالہا سال سے بڑی مستقل مزاجی اور ثابت قدمی کے ساتھ ایک آزاد اسلامی مملکت کے لئے کوشاں تھی اور جو اس علاقہ کے بالخصوص مسلمانوں کو مسلسل درسِ حریت دے رہی تھی جس نے بعد میں مغربی پاکستان کہلانا تھا۔ یعنی حضور کی مجاہدانہ مساعی کی بدولت یہ علاقہ ذہنی اور قلبی طور پر اس عظیم انقلاب کے لئے پہلے سے تیار تھا۔

حضرت امیر حزب اللہ کا خواب شرمندہ تعبیر ہونے والا تھا

حضور کے اس تاریخی اعلان کے بعد حزب اللہ کے سالانہ دورے محض حصول پاکستان کیلئے وقف ہو گئے۔ آپ نے آغاز کار سے جو خواب دیکھا تھا وہ اب شرمندہ تعبیر ہونے والا تھا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد جن مجاہدین نے ملت اسلامیہ کی صلاح و بہبود، غلامی سے نجات اسلام کی نشاۃ ثانیہ کیلئے مخلصانہ طور پر مہتم بالشان کارنامے انجام دیئے ہیں اور اپنے فرائض نہایت تندہی اور خوش اسلوبی سے نباہا ہے۔ حضرت امیر حزب اللہ انہی کی صف اول میں شامل

Marfat.com

کئے جاسکتے ہیں۔ بلکہ حضرت امیر کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ آپ نے اپنے ذاتی آرام و آسائش، نام ونمود اور بہبود ومنفعت سے بالکل بے نیاز ہو کر اسی مقصد عزیز کیلئے اپنے سارے انفاسِ زندگی گذارے ہیں اور اپنی تمام تر صلاحیتیں اور قوتیں اس کی خاطر کھلے دل سے نثار کر دی ہیں اور بالخصوص مشائخ طریقت میں تو آپ کو یقیناً "السابقون الاولون" کا درجہ حاصل ہے آپ نے فقرِ خانقہی کو "فقر شبیری" کا درجہ عطا کیا۔

ہنود کی مہا سبھائی ذہنیت کے کرشمے

جوں جوں وقت گزر رہا تھا ہندوؤں اور سکھوں کی طرف سے مخالفت بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ مہا سبھائیوں اور کانگرسیوں میں کوئی امتیاز باقی نہیں رہا تھا۔ ہندوؤں کے یہ دونوں طبقے مسلمانوں کی مخالفت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے تھے۔ مہا سبھائیوں میں سے ڈاکٹر مونجے اور شیاما پرشاد مکرجی کی متعصّبانہ ذہنیت اور خفیف الحرکتی خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ ان کے دورے ناسک سے لے کر لائل پور تک ملک کے ہر حصے میں ہو رہے تھے۔ ڈاکٹر مونجے نے کہا۔ ہندوستان میں جو مسلمان آباد ہیں ان کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جن کے آباؤ اجداد ہندو تھے اور جو کسی ترغیب وتحریص سے مسلمان ہو گئے۔ دوسرے وہ جو کہ باہر سے آ کر یہاں آباد ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر مذکور نے کہا کہ نو مسلم اقوام کو شدھی کر کے ہم اپنے ساتھ ملا لیں گے اور باہر سے آنے والے مسلمانوں کو ہندوستان سے ہجرت کر کے اپنے آبائی وطن چلے جانے پر مجبور کر دیا جائے گا اور اگر وہ یہاں رہنے پر مصر ہوئے تو انہیں ہندوؤں کا غلام بن کر رہنا پڑے گا۔ مہا سبھائی ہندو مسلمانوں کو پاکستان کا جو نعم البدل پیش کر رہے تھے وہ آپ کو معلوم ہو گیا۔ کانگرس کہتی تھی جن صوبوں میں ہندوؤں کی اکثریت ہے وہ تو ویسے ہوئی اور جہاں نہیں اور مسلمان اکثریت میں ہیں وہاں مسلمان گاندھی جی کے چیلے بن کر متحدہ قومیت پر ایمان لے آئیں اور عملاً ہندوؤں کے تابع ہو جائیں۔ صاف ظاہر ہے ہندو اس بات پر آمادہ نہیں تھے کہ مسلمان اپنی اکثریت والے صوبوں میں تناسب آبادی کے لحاظ سے حقوق لے سکیں اور مرکز میں کسی علیحدہ مجلس کے ذریعے اپنی حفاظت کر سکیں۔

کانگرس کی عجیب چال

اس موقع پر کانگرس نے ایک اور عجیب چال چل کر انگریزوں اور باقی اہل عالم کو دھوکہ دینا چاہا۔ ابوالکلام آزاد کو کانگرس کا صدر بنا دیا گیا اور یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی کہ جس جماعت کے صدر ایک مسلمان ہیں وہ محض ہندوؤں کی جماعت کیسے ہو سکتی ہے۔ اسلئے کانگرس

Marfat.com

ہندوستان کی تمام اقوام کی نمائندہ ہے اور یہ کہنا درست نہیں کہ مسلم لیگ ہی مسلمانوں کی نمائندہ جماعت ہے۔

جماعت حزب اللہ کی حصول پاکستان کے لئے سر دھڑ کی بازی

ان مخدوش حالات نے حضرت امیر حزب اللہ کے عزائم میں دہ چند اضافہ کر دیا۔ آپ کی طبیعت میں جوش وخروش بیحد بڑھ گیا۔ آپ کی تقاریر اور بھی زیادہ ولولہ آفریں اور جوش پرور بن گئیں۔ تمام موانعات سے بالکل بے نیاز ہو کر آپ کے دورے عام اور بدرجہا زیادہ ہنگامہ خیز ہو گئے۔ آپ کی قوت سماعت ہندوؤں اور سکھوں کی ایک ایک بات پر مرکوز تھی۔ آپ ان کی سیاسی چالوں کو بنظر غائر دیکھ رہے تھے۔ وقت کے تقاضوں کو اچھی طرح سمجھ کر آپ نے مسلمانوں کی رہنمائی کی۔ ڈاکٹر مونجے کو آپ نے جواب دیا کہ نہ تو مسلم ترک مذہب پر آمادہ ہوں گے اور نہ ہی نو وارد مسلم اقوام ترکِ وطن اور ہجرت پر آمادہ اور اگر ہندوستان پر حکومت کرنے کا حق صرف ان اقوام کو ہے جو شروع ہی سے یہاں آباد چلی آتی ہے تو مسلمانوں کے ساتھ ہندوؤں کو بھی یہاں سے نکل جانا چاہیے کیونکہ ان کے آباؤ اجداد بھی وسط ایشیا سے آئے تھے اور ہندوستان اس کے اصل باشندوں یعنی اچھوت اقوام چوہڑوں، چماروں، بازیگروں گونڈ اور بھیلوں کے حوالے کر دینا چاہیے۔ کانگرس کو آپ نے جواب دیا کہ مسلمان اپنی تعداد کے مطابق حقوق لے کر رہیں گے۔ ہم اتنے بے غیرت اور بے حمیت نہیں کہ اپنے قتل کے فتوے پر خود دستخط کر دیں۔ آپ نے ہندوؤں کو یقین دلایا کہ ہندوستان میں پاکستان بنے گا اور ضرور بنے گا۔ حکومت برطانیہ مجبور ہو گی کہ پاکستان کی تصدیق کر دے اور بالآخر ہندو خود مجبور ہوں گے کہ اسے منظور کر لیں اور مسلمان جب تک زندہ ہے اور دس کروڑ نفوس میں سے ایک فرد واحد بھی باقی ہے وہ انگریز کی غلامی سے نکل ہندو کی غلامی ہرگز قبول نہیں کرے گا۔ آپ نے قائداعظم پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا اور بار بار اپنے خطبات اور دوروں کی تقاریر میں فرمایا کہ پاکستان کے مسئلہ میں ہم غیر مشروط طور پر ان کا ساتھ دیں گے۔ آپ نے یہ بھی اعلان فرمایا کہ حزب اللہ کی جماعت نہ صرف پاکستان کے مطالبہ کی زبردست حمایت کرے گی بلکہ اس کے حصول کی خاطر جو قربانی دینی پڑے گی اس سے دریغ نہیں ہو گا۔ آپ کے ان مجاہدانہ ولولہ انگیز اعلانات نے پشاور، کراچی، لاہور اور سرینگر کے درمیان مسلمانوں کے دلوں میں جو جوش وخروش پیدا کیا ہو گا اس کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔[1]

---

[1] صاحب قلم جناب رئیس جعفری اپنی کتاب "قائداعظم اور ان کا عہد" کے صفحہ ۵۱۳ (بقیہ صفحہ نمبر ۳۴۳ پر ملاحظہ فرمائیں)

Marfat.com

یہ سب کچھ جنگ عالمگیر دوم کے دوران میں ہو رہا تھا یعنی پاکستان کی جنگ بھی اسی دوران میں لڑی جا رہی تھی۔ جنگ عالمگیر کے خاتمہ پر نئی سیاسی اصلاحات کی ترویج مستلزم تھی۔ سان فرانسسکو میں ایک کانفرنس کا انعقاد ہوا جس کا مقصد ہندوستان کے سیاسی مطالبات پر غور کرنا تھا۔ حکومت برطانیہ زیادہ دیر تک کانگرس کے مطالبہ آزادی کو ٹھکرا نہیں سکتی تھی۔ جنگ نے بے شمار ایسے مسائل پیدا کر دیئے تھے جنہوں نے انگریزوں کو سخت ہراساں کر دیا تھا۔ ان حالات کی بنا پر مسلمانوں کے حقوق منوانا اشد ضروری تھا۔ حضرت امیر حزب اللہ نے اپنی طرف سے یہ فریضہ بڑی عمدگی سے انجام دیا۔ ۱۸، ۱۹ / مئی ۱۹۴۵ء کو جلالپور شریف میں حزب اللہ کا سالانہ اجتماع ہوا۔ آپ نے اپنے خطبہ صدارت میں حکومت برطانیہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تناسب آبادی اور جنگی خدمات کے لحاظ سے مسلمانوں کے حقوق اسقدر ہیں کہ وہ سیاسی مراعات میں برابر کے حصہ دار ہیں۔ لیکن:

''جب تک پاکستان کے نظریہ کے مطابق مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ نہ ہوا یہ مزعومہ آزادی مسلمانوں کے لئے بالکل غلامی کے مترادف ہوگی''

آپ نے حکومت پر واضح کر دیا کہ ہم اس حد تک تو کانگرس کے ساتھ ہیں کہ ہندوستان کو آزادی ملنی چاہیے اور ضرور ملنی چاہیے لیکن یہ بات کبھی برداشت نہیں کرتے کہ انگریز سے آزاد ہو کر مسلمان ہندو کا غلام بن جائے۔ **ہمارا مبنی بر انصاف مطالبہ یہ ھے کہ ھندو اپنی جگہ آزاد ھو اور مسلمان اپنی جگہ** اور پھر دو آزاد قوموں کے اشتراک کے ساتھ حکومت کا کام چلایا جائے۔

مرکزی حکومت میں دو آزاد قوموں کا اشتراک ایسا نظریہ تھا جو خود قائداعظم کے ذہن میں تقسیم ملک سے پہلے کافی عرصہ تک رہا۔ اگر اس پر اتفاق ہو جاتا تو برصغیر کی تاریخ بڑے خوش آئند طریقہ سے مرتب ہوتی یہ کوئی نیا تجربہ بھی نہیں تھا۔ جرمنی اور لبنان میں مختلف ریاستوں کے اجتماع سے ملکی نظم و نسق قائم رکھنے کی مثالیں موجود تھیں۔ لیکن جس طرح کہ ہندوؤں کی تنگ نظری نے محمد علی جوہر اور محمد علی جناح جیسے حریت پسند مسلمانوں کو ہولے ہولے ان سے بددل کر دیا اور وہ کانگرس کو چھوڑ کر مسلم لیگ میں شامل ہو گئے تھے۔ اسی طرح ان کی ہٹ دھرمی، متعصب ذہنیت اور فرقہ وارانہ طبیعت نے باقی مسلمانوں کو بھی مجبور کر دیا کہ وہ ہندوؤں سے بالکل

(بقیہ صفحہ گزشتہ) پر بہ عنوان ''سید فضل شاہ کا اعلان'' رقمطراز ہیں ''۱۲ / ستمبر ۱۹۴۵ء کو پیر محمد فضل جو لاکھوں آدمیوں کے روحانی پیشوا ہیں کوہ مری پر جشن عید کے سلسلہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا: ''مسلمانوں کا فرض ہے ... کے پرچم تلے جمع ہو جائیں کیونکہ وہی ان کو نجات دلا سکتی ہے''

Marfat.com

اختیار کرلیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ علیحدگی کے وقت اور اسکے بعد بھی ہندوؤں نے اپنی اس فطرت کا نہایت ہی گھٹیا مظاہرہ کیا۔ لیکن یہ بات ضروری ہوگئی کہ تقسیم ملک سے اس قوم کی ابدی غلامی سے مسلمانوں نے نجات حاصل کرلی۔ اس وقت دو آزاد قوموں کے اشتراک کا نظریہ ہندوؤں نے قبول نہ کیا ورنہ آج حدودِ ہند میں تمام اقوام بڑے سکون اور اطمینان سے آزادی کی فضا میں سانس لیتیں اور دونوں ملک ان المناک مشکلات سے دوچار نہ ہوتے جواب عرصہ دراز تک ان کیلئے جان لیوا بنی رہیں گی۔ ابوالکلام آزاد کی اپنی تصنیف **آزادی ہند** اس بات کی تصریح کرتی ہے کہ کانگرسیوں کی اپنی غلط روش تقسیم ملک۔ کا موجب بنی۔[1]

کالا ناگ دیوتا اور انسان شودر

بہر حال ابھی ۱۹۴۵ء کے ایام تھے حضرت امیر حزب اللہ نے حکومت برطانیہ کو یقین دلایا کہ کانگرس کے خیال کے مطابق اکھنڈ ہندوستان مسلمانوں کیلئے بالکل ناقابل قبول ہے۔ لیکن جیسا کہ ہندوؤں کے ساتھ صدہا سال تک مل کر رہتے ہوئے مسلمانوں کو اچھی طرح معلوم ہو چکا ہے اور ہولے ہولے دنیا کی باقی اقوام کو بھی معلوم ہو جائے گا، یہ قوم بڑی حریص ہے، پیسے پیسے پر جان دیتی ہے، دوسروں کے حقوق غصب کرنا شیر مادر کی طرح جائز سمجھتی ہے۔ زبردست کو دیوتا بنا لیتی ہے۔ خواہ وہ کالا ناگ ہی کیوں نہ ہو اور کمزوروں کو شودر بنا ڈالتی ہے خواہ وہ پاکیزہ فطرت انسان ہی کیوں نہ ہو۔ کوئی معاملہ کبھی کھلے دل سے نہیں چکاتی بلکہ ہر آن نئی سے نئی حجتیں تراشتی رہتی ہے۔ اس موقع پر جوں جوں یقین ہوتا جا رہا تھا کہ انگریز اس برصغیر کو آزاد کرنا چاہتا ہے مسلمانوں کو اپنے جائز حقوق سے محروم کرنے کے لئے ہندو نئے سے نئے حیلے اور بہانے تراش رہے تھے۔ ان دنوں لارڈ ویول وائسرائے تھے۔ انہوں نے ہندو مسلم راہنماؤں کو شملہ میں جمع ہونے کی دعوت دی تاکہ ان کے مشورے سے مرکز میں نئی کابینہ کی تشکیل عمل میں لائی جائے۔ لیکن کانگرس نے مسلم لیگ کو مسلمانوں کی نمائندہ جماعت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور اصرار کیا کہ وائسرائے کی انتظامیہ مجلس میں کانگرسی مسلمانوں کو مسلم وزراء کے تناسب میں حصہ ملے۔ بنابریں شملہ کانفرنس ناکام رہی اور یہ معلوم کرنے کیلئے کہ مسلمانوں کی نمائندہ جماعت کونسی ہے انتخابات ضروری ہوگئے۔ چنانچہ حکومت برطانیہ کا مشورہ لینے کے لئے لارڈ ویول انگلستان گئے اور واپسی پر انتخابات کا اعلان کر دیا۔

---

[1] یہ کتاب پڑھ کر افسوس ہوتا ہے کہ نہرو، گاندھی اور دیگر کانگرسیوں کی المناک غلطیوں کو بار بار دیکھنے کے باوجود ابوالکلام کانگرس سے چمٹے رہے۔

Marfat.com

۱۹۴۵ء کے انتخابات

ان انتخابات نے اسلامیان ہند کو ایک عظیم ابتلا میں ڈال دیا۔ کانگرس متحدہ قومیت کی علمبردار تھی اس کا دعویٰ تھا کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں اختلاف مذہب کے باوجود اتحاد قومی موجود ہے ہندوستان کی سرزمین نے ان کی قومیت کا فیصلہ کر دیا ہے بھارت کے باشی ہونے کی وجہ سے وہ اس کے سپوت بن چکے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں ان کے وطن نے ان کی ملت کا فیصلہ کر دیا ہے اور جہاں تک قوم کا تعلق ہے مسلمان بھی ہندو یا بھارتی ہیں۔ اگر مسلمان ہندو قومیت کو تسلیم کر لیتے تو وہ ہندو قوم کا ایک جز بن کر رہ جاتے۔ ملت اسلامیہ سے ان کا تعلق کٹ جاتا۔ وہ اللہ اور اللہ کے رسول کو مقدم نہ سمجھتے۔ بلکہ بھارت ان کے لئے مقدم ہوتا۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق ملت و قومیت کا دارومدار محض کلمہ توحید پر ہے۔ جس شخص نے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر اپنے ایمان کا اعلان کر دیا وہ جس رنگ، نسل اور قوم کا ہو، جو زبان بولتا ہو اور جس ملک میں آباد ہو دنیا بھر کے مسلمانوں کا بھائی بن گیا اور ایک ایسی برادری میں شامل ہو گیا جو عالمگیر ہے اور انسان انسان کے درمیان کسی امتیاز کی قائل نہیں۔ اسکے برخلاف گاندھی کی تعلیمات مسلمانوں کو ایک ایسی متحدہ قومیت میں منسلک کرنا چاہتی تھیں جو صرف ہندوستان تک محدود ہے۔ مختصر الفاظ میں ۱۹۴۵ء کے انتخابات مسلمانوں سے معلوم کرنا چاہتے تھے کہ آیا انہیں وہ خالص اسلام مطلوب ہے جو محمد عربی ﷺ لائے تھے یا اس کا وہ تصور انہیں مطلوب ہے جس کی تخمیر گاندھی آشرم میں ہوئی ہے۔ اگر مسلمان گاندھی کی مہاتمائیت سے مسحور ہو جاتے تو نہ صرف یہ کہ وہ اسلام سے ہاتھ دھو بیٹھتے بلکہ متعصب ہندو انہیں بھارت میں وہ مقام دیتے جو انہوں نے منو جی کی تعلیمات پر عمل کر کے شودروں کو دیا ہوا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ فطرتاً ہندو قوم مقتدر بن کر غیر اقوام کے ساتھ اس سے بہتر سلوک کرنا جانتی ہی نہیں۔

پاکستان کا مطلب کیا؟

بحمد اللہ اسلامیان ہند نے انتخابات کی اہمیت کو اچھی طرح سے محسوس کیا۔ مسلم لیگ نے پاکستان کی توضیح مندرجہ ذیل عام فہم شعر کے ذریعے کی تھی۔

پاکستان کا مطلب کیا　　لا الٰہ الا اللہ

پاکستان کی حقیقت و نوعیت کے اظہار کے لئے اس سے بہتر الفاظ نہیں ہو سکتے۔ واقعی توحید پرست اور بت پرست ایک سلک میں نہیں پروئے جا سکتے۔ اس لئے تمام مسلمانوں نے مسلم لیگ کی آواز پر لبیک کہی۔ حضرت امیر حزب اللہ شروع ہی سے یہ تعلیم دیتے چلے آئے

Marfat.com

ں علیم کی بناپر اب ایک آزاد مملکت کی داغ بیل ڈالنے کا وقت تھا۔ اسلئے حضور اس کام کو انجام
ینے کیلئے پوری طرح منہمک ہو گئے۔

یال شریف میں پاکستان کے انتخاب کے سلسلہ میں دورہ کا خصوصی پروگرام

شیخ ریاض الدین چشتی چکوال کے بڑے دیدہ ور شاعر ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ۱۹۴۵ء میں خواجہ شمس العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک جناب ابوالبرکات سید محمد فضل شاہ صاحب امیر حزب اللہ کی زیارت سیال شریف میں کی وہاں پاکستان کے موضوع پر تقریریں ہوئیں۔ حضور کی تقریر بیحد معقول، مدلل اور پُر جوش تھی۔ مجلس میں بھی حضور سے ہمکلام ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ اس وقت بھی آپ نے جو گفتگو فرمائی اس سے پتہ چلتا تھا کہ آپ کے دل میں مسلمانوں کی آزاد مملکت کے لئے بے پناہ تڑپ موجود ہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک دھن ہے جس کے ماتحت آپ سرگرم کار ہیں۔ شیخ صاحب موصوف بتاتے ہیں کہ حضور نے وہیں شیخ الاسلام حضرتِ خواجہ قمر الدین صاحب سجادہ نشین سیال شریف کے ساتھ علاقہ سُون ضلع سرگودھا کے دورہ کا پروگرام مرتب فرمایا اور پھر اسے ایک خاص جذبے کے ساتھ ختم کیا۔

موقع کی نزاکت واہمیت کے پیش نظر حضرت امیر حزب اللہ نے اپنی طرف سے ایک اعلان شائع فرمایا جسے اراکین حزب اللہ اور پیر بھائیوں میں خاص طور پر تقسیم کیا گیا۔ یہ ۲۱ رذی الحج ۱۳۶۴ھ بمطابق ۲۷ رنومبر ۱۹۴۵ء کو قلمبند ہوا تھا۔ اس میں ہندوؤں کی روش، مسلم لیگ کے مطالبہ پاکستان اور اسلامیان ہند کے وقتی فریضہ کے متعلق بڑے متین مدلل اور پُر زور الفاظ میں اظہار خیال کیا گیا تھا اور حضور نے اپنے متوسلین کو فرمایا تھا کہ "ووٹ اس امیدوار کو دیئے جائیں جسے مسلم لیگ نے ٹکٹ دے کر کھڑا کیا ہو۔" یہ اعلان نہایت ہی اہم تاریخی دستاویز ہے۔ اس لئے اسے یہاں بجنسہٖ نقل کیا جاتا ہے:۔

مسلم لیگ کی حمایت کیلئے مطبوعہ اعلان

"آزادی ملک واستخلاص وطن کا قابل قدر جذبہ ہر ایک ہندوستانی کے دل میں پیدا ہونا ایک فطرتی اور قدرتی خواہش کے عین مطابق ہے اور اگر ہندوستان کی ترقی پسند جماعتیں دوسری اقوام کی طرح اپنے ملک کے اندر مکمل آزادی اور انگریز کے دستِ تغلب وتصرف سے رہائی حاصل کرنے کی خاطر جدوجہد کریں تو ان کا یہ اقدام مستحق تحسین وستائش ہے اور جہاں تک ہندوستان کی آزادی اور انگریز کے دست تصرف سے رہائی حاصل کرنے کا سوال ہے کوئی بھی خوددار، عزت نفس

Marfat.com

رکھنے والا ہندوستانی اس کی مخالفت نہیں کر سکتا اور اس معاملہ میں ہندوستان کے ہر باشندے کو ہمدردی ناگزیر ہے لیکن ہندو بھائیوں کی موجودہ تعصب آمیز ذہنیت اور انکے فرقہ وارانہ خیالات وجذبات نے مسلمانوں کے اندر جو بے اعتمادی اور بددلی پیدا کر دی ہے اس سے بھی چشم پوشی نہیں کی جا سکتی جبکہ انہیں صاف نظر آرہا ہے کہ ہندو بھائی جہاں انگریز کی غلامی سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتا ہے وہاں ہندوستان کے اندر بسنے والی اقلیتوں کو وہ اپنا غلام بنانے کا خواہشمند ہے اور پاکستان جیسے معقول اور مبنی برانصاف مطالبہ کے استرداد سے ہمارے برادران وطن نے یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ سوراج کا مقصد حقیقتاً ہندوراج ہے جس کے اندر مسلمانوں کے تمدن، ان کی تہذیب، ان کی قومیت بلکہ ان کے مذہب کے تحفظ کی کوئی ضمانت نہیں ہوگی اور مسلمانوں کی اقلیت کو ہمیشہ کیلئے ہندو اکثریت کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جائیگا۔ جس کا عملی ثبوت گزشتہ انتخاب کے بعد ان صوبہ جات میں جہاں کہ ہندوؤں نے اپنی انتظامیہ مجلس میں ارکان کے انتخاب کے مسئلہ پر جو کشمکش ہوئی ہے اور کانگرس والوں نے مسلمانوں کے جائز مطالبات کو جس طرح پائے استحقار سے ٹھکرایا ہے مل چکا ہے"

مسلم لیگ نے اپنے قائداعظم مسٹر محمد علی جناح کی زیر قیادت وائسرائے صاحب کے سامنے دو چیزیں پیش کیں۔ ایک۔ یہ کہ مسلم لیگ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے اور دوسری یہ کہ مسلمان پاکستان حاصل کئے بغیر مطمئن نہیں ہو سکتے۔ کانگرس والے ان دونوں باتوں کو تسلیم نہیں کرتے اور انکے خیال میں نہ ہی مسلم لیگ مسلمانوں کی نمائندہ جماعت ہے اور نہ ہی مسلمان پاکستان کے خواہاں ہیں۔ جناح صاحب نے حکومت کو چیلنج کیا کہ وہ انتخابات کے ذریعے بحیث القوم مسلمانوں کے مطالبات کا اندازہ لگائے چنانچہ اب جو انتخابات ہونے والے ہیں ان میں اگر مسلم لیگ کے امیدوار کامیاب ہوگئے اور اسمبلیوں میں مسلم لیگ نے اپنا اثر واقتدار قائم کر لیا تو جہاں ایک طرف یہ ثابت ہو جائیگا کہ مسلم لیگ کا ادعائے نمائندگی درست تھا وہاں پاکستان کے مطالبہ کو بھی زبردست جماعتی تائید حاصل ہو جائے گی۔

مسلمان یہ چاہتا ہے کہ اسے مکمل آزادی نصیب ہو اور اس پر کسی بھی قوم کا

Marfat.com

ناجائز تسلط باقی نہ رہے۔ پاکستان کا مقصد اپنے جائز حقوق منوانا ہے۔ یہ کہ جن صوبجات میں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہاں حکومت کی باگ ڈور ان کے ہاتھ میں ہونی چاہیے اور جہاں ہندو بھائی اکثریت میں ہیں وہاں ان کا نظم و نسق ان کے سپرد کر دیا جائے۔ پھر ایسے غیر مبہم اور واضح مطالبہ کی مخالفت ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا ہے۔

بہرکیف اب ہندو بھائی بحیث الجماعت پاکستان کی مخالفت پر کمربستہ ہو چکے ہیں۔ سکھ بھائی بھی ان کے ساتھ ہیں اور تعجب یہ ہے کہ مسلمانوں کی کئی ایک جماعتیں بھی سواد اعظم اور عامۃ المسلمین سے الگ ہو کر مسلم لیگ کو نیچا دکھانے اور پاکستان کے نظریہ کو باطل قرار دینے کی خاطر میدان عمل میں نکل آئی ہیں۔ یہ فقیر سب سے پہلے مجلس احرار، جماعت خاکسار، جمیعۃ العلماء و دیگر بزعم خویش ترقی پسند جماعتوں سے استدعا کرتا ہے کہ وہ حالات کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے مسلم لیگ کے ساتھ اشتراک عمل کریں تاکہ ہماری یہ تفریق اور نااتفاقی قوم کی ہلاکت اور بربادی کا باعث نہ ہو جائے۔ ہندو بھائیوں کے اندر بیسیوں اختلافات موجود ہیں مگر پھر بھی سوراج یا آزادی ملک کے معاملہ میں وہ باہمدگر متفق الرائے اور متحد الخیال نظر آتے ہیں۔ ممکن ہے آپ کو کسی کی شخصیت پر کوئی اعتراض ہو یا کسی کا طریق کار ناپسندیدہ نظر آئے مگر خدارا اتحاد اسلامی اور پاکستان کی تو آپ مخالفت نہ کریں اور اغیار کا آلہ کار بن کر ملت اسلامیہ کو نقصان نہ پہنچائیں ہاں اگر آپ کو مسلم لیگ کے نصب العین میں کوئی نقص نظر آتا ہے یا پاکستان کے مطالبات قابل ترمیم ہیں تو پھر بجائے اس کے کہ باہر رہ کر اعتراض کرنے لگیں۔ آپ کا اخلاقی فرض ہے کہ اس میں شامل ہو کر اس کے نقائص رفع کریں۔ تاکہ دنیا کو آپ کے خلوص دل کا پتہ لگ سکے۔

ہماری حزب اللہ کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پنجاب کے اکثر اضلاع میں مقبولیت حاصل ہے اور اگر یہ فقیر بعض دوسری اسلامی جماعتوں کی طرح چاہتا تو حزب اللہ کے ٹکٹ پر کافی امیدوار کھڑے کیے جا سکتے تھے مگر اس میں وحدت اسلامی اور نظام ملی کو ضعف پہنچنے کا احتمال تھا۔ دوسرے یہ فقیر شروع سے پاکستان کا حامی اور مسلم لیگ کے سیاسی مسلک کو پسندیدہ نگاہوں سے دیکھتا چلا آ رہا ہے۔

Marfat.com

اندریں حالات یہ فقیر اعلان کرتا ہے کہ چونکہ حزب اللہ کا حقیقی نصب العین اور مطمع نظر ''حکومت الٰہیہ'' کا قیام ہے اور پاکستان بن جانے کی صورت میں اجرائے احکام خداوندی و ترویج قوانین شریعت کے لئے حالات سازگار ہونے کا قوی احتمال ہے۔ بناءً علیہ اپنے جماعتی نظام حزب اللہ کو بدستور سابق برقرار رکھتے ہوئے اور اپنے نصب العین ''حکومت الٰہیہ'' سے سرِمُو تجاوز نہ کرتے ہوئے آنے والے انتخابات میں ہماری جماعت کے تمام اراکین اور ہمارے مخلص برادران طریقت کو متحدہ طور پر نہ صرف اپنے اپنے حلقۂ نیابت میں اس امیدوار کو ووٹ ہی دینے چاہئیں جسے مسلم لیگ نے ٹکٹ دے کر کھڑا کیا ہو بلکہ اپنے حلقہ اثر میں اسے کامیاب بنانے کے لئے اپنی تمام کوششیں وقف کر دیں۔ تاکہ ہم دنیا کے سامنے یہ ثابت کر سکیں کہ مسلمانوں کے اندر ابھی تک اسلام کے عروج و ترقی اور مسلمانوں کی بہتری و برتری کے احساسات بدرجہ اتم موجود ہیں۔ پہلے انتخابات کی طرح امسال قومی تعلقات، رشتہ داریوں کے سوالات اور دھڑے بندیوں کے قصے سامنے نہیں آنے چاہئیں بلکہ صرف ایک سوال کو عامۃ المسلمین کے لئے جاذب توجہ بنا دیا جائے کہ کیا وہ ہندوستان میں انگریز کی غلامی سے آزاد ہو کر ہندو کی غلامی قبول کرنا چاہتے ہیں؟ اگر ان کی اسلامی غیرت اور مذہبی حمیت اسکی روادار نہیں تو پھر وہ اپنے ووٹ مسلم لیگ کے امیدوار کو دے کر ایک طرف مسلم لیگ کی شان بڑھائیں اور دوسری طرف پاکستان کی تعمیر میں عملاً حصہ لیں۔

آپ کا ووٹ ایک قومی امانت ہے جسے آپ کو اس کے سپرد کرنا چاہیے جو کہ اس کی صحیح اہلیت رکھنے والا ہو اور مسلم لیگ پر چونکہ ہمیں اعتماد کامل ہو چکا ہے اس لئے ووٹ اس امیدوار کو دینے چاہئیں جسے مسلم لیگ کی تائید حاصل ہو۔ ہمارے لئے یہ امر باعث مسرت ہے کہ اپنی مسلمہ فرض شناسی اور صحیح رہنمائی کے حسب اعتبار ہندوستان کے بالعموم اور پنجاب کے بالخصوص مشائخ عظام اور سجادہ نشین حضرات مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان کر چکے ہیں اور انشاء اللہ ان کا یہ مبارک اتحاد اس کی کامیابی کا ضامن ہوگا۔

جب آپ کے رہنما ایک چیز کو پسند کر چکے ہیں۔ جب آپ کا ضمیر ایک چیز کو قبول کر رہا ہے اور جب اسلامی سیاسی حالات اس کے مقتضی ہیں تو پھر آپ اپنا

Marfat.com

فرض پورا کرنے کی خاطر کمربستہ ہو جائیں اور ہندوستان میں بسنے والی دوسری قوموں کے سامنے اپنی زندگی، اپنے اتحاد اور اپنی یک جہتی کا وہ شاندار مظاہرہ کریں جسے دنیا والے کبھی نہ بھول سکیں۔''

واضح اور غیرت آموز پیام

یہ ایک نہایت ہی واضح اور غیر مبہم اعلان اور غیرت آموز پیام تھا۔ جسے مسلمانوں نے بڑی توجہ سے سنا۔ اس پر عمل کیا۔ اس میں مسلم لیگ اور پاکستان کی بڑے معقول طریقہ سے حمایت کی گئی ہے۔ علاوہ بریں یہ اعلان ایک منشور کی حیثیت بھی رکھتا ہے۔ اس سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ حزب اللہ کا منتہائے مقصود کیا تھا۔

پنجاب کے انتخابی حلقوں کا جلالپور شریف میں نمائندہ اجتماع

اس اعلان کے بعد حضور نے اکتیس ۳۱ر دسمبر ۱۹۴۵ء کو جلالپور شریف میں پنجاب کے ایک ہزار با اثر اور سربرآوردہ حضرات کو جمع کیا جو صوبہ کے مختلف گوشوں سے آئے ہوئے تھے۔ ان میں سے ۲۴ر انتخابی حلقوں کے مسلم اکابر شامل تھے۔ ظاہر ہے نمائندہ قسم کا ایک عدیم النظیر اجتماع تھا۔ حضرت امیر حزب اللہ نے مندرجہ بالا اعلان سر اجلاس پڑھ کر سنایا۔ تمام نے اس پر صاد کیا اور عہد کیا کہ وہ اپنے اپنے انتخابی حلقوں میں مسلم لیگ کے نمائندوں کو کامیاب بنائیں گے۔ یہ تمام سربرآوردہ حضرات دلوں میں عجیب ایمان افروز اور مستحکم ارادے لیکر سارے پنجاب میں پھیل گئے اور بڑے جوش وانہماک سے اپنے ملی فریضہ کو ادا کرنے میں مصروف ہو گئے۔ میاں خضر حیات ساکن چانڈی فرازا اور صوفی طفیل احمد فائق بتاتے ہیں کہ اس موقع پر جہاں بعض کارکن معاوضہ لے کر مسلم لیگ کے لئے کام کر رہے تھے۔ حزب اللہ کے نامزد ارکان امیر حزب اللہ کے فرمان کی تعمیل میں محض رضا الٰہی کی خاطر والہانہ طور پر شب و روز کام کرتے رہے۔ یہ کہنا بالکل بجا اور درست ہے کہ اس نازک مرحلہ پر کسی اسلامی جماعت نے مسلم لیگ اور پاکستان کی حمایت اس قدر رشد و مد اور اتنے کھلے دل سے اس طرح فریضہ ملی سمجھ کر اور اتنے وسیع پیمانے پر نہیں کی جس طرح کہ جماعت حزب اللہ نے کی۔

حضرت امیر کا دورہ

حضرت امیر حزب اللہ ایدہ اللہ بنصرہ العزیز بذات خود بھی اس ارادے کو لے کر ۱۰ر جنوری ۱۹۴۶ء کو پنجاب کے اکثر اضلاع کے دورہ پر روانہ ہو گئے یہ اندازہ آسانی سے لگایا جا سکتا ہے کہ دورے میں حضور کی فصیح البیانی اور قادر الکلامی نے کس طرح معجز نمائی کی ہوگی۔ انیس جب

Marfat.com

سال سے لگاتار مسلمانوں کے دلوں کی سرزمین میں حریت وآزادی کا جو بیج آپ بوتے چلے آئے تھے اور جو سینوں میں سرسبز وشاداب فصل کی صورت اختیار کر چکا تھا۔ ملت اسلامیہ کو نئی زندگی بخشنے کے لئے آپ اب قریہ بہ قریہ جا کر اس کا ثمر شیریں مسلم لیگ اور پاکستان کی حمایت کی صورت میں سمیٹتے پھرتے تھے۔ ذرا سوچیں اس نازک مرحلہ پر حزب اللہ نے کس قدر کام کیا اور کیسا خرمن بے بہا جمع کیا۔ انہیں ایام میں ادھر وسط ہند میں مفسر قرآن علامہ شبیر احمد عثمانی بھی مسلم لیگ کی حمایت کے لئے دورہ کر رہے تھے۔ رہبران ملت کے کہنے پر مسلمانوں نے دامن اسلام کو مضبوطی سے تھام لیا۔ مسلم لیگ کی حمایت کو اپنا ایمان سمجھا اور اکثر مقامات پر مسلم لیگ کے امیدواروں کو نہ صرف ووٹ دیئے بلکہ انہیں نوٹوں کے ہار بھی پہنائے۔

بے مثال قانون دان

ان انتخابات میں مسلم لیگ کو حیران کن کامیابی حاصل ہوئی۔ کانگرس نے متحدہ قومیت کا جو ڈھونگ کھڑا کیا تھا ختم ہو گیا اور تمام عالم نے دیکھ لیا کہ ہندوستان ایک جنتا کی بھومی نہیں بلکہ دو مختلف قوموں کا وطن ہے۔ انگریز کے لئے اب اس کے بغیر اور کوئی چارہ کار نہیں رہ گیا تھا کہ مسلم لیگ کو اسلامیان ہند کی واحد نمائندہ جماعت تسلیم کر لے۔ قائداعظم محمد علی جناح کے ہاتھ اب مضبوط ہو چکے تھے۔ وہ اب زیادہ تیقن اور اعتماد کے ساتھ انگریز اور ہندو سے گفتگو کر سکتے تھے۔ اسلامیان ہند کے اب وہ مسلمہ رہنما تھے۔ اسلیئے ان کے ایک ایک لفظ کی قدر و قیمت تھی۔ وہ بے مثال اور بے نظیر قانون دان تھے۔ بڑی احتیاط اور پورے تدبر سے کام لے کر پاکستان کے حق میں انہوں نے موقع اور محل کے مطابق ایسے ٹھوس دلائل دیئے کہ انگریزوں اور ہندوؤں کے پاس ان کا کوئی جواب نہیں تھا۔ ان کے دل میں درد ملت تھا۔ انہوں نے اپنی قابلیت، صحت اور دولت الغرض سب کچھ پاکستان پر قربان کر دیا۔ ایسے بے غرض اور ایثار پیشہ، ایسے بالغ نظر اور پرسوز رہنما کا مل جانا ایک ملت کی خوش نصیبی کی دلیل ہوا کرتا ہے۔ لہٰذا اب پاکستان کا معرض وجود میں آنا یقینی ہو چکا تھا۔

مسلم لیگ کی اس کامیابی کو دیکھ کر ہندوؤں نے حرکات قبیحہ کا آغاز کر دیا۔ ایک ایک مرحلے پر وہ ہزار ہزار قلابازیاں کھاتے تھے۔ کبھی کچھ کہتے تھے، کبھی کچھ۔ اس داستان کو سننا ہو تو ابوالکلام آزاد کی زبانی سنیئے۔ جنہوں نے ہندو دوست بن کر زندگی بسر کی اور ہندو نواز کی حیثیت سے اس جہاں کو خیر باد کہا۔ ہندو نواز ہونے کے باوجود وہ اپنی کتاب **آزادی ہند** میں ہندو لیڈروں کی قلابازیاں بڑے بھولے پن سے بے نقاب کر دیتے ہیں بہر حال اب ہندوؤں کا کھسیانہ

Marfat.com

صرف ان کی سفلہ مزاجی کو ظاہر کر رہا تھا اور تخلیق پاکستان کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتا تھا۔

تخلیق پاکستان میں حزب اللہ کی خدمات کا اجمالی جائزہ

تخلیق پاکستان کے سلسلہ میں جماعت حزب اللہ کی خدمات کا جائزہ مجملاً ایک بار پھر لے لینا ازبس ضروری ہے ۔۲۸/جولائی ۱۹۴۶ء کو جب بمبئی میں لیگ کونسل کے اجلاس میں قائداعظمؒ نے راست اقدام کا اعلان کر کے کانگرس کے ایوان میں تزلزل پیدا کر دیا تھا اور انگریز کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا تھا کہ جناح جیسا آئین پسند انسان حکومت کے ساتھ براہ راست ٹکر لینے پر کیسے آمادہ ہو سکتا ہے۔ حضرت امیر حزب اللہ کے برادر اصغر والا مرتبت نوابؔ سید محمد مہر شاہ صاحب بھی اس اجلاس میں شامل تھے اور انہوں نے بھی باقی خطاب یافتگان کی طرح قائداعظمؒ کی اپیل پر تمام اعزازات اور خطابات حکومت کو واپس کر دیئے جناب امیر حزب اللہ کے ماموں راجہ غضنفر علی خان بھی اس اجلاس میں شریک تھے اور مسلم لیگ کی جو خدمات انجام دے رہے تھے وہ ان کی ذاتی حیثیت سے زیادہ حزب اللہ کے رکن رکین کے طور پر تھیں۔ پھر خضر حیات خان ٹوانہ نے جب صدر کانگرس ابوالکلام آزاد کے بھرّے میں آ کر پنجاب اسمبلی میں مسلم لیگی ارکان کی اکثریت کو نظر انداز کر کے ہندو اور سکھ قلیل التعداد ارکان اسمبلی کو ساتھ لے کر وزارت قائم کی اور پنجاب کے مسلمانوں کو اپنے حقوق کی حفاظت کیلئے آئین پسند قائداعظم نے راست اقدام کا اعلان کیا تھا اور انگریز کی گولی کیلئے اپنا سینہ کھول دیا تھا۔ آئین پسند حضرت امیر حزب اللہ نے بھی سول نافرمانی کی اور قید و بند اور شہادت کیلئے اپنے آپ کو پیش کیا۔ حضور کے فرمان کی تعمیل کرتے ہوئے ارکان ورضا کاران حزب اللہ نے بھی صبر وضبط سے مقاومت مجہول میں حصہ لیا۔ جماعت حزب اللہ کا اس طرح میدان میں نکل آنا اس بات کا اعلان اور اظہار تھا کہ اب سارا پنجاب سول نافرمانی کر رہا ہے۔ واقعی ہوا بھی یہی۔ خضر حیات خان ٹوانہ کے خلاف پنجاب بھر میں جو ہنگامہ بپا ہوا وہ تاریخی حیثیت رکھتا ہے۔ چنانچہ اس سے مرعوب اور خوفزدہ ہو کر وہ ۲/مارچ ۱۹۴۷ء کو پنجاب کی وزارت عظمیٰ سے مستعفی ہو گیا۔

عظیم تر خدمات

ان سب سے عظیم تر خدمات وہ ہیں جو حضرت امیر حزب اللہ پورے بیس ۲۰ سال سے نہایت تندہی، مستقل مزاجی اور وحدت فکری کیساتھ انجام دے رہے تھے اور ایک آزاد اسلامی

۱۔ نواب کا خطاب دراصل حضور کو بچپنے میں خواجہ غریب نوازؒ نے عطا فرمایا تھا۔ اسلئے اب ان کا نواب کہلانا اپنے جدامجد کے

Marfat.com

سلطنت کے قیام کے لئے فضا ساز گار بنا رہے تھے۔ اذہان کو ایک راہ پر لگانا آسان کام نہیں۔ مگر آپ نے بالخصوص پنجاب کے اُجڈ دیہاتیوں کو اس مقصد رفیع سے قلبی اور ذہنی طور پر اس طرح وابستہ کر دیا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اسوہ حسنہ کا نقشہ نگاہوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔ راقم سطور نے حضور کے مطبوعہ پروگراموں کو سامنے رکھ کر ان بیس سالوں کے دوروں کے اعداد و شمار جمع کئے ہیں ان پر غور کیا جائے تو حضور کے کام کی عظمت از خود عیاں ہو جاتی ہے۔ ان سالوں میں آپ نے کم و بیش گیارہ سو پچاس روز دورے میں گذارے تھے۔ آپ ایک ہزار مقامات پر تشریف لے گئے۔ آپ نے ستر ہزار میل مسافت طے کی اور کئی کروڑ مسلمانوں کو کلمۃ اللہ سے از سرنو آشنا کیا۔ پورے بیس سال سے آپ کے حریّت پرور خیالات کی پنجاب، صوبہ سرحد، کشمیر، بہاولپور اور سندھ میں اشاعت ہو رہی تھی۔ اگر بالخصوص پنجاب ایسے سرکار پرست صوبہ نے پاکستان کے حق میں ووٹ دیا ہے تو یہ درحقیقت بڑی حد تک حضرت امیر حزب اللہ کی مجاہدانہ گرم جوشی کا نتیجہ ہے اور لطف کی بات یہ ہے کہ آپ نے ایسے حسن تدبر سے یہ معجزہ کر دکھایا کہ انگریز ایسی زیرک قوم کو بھی پتہ نہ چل سکا کہ شمال مغربی ہندوستان میں کونسے انقلاب کی داغ بیل ڈالی جا رہی ہے۔

حکومت الٰہیہ

حضور مسلمانوں کے لئے آزاد مملکت بنانا چاہتے تھے۔ یہ ایک بڑا مبارک ارادہ تھا۔ دس کروڑ فرزندان اسلام کو اغیار کی غلامی سے نجات دلانا اور ان کے تہذیبی اور ثقافتی ورثہ کو محفوظ کر لینا کوئی معمولی کارنامہ نہیں۔ لاریب یہ ایک ایسا کارنامہ تھا جس نے تاریخ کو بالکل ایک نئے رخ پر ڈال دیا۔ لیکن تاریخ میں اس قسم کی کئی نظیریں ملتی ہیں۔ اسی صدی میں مصطفیٰ کمال پاشا اور رضا شاہ کبیر ایرانی نے بھی اپنی اقوام کو اسی طرح خطرات سے محفوظ کیا تھا۔ محمد عربی ﷺ کے وارث کی حیثیت سے حضرت امیر حزب اللہ کے فرائض کچھ اور بھی تھے اور دراصل آغاز کار آپ نے انہیں مقاصد کو مد نظر رکھا تھا۔ جہاں آپ مسلمانوں کے لئے ایک آزاد مملکت کی خاطر کوشاں تھے۔ وہاں آپ بنیادی طور پر اس بات کے بھی خواہشمند تھے کہ ایک ایسا خطہ ارض مل جائے جہاں احکم الحاکمین کی حکمرانی ہو۔ سب انبیاء علیہم السلام متفقہ طور پر یکے بعد دیگرے یہ تعلیم دیتے چلے آئے تھے کہ مخلوق اپنے خالق، غلام اپنے آقا اور بندے اپنے معبود کے سامنے عملی طور پر سر بسجود ہو جائیں اس کی حکومت اور بادشاہی کو تسلیم کر لیں اور اس کے احکامات وارشادات کی تعمیل کیلئے کمربستہ رہیں جب آنحضرت ﷺ مبعوث ہوئے تو انہوں نے حکومت الٰہیہ کی تکمیل بدرجہ

Marfat.com

احسن کردی اور حضور ﷺ کے خلفاء رضی اللہ عنہم نے اللہ کے قانون کو رائج کر کے اہل عالم کو ایک ایسا نقشہ دکھایا کہ مشرق و مغرب میں آج تک ہر ایک انگشت بدنداں ہے۔ جبتک مسلمانوں نے آسمانی حکومت کے قیام و بقا کو اپنی حیات مستعار کا نصب العین بنائے رکھا عروج و ارتقاء نے ان کے قدم چومے اور جب انہوں نے اس سے اعراض و انحراف کیا اور ذاتی حکومتوں کے قائم کرنے میں مصروف ہو گئے تو زوال و انحطاط نے انہیں آ گھیرا۔ حضرت امیر حزب اللہ مدظلہ العالی پھر حکومت الٰہیہ کو اپنی پوری آن و بان کے ساتھ قائم دیکھنا چاہتے تھے۔ آپ نے ۱۹۴۴ء کے سالانہ خطبہ میں ارشاد فرمایا۔

عمریست کہ آوازہ منصور کہن شد   من از سر نو جلوہ دہم دار و رسن را

الحکم للہ و الملک للہ

اپنے محولہ بالا خطبہ[1] میں حضور نے وضاحت فرمائی کہ کائنات کے ذرّے ذرّے پر خدا تعالیٰ متصرف ہے اس کے بنائے ہوئے قوانین کے سامنے چاند، ستارے، زمین، شجر و حجر، چرند و پرند تمام کے تمام سر تسلیم خم کئے ہوئے ہیں۔ اس لئے انسان بھی قوانین الٰہی کو اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنا کر باقی کائنات کے ساتھ ہم آہنگی کا ثبوت کیوں نہ دے! آپ نے فرمایا کہ انسان جب ان قوانین سے بغاوت کرتا ہے تو اسے سزا ملتی ہے اور خدا کی کائنات کا ذرہ ذرہ اس کی ہلاکت اور تباہی کے لئے مامور ہو جاتا ہے اور جب وہ دل و جان سے ان قوانین کی پابندی کرتا ہے تو کائنات اپنی ساری نعمتیں اس کے لئے وقف کر دیتی ہے۔ چاند اور سورج اس کو روشنی پہنچانے پر مامور ہو جاتے ہیں۔ بادلوں کو حکم ملتا ہے اس کے فصلوں کو سرسبز و شاداب بناؤ۔ دریاؤں کو ارشاد ہوتا ہے آب شیریں کا تحفہ اس کے قدموں پر نچھاور کر دو اور زمین کو فرمان پہنچتا ہے اپنے تمام خزانے میرے بندے کے سامنے اُگل ڈالو۔

حضور نے ارشاد فرمایا۔ اللہ عزوجل کا قانون کامل ہے۔ انسان کی ناقص عقل کا بنایا ہوا نہیں۔ یہ خدائے لم یزل و لایزال کا تدوین کردہ ہے۔ اس لئے تمام زمانوں پر محیط ہے۔ تمام ملکوں کے حالات کے مطابق ہے اور تمام اقوام کیلئے یکساں مفید اور کارآمد ہے۔ اللہ کے قانون میں جامعیت ہے اور انسان کی ساری مادی اور روحانی ضروریات کیلئے کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ بے حد مہربان اور رحمت کرنے والا ہے۔ اس لئے صرف اس کا بنایا ہوا قانون دنیا سے ظلم و استبداد کا

---

[1] حزب اللہ کے منشور اور افکار میں سالانہ خطبے حضور کی تعلیمات میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ اسلئے انکے متعلقہ حصص حضور کے دو ایک اور ضروری مقالات کے ساتھ ناظرین کرام کے استفادہ کیلئے ایک علیحدہ باب میں من وعن درج کر دیئے گئے ہیں۔

Marfat.com

خاتمہ کر کے کرہ ارضی کو صحیح معنوں میں گہوارہ امن وراحت بنا سکتا ہے۔حضرت امیر حزب اللہ انہی وسیع تر مقاصد کی تکمیل کیلئے پاکستان چاہتے تھے۔انہوں نے اپنی جماعت کا نام حزب اللہ اسی لئے رکھا تھا۔خدائی فوج کا حقیقی نصب العین خدائی احکام کی ترویج تھا۔شہنشاہ ارض وسما کے سپاہی اسی کی حکومت دنیا میں قائم کرنا چاہتے تھے۔[1]بعض دوسری اقوام کی طرح ان کے سامنے تنگ نظری پر مبنی کسی مذہبی حکومت کا قیام نہیں تھا۔بلکہ خدائی فوج خدائی راج کی علمبردار تھی۔ اسلام دین فطرت ہے۔اس کی اسی اصلی حیثیت کو پاکستان میں عملاً رواج پذیر دیکھنا حزب اللہ کا مقصد وحید تھا۔تاکہ یہ مملکت تمام نوع انسانی کے لئے روشنی کا مینار ثابت ہو اور دنیا بھر کے اندھیرے دور ہو جائیں۔ان تصریحات کے زیر نظر آپ حزب اللہ اور پاکستان کے باہمی رابطہ کا جائزہ لیں اور غور کریں کہ امیر حزب اللہ کو پاکستان کیوں عزیز تھا۔مختصر الفاظ میں حضور نے عہد طفلی میں احیائے اسلام والمسلمین کا جو خواب دیکھا تھا پاکستان درحقیقت اسی کی تعبیر تھا۔

۱۹۴۴ء میں جب آپ نے حکومت الٰہیہ کا اطمینان بخش، روح پرور اور سرور انگیز پیغام حیات دینا تھا اور یہ مژدہ جانفزا سنانا تھا کہ اس اعلیٰ ترین مقصد کو اپنا کر مسلمان اپنی کھوئی عظمت و رفعت حاصل کر لیں گے تو شمولیت جلسہ کے لئے آپ کی گشتی چٹھی بھی امتیازی نوعیت کی تھی۔ راقم سطور کے سامنے حضور کی سب چٹھیاں ہیں۔سب کی سب بجائے خویش منفرد حیثیت رکھتی ہیں۔مگر اس چٹھی کو باقی تمام پر وہی فوقیت اور برتری حاصل ہے جو حکومت الٰہیہ کے بلند ترین مقصد کو باقی تمام مقاصد پر حاصل ہے۔اس کے ایک ایک لفظ میں ایک خاص کیف وسرور موجزن ہے اسی طرح جب ۲۸۔۲۹ مئی ۱۹۴۴ء کی درمیانی شب کو حزب اللہ کے سالانہ اجتماع میں حکومت الٰہیہ والا تاریخی خطبہ ارشاد فرما رہے تھے تو آپ کا دل خوشی سے لبریز تھا اور آپ کے جذبات طرب سے معمور۔آپ نے اس وفور انبساط وانتہائے ابتہاج میں تمام حاضرین جلسہ کو بھی شریک فرما لیا اور پھر ان جذبات مسرت کے ساتھ آپ نے اللہ تعالیٰ کی بادشاہت، قانون خداوندی کی ترویج اور اپنی عبودیت اور حکم برداری کا اعلان کیا۔

اس جذبات انگیز خطبہ میں سے ذیل کا ایمان افروز اقتباس پیش خدمت ہے:۔

''اس گئے گذرے زمانے میں جبکہ خدا کا نام لینا بھی ایک طرح کا جرم ہے جبکہ ''انداداًمن دون اللہ'' اور ''ارباباًمن دون اللہ'' نے ہر طرف، ہر ملک اور ہر قوم پر اپنا تصرف واقتدار[2] جما رکھا ہے اور دہریت والحاد لوگوں کی فطرت ثانیہ بن

---

[1] اس بات کی تصدیق کے لئے حضور کے سولھویں خطبے کا اقتباس دیکھیں۔ [2] حضور نے حکومت الٰہیہ کا اعلان جنگ عالمگیر دوم کے دوران میں کیا تھا جب کہ کرۂ ارض پر انگریز، امریکن، روسی، جرمن اور جاپانی جابر و قابض تھے۔

Marfat.com

چکا ہے، یہ فقیر کارساز حقیقی معبود برحق اور قادر مطلق سے توفیق پا کر اس کی تقدیس و تحمید کے بعد اس کی عظمت اور بڑائی اور اس کی حکومت اور بادشاہت کا علی رؤس الاشہاد اعلان کرتا ہے۔''

حکومت الٰہیہ کا عظیم الشان دستور العمل اور اعلیٰ ترین نصب العین پیش کرنے کے بعد آپ نے فرمایا اس فقیر نے اپنا ''آخری پیغام'' آپ تک پہنچا دیا ہے اس انقلابی مہم کا عملی طور پر افتتاح کرنے کے بعد آپ نے دوروں اور خطبوں میں ہمیشہ اسی پر زور دیا۔ حصول پاکستان کیلئے تمام سرگرمی بھی اسی مہم کو کامیاب بنانے کا زینہ تھا۔ آپ نے ۲۷ نومبر ۱۹۴۵ء کے محولہ بالا اعلامیہ میں مسلمانوں کو مسلم لیگ کے لئے ووٹ دینے پر بھی اسی حقیقی نصب العین کی خاطر آمادہ کیا تھا۔ آپ جب بھی جس مقام پر اور جس مجلس میں حکومت الٰہیہ کا مبارک ذکر اپنی زبان پر لائے آپ کا دل وجد و کیف سے معمور ہو جاتا تھا اور آپ فرمایا کرتے۔

آں کہ دلہا را ہمی آرد بوجد — باز گو از نجد و از یاران نجد

عامۃ المسلمین، دیگر رہبران ملت اور حضرت امیر حزب اللہ کے نظریہ پاکستان میں بنیادی فرق معلوم کر لینے کے بعد ہمیں آگے بڑھنا چاہیے۔ انتخابات نے اسلامیان ہند کے اتحاد و اتفاق کا قطعی ثبوت بہم پہنچا دیا تھا۔ قائداعظم کے راست اقدام نے ہندوستان بھر میں ایسے حالات پیدا کر دیئے تھے کہ پاکستان کا مطالبہ تسلیم کئے بغیر برصغیر میں امن و سکون کا بحال کرنا ناممکن تھا۔ انگریز نے سمجھ لیا اب پاکستان بنائے بغیر مفر نہیں۔ ہندو کو یقین ہو گیا اب پاکستان بن کر رہے گا۔ انگریز کے دل میں صلیبی جنگوں کی یاد ابھی موجود تھی۔ صلاح الدین ایوبی کی مجاہدانہ جنگوں کو وہ ابھی بھولا نہیں تھا۔ اسے خطرہ تھا کہ اگر پاکستان ایک مضبوط سلطنت کی صورت میں دنیا کے نقشے پر نمودار ہوا تو ایک دفعہ پھر فضائیں نعرہ تکبیر سے گونج اٹھیں گی اور ساری دنیا میں مسلمانوں کا بول بالا ہو جائے گا۔ ہندو ڈرتا تھا۔ ملت اسلامیہ بڑی مردم پرور ہے مضبوط پاکستان محمد بن قاسم، محمود غزنوی، محمد غوری، بابر اور اورنگزیب عالمگیر کا گہوارہ بنے گا۔ نئے سے نئے عظیم الفطرت مجاہد اور غازی جنم لیں گے اور ہندوستان پر چھا جائیں گے۔ اس لئے انگریز اور ہندو دونوں نے ملکر طے کیا کہ مسلمانوں کو ''لولا لنگڑا اور ناکارہ'' پاکستان دینا چاہیے۔

انگریز اور ہندو کی ملی بھگت

اس گھناؤنے مقصد کی تکمیل کے لئے پنجاب اور بنگال کو تقسیم کیا گیا اور جس تقسیم کے خلاف لارڈ کرزن کے زمانہ میں ہندوؤں نے شور مچایا تھا وہی منظور کی مگر اس طرح کہ آسام کا کافی

Marfat.com

حصہ اس سے علیحدہ کر لیا اس وقت تقسیم بنگال سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچتا تھا۔ اس لئے اس کی مخالفت کی گئی اور دہشت پسندی سے بھی دریغ نہ کیا گیا۔ اب اس تقسیم سے مسلمانوں کو نقصان پہنچتا تھا۔ اس لئے ہندوؤں کی طرف سے بڑی شدومد سے مطالبہ ہوا۔ تحصیل گورداسپور میں مسلمانوں کی اکثریت تھی ۔ مگر اس وقت کے وائسرائے ہند لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے اپنے اختیارات خصوصی کو استعمال کر کے یہ تحصیل ہندوؤں کے حوالے کر دی تا کہ اس کے رستے ہندو کشمیر پر قابض ہو جائیں۔ حالانکہ کشمیر مسلمانوں کی ریاست تھی اور اصول تقسیم کے مطابق اسے پاکستان کے ساتھ شامل ہونا چاہیے تھا۔ ان ہتھکنڈوں کی وجہ سے اور ریڈکلف انگریز تقسیم کنندہ ملک کی خباثت نفس اور بدنیتی کے باعث مشرقی اور مغربی پاکستان میں ہر جگہ جو دریا مسلمانوں کو ملے انکے منابع ہندوؤں کے قبضے میں چلے گئے ۔ پھر پاکستان کے حصے کا سامان حرب ہندوستان میں رہ گیا اور تقسیم کے وقت مسلمانوں کی افواج کو متحدہ ہندوستان کے وزیر دفاع سردار بلدیو سنگھ نے ہندوستان سے باہر ملایا اور سنگاپور بھیجا ہوا تھا تا کہ میدان سکھ اور ہندو افواج کے لئے خالی ہو۔

خونیں ڈرامہ

ستم بالائے ستم یہ کہ ایک طرف تو ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو اعلان آزادی ہوا اور پاکستان کا قیام عمل میں آیا اور دوسری طرف سکھوں اور ہندوؤں نے انگریز کی ملی بھگت سے مشرقی پنجاب اور دہلی میں ہندوستان کے انگریز گورنر جنرل لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے سامنے مسلمانوں کا منظم طریقہ پر قتل عام شروع کر دیا۔ مشرقی پنجاب کے ہندو اور سکھ مہاراجگان با قاعدہ اس سازش میں شریک تھے۔ ریاست ہائے پٹیالہ، نابھہ، جنید، فرید کوٹ، کپورتھلہ، الور اور بھرتپور کی پولیس اور فوج نے طے شدہ سکیم کے مطابق مسلمانوں کا صفایا کیا۔ واہگہ سے مشرق کی طرف کوئی ضلع کوئی شہر اور کوئی گاؤں ایسا نہیں تھا جہاں مسلمان مرد، عورتوں اور بچوں کو بے دریغ قتل نہ کیا گیا۔ گاؤں منتخب کر لئے جاتے تھے اور پھر رات کی تاریکی میں سکھ اور ہندو آبادی اپنی ہم قوم پولیس اور فوج کی مدد سے نہتے مسلمانوں پر حملہ آور ہو جایا کرتی تھی اور بڑی سنگ دلی اور بیدردی سے قتل عام کیا جاتا تھا۔ مسلمان قافلے بنا کر پاکستان کا رخ کرتے تھے اور تمام کے تمام مولی گاجر کی طرح کاٹ دیئے جاتے تھے۔ مسلمان کیمپوں میں پناہ لیتے تھے اور کیمپوں پر شب خون مارے جاتے۔ ریل گاڑیاں پناہ گزینوں سے لدی ہوئی روانہ ہوتی تھیں اور جب لاہور پہنچتی تھیں تو ڈبے لاشوں

۱۔ یہ تمام واقعات حضرت امیر حزب اللہ کے خطبہ ہائے صدارت سے ماخوذ ہیں۔

Marfat.com

اور چیختے کراہتے ہوئے زخمیوں سے بھرے ہوئے ہوتے تھے۔ مسلمانوں[1] کا خون پانی کی طرح بہہ رہا تھا اور سکھ ہندو درندے ہولی کھیل رہے تھے۔ دس لاکھ سے زائد مسلمان قتل ہوئے پچاس ہزار کے قریب مسلمان عورتیں اغوا کر لی گئیں۔ ایک کروڑ کے لگ بھگ مسلمان اپنے ملک املاک، قیمتی جائدادیں، زرخیز زمینیں اور شاندار عمارتیں چھوڑ کر سخت بے سروسامانی کی حالت میں پاکستان پہنچے۔ ہندوؤں اور سکھوں نے بہمیت، بربریت، سفاکی، بے دردی، قساوتِ قلبی اور اخلاق باختگی کا جو بدترین نمونہ دکھایا تاریخ عالم اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے۔ بخت نصر، چنگیز خان اور ہلاکو کی خونریزیاں بھی اس کے مقابلے میں بالکل ہیچ ہیں۔

تاریخ ماضی کی ایک مثال

ہاں اس کی مثال اگر موجود ہے تو خود انہی کی تاریخ میں۔ اورنگزیب عالمگیر کی وفات کے بعد بہادر شاہ اول کے زمانہ میں بندہ بہادر نے ست نامی شورش پسندوں اور خون آشام لٹیروں کی مدد سے اسی مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کے ساتھ اسی طرح کا سلوک کیا تھا۔ معصوم بچوں کو ہوا میں پھینک کر تلواروں کی انی پر اس طرح اچھالا گیا تھا اور کرپانوں سے پیٹ چاک کر کے مسلمان عورتوں کے حمل اسی طرح گرائے گئے تھے اور کشتوں کے پشتے اسی طرح لگائے گئے تھے۔ لوہے کے بڑے بڑے پنجروں میں پچاس پچاس مسلمانوں کو بند کر کے درختوں کیساتھ لٹکا دیا جاتا تھا اور نیچے آگ کا نائرہ مشتعل کر دیا جاتا تھا۔ پنجروں میں مقید مسلمان تڑپ تڑپ کر کباب ہو جاتے تھے اور ست نامی پاس کھڑے ہنستے، ناچتے اور کودتے تھے۔ مسلمانوں کو یہ واقعات بھول چکے تھے مگر اس صدی کے بطل حریت، رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہر مرحوم[2] نے گول میز کانفرنس میں بآواز بلند کہا تھا کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں اس قدر اختلافات موجود ہیں کہ ان کا یکجا رہنا از قبیل ناممکنات ہے۔ حضرت امیر حزب اللہ بھی اپنی تقاریر اور خطبات میں ہندوؤں اور سکھوں کی اس بہیمانہ فطرت سے مسلمانوں کو متنبہ فرمایا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے

---

[1] ان حالات کا اندازہ لگانے کیلئے ہوشیار پور کیمپ کی سرگذشت پڑھیں جو پروفیسر سلطان بخش نے مرتب کی ہے۔ پروفیسر صاحب اس کیمپ کے منصرم تھے اور انکی بیگم اس خلوص اور جذبہ ہمدردی سے زخمیوں کی مرہم پٹی اور تیمارداری کرتی تھی جسکا اظہار فلورنس نائٹ انگیل نے سقوطری کے ہسپتال میں کیا تھا۔ یہ علیحدہ سوال ہے کہ اس دونوں کو نہ تو حکومت کی امداد حاصل تھی اور نہ ہی ان کے پاس زر و مال تھا بلکہ حکومت مخالف تھی اور ہندو سکھ دشمن جانی بنے ہوئے تھے۔ صرف جذبہ خدمت تھا جس کی بنا پر وہ ذمہ داریاں [illegible] ہوئے۔ ۱۲

[2] [illegible] ۱۸۷۸ء وفات لندن ۴ جنوری ۱۹۳۱ء بیت المقدس میں بصد احترام انبیاء علیہم السلام کے درمیان مدفون ہوئے۔ اسلام کے نابغہ [illegible] اور تحریک آزادی ہند کے نقیب تھے۔ لارڈ ہارڈنگ وائسرائے ہند (۱۹۱۰ تا ۱۹۱۶ء) نے [illegible] کے سینے میں [illegible] موجود ہے۔

Marfat.com

کہ جس طرح سات سو سال کی شاندار حکومت کے بعد سپین سے مسلمانوں کو بیک بنی و دو گوش نکال دیا گیا تھا۔ ہندوستان سے بھی انہیں ملک بدر کرنے کے منصوبے تیار ہو رہے ہیں۔ مگر افسوس کہ مسلمان پوری طرح بیدار نہ ہوئے۔ اور اس نازک مرحلہ پر ابوالکلام آزاد، حسین احمد مدنی، شیخ عبداللہ، خضر حیات ٹوانہ اور ہمچو قسم دیگر مسلمان لیڈروں نے سواداعظم سے علیحدہ ہو کر اور ہندوؤں اور انگریزوں پر بے جا اعتماد کر کے اسلامیان ہند کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔

سوچا سمجھا منصوبہ

یہ قتل عام اور مسلمانوں کو لاکھوں کی تعداد میں ترک وطن پر مجبور کرنا ایک بہت بڑے اور سوچے سمجھے منصوبے کا حصہ تھا۔ انگریز دور اندیشی سے کام لے کر ایشیا کی ابھرتی ہوئی تازہ دم ہندو قوم کو اپنا حلیف بنانا چاہتا تھا اسلئے وہ عمداً خاموش تھا اور ہندوؤں اور سکھوں کو کھلی چھٹی دے رہا تھا۔ وہ مسلمانوں کو کمزور بنانا چاہتا تھا۔ مبادا مضبوط پاکستان ایشیا اور افریقہ میں اتحاد اسلامی کا نعرہ بلند کر کے اس کے سامراجی عزائم کا خاتمہ کر دے اور بحراوقیانوس، بحرِ ہند، بحیرہ عرب اور بحیرہ روم کی پہنائیوں کو اس کے لئے غیر محفوظ بنا دے۔ ہندو قوم لاکھوں مہاجرین کا بوجھ کمزور پاکستان پر ڈال کر اسے ادھر مصروف رکھنا چاہتی تھی اور خود ہندوستان کے زیادہ سے زیادہ رقبہ پر قابض ہونا چاہتی تھی۔ پاکستان کو اس مصیبت عظمٰی میں مبتلا کر کے بھارتی افواج نے اسی لئے جونا گڑھ، مانگرول، مانا وار اور حیدر آباد کی اسلامی ریاستوں پر قبضہ کر لیا اور بھارتی وزیر اعظم جواہر لعل نہرو نے مہاراجہ کشمیر کے ساتھ خفیہ طور پر ساز باز کر کے اچانک ۲۶ راکتوبر ۱۹۴۷ء کو اس ریاست کا الحاق بھارت سے کر لیا اور اگلی صبح بھارتی افواج ہوائی جہازوں کے ذریعے سرینگر پہنچ دیں۔ تقسیم ملک سے کچھ ایام پہلے اسی ہمہ گیر خطرناک منصوبے کے زیر نظر ہندو پریس اور پلیٹ فارم سے یہ آواز بلند ہونا شروع ہو گئی تھی کہ "دے کے رہیں گے پاکستان" ہندوؤں کا خیال تھا کہ "لنگڑے، لُولے اور اپاہج" پاکستان کو دیکھ کر مسلمان گھٹنے ٹیک دیں گے۔ ہندو راج کا خواب پورا ہو جائیگا اور پھر وہ اطمینان سے ایشیا کے مختلف ممالک اور بحر ہند کے کثیر التعداد جزائر پر اپنے سامراجی عزائم کی تکمیل کریں گے۔

تاریخی و طوفانی دورہ

ان سلبی حالات نے حضرت امیر حزب اللہ کو بیحد دکھ پہنچایا۔ بالخصوص آپ کا ۱۹۴۸ء کا خطبہ صدارت اس سلسلہ میں شاہد عادل ہے اور حقیقت یہ ہے کہ سطور بالا میں مشرقی پنجاب کے زہرہ گداز اور ہوش ربا واقعات کے متعلق جو کچھ درج کیا گیا ہے وہ حضور کے جگر سوز

Marfat.com

خلاصہ ہے۔ ان حالات میں آپ نے مسلمانوں کو صبر کی تلقین فرمائی۔ علاوہ ازیں ۱۵ راگست ۱۹۴۷ء کے بعد مندرجہ بالا حالات سے مطلع ہونے پر فوراً آپ نے ایک تاریخی اور طوفانی دورہ فرمایا تاکہ اس پُرآشوب ماحول میں مسلمانوں کا حوصلہ بُلند رہے۔ ساتھ مقامات پر حوصلہ پرور، ہمت آفریں اور بصیرت افروز تقریریں کیں۔ پاکستان کے متعلق جو غلط افواہیں پھیل چکی تھی ان کا کماحقہٗ انسداد فرمایا۔ مزید برآں آپ نے حکومت کو مہاجرین کی آبادکاری کی طرف توجہ دلائی اور اپنی جماعت کے تمام ارکان اور برادران طریقت کو پرزور طریق سے تاکید فرمائی کہ وہ سب کے سب مہاجرین کی امداد واعانت کے لئے کمربستہ ہو جائیں اور اپنے اوقات کا ایک حصہ ان کی خدمت گزاری کے لئے وقف کر دیں۔

جہاد کشمیر اور جماعت حزب اللہ

انہی ایام میں مسلمانان کشمیر نے جہاد کشمیر شروع کیا تو جماعت حزب اللہ عملی طور پر اس میں شامل ہوئی۔ تقریباً ایک ہزار اولوالعزم رضا کاران حزب اللہ جو کہ فوج سے ریٹائر ہو چکے تھے اور جنہیں فنون حرب سے پوری واقفیت تھی حضرت امیر کے ایماء اور ترغیب پر میدان کشمیر میں پہنچ گئے اور کئی ایک خون ریز معرکوں میں داد شجاعت دی اور کڑکڑاتی سردیوں میں برف کے طوفانوں میں کرناہ، اوڑی اور ٹیٹوال کے محاذ پر پورے چار ماہ لڑتے رہے۔ یہ تو بیرون ریاست سے جانے والے رضا کاروں کی تعداد تھی۔ لیکن پونچھ، میرپور اور مظفر آباد میں حزب اللہ کے کشمیری رضا کار جہاد کے آخری لمحات تک مصروف پیکار رہے وہاں رضا کاران حزب اللہ کو حزب اللہ آزاد کشمیر فورس کے نام سے پکارا جاتا تھا آزاد کشمیر حکومت کے ذمہ افسران نے اس بات کا اعتراف کیا کہ اس موقع پر حزب اللہ کے رضا کاروں نے جو عملی کارنامے کر دکھلائے ہیں وہ اس جنگ کی تاریخ مرتب ہونے کی صورت میں سنہری حروف سے لکھے جائیں گے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر اس موقع پر جہاد حریت شروع نہ کیا جاتا تو کشمیر کی بیاسی ۸۲ فیصدی مسلم آبادی کا بھی وہ حشر ہوا ہوتا جو مشرقی پنجاب کے ہندو اور سکھ ریاستوں میں مسلمانوں کا ہوا تھا۔ جبکہ اسی نمونہ پر ہندو گورکھوں نے یہاں بھی قتل وغارت گری اور عصمت دری شروع کر دی تھی اور نئی خباثت یہ شروع کی تھی کہ بیچاری عصمت مآب عورتوں کے پستان تلوار یا کرپان سے کاٹ لیتے تھے۔ مختلف اسباب اور وجوہات کی بنا پر جہاد حریت اس وقت مسئلہ کشمیر کو حل نہ کر سکا لیکن کم از کم ایک سرحد پر پہنچ کر ہندوؤں کے جارحانہ عزائم میں رکاوٹ ضرور پیدا ہو گئی اور کشمیر کے مسلمان قتل عام سے بچ

اس ضمن میں ہفتہ وار اخبار "ہمدرد" کا استقلال نمبر بابت ۲۱ راگست ۱۹۴۸ء صفحہ ۶۲ دیکھیں۔

Marfat.com

گئے۔

آزادی اور غلامی

عالی ہمت اور بلند نگاہ اعاظم رجال ہمیشہ حالات کے روشن پہلو کو زیادہ مدنظر رکھتے ہیں۔ حضرت قبلہ امیر حزب اللہ بھی اسی لئے تقسیم ہندوستان کے ایجابی پہلو کو زیادہ قابل اعتنا سمجھتے تھے۔ آپ نے آزاد مملکت پاکستان کو اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم سے تعبیر فرمایا۔ آپ نے کہا دنیا میں آزادی سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں اور نہ غلامی سے بڑھ کر کوئی لعنت۔ قدوس بندہ نواز کے الطاف و مراحم کے باعث ہماری گردن سے غلامی کا طوق اتار لیا گیا ہے جو ایک صدی سے زائد عرصہ تک ہمارے گلے میں پڑا رہا۔ ہندوؤں کی تمام دسیسہ کاریوں کے باوجود پاکستان ایک بہت بڑا ملک ہے۔ دنیا کی حکومتوں میں بلحاظ وسعت آبادی پاکستان کا پانچواں درجہ ہے اور اسلامی ممالک میں پہلا۔ حضور نے فرمایا ہماری جماعت حزب اللہ کو تو اور بھی زیادہ مسرور ہونا چاہیے کیونکہ تعمیر پاکستان میں ہم سب سے پیش پیش رہے ہیں۔ تکمیل و استحکام پاکستان کی خاطر بھی آپ نے جماعت حزب اللہ کو مسابقت کرنے کی ترغیب دی اور بتایا کہ ملک کی مالی آبادکاری کے لئے صنعت و حرفت، تجارت، گھریلو دستکاریوں اور تعلیم کی طرف فوری طور پر بیش از بیش توجہ کی ضرورت ہے۔ ان سب سے بالاتر آپ نے پاکبازی، نیک خیالی، تقویٰ و طہارت، خداترسی و خشیت الٰہی، عبادت و ریاضت، صفائے قلب اور روحانیت کی تعلیم دی تاکہ اخلاقی انقلاب اور روحانی تبدیلی سے یہ مملکت اسم بامسمّٰی بن جائے اور جس غرض کے لئے اس کی تشکیل عمل میں آئی تھی پوری ہو اور دنیا بھر کے انسان نفس پرستی اور طغیان و ضلالت کے طوفانی سمندر میں پاکستان کو اپنے لئے روشنی کا مینار تصور کریں۔

اسلامیان ہند کے متعلق

برصغیر ہندوپاک کے سیاسی مستقبل اور بھارتیوں اور پاکستانیوں کے باہمی تعلقات کے متعلق بھی حضرت امیر حزب اللہ کے خیالات اس مخصوص منہاج کی طرف انگشت نمائی کرتے ہیں جسے آپ کی مبارک فطرت سے ازلی مناسبت ہے۔ آپ دین حقہ کی سربلندی کے دل و جان سے آرزومند ہیں اور ہمیں معلوم ہے کہ زندگی بھر آپ اسی غرض کے حصول کیلئے سرگرم کار رہے اسی مقدس آرزو کے ضمن میں اس دین پاک کے نام لیواؤں کو مقتدر اور محترم دیکھنے کے بھی آپ شروع ہی سے خواہش مند رہے ہیں۔ اس لئے تقسیم ملک کے بعد مشرقی پنجاب، صوبجات آگرہ و اودھ اور صوبہ بہار میں مسلمانوں کی جب اس بات پر تذلیل اور خونریزی ہوئی کہ وہ

Marfat.com

طیبہ پر کیوں ایمان رکھتے ہیں تو حضور سخت غمزدہ ہوئے اور آپ نے فرمایا کہ یا تو ہم اپنے بلند عزائم، مضبوط ہمتوں، بے مثال قربانیوں اور سرفروشیوں کے طفیل نہ صرف اپنے بے گناہ شہید بھائیوں کا انتقام لیں گے بلکہ مخالفین کو مجبور کردیں گے کہ ہمارے سامنے گھٹنے ٹیک دیں اور ہندوستان کے اندر ہمارے باجگذار ہو کر رہیں یا دوسری صورت میں ہم مفتوح و معتوب مقہور ہو کر اپنے آپ کو دریائے اٹک کی پرشور موجوں کے حوالے کردیں گے تاکہ ہماری لاشیں آبی جانوروں کی بھینٹ چڑھ جائیں اور دنیا ہمارے جیسے کم ہمتوں اور بے حمیتوں اور بے غیرتوں کے وجود سے ہمیشہ کے لئے پاک ہو جائے۔ آپ نے فرمایا کہ قدرت کا فتویٰ ہمیشہ کمزوروں اور بزدلوں کے خلاف ہوا کرتا ہے۔ ہم بزدلوں کی موت مرنے کے لئے تیار نہیں۔ ہماری غیرت، جذبہ ملی اور اسلامی عصبیت کا تقاضا ہے کہ مناسب وقت آنے پر ہم اپنے معصوم ذبح کئے ہوئے بچوں کے خون، باعصمت اور حیادار بہنوں، ماؤں اور بیٹیوں کی عصمت دری اور بے گناہ اور مظلوم بھائیوں کے ناحق قتل کا بدلہ لیں جب کہ نصِّ قطعی کے مطابق:

ولکم فی القصاص حیات یااولی الالباب ط

اگر ہم نے بدلہ نہ لیا تو پھر ہم زندہ نہیں رہ سکیں گے۔ بلکہ بے غیرتی اور بے ہمتی کی ملعون زندگی بسر کر کے خیب وخسران کی غیر طبعی موت مر جائیں گے اور بدلہ لینے کی صورت میں ہماری زندگی رشک اِرم ہوگی اور ہماری موت جسے قرآن کریم نے ''بل احیاء'' کہہ کر زندگی سے تعبیر فرمایا ہے۔ شہداء کی موت۔

تقسیم صرف لفظی ہے معنوی نہیں!!!

بھارت نے جب دیکھا کہ آزاد کشمیر کی افواج اور سرحدی پٹھانوں کے مقابلہ کی سکت اس کی فوجوں میں نہیں اور بزور شمشیر کشمیر پر قبضہ نہیں کیا جاسکتا تو اس نے سلامتی کونسل میں یہ مسئلہ پیش کردیا اور پاکستان پر الزام لگایا کہ اس نے کشمیر میں جارحانہ اقدام کیا ہے۔ سلامتی کونسل میں پاکستان کے نمائندے نے اپنی مسلمہ قابلیت سے اس مسئلہ میں جان ڈال دی اور پاکستان کو اخلاقی فتح حاصل ہوگئی مگر حضرت امیر حزب اللہ نے اس خیال کا اظہار فرمایا کہ یہ معاملہ غالباً کسی ایوان میں طے نہیں ہوگا۔ بلکہ میدان جنگ میں فتح وشکست کی صورت میں اس کا فیصلہ ہو سکے گا اس موقع پر آپ نے ایک اور بات ایسی فرمائی جو آپ کی غیر معمولی سیاسی بصیرت پر دلالت کرتی ہے۔ اہل الرائے میں سے کسی اور کی زبان پر یہ بات کبھی بھی نہیں آئی۔ حضور نے فرمایا اس ...میر کی لفظی تقسیم ہو چکی ہے مگر معنوی اور حقیقی نہیں ہو سکتی۔ اس میں صرف ایک ہی قوم حکومت کر...

Marfat.com

سکتی ہے۔خواہ اس کا نام ہندو ہو یا مسلمان۔اب اس بات کا آخری فیصلہ ہم نے صادر کرنا ہے کہ یہاں کونسی قوم حکمران ہوگی۔آپ نے فرمایا اس سرزمین میں اسلام اور ہندومت کی آخر کشمکش ہو کے رہے گی۔مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان منافرت اور مخاصمت کے ایسے جذبات موجود ہیں اور تقسیم ملک نے ایسے تنازعات پیدا کر دیئے ہیں کہ بھارت اور پاکستان کی دائمی صلح کا کوئی امکان نہیں۔اس لئے اگر مسلمان ہندو کی غلامی کے لئے آمادہ نہیں اور انہیں ہونا بھی نہیں چاہیے تو انہیں حق و باطل کی آخری کشمکش میں مردانہ وار حصہ لینے کے لئے ہروقت سربکف رہنا چاہیے۔ہندو اس بات کو بخوبی سمجھتا ہے کہ حدود ہند میں صرف ایک قوم حکومت کر سکتی ہے۔اس لئے اس نے ذہنی اور قلبی طور پر کبھی دو قوموں کا نظریہ قبول نہیں کیا۔وہ ہمارے لئے ہر قسم کی مشکلات پیدا کر کے بین الاقوامی پراپیگنڈے کے زور سے یا آخری صورت میں فوجی طاقت استعمال کر کے ہماری آزادی سلب کرنا چاہے گا۔اس لئے مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات پر عمل کر کے ہروقت جہاد کے لئے تیار رہنا چاہئے۔فتح و شکست کا دارومدار تعداد یا سامان حرب کی افراط پر نہیں ہوتا۔اس کے لئے عزم راسخ اور بلند ارادوں کی ضرورت ہے اور قربانی کا وہ جذبہ چاہیے جو موت کو زندگی سے بھی زیادہ خوشی کے ساتھ لبیک کہتا ہے۔حضرت امیر حزب اللہ نے فرمایا کہ مسلمانوں کو بنیان مرصوص بن کر کفر کے مقابلہ میں آجانا چاہیے اور "یہ مجذوب کی بڑ نہیں" اگر تمہارے دلوں میں شوق جہاد پیدا ہو گیا اور خواہش غزا نے تمہیں صحیح معنوں میں بے تاب کر دیا تو پھر انشاء اللہ نصرت آپ کے ہمرکاب ہوگی اور آپ **فتح کا پھریرا اڑاتے ہوئے علم جہاد بلند کئے فلک شگاف نعرہ ہائے تکبیر کے ساتھ دھلی کی چاردیواری کو پھاند کر لال قلعہ پر پاکستان کا جھنڈا گاڑ دیں گے۔**

حضرت امیر حزب اللہ کے یہ خیالات ۱۹۴۸ء میں تھے اس ضمن میں آپ حضور کا اس سال کا خطبہ صدارت پڑھیں۔یہ خیالات اس بصیرت پر مبنی ہیں جو قرآنی تعلیمات کی پیدا کردہ ہے۔قرآن مجید میں جہاد کی جتنی آیات ہیں ان تمام کا نچوڑ یہی ہے۔آپ نے بھارت کے ہندوؤں کے متعلق جو کچھ فرمایا تھا وہ آج سترہ سال بعد ۱۹۶۴ء میں بھی لفظ بلفظ درست ثابت ہو رہا ہے ان تمام سالوں میں اب تک بھارت نے پاکستان کے خلاف جو کچھ کیا ہے وہ حضور کے مندرجہ بالا الفاظ کی تفسیر ہے۔اور ہر بات اس امر کا ثبوت بہم پہنچا رہی ہے کہ اس برصغیر میں ہندومت اور اسلام کے درمیان آخری کشمکش جاری ہے۔ہندومت پہلے یہاں بدھ مت اور جین مت کو شکست

دے چکا ہے اور ہندوستان کی اصلی اور ابتدائی اقوام کو اس نے بالکل ختم کر کے رکھ دیا ہے۔ اب یہ اسلام کے ساتھ نبرد آزما ہے اور اسے بھی ختم کرنا چاہتا ہے۔ اب اسلام کے جانباز نام لیواؤں نے اپنی ہمت اور پامردی سے یہ ثابت کرنا ہے کہ۔

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے

اور

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

یریدون لیطفئو انور الله
بافواههم والله متمّ نورهٖ ولو کره الکافرون. هو الذی
ارسل رسولهٗ بالهدیٰ ودین الحق لیظهره علیٰ الدین
کلّهٖ ولو کره المشرکون ط

کیوں ہراساں ہے سہیل فرس اعداء سے
نور حق بجھ نہ سکے گا نفس اعداء سے

☆☆☆☆☆

Marfat.com

استحکام پاکستان

ہماری بہترین توقعات کا مرجع و مآل، ہماری زندگی وحیات کا ما حصل، ہماری شبانہ روز جدو جہد اور تگ و دو کا منتہائے مقصود، ہمارے رویائے صادقہ کی صحیح تعبیر، ارتقائی منازل طے کرنے کے متعلق قرآنی ارشادات کی عملی تفسیر، الہامی لقب سے ملقب اور بہترین عنوان سے معنون ہونے والا **پاکستان** آج بصد خوبی و رعنائی و بہزار کشش و دل فریبی صرف ہمارے سامنے نہیں بلکہ دنیا بھر کے سامنے جلوہ گر ہے۔ اس تخلیق میں مخلوق کا کوئی ہاتھ نہیں بلکہ خالق ازل نے لفظ کن کے ارشاد سے اسے عالم کون ومکان میں ایک ممتاز جگہ عطا فرمادی ادھر اس کی تاسیس و تشکیل ہوئی اور ادھر اس کی شہرت چار دانگ عالم میں پھیل گئی۔ پاکستان کا قیام فی الحقیقت ایک معجزہ ہے جس کا ظہور انسانی عقل وفکر سے بالاتر ہوا اور وہم وگمان کی اڑان سے بہت اوپر۔ چودھویں صدی کے اندر اس کا قیام قدرت کا ایک شاہکار سمجھ لیں اور محیر العقول خدائی کارناموں کا ایک حیرت انگیز کارنامہ جس صناع ازل نے اس کی بنیاد رکھی ہے وہی حافظ حقیقی اسے شر اعداء ومخالفین سے محفوظ مامون بھی رکھے گا۔ انشاء اللہ ہماری نوزائیدہ مملکت اور ہماری نئی حکومت کو تائید ایزدی حاصل ہے۔!!!

سحر آفریں بیان

سطور بالا میں حضرت امیر حزب اللہ نے پاکستان کے ساتھ محبت اور عقیدت کا اظہار جس بلاغت کے ساتھ کیا ہے راقم سطور نے اس کی مثال کسی بڑے سے بڑے معجز بیان نثر نگار کے ہاں بھی نہیں دیکھی۔ یہ تو دراصل نثر کی صورت میں شاعری کی گئی ہے جس کا مقالہ کسی شاعر[۱] کا کلام بلاغت نظام بھی بمشکل کر سکے گا۔ ان سطور سے پتا چلتا ہے کہ برصغیر میں ایک آزاد اسلامی

۱۔ پاکستان کے متعلق جناب کرم حیدری کی مثنوی "حکمت بیدار" کا یہ بند بھی لطیف شئے ہے۔

یہ قوم کے افکار کا پُر سوز سویرا — یہ ملت بیضا کی امنگوں کا بسیرا
یہ جنت تخیل یہ فردوس تصور — یہ ارض مباہات یہ دنیائے تفاخر
یہ اپنی تمناؤں کا میدان تگ و تاز — یہ دل کی تڑپ جاں کی صدا روح کی آواز
یہ سوز وتب وتاب کی منہ بولتی تصویر — یہ صفحہ تاریخ پہ احسابن کی تصویر
یہ وقت کے ماتھے پہ نشاں حسن وفا کا — یہ دامن تدبیر میں انعام خدا کا

Marfat.com

مملکت کا قیام حضور کو کس قدر عزیز تھا اور اس کے بقاء کے لئے آپ کس طرح دل و جان سے دعا گو تھے۔ انہی سطور سے اس بات کا اندازہ بھی لگایا جا سکتا ہے کہ جب پاکستان کے حصول کے لئے آپ نے اس قدر جدوجہد کی اس کے استحکام کی خاطر آپ کیا کچھ کرنا چاہتے تھے۔ یہ حقیقت ہے کہ تخلیق پاکستان کے ساتھ ہی آپ اسکے استحکام کیلئے مصروف کار ہو گئے۔ آپ اس کی تکمیل ایسی مضبوط بنیادوں پر کرنا چاہتے تھے کہ صرصر حوادث پھر اسے کوئی گزند نہ پہنچا سکے۔

قیام پاکستان کے بعد

قیام پاکستان کے بعد آپ کے سالانہ دورے بدستور جاری رہے۔ ہر سال تین تین ماہ آپ خار مغیلاں اور سردی گرمی سے بالکل بے نیاز ہو کر صحرا نوردی فرماتے اور ہزاروں میل کی مسافت طے کرتے کے بعد واپس اپنے مرکز پر پہنچتے۔ قریہ بہ قریہ جلسے اسی طرح منعقد ہوتے تھے تقاریر اسی جوش و خروش کیساتھ ہوا کرتی تھیں۔ اور لوگوں کا اژدھام اور ذوق و شوق بدستور تھا۔ حزب اللہ کے نظام کار میں سر مو فرق نہیں آنے دیا گیا تھا۔ سالانہ جلسوں کا اہتمام بھی حسب سابق ہو رہا تھا اور خطبہ ہائے صدارت بھی اسی درد دل اور جوش و انہماک کا مظہر ہوا کرتے تھے۔ لیکن اب آپ کی تمام تر سرگرمیوں کا واحد نصب العین پاکستان کی تعمیر اور اس کا استحکام تھا۔ ذاتی اغراض کو تو آپ نے اسی روز بالائے طاق رکھ دیا تھا جس روز مامور من اللہ ہو کر آپ نے حزب اللہ کی تاسیس و تشکیل کی تھی۔ ایک دُھن تھی اور ایک ہی لگن جسے لیکر آپ ایک ایک گاؤں میں تشریف لے جا رہے تھے۔ آپ دلوں کا رشتہ پھر ذات حق سے جوڑنا چاہتے تھے۔ تقریر اور تاثیر دونوں ذرائع استعمال کر کے آپ اذہان اور قلوب میں اسی ذات برحق کا خیال جاگزیں کرنا چاہتے تھے اور اس طرح ملت اسلامیہ کو نئی زندگی عطا کرنا چاہتے تھے۔ یعنی آپ کے مدنظر وہ حیات اجتماعی تھی جو قرون اولیٰ میں مسلمانوں کی برتری کا موجب بنی تھی۔ بالخصوص ۱۹۴۴ء سے جب حزب اللہ کے سالانہ اجلاس میں آپ نے علیٰ رؤس الاشہاد رب العالمین کی عظمت اور بڑائی اور اس کی حکومت اور بادشاہت کا اعلان کیا تھا۔ آپ کی ہر تقریر کا محور حکومت الٰہیہ ہوا کرتا تھا سیدنا ابراہیم علیہ السلام ملت اسلامیہ کے مسمی ہیں۔ آپ نے اس کی بنیاد حکومت الٰہیہ پر رکھی اور رب العالمین کی فرمانبرداری اپنا شعار زندگی بنایا تھا رسول اکرم ﷺ نے اپنے جد اعلیٰ کے اسوۂ حسنہ کو سامنے رکھ کر اسی مرکز ثقل پر ملت اسلامیہ کو اکٹھا کیا۔ اب حضرت امیر حزب اللہ اسی مبارک سنت کی پیروی کر رہے تھے۔ آپ چاہتے تھے کہ خدا کے بندے خدا کے قانون کی متابعت کریں۔ پاکستان بن چکا تھا۔ آپ کی دلی آرزو تھی کہ خدا کی عطا کردہ مملکت میں اسی کو اقتدار اعلیٰ

Marfat.com

حاصل ہو۔ زمین اسکی، بندے اسکے، اسلئے حکم بھی اسی کا ہونا چاہیے۔ آپ بار بار فرماتے تھے کہ قانون الٰہی کے مرکز اطاعت سے جڑے ہوئے ہوں تو مسلمان اور ملت اسلامیہ دونوں بافروغ، ورنہ کچھ بھی نہیں۔ ہر لحاظ سے انہی خطوط پر حضور ملت پاکستانی کا استحکام چاہتے تھے۔

حزب اللہ کا ارتقاء پذیر غیر متبدل لائحہ عمل

جماعت حزب اللہ کی تشکیل ۱۹۲۷ء میں ہوئی تھی۔ اور اسی سال باقاعدہ دوروں کا آغاز بھی ہو گیا تھا۔ حضور کا آخری دورہ ۱۹۵۸ء میں ہوا جب دائیں اور بائیں دونوں طرف فالج گرنے سے آپ بالکل معذور ہو گئے۔ یعنی پورے اکتیس سال تک کاروان حزب اللہ بڑے تزک و احتشام کے ساتھ سرگرم سفر رہا اور اسکے جوش و خروش اور اس کی سبک رفتاری میں ذرہ بھر فرق نہ آیا اسکا جو قدم اٹھا آگے کی طرف اٹھا۔ منزلیں طے ہوتی رہیں اور انکو پیچھے چھوڑ کر یہ مبارک کارواں آگے سے آگے بڑھتا چلا گیا۔ اس کا جو کارنامہ سامنے آیا وہ پہلے کارناموں سے بڑھ چڑھ کر تھا۔ خدا کے فضل سے ''الحق یعلو ا و لا یُعلی'' کے مطابق اسی دلیل سے اس کی حقانیت اور مقبولیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے اکتیس سال کا عرصہ معمولی عرصہ نہیں۔ اس میں شیر خوار بچے پرورش پا کر پختہ کار جوان بن گئے اور جوان کہولت کے مرحلے میں داخل ہو گئے۔ اس مدت میں دنیا کے اندر سینکڑوں انقلاب آئے، بے شمار تبدیلیاں ہوئیں لاتعداد جماعتیں بنی اور بگڑیں کئی گوشہ گمنامی میں جا پڑیں اور کئی ایک نے منازل ارتقاء بھی طے کیے اور جس طرح باقی دنیا کی کوئی چیز اس طویل عرصہ میں اپنی ابتدائی حالت پر نہ رہی یہ ارتقاء پذیر جماعتیں بھی کچھ سے کچھ ہو گئیں ان کے منشور تبدیل ہو گئے۔ ان کے اغراض و مقاصد میں بنیادی تبدیلیاں پیدا ہوئیں۔ ان کا طریق کار یکسر متغیر ہو گیا۔ لیکن اس دوران میں جو جماعت اپنی اصلی صورت پر قائم رہی وہ جماعت حزب اللہ تھی یعنی اللہ جل شانہٗ کا گروہ۔ ذات الٰہی غیر متغیر اور غیر متبدل ہے وہ الان کما کان ہے اس لئے اس کی جماعت بھی اپنے اصلی رنگ روپ پر قائم رہی۔ وہی مبارک مقاصد، وہی پاکیزہ صفات، وہی صاف اور ستھرا طریق کار، اس جماعت کی تعلیمات کا سرچشمہ کتاب ازلی یعنی قرآن مجید اور اسوہ رسول اکرم ﷺ ہے۔ اس لئے اس کے کسی کام میں کوئی فرق نہ آیا۔ زمانے کے ہونے والے تغیرات میں جماعت حزب اللہ نے عملی طور پر شرکت کی اور وقت کے تقاضوں کو بڑی جواں ہمتی اور بالغ نظری سے پورا کیا۔ لیکن اس نے اپنی اصلی حیثیت کو قطعاً خیر باد نہ کہا بلکہ اسے بڑی شان کیساتھ قائم رکھا۔ یہ عملی درس ہے جو اس مقدس جماعت نے مملکت پاکستان کو دیا تاکہ وہ زمانہ کے تغیرات کا ساتھ دیتے ہوئے اپنی اصلی حیثیت کو قائم

Marfat.com

رکھے۔

خیالات کی دوگونہ تبدیلی

تبادلہ آبادی کے وقت ملک میں عجیب حالات پیدا ہوئے۔ ہندو اور سکھ لوگ جو ساری تجارت پر قابض ہونے کی وجہ سے بیحد متمول تھے قیمتی ساز وسامان سے بھرے ہوئے گھر مقفل کر کے بھارت روانہ ہو گئے۔ اگر اس تمام مال و دولت کو دیانت داری سے اکٹھا کیا جاتا اور پھر اسے ملکی اور ملی بہبود اور مہاجرین کی آبادکاری پر صرف کیا جاتا تو ہماری لاتعداد مالی مشکلات دور ہو جاتیں اور لاکھوں مہاجر لوگ بھی مطمئن ہو جاتے پاکستان بننے پر ابتدا میں مسلمانوں کے دلوں میں ملی بیت المال کے قیام اور اس کے احترام کا بڑا خیال تھا اور لوگ سمجھتے تھے کہ قرون اولیٰ کے نمونہ پر تمام امور انصرام پائیں گے۔ نہایت ہی پاکیزہ نفسیاتی ماحول موجود تھا اور اس سے کام لے کر ایک مثالی ریاست کی بنیاد بآسانی رکھی جاسکتی تھی مگر حکومت کے افسران اور دیگر ملازم سرکار جو برطانوی حکومت کے دور میں رشوت ستانی اور بدعنوانی کے عادی ہو چکے تھے کھلے بندوں لوٹ کھسوٹ میں مصروف ہو گئے۔ وزراء حکومت جو برطانیہ کے پیدا کردہ کج رو معاشرہ کے ممتاز افراد تھے۔ ہاتھ رنگنے سے باز نہ آئے۔ حتیٰ کہ کئی ایک بڑے بڑے جبہ اور عمامہ پوش لوگ بھی اس حمام میں ننگے نظر آتے ہیں۔ غیر مسلموں کے مال و اسباب کی لوٹ ان کی عمارت کا انہدام اور ملبہ کا سرقہ وبا کی طرح عام ہو گیا۔ ہر ملک کا ادنیٰ طبقہ ہمیشہ اس قسم کے مواقع کی تاک میں رہتا ہے۔ اس نے جب خود محتسب اور مفتی کو عملاً جواز کا فتویٰ جاری کرتے دیکھا تو پھرا کیا تھا اس نے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی۔

متروکہ اموال و جائداد اور جماعت حزب اللہ

مگر جس طرح کہ کندن آزمائش کی کٹھالی میں پڑ کر اور بھی زیادہ چمک اٹھتا ہے۔ اراکین اور رضاکاران حزب اللہ کے بہترین اخلاق کا اس موقع پر نہایت ہی اعلیٰ مظاہرہ ہوا۔ حضرت امیر حزب اللہ کے احکامات کی پیروی کرتے ہوئے انہوں نے غیر مسلموں کے مال و اسباب کو ہاتھ تک نہ لگایا اور ملک بھر میں جہاں کہیں انہیں اس کی حفاظت پر مامور کیا گیا انہوں نے انتہائی دیانتداری سے اپنے فرائض انجام دیئے۔ اور انہوں نے ثابت کر دکھایا کہ حضرت امیر حزب اللہ مد ظلہ العالی نے مسخ شدہ ذہنیتوں کو درست کرنے کیلئے جو مبارک تعلیمات بیس اکیس سال کے طویل عرصہ میں پے درپے دی تھیں اور رشد و ہدایت کے لئے جو تدابیر اختیار کی تھیں کس قدر نتیجہ خیز اور کامیاب رہی ہیں۔ تنہا یہی جماعت تھی جس نے اس وبائے عام میں قلوب کو ہر قسم کی

Marfat.com

اخلاقی بیماریوں سے مکمل طور پر محفوظ رکھا۔حزب اللہ کا یہ کارنامہ آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ نفسانفسی، خودغرضی اور بددیانتی کے اس آفاق گیر خلفشار میں پوری طرح ثابت ہوگیا کہ اراکین اور رضا کار اپنی رفتار، کردار اور گفتار کو کاملاً حزب اللہ کے سانچے میں ڈھال چکے ہیں اور خشیت الٰہی، فرض شناسی، رجوع الی الحق، تقرب الی اللہ، ایثار و قربانی، سیر چشمی واستغناء، بلند حوصلگی و بلند نظری، اطاعت امیر و تعمیل ارشاد، تحفظ واستحکام پاکستان کے لئے سینہ سپری اور ترویج احکام شریعت اور اجرائے احکام اسلامی کے لئے بیقراری اس مبارک قوم کا شعار بن چکا ہے۔آخرت کے لذائذ وانعامات اور اخروی فوائد وثمرات پر نظر رکھنے والے اس گروہ نے متاعِ دنیا کی پرواہ نہ کی۔اپنا دامن کسی قسم کے جرم سے ملوث نہ ہونے دیا اور ایک ذات پاک کے حصول خوشنودی کی خاطر ضبط علیٰ النفس کی بہترین مثال پیش کی۔

ملکی وملی بہبود وترقی

ان حقائق سے پتہ چل سکتا ہے کہ جماعت حزب اللہ جسے حیات ابدی کا طغرائے امتیاز بارگاہ رب العالمین سے مل چکا ہے۔پاکستان کے بقاواستحکام کے لئے کیا کچھ کرسکتی ہے اور ملک میں پاکیزہ مشرب معاشرہ پیدا کرنے میں کیا کردار انجام دے سکتی ہے۔ان تمہیدی سطور کے بعد ہم ذیل میں مختلف عنوانات قائم کرکے بتاتے ہیں کہ حضرت امیرِ باتدبیر نے قیام پاکستان کے بعد اپنی مبارک جماعت کے ذریعے ملکی اور ملّی بہبود وترقی کے لئے کیا کچھ کیا۔

جمعیۃ المشائخ

قارئین کرام کو اس تصنیف کے لفظ لفظ سے واضح ہوچکا ہوگا کہ ایک شیخ طریقت مسلمانوں کے مخدوش حالات کے زیر نظر حجرہ نشینی چھوڑ کر میدان عمل میں آچکے تھے اور اپنی تمام تر ظاہری اور باطنی قوتوں کو ملت اسلامیہ کے احیا اور عروج کے لئے استعمال میں لا رہے تھے۔اس سلسلہ میں حضور کو جس وسیع پیمانے پر کامیابی حاصل ہوئی تھی وہ بھی اظہر من الشمس ہے۔بالخصوص ۱۹۴۶ء کے انتخابات اور تبادلہ آبادی کے موقع پر ارکان ورضا کاران حزب اللہ کے کردار اور شاندار اخلاقی مظاہرہ نے آپ کو یقین دلایا تھا کہ مبارک نفوس کا یہ گروہ اگر منظم ہوجائے، یہ بکھرے ہوئے موتی اگر ایک سلک میں منسلک ہوجائیں اور ان لآلئ آبدار کو ایک لڑی میں پرو دیا جائے تو مسلمانوں کے فلاح وبہبود کے لئے بے شک انمول کارنامے انجام دیئے جاسکتے ہیں۔ذرا وقت نظر سے دیکھا جائے تو واضح ہوجاتا ہے کہ پاکستان وہندوستان کے مشائخ عظام کا اتفاق

Marfat.com

اتحاد ہر لحاظ سے بڑے دوررس نتائج پیدا کر سکتا تھا۔ ان دونوں ممالک میں اسلام اور مسلمانوں کے تحفظ اور بقا کا سوال شدت اختیار کر چکا تھا۔ اسلئے کہ پہلے انہی اصحاب صدق و وفا اور ارباب معرفت نے اپنی روحانی قوت کے بل بوتے پر اس برصغیر میں اسلام کو اقتدار اعلیٰ عطا کیا تھا۔ انہوں نے روحوں کو مسخر کیا، قلوب کو اخلاق کی زنجیروں میں مقید کیا اور اجسام کو اطاعت و انقیاد کے سلاسل میں جکڑا۔ اب پھر روحانی قوت کے علمبردار ہی اسلام کو یہاں مقتدر بنا سکتے تھے۔

اس حقیقت کا احساس حضرت امیر حزب اللہ کو شروع ہی سے تھا۔ تقسیم ملک نے حالات سازگار بنا دیئے۔ جب آپ ۲۴ صفر ۱۳۶۷ھ بمطابق ۷ جنوری ۱۹۴۸ء خواجہ شمس العارفین کے عرس مبارک میں شمولیت کی غرض سے سیال شریف پہنچے تو حسن اتفاق سے آپ نے وہاں خاندان چشت کے مشاہیر مشائخ و سجادہ نشین حضرات کو موجود دیکھا۔ خصوصاً حضرت قبلہ دیوان میر آل رسول علی خاں صاحب مدظلہ العالی سجادہ نشین درگاہ اجمیر شریف کی غیر متوقع تشریف آوری بہت ہی برموقع ثابت ہوئی۔ اس مبارک اجتماع کو غنیمت سمجھ کر حضرت امیر حزب اللہ مدظلہ العالی نے جمعیۃ المشائخ کی تاسیس و تشکیل کیلئے تحریک شروع کر دی۔ چنانچہ حضرت دیوان صاحب قبلہ کی زیر صدارت ایک جلسہ منعقد ہوا۔ حضرت امیر حزب اللہ نے ایک گھنٹہ تقریر فرمائی ہندوستان میں مسلمانوں پر کفار و مشرکین کے مظالم بیان فرمائے۔ مساجد اور مقابر کی حالت زار کا نقشہ کھینچا اور واضح فرمایا کہ اہل ہند مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے پر اُدھار کھائے بیٹھے ہیں۔ ادھر پاکستان کا مسلمان بھی ہر طرح خطرے میں ہے۔ اس لئے اپنے قابل احترام متقدمین اور اسلاف کرام کے مبارک نمونے کو سامنے رکھ کر مشائخ عظام کو باغ اسلام اور قصر توحید کو بچانے کیلئے خانقاہوں سے نکل آنا چاہیے اور **بنیان مرصوص** بن کر کفر کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ حضرت خواجہ حافظ قمرالدین صاحب قبلہ سجادہ نشین سیال شریف اور حضرت خواجہ محمد یوسف صاحب تونسوی نے نہایت جامع الفاظ میں حضور کی تائید فرمائی اور جمعیۃ المشائخ کا قیام عمل میں آگیا۔

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر می خواست آخر آمد ز پس پردہ تقدیر پدید

اراکین جمعیۃ المشائخ

حضرت دیوان صاحب اس مقدس جمعیت کے صدر اور حضرت امیر حزب اللہ ناظم اعلیٰ منتخب ہوئے۔ نائبین صدر کا انتخاب بھی عمل میں آیا۔ جن میں پاک پتن شریف، تونسہ شریف، سیال شریف، گولڑہ شریف، علی پور شریف اور مانکی شریف کے سجادہ نشین حضرات شامل تھے۔

Marfat.com

نواب محمد حیات قریشی مرحوم خازن تجویز ہوئے۔ ارکان کی بھی ایک طویل فہرست تیار ہوگئی اس مبارک جماعت کے قائم ہونے پر حضرت امیر حزب اللہ نے بصد مسرت وانبساط زبان حال سے فرمایا۔

شکر صد شکر میان من و اُو صلح فتاد　　حوریاں رقص کناں ساغر و پیمانہ زدند

اس جلسہ میں کئی ایک قراردادیں بھی پاس ہوئیں۔ ایک قرارداد میں حکومت ہند کو متنبہ کیا گیا تھا کہ ہندوستان میں مساجد اور خانقاہوں کا احترام ملحوظ رکھا جائے ورنہ نتائج نہایت خطرناک ہوں گے۔ اور ایک میں حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ پاکستان کے پورے نظام کو شریعت اسلامی کے قالب میں ڈھالا جائے۔

جمعیۃ المشائخ کا منشور

حضرت امیر حزب اللہ نے بعد میں ''جمعیۃ المشائخ'' کے نام سے ایک رسالہ مرتب فرمایا جس میں آپ نے جمیعت کے زریں اصول ومقاصد عالیہ، دستوراساسی اور حقیقی نصب العین کی توضیح فرمائی۔ سطور اولین میں آپ نے اس بات پر زور دیا کہ عقل فکر کی ہماہمی اور عملی سائنس کی محیر العقول ایجادات واختراعات نے نوع انسانی کو اس طرح اپنی طرف متوجہ کرلیا ہے کہ وہ ان حقائق کے پیدا کرنے والے یعنی خالق کائنات سے بالکل بے خبر ہو کے رہ گئی ہے۔ اور اس وجہ سے جہاں آج کل انسان اپنا شرف کھو بیٹھا ہے وہاں آرام وآسائش کے اسباب کی کثرت کے باوجود تسکین احساس سے بھی محروم ہو چکا ہے۔ حالانکہ معبود حقیقی کے سامنے سرنیاز خم کرنے سے ہی وہ اس نعمت کو حاصل کرسکتا تھا اور تجلیات الٰہیہ کا مہبط اور اسرار رحمانیہ کا مورد بن سکتا تھا۔ اغراض ومقاصد کے سلسلہ میں آپ نے اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جہاد بالنفس جہاد بالسیف اور ملکی معاملات میں عملی دلچسپی لینے کی ترغیب دی۔ نصب العین کی تشریح کرتے ہوئے شروع میں آپ نے یہ شعر تحریر فرمایا۔

گفتا ''کہ کراخواہی از خیل بتاں جامی''!　　''ایں جملہ طفیل تو، من از تو تراخواہم''

اور پھر بتایا کہ ہر جماعت کے سامنے کوئی نہ کوئی نصب العین ہوا کرتا ہے۔ لیکن آپ نے ظاہری تبادلہ خیالات سے نہیں بلکہ باطنی مکاشفات سے جمیعۃ المشائخ کا جو بہترین مطمح نظر تجویز کیا ہے:

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

آپ نے فرمایا:

Marfat.com

ہم جمعیۃ المشائخ سے تعلق رکھنے والے اللہ تعالیٰ کی واحدانیت اور حضور اکرم ﷺ کی رسالت کو اپنا نصب العین بناتے ہیں۔ ہماری زندگی کا مقصد اعلاء کلمۃ اللہ ہوگا۔ ہم تمام "انداداًمن دون اللہ وارباباًمن دون اللہ" سے روگردانی واعراض کرتے ہوئے:

انی وجّهت وجهی للذی فطرالسمٰوات والارض

کے مطابق اپنے منہ کو فاطر السمٰوات والارض، خالق کائنات، واجب الوجود، مدبر الامر کی طرف پھیرتے ہیں۔ جس کی رضا جوئی ہماری زندگی کا مقصد اولین ہے اور جس کا قرب حاصل کرنا ہماری حیات کی علت غائی:

قل انّ صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین

ہماری نمازیں، ہماری قربانیاں، ہماری زندگی اور ہماری موت سب اسی کیلئے ہے۔ ہم دنیا میں اس کا نام بلند کرنا چاہتے ہیں کیونکہ اس کے مرتب کردہ آئین کا نفاذ ہی مسلمانوں کو مسلمان بنا سکتا ہے اور احکام الٰہیہ کی ترویج میں ہی مسلمان قوم کی نجات ہے۔ اسکے مقبول رسول ﷺ کے اسوہ حسنہ پر چلنا ہمارے لئے ازبس لازم ہے اور اللہ کے حبیب ﷺ کی محبت کو دنیا کی ساری محبتوں سے بڑھا لینا ہمارا جزو ایمان۔

دیکھیئے اسلامی تعلیمات میں اس سے بہتر کوئی دوسرا نصب العین موجود نہیں۔ ولنعم ماقیل۔

چھانٹا وہ دل کہ جس کی ازل میں نمود تھی   پتلی پھڑک اٹھی نظر انتخاب کی

آپ نے اعلان فرمایا:

ہم نہیں چاہتے کہ سب سے بڑے حاکم کے ہوتے ہوئے کوئی دوسرا حکمران ہو۔ ہم نہیں چاہتے کہ اس کے مرتب کردہ آئین کے مقابلہ میں کوئی دوسرا آئین بنایا جائے۔ ہم یہ گوارا نہیں کر سکتے کہ فرزندان توحید کو پرستاران باطل نیچا دکھلائیں۔ ہم یہ برداشت کرنے کیلئے تیار نہیں کہ جہاں اس کا نام صدیوں تک لیا جاتا رہا ہو وہاں ناقوس پھونکے جائیں یا گھنٹیاں بجائی جائیں۔

جمعیۃ کا دوسرا اجلاس

جمعیۃ المشائخ کا دوسرا اجلاس لاہور میں ۲۲ رجب المرجب ۱۳۶۸ھ بمطابق ۲۱ مئی

Marfat.com

۱۹۴۹ء کو منعقد ہوا۔ بڑا عظیم اجتماع تھا۔ تمام اخراجات حضرت امیر حزب اللہ نے برداشت فرمائے۔ اس کی مفصل کاروائی ہفتہ وار ''الجماعت'' کراچی میں ۲۶ رجون ۱۹۴۹ء کو چھپی۔ اس میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ ملک میں دینی یونیورسٹی کا قیام عمل میں لایا جائے۔ علاوہ بریں مسٹر لیاقت علی خان وزیر اعظم پاکستان پر زور دیا گیا تھا کہ وہ قرارداد مقاصد کے مطابق پاکستان کا دستور بنانے کے لئے مشائخ اور علماء کی ایک معقول تعداد کو دستور ساز اسمبلی میں شامل کریں تا کہ وہ قرآن وحدیث اور علوم فقہ کی روشنی میں استنباط واستخراج مسائل کر سکیں۔ اس اجتماع میں نصاب تعلیم میں تبدیلی، عسکری تربیت، فلسطین وکشمیر کے مسائل اور اسلامی ممالک کے اتحاد کیلئے بھی قراردادیں پاس کی گئیں۔ اس کاروائی سے جمعیۃ المشائخ کی افادیت اور کارکردگی کا اندازہ لگایا سکتا ہے۔

ناظم اعلیٰ کا خطبہ

اس اجلاس میں حضرت امیر حزب اللہ نے ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے جو خطبہ ارشاد فرمایا اس میں آپ نے مشائخ عظام اور علمائے کرام کو دہریت. والحاد اور کفر وارتداد کے استیصال کے لیے خاص طور پر متوجہ فرمایا۔ آپ نے بتایا کہ مادہ پرست اور ملحد لوگ مسرت اور اطمینان کے متلاشی ہیں اور انکی نگاہیں اضطراری طور پر روحانیت کی طرف اٹھ رہی ہیں اس ذہنی اور شعوری انقلاب کو مدنظر رکھتے ہوئے روحانیت کے داعیان حق کو اپنی اصلاح کی طرف توجہ دینی چاہیے۔ جب کہ دوست اور دشمن تمام ان سے امیدیں لگائے بیٹھے ہیں۔ جب اپنا دل اللہ اللہ کی ضرب سے متاثر ومرتعش نہ ہوتا ہو دوسروں کو تربیتِ اخلاق کا سبق دینے سے کیا حاصل۔ سب سے مقدم اپنی اصلاح ہے اور سب سے ضروری اپنے دل کے آئینے کو صاف کرنا۔ اس طرح روحانیت کے لطائف ورموز سے پوری طرح باخبر ہو کر اپنی بے پناہ روحانی قوت سے کام لیتے ہوئے اپنے اسلافِ کرام کی طرح ترستی اور تڑپتی ہوئی دنیا کو تسکین واطمینان کا آب زلال عطا کرنا چاہیے۔

قائد اعظم کی رحلت

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

کثرت کار اور ہجوم تفکرات کی وجہ سے قائد اعظم محمد علی جناح گورنر جنرل پاکستان پھیپھڑے کی تکلیف بڑھ گئی۔ آپ نے عالی ہمتی سے کام لے کر مرض کا مقابلہ کیا۔ ڈاکٹر مسلسل علاج معالجہ میں مصروف رہے۔ مگر آخر کار ۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ء کو رات کے وقت دس بجکر پچیس منٹ پر بیسویں صدی عیسوی کا یہ مرد عظیم، پاکستان کا بانی، تدبر وسیاست کا پیکر و...

Marfat.com

صداقت کا مجسمہ، اپنی نوزائیدہ مملکت اور مصائب و آلام سے محصور اپنی محبوب قوم کو ہمیشہ کے لئے داغ مفارقت دے گیا۔ اِنّا للہ و اِنّا الیہ راجعون

قائداعظم کو خراج تحسین

حضرت امیر حزب اللہ قائداعظم کی وفات کو ایک سانحہ ملی اور حادثہ قومی سے تعبیر فرمایا۔ اپنے سالانہ خطبہ صدارت میں آپ نے بصد تاسف و احساس حرماں فرمایا کہ قدرت کے باغ میں ہمیشہ قسم قسم کے پھول پیدا ہوتے ہیں مگر اپنی قسم کا نرالہ پھول کبھی کبھی کھل کر جاذب نگاہ ہوا کرتا ہے۔ اندھوں کی دنیا میں آنکھوں والے روز روز نہیں آیا کرتے۔ قومیں ہر وقت موجود رہتی ہیں لیکن ان کی اصلاح کرنے والے افراد قرنوں اور صدیوں کے بعد تشریف فرمائے عالم ہوا کرتے ہیں۔ آپ نے قائداعظم کی خوبیاں گنواتے ہوئے فرمایا کہ عزم و وقار، بلند خیالی، عالی ہمتی، اعتماد علی النفس، ارادہ کی پختگی، زبردست قوت فیصلہ، سیاسی شعور، تدبر سیاست اور سب سے بڑھ کر خلوص وللّٰہیت، بے غرضی اور بے نفسی کے اوصاف حمیدہ آپ میں موجود تھے۔ اور آپ کی انتھک کوششوں اور بے پناہ قوت ارادی کے طفیل پاکستان کا تخیل ایک حقیقت بن گیا۔ استحکام پاکستان میں ان سے بہت بڑی توقعات وابستہ تھیں۔ اور دوست تو دوست دشمنوں کے دل اگر چیر کر دیکھیں تو وہ بھی ان کی خوبیوں کے مداح اور معترف نظر آئیں گے۔ یہی فضل و کمال کی اعلیٰ دلیل ہے۔ اور اب قائداعظم سے محبت کا عملی ثبوت اس طرح دینا چاہیے کہ ہم ان کے بنائے ہوئے پاکستان کو مضبوط اور خوشحال بنائیں۔ اغیار کی دست برد سے اسے بچانے کے لئے سینہ سپر ہو جائیں اور اسے صحیح معنوں میں پاکستان بنا کے چھوڑیں۔

بھارت کے حالات

چاہیے تو یہ تھا کہ حصول آزادی کے بعد دونوں ممالک کے باہمی تعلقات نہایت ہی خوش گوار ہوتے۔ دونوں ملک طویل عرصہ کی غلامی کے بعد آزاد ہوئے تھے۔ دور غلامی میں ہندو اور مسلمان دونوں قومیں انگریزوں کو مورد الزام بناتی رہی تھیں کہ انہوں نے دوسروں کی آزادی سلب کر رکھی ہے۔ ان کی ملکی معیشت پر چھائے ہوئے ہیں اور ان کے خون کا آخری قطرہ تک چوس لیا ہے۔ اب چاہیے تھا کہ جو الزام انگریزوں پر عائد کیا جاتا تھا اس سے بچنے کی کوشش کی جاتی نہ صرف یہ بلکہ تمام عالم کے سامنے ایک ایسی عمدہ اور اعلیٰ مثال پیش کی جاتی جس سے تمام اقوام کو درس حریت ملتا۔ اخوت و مساوات کا ایک ایسا نمونہ ہوتا جو ہر ایک کے لیے روح پرور، بصیرت افروز اور جرات آموز ہوتا۔ انقلاب فرانس نے کئی ممالک کی غلامی کی زنجیریں توڑ کے

Marfat.com

رکھ دی تھیں امریکہ کی جنگ آزادی اسی کی مرہون منت ہے۔ مگر افسوس ہے بھارت کے ہندو نے پورے بنیا پن کا ثبوت دیا۔ اس کی فطرت میں یہ بات راسخ ہو چکی ہے کہ ''چمڑی جائے مگر دمڑی نہ جائے'' اس کا دامن حرص و آز کبھی بند نہیں ہوتا اس سے معاملہ نپٹانا بے انتہا مشکل ہے اس کے ظرف میں قطعاً وسعت نہیں اس لئے بھارت کبھی کسی عالم گیر تحریک کا منبع اور ماخذ نہیں بن سکا۔ ہندو کی اس فطرت کی وجہ سے حصول آزادی کے بعد بھارت اور پاکستان کے باہمی تعلقات خراب سے خراب تر ہوتے چلے گئے۔

سقوط حیدر آباد

ادھر پاکستانی ملت قائداعظم کی رحلت کی وجہ سے سوگوار تھی اور ادھر بھارت نے اپنے بھاری بھرکم ٹینک ریاست حیدر آباد میں داخل کر دیے۔ سید قاسم رضوی جیسے غیور اور شجاع مجاہد اسلام کے تربیت یافتہ سرفروش رضا کاروں نے جب دیکھا کہ ان کی چھرے والی بندوقیں ان کے ٹینکوں کی رفتار کو نہیں روک سکتیں تو وہ ہزاروں کی تعداد میں ان کے سامنے لیٹ گئے۔ ٹینک انہیں روندتے ہوئے اور حب قوم و ملت میں جان قربان کرنے والوں کے مقدس لاشوں کا بڑی سفاکی سے قیمہ بناتے ہوئے آگے نکل گئے۔ نظام بدانجام نے اپنی قارونی دولت کو بچانے کے لئے ہتھیار ڈال دیے اور حیدر آباد دکن کی مایہ ناز اسلامی ریاست کا سقوط ہو گیا۔ یہ ریاست مسلمانوں کا علمی گہوارہ تھی۔ اردو یونیورسٹی قائم تھی مسلمان باشندے بڑے خوشحال اور فارغ البال تھے درندہ صفت بھارتی افواج نے ہر شے کا صفایا کر دیا۔ مسلمان جزیرہ نمائے دکن میں چاروں طرف سے محصور تھے۔ ان کے گھر لوٹے گئے۔ پردہ نشین مجسمہ عفت و عصمت عورتوں کی کھلے بندوں عصمت دری کی گئی اور وہاں پھر چھوٹے چھوٹے بچوں اور ضعیف بوڑھوں کی لاشیں سنگینوں اور نیزوں پر چڑھائی گئیں۔

ان حالات کی بنا پر پاکستان میں مایوسی کی لہر دوڑ گئی اور عامۃ الناس کے حوصلے پست ہو کر رہ گئے۔ وزیراعظم پاکستان نے دوراندیشی اور مصلحت بینی سے کام لے کر فوراً دورے شروع کر دیئے اور مسلمانوں کے حوصلے بڑھائے۔ حضرت امیر حزب اللہ کو اس صدمہ عظیمہ نے مورد آلام واحزان بنایا مگر آپ کے دل میں کوہ وقار عزائم موجود تھا، حوادث کے تھپیڑے آپ کے پائے ثبات میں تزلزل نہیں پیدا کر سکتے تھے۔ آپ کو اچھی طرح سے علم تھا کہ نازک سے نازک مرحلہ بھی بظاہر مادی وسائل ختم ہونے کے باوجود مسلمانوں نے اپنے عزم صمیم اور بلند حوصلگی سے لے کر آخری وقت میں ہمیشہ اپنی قسمت کا پانسہ کس طرح پلٹا ہے۔ ان لئے اس موقع پر آپ

Marfat.com

قوم کو جو پیغام دیا وہ سننے کے قابل ہے:۔

امیر حزب اللہ کا پیغام

حیدر آباد کے سقوط نے ہمارے بلند ارادوں پر ناخوشگوار اثر ڈالا ہے مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ ہم صبر و ضبط کے عنان کو ہاتھ سے دے کر سینہ کوبی کرنے لگیں یا ٹسوے بہائیں۔ بلکہ ہمیں اس واقعہ سے عبرت حاصل کر کے اپنی طاقت کو اور زیادہ مستحکم بنانا چاہیے اور اس امر کا تہیہ کر لینا چاہیے کہ انڈیا والوں نے ہمارے جو علاقے غصب کئے ہیں ہم انہیں لے کر رہیں گے۔ ریاست جونا گڈھ جس نے پاکستان میں اپنی شرکت کا اعلان کر دیا تھا مگر اسے بزور شمشیر اپنے میں شامل کر لیا گیا۔ اور سومنات کی تاریخی مسجد کو پھر مندر میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ اگر اللہ کریم نے ہمارے بازوؤں میں قوت دی اور ہماری قوتِ ایمانی بڑھ گئی تو انشاء اللہ ہم میں سے پھر کوئی محمود غزنوی پیدا ہوگا جو کہ سومنات کے مندر[1] دوبارہ مسجد میں تبدیل کر دیگا اور حیدر آباد پر بھی ہمارا صدیوں سے قبضہ چلا آتا تھا۔ اس لئے ہماری زندگی میں یا ہمارے بعد کوئی ایسا وقت آئیگا جب اس پر بھی اسلامی جھنڈا لہرائے گا اور قاسم رضوی دلی کے لال قلعے پر ہلال کا پرچم نہیں لہرا سکا تو اس کی معنوی اولاد اس کی وصیت کو پورا کر کے دکھلائے گی۔ اگر یہ درست ہے کہ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے اور سومنات کا مندر پھر مندر بن سکتا ہے تو سومنات کی مسجد پھر مسجد بن جائے گی اور دہلی آگرہ اور حیدر آباد بلکہ بحر ہند اور خلیج بنگال کے تمام ساحلی شہروں تک اسلامی عساکر کی یلغار پہنچ جائیگی اور " فانّ حزب الله هم الغالبون ط" پے در پے شکستوں کے بعد بھی اللہ کے لشکر کی بالآخر فتح ہوگی اور خدائی فوج کی نصرت۔

انّ فی ذالك لعبرة لّاولی الابصار ط

بھارت میں مسلمانوں سے سلوک

ہندوؤں نے حدود بھارت میں اسلامی تہذیب و تاریخ کے اثرات کو مٹانے کیلئے جو طرز عمل

---

[1] مندر کی از سر نو تعمیر پر افغانستان میں بھی بڑا درد و غم پیدا ہوا۔ راقم سطور ۱۹۵۱ء میں کابل گیا۔ استاد خلیل اللہ خان خلیلی افغانی نے فارسی زبان میں اپنی وہ دہرہ گداز نظم سنائی جس میں محمود بت شکن سے التماس کی گئی تھی کہ اٹھو۔ سومنات میں پھر بت نصب

Marfat.com

اختیار کیا تھا وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ بین الاقوامی رائے عامہ کی کوئی پرواہ نہ کر کے ہندوؤں نے پاکستان کے ناکردہ گناہوں کا ڈھنڈورا پیٹا اور پراپگنڈے کا ہنگامہ برپا کرنیکے بعد ان کے جی میں جو کچھ آیا کر گذرے۔ بھارت میں رہ جانے والے چار کروڑ مسلمانوں کی حالت سخت مخدوش تھی۔ ان کے جان و مال اور عزت و آبرو کو ہر وقت خطرہ تھا۔ انکی زبان ان کا کلچر اور ان کا تمدن غصب کیا جا رہا تھا۔ مختلف حیلوں بہانوں سے انکی جائدادیں چھینی جا رہی تھیں۔ ان سے یہ مطالبہ ہو رہا تھا کہ ترک مذہب کر دو یا پاکستان چلے جاؤ۔ علی گڑھ یونیورسٹی کو مسلمانوں نے بڑے جان جوکھوں سے پروان چڑھایا تھا۔ مگر اسے اسلامی تعلیمات سے خالی کر دیا گیا اور ان کی جگہ ہندی اور سنسکرت کو رائج کیا گیا۔ مذہبی تعلیم اور زبان اردو پر پابندیاں عائد کر دی گئیں۔ ڈاکٹر مونجے، پرکاش نرائن، سردار پٹیل، ڈاکٹر کھجو اور دیگر ہیچو قسم ہند مہا سبھائی خیالات رکھنے والے لیڈروں کی تقریریں بے حد معاندانہ ہوا کرتی تھیں۔ مسٹر گاندھی تشدد کی بجائے آہستہ آہستہ متحدہ قومیت کے جادو سے بھارت کی کلمہ گو آبادی کو رام رام پڑھانا چاہتے تھے۔ اس نرم روی کو ناقابل عفو قصور سمجھا گیا اور ایک متعصب ہندو نے بیچارے گاندھی جی کا کام تمام کر دیا۔ بھارت کے مسلمانوں نے اپنی ملکی حکومت سے قولاً اور عملاً اظہار وفاداری کیا۔ مگر انکا واسطہ ایک شریف قوم سے نہیں تھا۔ ایک کمینے اور بزدل دشمن سے تھا جو نہتے اور پرامن شہریوں کی خونریزی ایک مقدس فریضہ سمجھتا تھا۔

پٹیل اور نہرو کی شرانگیزی

اس قوم نے کلکتہ، یوپی، سی پی اور آسام کے صوبوں میں خون آشامی اور قتل و نہب کے وہ انسانیت سوز مناظر دکھائے کہ الامان۔ قصہ اس طرح شروع ہوا کہ سردار پٹیل نے کلکتے میں جا کر ایک اشتعال انگیز بیان دیا۔ بعد میں پنڈت نہرو کی تقریر نے وہاں جا کر آگ بجھانے کی بجائے اس پر تیل چھڑک دیا۔ گویا گڈریے نے بھیڑیوں کو دعوت دی کہ بھیڑوں کو چیر پھاڑ کر کھا جاؤ۔ اس کا ردعمل مشرقی پاکستان میں ہوا مگر حکومت پاکستان نے حالات پر جلد قابو پالیا۔ یہ ۱۹۵۰ء کی بات ہے اس کے باوجود ہندو اخبارات اور بھارتی لیڈروں نے پراپگنڈا جاری رکھا اور بھارت کے ہندو بیچارے مسلمانوں کو بے دریغ مندرجہ بالا صوبوں میں تہ تیغ کرتے رہے۔

حضرت امیر کے تاثرات

ان حالات کی وجہ سے حضرت امیر حزب اللہ سخت آتش زیر پا تھے۔ آپ ذرا حضور کے ان سالوں کے خطبات پڑھ کر دیکھیں۔ جن لوگوں نے ان ایام میں حضور کی تقاریر سنی ہیں انہیں اچھ

Marfat.com

طرح یاد ہے کہ آپ کس قدر پریشان تھے۔ مظلوم اور بے کس چار کروڑ بھارتی مسلمانوں کے جان و ایمان کی حفاظت کا خیال آپ کیلئے سخت روح فرسا تھا۔ یہی مسلمان تھے جن کی عملی قربانیوں سے پاکستان بنا تھا۔ جو مسلم لیگ کے روح رواں تھے اور جنہوں نے خود سب کچھ کھو کر پاکستان والوں کا سب کچھ بنایا تھا۔ اس لئے پاکستان والوں کا فرض تھا کہ ان کی حفاظت کرتے۔ حضور سخت خائف تھے کہ اگر خارجی اعانت سے مایوس ہو کر اتنی کثیر تعداد اسلام چھوڑ بیٹھی اور مرتد ہوگئی تو ہم قیامت کے دن کیا جواب دیں گے۔ اسی طرح ان پچاس ہزار مسلمان عورتوں کا معاملہ حضرت امیر حزب اللہ کے لئے سخت سوہان روح کا موجب تھا۔ جو مشرقی پنجاب میں سکھ اور ہندو غنڈوں کے قبضہ میں تھیں۔ حضور سرور کائنات ﷺ نے مسلمانوں کو تعلیم دی تھی کہ صنف لطیف جو بلحاظ خلقت کمزور ہے ہر طرح لائق احترام ہے۔ حضرت جعفر طیارؓ ایک جنگ پر جا رہے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''عورتوں پر بالکل ہاتھ نہ اٹھانا۔ بوڑھوں اور بچوں کو قتل نہ کرنا اور نہ ہی مکانات یا کھیتیاں جلانا اور برباد کرنا'' اسی طرح حضور رحمۃ العالمین کے سامنے بنی طے کا باغی قبیلہ پیش ہوا۔ اس کی عورت آنحضرت ﷺ کے سامنے لائی گئی جو حاتم طائی کی بیٹی تھی۔ یہ معلوم کر کے آنحضور ﷺ نے فرمایا۔ خاتون تمہیں اپنے باپ کے نام پر آزاد کیا جاتا ہے۔ بڑھیا نے عرض کی حاتم کی بیٹی اپنے قبیلہ کو قید و بند میں چھوڑ کر تنہا آزاد نہیں ہونا چاہتی۔ دریائے رحمت جوش میں آیا اور حکم ملا کہ سارے قبیلہ کو آزاد کیا جاتا ہے۔ مسلمانوں کی گھٹی میں تو یہ پاکیزہ تعلیم پڑی تھی مگر انکے سامنے اب ایک خسیس، رذیل اور کمینہ قوم تھی جو جذبات خبیثہ کی بنا پر جنس لطیف کیساتھ شرافت کا برتاؤ کرنا جانتی ہی نہیں تھی۔ ہندو پاک کی حکومتوں کے درمیان عورتوں کی واپسی کے متعلق کئی سمجھوتے ہوئے۔ بالآخر طے پایا کہ ایک ملک سے جتنی عورتوں کی بازیابی ہو اتنی دوسرے ملک سے واپس کی جائیں۔ مگر پاکستان میں ہندوؤں کی معدودے چند عورتیں تھیں جو تمام کی تمام لوٹا دی گئیں۔ ان کی ایک عورت بھی پاکستان میں نہ رہ گئی چونکہ تبادلہ آبادی کے وقت مسلمانوں نے ہندوؤں اور سکھوں کی عورتیں زیادہ تعداد میں نہیں چھینی تھیں اور الٹا باآبرو قوم کے افراد کی طرح مسلمان شرفا نے اپنے ہاں غیر مسلموں کے پناہ گزیں ہونے پر انکی حفاظت سینہ سپر ہو کر کی تھی اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ پاکستان سے ہندو اور سکھ عورتیں زیادہ تعداد میں برآمد نہ ہو سکیں اور پھر رسوا کن سمجھوتے کی وجہ سے ہزارہا مسلمان عورتیں جنہیں مشرقی پنجاب میں گھروں۔ کیمپوں، قافلوں اور گاڑیوں سے جبراً چھین لیا گیا تھا۔ وہیں رہ گئیں۔ مسلمانوں کے سینہ پر یہ مندمل نہ ہونے والا چرکا رہ گیا۔ حضرت امیر حزب اللہ فرماتے

Marfat.com

تھے کہ ایک وقت وہ بھی تھا جب ایک مسلمان لونڈی کی آواز ''وامعتصما!'' سن کر عباسی خلیفہ معتصم باللہ بے چین ہو گیا تھا۔ بغداد سے اٹھ کر قسطنطنیہ پر حملہ آور ہوا اور اس وقت تک اپنے آپ پر خواب وخور حرام سمجھا تھا جب تک کہ وہ لونڈی آزاد نہیں ہو گئی تھی اور ایک وقت یہ بھی ہے کہ پاکستان کی حکومت اور یہاں کے مسلمان ان ہزار ہا عورتوں کی چیخ وپکار سننے کے باوجود پنبہ در گوش ہو چکے ہیں اور انہیں مشرقی پنجاب میں جانوروں کیطرح کوڑیوں کے مول گھر گھر بکتے دیکھ کر حمیت اسلامی اور غیرت ایمانی سے محروم ہو چکے ہیں۔

بھارت نے کیا کچھ کیا؟

بھارت نے پاکستان کو ذلیل اور تباہ کرنے کیلئے وہ سب کچھ کیا جو اس کیلئے ممکن تھا۔ نہروں کے پانی کی بندش کر دی گئی۔ دریاؤں کے رخ بدل دینے کے منصوبے تیار کئے گئے، کوئلے کی بہم رسانی کا سلسلہ ختم کر دیا گیا تا کہ پاکستانی ریلوں کی نقل وحرکت یک قلم بند ہو جائے۔ علاوہ بریں پاکستان کا کروڑوں روپے کا قرضہ ڈکار لئے بغیر ہضم کر لیا گیا۔ بھارت نے پاکستانی سکے کی قیمت کو نقصان پہنچانے کیلئے ہر ممکن تدابیر اختیار کی۔ ہندوؤں کا مقصد یہ تھا کہ پاکستان کی نوزائیدہ مملکت اس دباؤ کی وجہ سے مالی اور اقتصادی لحاظ سے بالکل کمزور اور مفلوک الحال ہو جائے اور انجام کار بھارت کے ایک صوبے کی حیثیت اختیار کر لے۔ اتنی تعداد میں مہاجرین کو پاکستان دھکیل دینے میں بھی یہی ناپاک جذبہ کام کر رہا تھا۔ بیرونی دنیا میں پاکستان کے خلاف یہ پراپیگنڈہ کیا گیا کہ یہ نئی مملکت مذہبی بنیادوں پر قائم ہوئی ہے۔ آج کل کی تہذیب اور ترقی یافتہ دنیا میں اس قسم کی رجعت پسند اور متعصب ریاستوں کی کوئی گنجائش نہیں۔ یہ تو قرونِ مظلمہ کی چیز ہے۔ ان تمام حالات سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ دشمن جس قدر ظالم تھا اتنا ہی چالاک تھا بھارت کے اس تمام عناد اور تعصب کو دیکھ کر حضرت امیر حزب اللہ نے فرمایا:

یریدون ان یطفئو انور اللہ بافواھھم ویابی اللہ الاان یتم نورہ ولوکرہ الکافرون ط

کیوں ہراساں ہے سہیل فراس اعداء سے
نورِ حق بجھ نہ سکے گا نفسِ اعداء سے

بھارت کی طرف سے مشکلات کے ان امنڈتے ہوئے بادلوں اور بھارت میں رہنے والے مسلمانوں کے قتل ونہب اور دار وگیر کو دیکھ کر بعض سادہ دل اور کم ہمت پاکستانیوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ اگر یہ تقسیم والا سلسلہ نہ ہوتا شاید یہ مجبوریاں لاحق نہ ہوتیں۔ انہیں حضرت امیر حزب

Marfat.com

اللہ نے جواب دیا کہ یہ بات قطعاً غلط ہے اور معترضین کی حقیقت ناشناسی کی دلیل ہے۔ آپ نے فرمایا کہ دراصل ہندوؤں اور سکھوں کا ناپاک ارادہ یہ تھا کہ انگریزوں کے چلے جانے کے بعد مسلمانوں کو اپنی کثرت اور طاقت کے بل بوتے پر بالکل فنا کر دیا جائے۔ تقسیم سے پہلے صوبہ بہار میں خوں چکاں واقعات ہوئے تھے اور گڑھ مکتیشر کا جو ہیجان خیز سانحہ گذرا تھا ان سب کا محرک بھی یہی جذبہ تھا۔ غیر مسلموں کے سامنے مسلمانوں کو برصغیر سے نکالنے یا انہیں مرتد کرنے کے بغیر اور کوئی سوال نہیں تھا حضور نے فرمایا تھا کہ یہ تو اللہ کا فضل تھا کہ پاکستان کتمِ عدم سے منصۂ شہود پر آیا اور مسلمانوں نے نیک دلی یا خوش اعتمادی سے ہندوؤں پر بھروسہ کرنے اور متحد ہندوستان کو تسلیم کرنے کی بجائے اپنے لئے ایک آزاد مملکت کے حصول پر اصرار کیا۔ ورنہ وسعتِ آباد ہند میں مسلمانوں کیلئے کوئی جائے پناہ موجود نہ ہوتی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ بھارت کی سازشوں اور پے در پے مخاصمتوں، ہندوستان میں بسنے والے چار کروڑ فرزندان توحید اور ہندو سکھ غنڈوں کے قبضہ میں موجود ہزار ہا بے کس عورتوں کا صرف ایک علاج ہے۔ جو مظلوموں اور بیکسوں کا واحد مرجع و مآل ہے اور انہیں پنجہ استبداد سے نجات دلا سکتا ہے۔ اس کے سوا اب کوئی چارہ کار نہیں اور وہ ہے:

واحد اور موثر علاج "جہاد"

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں انگریزوں کے مقابلہ میں شکست ہوئی تو مسلمانوں نے جہاد کے اہم ترین فریضہ کو طاق نسیان بنا ڈالا۔ قرآن مجید میں سورۂ انفال اور سورۂ توبہ سرتاسر مطالب جہاد پر مشتمل ہیں۔ علمائے کرام اپنے شاگردوں کو یہ سورتیں سرسری طور پر پڑھا دیا کرتے تھے مگر ان کی طرف توجہ مفقود تھی اور ان پر عمل کرنیکا کبھی خیال تک دل میں نہیں آیا تھا۔ واعظین بھی منبر پر کھڑے ہو کر دیگر ہر قسم کے مسائل بیان کرتے تھے مگر جہاد کے احکامات سے اغماض برت جاتے تھے۔ مشائخ عظام کا حال بھی یہی تھا۔ تمام کی تمام قوم ترک جہاد کی معصیت میں مبتلا تھی۔ الٹا ایک گوشے سے یہ آواز بلند ہوئی تھی کہ جہاد بالسیف اب واجبات میں سے نہیں۔ اور اس آواز کو سن کر علامہ اقبال مرحوم نے فرمایا تھا۔

چوں جہاد و حج نماند از واجبات — رفت جاں از پیکرِ صوم و صلوٰۃ

قوم کی حالت یہ تھی مگر از روئے قرآن جہاد ایک ایسا فریضہ تھا جس کو ادا کئے بغیر مسلمانوں کا مستقبل کبھی سدھر نہیں سکتا تھا۔ اس کا مقصد اللہ کا نام بلند کرنا تھا اور جب مسلمان اللہ کی راہ میں جانیں قربان کرنے کے لئے نکلتے ہیں اور ہر قسم کی ذاتی اغراض سے بالاتر ہو جاتے ہیں تو

Marfat.com

اللہ تعالیٰ ہر طرح کی ظاہری اور باطنی امداد کے ذریعے ان کو فتح و نصرت عطا فرماتے ہیں کبھی کہیں شکست ہو بھی جاتی ہے تو انجام کار فتح مندی ان کے پاؤں چومتی ہے۔ مسلمانوں نے من حیث القوم یہ فریضہ ترک کر دیا تو مختلف غیر مسلم اقوام کے ہاتھوں انکی ایسی تباہی اور بربادی ہوئی کہ جس کے چرکے طویل مدت تک وجودِ ملت پر موجود رہیں گے۔

من نیز حاضر می شوم

حضرت امیر حزب اللہ مدظلہ العالی کو افتاد طبیعت کے باعث اس مسئلے سے بڑا شغف اور انہماک تھا۔ آپ نے مسلسل ساری زندگی درس جہاد دیا۔ انگریز کی موجودگی میں آپ نے مسلمانوں کو اپنی آتش انگیز تحریروں اور تقریروں کے ذریعے جہاد فی سبیل اللہ کے لئے تیار رہنے کو فرمایا اور مسئلہ جہاد از سرِ نو زندہ کر دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ جب ملت اسلامیہ ترک جہاد کی معصیت میں مبتلا تھی اور ایک فرقے نے اس ترک کے لیے شرعی جواز کی صورت بھی پیدا کر دی تھی تو اللہ نے آپ کو مامور فرمایا۔ تاکہ جہاد کے حیات بخش پیغام قرآنی کو از سرِ نو مسلمانوں کے کانوں تک پہنچایا جائے۔ ان کی طبائع میں روح جہاد پھونک دی جائے وہ ایک بار پھر مجاہد اور غازی بن جائیں اور شہادت پانا سب سے بڑا اعزاز سمجھیں۔ آپ نے اپنی مبارک زندگی کے تیس سال سے زائد یعنی مسلمانوں کی دو نسلوں کو لگاتار جہاد کی تعلیم دی اور مجاہدین کی ایک منظم جماعت بھی تیار کی۔ حضور اپنی تقاریر میں فرمایا کرتے تھے۔ ہم قیامت کے روز اپنا یہی کارنامہ ذات باری عزاسمہٗ کے سامنے بصد عجز و نیاز پیش کریں گے۔

روز قیامت ہر کسی در دست گیرد نامہ ای　　　من نیز حاضر می شوم تصویر جاناں در بغل

جیسا کہ پیشتر ازیں بوضاحت بتایا جا چکا ہے۔ بھارتی حکومت اور عوام نے اس برصغیر کے مسلمانوں کیلئے ہر طرح نہایت ہی اندوہناک حالات پیدا کر دیے تھے اور جوں جوں دن گذر رہے تھے۔ صورت حالات اور بھی زیادہ المناک ہوتی چلی جا رہی تھی۔ اس لئے حضرت امیر حزب اللہ نے فرمایا کہ پاکستان اور ہندوستان کے اندر بسنے والے مسلمانوں کے تحفظ و بقا کیلئے اگر کوئی چیز مفید ہو سکتی ہے تو وہ جہاد اور صرف جہاد ہے ۱۹۴۷ء کے بعد کئی بار آپ نے اپنے سالانہ خطبات میں ضرورت جہاد کی طرف اراکین حزب اللہ اور عامۃ المسلمین کو متوجہ فرمایا لیکن حضور کا تیئسواں سالانہ خطبہ صدارت تو بالخصوص سرتاپا طبل جہاد ہے۔ یہ ۱۹۵۰ء کا ذکر ہے ان ایام میں تمام بھارت میں مسلمانوں کا قتل عام ہو رہا تھا اور آپ نے بے تاب ہو کر بڑی دردمندی اور دلسوزی سے اعلان جہاد فرمایا۔ اس لحاظ سے یہ خطبہ تاریخی حیثیت رکھتا ہے آپ نے

Marfat.com

مسلمانوں کو اس طرح مخاطب فرمایا:

پورے عالم اسلام سے ولولہ انگیز خطاب

''مصر کے مسلمانو! عراق کے مسلمانو! ایران کے مسلمانو! افغانستان کے مسلمانو! ساری دنیا کے مسلمانو! اور خاص کر پاکستان کے اندر بسنے والے آٹھ کروڑ مسلمانو! قیامت کے دن تم سے مواخذہ ہوگا کہ تم نے اپنی آنکھوں سے اپنے چار کروڑ بھائیوں کو ذبح ہوتے دیکھا۔ اپنی پاکباز بہنوں کی عصمت دری دیکھی۔ اپنے معصوم بچوں کے گلوں پر چھریاں چلتی دیکھیں۔ اسلام کے باغ کو اجڑتے دیکھا۔ محمد ﷺ کے مبارک ہاتھوں سے لگائے ہوئے پودوں کو بے دردی کے ساتھ اکھڑتے دیکھا۔ مگر تمہاری رگ حمیت حرکت میں نہیں آئی۔ تم نے انہیں چھڑانے کی تدبیر نہیں کی اور تم نے اس سلسلہ میں کوئی اقدام نہیں کیا۔''

بھارت کے مظلومین مسلمانوں کے متعلق

آپ کا خیال یہ تھا۔ کہ اگر ظالم کا ہاتھ نہ روکا گیا تو اس کے حوصلے اور بھی بڑھیں گے اور جہاں مرنے والوں اور جام شہادت پینے والوں کی تعداد میں بے شمار اضافہ ہو جائے گا۔ وہاں پاکستان میں اتنے مہاجرین آجائیں گے کہ انکے لیے کوئی گنجائش نہیں ہوگی۔ آپ نے فرمایا کہ پہلے بطور اتمام حجت پاکستان یہ مسئلہ جمیعت اقوام کے سامنے بڑے جوش وخروش اور شد ومد سے پیش کرے اور اگر ان کی دخل اندازی سے یہ قتل عام رک جائے اور آئندہ کے لئے بھارت والے مسلمانوں کے جان ومال کے ذمہ دار بن جائیں۔ تو چشم ماروشن دل ماشاد۔ ورنہ حکومت پاکستان بھارت کو باقاعدہ الٹی میٹم دے دے اور ایک تاریخ مقرر کر دے کہ اگر تم نے مسلمانوں کا قتل عام بند نہ کیا اور آئندہ کے لیے مسلمانوں کی ضمانت نہ دی تو پھر ہم اپنے مسلمان بھائیوں کے بچانے کے لیے دخل انداز ہونے پر مجبور ہو جائیں گے اور پاکستانی افواج قاہرہ وعساکر جرار حرکت میں آجائیں گے۔

ہندو کی نیت اور ذہنیت کا علاج

حضرت امیر حزب اللہ مدظلہ العالی نے فرمایا کہ ہندو کی موجودہ نیت اور ذہنیت ظاہر کرتی ہے کہ اگر ہم نے اپنے چھٹکارے کی خاطر بھارت کے مسلمانوں کو تن بہ تقدیر چھوڑ دیا تو وہ ان کے قتل وغارت پر اکتفا نہیں کرے گا۔ بلکہ وہ تو پاکستان کو زیر نگیں بنانے اور یہاں کے آٹھ کروڑ مسلمانوں کی بھی تہ تیغ کرنے اور بھارت ماتا کو بشمولیت پاکستان صرف اپنے لئے مخصوص کرنے اور ''انا ولا غیری'' کا خواب پورا کرنے کو اپنا منتہائے مقصود بنا چکا ہے۔ پھر جس صورت

Marfat.com

ہیں کہ جنگ ناگزیر ہے اور لڑنے مرے بغیر کوئی چارہ نہیں تو بجائے اسکے کہ بھارت کے "دال خور سپوت" وہاں کے مسلمانوں کی گردنیں کاٹ کر یہاں ہمیں ذبح کرنے کی خاطر آئیں اور ہم اپنی گردنیں جو خدائے قدوس کے سامنے جھکایا کرتے ہیں انکے سامنے کٹوانے کیلیے خم کر دیں، یہ زیادہ بہتر ہوگا کہ میدان جنگ میں ان سے دو دو ہاتھ کر لیں، گولیاں اپنے سینوں پر کھائیں، خون شہادت سے وضو کریں اور نماز جا کر جنت میں سید الشہداء علیہ السلام کی اقتدا میں ادا کریں۔

گریز داز صف ما

حضور نے فرمایا کہ ہندوستان میں اسلام اور کفر کے درمیان جو معرکہ ہونے والا ہے یہ آخری اور فیصلہ کن ہوگا اور قدرت کی طرف سے مسلمانوں کے ایمان کا آخری متحان ہوگا اور اگر مسلمان اس میں کامیاب ہوگیا تو پھر اس کے لیے عیش جاودانی ہے اور دو جہان کی کامرانی۔ ناکامی کی صورت میں اس کا مستقبل انتہائی تاریک اور ہیبت ناک ہو جائے گا۔ مسلمانوں کو اس آزمائش کے لئے تیار ہو جانا چاہیے جہاد کی راہ سخت کٹھن اور مشکل ہے۔ کم ہمت اور بزدل لوگ اس پر خوف وخطر سفر کا خیال بھی دل میں نہیں لا سکتے۔

گریز داز صفِ ما ہر کہ مردِ غوغا نیست　　　کسی کہ کشتہ نہ شد از قبیلہ ما نیست

مگر ہماری قوم کے لیے یہ امتحان نیا نہیں۔ اسے اپنی چہاردہ صد سالہ تاریخ میں بڑی بڑی آزمائشوں سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ قرونِ اولیٰ سے لے کر اب تک ہمیشہ مسلمان کی زندگی وقف مصائب ونوائب رہی ہے اور محض اس جرم میں کہ وہ ایک خدا کا پرستار کیوں ہے اور حضور نبی اکرم کی رسالت پر ایمان کیوں رکھتا ہے۔

بجرمِ عشق تو ام می کشند غوغائیست　　　تو نیز برسرِ بام آ کہ خوش تماشائیست

ایسے حالات میں مسلمان ہمیشہ گڑگڑا کر درگاہِ الٰہی میں استمداد کیلیے عرض کرتا رہا ہے۔ نصرت الٰہی اسکی اعانت کو پہنچتی رہی ہے اور ہمیشہ اس کا عزم بالجزم مشکلات وتکلیفات پر غالب آتا رہا ہے۔ اب بھی شوق جہاد اور جوش غزا میں مردانہ وار سینہ سپر ہو جانے کی ضرورت ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ مسلمان کا قدم اٹھے گا اور نصرت پھر ہم رکاب ہو جائے گی۔ مسلمانوں نے جہاد کبھی بھی ہوسِ استعمار وملوکیت کی بنا پر یا حدود مملکت کی توسیع کی غرض سے نہیں کیا بلکہ ہمیشہ چند بلند اصولوں کے زیر نظر شمشیر اسلام برہنہ ہوئی ہے۔ ظلم وعدوان کے استیصال اور امن وامان کے قیام کے جہاد اسلامی کا کوئی اور مقصد نہیں۔ اب پھر انہیں بلند اصولوں کا تقاضا ہے کہ مجاہدین اسلام تکبیر بلند کرتے ہوئے ہندوستان پہنچ جائیں۔ مسلمان کیلیے ہمیشہ کی فتح مقدر ہو چکی ہے

Marfat.com

اسلام کی لغت میں شکست کا لفظ موجود ہی نہیں۔ حضور نے فرمایا کہ روحانی اور ایمانی قوت اور مجاہدانہ عزیمت سے کام لیتے ہوئے اگر ہمارے قدم اٹھ گئے تو پیچھے نہیں ہٹیں گے اور اسلامی یلغار کو انشاء اللہ دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکے گی۔ آپ نے فرمایا کہ مجذوب کی بڑ نہیں بلکہ حقیقت نفس الامری ہے کہ مسلمان مجاہدین اللہ اکبر کا غلغلہ بلند کرتے ہوئے اقصائے ہند پر چھا جائیں گے اور پھر اسلامی لشکر کے بڑھتے ہوئے قدموں کو روک سکے گا تو سمندر کا عمیق و عریض پانی اور بحیرہ عرب اور خلیج بنگالہ کا بحر بیکراں۔

بحری طاقت بڑھایئے

حضور نے اس مرحلہ پر ایک اور خاص بات فرمائی جو ماضیٔ بعید میں مسلمانوں کی فوقیت اور برتری کا موجب بنی تھی۔ لیکن چونکہ بالخصوص ہندوستان کے مغل حکمرانوں نے اسے نظر انداز کر دیا تھا اسلئے مسلمان زوال پذیر ہو گئے۔ وہ ایشیا کی بری وسعتوں سے اٹھ کر آئے تھے اور انکے لئے صرف بری علاقے اہمیت کے حامل تھے۔ حضور کا اس بات کی طرف اشارہ اس امر کا مزید ثبوت ہے کہ آپ مسلمانوں کے ماضی، حال اور مستقبل پر بڑی گہری نگاہ رکھتے ہیں اور آپ کو اچھی طرح سے علم ہے کہ برصغیر میں ایک مضبوط اور ترقی پذیر قوم کی ضروریات کیا ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ مسلمان جو فن جہاز رانی کا پہلا فن کار ہے پاکستانی بیڑا تیار کر کے اشاعتِ اسلام، تبلیغ توحید اور ترویج دین کی خاطر یورپ اور امریکہ جا پہنچے گا اور طارق ابنِ زیادؒ کی طرح پکارے گا۔

"ہر ملک ملکِ ماست کہ ملکِ خدائے ماست"

یعنی آپ نہ صرف بری لحاظ سے پاکستان کی فوقیت کے آرزومند ہیں بلکہ اس کی بحری برتری بھی چاہتے ہیں اور نظریہ پاکستان یا واضح تر الفاظ میں تعلیمات اسلامی کو دنیا بھر کے نظریوں پر غالب دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس ارفع و اعلیٰ نصب العین کے زیرِ نظر حضور نے فرمایا:۔

بہترین فوجی قائد

> حزب اللہ کے سرفروش رضاکارو اور اللہ کی فوج کے جانباز فداکارو! جس وقت کا انتظار تھا آ پہنچا۔ جس لیلائے مقصود کی تلاش تھی وہ محمل سے نکل آئی۔ مجنوں وار بڑھو اور اللہ کا نام بلند کرتے ہوئے نعرہائے تکبیر سے کافروں کے دل دہلاتے ہوئے میدان وغا میں کود جاؤ اور اپنی موت سے اسلام کو زندگی بخش دو اور خودمٹ کر پاکستان کو بچا لو۔

ایسے الفاظ ہمیشہ دنیا کے بہترین جرنیلوں کی زبان سے نکلتے ہیں اور حضور کی ذات میں ایک

Marfat.com

بہترین فوجی قائد کی اعلیٰ ترین صلاحیتیں موجود ہیں۔ جہاد کیلئے تیار کرنے کی خاطر آپ نے فرمایا کہ حکومت پاکستان کو پرجوش اور حساس مبلغین اسلام کے ذریعے ملک بھر میں اس مسئلہ پر وعظ و تبلیغ کا انتظام کرنا چاہیے۔ حضراتِ مشائخ اپنے ارادتمندوں کو بتائیں کہ اوراد و وظائف سے مقدم مسئلہ جہاد ہے۔ الغرض تمام تقریروں اور وعظوں کو دعوتِ جہاد تک محدود کر دیا جائے۔ نوجوان سر پر کفن باندھ کر عساکر اسلامی میں شامل ہو جائیں بڑی سے بڑی علمی ڈگری رکھنے کے باوجود انہیں سپاہی رینک میں بھرتی ہونے سے دریغ نہ ہو۔ بچے اور عورتیں فتحِ اسلامی کیلئے دعائیں مانگ رہے ہوں۔ عورتوں کو بھی گولی چلانا آتا ہو اور طبقہ امرا اہل صنعت و حرفت اور تاجر پیشہ لوگ اپنی آمدنی کا کثیر حصہ جنگی اخراجات کیلئے وقف کر دیں۔ اسی طرح انشاء اللہ سب طبقات کا اشتراک عمل بالآخر کامیابی و کامرانی پر منتج ہوگا۔

نصر من اللہ و فتح قریب و بشر المؤمنین ط

مسئلہ کشمیر

تقسیم ملک کے موقع پر گورداسپور کا واضح مسلم اکثریت والا ضلع بھارت کو بالکل ناجائز طور پر دے کر لارڈ ماونٹ بیٹن نے ہندوؤں کو کشمیر پہنچنے کا راستہ دے دیا تھا۔ حالانکہ گورداسپور ضلع سیالکوٹ سے ملحق تھا اور اصول تقسیم کے مطابق اسے پاکستان میں شامل ہونا چاہیے تھا۔ یہی رستہ ایک فتنہ عظیم کا موجب بنا۔ مہاراجہ کشمیر نے باہر سے سکھوں کے مسلح دستے منگائے۔ خود ڈوگرہ آبادی میں آتشیں اسلحہ تقسیم کیا۔ تبادلہ آبادی کے وقت بہت سے ہندو اور سکھ جموں پہنچ گئے تھے۔ وہ بھی فتنہ و فساد بپا کرنے میں پیش پیش تھے۔ جس طرح ریاست کپورتھلہ سے مسلمانوں کو نیست و نابود کیا گیا تھا باوجودیکہ وہاں ان کی اکثریت تھی۔ ریاست کشمیر میں بھی انکو ختم کرنے کیلئے حملے شروع ہو گئے۔ کشمیریوں کی بھاری تعداد پناہ گزیں ہو کر کالا۔ واہ اور مانسر وغیرہ کیمپوں میں آ گئی اس موقع پر پونچھ اور میرپور کے غیرت مند بہادر مسلمانوں نے جہاد حریت شروع کر دیا۔ سرحد کے پٹھان بھی ان کی مدد کے لئے پہنچ گئے۔ ڈوگرہ فوجیں انکے مقابلہ کیلئے آئیں مگر مجاہدین نے دشوار گزار پہاڑوں اور دروں میں انہیں گھیر کر موت کے گھاٹ اتار دیا۔ یہ دیکھ کر مہاراجہ کشمیر گھبرا اٹھا اور جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے۔ اس نے فوراً ۲۶ر اکتوبر ۱۹۴۷ء کو ریاست کا الحاق بھارت سے کر دیا اور بھارتی افواج ۲۷ر اکتوبر کی صبح کو ہوائی جہازوں کے ذریعے سرینگر پہنچ گئیں۔ ادھر سے مجاہدین کے عساکر شوقِ شہادت میں مردانہ وار دادِ شجاعت دیتے ہوئے آگے بڑھے۔ فتح و نصرت نے ہر جگہ انہیں خوش آمدید کہا۔ بھارت نے سمجھا فرزندانِ توحید کشمیر پر متصرف ہو جائیں

Marfat.com

کے۔اس لئے اس نے مسئلہ کشمیر جمعیت الاقوام کی حفاظتی کونسل میں پیش کردیا چنانچہ اس کی مداخلت سے یکم جنوری ۱۹۴۹ء کو جنگ بند ہوگئی۔جموں، وادیٔ کشمیر اور لداخ بھارت کے قبضہ میں رہ گئے جواب مقبوضہ کشمیر کے نام سے موسوم ہیں اور یہ طے پایا کہ ریاست میں رائے شماری ہوگی۔کشمیریوں کی اکثریت بھارت یا پاکستان میں سے جس ملک کیساتھ الحاق کا فیصلہ کرے گی ریاست اسی ملک کیساتھ شامل ہو جائیگی۔

رائے شماری میں بھارت کا ٹال مٹول

حفاظتی کونسل کا یہ فیصلہ بالکل جمہوری اصولوں۔کے مطابق تھا۔خود بھارت نے اس پر صاد کیا تھا۔لیکن جنگ بند کرانے اور حد متارکہ کے تعین کے بعد اس نے رائے شماری میں رکاوٹیں پیدا کرنا شروع کردیا۔اسے خطرہ تھا کہ ریاست میں مسلمانوں کی آبادی پچاسی فیصد ہے اور پھر جغرافیائی، تمدنی، معاشرتی، اقتصادی اور ثقافتی لحاظ سے کشمیر اور پاکستان کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔رائے شماری کا نتیجہ لازماً پاکستان کے حق میں ہوگا۔جوں جوں وقت گذرتا گیا حفاظتی کونسل کے فیصلے کے علی الرغم کشمیر کو مستقل طور پر اپنے ساتھ شامل کرنے کیلئے بھارت نے تدابیر اختیار کرنی شروع کردیں۔قائدِ کشمیر شیخ محمد عبداللہ ابتدا میں بھارت کا ہمنوا تھا۔مگر بعد میں جب اس کی نگاہوں نے مشاہدہ کرلیا کہ ہندو قوم کشمیریوں کو اپنا غلام بنانا چاہتی ہے وہ بھی مخالف ہوگیا۔اس پر اسے قید میں ڈال دیا گیا اور بخشی غلام محمد کے زیر اہتمام مقبوضہ کشمیر میں انتخابات کا ڈھونگ رچایا۔بھارتی سنگینوں کے سائے میں انتخابات ہوئے۔نام نہاد کشمیر اسمبلی منعقد ہوئی جس نے بھارت سے الحاق کا فیصلہ کیا جسے بھارت کی قومی پارلیمنٹ نے منظور کرلیا۔حکومت پاکستان بھارت کی ان تمام کاروائیوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتی رہی۔کشمیر کے مسئلے پر حفاظتی کونسل کے اجلاس منعقد ہوتے رہے۔اس گتھی کو سلجھانے کیلئے کئی تدابیر زیر غور آتی رہیں۔مگر بھارت رائے شماری کے وعدہ سے منحرف ہوتا چلا گیا اور اپنی فطرت کیمطابق حجت طرازی سے کام لیتا رہا۔

امیر حزب اللہ کی رائے

حضرت امیر حزب اللہ کا شروع ہی سے خیال تھا کہ ہندو کا بنیا پن کشمیر کے مسئلے کو حل نہ ہونے دے گا۔آپ کا یہ بھی خیال تھا کہ جمعیت الاقوام کا بے اختیار ادارہ اس مسئلے کو حل نہیں کر سکتا۔اس کے پاس بم ہیں تو لفظوں کے، توپیں ہیں تو تقریروں کی اور تلواریں ہیں تو زبانوں کی ہیں۔مسئلہ کشمیر کا کوئی حل کارسوائے اسکے نہیں کہ کچھ وہاں کے مجبور و مقہور باشندے حصول

Marfat.com

آزادی کی خاطر ہاتھ پاؤں ماریں۔ کچھ آزاد کشمیر کی فوجیں حرکت میں آئیں اور سب سے بڑھ کر پاکستانی فوجیں ان کا ساتھ دیں اور مل جل کر وحشیوں اور درندوں کے گروہ کو وہاں سے نکال دیا جائے۔ دوسرے الفاظ میں کشمیر کی آزادی جہاد بالسیف سے وابستہ ہے۔ آپ نے فرمایا جہاد کی صورت میں حکومت سے مکمل تعاون اور تعامل کیلئے جماعتِ حزب اللہ ہر وقت اور ہر طرح تیار ہے۔

جس کی شمشیر اسکا کشمیر

آپ پاکستان کو کشمیر کے بغیر جسمِ بلا دماغ تصور فرماتے ہیں۔ تقسیم کشمیر کی تجویز کو نا قابل تسلیم قرار دیتے ہیں اور آپ کا حتمی فیصلہ ہے کہ کشمیر اس کو ملے گا جس کے آہنی بازوؤں میں کشمیر لینے کی ہمت ہوگی۔ آپ نے حکومت پاکستان کو ذہن نشین کرایا کہ اگر قضیۂ کشمیر میں کمزوری دکھائی گئی اور اسے تن بہ تقدیر چھوڑ دیا گیا تو پھر پاکستان کا کوئی علاقہ بھی محفوظ نہیں رہے گا۔ آپ نے فرمایا کہ بھارت کی ضد کے زیر نظر الٹی میٹم دیکر محاذ کشمیر پر حملہ کر دیا جائے۔ قرآنی تفاؤل اور روحانی بصیرت سے معلوم ہو چکا ہے کہ انشاء اللہ فتح پاکستان کی ہوگی اور دشمن مغلوب و مقہور ہوگا حضور نے حکومتِ پاکستان کو کئی بار کہا کہ ''اگر مصلحتیں جنگ کرنے سے مانع ہوں تو جماعت حزب اللہ کو اجازت دے دی جائے۔ امیر حزب اللہ جانیں اور مسئلہ استخلاص کشمیر، خدا پر توکل کر کے جہاد کا آغاز کر دیا جائے گا اور رضا کارانِ حزب اللہ اس وقت تک لڑتے رہیں گے جب تک کہ سرزمین کشمیر کا ایک ایک چپہ غاصبین اور ظالمین سے نہ لے لیا جائے''۔ آپ نے فرمایا کہ حکومت ایک بار صرف ''ہاں'' کا لفظ منہ سے نکال دے اور پھر تماشا دیکھے کہ اصحاب فیل کو ابابیل سے شکست دلوانے والا خدائے قدوس وقیوم تھوڑی تعداد اور قلیل اسلحہ رکھنے والے مسلمانوں کو کثیر التعداد اور مسلح کافروں کی فوجوں پر کس طرح فتح دے سکتا ہے اور اس مادہ پرست دنیا کو روحانیت کے زور سے کس طرح مغلوب کر سکتا ہے۔

دستور پاکستان

۱۹۴۴ء کے خطبہ صدارت میں وفور مسرت کیساتھ حضرت امیر حزب اللہ نے حکومت الٰہیہ کو حزب اللہ کا مطمع نظر اور نصب العین قرار دیا تھا۔ اور حزب اللہ والوں کو ایسی حکومت کے قیام کی خاطر ہر قسم کی مالی و جانی قربانی کیلئے تیار رہنے کی پرزور ترغیب دی تھی۔ ۱۹۴۹ء میں اپنے بائیسویں سالانہ خطبہ صدارت کے اندر آپ نے اس بلند نصب العین کی مزید توضیح فرمائی اور بتصریح ارشاد فرمایا کہ جب تک خلافت راشدہ کے زمانہ میں خلیفہ کی حیثیت ایک [illegible]

Marfat.com

کارگر رہی، خشیت الٰہی وخوف خدا سے وہ ہر وقت مرعوب اور متاثر رہا اور مسلمانوں کے سامنے اعلائے کلمۃ اللہ کا نام بلند کرنے اور اپنے شہنشاہ اعظم کی حکومت کا دائرہ اقصائے عالم میں وسیع کرنے کا جذبہ کار فرما رہا۔ فتح ان کے ہمرکاب رہی اور نصرت نے ان کے قدم چومے۔ لیکن جب انہوں نے ایک واحد لاشریک کی پرستاری کے ساتھ ساتھ بادشاہِ وقت کی غلامی کو بھی لازم قرار دے لیا تو محض اس شرک پرستی اور ترک توحید کے جرم میں انکی حکومت کو پہلے زوال ہو گیا اور پھر وہ کلّیۃً وارثت ارضی سے محروم کر دیے گئے۔ سقوطِ بغداد، تسخیر غرناطہ، زوال ٹرکی غضبِ ہند اور دوسرے اسلامی ممالک مسلمانوں کے ہاتھوں سے بتدریج چلا جانا محض اسی وجہ سے ہوا۔

بنا بریں حضرت امیر حزب اللہ پاکستان میں ایسا دستور نافذ ہوتا دیکھنا چاہتے ہیں جو حکومتِ الٰہیہ کے قیام کا مرادف ہو۔ اسی لئے آپ کے خیال کے مطابق قرآن حکیم ایسی جامع ومانع کتاب کی موجودگی میں ترتیب آئین ودستور کیلئے کسی اور طرف رجوع کرنا قطعاً غیر ضروری ہے۔

اللہ کی زمین میں اللہ کا قانون

تاریخ نے ایک بار پھر پاکستان کی صورت میں آئین اسلامی کے نفاذ کا زریں موقع عطا کیا تھا۔ وہ آئین جس پر صدیوں تک لفظاً نہیں معنوی طور پر عمل ہوتا رہا تھا۔ جو امن کا ضامن، تہذیب کا علمبردار، مدنیت کا محافظ، حقوق انسانی کی نگہداشت کرنے والا اور بڑی کامیابی سے زمانے کے ترقی پسندانہ عزائم کا ساتھ دینے والا ہے۔ حضرت امیر حزب اللہ کے خیال کے مطابق اس موقع سے اگر فائدہ نہ اٹھایا گیا تو نہ صرف یہ کہ مسلمان اپنے آپ پر ظلم کریں گے بلکہ تمام نوع انسانی کو بھی اس مبارک نمونے سے اکتساب فیض کے مواقع سے محروم کر دینگے جس کا خدائی آئین کے نافذ ہونیکی صورت میں تمام کی نگاہوں کے سامنے بصد جاہ وجلال موجود ہو جانا لازمی تھا۔ حضور نے فرمایا کہ قرآن کریم کی تفسیر حدیث نبویؐ اور فقہ کی صورت میں موجود ہے۔ اور اگر نئی چیزوں مثلاً تبادلہ زر، بنکوں کے مسئلوں، دوسروں ملکوں سے لین دین میں سود کے سوال وغیرہ کے متعلق کچھ دقت ہو تو قرآن، حدیث اور فقہ کی روشنی میں قیاس سے کام لیا جا سکتا ہے۔

ملکی نظام کے بارے میں بھی آپ نے تصریح فرما دی کہ اسلام نے اس بارے میں جمہوریت اور شخصیت کے امتزاج کا عملی نمونہ پیش کیا ہے اور جہاں "وشاورھم فی الامر اور وامرھم شوریٰ بینھم" کے ارشادات موجود ہیں وہاں حضور سرورِ کائنات ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ اطیعوا الامیر ولو کان فاسقاً۔ ایک اور حدیث پاک میں فاسقاً کی بجائے عبداً حبشیا کالا موجود رہا۔ حضرت امیر حزب اللہ کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد چونکہ قیام حکومت

Marfat.com

الٰہیہ تھا۔اس لئے اپنے خطبہ صدارت میں اور دورہ کی تمام تقاریر میں آپ بڑی شد ومد سے اس پر زور دیا کرتے تھے اور اپنے مطالبہ کی توضیح فرمایا کرتے تھے کہ اللہ کی زمین میں اللہ کا قانون نافذ ہونا ضروری ہے۔

قراردادِ مقاصد

قیام پاکستان سے پہلے مسلم لیگ نے بھی حکومت الہیہ کو اپنا نصب العین قرار دیا تھا اور اسی مسئلہ پر پاکستان کی جنگ لڑی گئی تھی۔ قائداعظم مرحوم نے بھی اپنی کئی تقریروں اور تحریروں میں اس بات کو تسلیم کرلیا تھا کہ پاکستان کا دستور اسلامی ہوگا۔ پھر مرحوم لیاقت علی خان وزیراعظم پاکستان نے ۷؍مارچ ۱۹۴۹ء کو اپنی معرکۃ لآرا قراردادِ مقاصد ایوان اسمبلی میں پیش کی اور ارکان کی کثرت رائے سے پاس کراکر آئین کے بارے میں ملت کے مطالبات کو عملاً تسلیم کرلیا۔ اس کے ذریعے جمہوری دستور کی تائید کی گئی اور یہ وعدہ کیا گیا کہ اصول جمہوریت، حریت ومساوات، رواداری اور عدل عمرانی کو اسلام کی تشریح کے مطابق ملحوظ رکھا جائیگا اور مسلمانوں کو اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی زندگی کو اسلامی تعلیمات ومقتضیات کے مطابق جو قرآن کریم اور سنت رسول ﷺ کی روشنی میں متعین ہیں ترتیب دے سکیں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ بیسوی صدی عیسوی میں سرزمینِ پاکستان ایک ایسی تجربہ گاہ تھی جس میں زمانے کے تمام جدید تقاضوں کا قرآن اور حدیث کی روشنی میں جائزہ لیکر ایک نہایت ہی ترقی پسند معاشرہ ظہور میں آنا تھا۔ عملی سائنس کی ایجادات، جدید علمی اور فنی اکتشافات، آمدورفت کے ذرائع میں محیر العقول آسانی اور صنعت وحرفت اور تجارت میں حیرت انگیز ترقی نے انسانی زندگی کو ایک نئے دور میں داخل کردیا ہے جو جوہری توانائی کی دریافت کے بعد جوہری توانائی کا دور کہلاتا ہے جس میں انسان کرہ ارض سے اپنا سر بلند کرکے خلائے آسمانی میں جھانکنے لگ گیا ہے۔ قراردادِ مقاصد کی رو سے اس دور کی بنیادیں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں رکھنے کا ارادہ ظاہر کیا گیا تھا۔ یہ بڑا ہی مبارک ارادہ تھا۔ سرمایہ داری اشتراکیت اور جدید تہذیب وثقافت کی بے راہ روی کے باعث دنیا بھر کے مسلمان سخت روحانی اذیت میں مبتلا تھے۔ اس نئے دور میں حقائق اسلام، دقائق ایمان اور مدارج ایمان کی طرف خلوص دل سے التفات کرنے اور شرف انسانی کو بحال کرنے کیلئے یہاں پاکستان میں ایک نہایت ہی مثبت اور جرأت مندانہ تجربہ کرنے کیلئے آمادگی کا اظہار کیا گیا تھا۔ شہیدِ ملت لیاقت علی خان مرحوم کو اس تجربے کی نوعیت کا اچھی طرح سے علم تھا۔ [ایران] میں گئے تو انہوں نے بصد فرحت وانبساط اس کا ذکر ملت ایرانی سے کیا۔ اس کی [illegible]

Marfat.com

بالخصوص مسلمانان عالم کے دلوں میں بڑی خوش آئند توقعات پیدا ہو گئیں اور یہ خیال عام ہو گیا کہ حکومت الہیہ کا قیام اب یقینی ہے۔

قانون کے التوا پر حضرت امیر کے تأثرات

حضرت امیر حزب اللہ قرارداد مقاصد سے بڑے مطمئن تھے۔آپ نے اس سلسلہ میں لیاقت علی خان کی مساعی کو بنظر استحسان دیکھا اور ان کی نیک نیتی کی تعریف کی۔ساتھ ہی آپ نے فرمایا کہ ترتیب دستور کیلئے مشائخ عظام اور علمائے کرام کی چند ممتاز اور قابل ہستیوں کی شمولیت ضروری ہے۔تاکہ وہ صحیح معنوں میں اصول اسلامی کی پاسداری کر سکیں۔محض یورپ، برطانیہ یا امریکہ کے آئین کی مہارت یا انگریزی علم وادب میں کمال اسلامی دستور کی تیاری کی ضمانت ہرگز نہیں، کیونکہ اس امر کا امکان موجود ہے کہ اصول اسلامی سے مراد وہ اصول لے لئے جائیں جنہیں کہ اس قسم کے اصحاب اپنے خیال کے مطابق صحیح تصور کرتے ہیں۔یا وہ ایسی دوراز کار تاویلات سے کام لینے لگیں جن کی اسلام کے اندر کوئی گنجائش نہیں۔قرار داد مقاصد کے بعد جب ترتیب آئین و دستور میں تعطل پیدا ہوا تو حضرت امیر حزب اللہ کے لئے سخت صبر آزما ثابت ہوا۔آپ نے فرمایا جب قرآن مجید، کتب احادیث، تعامل صحابہ رضی اللہ عنہم، تمام مسائل پر مشتمل متون اور شروح جزئیات پر طویل تبصرے اور تنقیدیں اور ان امکانی صورتوں پر بحثیں جن کا سرے سے وقوع ہی نہیں ہوا موجود ہیں۔یعنی جبکہ مسلمانوں کے پاس قانون کی تیاری کیلئے اس قدر مسالہ اور گنجینہ پایا جاتا ہے اور علوم وفنون دینیہ کی متداول کتابوں کا ڈھیر لگا ہوا ہے۔ ہمارے آئین ساز اس قدر تاخیر سے کیوں کام لے رہے ہیں۔ایک موقع پر حکومت نے کسی برطانوی ماہر کی خدمات مستعار لینے کا ارادہ کیا تاکہ وہ بیش بہا مشاہرہ لے کر پاکستان کا آئین تیار کرے۔حضور نے اس موقع پر فرمایا کہ ایک تو اس اقدام سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ پاکستان میں کوئی بھی ایسا قابل انسان موجود نہیں جو آئین کو بہترین صورت میں ترتیب دے سکے۔ دوسرے یہ شبہات بھی پیدا ہونے یقینی ہیں کہ جو قانون ایک فرنگی بنائے گا اس کا شریعت اسلام سے کوئی دور کا بھی واسطہ نہ ہوگا۔آپ نے فرمایا کہ پاکستان کا قانون وہ شخص زیادہ خوبی سے بنا سکے گا جس کا ذہن یورپ اور امریکہ کی مکر چاندنی کی بجائے تاجدار مدینہ کی جلائی ہوئی شمع کے نور سے منور ہو چکا ہو۔

حکومت کی غیر واضح حکمت عملی کے زیر نظر حضرت امیر حزب اللہ نے شروع ہی میں کھلے اور واضح الفاظ میں اس حقیقت کا اظہار فرمایا کہ جو آئین بھی قرآن کریم کے صریح احکام کے خلاف

Marfat.com

بنایا گیا۔ جو قانون بھی قانون الٰہی سے متصادم اور متعارض ہوا ہم اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیں گے۔ اسے پائے استحقار سے ٹھکرا دیں گے اور مسلمان کی حیثیت سے اس کے خلاف مظاہرے کریں گے۔ صدائے احتجاج بلند کریں گے اور جب تک اسے ردی کی ٹوکری میں نہ ڈلوا دیں نہ خود چین سے بیٹھیں گے نہ بیٹھنے دیں گے۔ آپ نے واشگاف الفاظ میں فرمادیا کہ ہم نے تو قیام پاکستان کو حکومت الہیہ کا پیش خیمہ سمجھ رکھا تھا اور ہمارے خیال میں پاکستان اور حکومت الہیہ باہم گر مرادف و مقارن ہیں۔ بلکہ لازم و ملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہمیں یہ علم نہیں تھا کہ ارباب بست و کشاد حدودِ شرعیہ کے نفاذ میں محض اس لیے مزاحم ہوں گے کہ انکی زد براہِ راست ان کی اپنی ذات اور ان کے لواحقین و متعلقین پر پڑتی ہے جب ۱۹۵۴ء میں بڑی انتظار کے بعد دستوری سفارشات سامنے لائی گئیں تو وہ بڑی مبہم، غیر واضح، ناقص اور تشنہ تکمیل تھیں۔ ان میں صوبجاتی عصبیت کا رنگ جھلکتا تھا۔ بعض فرقوں سے ناانصافی کی گئی تھی۔ صدر کے انتخاب میں رائے عامہ سے بے اعتنائی برتی گئی تھی اور حدودِ شرعیہ قائم نہ کرنے، سود کی لعنت سے مسلمانوں کو نہ بچانے، تبادلہ زر ایسے پیچیدہ مسائل حل کرنیکی خاطر علماء و مشائخ اور اہل الرائے قانون دانوں کی ایک مجلس مرتب نہ کرنے اور ادھر علمائے کرام کو صرف ایک مشاورتی حیثیت دینے اور ترتیب دستور میں انکو شامل نہ کرنیکی صریح فروگذاشتیں موجود تھیں۔ اس لئے آپ نے لگی لپٹی رکھے بغیر پھر فرمادیا کہ مسلمان کبھی ایسے دستور کو قبول نہیں کر سکتے جو کہ یورپی ممالک سے مستعار لیا گیا ہو اور جس کا ماخذ قرآن و حدیث یا فقہ نہ ہو۔ آپ نے حکومت کو یقین دلایا کہ یہ آٹھ کروڑ مسلمانانِ پاکستان کی مشترکہ آواز ہے اور انکا متفقہ مطالبہ۔ ہم مسلمان پاکستان کے تحفظ و بقا کیلئے سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہیں۔ مگر "چند مغرب زدہ اور غیر اسلامی خیالات رکھنے والے افراد" کی غلط روی اور کج خرامی کا آلۂ کار نہیں بن سکتے۔ اور جب تک قرآنِ حکیم احادیث نبویؐ اور فقہائے عظام کے اقوال کی روشنی میں ایک دستور مرتب نہ کیا گیا اور اسے متبحر علماء اور مقتدر مشائخ کی تائید حاصل نہ ہوئی ہم کبھی مطمئن نہیں ہو سکتے اور نہ ایسا خود ساختہ آئین قبول کرنے کو تیار ہیں۔

لیاقت علی خان کی شہادت

۱۶ اکتوبر ۱۹۵۱ء کو راولپنڈی میں مسٹر لیاقت علی خاں وزیر اعظم پاکستان کی شہادت کا سانحہ عظیم رونما ہوا۔ قائد اعظم علیہ الرحمۃ کے بعد خانِ مرحوم انکے صحیح جانشین ثابت ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنی قابلیت، فراست اور موزونیت کا سکہ چار دانگ عالم میں بٹھا دیا تھا اور ان

Marfat.com

...ن بھی ان کے فضائل وکمالات کے مداح ومعترف ہو گئے تھے۔آپ اعلیٰ درجہ کے مدبر، سیاستدان، اعتماد علی النفس کی جیتی جاگتی تصویر، متحمل، بردبار مفکر، زبردست قوتِ ارادی کے مالک، پاکستان کے سچے خیر خواہ اور مسلمانوں کے دلی ہمدرد تھے۔حضرت امیر حزب اللہ نے فرمایا اس المناک اور اندھناک واقعہ نے پاکستان کو ایک نا قابل تلافی نقصان پہنچایا ہے جہاں تک اس حادثہ کا تعلق مرحوم کی ذات سے ہے انہوں نے جام شہادت نوش کرلیا اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں انہیں بڑی مقبولیت حاصل ہوگئی ہے لیکن جہاں تک اس کا تعلق پاکستان سے ہے سب سے بڑا ماتم یہ ہے کہ جوجگہ وہ خالی کر گئے ہیں پرنہیں ہوسکے گی۔آپ نے انکے لئے دعائے مغفرت فرمائی اوران کانعم البدل مل جانے کی استدعا درگاہِ رب العالمین میں کی اور فرمایا خدا کرے انکے جانشینوں کوانکے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا ہو اوران کے اندر بھی عزیمت واستقلال، خودداری وعزتِ نفس کے وہ جذبات عالیہ پیدا ہو جائیں جو مرحوم کا مابہ الامتیاز تھے۔

پاکستان کے برسرِ اقتدار طبقہ سے توقعات کا بطلان

> ''جرم کے روک تھام کی دو ہی صورتیں ہوسکتی ہیں۔خشیت الٰہی اور تعزیر کا ڈر۔مگر یہاں دونوں چیزیں مفقود ہیں۔ایمانی کمزوری اور عام طبیعتوں میں کفروالحاد کے گھر کر جانے کے باعث خوف خدا تقریباً نابید ہو چکا ہے اور چونکہ جرم کی نوعیت کے مطابق سزا بہت ہلکی ہے۔اسلئے لوگ سزا کو معمولی اور قابل برداشت سمجھ کر جرائم کا کھلم کھلا ارتکاب کرتے ہیں اور نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ کسی شریف کی عزت بدمعاشوں کے ہاتھوں محفوظ نہیں۔کوئی شخص ڈر کے مارے اکیلا سفر نہیں کرسکتا۔غنڈوں کے حوصلے بڑھ چکے ہیں جبکہ انہیں قانون کا کوئی ڈر نہیں اور خیانت پیشہ لوگ اسی وجہ سے دلیر ہو گئے ہیں کہ بددیانتی کی لعنت میں غریب طبقہ سے لیکر اعلیٰ طبقہ تک سب پھنس چکے ہیں اور جب جرم کی نوعیت ایک ہے تو پھر طبقات کی تقسیم کیسے ہوسکے۔اصلاح کی بظاہر کوئی صورت نہیں۔تفتیش جرائم کرنے والے خود مجرم ہیں اور عدالت کرنیوالے خود غاصب، محافظ لٹیرے اور محتسب خائن۔سانپ تو نکل گیا ہے مگر لکیر موجود ہے۔انگریز تو چلا گیا۔مگر اس کا بنایا ہوا ملعون قانون ابھی تک پاکستان پر مسلط ہے۔''

...یں وہ الفاظ جو امیر حزب اللہ نے ۱۹۴۸ء میں حزب اللہ کے اکیسویں سالانہ جلسے میں پاکستان ...اندرونی حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے استعمال فرمائے۔ان دنوں قائد اعظم بقید حیات تھے

Marfat.com

اور پاکستان کے گورنر جنرل کی حیثیت سے اپنے فرائض انجام دے رہے تھے۔ وزارتِ عظمیٰ کا قلمدان خان لیاقت علی خان کے ہاتھ میں تھا۔ پاکستان بنے ایک سال گذر چکا تھا۔ بعد میں قائداعظم وفات پا گئے اور چند سال بعد لیاقت علی خان بھی شہید ہو گئے تو حکومت کی باگ ڈور طالع آزماؤں کے ہاتھ میں چلی گئی۔ ایوان حکومت سازشوں کا گہوارہ بن گیا۔ رائے عامہ سے قطع نظر سیاسی ردو بدل صبح وشام ہونے لگے۔ وزارتیں پے در پے بنتی اور ٹوٹتی رہیں وزارت سازی کے لئے ہر قسم کی بے اصولی جائز سمجھ لی گئی۔ نہ تو کسی کو پاکستان کی ملکی بہبود کا خیال رہا اور نہ ہی اس نظریے کی طرف دھیان جس پر اس مملکت کی اساس رکھی گئی تھی۔ اسلئے حالات بد سے بدتر ہوتے چلے گئے۔

جن سیاسی حالات کی طرف سطور بالا میں اشارہ کیا گیا ہے ان کی وجہ سے ملک میں بدنظمی اور بدانتظامی عام ہو گئی۔ قانون مروجہ کی وہ مٹی پلید ہوئی کہ کیا کہنا قانون کی گرفت ڈھیلی پا کر وارداتوں کی انتہا نہ رہی۔ چوری، ڈاکہ زنی قتل عمد، اغوا، تخویف مجرمانہ، رشوت ستانی، بددیانتی، قانون شکنی، غریب آزاری، غارتگری اور ظلم وستم کے دروازے کھل گئے۔ ان حالات کا لازمی نتیجہ بدامنی، لاقانونی، دہشت انگیزی اور طوائف الملوکی کی صورت میں نکلا تعزیرات پاکستان جو برطانوی راج سے ورثہ میں ملی تھی جرائم کی روک تھام کی بجائے جرائم کی حوصلہ افزائی کرتی تھی۔ اسلئے جرم کو جرم سمجھنا ترک کر دیا گیا۔ ساتھ ہی بداعتقادی اور عملی اعتبار سے پاکستان کا مسلمان رو بہ تنزل ہو گیا۔ منہیاتِ شرعی کا ارتکاب اس قدر بڑھ گیا کہ تصور میں بھی نہیں آسکتا۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کا تحفظ جاتا رہا۔ ارکان خمسہ کی ادائیگی سے اجتناب برتا گیا۔ پاکستانیوں نے آزادی کامل کا یہ مطلب سمجھا کہ بے فکری سے بالکل نڈر ہو کر دنیا بھر کے جرائم اور جہاں بھر کی برائیاں اپنالی جائیں۔ جہاں تک حکومت اور اصحاب اقتدار کا تعلق ہے وہ اس دوڑ میں عامۃ الناس سے آگے بڑھ گئے۔ بلکہ ہر برائی کے لئے عوام نے انہی کے نمونہ کو اختیار کیا، خودغرضی مطلب پرستی، قبیلہ پروری اور خویش نوازی کا دور دورہ انہی کی وجہ سے ہوا۔ عدل وانصاف کا خون انہی نے کیا۔ لذت پرستی اور نفس پروری کا فلسفہ عوام نے عملی صورت میں ارباب اقتدار سے ہی سیکھا اور انہی لوگوں کے باعث امور دین اور احکام شریعت سے بے توجہی اور بے رغبتی شروع ہوئی۔

نامہ ہائے مفتوح

حضرت امیر حزب اللہ مدظلہ العالی اپنی تقاریر اور خطبات کے ذریعے لگاتار اہل

Marfat.com

اور عوام الناس کو متنبہ فرماتے رہے۔ اس غرض کیلئے آپ نے دوبار نامہ ہائی مفتوح پاکستان کے وزیراعظم کو بھی لکھے۔ اصلاح احوال کیلئے آپ نے انہیں جامع لائحہ عمل سے آگاہ کیا۔ جو ایک خاص نظریہ کی قائل خوددار مملکت کیلئے ازبس ضروری تھا۔ آپ بار بار فرماتے رہے کہ ایک آزاد اسلامی حکومت سے مسلمانوں کی جو توقعات وابستہ تھیں وہ پوری نہیں ہوئیں۔ اور اس ملکی انقلاب نے لوگوں کی ذہنیتوں، طبیعتوں، خیالات، جذبات، اعمال وافعال اور کردار واطوار پر سخت برا اثر ڈالا ہے۔ آپ نے واضح فرمایا کہ خلافتِ ارضی کو اللہ تعالیٰ نے چند شرائط سے مشروط کر دیا ہے۔ وہ شرطیں پوری نہ کی گئیں تو پھر:۔

ویستبدل قوما غیرکم ثم لایکونوا امثالکم ط

کے مطابق کوئی دوسری قوم آکر تم پر مسلط ہو جائیگی۔ آیہ استخلاف کی رو سے اگر مومن نیک اعمال کے مالک ہوں، عبادتِ الٰہی کو اپنا شعار بنائیں، نماز ادا کریں، زکوٰۃ دیں اور اطاعت رسول کے پابند ہو جائیں تو خطہ ارضی انکی وراثت ہے۔

پاکستان کی مناسبت اختیار کریں

اسی بنا پر حضرت امیر حزب اللہ نے پاکستان میں حکومت الہیہ کے قیام پر بیش از بیش زور دیا اور آپ نے فرمایا کہ پاکستان میں رہنے والے مسلمان جب تک کہ لفظ پاکستان کی مناسبت سے پاک نہیں بنیں گے ان کی ذہنیت درست نہیں ہوگی۔ انکی نیت پاک نہیں ہوگی، ان کے خیالات پاک نہیں ہوگے، ان کے اعمال وافعال پاک نہیں ہوں گے اور پاک ذات سے تعلق رکھنے والا مسلمان اپنے اندر پاکیزگی وطہارت، ورع واتقا، نیک دلی ونیک روی اختیار نہیں کریگا۔ اس وقت تک وہ رحمت الٰہی والطاف خداوندی سے محروم رہے گا۔ انہی خیالات کو ایجابی صورت میں آپ نے اپنے پچیسویں سالانہ خطبے میں اسطرح فرمایا:۔

ہماری یہ دلی خواہش اور قلبی تمنا ہے کہ پاکستان کو اسم بامسمّٰی کی شکل میں دیکھیں جسکے باشندگان کے ارادے پاک نیتیں صاف، اعمال پسندیدہ، اخلاق حمیدہ، ذہنیتیں اصلاح یافتہ، طبیعتیں راستی پسند، خصلتیں اچھی، عادتیں نیک ہوں اور اگر ایک طرف ان کی پاکبازی، پاک روی، پاک خیالی اور پاک عملی کی صورت نظر آئے تو دوسری طرف وہ ایثار وقربانی کے پتلے بن جائیں۔ ان کے اندر تہور، شجاعت، بسالت، جواں ہمتی، مردانگی، بلند حوصلگی سیر چشمی، وسیع الخیالی کے جذبات پیدا ہو جائیں اور جہاد وسرفروشی کیلئے انکی زندگیاں وقف ہونے لگیں۔

Marfat.com

یارب ایں آرزوئے من چہ خواش است

تو بہ ایں مدعا مرا برساں

ان الفاظ کے آئینے میں اس ملتِ پاکستانی کو دیکھیں جو حضرت امیر حزب اللہ کے خیالات میں بس رہی ہے اور جسے وہ حدود پاکستان میں جلوہ افروز دیکھنا چاہتے ہیں۔ خدا کرے حضور کی تعلیمات کی بدولت وہ ملت مثالی جلد منصہ شہود پر آ جائے۔ تا کہ وہ اپنے حسن عمل اور جوش کردار سے پاکستان کو ایک مثالی ریاست بنا ڈالے۔ آمین۔

پاکستان کی خارجہ پالیسی

حضرت امیر حزب اللہ کے خیالات بڑے حیات افروز اور ملت پرور ہیں۔ آپ اس بات کے قائل نہیں کہ مسلمان اپنی گم گشتہ تہذیب و تمدن کھوئی ہوئی عظمت و سطوت اور تاراج شدہ دولت و حکومت پر آنسو بہاتے رہیں یا زمانہ حال کی کوتاہیوں، فروگزاشتوں اور بے اعتدالیوں پر صف ماتم بچھا کر بیٹھے رہیں بلکہ آپ اس امر کے داعی ہیں کہ اپنے ماضی پر ایک عبرانی نظر ڈال کر آئندہ زندگی کے متعلق ایسی عملی تدابیر اختیار کی جائیں جنکی بدولت سامنے آنیوالا زمانہ شاندار روایات کا حامل ہو اور اسلاف کرام کا وہ مقدس خون جو بے حسی، بے حرکتی، آرام طلبی، عیش پسندی اور خود فراموشی کی برودت سے ہماری رگوں میں جم گیا ہے تہور، شجاعت، مردانگی، احساس برتری اور رفعتِ تخیل کی حرارت سے پھر پگھل جائے اور الولد سر لابیہ کے مطابق ہم سے بھی وہ کارنامے سرزد ہوں۔ ہم بھی اپنی محیر العقول کامیابیوں کی وہ یادگار چھوڑ جائیں اور دنیا ہماری الوالعزمیوں، فلک پیمائیوں اور جہاں نوردیوں کی دیکھ دیکھ کر اسی طرح محو حیرت واستعجاب ہو جائے۔ جسطرح کہ ہمارے پیشرو بزرگوں نے اپنی زبردست قوتِ ارادی، بیمثال عزم و استقلال اور عدیم النظیر جرأت و جسارت سے سارے عالم کو متحیر کر دیا تھا۔

حضور کے ان صحت مندانہ خیالات کی روشنی میں پاکستان کی خارجہ پالیسی آسانی سے متعین کی جاسکتی ہے۔ آپ چاہتے ہیں کہ ملت پاکستان اقوام عالم کے درمیان ایک نمایاں اور امتیازی مقام حاصل کرلے اور جن صفات کو اختیار کر کے اس ارفع اور اعلیٰ مقام کو حاصل کیا جاسکتا ہے ان کی تصریح بھی آپ نے فرمادی ہے۔ آپ پاکستان کی خارجہ حکمت عملی کی بنیاد ایک مضبوط اور جانباز بری، بحری اور ہوائی فوج پر رکھنا چاہتے ہیں جو ایک ایسی ملت کی محافظ اور پشت پناہ ہو۔ جو اپنی اعلیٰ اخلاقی، ذہنی اور روحانی صفات کو لے کر تمام عالمِ اسلام میں پھیل جائے اور جس کے رشتے ناطے ان اقوام سے خاص طور پر استوار ہوں جو مسلمانوں کے ماضی کا احترام کرتی ہیں

Marfat.com

نکے مستقبل کو ہمدری کی نظروں سے دیکھتی ہیں اوران کی تہذیب وثقافت کی قدر ومنزلت انکے لوں میں موجود ہے۔

دول اسلامی کا اتحادی بلاک

اپنے ان خیالات کی بنا پر حضرت امیر حزب اللہ دُوَل اسلامی کے باہمی اتحاد کے بڑے حامی اور مؤید ہیں۔آپ چاہتے ہیں کہ تمام اسلامی ممالک کا ایک مشترکہ محاذ بن جائے اور ایک اسلامی معاہدہ کی رو سے اس میں شامل ہونے والے سارے ممالک باہمدگر عملی ہمدردی کا عہدو پیمان کریں اور اگر ایک پر کوئی مصیبت آجائے تو دوسرے اس کی عملی ہمدردی کی خاطر میدان عمل میں نکل آئیں اور اگر ایک حکومت باہر سے حملہ آور ہو جائے تو ساری حکومتیں اس کا ساتھ دیں۔اس اتحاد میں انڈونیشیا، پاکستان، ایران، افغانستان، عراق، ترکی، مصر، نجد، شرق اردن، حجاز، یمن، شام، لبنان اور دیگر تمام اسلامی ممالک کو شامل ہونا چاہئے، اور اتحاد محض سیاسی اور فوجی نوعیت کا نہ ہو بلکہ تجارتی اور اقتصادی امور کو بھی اولین حیثیت دی جائے۔ان ممالک کی تمام خام اشیاء جو قدرت کے نہایت ہی قیمتی زرعی اور معدنی خزائن پر مشتمل ہیں۔انکے اندر رہیں اور ان سے مصنوعات تیار کی جائیں، کارخانے عام کھولے جائیں۔تیار چیزوں کا باہمی طور پر لین دین ہو۔ذرائع آمدورفت کا سلسلہ ایسا مکمل اور ترقی یافتہ ہو کہ دنیائے اسلام میں ایک جگہ سے دوسری جگہ بآسانی آمدورفت ہو سکے جس طرح یورپ میں ہوئی ہے اور پھر اسلامی نظریات کی بنا پر قائم شدہ اعلیٰ درجہ کی ترقی یافتہ علمی اور فنی درسگاہیں دنیائے اسلام میں عام ہو جائیں۔جدید علوم وفنون کو رواج دینے اور نظریات کی اشاعت میں تمام اسلامی ممالک ایک دوسرے کا ہاتھ بٹائیں اور اس تیزی سے آگے بڑھیں کہ سالوں کی منزلیں دنوں میں طے ہو جائیں۔تاکہ ایک دفعہ پھر علوم وفنون اور تہذیب وثقافت کی ترقی اور سیاسی اور اقتصادی استحکام کے لحاظ سے دنیائے اسلام کو امتیازی مقام حاصل ہو جائے!!!

مؤتمر اسلامیہ کا خیر مقدم

۱۹۵۱ء میں جب کراچی میں مؤتمر عالم اسلامی منعقد ہوئی تو اس کا خیر مقدم کرتے ہوئے حضرت امیر حزب اللہ نے جہاں مندوبین کی نیک نیتی اور پاکیزہ خیالی کی تعریف کی وہاں اس بات پر زور دیا کہ شرکائے مؤتمر کو سب باتیں چھوڑ کر پہلے ممالک اسلامی کے اتحاد کیلئے کوشش کرنی چاہئے۔اسی طرح ایک سال پہلے جب چوہدری خلیق الزمان صدر مسلم لیگ یہ تخیل لے کر اسلامیہ کے دورہ پر گئے کہ ساری حکومتیں اور ریاستیں ایک وفاق کے ماتحت باہمی سمجھوتہ کر

Marfat.com

لیں تو حضرت امیر حزب اللہ نے پین اسلامزم یا اسلاستان کے سلسلہ میں اسے نہایت ہی مستحسن اقدام قرار دیا اور جماعت حزب اللہ کی طرف سے ہر قسم کے عملی تعاون کا وعدہ فرمایا۔ حالات زمانہ میں اگر کوئی ایسی تبدیلی ہوئی ہے جو حضور کے اس تخیل کے لئے ساز گار تھی تو آپ ہمیشہ بڑے مسرور ہوئے ہیں ۱۹۵۰ء میں انڈونیشیا کو آزادی ملی تو آپ نے فرمایا۔ الحمدللہ اسلامی حکومتوں کی برادری میں ایک گراں قدر اضافہ ہو گیا ہے۔ وہاں کے مسلمان بلحاظ پابندی صوم و صلوٰۃ و ادائیگی مناسکِ حج بڑے ممتاز ہیں۔ اس لئے حضور کو ان سے بڑی محبت ہے۔ آپ کو جزائر شرق الہند کی آزادی سے اس لحاظ سے بھی خاص مسرت ہوئی کہ ان جزائر کو مشرق بعید اور بحر ہند میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اب انکے اثر و اقتدار کی وجہ سے بھارت جیسا ہوس پرست اور استعمار پسند ملک ایشیا کو اپنا حکم بردار نہیں بنا سکے گا۔ ۱۹۵۴ء میں جب پاکستان کا ترکی سے اتحاد عمل ہوا اور سیاسی اور فوجی معاہدات طے پائے تو آپ نے اسے نیک فال سے تعبیر فرمایا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ موجود دور میں اسلامی دنیا کے اندر دو ہی طاقتیں ہیں جو کہ صحیح معنوں میں شجاعت اور بسالت کی زندہ تصویر ہیں اور وہ ہیں ترکی اور پاکستان۔ اس لئے ان دونوں کے اتحاد کو آپ نے قران السعدین سے موسوم فرمایا اور پیشینگوئی فرمائی کہ انشاء اللہ ان دونوں ملکوں کا باہمد گر اتحاد و ارتباط آئندہ کے لئے خوشگوار نتائج اور ثمرات کا حامل ہوگا۔ آپ نے دعا فرمائی کہ یہ اتحاد عمل ہمیشہ قائم رہے۔

جہاد فلسطین کے لئے حزب اللہ کے رضا کار

اسلامی اخوت و اتحاد کے اسی جذبہ کی بنا پر حضرت امیر حزب اللہ نے مسلمانان فلسطین سے بڑی ہمدردی کا اظہار فرمایا جہاں بیچارے عرب مہاجرین ترک وطن پر مجبور ہو کر دربدر ٹھوکریں کھاتے پھرتے تھے۔ نان شبینہ کو محتاج تھے۔ نہ تن پہ کپڑا تھا نہ منہ میں لقمہ۔ انکی حمایت میں لڑنے کیلئے آپ نے حزب اللہ کے ایک ہزار مجاہدین کی پیش کش حکومتِ پاکستان کو کی اور وزارتِ خارجہ نے جواباً اطلاع دی کہ بشرط ضرورت رضا کاران حزب اللہ کو سب سے پہلے جہاد فلسطین کیلئے بھیجا جائیگا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ وہ مقدس سرزمین ہے جہاں ہمارا قبلہ اول ہے جس کا ایک ایک چپہ ہمارے لئے باعث یمن و برکت ہے اور جس کے کونے کونے میں ہمارے اسلاف اپنے خون کا دریا بہا چکے ہیں اور ہلال و صلیب کی چپقلش میں وہ ایک سو سال تک لڑ کر کے زبردست فتوحات حاصل کر چکے ہیں۔ آج اسی پاک سرزمین میں اسلام کے مجاہد فاتحین کی آنکھیں ہمارا راستہ دیکھ رہی ہیں اور نور الدین زنگی اور صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

کی روحیں ہمیں پکار رہی ہیں۔

خارجہ حکمت عملی کے یہ خطوط ہیں جنہیں حضرت امیر حزب اللہ نے بار بار اجاگر فرمایا۔ اسلامی ممالک میں چونکہ ہر لحاظ سے پاکستان کو امتیازی حیثیت حاصل ہے۔اس لئے آپ کا خیال ہے کہ اسے اسلامستان کے قیام کیلئے پیش پیش رہنا چاہیے۔آپ فرماتے ہیں کہ اسی تخیل کو سامنے رکھ کر غیر اسلامی ممالک کے ساتھ روابط قائم کیے جائیں ۔۱۹۵۳ء میں جب پاکستان اور امریکہ کا فوجی معاہدہ ہوا تو آپ نے اسے بنظر استحسان دیکھا ایک تو اس وجہ سے کہ امریکہ نے ترکی اور امریکہ کو متحد کرنے میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ ہے۔دوسرے اتحاد اسلامی کے سلسلہ میں یہ غیر جانبدار رہے۔ برطانیہ کے ساتھ روابط آپ تاریخ کی روشنی میں چاہتے ہیں،اس ملک نے ہمیشہ اسلام دشمنی کا ثبوت دیا ہے۔ صلیبی جنگوں کا محرک یہی تھا۔عربی ممالک میں پے درپے سازشوں کے جال اسی نے بچھائے۔عرب سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے کیے اور عرب اتحاد کا خاتمہ کیا۔ فلسطین میں اس کی یہود نوازی،مصر کے مطالبہ آزادی کے موقع پر اس کے مظالم، اتحادِ اسلامی سے اس کا ازلی بیر اور خود پاکستان کے ساتھ اس کی منافقت کسے معلوم نہیں ۔ملت اسلامیہ کا وجود برطانیہ کے لگائے ہوئے چرکوں سے پڑا کراہ رہا ہے۔ان حالات کے زیر نظر حضرت امیر حزب اللہ کا حتمی خیال ہے کہ پاکستان کو دول مشرکہ کی مجلس سے مستعفی ہو جانا چاہئے اور جلد از جلد دول اسلامیہ کا ایک علیحدہ بلاک بنالینا چاہیئے آپ چاہتے ہیں کہ پاکستان ایک ایسی آزادانہ خارجہ پالیسی کی تشکیل کرے جو نہ تو برطانیہ کے اشارہ ابرو پر ناچ رہی ہو۔نہ ہی امریکی کجکلاہ کی سمت اپنا قبلہ راست کرے اور نہ روسی بلاک سے مرعوب ہو۔پاکستان اپنی انفرادی حیثیت قائم رکھ کر اقوام عالم کی برادری میں وقار حاصل کرے اور احیائے ملت اسلامیہ کا داعی اور موجب بنے۔

اسلام اور اشتراکیت

بیسویں صدی عیسوی کے آغاز میں جب حضرت امیر حزب اللہ اپنا عہد طفولیت گذار رہے تھے۔سرمایہ داری کا غلبہ تھا۔مغربی دنیا میں صنعتی انقلاب نے سرمایہ داری کو جنم دیا تھا،عملی اور نظری سائنس کی حیرت انگیز ترقی اور علوم وفنون کے فروغ نے اسکی جڑیں اور بھی مضبوط کر دیں۔ دنیا میں سرمایہ دار پنپ رہے تھے۔مفلس اور نادار طبقے اور غلام کی قسمت میں صرف محرومی تھی۔ اس احساس محرومی کی بنا پر ہندوستان میں تحریک آزادی شروع ہوئی اور جب حکومت برطانیہ پاکستان اور بھارت کو آزاد کرنے پر مجبور ہو گئی تو اسکی گرفت باقی غلام ممالک پر بھی ڈھیلی پڑ گئی۔

Marfat.com

اس لئے مشرق وسطیٰ اور افریقہ کے کئی اور ممالک بھی آزاد ہو گئے اور برطانیہ کی وہ سلطنت جو کرہ ارض پر اس طرح پھیلی ہوئی تھی کہ سورج ہر وقت اس پر چمکتا رہتا تھا سمٹ کر جزائر برطانیہ تک محدود ہو گئی۔ یہ دراصل سرمایہ داری کی شکست تھی۔ برطانیہ کی رجعت قہقری کے بعد امریکہ سرمایہ دارانہ نظام کا مربی اور سرپرست بن کر نمودار ہوا لیکن اہل عالم کی آنکھیں اب کھل چکی تھیں اور ہر ایک کو اس بات کا اچھی طرح علم ہو چکا تھا۔ تہذیبِ مغرب انسانیت کبریٰ اور اعلیٰ انسانی اقدار کی محافظ نہیں۔ اس لئے امریکہ بھی سرمایہ داروں کی اجارہ داری کو سہارا نہ دے سکا اور علامہ اقبال مرحوم کی یہ پیشین گوئی درست ثابت ہوئی کہ۔

گیا دور سرمایہ داری گیا تماشا دکھا کر مداری گیا

اشتراکیت کہاں سے آتی ہے

برطانیہ کی رجعت قہقری سے بہت عرصہ پہلے روس میں اشتراکیت ابھر چکی تھی اور اس نے سرمایہ داری کی بنیادیں متزلزل کر دی تھیں۔ اشتراکیت چاہتی تھی کہ جارحانہ انقلاب کے ذریعے سرمایہ داری کا خاتمہ کر دیا جائے اور پھر تمام دولت میں ہر ایک کو برابر کا حصہ دار بنا دیا جائے کوئی بھی نکما اور بے کار نہ ہو۔ ہر ایک کمائے اور حکومت بلا امتیاز تمام کی ضروریات کی کفیل ہو۔ مساوات کا یہ نظریہ بڑا جاذب نظر تھا۔ جو برطانیہ اور امریکہ میں جو سرمایہ داری کے مضبوط حصار تھے۔ اشتراکی نظام کے حامی پیدا ہو گئے۔ کیونکہ مفلس اور نادار طبقہ وہاں بھی بری طرح پس رہا تھا اور ایشیا تو اشتراکیت کی آماجگاہ بن گیا۔ مشرق بعید کے ممالک اس سے بدرجہ غایت اثر پذیر ہوئے۔ چین مکمل طور پر اسکے قبضہ میں چلا گیا۔ برما اور آسام بھی اسکی زد میں آ گئے اور اشتراکیت نے بھارت میں بھی وسیع جال بچھا دئے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ جس طرح حضرت امیر حزب اللہ نے حالات کا تجزیہ کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ "یہ بلا کہیں باہر سے نہیں آتی بلکہ ملک کے اندر ہی خیالات وانقلاب انگیز جذبات کی ایک رو پیدا ہو جاتی ہے۔ دلوں کے اندر ہی اندر ایک تغیر پیدا ہو جاتا ہے اور مزدور سرمایہ دار اور کاشتکار زمیندار کے خلاف اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ غریب جو امیروں کی امارت کو پہلے صرف للچائی ہوئی نگاہوں سے دیکھا کرتے تھے، اب ان کی امارت کو خاک میں ملا دینے کیلئے میدان میں نکل آتے ہیں اور باہمد گر تصادم وتقابل کے بعد مزدور اور غریب اپنی کثرت تعداد کی بنا پر اپنے تخریب پسند عزائم میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور پھر جو نظام حیات قائم ہوتا ہے اس میں شکم پروری کا سامان تو ہوتا ہے مگر روح کی اشتہا دور کرنے کیلئے کچھ نہیں ملتا۔ روح روز بروز مضمحل اور پریشان ہوتی چلی جاتی ہے اور انسان سخت باطنی درد و کرب میں مبتلا ہو

Marfat.com

جاتا ہے"۔

حضرت امیر حزب اللہ ایک ایسے نظام حیات کے علمبردار ہیں جو انسان کا پیٹ بھی پالتا ہے اور روح انسانی کی پرورش کا بھی کفیل ہے آپ چاہتے ہیں کہ اسلام کے زرین اصولوں کو صحیح معنوں میں عملی جامہ پہنایا جائے۔ آپ اسلام کی اس تعبیر کے خلاف ہیں جو مغرب زدہ افراد یا اشتراکی ذہن رکھنے والے نوجوانوں کی پیش کردہ ہے بلکہ آپ اس اسلام کو جاری اور ساری دیکھنا چاہتے ہیں جو نبی امی (روحی فداہ) لائے تھے اور جس نے عرب میں روح اور شکم کی اشتہا یکسر دور کر دی تھی۔ اسی لئے آپ پاکستان میں حکومتِ الٰہیہ کو جلد از جلد قیام پذیر دیکھنا چاہتے ہیں تاکہ یہاں سرمایہ داری جڑیں نہ پکڑ جائے۔ غریب دولت مندوں کے حصہ دار ہوں "شریف" اور کمیں کا سوال نہ رہے۔ زراعت پیشہ اور غیر زراعت پیشہ کا امتیاز اٹھ جائے۔ زمیندار اپنے مزارعین کے دکھ سکھ میں شریک ہوں۔ امیر غریبوں کی دل کھول کر اعانت کرنے لگیں۔ محتاجوں اور مفلسوں کیلئے کام مہیا ہو جائیں۔ بیت المال سے مستحقین کو وظائف ملنے لگیں۔ یتیموں اور بیواؤں کی دستگیری ہو اور اسلامی بیت المال کے ذریعے زکوٰۃ، صدقات اور عشر وصول کر کے حقداروں پر تقسیم کیے جائیں۔ اسی طرح مزدوروں کی اجرت معقول ہو اور کام کا وقت محدود۔ حکومت رفاہِ عامہ کے کاموں میں زیادہ دلچسپی لے۔ صنعت وحرفت اور دستکاریوں کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ بشرط ضرورت کسانوں کیلئے حکومت کی طرف سے بلاسود قرض پر بیج مہیا کیے جائیں۔ بیل خرید کر تقسیم کیے جائیں۔ آمدنی کم ہو تو لگان یا ٹیکس معاف کر دیا جائے۔ تعلیم جبری اور مفت ہو۔ حفظان صحت کا خاص خیال رکھا جائے۔ حکام اور پولیس والوں کے جبر وستم سے لوگوں کو رہائی دلائی جائے اور ہر معاملہ میں انصاف اور رواداری سے کام لیا جائے۔ حضرت امیر حزب اللہ فرماتے ہیں کہ اگر حکومت خدا کی ہو، س کی ہیئت ترکیبی علیٰ نہج الشریعت ہو اور مسلمانوں کا اعلیٰ طبقہ ادنیٰ طبقہ کا ہمدرد اور خیر خواہ بن جائے تو پھر ایسی رفاہی حکومت وجود میں آئے گی جسکی مثال سرمایہ داری تو کیا پیش کرسکتی ہے اشتراکیت بھی پیش کرنے سے عاجز ہے۔ لیکن اس کیلئے ضروری ہے کہ مسلمانوں کو پھر سے مسلمان بنایا جائے۔ عبادات میں، معاملات میں، اخلاقی اعتبار سے، تمدنی لحاظ سے اقتصادی اور معاشرتی حیثیت سے وہ پکے مسلمان بن جائیں۔ آپ فرماتے ہیں اخوت، حریت اور مساوات کے اسلامی اصول ایسے زریں ہیں کہ انکے سامنے اشتراکیت یا کسی اور نظریہ حیات کا افسوں نہیں چل سکتا۔

جب حضرت امیر حزب اللہ یہاں پاکستان میں مساوات اسلامی کے عملاً احیاء حکومت الٰہیہ

Marfat.com

کے قیام، نظام اسلامی کی ترویج اور قانون شرعی کے نفاذ کے لئے کوشاں ہیں دنیا کے سامنے ایک اور منظر بھی نمودار ہو چکا ہے۔ روس اور چین کے درمیان جو دنیا کے دو بہت بڑے اشترا کی ملک ہیں اختلافات رونما ہو چکے ہیں۔ ہر ملک کا دعوے ہے کہ نظری اشتراکیت چونکہ اس کے ہاں موجود ہے اسلئے مرکزی حیثیت بھی اسی کو حاصل ہونی چاہیے۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ سرمایہ داری تو پہلے شکست کھا چکی تھی۔ اشتراکیت کے قصر محفوظ میں بھی اب خطرناک شگاف پیدا ہو چکا ہے۔ جو انجام کار اس کی اینٹ سے اینٹ بجادے گا۔ ظاہر ہے کہ میدان اب اسلام کے لئے خالی ہے۔ علمبرداران اسلام کو بڑے خلوص، عزم وہمت اور بالغ نظری کے ساتھ اب ذہنی، اخلاقی اور روحانی طور پر نوع انسانی کی امامت کے فرائض انجام دینے چاہئیں تاکہ اہل عالم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون ط کے جان پرور مناظر ایک بار پھر دیکھ لیں۔

سبق پڑھ پھر صداقت کا شجاعت کا عدالت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

تحریک ختم نبوت

در دل مسلم مقام مصطفےٰ است آبروئے ما زنام مصطفےٰ است

حضرت ختم مرسلت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ والا صفات کو افراد ملت کے دلوں میں جو مقام حاصل ہے وہی ملت کی بقا اور زندگی کا ضامن ہے اسی مقام کی بنیادیں کھوکھلی کرنے کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی نے ختم نبوت کے بنیادی عقیدہ سے انکار کر دیا اور اپنی خود ساختہ نبوت کے لئے فضا سازگار بنانا چاہی۔ لیکن جیسا کہ اس صدی کے ایک فاضل ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم مرحوم نے ایک موقع پر فرمایا تھا کہ محمد عربی (بانت ابی وامی) نے اپنے اسوہ حسنہ سے نبوت کا ایک ایسا اعلیٰ معیار چھوڑا ہے کہ اب کسی اور کا دعوی نبوت نگاہوں میں جچتا ہی نہیں، سوادِ اعظم نے مرزائے آنجہانی کی تاویلات ماننے سے انکار کر دیا۔ قیامِ پاکستان کے بعد قادنیت کا مرکز ربوہ بنا آہستہ آہستہ پاکستان کی بری، بحری اور ہوائی افواج اور حکومت کے دیگر محکموں کی کلیدی آسامیاں اس طرح قادیانی تصرف میں چلی گئیں کہ خطرہ پیدا ہو گیا وہ ملک جو محمد عربی ﷺ کے غلاموں کیلئے وجود میں آیا تھا اور جہاں پیارے کملی والے کا نام بلند ہونا تھا اس پر قادیانی قابض ہو جائیں گے ساتھ ساتھ ربوہ کی تبلیغ سرگرمیاں روز افزوں صورت اختیار کر گئیں۔ ان حالات نے ختم نبوت کے مسئلے کو زندہ کر دیا اور ۱۹۵۳ء کے اوائل میں شمع رسالت کے پروانے اپنی فداکاری اور محبت رسول اللہ کا عملی ثبوت دے کر اس گئے گذرے زمانے میں قرون اولی کے جان فروش اور جاں

Marfat.com

نثار مسلمانوں کی یاد تازہ کرنے لگے۔ سارے ملک میں ایک ہنگامہ بپا ہو گیا اس موقع پر حکومت کے ارباب بست و کشاد کی بے تدبیری اور عدم تدبر نے بھی اس معاملہ کو انتہا درجہ تک نازک بنا دیا باوجودیکہ جماعت حزب اللہ کا کسی جماعت سے کوئی معاہدہ نہیں تھا اور نہ ہی ایک علیحدہ نظام ہونے کی وجہ سے حزب اللہ والے کسی اور جماعت کے ماتحت تھے۔ لیکن سوال چونکہ حضور خاتم النبیین (روحی فداہ) کی عزت و ناموس کا پیدا ہو گیا تھا اور حکومت اس غلط فہمی میں جا پڑی کہ چند افراد نے یہ شرارت بپا کر دی ہے اور عامۃ المسلمین کو اس تحریک سے کوئی ہمدردی نہیں حضرت امیر حزب اللہ نے اپنی ضمیر کی آواز اور حمیت اسلامی اور محبت رسول ﷺ کے مقدس جذبہ کے تحت اپنے آپ کو اس جرم کی پاداش میں گرفتاری کے لئے بمقام جہلم پیش کر دیا اور اسی امر پر اکتفا نہیں کیا بلکہ دوسرے رضا کاروں کی ایک کثیر تعداد کو قید و بند کی خاطر بھیج دیا۔ دینہ، جہلم، سرائے عالم گیر اور مضافاتی دیہات و قصبات کے رضا کاروں نے بالخصوص اس موقع پر ایثار اور فدائیت کا بڑا روح پرور نمونہ پیش کیا۔ حضرت امیر حزب اللہ نے مسجد عیدگاہ جہلم میں ایک ایمان افروز اور جوش پرور تقریر ارشاد فرمائی جس کی یاد اب بھی لوگوں کے دلوں میں موجود ہے۔ اس وقت کی حکومت نے جب حضرت امیر حزب اللہ کی گرفتاری کو اس لئے پسند نہ کیا کہ اس طریقہ سے عامۃ المسلمین کی ہمدردی اور بڑھ جائیگی اور حکومت کے لئے زیادہ مشکلات پیدا ہو جائینگی۔ لیکن حضور نے اس وقتی ضرورت کا پوری طرح احساس فرمایا اور عواقب و نتائج سے لاپرواہ ہو کر اپنے آپکو اظہار وفاداری و غلامی کی خاطر بارگاہ خاتم النبیین ﷺ میں حاضر کر دیا اور یہ ان پاکیزہ جذبات ارادت اور مقدس خیالات عقیدت کا رد عمل اور نتیجہ تھا جو کہ ہر ایک مسلمان دل میں اپنے سارے جہان سے پیارے رسول اکرم ﷺ کی ذات اقدس کے متعلق ہونے چاہئیں۔ بحمد للہ کہ جماعت حزب اللہ کے دلوں میں ایمان کی یہ صریح علامت بدرجہ اتم موجود ہے۔ **ولنعم ماقیل** ۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق ۔۔۔ عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

تحریک حزب اللہ پر ایک عبرانی نظر

"معترضین کو اس بات کا ہرگز علم نہیں کہ اس فقیر کو اللہ تعالیٰ کی جناب میں کیا منصب حاصل ہے اور کس قدر قرب"

حزب اللہ کے دور حیات پر تبصرہ فرماتے ہوئے اپنے ستائیسویں سالانہ خطبے میں حضور نے الفاظ اپنی زبان مبارک پر ادا فرمائے تھے۔ ستائیس سال کا عرصہ ایک طویل مدت ہے

Marfat.com

اس کے دوران میں اس مبارک جماعت نے حیرت انگیز کارنامے انجام دیئے تھے جنہیں دیکھ کر ارباب بصیرت انگشت بدنداں تھے اور رفتار زمانہ پر نگاہ رکھنے والے لوگ کہہ رہے تھے خلوص اور عزم و ہمت کی بناپر جماعتیں کیا کچھ نہیں کر پاتیں۔ ان کارناموں کی وجہ سے اس جماعت کو جہاں اہل عالم پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ وہاں بارگاہِ رب العزت میں بھی اسے بڑی مقبولیت حاصل ہو چکی تھی اور اس مجسمہ اخلاص اور پیکر ایثار حضرت امیر کو درگاہ رب العالمین میں جو مقامِ قرب نصیب ہوا تھا اسکے لطائف بیان سے باہر ہیں۔ بایں ہمہ بے خبر اور ہٹ دھرم لوگ اعتراض کرنے سے نہیں چوکتے تھے۔ دنیا آسانی سے کسی کی برتر صفات اور کمالات عالیہ کی قائل نہیں ہوتی۔ اس قسم کے تمام لوگوں کیلئے یہ کتاب سرمہ بصیرت کی حیثیت رکھتی ہے۔ تاہم چونکہ حضرت امیر حزب اللہ کا دستور تھا کہ اپنے سالانہ خطبات میں بالالتزام اس مبارک تحریک پر تبصرہ فرمایا کرتے تھے۔ ہم بھی حضور کا اتباع کرتے ہوئے اور حضور کے ارشادات سے استفاضہ کے بعد اس باب کے خاتمہ پر اس جماعت کے کارناموں کا اجمالاً تذکرہ کرتے ہیں۔

۱۹۲۷ء میں حضور نے عالم بیداری میں اور بالکل صراحتاً انہی مادی آنکھوں سے ایک دلفریب اور دلکش نظارہ دیکھا تھا اور انہی کانوں سے کچھ سنا تھا۔ اس نظارے کے وقت آپ روحانی دنیا میں بسنے والے ملائکہ مقربین کی خلوت گہ ناز میں پہنچ گئے تھے۔ آپ کے کندھوں پر ایک بارگراں رکھ دیا گیا اور ساتھ ہی برداشت کی توفیق بھی عطا فرمادی گئی۔ آپ کے ذمہ کچھ خدمات کردئے گئے اور بعض امور مہمہ کا آپ کو منجانب اللہ مامور بنا دیا گیا۔ اس لئے تحریک حزب اللہ میں مشاہدات اور مسلمات کی کارفرمائی تھی اور حضرت امیر حزب اللہ کی زبان سے جو لفظ نکلتا رہا وہ آپ کے جذبات اور خیالات کا آئینہ دار نہیں تھا۔ بلکہ یہ بڑے بول والے کے بول تھے۔ اور سچے قول والے کے قول۔ آپ نے جس جوانمردی اور الوالعزمی سے اپنے فرائض کو سرانجام دیا اور مفوضہ امور مہمہ کو جس پامردی سے پایہ تکمیل تک پہنچایا یہ مجاہدانہ داستان ہمیشہ یاد رہے گی۔ حزب اللہ کا جو کارنامہ آب زریں سے لکھنے کے قابل ہے وہ مسلمانوں کی اندرونی اور بیرونی اصلاح سے تعلق رکھتا ہے۔ اس جماعت نے اپنی مبارک تعلیمات اور بہترین رشد و ہدایت سے مسلمانوں کی بگڑی ہوئی اور مسخ شدہ ذہنیتوں کی درستی کردی ان کے اندر عبادات کا ذوق عمل پیدا کیا اور انکے معاملات کو ایسا سدھار دیا کہ اس جماعتی نظام سے باہر رہنے والوں اور ارکان ورضا کارانِ حزب اللہ کے اندر جو اپنی رفتار، کردار اور گفتار کو حزب اللہ کے سانچے میں ڈھال چکے تھے ایک فرقِ عظیم نظر آنے لگا۔ خشیت الٰہی، فرض شناسی، رجوع الی الحق۔ تقرب الی

Marfat.com

اللہ، ایثار و قربانی۔ تہور و جوانمردی۔ بلند حوصلگی و بلند نظری، اطاعت امیر، تعمیل ارشاد، جہاد پر آمادگی، شوقِ شہادت، تحفظ واستحکام پاکستان کیلئے سینہ سپری، ترویج احکام شریعت و اجرائے آئین اسلامی کیلئے بیقراری یہ ایسے امتیازات وخصوصیات ہیں جن پر جماعتِ حزب اللہ بجا طور پر فخر ومباہات کرسکتی ہے۔

اور پھر آغاز کار سے لے کر حزب اللہ نے جماعتی حیثیت سے ملک اور قوم کی ہر ضرورت کو پورا کرنے کی کوشش کی اور ایثار و قربانی کی ہر دعوت میں سب سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ تخلیق پاکستان سے پہلے پورے بیس سال تک جماعت حزب اللہ مسلمانوں کی بہبودی کیلئے ہندوؤں، سکھوں، انگریزوں سے نبرد آزما رہی۔ ملی مفاد کو محفوظ کرنے کے لئے بڑی دلیری سے مناسب اقدامات عمل میں لاتی رہی اور باقی اسلامی جماعتوں کے ساتھ ہمنوا ہوکر برادران ملت کے سیاسی شعور کو اس خوبی سے بیدار کیا کہ جب تعمیر پاکستان کا موقع آیا تو تمام مسلمانوں نے متفق اللفظ ہو کر قائداعظم محمد علی جناح مرحوم کی آواز پر لبیک کہی۔ انگریز کے زمانہ میں لوگوں نے سیاست کو شجر ممنوعہ سمجھ لیا تھا اور مسئلہ جہاد کو گلدستہ طاق نسیاں بنا ڈالا تھا۔ مگر حضرت امیر حزب اللہ نے ان دنوں میں بھی ''السیاست فی الاسلام'' کا نعرہ لگایا۔ سیاسی بیداری کو احیائے ملی کا موجب قرار دیا اور بانگ دہل اعلان فرمایا کہ جہاد فی سبیل اللہ قومی اور ملی حیات کا ضامن ہے۔ تحریک پاکستان کے دوران میں جماعت حزب اللہ نے سول نافرمانی کے موقع پر، انتخابات کے سلسلہ میں اور دوسرے معاملات میں جن کے اندر مسلمانوں کے سود و بہبود کا راز مضمر تھا۔ مسلم لیگ کے ساتھ بڑی گرمجوشی سے اشتراک عمل کیا اور پھر قیام پاکستان کے بعد اس کے تحفظ و بقا کیلئے ہماری جماعت نے جو کچھ کیا وہ کسی سے مخفی نہیں۔ اس طرح جنگ آزادی کشمیر میں رضا کاران حزب اللہ کی شرکت اور جہاد فلسطین کے لئے رضا کاروں کی پیش کش بھی جماعت حزب اللہ کی ملت پرستی کا بدیہی ثبوت ہے۔

حزب اللہ کی یہ تگاپوئے دمادم، یہ ساری جدوجہد اور ہنگامہ آفرینی اور یہ ایثار پیشگی اور بے نفسی بنیادی طور پر اس غرض کیلئے تھی کہ اسلام پھر زندہ ہو جائے۔ مسلمان قرآنی تعلیمات کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیں اور سنتِ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر عمل کرنا اپنا فریضہ اولیں سمجھیں۔ مسلمان تہذیب مغرب سے مرعوب ہو چکے تھے اور جدید نظریات زندگی کے سامنے ہتھیار ڈال چکے تھے۔ حضرت امیر حزب اللہ نے اپنی تحریروں اور تقریروں سے اسلامی تعلیمات کی برتری ثابت کی اور واضح فرمایا کہ علم انسانی کچھ سے کچھ ہو جائے اور انسان پرواز کرتا ہام ثریا

Marfat.com

سے بھی آگے نکل جائے قرآنی تعلیمات کی صداقت بدستور قائم رہے گی اور اسلام زمانے کی ہر کروٹ میں روشنی کے اس مینار کی طرح ہمیشہ موجود رہے گا جو بھیانک تاریکیوں اور گھٹاٹوپ اندھیروں میں سفر کرنے والوں کی رہنمائی کرتا رہتا ہے۔ تیس سال سے زیادہ عرصہ تک ان خیالات کی نشر واشاعت ہوتی رہی اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کی قرآن اور اسلام سے وابستگی بڑھ گئی ان کی قوت ایمانی میں معتد بہ اضافہ ہو گیا اور ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ حکومت الٰہیہ کا قیام ممکن نظر آنے لگا۔ اس لحاظ سے جماعت حزب اللہ نے چودھویں صدی ہجری میں تجدید دین کا فریضہ ادا کیا ہے۔ حضرت امیر حزب اللہ مجدد دین ہیں اور جلالپور شریف کا مقدس مقام تحریک احیائے اسلام کے بہت بڑے مرکز کی حیثیت رکھتا ہے۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

حضور کی علالت، خاندانی حالات

و

متفرقات

Marfat.com

گماں مبر کہ بہ پایاں رسید کارِ مغاں
ہزار بادۂ ناخوردہ در رگِ تاک است

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب ششم

علالت

"بیماریوں نے بڑا تنگ کر رکھا ہے۔ صحت کی حالت روز بروز کمزور ہوتی چلی جا رہی ہے۔ کاروانِ حیات قدم قدم پر تھکنے لگتا ہے۔ پاؤں ڈگمگاتے ہیں اور جسم مرتعش ہے"

سالہا سال تک مسلسل دوروں پے در پے تقریروں، سفر کی صعوبتوں اور شبانہ روز ذہنی کاوشوں کی وجہ سے حضور کے دماغی اور جسمانی قویٰ پر بڑا دباؤ پڑا اور آپ مختلف علل واسقام میں مبتلا ہو گئے۔ لیکن ایک طرف آپ لاہور کے ایک مشہور ڈاکٹر محمد یوسف سے طبی مشورہ لے کر علاج معالجہ جاری رکھتے تھے۔ دوسری طرف عالی ہمتی کی بنا پر اپنے انہماک میں فرق نہیں آنے دیتے تھے۔ ویسے بھی آپ کی صحت کبھی قابل رشک صورت اختیار نہیں کر سکی تھی شروع ہی سے کوئی نہ کوئی عارضہ لاحق رہتا تھا۔ مگر ۱۹۵۲ء کے قریب آپ کی صحت بہت زیادہ خراب ہو گئی اور آپ نے اپنے چھبیسویں سالانہ خطبے میں فرمایا:۔

"اب کہولت کے آثار نمایاں ہو چکے ہیں، صحت جواب دے چکی ہے۔ علل و اسقام کا آماجگاہ بن رہا ہوں۔ مگر بحمد اللہ کہ ناراستی طبع کے باوجود دماغ درست حالت میں ہے۔ اعضاء و جوارح اگرچہ نسبتاً کمزور ہیں۔ مگر ارادہ اور ہمت اسی طرح بلند اور جسم کی نقاہت نے دل و دماغ پر کوئی اثر نہیں ڈالا۔ بلکہ جسمانی انحطاط کا نعم البدل روحانی ارتقاء کی شکل میں عطا ہو چکا ہے۔"

اس وقت آپ کی عمر مبارک اٹھاون برس تھی جسم کمزور ہو رہا تھا مگر روح ارتقاء پذیر تھی اور عزائم بدستور ولولہ آفریں تھے۔ لیکن حضور کی جسمانی حالت روحانی ترقی اور عزائم کی بلندی کا ساتھ نہ دے سکی اور ۱۹۵۴ء میں اپنے ستائیسویں سالانہ خطبے میں اپنی صحت کے متعلق آپ نے وہ الفاظ بیان فرمائے جو اس باب کے زیر عنوان ہیں۔ ظاہر ہے حضور کی صحت تیزی سے خراب ہوتی چلی جا رہی تھی اس کے باوجود محولہ بالا الفاظ کے ساتھ آپ نے ارشاد فرمایا:

"بحمد اللہ کہ جسم کی کمزوری کا اثر روح کی طاقت پر ذرہ بھر نہیں اور دماغ کی تھکاوٹ، خیالات کی درستگی وصحت پر کوئی اثر نہیں ڈال سکی۔ عزم بلند ہے اور ارادہ

Marfat.com

مضبوط۔ ہمت قوی ہے اور عزیمت استوار۔ جی چاہتا ہے کہ جو کام شروع کر رکھا ہے اس کی تکمیل اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں پاکستان کی حاصل کردہ زمین پر حکومت الہیہ کا عالی شان محل بھی فردوسِ نگاہ بن جائے اور مسلمانوں کے دلوں کے اندر عرش خداوندی کا جلوہ بھی نظر آئے''۔

جسمانی انحطاط کے باوجود دل میں کس قدر عزائم موجود تھے۔ آپ اپنے دل میں ملک پاکستان اور مسلمانوں کے لئے کیسے پاکیزہ ارادے لئے پھرتے تھے۔ حکومت الہیہ کے نظر پرور عالی شان محل کی تعمیر اور دلوں کو عرش خداوندی کے جلووں سے معمور کرنا آپ کے مدنظر تھا۔ مگر:

"عرفت ربی بفسخ العزائم"

۱۹۵۸ء میں آپ نے حسب معمول ۱۶ / جنوری سے اپنا دورہ شروع فرمایا۔ جس نے ۱۹ / مارچ تک جاری رہنا تھا۔ پچاس مقامات تھے اور اضلاع جہلم، راولپنڈی، میرپور، گجرات، گوجرانولہ، شیخوپورہ، لاہور، منٹگمری، لائل پور اور سرگودہا کے مختلف علاقوں میں اعلائے کلمۃ اللہ کا فریضہ انجام دینا طے پایا تھا مگر آپ تیسرے مقام آدووال سے آگے نہ بڑھ سکے۔ حضور کو اس مقام پر اندوہناک خبر ملی کہ آپ کے جواں سال اور جواں بخت بھتیجے سید مظہر الحق شاہ صاحب سپرنٹنڈنٹ محکمہ اکسائیز سرگودہا میں حرکت قلب بند ہونے سے وفات پا گئے ہیں۔ آپ نے دورہ منسوخ فرما دیا اور جلال پور شریف واپس ہو گئے۔ اس سے پہلے ۱۹۵۶ء میں آپ کے چھوٹے بھائی سید محمود شاہ صاحب پوسٹ ماسٹر جنرل مغربی پاکستان حرکت قلب بند ہونے سے فوت ہو گئے تھے۔ یہ دوسرا چرکا تھا جو دل پر لگا۔ سید محمود شاہ مرحوم حضور کے بڑے اطاعت گزار اور وفادار تھے۔ انہیں آپ نے بڑے ناز و نعمت سے پالا پوسا تھا۔ ان کی تعلیم کے شاہانہ انتظامات کئے تھے اور جب ان کا ستارہ اقبال اپنے اوج پر چمک رہا تھا وہ رہگرائے عالم بقاء ہو گئے۔ حضور کے لئے ان کی وفات سخت روح فرسا اور جگر گداز ثابت ہوئی اور کوئی ڈیڑھ سال بعد انہیں حالات میں پیارے بھتیجے کی وفات نے آپ کو بالکل تصویر حرماں بنا ڈالا۔ دل میں سابقہ ناسور ابھی موجود تھا۔ آپ نے پوری طرح صبر و ضبط سے کام لیا لیکن وفور درد و غم کی وجہ سے دل کی جو حالت تھی اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جو امراض و اسقام ان صدمات سے پہلے آپ کے عزم و ارادہ سے مغلوب ہو چکے تھے۔ اب آپ کے کمزور، تھکے ماندے، مضمحل وجود پر غالب آ گئے۔ بیماریوں کے زیر نظر دورہ کے شروع ہونے سے پہلے پیر بھائیوں کا خیال کہ آپ اپنے مجوزہ پروگرام کو مکمل نہیں کر سکیں گے اس تازہ صدمہ نے بیماریوں کی شدت

Marfat.com

ضافہ کر دیا اور دورہ نامکمل رہ گیا۔ یہ حضور کا آخری دورہ تھا۔

اسی سال کے ماہ ستمبر میں جب آپ راولپنڈی تشریف فرما تھے تو عین اس وقت جب آپ نماز میں امامت کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ آپ کے دونوں پہلوؤں پر فالج گرا اور آپ کو نہایت ہی مخدوش حالت میں لاہور بغرض علاج پہنچایا گیا۔ حالت مایوس کن تھی۔ خاندان عالیہ کے تمام افراد سخت گھبرائے ہوئے تھے اور پیر بھائی بے حد پریشان تھے۔ ابتداء میں آپ نے راجہ غضنفر علی خان صاحب کی کوٹھی واقع گلبرگ میں قیام فرمایا۔ آپ کے برادر اصغر نواب سید محمد مہر شاہ صاحب نے علاج و معالجہ کی طرف خاص توجہ دی۔ دوز ہرہ گداز صدمات کا اثر آپ کے دل و دماغ پر تھا لہٰذا فالج سخت خطرناک صورت اختیار کر گیا۔ اٹھنا' بیٹھنا' پہلو بدلنا' اعضاء کو حرکت دینا محال تھا۔ انہی مایوس کن حالات میں عرس مبارک منعقد ہوا۔ دسمبر کے ایام تھے۔ بیماری کے زیر نظر آپ نے اپنے فرزند اکبر صاحبزادہ سید برکات احمد کی خلافت کا اعلان بھی فرما دیا۔ عرس مبارک کے اختتام پر آپ واپس لاہور تشریف لے گئے۔ طبیعت کچھ سنبھلنے لگ گئی اور آپ نے گلبرگ میں کوٹھی نمبر ۴۲۔ بی مستقل طور پر کرایہ پر لے کر وہاں رہائش اختیار کر لی تا کہ علاج باقاعدگی سے جاری رہ سکے۔

بیماری کا غلبہ پاؤں' ہاتھوں اور زبان پر بہت زیادہ تھا۔ چلنا پھرنا بند ہو گیا۔ بمشکل آپ اس قابل ہوئے کہ کسی کے تھامنے سے یا تنہا چند قدم اٹھاتے تھے۔ دائیں ہاتھ پر سوجن نمودار ہو گئی اسکی انگلیاں سیدھی نہیں ہو سکتی تھیں۔ بایاں ہاتھ بھی کمزور پڑ گیا۔ زبان مبارک پر لکنت کا غلبہ ہو گیا۔ الفاظ کا ادا کرنا سخت مشکل ہو جاتا تھا۔ علاج کے بعد جب افاقہ ہوا تو مالش کی وجہ سے اعضاء کی حرکت آہستہ آہستہ بحال ہونے لگ گئی لیکن دایاں ہاتھ دایاں بڑے عرصہ کے بعد کسی قدر قابل استعمال ہوئے۔ حضور کے وہ ہاتھ پاؤں جو مجاہدین کے اعضا کی طرح فولاد کی مانند صلابت رکھتے تھے گوشت سے بالکل خالی ہو گئے۔ مرض کے دور ہونے میں حضور کی قوت ارادی کا بڑا دخل تھا۔ ذرا طبیعت سنبھلی تو انتہائی تکلیف کے باوجود آپ نے چلنا اور سیر پر تشریف لے جانا شروع کر دیا۔ ادویات کے استعمال اور خوراک میں باقاعدگی اور پرہیز کو ملحوظ رکھا۔ اللہ کا فضل کہ دل و دماغ مرض کے حملے سے بالکل محفوظ رہے۔ مرض ایک نہیں تھا۔ سنگ مثانہ' جوش خون' بواسیر' فقدان بصارت۔ ایک سے ایک بڑھ چڑھ کر تکلیف دہ اور پریشان کن۔ مگر عنایت ربی تھی۔ بصارت اگر کم تھی تو بصیرت میں بیش بہا اضافہ ہو چکا تھا۔ جسم اطہر ہڈیوں کا نحیف و نزار سا ڈھانچہ بن گیا تو کیا ہوا۔ روحانیت میں وہ افزونی ہو چکی تھی کہ باید و شاید۔ حضور کی کوٹھی مبارک

Marfat.com

کا ذرہ ذرہ برقی لہروں سے معمور محسوس ہوتا تھا اور اگرچہ لکنت زبان مبارک پر قفل ڈالنے میں کوشاں تھی مگر عربی فارسی اور اردو کے برمحل اشعار ضرب الامثال اور آیات و احادیث اپنی روانی اور جوش سے اسے توڑے ڈالتی تھیں حقیقت یہ ہے کہ حضور پہلے بھی محبوب تھے۔ لیکن ان صفات مبارکہ نے آپ کی ذات گرامی کو محبوب تر بنا دیا۔

امراض کا شدید حملہ تھا اور ان میں افاقہ کے بعد جسمانی کمزوری اور ہاتھ پاؤں کی معذوری کے باعث آپ گوشہ نشیں ہو گئے۔ مگر صاحب نظر لوگ جانتے ہیں کہ یہ گوشہ نشینی ایک خاص معنویت کی حامل تھی۔ اسی معنویت کا نتیجہ تھا کہ مرض کے شدید ترین حملے کے وقت بھی آپ کی کوئی نماز قضا نہ ہوئی اور اسی کی بنا پر مرض میں کچھ افاقہ کے بعد آپ بہ ہزار دقت کوشش کر کے قیام، قعود اور رکوع کی شرائط پوری کیا کرتے تھے۔ آپ کا اس طرح نماز ادا کرنا امام حسین علیہ السلام کی آخری نماز کی یاد تازہ کرتا ہے۔ واقعی حق وفاداری آگ کے شعلوں میں کود کر اور نوکِ شمشیر پر سینہ رکھ کر ہی ادا کیا جا سکتا ہے۔ گہری نظر سے دیکھا جائے تو یہ راز نگاہوں کے سامنے عیاں ہوتا ہے کہ جن امور مہمہ کیلئے آپ کو مامور کیا گیا تھا وہ پایۂ تکمیل تک پہنچ چکے تھے اور آپ نے مجاہدانہ گرم جوشی سے ایسے حالات پیدا کر دیئے تھے کہ ان کی رفتار تسلی بخش طور پر جاری رہ سکتی تھی۔ اسلئے ان سے فارغ ہونے کے بعد آپ دنیائے معرفت و روحانیت کی سیر میں مصروف ہو گئے۔ احیائے اسلام والمسلمین کے سلسلہ میں مجاہدانہ تگ و دو اگرچہ عین رضائے الٰہی کے مطابق تھی لیکن ان مصروفیتوں میں انہماک کے باعث ذکر کیلئے فراغت بہت کم میسر آتی تھی اور آپ کی دلی آرزو تھی کہ فرصت کی گھڑیاں ملیں اور آپ تصورِ جاناں کئے ہوئے بیٹھے رہیں۔ ۱۹۵۲ء کے خطبہ صدارت میں آپ نے فرمایا تھا:

> ایام مستعار کا اختتام جوں جوں قریب آ رہا ہے، تمنائے وصال و خواہش تقرب اور بڑھ رہی ہے اور جی چاہتا ہے کہ سارے جہان کے کام جانِ جہاں کی خاطر چھوڑ دیئے جائیں اور اس کی دھن میں مست ہو کر اس کی شراب محبت سے سرشار ہو کر اور اس کے جمال پرانوار کے نظارۂ دید میں محو ہو کر ہر شئے کو ترک کر دیا جائے تاکہ اسکی دید کی پیاسی آنکھیں ہر وقت اس کی طرف ٹکٹکی لگائے رکھیں۔ دنیا کی آوازیں سننے سے کان انکار کر دیں اور اسکے نواہائے شیریں فردوس گوش بنے رہیں۔ وہ دل جس میں کہ وہ متمکن ہے، وہ حقیقی کعبہ جس میں وہ ساکن ہے اور وہ قلب صافیہ کی سرزمین جہاں کہ ہمیشہ اسی کا ورد ہوا کرتا ہے اب اسی کے لئے

Marfat.com

وقف ہو جائے۔ اس کے ارد گرد خاردار باڑ لگائی جائے تاکہ کوئی غیر اس کی طرف جھانک نہ سکے اور نہ ہی ہماری خلوت گاہ راز میں کوئی دخیل کار بنے۔

محبوب اور محب دونوں غیور تھے۔ دونوں اپنے درمیان کسی اور کا دخیل کار ہونا برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے امراض گوناگون سے خاردار باڑ کا کام لیا گیا۔ اب محفل راز ہوتی ہے اور دونوں ایک دوسرے کے دید میں محو رہتے ہیں۔ اس لئے ظاہر بیں نگاہیں جب حضور کو کرسی پر خاموشی سے جلوہ افروز دیکھیں تو محتاط رہنا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ ان کی رفتارِ نگاہ کسی کی پیاری پیاری سرگوشیوں میں حائل ہو جائے اور پھر جبیں جلال پر شکن پڑ جائے۔

او دیکھنے والے اس درجہ بے باک نہ بن گستاخ نہ ہو
اس طرح لطافت جلووں کی مجروح نظر ہو جاتی ہے

فیوض رسالت

حضور کی اس بیماری کے متعلق حاجی محمد علی کہتے ہیں کہ انہوں نے علمائے کرام سے جناب سید المرسلین کی اس حالت کو سنا ہوا تھا جو وحی نازل ہونے پر طاری ہوا کرتی تھی۔ اس وقت آنحضور کا وجود اطہر پسینہ پسینہ ہو جایا کرتا تھا حاجی صاحب نے بتایا کہ بیماری کے غلبہ کے ایام میں بالکل یہی حالت قبلہ حضرت امیر حزب اللہ مدظلہ العالی کی تھی۔ فیوض رسالت اس شدت اور اس قدر وفور کیساتھ پہنچ رہے تھے کہ جسم مبارک ہر وقت پانی پانی رہتا تھا سردی کا موسم تھا گرم لباس زیب تن ہوتا اور پسینہ قمیص مبارک کو تر بتر کر کے گرم کوٹ تک پہنچ جاتا تھا۔ بار بار پونچھنے کے باوجود رطوبت کم نہیں ہوتی تھی۔ جب کیفیت میں اشتداد پیدا ہوتا تو قلق و اضطراب میں بھی افزونی ہو جاتی۔ جو حقیقت زیادہ تعجب انگیز تھی وہ یہ ہے کہ آپ کا بابرکت پسینہ اس قدر عطر بیز اور معطر ہوا کرتا تھا کہ تمام کمرہ خوشبو سے مہک اٹھتا اور خدمتگار باہر نکلتے تو خوشبو کی لپٹیں پھر بھی محیط ہوتیں۔ حاجی صاحب کا بیان ہے کہ حضور کا پسینہ مشکِ ختن سے بھی زیادہ عطر بیز اور روح پرور تھا اور یہی وجہ تھی کہ حضور کے ہر وقت قریب رہنے کی وجہ سے حاجی صاحب کو اپنے لباس اور اپنے وجود سے بھی خوشبو آیا کرتی تھی۔ بقول سعدی رحمۃ اللہ علیہ:۔

گلے خوشبوئے در حمام روزے — رسید از دست محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری؟ — کہ از بوئے دلآویز تو مستم
بگفتا من گلے ناچیز بودم — ولیکن مدتے با گل نشستم
جمال ہمنشیں در من اثر کرد — وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

Marfat.com

حاجی صاحب نے ذکر فرمایا کہ پسینے کی یہ کیفیت ۱۹۵۸ء کے عرس مبارک تک رہی۔ جب حضور نے صاحبزادہ سید برکات احمد شاہ صاحب کو خرقہ خلافت عطا فرمایا۔ اس موقع پر ایک روز حضور نے فرمایا۔ آج ہمیں تمام اختیارات دے دئے گئے ہیں۔ چاہئے تو اس دنیا میں رہیں چاہیں تو سفر آخرت اختیار کر لیں۔ مگر ہم نے رضائے الٰہی کو مقدم سمجھا ہے۔ حاجی صاحب کا خیال ہے کہ ان دنوں حضور کو جناب سرور کائنات ﷺ کی خصوصیت کے ساتھ معیت حاصل تھی اور فیض نبوت عام تھا۔

اس بیماری کے دوران میں حضور کے برادر عزیز والا قدر نواب محمد مہر شاہ صاحب حضور کے شریک حیات مخدومہ ومحترمہ قبلہ مائی صاحبہ اور صاحبزادگانِ والا تبار کے علاوہ حضور کی خدمت گذاری میں جن صاحبان نے امتیاز حاصل کیا ہے ان میں قاضی غلام فرید صاحب کو اولین مقام حاصل ہے۔ قاضی صاحب موصوف نے جس خلوص اور جان نثاری سے اس موقع پر شب وروز کئی سال تک جملہ خدمات انجام دیں ان کی مثال نہیں ملتی۔ ہم نے حضور کے خلفاء کے ذکر میں قاضی صاحب کے حالات نسبتاً زیادہ تفصیل سے بیان کر دیے ہیں۔ دوسرے درجہ پر سید رحمت حسین شاہ صاحب سکنہ جھٹہ ہتھال ہیں۔ شاہ صاحب پہلے فوج میں ملازم تھے۔ نیاز مندی کا وہ عالم تھا کہ راولپنڈی چھاؤنی میں رہتے ہوئے جب باقی سپاہی رات کو سو جاتے تو شاہ صاحب چپکے سے کھسک کر حضور کی کوٹھی پر پہنچ جاتے۔ رات بھر ایک جانفروش کی طرح مٹھی چاپی کرتے اور علی الصباح اپنی ڈیوٹی پر حاضر ہو جاتے۔ آخر کار حضور کی خدمت کے لئے فوج سے مستعفی ہو گئے اور اہل وعیال کو فراموش کر کے اس طرح حق وفاداری ادا کیا کہ کیا کہنا۔ اس لحاظ سے حاجی محمد علی صاحب بی، اے ساکن چک نمبر ۲۴۷ آر، بی ضلع لائلپور کا جذبۂ ایثار ووفا بھی خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ جو بیماری کے شدید حملہ کے دوران میں اپنے گھر بار اور زمینداری کو بالکل بھلا کر حضور کی خدمت میں رہے۔ صوفی محمد عباس خان نے بھی چک واقع ضلع منٹگمری سے گلبرگ لاہور میں حضور کے لنگر شریف سے خدمت گذاری کا اچھا رابطہ قائم رکھا۔ یہ چند نام برسبیل تذکرہ لکھ دئے گئے ہیں ورنہ دور ونزدیک کے تمام لاکھوں پیر بھائی حضور کی بیماری کی وجہ سے محزون، مغموم اور ملول رہے۔ اطراف واکناف سے حضور کی بیمار پرسی کے لئے بار بار لاہور حاضر ہوتے رہے اور انہوں نے اوراد واستغفار درود شریف اور ختم قرآن مجید سے جس طرح حضور کی صحت عاجلہ اور کاملہ کے لئے شافی مطلق عزاسمہٗ سے شب وروز دعائیں مانگیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ حضور تمام کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں اور تمام حضور کی زندگی کو اپنے لئے

Marfat.com

حیات کا موجب سمجھتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ حضور کو بایں ہمہ محبوبیت عرصہ دراز تک اس دنیا میں قائم رکھیں۔ آمین ثم آمین۔

مقام وسفر

حضور آج کل بھی سال کا بیشتر حصہ ۳۲۔ بی گلبرگ لاہور قیام فرما رہتے ہیں وہاں طبی مشورہ بآسانی اور بروقت مل سکتا ہے۔ صرف عرس مبارک اور عیدالاضحیٰ کے موقع پر جلالپور شریف فرما ہوتے ہیں۔ حضور کی عدم موجودگی میں صوفی شیر محمد فرائض سجادہ نشینی انجام دیتے ہیں موسم گرما کے دو تین ماہ آپ تبدیلی آب وہوا کے لئے راولپنڈی قیام فرماتے ہیں۔ کبھی کبھی کراچی کا سفر بھی اختیار فرمالیتے ہیں اور پیر بھائیوں کے اصرار پر آتے جاتے شاہراہ یا ریل کی سڑک کے قریب دو ایک مقام بھی منظور فرمالیا کرتے ہیں تاکہ دورہ کی دیرینہ روایات تازہ ہوتی رہیں۔ اس سلسلہ میں چھنی عالم شیر نزد راولپنڈی، چکوال، گوجر خان، دینہ، مرالی، منٹگمری اور رحیم یارخان کو یہ شرف حاصل ہوجاتا ہے۔ یکم دسمبر ۱۹۶۲ء کو آپ نے کوئی پانچ سال بعد سیال شریف عرس مبارک میں بھی شمولیت فرمائی اور ادھر ضلع جھنگ میں لانگ شمالی کے مقام پر برادر طریقت میاں محمد سلیمان کی دعوت بھی منظور فرمائی جن کے ہاں حکیم میاں عبدالعزیز، صوفی محمد طفیل، صوفی خضر حیات اور انکے ساتھ قرب وجوار کے ہزاروں اور پیر بھائی شرف قدموسی سے فیضیاب ہوئے۔ لوگ حضور کی زیارت کے لئے ترس رہے تھے۔ اسلئے انبوہ در انبوہ حاضر ہوتے رہے۔ واپسی پر آپ سرگودھا اور شاہ پور بھی تشریف لے گئے۔ اگرچہ راقم سطور کی بے خبری اظہر من الشمس ہے۔ پھر بھی یہ عرض کردینا ضروری ہے کہ حضور کا موجودہ مقام جمال اور جلال کا مرقع ہے۔ یہ وہ مقام ہے جس پر اغواث واقطاب فائز ہوتے ہیں اور کون ومکاں کی باگ ڈور ان کے حوالے کردی جاتی ہے۔ اس وقت وہ جو کچھ چاہتے ہیں ہوجاتا ہے۔ دکھائی کہیں دیتے ہیں اور موجود کہیں ہوتے ہیں۔ اسوقت ان کی ذات ایک سربستہ راز بن جاتی ہے۔ ناقص لوگ تو بجائے خود، کامل بھی بصد ادب واحترام ان کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں اور کسب فیض کرتے ہیں ان کے اشارہ ابرو سے امور مملکت طے پارہے ہوتے ہیں اور دنیا کے مختلف گوشوں میں انہی کے فرامین کی تعمیل ہورہی ہوتی ہے۔ وہ اپنی ذات سے فنا ہوچکے ہوتے ہیں اور کسی کی ذات سے بقا کی خلعت فاخرہ حاصل کرچکے ہوتے ہیں۔ دنیا ان کا ظاہر ہوتی ہے اور وہ دنیا کا باطن ان کی زبان سے نکلے ہوئے کلمات اگرچہ مفتاح حقیقت ہوتے ہیں۔ لیکن دراصل وہ ان جواہر آبدار کی مانند ہوتے ہیں جنہیں جوش امواج کنارے پر پھینک دیتا ہے اور ہر شخص جانتا ہے کہ سمندر کی گہرائیوں اور

Marfat.com

وسعتوں تک کسی کی نظر نہیں پہنچ سکتی کسی کو کیا معلوم کہ ایسے لوگ دنیائے آب وگل میں لامکاں کے رازدار بنکر موجود ہوتے ہیں اور لامکاں کے حقائق کے متعلق ہی قرآن مجید میں کہا گیا ہے:۔

هو الاول والاخر والظاهر والباطن ط

ہماری دلی دعا ہے کہ حضور بایں آن بان تادیر اس دنیائے آب وگل میں ان ظاہری آنکھوں کو نظر آتے رہیں اور حضور از راہ ذرہ پروری وکرم گستری اپنے تصرفاتِ باطنی سے اپنے غلاموں کے دلوں کی زمیں کو ہمپایہ عرش بریں بنا کر وہ روحانی مسرت حاصل کرتے رہیں جس کی تمنا ہمیشہ آپ کے دل میں رہی ہے۔

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

خاندانی حالات

محبوب سبحانی خواجہ حضرت پیر حیدر علی شاہ قدس سرہ العزیز کی اولاد کے لئے سربلندی اور خوش حالی روز ازل کو لکھ دی گئی تھی لیکن ان کے اقبال میں جو حصہ حضرت ابوالبرکات مدظلہ العالی کا ہے وہ لاریب اپنی نظیر آپ ہے۔ ادھر اُدھر سجادہ نشیں بزرگ اپنے بھائیوں سے بالکل قطع تعلق کر لیا کرتے ہیں اور بعض اوقات اس قدر خود غرضی کا اظہار کرتے ہیں کہ مقدمہ بازی تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور پھر یہی بات خاندان کے زوال کا موجب بنتی ہے۔ مگر جب حضور نے بڑی بے نفسی سے زندگی بھر تمام ملت اسلامیہ کو عروج سے آشنا کرنے کیلئے جہاد کیا ہے آپ اپنے خاندان کے ترفع سے کس طرح غافل رہ سکتے تھے۔ ابھی آپ سجادہ نشیں نہیں ہوئے تھے کہ اپنے جان سے عزیز برادر خورد کے مستقبل کو تابناک بنانے کیلئے کوشاں ہو گئے قبلہ ثانی رحمۃ اللہ علیہ صاحب کی خدمت میں باصرار عرض کر کے حضور نے اپنے چھوٹے بھائیوں کو انگریزی تعلیم دلانے کیلئے انتظامات کئے۔ آپ کا خیال مبارک تھا کہ تمام صاحبزادگانِ والاتبار نہ صرف یہ کہ خود کفیل ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس قدر مقتدر بن جائیں کہ ان کی وجہ سے پیر بھائیوں کو بالخصوص اور باقی مسلمانوں کو بالعموم فوائد کثیرہ حاصل ہوں۔ سجادہ نشین ہونے کے بعد آپ نے اپنے خاندان کی بہبودی کی طرف پوری توجہ دی۔ اپنے برادران گرامی کے مستقبل کو سنوارنے کے لئے کھلے دل سے خرچ کیا۔ ہر معاملہ میں ان کے عزت واحترام کو ملحوظ رکھا۔ پرورش، تعلیم، تربیت، روزگار، مناکحت، الغرض ہر موقع پر ان کی شاہزادگی کو قائم اور برقرار رکھنے کے لئے بڑے اہتمام سے کام لیا۔ یہ تمام واقعات ہر ایک کی نظروں کے سامنے گزرے ہیں۔ ہر ایک جانتا ہے کہ کس طرح حضور کی توجہات کی بدولت حضور کا خاندان عالیہ روز بروز ترقی کرتا چلا گیا۔

Marfat.com

قبلہ جناب محمد مہر صاحب اطال اللہ عمرہ ودام اللہ برکاتہ بڑے معاملہ فہم، باتدبیر اور بلند اقبال ہیں
ن انہوں نے جس طرح الیکشن کے بڑے بڑے معرکے جیتے، سیاسی لحاظ سے جس طرح ان
ی پشت پناہی ہوئی اور ان کے وقار میں بفضلہٖ تعالیٰ جس طرح سرعت رفتار سے اضافہ ہوتا چلا
یا، مبالغہ آرائی نہیں ہوگی اگر یہ کہا جائے کہ یہ سب کچھ حضرت امیر حزب اللہ کی خاموش مسلسل
ساعی کا نتیجہ تھا۔ حضور کی ڈاک منشی محمد عالم صاحب محرر لنگر شریف کے پاس محفوظ ہے۔ حضور کے
پنے مبارک ہاتھوں سے تحریر شدہ مراسلے ہیں ۴ر نومبر ۱۹۵۴ء کو مقام دورہ سے آپ لکھتے ہیں:۔

واقعی مقابلہ سخت ہے اور سارے مخالفین نے ایکا کر کے عزیز القدر نواب صاحب کو شکست دینے کی ٹھان لی ہے۔ مگر قرآنی فرمان کے مطابق وما النصر الا من عند اللہ فتح وشکست خداوند کریم کے اختیار میں ہے۔ اپنی طرف سے پوری کوشش جاری رہنی چاہیے۔

ی طرح ۲۹ر نومبر ۱۹۵۴ء کے مراسلہ میں فرماتے ہیں:۔

جس صورت حال میں مقابلہ ٹھن گیا ہے۔ اب مکمل کوشش ہونی چاہیے جبکہ عزت و آبرو کا سوال پیدا ہو گیا ہے۔

ی مراسلہ میں حضور نے منشی محمد عالم کو وفود بھیجنے کا حکم دیا ہے اور ہدایت کی ہے کہ ان میں معتبر،
ثر اور رعب دار لوگوں کو شامل کیا جائے۔ کیونکہ جتنے با اثر لوگ ہونگے اتنا ہی وفد کامیاب رہے
۔ صاحبزادہ سید کرم شاہ صاحب صاحبزادہ سید محمود شاہ صاحب اور دوسری والدہ سے اپنے
ریں بھائی صاحبزادہ سید احسان الحق صاحب کے تمام معاملات میں بھی حضور نے اسی
فقت ومحبت، خلوص وہمدردی اور مسلسل اور متواتر توجہات خصوصی سے کام لیا۔
جب چھوٹے صاحبزادگان کی باری آئی تو آپ نے صلہ رحمی، کنبہ پروری اور اقربا نوازی
انہی پاکیزہ اور درخشاں روایات کو قائم رکھا اور اسی بات کا ثمرہ ہے کہ حضور کا خاندان خدا کے
ل وکرم سے پاکستان کا ایک نہایت ہی مقتدر خاندان شمار ہوتا ہے اور حالات نے جو خوشگوار
اختیار کیا ہوا ہے اس سے خاص معجز نمائی کی امید بھی دلوں میں پیدا ہو چکی ہے۔

وما ذالک علی اللہ بعزیز

الت بھی حضور کے خاندان کا اقتدار پیر بھائیوں اور دیگر مسلمانوں کیلئے فیوض و برکات کا
ب بنا ہوا ہے اور انشاء اللہ آئندہ بھی اسلام اور مسلمانوں کو اس سے بے انتہا فوائد حاصل
گے یہاں ان الفاظ کا اضافہ کر دینا بھی مناسب رہے گا کہ ایک بار راجہ غضنفر علی خاں صاحب

Marfat.com

نے حزب اللہ کے سالانہ جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے تسلیم کیا تھا ان کی حیرت انگیز ترقی اور حکومت کے ممتاز عہدوں پر فائز المرامی بھی حضرت امیر حزب اللہ کی توجہات ظاہری و باطنی کا نتیجہ ہے۔ واقعی جس طرح حضور امت مسلمہ کے لئے آیۂ رحمت ثابت ہوئے ہیں۔ اپنے خاندان کے لئے بھی بے انتہا یمن و برکت کا موجب بنے ہیں۔

حضور کے برادران گرامی

نواب سید محمد مہر شاہ صاحب

آپ کی ولادت ۲۵ رشعبان ۱۳۱۴ھ مطابق ۲۹ رجنوری ۱۸۹۷ء شنبہ کے دن ہوئی۔ آپ نے عربی کی صرف ونحو اور فارسی سکندر نامہ تک پڑھی۔ تعلیم کی طرف زیادہ رجحان نہیں تھا۔ مگر آپ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے محبوب تھے۔ اس لئے تعلیم کی کمی توجہات باطنی نے پوری کردی۔ مبدء فیاض نے آپ کو معاملہ فہمی، حسن تدبیر، دور بینی اور دور اندیشی، جواں ہمتی اور عالی ظرفی کی صفاتِ عالیہ اس اندازہ کی عطا فرمائی ہیں کہ انسان دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے۔ ہم نے بڑے بڑے زیرک اور چوٹی کے سیاست دانوں کو آپ کے سامنے دم بخود پایا ہے۔ آپ بڑے وجیہہ اور حسین ہیں۔ اسکے علاوہ اعلیٰ درجہ کے خوش پوش بھی ہیں۔ اچکن پہن رکھی ہو اور طرہ دار پگڑی زیب سر ہو تو آپ یوسف ثانی نظر آتے ہیں۔ اب عمر ۶۶ رسال ہے مگر پھر بھی حسن اور وجاہت بے نظیر ہے۔ رعب داب اور ہیبت جلال آپ کے بشرہ سے نمایاں ہیں۔ آپ قوی ہیکل اور شہ زور بھی ہیں۔

امور سیاست میں مہارت رکھنے کی وجہ سے عین عالم جوانی میں آپ ممتاز اور سر برآوردہ اکابر میں شمار ہونے لگ گئے۔ الیکشن کے آپ نے بڑے ہنگامہ آرا معرکے جیتے ہیں۔ کونسل آف سٹیٹ، برطانوی ہند کی مرکزی اسمبلی، پنجاب کونسل اور بعد میں پنجاب اسمبلی کے آپ سالہا سال تک ممبر رہے۔ انگریزی زبان میں آپ کو چنداں دسترس حاصل نہیں تھی۔ لیکن آپ کی انگریز دانی میں کوئی شک نہیں۔ گورنمنٹ برطانیہ نے نواب اور سر کے خطاب آپ کی خدمت میں پیش کئے جو ۱۹۴۶ء میں مسلم لیگ کے راست اقدام کی تحریک شروع کرنے پر آپ نے ترک کردئے تھے۔ البتہ حضرت اعلیٰ خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے بچپنے میں آپ کو نواب کے پُر افتخار لقب سے ملقب فرمایا تھا۔ اس لئے اب بھی آپ نواب صاحب کہلاتے ہیں۔ ۱۹۳۱ء میں آپ مسلمانوں کے مندوب کی حیثیت سے گول میز کانفرنس میں بھی بمقام لندن شریک ہوئے

Marfat.com

ہر مرحلہ پر آپ نے مسلمانوں کی بیش بہا خدمات انجام دی ہیں۔ پیر بھائیوں پر بھی آپ بڑی شفقت کا اظہار فرمایا کرتے ہیں۔ آپ بے حد بلند اقبال ہیں۔ آپ نے یورپ اور امریکہ کی سیاحت بھی کی ہے۔

آپ کی پہلی شادی سید گلاب شاہ صاحب مرحوم کی صاحبزادی سے ہوئی جن سے دو صاحبزادے متولد ہوئے۔

۱۔ سید مسعود احمد صاحب آپ بی۔اے تک تعلیم یافتہ ہیں۔ اپنے والد ماجد کی طرح زیرک اور معاملہ فہم ہیں۔ آپ صوبائی حکومت میں ڈپٹی سیکرٹری کے عہدہ سے پینشن پر آئے۔ آج کل زمینداری اور کاروبار میں بڑی کامیابی سے حصہ لے رہے ہیں آپ کی شادی اپنے مرحوم چچا سید محمود شاہ صاحب پوسٹ ماسٹر جنرل کے گھر ہوئی تھی۔ آپ کے صاحبزادگان حصول تعلیم میں مصروف ہیں۔

۲. سید مظہر الحق صاحب. بی۔اے پاس کرنے کے بعد آپ محکمہ ایکسائز میں سپرنٹنڈنٹ رہے۔ ۱۹۵۸ء میں حرکت قلب بند ہونے سے آپ وفات پا گئے۔ آپ کی شادی سید محمود شاہ صاحب کی دوسری صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ مرحوم کی یادگار دو صاحبزادے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں عمر خضر اور بخت سکندر عطا فرمائیں۔ آمین نواب صاحب قبلہ کا دوسرا عقد لاہور کے تاریخی فقیر گھرانہ میں فقیر جلال الدین کی دختر نیک اختر سے ہوا۔ اس نکاح سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مندرجہ ذیل صاحبزادے عطا فرمائے:

۱. سید مقبول احمد. وجیہہ نوجوان ہیں. بی۔اے تک تعلیم ہے ملازمت نہیں کی۔ کاروبار سے سروکار رکھتے ہیں۔ تعلقات بڑے وسیع ہیں۔ انشاء اللہ معاملہ فہمی اور جواں ہمتی کے باعث سیاست میں اپنے ممتاز والد بزرگوار کے جانشیں ثابت ہوں گے۔

۲. سید افتخار احمد بی۔ایس۔سی انجنیئرنگ پاس کرنے کے بعد ایگزیکٹو انجنیئر ہوئے آجکل کینیڈا میں انجنیئر ہیں۔ بڑے ہونہار اور نیک سیرت نوجواں ہیں۔

۳. سید آفتاب احمد۔ نیوی میں کمیشن ملا تھا مگر مستعفی ہو گئے۔ آج کل زمینداری اور کاروبار میں منہمک ہیں۔ فقیر منش نوجواں ہیں۔ فقر سے لگاؤ ہے۔ فطرت بڑی صالح پائی ہے اپنے تایا جان قبلہ امیر حزب اللہ سے بیعت کرنے کے بعد داڑھی بھی رکھ لی ہے۔ اور صوم وصلوٰۃ کے سختی سے پابند ہیں۔

۴. سید مختار احمد۔ آپ بنگال میں ایک کمپنی کے ممتاز افسر ہیں۔

Marfat.com

۵. سید ظفر حیدر۔ محنتی اور ذہین نوجوان ہیں۔ ایم. بی. بی. ایس کے طالبعلم ہیں۔ تعلیم میں کامیابی کے ساتھ فراغت کے بعد آج کل میو ہسپتال میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

نواب صاحب قبلہ زمینداری جدید طریقوں سے کراتے ہیں نسل کشی کے لئے اعلیٰ درجے کے گھوڑے پالتے ہیں۔ جن کے بچے ہزاروں روپے میں فروخت ہوتے ہیں۔ ان کا اصطبل آغا خان کے اصطبل کے ہم پلہ ہے۔ آپ گائے، بیل، بھینس، بھیڑیں، بکریاں بھی اعلیٰ نسل کی پالتے ہیں۔ جاہ وجلال، دولت وثروت اور اولاد کے لحاظ سے خوش نصیب ہونے کے علاوہ قبلہ نواب صاحب مستجاب الدعوات بھی ہیں۔ کئی پیر بھائیوں کے حق میں حضور کی دعائے خیر اکسیر ثابت ہوئی ہے۔ حضرت امیر حزب اللہ سے آپ کو بڑی محبت ہے اور جس طرح آپ نے اپنے برادر بزرگ کا احترام دل وجان سے قائم رکھا ہے اور حضور سے عملاً اور قولاً ہمیشہ اظہار وفاداری کیا ہے یہ ایک قابل تقلید مثال ہے۔ اپنے تمام افرادِ خاندان کے ساتھ آپ بڑی شفقت سے پیش آتے ہیں۔

سید محمد کرم شاہ صاحب

حضرت امیر حزب اللہ کے دوسرے برادر خورد تھے۔ آپ ۲۴ ی الثانی ۱۳۱۹ھ مطابق ۳۰ را کتوبر ۱۹۰۱ء بروز شنبہ پیدا ہوئے۔ مذہبی تعلیم گھر پر پانے ے: ے سکول اور کالج میں انگریزی تعلیم حاصل کی۔ پنجاب سول سروس میں ایکسٹرا اسسٹ مشنر کی حیثیت سے ملازم ہوئے اور ترقی کر کے ڈپٹی کمشنر کے عہدۂ جلیلہ پر فائز ہوئے۔ جس دلیری جرأت اور مردانگی سے آپ نے ملازمت کی یہ آپ ہی کا حصہ ہے آپ کی شادی راجہ محمد اکبر خان ممبر پنجاب کونسل کی صاحبزادی سے ہوئی۔ آپ کے سات صاحبزادگان ہیں۔ آپ کے فرزند اکبر سید اعجاز حیدر جلالپور شریف رہتے ہیں۔ اور زمینداری کرتے ہیں۔ آپکے ایک فرزند سید مشتاق حید تھانیدار ہیں۔ سید اقبال حسین انگلستان میں کاروبار کرتے ہیں۔ اور دو فرزند کینیڈا میں آباد ہو چکے ہیں۔ سید محمد کرم شاہ صاحب یکم فروری ۱۹۶۳ء کو بمقام جہلم حرکت قلب بند ہونے سے فوت ہو گئے اور حضرت امیر حزب اللہ اور آپ کے سارے خاندان کو سخت صدمہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت فرمادیں۔ آمین

سید محمود شاہ صاحب

آپ حضرت امیر حزب اللہ کے تیسرے برادر خورد تھے۔ ولادت ربیع الاول ۱۳۲۱ مطابق ۱۳ جون ۱۹۰۳ء بروز شنبہ ہوئی۔ گورنمنٹ کالج لاہور سے فارغ التحصیل ہونے

Marfat.com

آپ بطور سپرنٹنڈنٹ ڈاکخانہ جات ملازم ہوئے اور ترقی کرتے کرتے پوسٹ ماسٹر جنرل کے جلیل القدر عہدہ پر پہنچے۔ مگر افسوس ہے کہ جب آپ کے عروج کا زمانہ تھا آپ ۱۹۵۶ء میں بعارضہ قلب وفات پا گئے۔ آپ نہایت ہی دور اندیش، حلیم الطبع اور شفیق بزرگ تھے۔ حضرت امیر حزب اللہ کو آپ سے بیحد محبت تھی۔ اور آپ بھی حضور کا احترام دل و جان سے کرتے تھے۔ آپ کے اکلوتے بیٹے سید امجد حسین شاہ ہیں جو بی۔ ایس سی انجینئرنگ پاس کرنے کے بعد ایکز یکٹو انجینئر بنے۔ آجکل انجینئرنگ کی مزید تعلیم حاصل کرنے کیلئے آسٹریلیا گئے ہوئے ہیں۔ بڑے خوبصورت اور قابل نوجوان ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں عمر دراز عطا فرمائیں۔ آمین

سید محمد احسان الحق صاحب

آپ دوسری والدہ سے حضرت امیر حزب اللہ کے پانچویں بھائی ہیں۔ آپ کا سن ولادت 1915 عیسوی ہے۔ بی۔ اے پاس کرنے کے بعد آپ محکمہ ایکسائز میں ملازم ہوئے۔ آج کل کراچی میں اسسٹنٹ کلکٹر ہیں۔

حضرت امیر حزب اللہ کے مایۂ ناز ماموں صاحب

راجہ غضنفر علی خان مرحوم حضور کے سگے ماموں تھے۔ آپ راجہ سیف علی خان جاگیردار پنڈ دادنخان کے گھر ۱۸۹۴ء کو پیدا ہوئے۔ میٹرک تک تعلیم اپنے وطن میں پائی۔ بی۔ اے گورنمنٹ کالج لاہور سے پاس کیا۔ آپ کے نامور ہم جماعتوں اور دوستوں میں سے سید احمد شاہ بخاری تھے۔ جو بعد میں اسی کالج کے پرنسپل بنے۔ اور انگریزی زبان میں مہارت تامہ رکھنے کی بنا پر تحریر اور تقریر میں وہ نام پیدا کیا کہ انجمن اقوام متحدہ کے سیکرٹری ہوئے۔ راجہ صاحب نے۔ بی اے کے بعد لاکالج میں داخلہ لیا۔ لیکن قانون کی تعلیم کو مکمل نہ کر سکے ۱۹۲۳ء میں آپ مرکزی قانون ساز اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ اور وہاں قائداعظم علی جناح کی آزاد پارٹی میں شامل ہو گئے۔ مسٹر جناح ان کے جوش خطابت اور درد قومی سے ایسے متاثر ہوئے کہ انہیں اپنا دست راست اور معتمد بنالیا۔ ریاست الور میں مسلمانوں کو شکایات پیدا ہوئیں تو انہیں مطمئن کرنے کیلئے مہاراجہ الور نے راجہ صاحب کو اپنے وزراء میں شامل کر لیا۔ جہاں آپ ۱۹۲۸ء سے ۱۹۲۹ء تک رہے۔ ۱۹۳۰ء سے ۱۹۳۶ء تک آپ کونسل آف سٹیٹ کے رکن رہے۔ وہاں بھی درد قومی کی بنا پر آپ نے بڑی گرم گرم تقریریں کیں۔ تحریک حزب اللہ ۱۹۲۷ء میں شروع ہوئی تھی۔ ابتداً ہی راجہ صاحب اس میں شامل ہوگئے۔ یہ ان کے دل کی آواز تھی۔ ہم نے حزب اللہ کے سالانہ جلسوں میں انکی تقریریں سنی ہیں۔ وہ آج بھی ہمارے کانوں میں گونج رہی ہیں۔

Marfat.com

۱۹۳۵ء میں جب انڈیا ایکٹ نافذ ہوا تو راجہ صاحب پنجاب اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ اور سردار سکندر حیات خان مرحوم نے انہیں اپنا پارلیمنٹری سیکرٹری منتخب کیا۔ قابل ذکر امر ہے کہ ان دنوں پنجاب اسمبلی میں وہ واحد مسلم لیگی ممبر تھے۔ سردار سکندر حیات کی وفات پر خضر حیات خان ٹوانہ پنجاب کے وزیر اعظم بنے۔ راجہ صاحب بدستور اسی عہدہ پر فائز رہے مگر اب ان کے جوہر کھلنے کا وقت آ چکا تھا۔ خضر حیات ٹوانہ کو قومی اور ملی امنگوں سے قطعاً کوئی ہمدردی نہ تھی۔ وہ صرف انگریز پرست تھے۔ اس لئے راجہ صاحب نے جس جرأت اور بے باکی سے خضر حیات ٹوانہ اور ان کی یونینسٹ پارٹی کو بے نقاب کیا وہ ایک بڑی حریت پرور داستان ہے۔ اس وقت سے راجہ صاحب قوم کے عظیم راہنماؤں میں شامل ہو گئے ۱۹۴۰ء میں قرارداد پاکستان منظور ہوئی تھی اور مسلم لیگ نے حضرت قائداعظم کی قیادت میں اپنے نصب العین کے حصول کے لئے جدوجہد شروع کر دی تھی۔ راجہ صاحب قائداعظم کے رازدانوں میں سے تھے۔ انہوں نے اپنی ذہانت، بذلہ سنجی، خطابت، خلوص اور دردمندی سے پنجاب کے عوام کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ لوگ ہر مقام پر جوق در جوق آپکی تقاریر سننے کیلئے پہنچ جاتے تھے۔ خضر حیات ٹوانہ اور برطانوی راج کی گرفت پنجاب میں بڑی حد تک آپ کی پرجوش تقاریر کی وجہ سے ختم ہوئی۔ آپ نے کاروان آزادی کی رہنمائی کی۔ جنگ آزادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ تحریکِ خلافت میں بھی آپ مجاہد کی حیثیت سے لڑتے رہے۔ نظریہ پاکستان پر آپ کا ایمان تھا۔ حضرت امیر حزب اللہ کی طرح برصغیر میں مسلمانوں کی آزادی کی خاطر لڑنے والے آپ ایک عظیم مجاہد ثابت ہوئے۔

۱۹۴۶ء میں جب ہندوستان میں عبوری حکومت بنی تو قائداعظم نے مسلم لیگ کی طرف سے جن بااعتماد رفقاء کے نام پیش کیے۔ ان میں راجہ صاحب بھی شامل تھے۔ آپ کو صحت و خوراک اور زراعت کا قلمدان سپرد کیا گیا۔ انہی ایام میں کانگریس اور خان عبدالغفار خان کے اصرار پر سابق صوبہ سرحد میں رائے شماری ہوئی اور راجہ صاحب نے نظریہ پاکستان کی حمایت میں بڑا کام کیا۔ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان بنا اور آپ کو ملک کی پہلی کابینہ میں لے لیا گیا۔ اگست ۱۹۴۸ء میں آپ کو ایران کا سفیر مقرر کیا گیا۔ جہاں آپ جنوری ۱۹۵۲ء تک رہے۔ ملت ایران کے ساتھ ہمارے مخلصانہ اور برادرانہ روابط پیدا کرنے میں نمایاں حصہ راجہ صاحب کا ہے آپ کچھ عرصہ ترکی میں بھی سفیر رہے پھر آپ بھارت میں پاکستان ہائی کمشنر مقرر ہوئے۔ وہاں آپ نے جو خدمات انجام دیں انہیں بھلایا نہیں جا سکتا۔ جنوبی ہند کے ہندو اور مشرقی پنجاب اور دہلی کے سکھ آپ کی شخصیت سے خاص طور پر متاثر تھے۔ ۱۹۵۶ء تک آپ وہاں رہے اور کوئی

Marfat.com

ایک سال تک اٹلی میں بھی آپ سفارت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ جہاں پوپ سے آپ نے سے آپ نے خاص راوبط قائم کئے۔ غیر ممالک میں وسیع النظری اور فراخدلی کے باعث انکا بیحد احترام کیا جاتا تھا۔ اس طرح آپ بین الاقوامی شہرت کے مالک بن گئے آپ جس ملک میں جاتے تھے۔ عوام اور خواص آپ کے مداح بن جاتے تھے۔ تمام سے گھل مل جانا آپ کے لئے معمولی بات تھی۔ چین کے ساتھ اتحاد کے آپ اولین حامی تھے۔ چنانچہ پاک چین سوسائٹی کے آپ صدر تھے۔ آپ نے آخری تقریر ۱۶ اپریل ۱۹۶۳ء ای ءکو سکھ یاتریوں کے سامنے ارشاد فرمائی جس میں آپ نے صدر مملکت فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کو سکھوں کے لئے لاہور کا گوردوارہ واگذار کرنے پر مبارک باد کہی۔

۱۷ اپریل ۱۹۶۳ء کو آپ نے اپنی کوٹھی واقع گلبرگ لاہور میں نماز عصر ادا کی اور جائے نماز پر تسبیح لے کر بیٹھ گئے۔ وہیں دل کا دورہ پڑا اور حرکت قلب بند ہونے سے جان بحق ہو گئے۔

ان للہ وانا الیہ راجعون

آپ کی اچانک رحلت سے ملک کے سیاسی، سماجی اور معاشرتی حلقوں میں غم والم کی لہر دوڑ گئی۔ رحلت کی خبر سنتے ہی انکی کوٹھی پر سوگواروں کا بہت بڑا ہجوم ہو گیا۔ مرحوم کے آخری دیدار کیلئے جو لوگ سب سے پہلے پہنچے۔ ان میں سپریم کورٹ کے مسٹر جسٹس ایس۔ اے رحمان، پاکستان کے ریٹائرڈ چیف جسٹس عبدالرشید، میاں ممتاز محمد خان دولتانہ اور امریکی قونصل جنرل شامل تھے۔ آپ کو اپنے آبائی گاؤں پنڈ دادنخان میں اپنے جداعلی دادنخان کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ تجہیز و تکفین اور فاتحہ خانی کے مراسم نواب محمد مہر شاہ صاحب نے ادا کئے۔ آپ کی اپنی اولاد کوئی نہیں تھی۔ قیام پاکستان کے وقت مہاجر کیمپ سے تین لاوارث بچیاں لے کر اپنی بچیوں کی طرح آپ نے ان کی پرورش کی تھی۔ اور دو کی شادی، کے فرائض سے بھی عہدہ برآ ہو چکے تھے۔ صدر مملکت فیلڈ مارشل محمد ایوب خان نے نواب محمد مہر شاہ صاحب کو راجہ صاحب کی وفات پر پیغام تعزیت بھیجا۔ قائد کشمیر چوہدری غلام عباس، مسلم لیگی رہنما چوہدری خلیق الزمان اور دیگر اکابرین نے بھی تعزیتی پیغامات بھیجے۔ اخبار ورسائل نے آپ کے حالات زندگی جلی عنوانات سے شائع کئے۔ اور آپ کی ملکی اور ملی خدمات کو سراہا۔ قومی اسمبلی نے آپ کی وفات پر قرارداد تعزیت پاس کی اور فاتحہ خوانی کے بعد آپ کے احترام کے طور پر ایک منٹ تک خاموشی اختیار کی۔ شہروں میں جا بجا تعزیتی جلسے منعقد ہوئے۔ پاکستانی ملت نے متفقہ طور پر آپ کو رنگارنگ شخصیت قائد اعظم کا معتمد ساتھی، جنگ آزادی کا نڈر سپاہی، ایک عظیم محب وطن اور پاکستان کا بہت بڑا

Marfat.com

مدبر اور سیاست دان قرار دے کر زبردست خراج عقیدت پیش کیا اور کہا کہ آپ کی وفات قوم کے لئے ایک عظیم سانحہ ہے۔ جس کی تلافی ناممکن ہے۔ اخبارات نے لکھا کہ راجہ غضنفر علی خان جیسی شخصیتیں طویل سالوں کے بعد پیدا ہوتی ہیں۔ آپ پاکستان کے مایہ ناز سپوت تھے۔ اور آپ کی حب الوطنی ہمیشہ یادگار اور مشعل راہ رہے گی۔ راجہ صاحب[1] مرحوم دار آخرت سے بجا طور پر نوجوان ملت کو پکار کر کہہ سکتے ہیں:۔

زیارت گاہ اہل عزم و ہمت ہے لحد میری
کہ خاکِ راہ کو بخشا ہے میں نے ذوق الوندی

اولادِ امجاد حضرت امیر حزب اللہ

جیسا کہ ذکرِ حبیب میں درج ہے کہ حضور کا پہلا عقد سید نواب شاہ صاحب کی صاحبزادی سے ہوا جو حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے داماد اور بھانجے تھے۔ صاحبزادی صاحبہ جلد انتقال فرما گئیں۔ آپ کا دوسرا نکاح مکاں شریف میں حضرت حاجی میر آلِ رسول صاحب کی صاحبزادی سے اپریل ۱۹۱۷ء میں ہوا۔ آپ عربی سے واقف تھیں اور فارسی میں خاص کمال رکھتی تھیں۔ آپ بھی ۱۲ شعبان ۱۳۴۰ء (مطابق ۱۹۲۲ء) کو وفات پا گئیں۔ آپ کے صاحبزادگان والا تبار حسبِ ذیل ہیں:۔

۱۔ سید برکات احمد

آپ کی ولادت ۲۱ ربیع الثانی ۱۳۳۶ھ مطابق ۴ فروری ۱۹۱۸ء بروز دوشنبہ ہوئی۔ آپ حضرت امیر حزب اللہ کے فرزند اکبر اور ولی عہد ہیں۔ صفات عالیہ اور کمالات باہرہ کے مالک ہیں۔ حضور نے آپ کو ۱۹۵۸ء میں خلافت عطا فرمائی۔ مفصل حالات خلفاءِ مجاز کے سلسلہ میں بیان کیے گئے ہیں۔

۲۔ سید حسنات احمد

ولادت ۲۵ شوال ۱۳۳۷ھ مطابق ۲۴ جولائی ۱۹۱۹ء یوم پنجشنبہ کو ہوئی۔ آپ کی تعلیم بی۔ اے تک ہے۔ حضور کے لاڈلے فرزند ہیں۔ ہم نے ہمیشہ حضور کو صاحبزادہ صاحب کی ناز برداری کرتے دیکھا ہے۔ ابتداء میں فوج میں کپتان کی حیثیت سے ملازم تھے۔ بعد میں سول

---

[1] راجہ صاحب نے اپنے حالات زندگی نور احمد صاحب ڈائرکٹر محکمہ اطلاعات کو قلمبند کرائے تھے۔ جو "مارشل لاء سے مارشل لاء تک" کے عنوان سے اخبار "مشرق" راولپنڈی میں بالاقساط چھپ رہے ہیں۔ اس میں جلیانوالہ باغ امرتسر کے سانحہ سے لے کر فیلڈ مارشل محمد ایوب خان صدر پاکستان کے برسر اقتدار آنے تک کے واقعات ہیں۔

Marfat.com

سروس میں آ گئے آج کل ڈپٹی کمشنر کے عہدہ پر فائز ہیں۔آپ بڑے جواں ہمت اور اولوالعزم ہیں۔وجاہت، عقل و فراست اور اصابت رائے۔کے اعتبار سے اپنے عالی شان خاندان کی روایات کو آپ نے بڑی عمدگی سے قائم رکھا ہے۔آپ جس قابلیت، احساس فرض اور دیانتداری کیساتھ اپنی محکمانہ ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو رہے ہیں اور بالائی حلقوں میں آپ کی احسن کارکردگی اور اعلیٰ انتظامی صلاحیتوں کے متعلق جو رائے قائم ہو چکی ہے۔اس کی بنا پر بفضلہٖ تعالیٰ امید ہے کہ آپ کا مستقبل اور بھی زیادہ درخشاں ہوگا۔پیر بھائیوں سے آپ کا خاص انس ہے۔

آپ کی شادی نواب محمد مہر شاہ کی صاحبزادی سے ہوئی۔آپ کے صاحبزادگان کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں۔جو ماشاء اللہ اب جوان ہو رہے ہیں۔اور بڑے شوق سے حصول تعلیم میں مشغول ہیں۔

۱۔سید فاروق حسنات۔تاریخ ولادت ۲۸/جنوری ۱۹۴۶ء۔ایف سی کالج لاہور میں تعلیم پا رہے ہیں اور بارہویں جماعت میں پڑھتے ہیں۔

۲۔سید انوار حسنات۔تاریخ ولادت ۱۱۰ اکتوبر ۱۹۴۸ء۔آپ پبلک ہائی سکول سیالکوٹ چھاؤنی میں جماعت دہم کے طالب علم ہیں۔

۳۔سید سہیل حسنات۔تاریخ ولادت ۱۵/جنوری ۱۹۵۰ء۔آپ بھی پبلک ہائی سکول سیالکوٹ چھاؤنی میں تعلیم پاتے ہیں۔اور جماعت ہشتم کے طالب علم ہیں۔

۴۔سید لمعات احمد

حضرت امیر حزب اللہ کے تیسرے فرزند ہیں۔۲۱/رجب ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۱/مارچ ۱۹۲۲ء بروز سہ شنبہ پیدا ہوئے۔آپ کو بچپنے سے علم سائنس کی طرف رغبت تھی۔اسی فطری میلان کی بنا پر آپ نے ایم بی بی ایس تک تعلیم پائی۔اور پھر فوج میں ملازم ہو گئے اور میجر کے عہدہ پر فائز ہوئے اپنی جدی نسبت کی بنا پر فوج میں آپ میجر بخاری کہلاتے تھے۔آج کل آپ ایک انگریزی فرم کے چیف میڈیکل آفیسر ہیں۔آپ کا نکاح سید کرم شاہ صاحب ڈپٹی کمشنر کی صاحبزادی سے ہوا۔آپ کے دو صاحبزادگان ہیں:۔

۱۔سید پرویز حیدر۔آپ کی ولادت ۲۰/فروری ۱۹۴۹ء کو ہوئی۔آپ دسویں جماعت کے طالب علم ہیں۔

۲۔سید توقیر حیدر۔آپکی تاریخ پیدائش ۴/مارچ ۱۹۵۱ء ہے۔آپ ساتویں جماعت میں پڑھتے ہیں۔

Marfat.com

قبلہ حضرت امیر حزب اللہ مدظلہ العالی کا تیسرا عقد مکان شریف کے معزز اور محترم خاندانِ سادات میں سید محمد حسین شاہ صاحب کی صاحبزادی سے ہوا تھا۔ سید صاحب عالم جوانی میں راہگرائے عالم بقا ہو گئے تھے۔ صاحبزادی صاحبہ نے گھر پر مختلف علوم میں کافی دستری حاصل کی تھی۔ اس نکاح سے بھی حضور کو اللہ تعالیٰ نے حسب ذیل والا گوہر بلند اقبال صاحبزادے عطا فرمائے:۔

ا۔ سید شفقات احمد

ولادت ۲۱/۲۲ رجنوری ۱۹۲۷ء کی درمیانی شب کو ہوئی۔ بی۔ اے پاس کرنے کے بعد فوج میں آپ کو کمشن ملا جہاں اب آپ کرنل کے عہدہ پر فائز ہیں۔ آپ بڑے خوب صورت، ذہین اور طباع ہیں۔ نہایت نیک سرشت، بلند اخلاق اور عالی ہمت ہیں اور فوج کو آپ کی قیادت پر ناز ہے آپ کے مستقبل کے متعلق دلوں میں انتہا درجہ کی خوش آئند توقعات پیدا ہو چکی ہیں پیر بھائی آپ کی شفقت کے مداح اور معترف ہیں۔ آپ کا عقد سید کرم شاہ صاحب ڈپٹی کمشنر کی دختر بلند اختر سے ہوا۔ آپ کے صاحبزادگان کی تاریخ ہائے پیدائش اور اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:۔

ا۔ سید شاہد نذیر۔ ۸ رنومبر ۱۹۵۴ء۔ آپ حال ہی میں وارد مکتب ہوئے ہیں۔

۲۔ سید مبشر حیدر۔ ۶ جنوری ۱۹۵۸ء۔ آپ کی صغرسنی میں پختہ پختہ باتیں حضرت امیر حزب اللہ کو بہت محضوظ کرتی ہیں۔

۳۔ سید عمران حیدر۔ ۱۴ اکتوبر ۱۹۵۹ء۔ ابھی آپ عشرت آغوش شفقت کے رسیا ہیں۔

۲۔ سید جمیل حیدر

قبلہ حضرت امیر حزب اللہ کے پانچویں فرزند ہیں۔ ۱۵/۱۶ فروری ۱۹۳۰ء کی درمیانی شب کو پیدا ہوئے۔ آپ بھی بڑے ذہین ہیں۔ بی۔ اے پاس کرنے کے بعد ایل۔ ایل۔ بی میں داخل ہوئے ابھی قانون کی تعلیم مکمل نہیں ہوئی تھی کہ فوج میں کمشن مل گیا۔ مگر فوج کی ملازمت پسند نہ آئی اور مستعفی ہو گئے۔ سی۔ ایس۔ پی کا امتحان دیا۔ اعزاز کے ساتھ کامیاب ہوئے اور محکمہ پولیس کیلئے منتخب ہو گئے۔ مگر اس محکمہ کو بھی آپ نے پسند نہ فرمایا۔ آج کل آپ پاکستان کے محکمہ سیر و سیاحت کے ڈپٹی ڈائرکٹر ہیں۔ قابلیت اور خوش اخلاقی کی وجہ سے آپ معروف ہیں۔ درۂ خیبر کو دنیا بھر کے سیاحوں کے لئے کشش اور دلچسپی کا مرکز بنانے کی خاطر ایک شاندار سکیم تیار کی ہے۔ جس پر حکومت پاکستان سنجیدگی سے غور کر رہی ہے۔

Marfat.com

۴۔ سید طارق احمد

آپ حضور کے سب سے چھوٹے لڑکے ہیں۔ آپ کی تاریخ پیدائش ۱۶ر اپریل ۱۹۴۷ء ہے۔ آپ کالج میں تعلیم پا رہے ہیں۔ جبیں مبارک سے رشادت اور فضیلت کے آثار نمایاں ہیں۔

نکاح سوم سے حضور کی تین صاحبزادیاں بھی پیدا ہوئیں۔ بڑی کا عقد سید محمود شاہ صاحب کے اکلوتے فرزند سید امجد حسین صاحب سے ہوا اور حضور کے دو پیارے پیارے نبیرگان سید حامد اور سید عامر ہیں۔ ان سے چھوٹی کا عقد رجوعہ ضلع جھنگ میں سید محمد علی شاہ صاحب سے ہوا۔ جو بہت بڑے زمیندار ہیں اور حضور کے بھانجے ہیں۔

حضور کے خلفائے مجاز

خلیفہ اوّل: سید برکات احمد رحمۃ اللہ علیہ

جیسا کہ پیشتر ازیں ذکر کیا جا چکا ہے۔ آپ حضور کے فرزند اکبر ہیں۔ آپ کی تاریخ ولادت ۲۱ر ربیع الثانی ۱۳۳۶ء مطابق ۴ر فروری ۱۹۱۸ء ہے۔ چونکہ آپ ولی عہد تھے آپکی پیدائش پر لنگر شریف میں بڑی خوشی منائی گئی۔ اس موقع پر صوفی محمد الدین نے جو قصیدہ تہنیت لکھا تھا وہ باب سوم میں درج ہے۔ آپ نے میٹرک تک تعلیم گھر پر پائی۔ نویں اور دسویں جماعت میں راقم آثم آپ کی تعلیمی خدمات انجام دینے پر مامور رہا۔ بی۔ اے گورنمنٹ کالج لاہور سے پاس کیا۔ اس دوران میں عربی اور فارسی کی تعلیم آپ ساتھ ساتھ حاصل کرتے رہے گریجویٹ بننے کے بعد جلالپور شریف میں آپ کی دینی تعلیم کا انتظام ہوا۔ مولوی نجم الدین مرحوم پروفیسر دینیات یونیورسٹی اورنٹیل کالج لاہور آپ کے اتالیق مقرر ہوئے۔ اور آپ نے فقہ، تفسیر، حدیث، منطق، صرف ونحو اور عربی ادب میں نصاب نظامیہ کی تکمیل کی آپ کا ارادہ الازہر یونیورسٹی قاہرہ میں داخلہ لینے کا تھا۔ تمام تیاریاں ہو چکی تھی۔ مگر ۱۹۳۹ء میں جنگ عالمگیر دوم شروع ہو گئی اور مصر نازیوں اور اتحادیوں کی باہمی کشمکش اور نبرد آزمائیوں کا میدان بن گیا۔ اس لئے آپ کا یہ مبارک ارادہ پایۂ تکمیل تک نہ پہنچ سکا۔ اور بے کاری کو ناپسند کرتے ہوئے آپ حکومت ہند کے محکمہ خوراک میں ڈپٹی ڈائریکٹر ہو گئے۔

جوہر قابل جہاں بھی ہوتا ہے اپنی آب وتاب دکھاتا ہے۔ محکمہ خوراک میں آپ نے بے نظیر محنت، مستعدی، فرض شناسی، دیانتداری اور بالغ نظری سے اپنے فرائض منصبی کو انجام دیا۔ اور بہت جلد آپ ڈائریکٹر بن گئے۔ پاکستان بنا تو اسی حیثیت سے آپ مرکزی حکومت کے محکمہ

Marfat.com

خوراک میں شامل ہو گئے اور اندرون ملک اور بیرونی دنیا سے حکومت پاکستان رسد اور خوراک کے سلسلہ میں جو کچھ خرید و فروخت کرتی رہی وہ آپ کے ہاتھوں ہوتا رہا۔ اس سلسلہ میں آپ کو مختلف ممالک میں آنے جانے کا اتفاق ہوا۔ مرکزی حکومت میں آپ کی دیانت و امانت، راستبازی اور شرافت ذاتی کا بڑا شہرہ ہو گیا۔ آجکل آپ کی خدمات محکمہ خارجہ میں منتقل ہو گئی ہیں اور آپ اٹلی کے دار الخلافہ روما میں حکومت پاکستان کے زراعتی اتاشی ہیں۔ دنیا بھر میں حکومت پاکستان نے زراعتی اتاشی کی ایک ہی اسامی روما میں تجویز کر رکھی ہے اور اس پر قبلہ صاحبزادہ صاحب فائز ہیں۔

آپ کو مطالعہ کا بڑا شوق ہے۔ مختلف علوم کی بلند پایہ کتب آپ کے زیر مطالعہ رہتی ہیں۔ آپ کا کتب خانہ اس لحاظ سے دیدنی ہے۔ دینی اور دنیوی اعلیٰ تعلیم، بعد کے مطالعہ، سیر و سیاحت، اپنے منصبی فرائض کی انجام دہی اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ طبقہ میں رہنے سہنے اور شاندار خاندانی روایات نے آپ کے دماغ کو گنجینہ معلومات بنا دیا ہے۔ اور آپ کے اخلاق و کردار کو بڑی جلا عطا کی ہے۔ انگریزی، عربی، فارسی اور اردو پر آپ کو کامل عبور حاصل ہے۔ انگریزی اور اردو آپ ادیبانہ رنگ میں لکھتے ہیں۔ مبداء فیاض نے ذہانت و فطانت کے ساتھ آپ کو سیرت کی خوبیاں بھی ارزانی فرمائی ہیں۔ آپ بڑے حلیم الطبع، سلیم الفطرت اور منکسر المزاج ہیں اور انتظامی امور کو خوب سمجھتے ہیں۔

ان صفات عالیہ کے علاوہ حضرت امیر حزب اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی باطنی تربیت پر بھی بڑی توجہ دی ہے۔ کراچی کا سفر حضور زیادہ تر اسی غرض کے لئے اختیار فرماتے رہے۔ ۱۹۵۸ء میں حضور نے پہلے لاہور میں آپ کو باقاعدہ طور پر بیعت فرمایا اور پھر عرس مبارک کے موقع پر خلافت بھی عنایت فرما دی۔ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ پر بے حد مہربان ہیں۔ ایک بار راقم سطور نے خواب میں دیکھا کہ حضرت اعلیٰ قدس سرہٗ العزیز آگے آگے جا رہے ہیں۔ ان کے پیچھے صاحبزادہ سید برکات احمد صاحب ہیں۔ راقم قبلہ صاحبزادہ صاحب کے پیچھے پیچھے چل رہا ہے۔ حضرت اعلیٰ آگے چلتے ہوئے اس بات کا اہتمام کر رہے ہیں کہ آپ کی پشت مبارک صاحبزادہ صاحب کی طرف نہ ہو اس لئے وجود مبارک کو کافی ٹیڑھا کر کے چلتے ہیں۔ چونکہ حضور کو تکلیف ہو رہی ہے۔ اور حضور کے ادب و احترام کی لطافتیں بھی متقاضی ہیں۔ قبلہ صاحبزادہ صاحب بار بار عرض کرتے ہیں۔ "حضور اس طرح تکلیف نہ فرمائیں۔" مگر حضرت اعلیٰ اسی طرح چلتے ہیں اور ہونہہ، ہونہہ فرما کر خاموش رہنے کا اشارہ فرماتے ہیں۔ گویا آپ ا

Marfat.com

پاکیزہ فطرت اور بلند سیرت پوتے کے احترام پر مصر ہیں۔ظاہر ہے قبلہ صاحبزادہ صاحب ہر طرح کے ظاہری اور باطنی کمالات سے پوری طرح آراستہ ہیں۔اسی لئے ارکان حکومت،افرادِ خاندان اور تمام پیر بھائی آپ سے بڑی عقیدت رکھتے ہیں۔

آپ کا نکاح قبلہ نواب سید محمد مہر شاہ صاحب کی والا نژاد صاحبزادی سے ہوا۔سید انیس حیدر اور سید محمد تنویر حیدر آپ کے صاحبزادگان ہیں۔انکی تعلیم و تربیت کی طرف آپ خاص توجہ مبذول فرما رہے ہیں۔

خلیفہ دوم: سید احمد شاہ صاحب

آپ گوڑھا متصل پنڈی بہاؤ الدین کے متوطن تھے۔نہایت معتقد واقع ہوئے تھے۔ حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ہر سوموار اور جمعہ کو حاضر ہوا کرتے تھے۔اور ان کا طریق عمل حضرت اعلیٰ کو نہایت پسند تھا۔کیونکہ آپ کا ارشاد تھا۔

خدمت مرشد میں رہ چوں برگ گل ہمراہ قند
فیض صحت کب ملے جب تک نہ ملئے ٹوٹ ٹوٹ

قبلہ ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حسب ایماء آپ کو اجازتِ خلافت حضرت امیر حزب اللہ نے عطا فرمائی۔

خلیفہ سوم: پیر امیر شاہ صاحب

آپ کا وطن پیر کھارا تحصیل پنڈ دادنخان ہے۔آپ کے مورث اعلیٰ پیر کرم شاہ صاحب اپنے زمانے میں ایک باکمال بزرگ گزرے ہیں۔جن کی مزار پر انوار آجتک مرجع خلائق ہے۔ جناب خواجہ غریب نواز جلالپوریؒ پیر کرم شاہ کا ذکر نہایت تعریفی الفاظ کے ساتھ فرمایا کرتے تھے۔پیر امیر شاہ صاحب حضرت امیر حزب اللہ کے عہد طفلی کے رفیق ہیں اور اسی لئے حضور آپ پر بڑی نظر کرم رکھتے ہیں۔پیر صاحب لنگر شریف کی خدمت بڑے خلوص سے کرتے ہیں۔حسن عقیدت و اخلاص میں بزرگان سلف کا نمونہ ہیں۔حضرت امیر حزب اللہ نے آپ کو عالم جوانی میں اجازت خلافت عطا فرمادی تھی۔آپ کی طبیعت میں ذوق و شوق کی عجیب لطافت پائی جاتی ہے۔

خلیفہ چہارم: پیر بلاول شاہ صاحب

آپ بھی پیر کھارا کے متوطن قریشی النسب تھے۔رشتہ میں پیر امیر شاہ کے ماموں تھے۔ نہایت صاف باطن،بے ریا اور زاہد مردوں میں سے تھے۔حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ ان

Marfat.com

کی خاندانی وجاہت اوران کے مورثِ اعلی کے لحاظ کی وجہ سے انکی طرف خاص توجہ فرمایا کرتے تھے۔حضرت ثانی صاحب کے حسب ایماء آپ کو اجازتِ خلافت حضرت امیر حزب اللہ نے عطا فرمائی۔

خلیفہ پنجم: مولوی سید رسول صاحب

بچپنے سے ذوق عبادت حاصل تھا۔عمر بھر کوئی نماز قضا نہ ہوئی۔اور نہ ہی دنیاوی فوائد کو مطمع نظر بنایا۔بیعت سے پہلے بھی عبادت اور ریاضات میں مصروف رہا کرتے تھے۔ان کے جد اعلی میاں محمد صدیق ولی کامل تھے۔ہر جمعرات ان کے مزار پر گزارتے۔آخر انہوں نے خواب میں فرمایا۔میں جو کچھ دے سکتا تھا دے چکا۔اب کسی زندہ بزرگ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کیجئے۔چنانچہ سیال شریف حضرت خواجہ شمس العارفین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔حضور نے اشاد فرمایا نہیں۔آپ نے حضرت خواجہ غریب نواز جلالپوری رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کرنی ہے۔حالانکہ وطن بلو۔ضلع جھنگ جو سیال شریف کے قریب جنوب کی طرف کوئی پندرہ میل کے فاصلے پر دریائے جہلم کے دائیں کنارے واقع ہے۔مگر حکم جلالپور شریف حاضری کیلئے ہوا جو بلو سے شمال کی طرف کوئی سوا سو میل کے فاصلہ پر چشمہ حیواں کی حیثیت سے موجود ہے۔چاہیے بھی یہی تھا۔بلو کیلئے جہاں دریائے جہلم جلالپور شریف کی پابوسی کرتا ہوا آب شریں کا تحفہ لاتا ہے وہاں معرفت وروحانیت کے آب زلال کی نوید بھی پہنچاتا ہے۔چنانچہ خوش نصیبی مولوی صاحب مرحوم کو حضرتِ خواجہ غریب نوازؒ قدس سرہ العزیز کی خدمتِ بابرکت میں لے آئی۔شرفِ بیعت حاصل ہوا۔اور ستارۂ قسمت یک لخت چمک اٹھا۔

مولوی صاحب کے دل میں محبت شیخ نے گھر کر لیا۔وطن رہتے ہوئے دل ہر وقت جلالپور شریف موجود رہتا تھا۔نگاہیں کوئے دلدار میں مصروف رہتی تھی۔خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی وہ نظر کرم ہوئی کہ دنیا والوں سے بالکل بے نیاز ہو گئے۔اور اللہ کی عبودیت میں باقی ساری زندگی بسر کر دی۔انکی وجہ سے اس علاقہ کے اور بھی بہت سے اصحاب جلالپور شریف حاضر ہو کر بیعت سے شرفیاب ہوئے۔برادران طریقت کو ساتھ لے کر اکثر پا پیادہ جلالپور شریف حاضر ہوا کرتے تھے۔اور ایسی غلامی نصیب ہوئی کہ اس پر آقائی قربان کی جا سکتی ہے۔مولوی صاحب مرحوم بڑے باوقار، وجیہہ، وسیع النظر، وسیع الخیال، عالی ظرف اور متحمل مزاج انسان تھے۔اپنے سارے علاقہ میں انہیں احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔چھوٹے بڑے مرعوب رہتے تھے۔حضرت علی کے فرمان کی تعمیل کرتے ہوئے طبابت پیشہ اختیار کیا اور بڑے مشہور طبیب

Marfat.com

فطرت کریم تھی اس لئے ادنیٰ اعلیٰ ہر ایک لئے سرچشمۂ خیر و برکت ثابت ہوئے ان کی وجہ سے ان کا گاؤں ایک دینی مرکز بن گیا۔ اور یہ سب کچھ خواجۂ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کا فیض تھا۔ حضور کی نوازشات کا اس امر سے بھی پتہ چلتا ہے کہ لنگر شریف میں اس زمانہ کی ایک بیاض موجود ہے جس میں ان ایام کے پیر بھائیوں کے پتے درج ہیں۔ خط خوبصورت شکستہ ہے جو ان دنوں میں رائج تھا اور مولوی صاحب کا نام اس میں سرفہرست ہے۔

حضرت قبلہ امیر حزب اللہ نے ذرہ نوازی فرماتے ہوئے مولوی صاحب کو خلافت عطا فرمائی۔ مگر اس کے جلد بعد وہ کئی ماہ مرض سوء القنیہ میں مبتلا رہ کر ۳ محرم الحرام ۱۳۴۰ء مطابق ۱۹۲۱ء کو وفات پا گئے۔ راقم آثم ان کا پوتا ہے۔ ان کی نیازمندی کو دربار جلالپور شریف میں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی اور اسی کی برکت ہے کہ ان کی اولاد پر خاص نگہِ التفات ہے۔

خلیفہ ششم: سید ملک شاہ صاحب

شکریلہ ضلع جہلم کے رہنے والے تھے۔ نہایت بے نفس، کم گو اور ذاکر و شاکر بزرگ تھے۔ آج کل ان کے صاحبزادے سجادہ نشیں ہیں۔ ان کی دستار بندی بھی حضرت امیر حزب اللہ نے فرمائی تھی۔

خلیفہ ہفتم: مولوی غلام رسول صاحب

انگہ شاہ بلاول تحصیل خوشاب وطن تھا۔ اعلیٰ حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے خاص منظورِ نظر تھے، حضرت امیر حزب اللہ نے خلافت عطا فرمائی۔

خلیفہ ہشتم: حافظ فتح دین صاحب

لومسر تحصیل گجرات کے رہنے والے تھے۔ پندرہ بیس سال تک اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر رہے۔ خدمات اور خلوص کی بنا پر حضرت امیر حزب اللہ نے خرقہ خلافت سے نوازا۔

خلیفہ نہم:۔ الحاج سید احمد شاہ صاحب

آپ حضرت اعلیٰ کے خلیفہ چہارم سید غلام شاہ رحمۃ اللہ علیہ صاحب کے فرزند ارجمند ہیں۔ اگرچہ والد بزرگوار کے سجادہ نشیں ہیں مگر اجازت خلافت حضرت امیر حزب اللہ نے عطا فرمائی۔ بڑے صاحب ذوق وشوق بزرگ ہیں۔ حسن اعتقاد اور خلوص کے اعتبار سے اپنے مایہ ناز والد مرحوم کی یادگار ہیں۔ آپ کی صحبت میں سرور و کیف حاصل ہوتا ہے۔ آپ کی وجہ سے میرا شریف ضلع راولپنڈی سرچشمہ فیوض و برکات بنا ہوا تھا۔

Marfat.com

خلیفہ دھم: سید فضل الحق شاہ صاحب

آپ کھیوہ ضلع گجرات کے رہنے والے ہیں۔حافظِ قرآن ہیں اور بڑے خوش الحان۔عربی علوم پر انہیں خاصی دسترس حاصل ہے۔ان کے والد ماجد سید میراں شاہ صاحب فاضل بزرگ تھے اور خانوادہ نقشبندیہ میں صاحب ارشاد تھے اور عبادات وریاضات میں مصروف رہا کرتے تھے۔ان کے مزار مبارک سے حیات ابدی کے آثار ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔سید فضل حق شاہ صاحب کو طبعاً سلسلہ چشتیہ سے مناسبت تھی۔اسلئے اپنے والد ماجد سے اجازت لیکر حضرت امیر حزب اللہ ایدہ اللہ بنصرہ العزیز سے بیعت کی۔طبیعت موزوں تھی اور فطرت صالح۔اس لئے حضور نے بہت جلد نوازشاتِ خصوصی سے سرفراز فرمانا شروع کر دیا۔اور جب دیکھا کہ شاہ صاحب آداب فقر سے آگاہ ہیں تو خرقہ خلافت بھی عطا فرما دیا۔لنگر شریف کی خدمت بڑے خلوص اور بے انتہا نیازمندی سے کیا کرتے ہیں۔چونکہ علوم ظاہری وباطنی سے اچھی طرح باخبر ہیں اور اپنے کریم شیخ کا خاص فیض ہے اس لئے ان کے کام کو بڑا فروغ حاصل ہو رہا ہے چہرہ مبارک دن بدن پرنور ہوتا چلا جاتا ہے اور طبیعت میں وہ وقار پیدا ہو رہا ہے جو فقر کا خاصہ ہے۔

خلیفہ یازدھم: قاضی غلام فرید صاحب

قاضی صاحب کا وطن بھال پڑی ضلع راولپنڈی ہے۔انکا گھرانہ اپنے علاقہ میں علم وفقر کے اعتبار سے ممتاز رہا ہے۔انکے تایا جان قاضی احمد الدین صاحب کو جناب امیر حزب اللہ مدظلہ العالی نے خلافت عطا فرمائی۔ان کی وفات پانے پر ان کے چھوٹے بھائی قاضی عطاء الدین صاحب کو یہ شرف عطا ہوا۔وہ وفات پا گئے تو حضور نے قاضی غلام فرید صاحب کی خدمت کی بنا پر انہیں یہ نعمت عظمیٰ عطا فرمائی۔قاضی صاحب نے مدرسہ سے امتحان ورنیکلر فائنل پاس کیا اور کوئی پندرہ سال کی عمر تھی کہ اہل علاقہ کی درخواست پر حضور انہیں ساتھ لائے اور فرمایا کہ ان کی تعلیم وتربیت کے ہم خود ذمہ دار ہیں۔اس وقت سے حضور کی خدمت پر مامور ہوئے اور جلد معتمد علیہ بن گئے۔

ان کے جوہر خاص طور پر اس وقت چمکے جب حضور کے دونوں پہلوؤں پر فالج گرا۔حضور چلنے پھرنے،اعضا مبارک کو حرکت دینے اور نطق سے معذور ہو گئے۔اس وقت قاضی صاحب نے حضور کی خدمت اس جان نثاری سے مستعدی اور حوصلے سے کی کہ کوئی درویش کسی بزرگ کی کیا کرے گا۔حضور کے خورد ونوش علاج معالجہ اور نہلانے دھلانے کے تمام کام قاضی صاحب ایک فداکار کی طرح انجام دیتے تھے۔حضور کے اشاروں اور حضور کی لکنت سے معمور گفتار مبارک کو سمجھنا انہی کا کام تھا۔خدمت کی فکر میں انہیں کھانے پینے اور ذاتی آرام کا خیال تک

Marfat.com

رہا۔ دن رات کمر بستہ رہتے۔ بیوی بچوں کو بھلا دیا اور اپنے بچوں کی شناخت سے بھی عاری ہو گئے۔ یہ سلسلہ چند دنوں کیلئے نہیں بلکہ سالوں تک جاری رہا۔ قاضی صاحب کے بغیر اعزاء و اقرباء یا درویشوں میں سے کسی اور کی خدمت سے حضور کو سکوں حاصل نہ ہوتا تھا۔ قبلہ کی پریشانی کا مداوا صرف قاضی صاحب کی حاضری تھی۔ حضور کی نگاہوں میں انہیں وہ مقام حاصل ہوا کہ فی الواقعہ فرید العصر بن گئے۔

حضور کی بیماری دراصل فقر کا کمال تھا۔ جلال کا غلبہ ہوتا اور ساری کائنات کانپنے لگ جاتی۔ مگر قاضی صاحب سکون سے پاس موجود رہتے۔ جب حضور جمال کا رنگ اختیار فرمانے لگتے تو قاضی صاحب فوراً عرض کرتے کیا آپ چائے نوش فرمائیں گے۔ اور حضور اظہار آمادگی فرمادیتے۔ جب قاضی صاحب دیکھتے کہ بذلہ سنجی سے حضور کی طبیعت محظوظ ہوتی ہے تو ہلکی ہلکی ظرافت سے ماحول کو لالہ زار بنا دیتے۔ اور کبھی کبھی سکھوں کی تمثیل نگاری سے حضور کو ہنساتے جس طرح پنجاب کے مشہور و معروف عاشق صادق سید بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا۔ ''رقاصہ بننے سے میری کسر شان نہیں ہوتی۔ رقص کر کے مجھے اپنا محبوب منانے دو'' قاضی صاحب بھی گاہے گاہے سکھوں کا روپ دھار کر ان کی حماقتوں کو ڈرامائی انداز میں پیش کرتے اور حضور خوش ہو جاتے۔ غرض عجیب مزاج شناسی تھی۔ صوفیائے کرام کی اصلاح میں فنافی الشیخ کا عجیب وغریب منظر تھا۔ قاضی صاحب حضور کے مختارِ کل بن گئے۔ تمام رقوم کے آپ ہی امین ہوتے۔ سارے معاملات آپ ہی طے کرتے۔ اور سفر کے پروگرام آپ ہی بناتے۔

حضور کا مزاج عالمانہ، حضور کے انتظامات شاہانہ، حضور کی خدمت میں حاضر ہونے والے لوگ والا دستگاہ، بلند مرتبت، زمانہ شناس، علم پرور اور عرفان نواز، علاوہ بریں حضور کی گفتگو آیات سے لبریز، احادیث سے معمور، اشعار اور ضرب الامثال سے بھرپور، حضور کی محفلوں میں نشست و برخاست کے اطوار اور آداب مجلس انتہا درجہ کے مہذبانہ، پھر حضور مسکینوں کے غم خوار بیکسوں کے فریادرس اور بیواؤں کے غم گسار اور ہمدرد، اس بصیرت افروز، دلنواز اور روح پرور ماحول میں رہتے ہوئے قاضی غلام فرید صاحب کی تعلیم و تربیت اس انداز سے پایہ تکمیل کو پہنچی کہ کسی کو کیا نصیب ہوگی۔ اس لئے اب قاضی صاحب بڑے علم و فضل کے مالک ہیں۔ زمانہ اور اہل زمانہ کو خوب سمجھتے ہیں۔ فقر کی باریکیوں پر انہیں بڑا عبور حاصل ہے اور حضور کے خلفاء میں انہیں بڑا بلند مقام نصیب ہوا ہے۔ سچ ہے۔ خدمت انسان کو مخدوم بنا دیتی ہے۔ مگر خدا کرے خدمت بھی حضرت امیر حزب اللہ ایسے بے مثل و بے نظیر مرد کریم اور بطل جلیل کی نصیب ہو۔ آمین۔

Marfat.com

خلیفہ دوازدھم: فقیر حیدری مولوی محمد شفیع صاحب

آپ دار العلوم مظہر الاسلام بریلی شریف کے مستند ہیں۔ چودہ سال کی عمر میں حضرت امیر حزب اللہ سے شرف بیعت حاصل ہوا۔ میانوال تحصیل پھالیہ میں مولوی ولی اللہ صاحب کے پاس تعلیم پاتے تھے۔ تو ایک بار حضور کی خدمت میں جلالپور شریف حاضر ہوئے۔ حضور نے اپنا خطبہ صدارت عنایت فرمایا۔ اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا۔ ''انہے رہ کے انھیاں نہ بننا''۔ حضور کے ان الفاظ نے ظاہری اور باطنی اندھاپن سے بچالیا۔ مولوی صاحب کو بگھار شریف تحصیل کھوٹہ سے خلافت مجددی بھی ملی۔ لیکن دل میں تڑپ تھی کہ غوثِ زماں کی زیارت ہو۔ ایک بار حضرت امیر حزب اللہ راولپنڈی میں کرنل شیر جنگ کی کوٹھی، واقع پشاور روڈ پر تشریف فرما تھے۔ مولوی صاحب حاضر ہوئے۔ حضور نے خلوت میں ایسے اسرار و رموز منکشف فرمائے کہ انہیں یقین واثق ہو گیا حضور ہی غوثِ وقت اور قطب زمان ہیں۔ اس موقع پر تجدید بیعت بھی ہوئی اور حضور نے ان کی باطنی تربیت کی طرف توجہ شروع کر دی۔ درود مستغاث اور درود کبریتِ احمر کی زکوتیں نکالنے کا حکم دیا بعد میں لاہور کے مقام پر خلافت بھی عطا فرمائی۔ نسبتِ خاصہ حاصل ہونے کے بعد مولوی صاحب پر ظاہری و باطنی نعمتوں کا ورود شروع ہو گیا۔ ایک بار حضور از راہ کرم مولوی صاحب کے گھر جلوہ افروز ہوئے اور از خود ان کے مکان کی تیاری کے لئے دعائے خیر فرمائی چنانچہ اسباب پیدا ہو گئے۔ اور جلد نہایت عالیشان مکان تیار ہو گیا۔ مولوی صاحب نے بارہا آزمایا ہے کہ مصیبتوں نے گھیر لیا ہے یا کسی دشمن نے تنگ کرنا شروع کیا ہے تو حضور کی قدم بوسی کے لئے حاضر ہو گئے اور تمام پریشانی آناً فاناً کافور ہو گئی۔

شفا پاتے ہیں صدہا جاں بلب امراض مہلک سے
عجب دار الشفا ہے آستانہ غوثِ اعظم کا

اسی طرح مولوی صاحب کا تجربہ ہے کہ حضور کی زیارت کا اشتیاق پیدا ہوا۔ عریضہ بھیجا اور حیران کن طریقہ سے شوق پورا ہونے کی صورت نکل آئی۔ حضور کے باطنی تصرف سے حضرت اعلیٰ خواجہ محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ سے مولوی صاحب کو خاص نسبت پیدا ہو چکی ہے۔ اور ان کی باطنی کیفیات بڑی تیزی سے ترقی پذیر ہیں۔ ساتھ ہی خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ اقدس کا بیحد احترام دل میں پیدا ہو چکا ہے۔ سوتے جاگتے، سفر ہو یا حضر، جلالپور شریف موجود ہوں یا وہاں سے دور۔ کوئی فعل ایسا نہیں کرتے جس میں روضہ شریف سے سوء ادبی کا شائبہ تک بھی جاتا ہو۔ اسی ادب کی بنا پر جب عرس مبارک سے فارغ ہو کر آ رہے ہوتے ہیں تو دل میں

Marfat.com

کامل ہوتا ہے کہ حج بیت سے شرفیاب ہوکر آرہے ہیں۔ مولوی صاحب کہتے ہیں حضور کے فیوض وکرامات اس قدر ہیں کہ ان کو کما حقہٗ بیان کرنا ممکن نہیں۔

نہ حسنش غایتی دارد نہ سعدی را سخن پایاں
بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

خلیفہ سیزدہم: میاں بہاول بخش صاحب

خورد سال تھے کہ حضرتِ اعلیٰ خواجہ محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ اور بڑے خلوص اور محبت سے جلالپور شریف سے نیاز مندانہ تعلق قائم رکھا۔ چونکہ وطن احمد وال ضلع جھنگ نزد سیال شریف ہے۔ اس لئے حضرت خواجہ شمس العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک پر حضرت امیر حزب اللہ مدظلہ العالی کے ڈیرہ مبارک کے تمام انتظامات انہی کے ذمہ ہوا کرتے تھے۔ آپ کو ظاہری تعلیم سے حصہ نہ ملا۔ مگر انشراحِ صدر کی دولت حاصل ہوئی ہے۔ حضور نے خلافت عطا فرما کر ان کی بڑی عزت افزائی فرمائی۔ ان کی پاک سیرت اور سادہ مگر حقیقت سے بھری ہوئی باتوں کا عوام پر بڑا اثر ہوتا ہے۔ اور خواص بھی ان کی قدر کرتے ہیں۔

خلیفہ چہاردہم: صوفی خضر حیات صاحب

انکی داستان سر تا پا وارفتگی اور شیفتگی، عشق ومحبت، خلوص واتقیاد اور رسوخ عقیدہ کی داستان ہے۔ ایک غریب کسان کے بیٹے ہیں مگر محبت شیخ نے کچھ سے کچھ بنا دیا۔ نومبر ۱۹۲۵ء میں اپنے استاد سید ولایت شاہ حیدری ساتھ سیال شریف کے مقام پر قبلہ حضرت امیر حزب اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور کا عالم جوانی تھا۔ پرجلال اور پرانوار چہرہ، سفید اجلا لباس، مشہدی طلائی کلاہ پر طرہ دار دستار، سیاہ اور گھنی ریش مبارک، کرتے اور شلوار کے لئے ململی فرغل زینت افزا، اس طرح یوسف ثانی بنے، تسبیح مبارک ہاتھ میں لئے حضور مصلے پر جلوہ افروز تھے۔ اپنے استاد کے ساتھ میاں خضر حیات نے بھی قدمبوسی کی۔ حضور نے نظر کرم سے دیکھا اور نگہِ ناز سے دل کی نگری لوٹ لی۔ بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ اس وقت عمر کوئی تیرہ چودہ برس ہوگی۔ دل کی کیفیت ہی بدل گئی۔ درد وگداز اور گرویدگی وشیفتگی کا غلبہ ہوگیا۔ طبیعت بے قرار اور آنکھ اشکبار رہنے لگی۔ ذرا موقع ملتا اور افلاس کے باوجود زادِ راہ کی کوئی نہ کوئی صورت پیدا کر کے یا بصورت آخر پیدل چل کر حضور کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اس وقت سے لے کر اب تک کوئی عرس مبارک قضاء نہیں ہوا۔ ویسے بھی سال کے دوران میں کم از کم پانچ چھ دفعہ اور زیادہ سے زیادہ چودہ بار حاضری کے مواقع ملتے رہتے ہیں۔ حضور کا تصرف انکے دل پر ایسا ہے کہ بہت سے مشائخ وعلماء، امراء

Marfat.com

رؤسا اور حسینانِ مجازی نے انہیں پھانسنا چاہا۔ مگر کوئی مسخر نہ کر سکا۔ ان کے دل میں بس ایک ہی دھن تھی اور ایک ہی خیال دامنگیر تھا حضور کی قدمبوسی ان کے لئے دین و دنیا کی سب سے بڑی سعادت اور دولت تھی اور اب بھی ہے۔

جب سے تیرا کلام شیریں سنا بھر نہ آتش کسی کی بھائی بات

غلبۂ محبت میں ایک بار ملازمت ترک کرنے کا ارادہ بھی ہوا۔ مگر حضور نے فرمایا اسلام رہبانیت کی تعلیم نہیں دیتا۔ آپ نے فرمایا۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ یہی ہے۔

ادھر اللہ سے واصل ادھر مخلوق میں شامل

خواص اس برزخِ کبریٰ میں ہے حرف مشدد کا

صوفی خضر حیات کہتے ہیں۔ میری مثال کنول کے پھول کی طرح ہے۔ جس کی جڑیں تنہ، پتے۔ شاخیں سب کے سب پانی کے اندر ہوتے ہیں مگر خود پانی کے اوپر کھل کر اپنی بہار دکھاتا ہے اور کسی حال میں اپنے اندر پانی داخل نہیں ہونے دیتا اور یہ سب کچھ حضور کی توجہ کامل کی نتیجہ ہے۔ حضور نے کئی بار فرمایا۔ علاقہ چھتہ بختہ ضلع جھنگ کی خاک سے پہلے شادو خاں حضرت تونسوی کے منظور نظر تھے۔ اب ہمارے خضر حیات کی بھی وہی مثال ہے۔

حکومت انگلشیہ کے زمانے میں غیر زراعت پیشہ لوگ زمین نہیں خرید سکتے تھے۔ حضور نے خاص کرامت سے صوفی خضر حیات کو پہلے زراعت پیشہ اقوام میں داخل کرایا۔ پھر اتنی زمین لے دی کہ اب مزارع چڑ ہار کھے ہیں۔ محکمہ تعلیم میں ملازمت بھی ہے۔ حضور نے ان کی شادی لنگر شریف کے ایک معتمد درویش میاں احمد دین کی دختر سے کرا دی جسے جہیز بھی لنگر شریف سے عطا کیا۔ تین لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں جو نہایت ہی عقلمند اور نیک ہیں۔ حضور نے چانڈ فراز سکونت تجویز فرمائی۔ خلافت بھی عطا کی اور اب زندگی بڑی عزت سے بسر ہو رہی ہے۔

جب حضور نے تحریک حزب اللہ شروع کی تو صوفی خضر حیات ضلع جھنگ میں تبلیغ و اشاعت کے کام میں منہمک ہو گئے۔ ہر موقع پر انہوں نے ''ایک بنو اور نیک بنو'' کا پیغام پہنچایا۔ شب و روز اسی کام میں مصروف رہتے تھے۔ ضلع جھنگ میں تمام دورے انہی کی تجویز پر مقرر ہوتے۔ ان کی وجہ سے کوئی بیس ہزار مسلمان حضور کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ ہولے ہولے ان کے رفیقانِ کار بھی پیدا ہو گئے۔ جن میں میاں خدا بخش صاحب صابر غوث پوری۔ منشی احمد چھتوی، مولوی طفیل احمد ہیڈ ماسٹر کلیرہ، روسا میں میاں سلیمان اور غرباء میں سے میاں کمہار خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ گیتوں، نظموں، نعتوں، حضرت امیر حزب اللہ کی مدح

Marfat.com

تقریروں اور نیک اور مثبت نمونوں سے حزب اللہ کے مقاصد کی تبلیغ بڑی سرگرمی سے کی۔ ارکان اور رضا کار بھرتی ہوئے۔ جمعے اور مرکز قائم ہوئے۔ رضا کاروں کی پریڈ ہوتی رہی اور ہر موقع پر حضرت امیر حزب اللہ کے فرامین کی تعمیل دل و جان سے کی گئی۔

حضور کے متعلق صوفی صاحب کا خیال ہے کہ آپ نے ہمیں ہی نہیں بلکہ تمام عالم اسلام کو اس گئے گزرے زمانے میں دین و دنیا دونوں میں سرخرو ہو کر کامیاب زندگی بسر کرنے کا پورا نمونہ دیا ہے آپ کی عملی زندگی میں غریب سے غریب آدمی سے لے کر بادشاہ تک کے لئے درس حیات موجود ہے۔ روحانی، اخلاقی، دنیاوی، دینی، ظاہری، باطنی، معاشرتی، سیاسی الغرض ہر طرح کی ترقی کا ایک ایک گر سکھایا ہے۔ آپ کا ہر کام خواہ دینی ہو یا دنیاوی ہمارے لئے ایک زبردست سبق ہے۔ آپ واقعی ایک زبردست مصلح اعظم ہیں۔ دنیائے اسلام پر بالخصوص اور تمام جہان پر بالعموم آپ کا احسان عظیم ہے۔

جامع مسجد حیدری کی تعمیر

حضور نے ۶ رجماد الثانی ۱۳۷۱ھ (۱۹۵۱ء) کو اس مسجد کا سنگ بنیاد رکھا۔ ۶ رنومبر ۱۹۵۲ء کو مسجد کے نقشہ وغیرہ کا کام شروع ہو گیا۔ ابتداً ایک ہندو انجنیر سوم جی نے کی۔ مگر نقشہ کی تکمیل خادم حسین انجنیر کے ہاتھوں ہوئی۔ اسکا طول ۱۰۰ (ایک صد) فٹ ہے اور عرض پچاس فٹ۔ اس میں ۳۲ فٹ لمبے دس گارڈر لگے ہوئے ہیں جن کو سہارنے کے لئے اندر دس پائے بنائے گئے ہیں۔ چھت کا باقی حصہ سیمنٹ، بجری اور لوہے سے تیار ہوا ہے۔ مشرق کی طرف سات دروازے ہیں۔ اور پہلوؤں میں ایک ایک دروازہ ہے۔ کل آٹھ باریاں ہیں اور سولہ روشندان۔ بڑی کھلی، ہوادار اور مضبوط مسجد ہے اور اتنی ہی عظیم و جلیل جتنے عظیم و جلیل اسکے مؤسس حضرت امیر حزب اللہ ہیں۔

اسکے تین محراب ہیں۔ درمیان والا محراب بڑا کھلا ہے۔ جسمیں تین کھڑکیاں ہیں۔ اس کی سہ دری چودہ فٹ مربع ڈیوڑھی ایک خاص چیز ہے۔ سامنے کھلا صحن ہے۔ حضرت امیر حزب اللہ کا ارادہ ہے کہ مسجد کے ساتھ دارالعلوم حیدریہ اور مجلس خانہ کی تاسیس و تعمیر بھی عمل میں آئے۔ بعد از تکمیل یہ دنیا کی عظیم مساجد میں شمار ہوگی۔ جس کی مثال صرف لاہور، دہلی، قاہرہ اور دمشق میں مل سکے گی۔

صوفی محمد بخش ولد مستری لعل دین ہرن پوری سنگ بنیاد رکھنے کے وقت سے مسجد میں کام کر رہے ہیں۔ حسابات اور تحریر کا کام، نقشہ کی تیاری، تعمیرات کی نگرانی سب کچھ انہی کے ذمے

Marfat.com

ہے۔ دروازوں کی رنگین اور خوبصورت جوڑیاں انہوں نے اپنے چچازاد بھائی مستری کرم دین ولد محمد وارث ہرن پوری کے ساتھ ملکر تیار کی ہیں مستری کرم دین بھی شروع ہی سے مسجد سے متعلق رہے ہیں۔ سنگ بنیاد رکھنے کیلئے چاندی کی کارنڈی ملک محمد اشرف خان ہرن پوری نے پیش کی تھی اور صوفی خدا بخش ہرنپوری نے اس مبارک موقع پر برقی تقسیم کی سنگ بنیاد رکھنے کا موقع تاریخی تھا۔ صاحبزادہ سید مقبول احمد صاحب نے اس موقع پر عکسی تصویر اتاری۔ اس وقت تک مسجد پر ایک لاکھ روپیہ خرچ ہو چکا ہے۔ تکمیل مسجد کیلئے مزید ایک لاکھ روپے کا تخمینہ ہے۔

مسجد جہاں واقع ہے اسے بارہ دری کہا جاتا تھا۔ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے وقت سے اس کے حصول کیلئے ہندوؤں سے تنازعہ شروع ہوا۔ مقدمہ لگاتار پچاس سال تک جاری رہا اور لنگر شریف کا بے انتہا خرچ ہوا۔ آخر ۱۹۳۶ء میں عدالت عالیہ سے لنگر شریف کو قبضہ ملا۔ قبضہ ملنے کے وقت سے اس جگہ مجالس عرس شریف منعقد ہونے لگ گئیں ۱۹۶۳ء کے ماہ فروری میں جب سید کرم شاہ صاحب دنیائے آخرت کو سدھارے تو حضرت امیر حزب اللہ مدظلہ العالی نے جلالپور شریف رہتے ہوئے مسجد میں جمعہ پڑھانا شروع کر دیا۔ چھت پڑ چکی تھی اور جوڑیاں لگ گئی تھیں۔ مسجد کے اندر دس صفیں پر کرنے کے بعد نمازیوں کو باہر دالان میں بھی صفیں بنانا پڑتی تھیں۔ بڑے ہنگامہ پرور جمعے تھے گویا حضور نے تعمیر کے بعد مسجد جامع کو صحیح معنوں میں آباد کرنا بھی شروع کر دیا انشاء اللہ وہ دن بھی آئیں گے جب یہاں دار العلوم حیدریہ قاہرہ کی الازہر یونیورسٹی کا جواب ہوگی۔ اساتذہ اور طلباء کا ایک جم غفیر ہر وقت موجود رہے گا دینی علوم کی تدریس جدید ضروریات کے مطابق ہوگی اور جوہری توانائی کے دور میں جلالپور شریف کی یہ درسگاہ دنیا بھر کے لوگوں کیلئے سرچشمہ رشد وہدایت ثابت ہوگی اور حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امیر حزب اللہ نے احیائے اسلام کا جو خواب دیکھا تھا پورا ہو جائے گا۔

وماذالک علی اللہ بعزیز

Marfat.com

لنگر شریف کے انتظامات

حضرت اعلیٰ خواجہ غریب نواز محبوب سبحانی قدس سرہ العزیز نے لنگر شریف کے انتظامات کی اساس غریب پروری، کرم گستری اور فیاضی پر رکھی تھی۔ پیر بھائیوں کے علاوہ اور مسافر بالخصوص پونچھ کے لوگ بڑی تعداد میں آ گئے۔ دن کو وہ مزدوری کرتے رات کو لنگر شریف کے مہمان ہوتے۔ مکئی کا انبار پڑا تھا۔ درویشوں نے عرض کی قبلہ ہر ایک کو سیر سیر مکئی دے دیا کریں۔ بھنا لیں گے۔ روٹی کی کیا ضرورت ہے قبلہ عالم نے فرمایا۔ روٹی بھی دو اور مکئی بھی۔ دن بھر مزدوری کرتے کرتے بھوک لگ جاتی ہے۔ پچھلے پہر مکئی بھنا لیا کریں گے۔ غریب نوازی کی یہ روایات قبلہ ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی جاری رکھیں۔ لیکن انہوں نے بہت جلد لنگر شریف کے تمام امور کا انصرام اپنے فرزند ارجمند سیدی ومولائی جناب ابوالبرکات سید محمد فضل شاہ کے سپرد کر دیا۔ حضرت اعلیٰ کے فیوض وبرکات سے دربار عالیہ کو بڑا فروغ حاصل ہو رہا تھا۔ حضرت ابوالبرکات مدظلہ العالی نے بڑے شاہانہ عزائم کیساتھ لنگر شریف کے جملہ امور کو انجام دینا شروع کیا۔ وہی کشادہ دلی، وہی غریب پروری اور وہی بندہ نوازی جو آپ کو ورثہ میں ملی تھی بڑے پرلطف طریقہ سے ظاہر ہونے لگی۔ حتیٰ کہ حضور نے خانہ بدوش لوگوں کو بھی رسد دیا۔ حضور نے یہ اصول کار اختیار فرمایا کہ اگر ہمارے مہمانوں کو لنگر شریف سے وہی خوراک ملے جو انہیں گھروں میں ملتی ہے تو خوبی کیا ہوئی۔ کھانے کا ایسا معیار ہو کہ ہر آدمی اپنی شخصیت کے مطابق اسے نعمت غیر مترقبہ سمجھے۔ جہاں معیار یہ ہو اور مہمان بے شمار آیا کرتے ہوں وہاں عام لنگر مستقل طور پر جاری رکھنا صرف اس والاشان بزرگ کا کام ہے۔ جسے خزانہ غیب پر کلی بھروسہ ہو۔ حیرت انگیز بات یہ کہ سفر میں کیا اور حضر میں کیا۔ حضور نے ہر جگہ یہی معیار قائم رکھا۔ جنگل میں ڈیرہ لگا اور شاہانہ لنگر وہاں بھی قائم ہو گیا۔ آپ نے ہمیشہ اس بات کا اہتمام کیا کہ آپ کی عدم موجودگی میں بھی جلالپور شریف میں لنگر اپنی پوری شان سے قائم رہے۔ اور کسی مہمان کو شکایت کا موقع نہ ملے۔ جب تک کہ آپ کو یہ اطلاع نہ مل جائے کہ ہر ایک کی رہائش اور خوراک کا تسلی بخش انتظام کر دیا گیا ہے۔ آپ نے کبھی آرام نہیں فرمایا۔ ہم نے بارہا دیکھا ہے کہ کھانے کے مقررہ اوقات میں اگر ذرہ سا فرق بھی آیا ہے تو آپ بے تاب ہو گئے ہیں۔

جمعدار محمد خان سکنہ چک جانی نے بتایا کہ جن انتظامی صلاحیتوں کا اظہار حضرت امیر حزب اللہ نے فرمایا۔ ان کی مثال تلاش کرنا ناممکن ہے۔ حضور اپنی فراست سے ہمیشہ موزوں شخص کا انتخاب کر کے کام اسکے سپرد فرمایا کرتے ہیں۔ آپ کی ہدایات نہایت ہی جامع ہوا کرتی ہیں۔

Marfat.com

اور پھر کوئی بات آپکی نگاہ سے اوجھل نہیں رہتی۔ معمولی سے معمولی جزئیات کے متعلق بھی آپ ہدایات دیتے رہتے ہیں۔ اگرچہ آپ کی توجہ ہر کام کی طرف لگاتار رہتی ہے۔ لیکن جس شخص کے ذمے آپ تفویض کار فرمایا کرتے ہیں۔ اس پر پوری طرح اعتماد بھی کرتے ہیں۔ اسکے مشورے قبول کرتے ہیں۔ اور اس کی ہر طرح مدد فرماتے ہیں۔ آپ گاہے گاہے اطمینان خاطر اور ہمت افزائی کے لئے تشریف لے جا کر ذاتی طور پر نگرانی بھی فرمایا کرتے ہیں۔ نگرانی فرماتے ہوئے آپ اس معاملہ فہمی اور خود اعتمادی کا اظہار فرمایا کرتے ہیں کہ کام کرنے والوں کو اور بھی زیادہ احتیاط، ہوشمندی اور محنت سے مصروف کار ہونا پڑتا ہے۔ جب آپ نسبتاً زیادہ اہم مشاغل میں مصروف ہوا کرتے ہیں تو ذمہ دار اشخاص کے خلوص نیت اور انکی مستعدی اور کارکردگی پر کامل اعتماد فرمایا کرتے ہیں۔ اسطرح ہر کام بڑے نظم وضبط، سکون اور بیحد خوش اسلوبی سے انجام پاتے ہیں۔

راجہ صاحب موصوف نے ذکر کیا کہ عرس مبارک کی تقریبات اور دورہ حزب اللہ کے سلسلہ میں کوئی تیس بتیس سال ان کے ذمے اہم سے اہم کام لگائے گئے اور خدا کے فضل سے ہمیشہ عمدگی سے انجام پذیر ہوتے رہے۔ عرس مبارک کے موقع پر گوشت تیار کرانا اور دیگوں میں پکوانا انہی کے سپرد ہوا کرتا تھا پہلے روز ہمیشہ پینتیس من گوشت پکا کرتا تھا۔ دونوں دنوں میں کوئی ڈیڑھ سو بوری آٹا خرچ ہوتا تھا۔ عام روٹی آٹھ پہر کھلا کرتی تھی۔ ابتداء میں تو پرچیوں پر گوشت روٹی کی تقسیم ہوا کرتی تھی۔ لیکن بعد میں جب پتہ چلا کہ بعض لوگ اصل سے زیادہ آدمیوں کی پرچی حاصل کرلیا کرتے ہیں تو نیچے لنگر خانے کے دالان میں بٹھا کر روٹی کھلانے کا طریقہ رائج ہوا۔ کافی عرصہ نواب محمد مہر شاہ صاحب عام لنگر تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ اور بعد میں صاحبزادہ حسنات احمد صاحب جوان ہوئے تو انہوں نے یہ کام سنبھال لیا۔ لنگر کی تقسیم بعض اوقات صاحبزادہ شفقات احمد صاحب نے بھی فرمائی۔ راجہ صاحب نے بتایا کہ عمائد و روٴسا، اعاظم رجال اور بڑے بڑے مشائخ مثلاً خواجہ حسنؒ نظامی دہلوی، سر سکندر حیات خان مرحوم وزیر اعظم سر چھوٹو رام آنجہانی وزیر مالیات، غلام رسول مہر ایڈیٹر ''انقلاب''، سید حبیب مدیر ''سیاست'' ابوالاثر حفیظ جالندھری، قائد کشمیر چوہدری غلام عباس وغیرہ وغیرہ عرس مبارک پر حاضر ہو کر لنگر شریف کی دیگر تقریبات میں شمولیت کا شرف حاصل کرتے تو جملہ انتظامات کو دیکھ کر حیرت زدہ رہ جاتے۔ راجہ صاحب مذکورہ نے بتایا کہ سر سکندر حیات خان ان کے حسن انتظام کو دیکھ کر انکے ذاتی دوست بن گئے تھے۔ اور یہ دراصل حضرت امیر حزب اللہ کا کمال تھا کہ ذرہ

Marfat.com

کو ہمدوش ثریا بنا ڈالا۔

جلالپور شریف سے باہر رہتے ہوئے بھی حضور لنگر کے تمام حالات سے پوری طرح باخبر رہتے تھے۔اور چھوٹا بڑا کوئی کام ایسا نہیں ہوتا تھا جو حضور کی ہدایات کے مطابق انجام پذیر نہ ہوتا ہو۔غلہ کی خرید وفرخت۔فصلات کی کاشت و برداشت، مزارعان کی تبدیلی وتقرری لنگر شریف کے حسابات لنگر شریف میں رات کو حفاظت کے انتظامات، عوام الناس سے تعلقات، افسرانِ علاقہ سے روابط اور باقی تمام چھوٹے موٹے کام حضور کے ایماء سے طے پاتے تھے۔ طریقہ یہ تھا کہ منشی محمد عالم محرر خصوصی ہر روز لنگر شریف کی زمینوں کے نگران مثلاً چوہدری اللہ بخش اور دیگر منتظمین سے تمام حالات معلوم کر لیتے تھے۔اور پھر مفصل طور پر تحریر کر کے حضور کو ڈاک کے ذریعے بھیج دیا کرتے تھے۔اور حضور بھی رات کو اسوقت استراحت فرماتے جب منشی صاحب موصوف کا مراسلہ بغور پڑھ کر اپنے قلم سے روزانہ مفصل جواب تحریر فرما دیتے۔گویا باہر رہتے ہوئے بھی حضور عملاً جلالپور شریف موجود رہتے تھے۔

یہ خط وکتابت بڑی معنے خیز اور بصیرت افروز ہے۔اور اس کے مطالعہ سے حضور کی فراست کی داد دینا پڑتی ہے اور پتہ چلتا ہے کہ آپ فطرت انسانی کو کس عمدگی سے سمجھتے ہیں۔ایک مکتوب میں آپ رقمطراز ہیں:۔

> لوگوں کی فطرت ہے .... کہ انہیں کوئی بات بار بار سمجھائی جائے یا انکی تالیف قلب کے زیر نظر ان سے نرمی کا سلوک کیا جائے تو یہ زیادہ نخرے کرنے لگ جاتے ہیں۔

ایک جگہ آپ فرماتے ہیں:۔

> اس معاملہ کو اب نظر انداز کرنا ہی بہتر ہے۔ورنہ اس کی اہمیت بڑھ جانیکا احتمال ہے۔

ان دونوں اقتباسات سے گہرے نفسیاتی مطالعہ کا پتہ چلتا ہے اسی طرح آپ بار بار ہدایات دیتے ہیں کہ اپنے ہمدردوں اور معاونین کار کی ہر ممکن مدد کی جائے کیونکہ اس سے اعتماد بڑھتا ہے اور فرماتے ہیں کہ مقیم رضا کاروں سے حسن سلوک۔سے پیش آنا چاہیے۔اور انہیں اچھی خوراک دینی چاہیے۔شر وفساد، فتنہ انگیزی مفت کے جھگڑوں اور عام لوگوں کے معاملات میں زیادہ دخیل کار ہونے سے احتراز کی تلقین بھی آپ بار بار فرماتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے کہ لنگر شریف کا نیک نام بہر صورت قائم رکھا جائے۔حکومت کے ملازمین سے برتاؤ کے سلسلہ میں آپ ہدایت

Marfat.com

فرماتے ہیں:۔

ہر ملازم سے بگاڑ پیدا کر لینا کوئی مناسب بات نہیں ۔اوراس طریق سے عام ملازمین میں بے دلی اور نفرت پیدا ہو جانے کا امکان ہے۔

آپ نے اپنے مراسلات میں اس بات پر زور دیا کہ کسی معاملہ میں پیش دستی یا اقدام نہیں ہونا چاہیئے۔اور یہ کہ ہر اقدام سے پہلے اس کے سارے پہلوؤں پر غور وفکر کر لیا جائے۔ یہ تمام باتیں ایسی ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر ہمیشہ لنگر شریف کے انتظامات بڑی کامیابی سے انجام دیئے جاسکتے ہیں۔

ان تمام امور سے پتہ چلتا ہے کہ آپ معاملات کے سلسلہ میں حسن سلوک کے قائل ہیں حتیٰ کہ مشکوک لوگوں کے متعلق بھی آپ اسی طریق کار کو پسند کرتے ہیں ۔اگر چہ آپ ان سے غافل نہیں رہنا چاہتے اور فرماتے ہیں کہ نہایت راز دارانہ طور پر ان کی نگرانی کی جائے۔اوران کی چال ڈھال اور خلط ملط پر نگاہ رہے انتظامات کے سلسلہ میں آپ سہل انگاری، غفلت اور کم کوشی کو برداشت نہیں کرتے بلکہ جب تک کہ ایک کام پایہ تکمیل تک نہیں پہنچ جاتا۔آپ مطمئن نہیں ہوتے یعنی آپ تکمیل پسند منتظم ہیں۔خوبی کی بات یہ ہے کہ سخت نگران کار ہونے کے باوجود آپ دلداری کے پہلو کو کبھی بھی نظر انداز نہیں ہونے دیتے۔مثلاً ایک مراسلہ میں مکھڈ کاٹیج کوہ مری ۱۳ر ۱۹۵۲ء کو منشی محمد عالم صاحب کی ایک فروگذاشت کے سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

ہم آپ کے حسن خدمات اور لنگر شریف کی دلی ہمدردی کے مداح ومعترف ہیں اوراگر نا تجربہ کاری یا غلط فہمی کے باعث ایک مخلص کارکن سے کوئی لغزش ہو بھی جائے تو وہ قابل مؤاخذہ نہیں ہوا کرتی۔

مندرجہ بالا تمام حقائق سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور ایک اعلیٰ درجے کے منتظم اور منصرم ہیں آپ کو کمال درجہ کی دنیاوی سوجھ بوجھ حاصل ہے۔اور عملی نفسیات میں آپ کی مہارت شک وریب سے بالاتر ہے۔اس معاملہ فہمی کے ساتھ ساتھ حضور کا فقر بھی ہر جگہ غالب نظر آتا ہے۔ ۱۹۵۰ء میں بیلے میں آتش زدگی کا حادثہ رونما ہوا۔اور لنگر شریف کا بے اندازہ نقصان ہوا۔حضور جب اسکی اطلاع بھیجی گئی تو آپ نے رضا بقضا کا ان الفاظ میں اظہار فرمایا:

مرضی مولا از ہمہ اولیٰ

Marfat.com

حضور کی موجودہ حالت

کشتگانِ خنجر تسلیم کا شیوہ ہر وقت تسلیم ورضا ہوتا ہے۔ انکا ہر عمل فرمانِ الٰہی کے مطابق ہوتا ہے۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اسوۂ حسنہ امت مسلمہ کیلئے چھوڑا ہے اس کا اتباع ان کا شعار ہوتا ہے۔ کتاب وسنت کی متابعت کے باعث انکی مبارک زندگی ایک ایسے سانچے میں ڈھل جاتی ہے کہ جہاں ان کی صحت کے زمانہ کے تمام کام عامۃ الناس کیلئے قابل تقلید ہوتے ہیں انکی بیماری کے دنوں کا ہر فعل بھی اس قابل ہوتا ہے۔ کہ اسے اپنے لئے نمونہ بنایا جائے۔ ہم نے صفحات بالا میں دیکھا ہے کہ جب بیماری کی شدت تھی حضور کس طرح شرعی احکامات کی بجا آوری فرمایا کرتے تھے۔ اور اب جبکہ بیماری ختم ہو چکی ہے۔ مگر صحت کا وہ عالم نہیں جو جوانی کے زمانہ میں تھا۔ کہولت کا غلبہ ہے۔ بینائی برائے نام موجود ہے وجود مبارک سخت کمزور ہو چکا ہے، اٹھنا بیٹھنا سخت مشکل ہے، بالخصوص دائیں ہاتھ اور دائیں پاؤں کو حرکت دینا بھاری آزمائش میں مبتلا ہونے کے مترادف ہے۔ آپ بدستور احکام شریعت کے اتباع کا بے حد اہتمام فرماتے ہیں۔ نمازیں اول وقت پر ادا فرماتے ہیں۔ اوقات نماز کے لیے بار بار بے تابی سے گھڑی کا وقت پوچھا کرتے ہیں۔ نماز باجماعت کا شوق حسب سابق ہے نوافل تہجد باقاعدگی سے پڑھے جا رہے ہیں۔ نماز جمعہ کیلئے اس اہتمام سے تشریف لے جاتے ہیں جس طرح آپ ایام جوانی میں کیا کرتے تھے۔ خود تقریر نہیں فرما سکتے مگر جمعہ کے مواعظ حسنہ اور خطبہ کے لئے مولوی صاحبان کو بلا لیا کرتے ہیں۔ مثلاً فروری اور مارچ ۱۹۶۳ء میں آپ نے کئی جمعے جلالپور شریف پڑھے تو اپنے مخلص نیاز مند مولانا غلام مصطفٰے چشتی اہلوی یا سید فضل الحق شاہ صاحب کھیوہ والے کو بلا لیا کرتے تھے۔ نماز جمعہ کے بعد آپ باقی شرکائے جمعہ کے ساتھ حلقہ بنا کر درود وسلام کے لئے کھڑے ہو جایا کرتے ہیں اور باآواز بلند جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تحفہ سلام ونیاز پیش کرتے ہیں۔ شام کو آپ ختم خواجگان میں بھی شرکت فرما لیا کرتے ہیں۔ عہد طفلی میں آپ نے محمد مصطفٰی روحی فداہ کی شرع مبارک کو زندہ کرنے کا جو ارادہ کیا تھا اس وقت بھی آپ مستقل مزاجی سے اس ارادہ پر قائم ہیں۔ اتباع شریعت کا ظاہری نمونہ پیش کرنے کے علاوہ آپ اپنی توجہات باطنی سے دلوں میں شرع مصطفوی کی متابعت کی لگن بھی پیدا کر رہے ہیں اور یہی اولیائے کرام کا امتیازی وصف ہوتا ہے۔

حضور کے بعض معمولات ہیں جن پر آپ سختی سے پابند ہیں۔ سفر ہو یا حضر، گرمی ہو یا سردی، آپ لاہور میں ہوں راولپنڈی جلال پور شریف یا کہیں اور سیر کے لئے صبح وشام ضرور

Marfat.com

وقت نکالا کرتے ہیں اور مقررہ وقت پر پالکی یا موٹر کار پر ضرور باہر تشریف لے جایا کرتے ہیں۔ لاہور رہتے ہوئے چھاؤنی کی کسی کھلی سڑک پر اور راولپنڈی میں ایوب پارک کے اندر ایک طرف جا کر شام کی سیر کے دوران حضور چلا بھی کرتے ہیں۔ اگرچہ دائیں پاؤں کو حرکت دینا مشکل ہوتا ہے مگر قاضی غلام فرید صاحب کی مدد سے آپ ضرور بصد اہتمام اپنے معمول کو پورا کیا کرتے ہیں۔ لاہور میں تو اپنی کوٹھی کے سامنے صبح کے وقت بھی آپ خاصی دور تک ضرور چہل قدمی فرمایا کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مرض فالج سے شفایاب ہونے میں زیادہ دخل آپ کے عزم وہمت اور آپ کے معمول کی پابندی کا ہے مرض کے سخت حملہ کے باوجود ان صفات مبارکہ کی بدولت بفضلہٖ تعالیٰ حضور کا وجود مبارک مرض پر بتدریج غلبہ پاتا چلا گیا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ کہولت میں بھی حضور کی رگوں میں جوانی کا خون موجزن تھا۔

آپ نے زندگی بھر سیاسیات میں حصہ لینے سے گریز فرمایا ہے یہ آپ کا منصب نہیں۔ لیکن چونکہ آپکا مقصد حیات احیائے دین وملت ہے اس لئے آپ نے سیاست کے اس پہلو کو ہمیشہ مدّ نظر رکھا جو اس مقصد بلند کے حصول میں ممد ومعاون ثابت ہو سکتا ہے۔ تحریک پاکستان میں آپ کی عملاً شمولیت محض اسی غرض کے لئے تھی۔ آج بھی آپ تمام عوارضات لاحقہ کے باوجود بیرونی اور ملکی حالات سے باخبر رہنے کیلئے محض اس خیال سے کوشش فرمایا کرتے ہیں کہ نئے حالات میں آپ کا مقصدِ زندگی کس حد تک شرمندہ تکمیل ہو رہا ہے۔ پاکستان کے قیام وبقا سے آپ کو والہانہ شیفتگی ہے اس لئے متعدد بار آپ فیلڈ مارشل محمد ایوب خان صدر پاکستان کی ان مساعی جمیلہ کو سراہا ہے اور جو انہوں نے ملک کی بہبودی کے لئے انجام دی ہیں۔ حضور ہر وقت گوش برآواز رہتے ہیں کہ بھارت میں ناقوس کی آواز نعرہ تکبیر کے مقابلہ میں کب دبتی ہے اور ہندوؤں کے تسلط سے وادی کشمیر کے آزاد ہونے کی خبر کب پہنچتی ہے۔ معلوم نہیں قطب زماں کی حیثیت سے لاہور رہ کر اس مقصد کے حصول کے لئے باطنی طور پر آپ کیا کچھ کر رہے ہوں۔ اس حقیقت سے صرف رجال الغیب ہی پوری طرح آشنا ہیں۔

قرآن پاک سے حضور کی محبت مثالی ہے۔ جب تک حافظ صلابت مرحوم ساکن حضور پور زندہ رہے۔ آپ ہر سال انہیں ماہِ رمضان میں جلالپور شریف بلا لیا کرتے تھے۔ اور خاص ذوق شوق کے ساتھ نماز تراویح میں قرآن مجید سنا کرتے ۔۱۹۴۴ء میں آپ گلمرگ کشمیر تشریف فرما تھے۔ ماہِ رمضان آ گیا اور کوئی حافظ صاحب دستیاب نہ ہو سکے۔ آپ سخت بے چین ہوئے اتفاق حسنہ سے چکوال کے حافظ محمد مخدوم صاحب وہاں پہنچ گئے۔ حضور نے انہیں ارشاد فرمایا

Marfat.com

چونکہ حافظ صاحب نے خود اپنی مسجد میں قرآن پاک سنانا تھا۔ وہ عشرہ آخر میں آنے کا وعدہ کر کے چلے گئے۔ چنانچہ حسب وعدہ حافظ صاحب موصوف ماہِ رمضان کی چھبیسویں تاریخ کو گلمرگ پہنچے اور انہوں نے ساڑھے سات پارے کی اوسط سے نماز تراویح میں قرآن مجید ختم کیا۔ حافظ صاحب کی آواز میں بڑا اجلال اور سیل رواں کی جولانی ہے۔ حضور بیحد مسرور ہوئے اور پچاس روپے نذر کیے۔ خدا کے فضل سے اس سال بھی ماہِ رمضان میں حضور کا ختم قرآن قضا نہ ہوا۔ اس کتاب مقدس ومطہر سے والہانہ محبت کا یہ نتیجہ ہے کہ جب آپ نماز باجماعت یا مجلس وعظ میں قرأت فرماتے تھے تو سادگی کے باوجود آواز کی پرآہنگ ساحری ہر ایک کو مدہوش کر دیتی تھی۔ آج بھی جب کہ آپ کی زبان مبارک میں لکنت ہے۔ آپ نماز میں قرأت اس روانی سے فرماتے ہیں کہ سننے والے حیران رہ جاتے ہیں۔ تسکین ذوق کیلئے آپ باقاعدگی سے ہر صبح ریڈیو پر تلاوت قرآن سنا کرتے ہیں۔ اور اس بار یعنی ۱۹۶۳ء کے عرس مبارک پر آپ نے محبت قرآن کا ایک اور عجیب طریقہ سے اظہار فرمایا ۶/۵ جمادی الثانی کی درمیانی رات کو روضہ شریف پر لاؤڈ سپیکر نصب کر دیے گئے اور رات کے دوران میں حافظ صاحبان نے غلام گردش کے جنوب مغربی گوشے میں کھڑے ہو کر بڑی سحر آفریں لے میں قرآن پاک ختم کیا۔ رات کی خاموشی حضور خواجہ غریب نوازؒ کے روحانی تصرف سے معمور فضا، پیر بھائیوں کا ذوق وشوق اور وجدان، تمام رات ایک بلند مقام سے آیات قرآنی کی گونج اس طرح آتی رہی گویا بارش الہام ہو رہی ہے۔[۱]

الغرض حضرت امیر حزب اللہ قرآن وسنت کی تعلیمات کا ایسا کامل واکمل زندہ نمونہ ہیں جس کا قائم رکھنا فقر وتصوف کا ہمیشہ منتہائے مقصود رہا۔ اور ایک عالم حضور سے مستفیض ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ تا دیر اس شان کے ساتھ آپ کو قائم رکھیں۔ آمین ثم آمین

---

[۱] اس سال بھی یعنی ۱۹۶۳ء کو عرس کے موقعہ پر حسب معمول عشاء کی نماز کے بعد ختم کلام پاک شروع ہوا اور سحر گاہ کو ختم ہوا۔ تقریباً بیس حفاظ نے اس میں حصہ لیا۔

Marfat.com

سیرت و شخصیت

Marfat.com

نِگاہ بلند، سخنِ دل نواز، جاں پرسوز!
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کیلئے

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب ہفتم

سیرت و شخصیت

سیرت نگاری میں موجودہ نظریوں کے مطابق سیرت و شخصیت کا باب اہم ترین شمار ہوتا ہے۔اس میں سوانح نگار اس بنیادی جذبہ پر بحث کرتا ہے جس کے اردگرد صاحب سیرت کی مکمل شخصیت گھومتی ہے۔ یہ بحث نفسیاتی حیثیت اختیار کر لیتی ہے۔اس میں شخصیت کے ارتقاء، اس کی تکمیل یافتہ صورت اور پھر اس کے آئینے میں تمام اعمال و افکار کا جائزہ لیا جاتا ہے۔اس تصریح سے ظاہر ہے کہ علمی نقطہ نگاہ سے یہ تمام تحقیق جستجو اور کدو کاوش نہایت معنی خیز اور دلچسپ ہوتی ہے۔اس سے فطرت کے بعض ایسے اسرار سربستہ نگاہوں کے سامنے آجاتے ہیں کہ جن کی وجہ سے بصیرت میں بیش بہا اضافہ ہو جاتا ہے۔شعراء، ملوک اور دیگر تمام اعاظم رجال کے سلسلہ میں یہ بحث چنداں مشکل نہیں ہوتی۔ دیدہ ریزی اور غور و فکر سے کام لے کر شخصیت کا محور اور مرکز تلاش کیا جا سکتا ہے۔اور پھر اس کو جو وسعت حاصل ہوتی ہے اسے بھی نگاہ تخیل اپنی گرفت میں لے لیتی ہے لیکن انبیاء اور اولیاء کے سلسلہ میں کماحقہٗ کامیابی ناممکن ہے۔اس میں تو کوئی شک نہیں کہ ان کی تمام تر حیات خداوند تعالیٰ کی محبت اور اطاعت کے اردگرد گھومتی رہتی ہے۔ان کے قلب کا سوز، ان کی گفتگو کا ساز، ان کے اعمال کا وارفتہ پن سب کچھ محبت الٰہی کا اعلان کر رہا ہوتا ہے لیکن اس محبت کی پوری پوری نوعیت سے آگاہ ہونا کسی کے بس کی بات نہیں۔ یہ محبوب ازل اور چاہنے والوں کا راز ہوتا ہے۔ جو ہمیشہ سربستہ رہا ہے۔اور اسی طرح رہے گا۔

کاں را کہ خبر شد خبرش باز نیامد

حضور سرور کائنات ﷺ اس راز کے متعلق حدیث قدسی میں فرماتے ہیں:۔

لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل

آنحضرت کا ارشاد ہے کہ ہمیں اللہ کی ذات کے ساتھ ایسے اوقات گزارنے کا شرف حاصل ہوتا ہے کہ ان میں مقرب سے مقرب فرشتے اور بڑے سے بڑے مرسل نبی کی بھی گنجائش نہیں۔ اسلئے حضور ﷺ کے کونسے سیرت نگار کی یہ حیثیت ہے کہ ان اوقات پر بحث کر سکے جو حضور کی شخصیت کا منتہائے کمال اور اس کی تمام تر توانائی کا واحد موجب ہیں زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے سرور انبیاء علیہ السلام کی بدیع المثال شخصیت کے اس بنیادی پہلو کی طرف کوئی صاحب

Marfat.com

صرف استعارہ اور کنایہ سے کام لیکر کوئی نہایت ہی مجمل اشارہ دے۔ چنانچہ ''تذکرۃ الاولیاءؒ'' کے بیان کے مطابق شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک موقع پر فرمایا:۔

مصطفٰے علیہ السلام دریائے بوذ بے نہایت کہ اگر قطرہ ازاں دریا بیروں آمدے ہمہ عالم و عالمیاں غرق شدندے۔

یہ وہ حقائق ہیں جن کے مقابلے میں ساری کائنات اپنی بے پناہ وسعتوں کے باوجود سمٹ کر ایک حقیر نقطے کی صورت اختیار کر لیتی ہے اور جن کے متعلق حضرت جبریل علیہ السلام ایسے اولوالعزم فرشتے نے بھی کہا۔

اگر یک سر موئے برتر پرم فروغ تجلی بسوزد پرم

اولیائے کرام بھی مشکوٰۃ نبوت سے مستفیض ہوتے ہیں۔ ان کی شخصیت کا یہ بنیادی پہلو بھی اسی لئے نگاہوں سے ہمیشہ اوجھل رہا ہے۔ جدم سید رسول رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک بار وہ آیت من آیات اللہ فانی فی اللہ باقی باللہ حضرت خواجہ محبوب سبحانی سید حیدر علی شاہ صاحب قدس سرہ العزیز کی زیارت سے مشرف ہوکر پیدل گھر کو واپس جا رہے تھے کہ ایک مقام پر سالک سے ملاقات کا اتفاق ہوا۔ انہیں جب جدم صاحب مرحوم کے سفر کا مقصد معلوم ہوا تو کہنے لگے:۔

حضرت حیدر شاہ سمندر پی کر بیٹھے ہیں اور کمال یہ ہے کہ ایک قطرہ بھی باہر نہیں گرنے دیتے۔

اس فقرے پر غور فرمائیں۔ قطرہ باہر نہ گرنے دینے کا ایک معنی یہ ہے۔ کہ حضرت اعلیٰ نے وسعت قلب کی بنا پر انوار توحید اپنی ذات میں اسطرح جذب کر لئے تھے کہ شمہ بھر چھلکنے نہ پایا۔ اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ آپ کا سینہ اگرچہ گنجینہ اسرار بن چکا تھا مگر اہل عالم کی نگاہ وہاں تک رسائی حاصل نہ کر سکی۔ ان دونوں معانی کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ کی جو حقیقت تھی وہ باقی لوگوں کے خواب وخیال سے بھی ماوریٰ ہے۔ اللہ اور اللہ والوں کے باہمی معاملات کچھ اس قسم کے ہوا کرتے ہیں۔

حضرت امیر حزب اللہ ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے حالات طیبہ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ جب آپ نشہ توحید سے پوری طرح سرشار ہو چکے تھے تو حضرت اعلیٰ نے سفر آخرت اختیار فرمایا۔ اسی طرح وہ خدائی آواز بھی جس نے آپ کو تحریک حزب اللہ شروع کرنے سے پہلے کہا۔

اٹھ باندھ کمر کیوں ڈرتا ہے پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

اسی سرشاری کا پتہ دیتی ہے۔ اور اس سے اللہ تعالیٰ کے ایسے قرب اور مشاہدہ کا اظہار ہوتا ہے جو

Marfat.com

صرف انبیاء اور اولیاء کو نصیب ہوا کرتا ہے۔ کوہِ طور پر جلوہ الٰہی، غار حرا میں مافوق الفطری[1] مشاہدہ اور شب معراج کو عین ذات کا دیدار اگرچہ بمراتب بلند تر چیزیں ہیں۔ مگر ان تمام کی نوعیت ایک ہی ہے۔ اس لئے جہاں تک حضرت امیر حزب اللہ کی شخصیت مبارکہ کے اس پہلو کا تعلق ہے جس نے آپ کے باطن میں اسرار توحید کے وفور کے باعث ایک غیر معمولی ہنگامہ بپا کئے رکھا اس کی حقیقت سے یہ ناچیز قطعاً نابلد ہے۔ اور اس کے متعلق اتنا بھی شعور حاصل نہیں کہ معمولی سا اشارہ بھی کیا جاسکے۔ البتہ اس بات کا پورا پورا یقین ضرور حاصل ہے کہ یہ سارا ہنگامہ بادہ توحید سے سرشاری کی وجہ سے تھا۔ اس کی ماہیت سے باخبری کا دعویٰ اگرچہ ناممکن ہے مگر اس کی نوعیت کا یقین کامل ضرور ہے۔ اس لئے سیرت و شخصیت کے عنوان کے تحت ہم حضور کے متعلق صرف ان باتوں کا ذکر کرتے ہیں۔ جنہیں ہم تمام کی آنکھوں نے دیکھا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضور کی شخصیت عالیہ کا یہ پہلو کلی طور پر نگاہوں سے اوجھل رہ گیا۔ برقی قمقمے جس محل کے اندرونی حصے کو نور علیٰ نور بنا چکے ہوں۔ اس کی دیواروں میں سے انوار چھن چھن کر ضرور باہر نکلتے رہتے ہیں اور باہر کی فضا میں دھیمی دھیمی روشنی پھیلتی ہوئی یقیناً محسوس ہوتی ہے علاوہ بریں اگر کبھی محل کا کوئی کواڑ اتفاقاً کھل جائے تو انوار کا ایک طوفان ہوتا ہے۔ جو یک لخت باہر کا رخ کرتا ہے۔ اسی قسم کا ایک واقعہ صوفی طفیل احمد فائق بیان کرتے ہیں۔ حضرت امیر حزب اللہ تحریک کے ابتدائی دورہ کے سلسلہ میں دھولکہ ضلع جھنگ تشریف لے گئے صوفی صاحب کہتے ہیں کہ ان کے لئے حضور کی زیارت کا پہلا موقع تھا۔ آپ کمرے میں تشریف فرما تھے۔ باہر جلسہ گاہ میں لوگ آپ کی آمد کیلئے چشم براہ تھے۔ دفعتہً دیوار کی اوٹ سے آپ باہر تشریف لائے۔ صوفی صاحب کا بیان ہے کہ جب ان کی پہلی نظر حضور پر پڑی تو دیکھا جسم اطہر سے نور کا ایک ستون پوری جولانی کے ساتھ آسمان کی طرف بلند ہوا اور آفتاب عالم تاب سے آگے گزر گیا۔ اور انہوں نے پوری تسلی سے دیکھا کہ سورج اس نور کے سامنے ماند پڑ گیا ہے۔ صوفی صاحب کہتے ہیں

و اللہ علیٰ ذالک شہید

وصلے اللہ علی نور کز و شد نور ہا پیدا

زمیں از حب او ساکن فلک در عشق او شیدا

صوفی خضر حیات ان کی تائید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس روز قیام، نشست اور جلسہ گاہ کا انتظام

---

[1] ہمیں اس بات سے انکار نہیں کہ غار حرا میں حضرت جبرائیل علیہ السلام ناموس لائے تھے۔ یہاں صرف روحانی تجربہ کی حیثیت سے اس کا مافوق الفطری ہونا ہمارے مدنظر ہے۔

Marfat.com

مدرسہ میں کیا گیا تھا۔ اور اس بات کا اہتمام کیا گیا تھا کہ جب آپ قیام گاہ سے باہر تشریف لائیں اور جلسہ کا رخ فرمائیں تو مدرسہ کا شامداس ہندو ہیڈ ماسٹر آتش بازی کے ایک گولے کو آگ لگا دے تا کہ ہر ایک حضور کی آمد سے مطلع ہو کر ادھر متوجہ ہو جائے اور آنکھیں فرش راہ کر دے۔ لیکن جب حضور قیام گاہ سے باہر نکلے اور آپ کے چہرہ مبارک سے انوار الٰہی کی شعاعوں نے صعود کیا تو منشی شامداس مذکور اس قدر مبہوت ہوا کہ گولے کو دیا سلائی تو حالتِ اضطراری میں لگا دی مگر اسے پھینکنا بھول گیا۔ چنانچہ گولہ اس کے ہاتھ میں پھٹا۔ اور ہاتھ زخمی ہو گیا۔ اپنے زخمی ہونے کا اسے احساس تک نہ ہوا اور عالم مدہوشی میں حضور کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔ اس کا نام نذر حسین رکھا گیا۔ اور وہ آج بھی ۱۹۶۳ء میں وہیں ملازمت کر رہا ہے۔

برقع جو اپنے منہ سے صنم نے اٹھا دیا　　　سب کو خدا کے نور کا جلوہ دکھا دیا

صوفی خضر حیات کا بیان ہے کہ مظہر نور خدا پا کر اس روز صوفی طفیل احمد، میاں محمد سلیمان لانگ اور ملک راجہ بکھلیرا نے شرف بیعت حاصل کیا اور حزب اللہ کے رضا کار بن گئے۔

اسی طرح کا ایک واقع راقم السطور کو بھی پیش آیا۔ مگر اس موقع پر حضور کی اس حقیقت سے پردہ علمی رنگ میں اٹھا۔ ۱۹۶۱ء کے ماہ اگست میں جب حضور راولپنڈی میں صاحبزادہ سید برکات احمد شاہ صاحب قبلہ کی کوٹھی پر تشریف فرما تھے تو بندہ قدم بوسی کیلئے حاضر ہوا۔ دیگر پیر بھائی بھی موجود تھے۔ حضور کرسی مبارک پر جلوہ آرا تھے اور محفل پر سکوت طاری تھا۔ بندہ دل ہی دل میں کہہ رہا تھا

اذا تمّ الفقر فهو اللّٰه

حضور نے اچانک بندہ کی طرف رخ کر کے فرمایا تیرا اعتقاد درست ہے۔ مولانا روم اسی لئے کہتے ہیں:

اولیاء اللہ اللہ اولیاء

لہذا حضور کی وہ شخصیت حقیقی جہاں اللہ ہی اللہ ہے ہم اپنی بے بضاعتی کے سبب کماحقہٗ نہیں دیکھ سکتے۔ ہم اسی کا ذکر کریں گے جو دید میں آئی۔ سابقہ ابواب میں اس ضمن میں بہت کچھ کہا جا چکا ہے۔ یہاں بعض بنیادی حقائق کو ذرا مربوط صورت میں بیان کیا جائے گا۔ وَبِیَدِهِ التَّوفِیقُ

ذات حق سے تعلق

سطور بالا سے واضح ہوتا ہے کہ حضور کا تعلق ذات باری سے بڑی گہری بنیادوں پر قائم تھا۔ یہ تعلق حضور کی زندگی کا محور بنا رہا۔ اور آپ کے تمام اعمال حیات اسی کے گرد گھومتے رہے۔ آپ

Marfat.com

نے زندگی بھر جو کچھ کیا اس میں یہی بنیادی جذبہ کارفرما تھا۔ ملت اسلامیہ سے آپ کے دل میں عمیق جذبہ ہمدردی کی وجہ محض یہ تھی کہ آپ اس بات کو برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ خدائے واحد کے پرستار کسی اور کے سامنے سر جھکائیں اور دنیا میں ذلیل وخوار ہوں۔ دنیا کے کسی کونے میں کہیں بھی کوئی توحید پرست موجود تھا۔ اس کے پاؤں میں اگر کانٹا بھی چبھا تو آپ کے دل میں درد کی ٹیس ضرور اٹھی۔ عہد طفلی کے بعد جب آپ کے ذہن میں شعور نے انگڑائی لی اور آپ نے اپنے ماحول اور دنیا اسلام کا جائزہ لیا تو آپ کو پتا چلا کہ نہ صرف ہندوستان کے مسلمان بلکہ ہندوستان کے باہر بھی ملتِ بیضاء کے افراد غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ آپ نے سوچا عجیب بات ہے۔ اس ذات برحق کے نام لیوا پابند سلاسل بنائے جاتے ہیں جو احکم الحاکمین ہے۔ جو کائنات کا مالک ہے اور جس کا سکہ بحروبر اور زمین وآسمان پر چل رہا ہے آپ نے خیال کیا۔ اللہ کا غلام کسی اور کا غلام نہیں ہوسکتا۔ اس خیال کے پیدا ہوتے ہی آپ نے عزم بالجزم کیا کہ پرستاران توحید کے پاؤں سے غلامی کی زنجیریں کاٹنے کے لئے سردھڑ کی بازی لگا دینی چاہیے۔ ظاہر ہے محبتِ الٰہی نے اس طرح حضور کو ملتِ بیضا کا غمخوار وغمگسار بنا دیا۔ اور للّٰہیت سے سرشار ہو کر آپ نے اپنے دل میں مجاہدانہ عزائم پیدا کیے۔ دوسرے الفاظ میں یہ جذبہ توحید ہی تھا جس نے آپ کو زندگی بھر مضطرب اور سرگرم کار رکھا۔ اللہ کی زمین پر اللہ کے غلاموں کو اقتدار اعلیٰ دلانے کے لئے آپ نے اپنی ساری قوتیں صرف کر دیں۔ دشت وجبل عبور کئے ہزاروں میل کی مسافت طے کی اور تحریر وتقریر دونوں طریقوں سے لوگوں کے خیالات اور ضمیر میں انقلاب پیدا کیا اور چونکہ مقصود محض رضائے الٰہی تھا۔ آپ نے ایسے جوش وخروش اور انہماک کا اظہار کیا کہ ہر ایک بے حد متاثر ہوا۔ قدرتی بات ہے اپنا سینہ جب سوز سے بھرا ہو دوسروں کے سینے ضرور گرم ہو جاتے ہیں۔

از دل خیزد وبر دل ریزد

مجاہدین اسلام اور امیر حزب اللہ

اس حقیقت سے بھی ہر ایک باخبر ہے کہ ہم جنس اشیاء خود بخود ایک دوسرے کی طرف کھنچی جاتی ہیں۔ اور جذبہ کی یکرنگی، اتحاد وفکر عمل کا موجب بنتی ہے۔ بنابریں ماضی اور حال کے ملتِ بیضا کے جتنے غمخوار بھی ہو گزرے ہیں ان سے قدرتی طور پر آپ کو بے حد لگاؤ پیدا ہو گیا۔ اور ایسا نظر آتا تھا جیسا اپنی باری پر حضور انہی کا کردار ادا کرتے رہے ہیں۔ سلطان صلاح الدین ایوبی نے شمع توحید روشن رکھنے کے لئے جان کی بازی لگا دی تھی۔ اور صلیبی جنگوں میں تن تنہا ساری یورپ

Marfat.com

دنیا سے نبرد آزمار ہاتھا۔حضرت امیر حزب اللہ کے دل میں سلطان مرحوم کے جذبہ جہاد کی بے حد قدر تھی۔اور جب آپ عزم جہاد کا پر جوش الفاظ میں اظہار فرماتے تھے تو اس طرح پتہ چلتا تھا گویا اسی مجاہد کبیر کی روح آپ کے سینہ میں بول رہی ہے۔سید جمال الدین افغانی نے افغانستان ایسی سنگلاخ وکور سرزمین سے اٹھ کر تمام دنیائے اسلام میں حریت اور آزادی کی روح پھونک دی۔اور ان کی وجہ سے مصر، ترکی، ایران اور ہندوستان میں آزادی کی تحریکیں شروع ہوئی تھیں۔حضور کے دل میں ان کی بے حد قدر و منزلت تھی۔آپ کی تحریک حزب اللہ بھی حریت اور آزادی کی علمبردار بنی اور اس طرح معلوم ہوتا تھا کہ اس صدی کا افغانی اس تحریک کے ذریعے مسلمان غلام کو آزاد کرانا چاہتا ہے۔اسی طرح حضور جب بلاد اسلامیہ کی سیاحت کیلئے گئے تو دمشق میں آپ امیر عبد القادر الجزائری کے مزار مبارک پر بھی فاتحہ خوانی کیلئے گئے۔امیر موصوف انیسویں صدی عیسوی کے وسط میں الجزائر کی آزادی کے لئے فرانس کے خلاف جہاد کر رہا تھا اور آپ اس کی شجاعت اور معرکہ آرائی سے بڑے متاثر تھے۔اور اس کے جذبہ جہاد کو زندہ رکھنا چاہتے تھے۔تحریک حزب اللہ شروع کرنے کے بعد حضور نے جب سرفروشی اور شجاعت کی تعلیم دینا شروع کی تو صاف نظر آتا تھا کہ ان تمام مجاہدین اسلام کی روح آپکے دل میں ولولہ انگیز ہے۔ہندوستان میں دیگر بزرگان قوم کے علاوہ علامہ اقبال اور محمد علی جناح مسلمانوں کے بڑے خیر خواہ اور ہمدرد تھے۔اور اسی ہم خیالی کی بنا پر آپ انہیں محترم سمجھتے تھے۔ہمدردی ملت، جذبہ جہاد اور حریت کوشی کی وجہ سے آپ آغاز کار ہی میں ان اکابر ملت کی صف میں شامل ہو گئے۔جن پر اسلام کو بجا طور پر فخر ہے۔یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ قلوب ایک ہی صف میں نظر نہ آئیں جن کے تاروں کی لرزش ایک جیسی تھی، جن کا اضطراب ایک ہی طرح کا تھا اور جو تمام توحید پرستوں کو آزاد اور سر بلند دیکھنا چاہتے تھے۔

اللہ کا غلام اور کسی کا غلام نہیں ہوسکتا یہ جذبہ تھا جس کے تحت آپ عمر بھر سر بکف رہے۔اس جذبہ کا اظہار حضور نے ہمیشہ ہر مقام پر عجیب وغریب طریقہ سے کیا۔صوفی طفیل احمد فائق بیان کرتے ہیں کہ ایک بار حضور دہلی میں تشریف فرما تھے۔انگریز سپہ سالار افواج ہند کو پتا چلا۔اسے علم تھا کہ جہلم اور راولپنڈی کے کافی پیر بھائی فوج میں ملازم ہیں اس نے انتظام کیا کہ حضور انہیں مخاطب فرمائیں۔چنانچہ آپ نے دعوت منظور فرمائی۔اور برطانوی حکومت کے ایام میں اور انگریز سپہ سالار کی موجودگی میں آپ نے سپاہیوں کو اللہ کی غلامی کا بڑے موثر پیرائے میں درس دیا اور ان سے عہد لیا کہ وہ احکامات خداوندی کو دیگر تمام احکامات پر ترجیح دیں گے۔

Marfat.com

آپ نے فوج کو مخاطب کر کے فرمایا: دیکھو حکومت تمہیں وردی، راشن اور تنخواہ دیتی ہے اور اس کے عوض تمہارا فرض ہے کہ تم اپنے بادشاہ، ملک اور وطن کے لئے جان تک قربان کر دو۔ کیا یہ ٹھیک ہے؟ سب نے یک زبان ہو کر کہا۔ جی ہاں۔ آپ نے فرمایا ہاں ایسا ہی ہونا چاہیے۔ اور یہی حق وفاداری ہے۔ مگر یہ بتاؤ تمہارے مختلف افسر ہیں۔ اور ان کے مختلف مدارج ہیں اگر ان کے احکام میں بیک وقت اختلاف ہو تو تم کس کا حکم مانو گے۔ مثلاً ایک حکم تمہیں نائک دیتا ہے۔ لیکن صوبیدار کا حکم اسکے خلاف ہے تو پھر تم کس کے حکم کی تعمیل کرو گے؟ تمام نے کہا: جناب ہم صوبیدار صاحب کے حکم کی تعمیل کریں گے۔ آپ نے پھر سوال فرمایا۔ اسی طرح ایک حکم صوبیدار دیتا ہے۔ مگر کرنل اس کے خلاف حکم دیتا ہے پھر تم کس کا حکم مانو گے؟ حضور کرنل کا۔ یہ جواب سن کر آپ نے فرمایا لیکن کرنل کے حکم کے خلاف تمہیں کمانڈر انچیف کا حکم ملے تو تم کیا کرو گے؟ تمام نے متفق اللفظ ہو کر کہا۔ جناب ہم کمانڈر انچیف کا حکم مانیں گے۔ حضور نے فرمایا بالکل درست یہی اصول ہے اور اسے ملحوظ رکھنا چاہیے۔

اس سوال جواب سے انگریز سپہ سالار خوش ہو رہا تھا۔ اور وہ مطمئن تھا کہ افواج کو وفاداری کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ لیکن اس سادہ دل کو اس بات کا قطعاً علم نہیں تھا کہ حضور بڑے احسن طریقہ سے احکم الحاکمین کی وفاداری کا عہد لینے کے لئے زمین تیار کر رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں سوال و جواب کا اب اصلی نتیجہ نکلنے والا تھا۔ اور دیکھیں جس قوم کا یہ اصول ہے کہ۔

ماسوا اللہ را مسلمان بندہ نیست — پیش فرعون سرش افگندہ نیست

اس کے امیر اس حیات آفریں تعلیم کا کس طرح پرچار کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اچھا اب یہ بتاؤ کہ حکومت تمہیں وردی، راشن اور تنخواہ دیتی ہے اور اس کے حکم کی تعمیل ضروری ہے۔ لیکن شہنشاہ کون و مکاں، خالق ارض و سماء، رازق حقیقی جس نے تمہیں پیدا کیا ہے، انسان بنایا، خوب صورت اور مفید اعضاء و جوارح بخشے، پاؤں دیئے جن کے ذریعے تم چلتے ہو، ہاتھ دیئے جن سے تم دنیا بھر کے کام لیتے ہو، آنکھیں دیں جن سے تم دیکھتے ہو، کانوں سے سنتے ہو، ناک سے سونگھتے ہو اور زبان سے دنیا بھر کی نعمتوں کا لطف اٹھاتے ہو۔ اور پھر تمہیں گویائی، عقل، ہوش، صحت، زندگی الغرض سب کچھ عطا فرمایا جو سب بادشاہوں کا بادشاہ اور سب حاکموں کا حاکم ہے اگر اس کے کسی حکم اور دنیاوی حاکموں کے احکام میں اختلاف پایا جاتا ہو تو تم کس کا حکم مانو گے؟ سب نے یک آواز کہا۔ ہم بادشاہ حقیقی اپنے خالق اور مالک کا حکم مانیں گے۔ حضور نے فرمایا بس میں یہی کچھ کہنا اور تمہیں سمجھانا چاہتا تھا۔ کیا تم میرے ساتھ وعدہ کرتے ہو کہ ایسی صورت میں

Marfat.com

خداوند تعالیٰ کا حکم مانو گے؟ سب نے پورے جوش ایمانی کے ساتھ وعدہ کیا۔ اور حضور اپنے فریضہ کی انجام دہی کے بعد اپنی قیام گاہ پر واپس تشریف لے گئے۔ حضور کے ساتھ عہد کرنے والے انہی فوجی پیر بھائیوں نے بعد میں اپنے آپ کو رضا کاران حزب اللہ کے طور پر پیش کیا۔ اور حصول پاکستان کی جنگ اور جہاد کشمیر میں اپنے امیر کے حکم کی متابعت کرتے ہوئے ہمت و شجاعت کا ثبوت دیا۔

شہنشاہ حقیقی کا حکم

یہ واقعہ اعلاء کلمۃ اللہ کی بڑی عمدہ مثال ہے۔ عشاق کو ہمیشہ صرف اپنے محبوب سے سروکار ہوتا ہے۔ نظیری نیشاپوری کہتے ہیں۔

از حدیث سود سودائی ء روم دیوانہ وار
حرف لیلیٰ گوی تادانی کہ مجنوں عاقل است

مجنوں کی عقل و تمیز کا واحد معیار لیلےٰ کا نام تھا۔ یہ نام سنتے ہی وہ پوری پوری عقل مندی کا ثبوت دیا کرتا تھا۔ حضرت امیر حزب اللہ کے نزدیک بھی عقل و بینش کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ محبوب ازل یعنی اللہ جل شانہٗ کا نام بلند کیا جائے۔ اسی لئے اعلائے کلمۃ اللہ حضور کی زندگی کا مقصد تھا۔ اور آپ نے ان مقامات پر جا کر بھی اللہ کا نام بلند کیا جہاں کرۂ ارض کی خلقت سے لیکر اس وقت تک شرک اور بت پرستی کے بغیر کچھ بھی نہیں ہوتا تھا۔ میاں محمد شفیع اختر بیان کرتے ہیں کہ ۲۳ / مارچ ۱۹۳۶ء کو حضرت امیر حزب اللہ بسلسلہ دورہ رستہ سے گزرتے ہوئے ان کے گھر ڈھانگری مرزا میں تشریف فرما ہوئے۔ یہ مقام ٹلہ جوگیاں ضلع جہلم کے مضافات میں واقع ہے ٹلہ کی اونچی پہاڑی پر شروع ہی سے ہندو جوگی رہتے چلے آئے تھے۔ اور مشرکانہ مراسم کی ادائیگی میں مصروف رہتے تھے۔ مسلمانوں کو وہاں جانے کی اجازت شاذ و نادر ملا کرتی تھی۔ اور وہ بھی صرف جوگیوں کے ضروری امور کی انجام دہی کیلئے۔ اس روز قریبی گاؤں بھیٹ میں حزب اللہ کا جلسہ منعقد ہوا اس سے فارغ ہونے کے بعد قبل از عصر حضور نے ٹلہ جوگیاں پر جانے کا ارادہ فرمایا۔ دیگر ہمراہیوں کے علاوہ مولوی نور محمد مرحوم، منشی محمد غازی، محمد اکبر درویش، قاضی غلام فرید، بوٹا خان نمبردار جندا اور میاں احمد دین درویش جلو میں تھے۔

ٹلہ کے جوگیوں کا استقبال

کوکبہ توحید بڑی آن بان سے نکلا۔ حضور چند قدم پیدل چلے۔ پھر گھوڑی پر سوار ہو گئے۔ جو جوگیوں کے گرو نے آپ کیلئے خاص طور پر بھیجی تھی۔ بنوہری کے مقام پر نماز عصر باجماعت ادا

Marfat.com

کی گئی۔ اذان قاضی محمد افضل نے دی۔ گویا آذان کے ذریعے اس بات اعلان ہوا کہ ٹلہ جوگیاں کے کفرزار میں نعرۂ تکبیر بلند ہونے والا ہے۔ بھیٹ کے صوبیدار نادر خان نے جوگیوں کے گروکو حضور کی تشریف آوری کی اطلاع دے دی تھی۔ انہوں نے آپ کے استقبال کا شاہانہ انتظام کیا۔ اپنے چیلوں کو ہندوانہ قیمتی لباس پہنایا اور حضور کی پیشوائی کے لئے بہت دور آگے تک بھیجا۔ جوگی ناد بجاتے تھے اور انکے بلائے ہوئے مراثی باجا اور شہنائیاں بجا رہے تھے۔ ادھر فرزندان توحید نعرہ تکبیر بلند کرتے اور کلمہ طیبہ بہ آواز بلند پڑھتے جا رہے تھے۔ ناد اور شہنائیوں کی آواز تکبیر و تہلیل میں دبتی چلی جا رہی تھی۔ پیر کلا ناتھ گدی نشین ٹلہ جوگیاں کی پاس خاطر کیلئے آپ نے اوپر مکان کی سیڑھیوں پر پہنچ کر ہاتھ کے اشارہ سے ہمراہیوں کو خاموش ہو جانے کیلئے کہا۔ اہل اللہ ہمیشہ حسن سلوک سے قلوب کو مسخر کرتے رہے ہیں۔ کلا ناتھ نے جب آپ کے اخلاق عالیہ کا مظاہرہ دیکھا تو مہمانداری کے فرائض کا احترام کرتے ہوئے کلمہ طیبہ اور نعرہ تکبیر جاری رکھنے کے لئے اشارہ کیا۔ چنانچہ عجیب روح پرور غلغلۂ توحید بلند ہوا۔ جس میں ناقوس کی آواز ہمیشہ کے لیے دب گئی۔ شام کی نماز آپ نے وہیں ادا فرمائی۔ اور ایک خوش الحان رکن حزب اللہ نے اذان دی۔

ہنومان کے مندر کے سامنے وسیع صحن میں غالیچے بچھے ہوئے تھے۔ حضرت امیر حزب اللہ کیساتھ ایک کرسی پر کلا ناتھ بھی بیٹھ گیا۔ باقی حاضرین مؤدب ہو کر غالیچوں پر بیٹھ گئے۔ ایک ہندو جوگی نے پنجابی زبان میں ہارمونیم پر حضور کی تعریف میں ایک نظم پڑھی جس کے پانچ چھ بند تھے۔ اس کا ایک شعر یہ ہے۔

میں قربان جاواں پیر فضل شاہ دے　　　جیہڑے دسدے نے راہ خدا دا دے

یعنی خود ہندو حضور کی دعوت حقہ کا اقرار اور اعتراف کر رہے تھے۔ پیر کلا ناتھ نے آپ کی خدمت میں خشک میوے پیش کئے۔ آپ نے بھنڈارے کیلئے پانچ روپے عنایت فرمائے۔ واپسی پر گورو صاحب نے گیس روشن کرا کے آپ کے ساتھ کر دیا۔ اور آپ تاریک رات میں گیس کی روشنی سے مدد لے کر چار میل کا دشوار گزار رستہ طے کر کے مقام دورہ پر پہنچے ٹلہ جوگیاں پر مجاہدانہ یلغار کا یہ نتیجہ نکلا کہ شرک اور کفر کا یہ گڑھ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔ کراچی سے لے کر سرینگر تک حضور اسی طرح اعلائے کلمۃ اللہ فرماتے رہے اور مسلسل دعوت الی الحق دیتے رہے۔

خلافت علیٰ منہاج النبوت

جناب رسالت مآب ﷺ نے دلوں میں محبت الٰہی کو راسخ کرنے کے لئے وہ...

Marfat.com

کی تعلیم دی تھی۔ اسلیئے بعد میں امت مرحومہ میں جتنے مصلح پیدا ہوئے۔ انہوں نے دین اسلام کو زندہ رکھنے کیلیئے پوری پوری سرگرمی کا اظہار کیا۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو محی الدین اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ نے اسلام کو نئی زندگی عطا کی تھی۔ دلوں میں تعلیمات دینی کے لئے وہی ذوق وشوق پیدا کیا تھا۔ جو قرون اولیٰ کا خاصہ تھا۔ حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے پاکیزہ نمونے سے تعلیمات اسلامی پر عمل کرنے کے لئے ایک نئی لگن پیدا ہوگئی تھی۔ حضرت امیر حزب اللہ نے بھی یہی طریق کار اختیار کیا۔ اور اس خالص دین اسلام کی تعلیم دی جس کا بہترین نمونہ قرون اولیٰ میں نظر آتا ہے۔ آپ حضور کی تمام تحریرات کا مطالعہ کر جائیں ابتدا سے لیکر انتہا تک آپ کو یہ جذبہ کارفرما نظر آئے گا کہ حضور صرف اسلام کو جاری اور ساری دیکھنا چاہتے ہیں جو حضور سرور کائنات ﷺ نے اولاد آدم کے سامنے پیش کیا تھا۔ حضرت امیر حزب اللہ اسلام میں کسی قسم کی آویزش کو روا نہیں سمجھتے اور نہ ہی مشرق ومغرب کے کسی نظریہ کی روشنی میں اسلام کے اندر ترمیم یا تنسیخ کے قائل ہیں۔ آپ کتاب وسنت کو ہر زمانہ کی انسانی ضروریات کیلیئے کافی اور وافی سمجھتے ہیں۔ اور انہیں ماضی حال یا مستقبل کے تمام نظریوں پر فائق اور غالب قرار دیتے ہیں۔ آپ نے اپنی تقریروں اور تحریروں سے اسی عقیدہ کی اشاعت فرمائی اور اپنے مبارک نمونہ سے لوگوں کو اسی پر عمل کرنے کی ترغیب دی۔ سالہا سال تک آپ اسی کام کو انجام دینے میں مصروف رہے۔ اور مسلمانوں کے دلوں میں اسی اسلام کی محبت پیدا کی جو رسول ﷺ لائے تھے۔ موجودہ زمانہ سیاسی لحاظ سے نظام جمہوری کا قائل ہے اور ہر ملک اور ہر قوم نے اپنی اپنی روایات اور ضروریات کے مطابق اپنے ہاں جمہوری نظام قائم کر رکھا ہے۔ حضرت امیر حزب اللہ پاکستان میں اس جمہوری نظام کو قائم کرنا چاہتے ہیں جو خلفائے راشدین نے علیٰ منہاج النبوۃ قائم ونافذ فرمایا تھا۔ اسی بنا پر حضور کی کوششیں حصول پاکستان کے بعد ختم نہ ہوئیں۔ بلکہ اس کے قیام سے پہلے ۱۹۴۴ء میں ہی آپ نے حکومت الہیہ کو اپنا مطمح نظر قرار دے دیا تھا۔ یعنی ملت پاکستان کو آپ مکمل طور پر اسلامی رنگ میں رنگنا چاہتے ہیں اور یہاں اسلام کو اس طرح زندہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ باقی اہل عالم بھی اس سے استفادہ کر کے اپنی نظریاتی، سماجی، اقتصادی اور سیاسی گتھیاں سلجھا سکیں۔ اس نقطہ نگاہ سے آپ بھی محی الدین ہیں۔

محی الدین ثانی

اور صوفی طفیل احمد فائق حضور کے ملفوظ کے ذریعے اس بات کی تصدیق کرتے ہیں۔ کہ صوفی صاحب کی موجودگی میں حضور نے ایک مجلس خاص میں فرمایا۔ ''دربار نبوی آراستہ تھا صحابہ کرام

اور اولیائے عظام رحمۃ اللہ علیہم موجود تھے کہ میرا نام پکارا گیا۔ حضور رسالت مآب ﷺ نے اپنے دست مبارک سے ایک سند اٹھائی اور حضرت پیر دستگیر محبوب سبحانی محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کے مبارک ہاتھوں میں دی حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ نے سند مجھے عطا فرمائی جس پر سنہری الفاظ میں محی الدین ثانی کا خطاب درج تھا''۔

اوراد و وظائف پر جہاد کو ترجیح

دین الٰہی کے ساتھ جذبہ محبت پیدا کرنے کے لئے آپ نے مختلف طریقے اختیار کیے۔ محبت قربانی چاہتی ہے اس لئے آپ نے جہاد فی سبیل اللہ کا عام پرچار کیا۔ حالانکہ محراب و منبر سے جہاد کے لئے آواز اٹھنا بالکل بند ہو چکا تھا اور ایک گوشے سے تو سرے سے جہاد کی مخالفت شروع ہو چکی تھی۔ جذبہ جہاد ہی تمام عبادات میں تڑپ پیدا کرتا ہے۔ دن بھر راہ حق میں شمشیر زنی کرنے کے بعد جب رات کو غازی درگاہ الٰہی میں جذبات عبودیت پیش کرتا ہے تو اس کی کیفیت قابل دید ہوتی ہے۔ یہ کیفیت راہ حق میں سربکف ہوئے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ اور پھر مسلمانوں کی سیاسی کمزوری بھی ملت کو جانفروشی و جانبازی کا درس دینے کی متقاضی تھی۔ جبکہ ایک آزاد اسلامی سلطنت کے بقاء کے لئے جہاد کی ضرورت اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔ اس لئے حضرت امیر حزب اللہ نے جہاد کو اوراد و وظائف پر بھی ترجیح دی اور اس اعتراض کو باطل کر دیا کہ صوفی زندگی کے حقائق سے پرہیز کرتے ہیں۔ آپ کی دعوت تبلیغ و ارشاد کا یہ نمایاں پہلو تھا کہ اس کے ساتھ ساتھ آپ نے ارکان اسلامی کی پابندی پر زور دیا۔ نماز باجماعت کا شوق دلایا۔ اور مسلمان لگاتار تیس سال تک تمام مغربی پاکستان کے مختلف علاقوں میں جس طرح ذوق و شوق سے قطار اندر قطار آپ کی اقتدا میں نماز باجماعت ادا کرتے رہے اس کے مناظر کی یاد آج بھی ایمان کو تازہ کرتی ہے۔ اراکین حزب اللہ کو آپ نے بالالتزام جمعہ پڑھنے کا حکم دیا۔ اور پھر تمام غیر اسلامی رسومات کو ترک کر کے پوری طرح اسلامی رنگ میں رنگے جانے کی موثر ترغیب دی۔ اس طرح آپ نے باقی مصلحین امت کی طرح عملاً اور اعتقاداً تجدید دین کی۔ ان تمام امور کا تذکرہ پیشتر ازیں تفصیلاً ہو چکا ہے۔

تحریری خدمات

اپنے مقاصد عالیہ کو حاصل کرنے کے لئے حضور نے تحریر، تقریر اور تاثیر کے ذرائع استعمال فرمائے۔ تحریر سے کام لے کر اصلاح امت کا فریضہ انجام دینا آپ نے ۱۹۱۰ء میں شروع کر دیا جب کہ آپ کی عمر ابھی صرف سولہ سال تھی۔ آپ کا پہلا مقالہ ''ذکر حبیب'' کے عنوان

Marfat.com

رسالہ صوفی میں جون ۱۹۱۰ء کو چھپا تھا۔ بعد میں آپ کے مقالات رسالہ صوفی اور ملک کے دیگر مقتدر رسائل واخبارات میں چھپتے رہے آپ کے کافی مقالات ہماری نظروں سے گزرے ہیں لیکن افسوس ہے بہت سے دستیاب نہیں ہو سکے۔ آپ نے جو تقاریر لکھ کر ارشاد فرمائی تھیں انکا ذکر ہم نے موقع بموقع صفحاتِ سابقہ میں کر دیا ہے۔ یہ تمام چھپی تھیں اور لنگر شریف میں علیٰحدہ علیٰحدہ موجود ہیں۔ آپ نے خاتون جنت اور ذکر حبیب دو تصنیفات کے بڑے عالمانہ دیباچے تحریر فرمائے جنہیں ہر صاحب ذوق مطالعہ کر سکتا ہے۔ آپ کی مہتم بالشان تصنیف حزب اللہ ہے جو کمیاب ہے۔ علاوہ بریں آپ نے حزب اللہ کے سالانہ جلسوں میں خطبہ ہائے صدارت ارشاد فرمائے اور اکثر کو طبع کرا کے پیر بھائیوں میں مفت تقسیم فرمایا۔ حضور کی ان تمام تحریرات کو تاریخی ترتیب سے یکجا کر کے مختلف جلدوں میں شائع کرا دیا جائے تو نہایت ہی مفید اور ایمان افروز لٹریچر محفوظ ہو جائے گا۔ اور تاریخ کے طالب علم اس سے استفادہ کر سکیں گے کیونکہ حضور نے ادبی چاشنی کے ساتھ ساتھ ضروری حالات اور جزئیات کو محققانہ ژرف بینی سے بیان کر دیا ہے۔ حضور کی ان تمام نگارشات سے ان اضطراب انگیز حالات سے بخوبی آگاہی ہو جاتی ہے جس میں سے اس دور کے اسلامیان ہند گزرے ہیں۔

اسلوب تحریر

حضور کے ایک ایک لفظ سے احیائے اسلام والمسلمین کی تڑپ آشکارا ہے۔ یہ وہی تڑپ ہے جو امام غزالیؒ، مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہؒ کے دلوں میں پیدا ہوئی اور جس نے کاروان اسلام کو سیدھی راہ پر ڈال دیا آپ کے اسلوب تحریر میں حیرت انگیز زندگی اور جاذبیت ہے۔ بڑے بے ساختہ پن اور بے حد آمد کے ساتھ بڑے موثر اور ادیبانہ رنگ میں آپ کا ذہن خلاق اپنے خیالات بیان کرتا چلا جاتا ہے مطالب دریا کی سی روانی کے ساتھ قلم سے نکلتے ہیں۔ آپ کی ترکیبات حسین، متین اور عالمانہ ہوتی ہیں۔ علم اور ادب کا بڑا پر وقار اور حسین امتزاج نگاہوں کے سامنے آتا ہے۔ کہیں قلم شوکت اور جلال کا مظاہرہ کرتا ہے اور کہیں ندیوں کی سبک خرامی کا۔ ہر فقرہ الہامی اور ہر لفظ ایک معجزہ معلوم ہوتا ہے۔ حضور کے اسلوب بیان میں مولانا ظفر علی خان کی شوکت بیان، ابوالکلام آزاد کی جزالت، علمیت اور ادبیت اور شبلی نعمانی کی متانت تحریر موجود ہے۔ اس لئے ادبی نقطہ نگاہ سے آپ کی تحریرات کا رتبہ بے حد بلند ہے آپ اس عہد کے بہترین نثر نگاروں میں سے ہیں۔

Marfat.com

علامہ اقبال سے تبادلہ خیالات

چونکہ آپ نے بڑی بلند نظری اور انہماک سے نصاب نظامیہ کی تکمیل کی تھی۔ اور بعد میں بھی اوقات فرصت میں کتب بینی آپ کا مشغلہ رہا۔ اس لئے علمی لحاظ سے آپ کا پایہ بڑا بلند ہے۔ الحاج خواجہ محمد امین چشتی بیان کرتے ہیں کہ جب ۱۹۲۸ء میں حضور سارده ایکٹ کے سلسلہ میں شملہ تشریف فرما تھے تو علامہ اقبال مرحوم ہر شام حضور کی خدمت میں پہنچ جاتے تھے اور زمان ومکان جیسے ادق مسائل پر گھنٹوں تبادلہ خیالات ہوتا رہتا تھا۔ علامہ موصوف سے آپ کی ایک ملاقات کا پتہ رسالہ ''صوفی'' عرس نمبر بابت ماہ مارچ ۱۹۱۸ء سے بھی چلتا ہے۔ اس پرچہ کے صفحہ آٹھ پر درج ہے کہ اس ملاقات میں موضوع گفتگو حقیقت تصوف تھا اور علامہ مرحوم نے اعتراف کیا تھا کہ اس سلسلہ میں ان کی معلومات کا دائرہ مافی الکتاب اور قال تک محدود ہے [۱] علم وفضل کے اعتبار سے بلند پایہ رکھنے کی وجہ سے حضور کی تحریرات میں بڑے علمی نکات موجود ہیں۔ اسی وجہ سے آپ کا اسلوب جامع الصفات بن گیا ہے۔

تقریر

جس طرح تحریر میں آپ کی معنوی شخصیت پوری طرح جلوہ گر دکھائی دیتی ہے اسی طرح تقریر کے وقت آپ کے معنوی وجود کا جلوہ دیدنی ہوتا تھا۔ دل کی آواز ہوتی تھی جو بڑی بیساختگی سے اہل مجلس کے کانوں تک پہنچ رہی ہوتی تھی۔ فصیح اور بلیغ فقرات، برمحل آیات واحادیث، موزوں اشعار وضرب الامثال کا ایک سیلاب رواں ہو جاتا تھا۔ آپ کی تقریر میں فصاحت و متانت پائی جاتی تھی جس کا ہنگامہ آفرینی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا تھا۔ اور اس کی وجہ محض یہ تھی کہ آپ جو کچھ کہتے تھے سوز دل سے مجبور ہو کر کہتے تھے۔ درد اور سوز تقریر بن کر نکل رہا ہوتا تھا۔ چونکہ تقریر کا تعلق ایک مربوط اور منضبط تصور سے ہوتا تھا اس لئے سلسلہ کلام میں کوئی فرق نہیں آتا تھا۔ اور ربط ونظم برابر قائم رہتا تھا۔ یہ سب کچھ آپ کی متانت فکری، خلوص کی گہرائی اور منضبط شخصیت کا ثبوت ہے۔ اس عہد نے مولانا محمد علی جوہر، مولانا ظفر علی خان، مولانا ابوالکلام آزاد، اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری جیسے نامور مقرر اور خطیب پیدا کیے ہیں۔ ان کی تقاریر اور آپ کی تقریر میں صرف فرق یہ ہوتا تھا کہ وہ عام طور پر شہروں میں نطق آراء ہوا کرتے تھے اور حضور دیہات میں جو مبلغ تقاریر کرنے کے عادی تھے وہ بھی آپ کے ارشادات سنتے تھے تو ایجاز اور اعجاز اور ربط

---

[۱] یہ ۱۹۱۸ء کا واقعہ ہے اور فقرہ بھی خود علامہ اقبال کی زبان سے ادا ہوا ہے۔ ویسے حضرت امیر مدظلہ العالی نے علامہ موصوف کے روحانی مقام کی بلندی کا کئی بار ذکر فرمایا ہے۔

Marfat.com

وتاثر کو دیکھ کرانگشت بدنداں رہ جاتے تھے۔ بُلو ضلع جھنگ میں آپ نے تقریر فرمائی۔ صوفی طفیل احمد کہتے ہیں کہ اس علاقہ کے نامور مبلغ پیر مبارک شاہ بغدادی مجلس میں موجود تھے۔ انہوں نے بعد میں ہر جگہ تمام لوگوں کو بتایا کہ حضور کی تقریر آورد نہیں آمد تھی۔ آپ جو کچھ تقریر فرمار ہے تھے اسطرح معلوم ہوتا تھا الہام ہو رہا ہے۔ صوفی خضر حیات بھی اس بیان کی تائید کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ تمام مقامات پر آپ کی تقریر کا یہی عالم ہوتا تھا۔ صوفی خضر حیات بڑے والہانہ انداز میں اس کیفیت کا ذکر کرتے ہیں جو حضور پر اس وقت طاری ہوتی تھی جب آپ مواعظ حسنہ کیلئے سٹیج پر تشریف لے جاتے تھے۔ ایک خوش پوش اور حسین بزرگ انکسار اور استغراق کی ملی جلی کیفیت کے ساتھ جلسہ گاہ کی طرف تشریف لے جاتے تھے۔ گویا الہام کی بارش شروع ہو چکی ہوتی تھی تمام لوگ آپ کو دیکھ کر مسحر ہو جاتے تھے۔ اور دل ہی دل میں کہتے۔

دل بھلا ایسے کو اے درد نہ دیجئے کیونکر　　ایک تو یار ہے اور تس پہ طرحدار بھی ہے

صوفی صاحب موصوف کہتے ہیں۔ کہ ہر مقام سے حضور کی روانگی کے وقت بھی یہی سماں ہوتا تھا۔ ہر ایک آپ کی جدائی میں آبدیدہ ہو جاتا اور یوں سمجھتا کہ میرا دل آپ کے ساتھ جا رہا ہے۔

سرو سیمینا بصحرا اے روی　　سخت بے مہری کہ بے ما ے روی

حضور فرمایا کرتے تھے کہ ہم تقریر کیلئے نہیں تاثیر کے لئے بادیہ پیمائی کر رہے ہیں اور حقیقت بھی یہی ہے۔ اس حقیقت کی بنا پر ایک عام واعظ اور مقرر اور اہل اللہ کے درمیان حد فاصل قائم ہو جاتی ہے ایک بڑا ہی معنی خیز شعر ہے۔

مسجد سے نہ مکتب کے ہے در سے پیدا　　دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

تاثیر

اہل اللہ کی نگاہ ایسی پرتاثیر ہوتی ہے کہ جس پر پڑتی ہے اس کے دل میں محبت الٰہی کا چراغ روشن کر دیتی ہے۔ حضور سرور کائنات ﷺ نے کب اتنے لمبے چوڑے خطبات ارشاد فرمائے تھے۔ صرف آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضری دل کو عجیب وغریب کیفیات سے معمور کر دیتی تھی۔ آنجناب ﷺ کا اپنا وجود اطہر ایک بہت بڑا معجزہ تھا۔ جن لوگوں نے آنحضور ﷺ کی اس تاثیر کو درخوار اعتناء نہ سمجھا وہ اس دنیا سے خائب اور خاسر ہو کر گئے۔ چشتی بزرگوں کی صحبت میں نگاہ کا فیض خاص طور پر حاصل ہوتا ہے۔ وہ اپنے سوز قلبی کو نگاہوں کے ذریعے اپنے نیاز مندوں کے سینوں میں منتقل فرما دیتے ہیں۔ اور للہیت کا جذبہ پہاڑ کے چشموں کی طرح ابل پڑتا ہے۔ میاں محمد بخش صاحب سیف الملوک میں اس حقیقت کو پنجابی زبان میں اس طرح بیان

Marfat.com

فرماتے ہیں۔

مرشد لائے جاگ پرم دی تاں جے دُدھ پانی

پرم کا معنی ہے پریم، محبت، عشق، میاں صاحب فرماتے ہیں کہ مرشد طریقت محبت کا جذبہ سینوں میں پیدا کرتے ہیں۔ اور اس طرح سینے انوار الٰہی ۔ سے معمور ہو جاتے ہیں۔ ہمارے اپنے خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں فیض صحبت کو اس لئے بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ آپ کی زبان فیض ترجمان پر یہ شعر عام رواں رہتا تھا۔

خدمت مرشد میں رہ چوں برگ گل ہمراہِ قند
فیض صحبت کب ملے جب تک نہ ملیے ٹوٹ ٹوٹ

کیسی تاثیر مطلوب تھی

برگ گل اور قند جب ملتے ہیں تو بالکل یک جان ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح جب انسان مرشد طریقت کی خدمت میں رہتا ہے تو فیوض باطنی اس کے وجود میں اسطرح تحلیل ہو جاتے ہیں کہ پھر دوئی کا نام ونشان بھی باقی نہیں رہ جاتا۔ ان تمام تصریحات سے یہ عرض کرنا مقصود تھا کہ حضرت امیر حزب اللہ کا مقصد اسی قسم کی تاثیر ہوتا تھا۔ آپ کیلئے تقریر اتنی زیادہ اہم نہ تھی۔

زندگی میں لاکھوں لوگوں کو آپ کے قریب آنے کا شرف حاصل ہوا۔ اور ہر شخص اپنے قرب کی نسبت سے بقدر ظرف مستفیض ہوا۔ کوئی بھی محروم نہ رہا۔ بالکل لاشعوری لیکن محسوس طور پر ہر ایک کا رجوع اللہ کی طرف بڑھ گیا۔ اور یہی فیض نگاہ اور تاثیر ہے۔ جس کا ذکر ہم نے آغاز میں کیا تھا۔ راقم سطور نے ہر جگہ اپنے پیر بھائیوں کو بغور دیکھا ہے اور پتا چلا ہے کہ ماشاء اللہ اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو اپنی ہمت واستعداد کے مطابق یاد الٰہی سے شغف رکھتے ہیں اور ذوق وشوق اور سوز وساز کے مالک ہیں۔ بہت سے برادران طریقت نے یہ بتایا ہے کہ حضور نے خواب میں انہیں نماز ادا کرنے اور تہجد پڑھنے کی تلقین فرمائی۔ کئی پیر بھائیوں نے یہ ذکر کیا کہ وہ کسی موقع پر گمراہ ہو کر بد اعمالی کا ارتکاب کرنا چاہتے تھے۔ اچانک نیند آ گئی اور حضور نے خواب میں زجرو توبیخ فرمائی۔ یہ سب کچھ حضور کی باطنی توجہات کا نتیجہ تھا۔ اس طرح بھی آپ نے لوگوں کو بھاری تعداد میں پابند شریعت بنایا۔ جو لوگ نسبتاً زیادہ استعداد کے مالک تھے آپ نے انہیں مدارج فقر طے کرائے۔ اور قابل ذکر امر یہ ہے کہ زبان سے ہدایات ہمیشہ کم دیں۔ دلوں میں آگے بڑھنے کا شوق از خود پیدا ہو گیا اور حضور نے کسی عجیب موثر اشارے سے راہنمائی فرما دی جو شخص جس قدر استعداد کا مالک نظر آیا اسی قدر فیض نگاہ سے اسے نوازا۔ اور اس طرح اس کے حال کی تر

Marfat.com

فرمائی۔ حضور نے ہمیشہ تدریج اور امہال کو مدنظر رکھا ہے۔ تاکہ حال مقام کی صورت اختیار کر جائے۔ لیکن طالب ذوق وشوق کی فراوانی، سوز وگداز کی پذیرائی کی بنا پر جب کبھی مصلحت اس بات میں نظر آئی تو آپ نے ایک ہی نگاہ میں بیتاب کر دیا۔ ہم نے ایسے کئی پیر بھائیوں کو عالم بے خودی میں اشکبار دیکھا ہے۔ اور یہ بھی دیکھا ہے کہ حضور کی صحبت میں چند لمحات بیٹھنے سے احساسات وجذبات کی بدرجہ اولیٰ تطہیر ہو گئی ہے اور ارشادات دینی کے مطابق زندگی بسر کرنے کیلئے دل میں بڑے پاکیزہ ارادے از خود پیدا ہو گئے ہیں۔ ان سطور سے واضح ہو رہا ہے کہ آپ کی دعوت تبلیغ وارشاد کیوں اتنی زیادہ کامیاب رہی۔ فی الحقیقت اس میں آپ کی باطنی توجہات اور روحانی تصرفات کا زیادہ دخل ہے۔

تربیت کا ایک خاص وصف

حضور کی تربیت کا ایک خاص وصف قابل ذکر ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ دنیا کے لوگ مختلف صلاحیتوں کے مالک ہوتے ہیں ایک اگر دنیوی معاملات کو سلجھانے کا ملکہ رکھتا ہے تو دوسرا امور دینی کو انجام دینے کی طرف طبعاً مائل ہوتا ہے۔ کسی کا رجحان بچپنے سے کاروبار کی طرف ہوتا ہے تو کسی کا صنعت وحرفت کی طرف، کوئی شعر وسخن سے لگاؤ رکھتا ہے تو کوئی علم وفن سے، اور کوئی افلاک پر پرواز کر کے حقائق کائنات کا کھوج لگانا چاہتا ہے تو کوئی اپنے باطن میں غوطہ زن ہو کر حقیقت حقہ کا گوہر آبدار حاصل کرنا چاہتا ہے۔ الغرض جس طرح دنیا میں رنگ برنگے پھول پائے جاتے ہیں اسی طرح مختلف طبائع رکھنے والے انسان موجود ہیں۔ اسی اختلاف طبائع سے دنیا کی ہماہمی اور رونق قائم ہے۔

گلہائے رنگ رنگ سے ہے زینت چمن
اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

تربیت کی یہ خوبی ہوتی ہے کہ جس شخص میں جو صلاحیت موجود ہو وہ اپنے کمال کو پہنچے۔ حضرت امیر حزب اللہ کی ذات بابرکات اس خوبی کی بدرجہ اتم مالک ہے۔ آپ نے اپنے نیازمندوں کے دلوں میں محبت الٰہی کا جذبہ پیدا کر کے انہیں ان راہوں پر ڈال دیا ہے جن کیلئے وہ فطرتاً اہلیت رکھتے تھے۔ جو کاروبار کی طرف مائل تھے ان کے ذہن کو آپ کی توجہات سے ایسی جلا نصیب ہوئی کہ ان کا کاروبار خوب چمکا۔ جو علم کی طرف میلان رکھتے تھے انہیں علمی لحاظ سے بڑی کامیابی حاصل ہوئی۔ جن کے دل میں تہور کا مادہ پایا جاتا تھا وہ افواج میں شامل ہوئے تو شجاعت اور مردانگی کے لحاظ سے نامور ہوئے۔ اور جن کے قلوب فقر کی چاشنی سے پرورش پانے والے تھے

Marfat.com

انہیں حسب استعداد روحانی غذا عطا فرمائی۔ قصہ کوتاہ حضور نے اپنے نیازمندوں کو زندگی کے ہر میدان میں اپنی اپنی افتاد طبع کے مطابق پستی سے بلندی پر پہنچا دیا، ادنیٰ سے اعلیٰ بنا ڈالا۔ یہ برتر روحانیت کا کمال ہوتا ہے کہ ناقص کامل بن جاتا ہے۔ خاک اکسیر کا درجہ حاصل کر لیتی ہے۔ پرکاہ سے سنبل و ریحان کی خوشبو آتی ہے۔ خزف ریزے لعل و گوہر کا مقام حاصل کر لیتے ہیں اور ذرہ ناچیز بدر کامل بن جاتا ہے۔ حضور سرور کائنات ﷺ کی بے نظیر تربیت سے اہل عالم نے دیکھا کہ گلہ بان اعلیٰ درجہ کے جہاں بان اور جہاں گیر بنے، معمولی درجہ کی سوجھ بوجھ رکھنے والے لوگ بہترین قسم کے مقنن اور مدبر ثابت ہوئے اور جو بے سواد تھے وہ آنحضور کے دارالتربیت سے اعلیٰ درجے کے مفسر، محدث اور فقیہہ بن کر نکلے۔ عرب کے بدوؤں کا کونسا جوہر تھا جو پوری آب و تاب سے نہ چمکا۔ وہ ذرہ خاک نشین تھے۔ اور بدر کامل بن گئے۔

تیری نگاہ سے ذرے بھی مہر و ماہ بنے

گدائے بے سروساماں جہاں پناہ بنے

حضرت امیر حزب اللہ کی تربیت کا یہ وصف بھی دراصل حضور ختمی مرسلت فداہ امی وابی کا فیض بے پایاں تھا۔

شان کی زندگی اور ایمان کی موت

آپ بنیادی طور پر روحانیت کے داعی ہیں۔ آپ نے ہمیشہ اپنے آپ کو فقیر کہا ہے۔ فقر محمدی آپ کی روح کی غذا ہے۔ آپ نے کبھی مال وزر کی طرف توجہ نہیں فرمائی اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے اندازہ دولت عطا فرمائی لیکن آپ نے اپنے دامن فقر کو اس کی محبت سے کبھی آلودہ نہ ہونے دیا۔ جو دولت آتی رہی غرباء، مساکین اور اقرباء کی بہبودی کیلئے صرف کر دی اپنے پاس ایک پیسہ نہ رکھا۔ آپ نے اپنے لئے نہ کوٹھیاں تعمیر کرائیں اور نہ مربعے خریدے حالانکہ آپ بآسانی اس طرح کر سکتے تھے۔ بظاہر زندگی بڑے طمطراق سے گذاری مگر بباطن فقر سے وابستہ رہے۔ آپ نے ہمیشہ اس حقیقت کو پیش نظر رکھا کہ ر.ح صرف حالت فقر میں زندہ رہ سکتی ہے۔ مال وزر کی محبت و کثرت سے نہیں۔ آپ نے برادران ملت، عزیزان قوم، اور اعزاء و اقرباء کو حکومت و سلطنت اور مال و دولت کا مالک بنایا لیکن خود ان چیزوں سے بالکل بے نیاز رہے صرف یہی نہیں بلکہ دوسروں کو بھی ما یحتاج سے بے نیاز کر کے جہاد بالنفس کی دعوت دی۔ اللہ سے لو لگانے کا پیغام دیا۔ تخلیق انسانی کی علت غائی بتائی اور واضح فرمایا کہ بے شک دنیا میں شان سے زندگی بسر کرو، عزت اور سربلندی مسلمانوں کے لئے وقف ہو چکی ہے۔ لیکن ہمیشہ اس بات

Marfat.com

کے لئے سائی رہو کہ موت ایمان کے ساتھ آئے۔ آپ نے اسی لئے مسلمانوں کو یہ پیغام دیا:

وَلَاتَموتنّ الاّ وَ انتم مسلمون

زندہ رہو تو شان کے ساتھ اور مرو تو ایمان کیساتھ

یہ آپ کا فقر ہی تھا جس نے مسلمانوں میں دولت ایمان عام کر دی۔

عالم نزع کے روحانی مناظر

اس دولتِ ایمان کے مناظر زندگی میں کیا اور نزع کی حالت میں کیا بڑے روح پرور تھے۔ زندگی میں ہمارے برادران طریقت نے ایمان وایقان کے سلسلہ میں جو دل افروز مظاہرہ کیا اس کا ذکر مختصراً ہو چکا ہے۔ اب عالم نزع کے چند ایک حالات سنئے۔ مولوی عبد الجبار خان مرحوم و مغفور کی رحلت کا ذکر پیشتر ازیں ہو چکا ہے۔ کس طرح صبح نماز میں فرائض امامت ادا کئے۔ روضہ شریف پر حاضری دی۔ ایک آدھ بار گھر جا کر پھر لنگر شریف میں واپس آئے وقت آخر آ گیا تو گھر پہنچے۔ رفع حاجت کے بعد استنجا کیا اور ذکر کرتے ہوئے بڑے سکون دل کے ساتھ جاں بحق ہو گئے۔ منشی شیر باز خان مرحوم لنگر شریف کے ناظم الامور کی فوتیدگی بھی اسی طرح ہوئی۔ منشی صاحب ہر روز بوقت صبح روضہ انور کا سات بار طواف کیا کرتے تھے۔ اس کی برکت سے کوئی آدھ گھنٹہ کی معمولی علالت کے بعد آپ نے کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے داعی اجل کو لبیک کہی حضرت امیر حزب اللہ سفر کیلئے تیار تھے۔ تھوڑی دیر کیلئے رک گئے۔ اور نماز جنازہ خود پڑھائی۔ درویش صاحبان کا زیادہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں روضہ اطہر کے سائے میں رہتے ہوئے ان کے دل اگر انوار الٰہی سے معمور نہ ہوں تو کس کے ہوں اب ذرا دور رہنے والے پیر بھائیوں کے آخری لمحات کے واقعات سن لیں۔ فقیر محمد شفیع حیدری حضور کے خلیفہ مجاز لکھتے ہیں کہ ان کا ایک مستری فقیر محمد بوقت انتقال چارپائی سے نیچے اتر کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا۔ حضور خود بہ نفس نفیس تشریف لائے ہیں۔ میں کیسے چارپائی پر بیٹھا رہوں۔ اس کے دو منٹ بعد فوت ہو گیا۔

بچہ ناز رفتہ باشد زجہاں نیاز مندے   کہ بوقت جاں سپردن بسرش رسید باشی

فقیر صاحب موصوف اپنی پھوپھی صاحبہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ انتقال کے وقت فرمانے لگیں۔ رستہ سے ہٹ جاؤ حضور تشریف لا رہے ہیں۔ اور اس کے بعد فوت ہو گئیں۔ مولوی نور عالم صاحب شمس پوری (مصنف ملفوظات حیدری) کے آخری لمحات تھے تو روح نے جلال پور شریف کا سفر شروع کر دیا۔ بار بار کہتے اب رستہ کے فلاں شہر میں پہنچ گئے، اب فلاں میں پہنچ گئے اور اس طرح تصوراتی طور پر روضہ انور کی زیارت کر کے جان جان آفریں کے حوالے کر دی۔ علاقہ دھن

Marfat.com

نزد ملہال کے ایک معمر پیر بھائی دورہ کے ایام میں قدم بوس ہوئے اور عرض کی کہ قبلہ دعا فرمائیں خاتمہ بالخیر ہو۔ چنانچہ کچھ دنوں بعد نماز ظہر ادا کر رہے تھے۔ کہ سجدہ میں رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ پیر بھائیوں نے حضور کی اس کرامت کا ذکر سنا تو جوق در جوق نماز جنازہ کیلئے پہنچ گئے۔ راقم آثم کے اپنے چچا مولوی صالح محمد مرحوم کا آخری وقت آیا تو بیہوشی کا عالم تھا۔ تھوڑی دیر کیلئے ہوش میں آئے تو تمام عزیزوں کو اپنی چارپائی کے اردگرد جمع کر لیا اور کہا مبارک ہو میری رسائی دربار رسالت مآب ﷺ میں ہوگئی ہے۔ سبحان اللہ حضرت امیر حزب اللہ کے فیوضات روحانی کا کیا کرشمہ ہے۔ زندگی مومن مخلص کی حیثیت سے گزاری اور فوت ہوتے وقت سعادتِ اخروی کا طغرائے امتیاز بھی حاصل کر لیا۔ الحق یہ کہنا بجا ہے کہ حضور کی ذات مظہر انوار الٰہی ہے۔

لا الٰہ گویاں دواں باشیم سوئے فضل شاہ

تا عیاں بینم نور حق زروئے فضل شاہ

اس قسم کے لاتعداد واقعات ہیں۔ یہ تصنیف اس قدر طوالت کی متحمل نہیں۔ لہٰذا اس تذکرہ کو ختم کر کے ہمیں آگے بڑھنا چاہیے۔

خوش ذوقی بھی اور خوش اخلاقی بھی

تربیت کی غرض سے لوگوں کو آپ کے قریب تر لانے کے موجب کئی اور امور بنے۔ جہاں آپ کی خوش پوشی، خوش ذوقی اور خوب صورتی دوسروں کے لئے باعث کشش تھی وہاں آپ کی خوش اخلاقی بھی جادو کا اثر رکھتی تھی۔ آپ نے ہر پیر بھائی کیساتھ ذاتی رابطہ قائم فرمایا۔ دور دراز کے رہنے والے لاتعداد برادران طریقت جب حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے اور حضور ان کا نام لے کر مخاطب فرماتے۔ ان کے بال بچوں رشتہ داروں کے متعلق استفسار فرماتے۔ ان کے متعلقین کا ذکر ہوتا اور حضور ان کی پیش آمدہ ضروریات اور تکلیفات کا ازخود تذکرہ فرماتے تو ان کی مسرت کی کوئی انتہا نہ رہتی اور حضور کی کرم پروری اور غریب نوازی سے سفر کی تھکاوٹ آنِ واحد میں دور ہو جاتی۔ انہیں یقین ہو جاتا کہ حضور ان کے ہر معاملہ کو اپنا ذاتی معاملہ تصور فرماتے ہیں اور ان کے ساتھ آپ کو پوری پوری ہمدردی ہے۔ سفر میں ہوتے یا حضر میں حضور اس وقت تک آرام نہ فرماتے جب تک ایک ایک پیر بھائی کی رہائش اور خوراک کے متعلق آپ کو اطمینان بخش اطلاع نہ پہنچ جاتی۔ اس قدر کرم گستری، خبر گیری اور ہمدردی کی وجہ سے ہر پیر بھائی کو ہمیشہ آپ کی ذات والا صفات پر ناز رہا۔ اسی بنا پر پیر بھائیوں کی جرأت بڑھی اور ان کی ہمت افزائی ہوئی حضور ان کی خاطر داری کیلئے معمولی معمولی باتوں کی طرف بھی متوجہ رہتے۔ اور کبھی کبھی

Marfat.com

کیساتھ خوش طبعی سے بھی پیش آتے۔آپ کی خوش طبعی میں بھی لطف وکرم کا پہلو غالب ہوتا اور اسلئے جن سے آپ اس قسم کی گفتگو فرماتے ان کا چہرہ فرط مسرت سے تمتما اٹھتا اوران کی آنکھیں خوشی سے چمک اٹھتیں۔عام طبقہ کے پیر بھائیوں سے تو آپ کو خاص طور پر انس ہے۔ان کی سادہ اور خلوص سے بھری ہوئی باتیں آپ کو بے حد عزیز ہیں آپ جہاں تشریف فرما ہوں پھٹے پرانے کپڑوں والے ان بندگان مخلص کو آپ خوش آمدید کہتے ہیں اور جب آپ ان کے درمیان موجود ہوں تو آپ کے چہرے پر بڑی شگفتگی ہوتی ہے۔پیر بھائیوں سے آپ کی محبت وشفقت کا یہ عالم ہے کہ بیماری کی شدید ترین تکلیف کے وقت بھی اس میں فرق نہ آیا۔

علاوہ بریں بے شمار پیر بھائی ایسے ہیں جن کی خوش حالی حضور کی پرورش اور سرپرستی کی مرہون منت ہے۔آپ نے ظاہری اور باطنی طور پر ان کی امداد فرمائی۔جب ان کے حالات رو بہ اصلاح ہورہے ہوتے تھے ہمیشہ آپ استفسار فرماتے رہتے۔اور جب آپ کو یقین ہو جاتا ان کے حالات سدھر چکے ہیں تو پھر آپ عموماً خاموشی اختیار فرمالیتے شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا۔

خداوند روزی بحق مشتغل　　　　پراگندہ روزی پراگند دل

حضور اسی لئے کوشاں رہتے تھے کہ پیر بھائی فکر معیشت سے بے نیاز ہو جائیں۔تاکہ پھر وہ نسبتاً سکون خاطر سے عبادت الٰہی جاری رکھ سکیں۔چشتی بزرگوں میں یہ طریقہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ سے شروع ہوا۔آپ نے فرمایا تھا ہمارا معتقد مفلس نہیں ہوگا اس مبارک طریقہ پر محبوب سبحانی حضرت اعلیٰ خواجہ غلام حیدر علی شاہ صاحب قدس سرہٗ العزیز نے خاص طور پر عمل فرمایا اور حضرت امیر حزب اللہ مدظلہ العالی نے ان شاندار روایات کو بڑی عمدگی اور خوبی کے ساتھ جاری رکھا۔وسیع پیمانے پر حضور کی فیاضی کی غرض وغایت بھی دراصل یہی تھی۔ اسی لئے حضور کی ذات یمن وسعادت کا موجب بنی اور صوفی خضر حیات بجا طور پر کہتے ہیں کہ جس موضع میں آپ کا مقام ہوتا تھا رحمتوں کی بارش ہونے لگتی۔جیسے صالح لوگ اپنی آنکھوں سے آسمان پر سے اترتے دیکھتے۔وہ موضع زرخیز سرسبز اور آباد ہو جاتا اور وہاں کے لوگ فارغ البال ہو جاتے۔

دین باسیاست

تربیت کے سلسلہ میں جہاں حضور یہ چاہتے تھے کہ ہر ایک جام الست سے سرشار ہو اور اپنی استعداد اور افتاد طبع کے مطابق دنیا میں ترقی کی منازل طے کر رہا ہو۔وہاں آپ اس بات

Marfat.com

کے بھی خواہش مند تھے کہ وہ امور سیاست سے اس قدر ضرور باخبر ہو کہ اس کے ملی مفاد کو نقصان نہ پہنچے بلکہ ضرورت زمانہ کے مطابق وہ ایسا طریق کار اختیار کرے جس سے اجتماعی طور پر ملت کو عظمت اور قوت حاصل ہو۔ حضور نے خود ساری زندگی اسی طرح بسر فرمائی۔ جس زمانے میں دوسرے سارے لوگ قومی اور ملی مسائل سے قطعاً بے خبر تھے۔ آپ نے اس زمانے میں بھی انتہا درجہ کی باخبری اور موقع شناسی کا اظہار فرمایا۔ اور ایسے اقدامات کئے جن سے مسلمان نہ صرف زمانے کے خطرات سے محفوظ ہو گئے بلکہ ان کی اجتماعی حیثیت کو بڑی تقویت حاصل ہوئی۔ جو قوم دنیا میں سیاسی لحاظ سے کمزور ہوتی ہے وہ اپنی تہذیب اور اپنے تمدن سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہے اور انجام کار صفحہ ہستی سے نابود ہو جاتی ہے۔ حضور اس راز کو خوب سمجھتے ہیں۔ اور اسی لئے بچپنے ہی سے آپ ساعی اور کوشاں رہے ہیں۔ کہ ملت اسلامیہ سیاسی لحاظ سے بڑی مضبوط ہو فقر و تصوف کی دنیا میں یہ بات بالکل انوکھی تھی۔ عام اذہان کیلئے اہل فقر کا یہ طریق کار بڑا تعجب انگیز تھا۔ ان کے نزدیک فقراء کی سنت محض گوشہ نشینی ہے۔ حالانکہ

نہ فقر کے لئے موزوں نہ سلطنت کے لئے
وہ قوم جس نے گنوائی متاع تیموری

تعلیمات کا خلاصہ

متاع تیموری ہی حقیقت میں سلطنت، فقر، تہذیب و تمدن اور دین مذہب کی محافظ ہوتی ہے۔ اسی لئے حضور نے جذبہ جہاد اور سیاسی قوت کو ملت اسلامیہ کیلئے از بس ضروری قرار دیا۔

آپ نے ہمیشہ تفرقہ بازی اور انتشار سے پرہیز فرمایا اور مسلمانوں کو:

''ایک بنو اور نیک بنو''

کی تعلیم دی۔ یہ پانچ الفاظ حضور کی تعلیمات کا نچوڑ ہیں۔ آپ نے اپنی خاندانی زندگی میں اتحاد قائم رکھا۔ پیر بھائیوں کو متحد رہنے کا سبق دیا اور دوسرے تمام اسلامی فرقوں کو دعوت اتحاد دی۔ تاریخ کے اوراق بتاتے ہیں اور تقسیم ملک کے موقع پر جو فسادات ہوئے انہوں نے اس بات کی تائید کر دی کہ غیر مسلم اقوام مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے درمیان امتیاز روا نہیں رکھتیں۔ بلکہ ان تمام کو کلمہ گو ہونے کی بنا پر کشتنی اور گردن زدنی قرار دیتی ہیں۔ اس حقیقت ثابتہ کے پیش نظر حضرت امیر حزب اللہ نے کلمہ طیبہ کی بنیاد پر تمام مسلمانوں کو متحد کرنے کی کوشش کی تاکہ سب گو یک مشت ہو کر ایک عظیم طاقت بن جائیں اور اپنی ملت اور تہذیب و ثقافت کو محفوظ کر لیں۔ انہی بصیرت افروز خیالات اور عقائد کو آپ نے اپنے متبعین کے دلوں میں راسخ و استوار

Marfat.com

چنانچہ جب پاکستان کے لئے جدو جہد کا موقع آیا تو حضور کی آواز پر تمام نے لبیک کہی اور فرقہ وارانہ تنگ نظری سے بالاتر ہو کر تمام متفق اور متحد ہو گئے۔

تخلیق پاکستان میں آپ کا کردار

تخلیق پاکستان میں حضور کا کردار بڑی نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ بعض رہنمایان قوم پاکستان یعنی مسلمانوں کے لئے آزاد مملکت کے نظریے پر بتدریج پہنچے۔ پہلے انکے خیالات کچھ اور تھے، بعد میں کچھ اور ہوئے۔ اور پھر انجام کار انہوں نے یہ نظریہ اپنایا۔ سیاسی لحاظ سے جب انہیں پے در پے ٹھوکریں کھانی پڑیں تو بالآخر انہوں نے مسلمانوں کیلئے ایک آزاد مملکت کا تصور قائم کیا۔ بعض اکابر ایسے تھے کہ جب پاکستان کیلئے جدو جہد ہو رہی تھی تو نہ تو وہ اس میں شامل ہوئے اور نہ ہی اس نظریے کے قائل ہوئے البتہ جب پاکستان دنیا کے نقشے پر جلوہ گر ہو گیا تو انہوں نے اسے ایک پائیدار حقیقت سمجھ کر اس کے استحکام کے متعلق اپنے اپنے خیال کے مطابق کوشش شروع کر دی۔ پاکستان کی حمایت کرنے والے اس قسم کے تمام زعماء اور اکابر کے مقابلہ میں حضرت امیر حزب اللہ کی حیثیت بالکل مختلف اور جداگانہ ہے۔ حضور نے شروع ہی سے مسلمانوں کو مکمل آزادی کا پیغام دیا۔ ۱۹۲۷ء میں جب آپ نے اصلاح قوم، اتحاد بین المسلمین اور اسلام کے تحفظ و بقاء کی خاطر جماعت حزب اللہ قائم کی تو اس وقت یہ مقصد واضح طور پر آپ کے ذہن میں موجود تھا۔ حزب اللہ کے ''رسالہ کلاں'' میں ایک مقام پر فرماتے ہیں۔

> ''کیا مسلمانوں نے ہندوستان میں نہیں رہنا، کیا انہیں اس دنیا کی سکونت چھوڑ کر مریخ میں اپنی نو آبادی بنانی ہے اور کیا وہ ایک غلامی سے نکل کر دوسرے کی غلامی اختیار کرنا چاہتے ہیں؟''

صاف ظاہر ہے حضور مسلمانوں کو متحد کر کے بزور بازو اسی برصغیر ہند میں ان کے لئے ایک آزاد وطن حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اسی رسالہ میں آگے چل کر آپ فرماتے ہیں:

> ''حزب اللہ میں شامل ہو کر تمام مخالف قوتوں اور طاقتوں پر غلبہ حاصل کر لیں گے۔ تمام طاغوتی لشکر اور اہرمنی عساکر، الٰہی جیوش اور خدائی قوت کے مقابلہ میں ہتھیار ڈال دیں گے۔ اس کشمکش اور تصادم و تقابل کا آخری نتیجہ وہی نکلے گا جو ہمیشہ نکلا کرتا ہے'':

لَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَ انْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ

کوئی غم اور فکر نہ کرو۔ کسی تشویش کو دل میں نہ آنے دو۔ گھبراہٹ اور سراسیمگی

Marfat.com

تمہارے پاس پھٹکنے نہ پائے۔ کیونکہ تم غالب ہو اور دوسرے مغلوب، تم فاتح ہو
اور دوسرے مفتوح اور تم آقا ہو اور دوسرے غلام! بشرطیکہ تمہارے دلوں میں ایمان
کی نعمت موجود ہو، ایمان کی لذت موجود ہو اور ایمان کی حلاوت موجود ہو"

اس اقتباس سے بھی واضح ہوتا ہے کہ دوسری اقوام سے مسلمانوں کے تصادم و تقابل کا نتیجہ آپ کی نگاہوں کے سامنے عیاں تھا۔ آپ مسلمانوں کو غالب، فاتح اور آقا دیکھ رہے تھے۔ آپ نے انہی ایام میں بتا دیا تھا کہ دست قدرت نے پردہ غیب سے نکل کر اشارہ کر دیا ہے۔ منزل مقصود کا رستہ بتا دیا ہے اور محمل لیلٰے کی طرف راہنمائی کر دی ہے۔

"میری آنکھوں نے ایک ایسا دل خوش کن نظارہ دیکھ لیا ہے جو آپ کے تخیل میں بھی نہیں آسکتا۔ میرے کانوں نے ایسے نغمہ ہائے دلکش سن لئے ہیں جو آپ کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتے۔ اور میرا دل ان بہجت انگیز و نشاط خیز کیفیات و تاثرات سے ہمکنار ہو چکا ہے۔ جس کا آپ تصور بھی نہیں کر سکتے۔"

حضور نے ۱۹۲۷ء میں ہی اس آزاد مملکت کا دل خوش کن نظارہ دیکھ لیا تھا جو بعد میں پاکستان کے نام سے موسوم ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ جب پاکستان۔ کے حصول کے لئے مسلمانان ہند نے کوشش کی تو آپ کسی ذہنی الجھن میں مبتلا نہ ہوئے۔ بلکہ آپ نے یہی سمجھا کہ ہم اس رستے پر منزل مقصود کی طرف برابر آگے بڑھ رہے ہیں جس پر دست قدرت نے پردہ غیب سے نکل کر شروع ہی سے آپ کو ڈال دیا تھا۔ فرق صرف اتنا پڑا تھا کہ اب ہمسفروں کی تعداد میں معتد بہ اضافہ ہو گیا تھا۔ اور رفتار پہلے کی نسبت بہت تیز ہو گئی تھی۔

گئے دن کہ تنہا تھا میں انجمن میں ۔۔۔ یہاں اب میرے رازداں اور بھی ہیں

ان حقائق کو سامنے رکھ کر آپ حضرت امیر حزب اللہ کے مقام بلند کا اندازہ لگائیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب پاکستان قائم ہوا تو آپ نے اسے اپنے "رویائے صادقہ کی صحیح تعبیر" قرار دیا۔ اس ضمن میں آپ اس اقتباس کا ایک دفعہ پھر مطالعہ کریں جو ہم نے کتاب ہذا میں استحکام پاکستان عنوان قائم کر کے درج کیا ہے۔ ان تمام دلائل و براہین کے زیر نظر ہم تسلیم کرتے ہیں کہ آپ مامور من اللہ ہو کر دوروں کی تمام کٹھن اور جانکاہ منزل طے کرتے رہے۔

اندازہ لگایئے

حضور کی سیرت و شخصیت اور کارناموں کے متعلق ہم نے اب تک جو کچھ کہا ہے [سا]منے رکھ کر اندازہ لگایا جائے کہ ان تمام ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے [و]ا

Marfat.com

کی کون سی صلاحیتیں درکار ہوں گی۔ ذمہ داری کا احساس کس درجہ کا ہوگا۔ کس قدر جذبہ ہمدردی، وسعت قلبی، فراخ حوصلگی، اولوالعزمی، عالی ہمتی، مستقل مزاجی اور ثابت قدمی ہوگی جس سے کام لے کر حضور اپنے تمام فرائض کو انجام دیتے رہے اور اس ذہانت وفطانت، نکتہ رسی، زمانہ شناسی، حقیقت نگری، دقت نظری اور غور وفکر کا کیا عالم ہوگا جسے استعمال میں لاکر حضور زندگی بھر وہ راہیں متعین کرتے رہے جن پر چل کر مسلمانوں نے دینی اور دنیاوی مقاصد عالیہ حاصل کیے۔ آپ کے مقاصد اس قسم کے تھے کہ ان کے حصول کے لیے عمر بھر آپ کو اپنے معمول کی سختی سے پابندی کرنا پڑی، آپ کی پابندیء اوقات کو دیکھ کر آپ کی خدمت میں رہنے والے لوگ حیرت زدہ رہ جاتے تھے۔

منتہائے مقصود

دوسرے رہبران قوم حصول پاکستان کے بعد اپنی منزل مقصود پر پہنچ گئے لیکن حضور کے لیے ابھی یہ پہلا قدم تھا۔ حضور کا منتہائے مقصود ''قیام حکومت الٰہیہ'' تھا۔ اسلئے آپ کو تو عمر بھر تگ ودو اور جدوجہد میں مصروف رہنا پڑا۔ اب آپ اندازہ لگائیں کہ زندگی میں آپ کی مصروفیتوں کا کیا عالم رہا۔ صرف لنگر شریف کے انتظامات ایک پوری سٹیٹ (سلطنت) کی ذمہ داریوں کے مرادف تھے۔ لیکن آپ نے ان کے ساتھ اصلاح ملت، احیائے اسلام، حصول وطنِ ملی اور قیام حکومت الٰہیہ کے مقاصد مہمہ بھی شامل کر لئے جن میں سے ہر مقصد دل ودماغ کو شب وروز مصروف رکھنے کے لئے کافی تھا۔ نامور فاتحین اور مشہور عالم بادشاہوں کی مصروفیتوں کو ان کے مقابل پیش نہیں کیا جا سکتا۔ ان کا شب وروز انہماک حضور کی صد رنگ شخصیت کا صرف ایک آدھ پہلو تھا۔ اس سلسلہ میں ہماری نگاہیں انجام کار اسوۂ رسول اکرم ﷺ کے جلوہ ہائے رنگارنگ کو دیکھ کر خیرہ ہو جاتی ہیں کیونکہ حضرت امیر حزب اللہ نے اپنی شخصیت میں جو بوقلمونی پیدا کی وہ مشکوٰۃ نبوت کا ایک پرتو تھا۔ لیکن رسول مقبول ﷺ کے اسوۂ حسنہ میں جو جامعیت ہے اس کو اپنے لئے نمونہ قرار دینا ہر کہ ومہ کا کام نہیں۔ حد درجہ کے عالی ظرف اور بلند ہمت لوگ یہ ارادہ اپنے دلوں میں پیدا کر سکتے ہیں:

بر کفے جام شریعت بر کفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام وسنداں باختن

یہی بے نظیر مقاصد کا نتیجہ تھا کہ ان کی خاطر حضرت امیر حزب اللہ کو آرام اور سکون ترک کرنے کے علاوہ صحت اور توانائی کی قربانی بھی دینی پڑی۔

Marfat.com

قائد کی حیثیت سے

یہ موقع ہے کہ قائد تحریک کی حیثیت سے بھی حضور کی صفات کاملہ پر طائرانہ نگاہ ڈال لی جائے۔ کسی تحریک کا جاری کرنا، اس میں زندگی کی حرکت اور قوت کا برقرار رکھنا اور ان مقاصد کا حاصل کرنا جن کی خاطر اسے جاری کیا گیا تھا کوئی آسان کام نہیں۔ بعض قائدین فرضی یا حقیقی خطرات بیان کر کے اپنی تحریکوں میں جان ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بعض انہیں نیم عسکری صورت دے کر ان میں زندگی اور حرکت پیدا کرتے ہیں۔ حضور نے جب اپنی تحریک شروع کی تو ملت اسلامیہ چاروں طرف سے خطرات میں گھری ہوئی تھی، مسلمان سہمے ہوئے تھے۔ حزب اللہ کی تحریک ان کیلئے شجر سایہ گستر ثابت ہوئی جس کے سائے تلے انہیں اطمینان اور سکون نصیب ہوا۔ انہوں نے سمجھا اس سے منسلک و پیوستہ رہنے میں ہی عافیت ہے۔ اس احساس نے اس تحریک کو اتفاق واتحاد اور ربط ونظم عطا کیا جو قوت اور طاقت کا سرچشمہ تھا یعنی حضور نے اس وقت تحریک شروع کی جب اس کی ضرورت ہر طرف محسوس کی جارہی تھی۔ اور حضور کے دوروں، سالانہ اجتماعات، رضا کاروں کے جیش، حضور کی اپنی شخصیت اور جلال پور شریف کی مرکزیت نے اسے فعال تحریک بنا دیا۔ یہ سب کچھ تھا۔ لیکن مشکل اس وقت آن پڑتی ہے جب تحریک میں حرکت وعمل قائم رکھ کر اسے اپنے دشمنوں سے بھی محفوظ رکھنے کا سوال پیدا ہو جاتا ہے۔ علامہ عنایت اللہ خان مشرقی خاکسار اعظم نے خاکسار تحریک بڑی کامیابی سے چلائی اور دیکھتے دیکھتے یہ عظیم تحریک تمام ہندوستان میں پھیل گئی۔ لیکن انگریزوں نے جب اسے ختم کرنا چاہا تو علامہ موصوف نے لاشعوری طور پر ایسا طریق کا اختیار کیا جو انگریزوں کی خواہشات کو پورا کرنے کا موجب بنا اور اس طرح یہ نہایت ہی مفید تحریک ختم ہو گئی۔ ہندو، سکھ، انگریز اور بعض کج فہم اور کوتاہ اندیش مسلمان تحریک حزب اللہ کے مخالف تھے لیکن حضور نے اس طرح تدبر، زمانہ شناسی اور معاملہ فہمی سے کام لیا کہ ہر ایک کے معاندانہ جذبات وخیالات کے باوجود یہ مبارک تحریک اپنی پوری قوت کیساتھ رواں دواں رہی۔ جس طرح بتیس دانتوں کے درمیان رہتے ہوئے بھی زبان خوب تیزی اور طراری دکھاتی رہتی ہے۔ اسی طرح مختلف اعداء کی مخالفت کے باوجود تحریک حزب اللہ خوب جولانی دکھاتی رہی۔ کوئی خطرہ اس کے لئے سدّ راہ ثابت نہ ہو سکا۔ اور بالآخر اپنے مقاصد کے حصول میں کامیاب ہو گئی۔

کچھ دیگر تحریکوں کے متعلق

ہم نے اس برصغیر میں مسٹر گاندھی کو اپنی سیاسی تحریک چلاتے ہوئے دیکھا ہے

Marfat.com

حالات پیدا کر دیتے تھے کہ ملک میں امن بھی ہوتا تھا اور یہ بھی نظر آتا تھا کہ فساد وبا کی طرح پھیلا ہوا ہے۔ پرامن فساد کی یہ حالت حکومت کیلئے سخت پریشانی کا باعث بنی رہتی تھی۔ جواہر لعل نہرو انہی کے نقش قدم پر چلے اور بھارت کی آزادی کے بعد اپنی خارجہ پالیسی کی بنیاد پرامن فساد کی انہی شاطرانہ چالوں پر رکھی۔ چنانچہ چین کے ساتھ جنگ نہ ہونے کے باوجود اس نے جنگ کی فضا پیدا کر دی اور بیک وقت امریکہ، برطانیہ اور روس کو اپنے جال میں پھانس لیا۔ لیکن خالص سیاسی نقطہ نگاہ سے بھی اس طریق کار میں واضح اور خطرناک قسم کی خامیاں پائی جاتی ہیں۔ ایک تو اس قسم کے طریق کار سے اہل عالم کو زیادہ دیر تک دھوکے میں نہیں رکھا جا سکتا۔ دوسرے ممکن نہیں کہ کبھی بھی مکر وفریب سے کام لے کر دنیا میں امن وسکون قائم کیا جا سکے۔ اسلام امن وسلامتی کا علمبردار ہے۔ یہ انسانوں کو عصبانی کیفیت کا شکار بنانے کی کبھی بھی اجازت نہیں دیتا اس لئے مومن مخلص کی حیثیت سے حضرت امیر حزب اللہ نے گاندھی کی دسیسہ کاری کو ہمیشہ نفرت کی نگاہ سے دیکھا اور اپنی تحریک کو راست روی اور راست گوئی، عدل وانصاف اور حق گوئی اور حق رسی کے صاف ستھرے اصولوں پر چلایا۔ آپ صرف ایک سیاسی رہنما نہیں تھے بلکہ آپ معلم اخلاق تھے، دینی اور روحانی پیشوا تھے۔ آپ ایسے پاکیزہ اصولوں کے علمبردار تھے جو انسان کو خلیفۃ اللہ فی الارض بنا دیتے ہیں۔ اسی لئے سیاست میں دخیل کار ہونے کے باوجود آپ نے اپنے پاکیزہ اصول بڑے خلوص دل سے اپنائے اور پابندی سے ان پر عمل کیا۔ بالخصوص موجودہ دنیا میں صاف ستھرا طریق کار بے حد صبر آزما اور سخت جاں فرسا ہوتا ہے۔ مگر راہ حق پر چلنے کی صورت میں جو مشکلات پیش آتی ہیں محمد عربی ﷺ کے غلام ان پر غلبہ پانا جانتے ہیں۔

خلوص وللّٰہیت

لیکن ان تمام مشکلات کے سامنے سینہ سپری اور نقد جاں کی یہ قربانی کسی دنیاوی غرض کے لئے نہیں تھی۔ کسی ذاتی مقصد کو سامنے رکھ کر حضور نے ساری زندگی اس دماغ سوزی جگر کاوی اور سرگرمی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ آپ کو طلب جاہ تھی نہ خواہش مال وزر، نمود ونمائش کی ضرورت تھی نہ داد وتحسین کی تمنا۔ ناظرین کرام نے ان صفحات میں اچھی طرح دیکھ لیا ہے کہ حضور نے انتہا درجہ کی بے غرضی اور بے نفسی سے تمام فرائض سر انجام دیئے للّٰہیت کا جذبہ بیتاب تھا جس نے عمر بھر آپ کو مضطرب رکھا۔ کم نظر لوگ معترض ہوتے رہے مگر حقیقت کا مشاہدہ کرنے کے بعد انہیں نادم ہونا پڑا۔ حضور کو صرف رضائے الٰہی درکار تھی۔ رسول اکرم ﷺ کی رضامندی مطلوب تھی۔ اسی مقصد کیلئے آپ نے مخلوق خدا کی خدمت کی اور امت محمدیہ علیہ افضل التحیہ والسلام کی

Marfat.com

بہبودی کے لئے جان کی بازی لگا دی۔ بے غرضی اور بے نفسی کا یہ بلند معیار بالخصوص پاکستان میں ہمیں خال خال دکھائی دیتا ہے۔ حالانکہ اقوام اور ملل کی قسمت اسی سے وابستہ ہے۔ اس درجہ کی بے غرض خدمتگذاری کے بغیر کوئی قوم دنیا میں زندہ نہیں رہ سکتی۔ اسلئے یہ معیار قائم کر کے حضور نے پاکستان میں ایک نہایت ہی عمدہ مثال قائم کی ہے۔

شان استغنا

حضور کی طبیعت میں جو استغناء ہے اس سے ہر وہ شخص متاثر ہوتا ہے جسے آپ کی خدمت میں رہنے کا موقع مل جائے یا جو اپنی آنکھوں سے آپ کی فیاضی اور گرم گستری کو دیکھ لے۔ غریب نوازی کے جو طریقے جو آپ نے شروع میں اختیار فرمائے تھے رفتار زمانہ کے ساتھ ساتھ ان میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ علاوہ بریں بعض ایسے واقعات بھی دیکھنے میں آئے جنہوں نے حضور کی بے نفسی اور بے غرضی کا سکہ دلوں میں بٹھا دیا۔ ذیل میں ہم اس قسم کے چند ایک واقعات درج کرتے ہیں۔

غلام محمد کمہار عرف گلا سکنہ ڈھوک نواں لوک نزد منڈی بہاؤالدین چھ سو روپے نقد چند بھیڑیں، ایک بہترین نسل کا دنبہ، اور چند گدھے لایا۔ اور تمام چیزیں حضور کی نذر کر دیں۔ یہ سب کچھ اس نے بسال کے اڈے پر مزدوری کر کے کمایا تھا۔ حضور نے ارشاد فرمایا یہ نذر قبول ہے لیکن ہم بطیب خاطر لنگر شریف کی طرف سے یہ تمام چیزیں تمہارے اہل وعیال کو دیتے ہیں۔ اس نے عرض کی قبلہ رات کے لئے یہ رقم قاضی غلام فرید صاحب کے پاس بطور امانت رکھنے کی اجازت دیں۔ حضور نے فرمایا بہتر۔ غلام محمد بھیڑیں اور دنبہ لنگر شریف کے بیلے میں چھوڑ آیا گدھے لنگر شریف کی حویلی میں باندھ دیئے اور خود راتوں رات بھاگ گیا۔ حضور کو جب علم ہوا تو آپ نے فرمایا یہ تمام چیزیں امانت ہیں انہیں پہنچایا جائے۔ لنگر شریف کے گڈریے نے عرض کی دنبہ اعلیٰ نسل کا ہے یہ رکھ لیا جائے اور اس کی جگہ دوسرا دنبہ دے دیا جائے آپ نے فرمایا۔ شوق ہے تو اس قسم کے دنبے پر جس قدر قیمت خرچ ہو خود لے لو۔ مگر یہ امانت ہے۔ اسے ضرور واپس کریں گے۔ اگلے روز میاں کرم دین سکنہ بار موسیٰ اور ایک درویش کے ذریعے یہ تمام چیزیں غلام محمد کے پاس نواں لوک بھجوا دیں۔ لوگوں نے جب اپنی آنکھوں سے اتنی مالیت کی چیزیں واپس ہوتے دیکھیں تو حیران رہ گئے۔ جو سنتا تھا بھاگا بھاگا آتا تھا۔ اور بڑے استعجاب سے درویشوں کی زیارت کرتا تھا۔ تمام کہتے تھے عام پیر تو مریدوں کی چمڑی بھی اتار لیا کرتے ہیں عجب بزرگ ہیں کہ اتنی نقدی اور اتنی قیمتی چیزیں واپس کر رہے ہیں۔ چنانچہ آپ کی

Marfat.com

اور بے نفسی کو دیکھ کر تمام اہل دیہہ نے حضور کی بیعت کر لی۔

اسی طرح بڈھا خان گوجر ساکن جاتریا کلاں متصل لالہ موسیٰ اپنے گھر کا تمام اثاثہ لے آیا۔ اور بیوی بچے تک حضور کی نذر کر دیئے۔ آپ نے بڑا سمجھایا۔ سب کچھ لے جاؤ اور بچوں کی تعلیم و تربیت پر صرف کرو مگر وہ نہ مانا آخر کار آپ نے فرمایا۔ اب یہ چیزیں ہماری ہیں ہم جس طرح چاہیں مصرف میں لائیں تم معترض نہیں ہو سکتے۔ بڈھا خان نے عرض کیا قبلہ اب میرا کیا اختیار ہے حضور نے وہ سارا اثاثہ اس کے بچوں کو عنایت فرما دیا۔ ایک بار چیلیانوالے کے مریدان باصفا نے اپنی جائداد کا قبالہ لکھ کر حضور کی نذر کیا۔ مگر آپ نے واپس فرما دیا۔ ۱۹۵۶ء میں صوفی طفیل احمد فائق نے بمقام کلیرہ ضلع جھنگ اپنی تمام نقدی جو تین چار ہزار روپے پر مشتمل تھی حضور کی خدمت میں پیش کی۔ حضور نے ان کی تسلی کے لئے قبول فرما لی اور پھر ارشاد فرمایا۔ اپنے پاس رکھو یہ ہم آپ کو دیتے ہیں۔ اسی رقم سے حضور نے صوفی صاحب کو حج بیت اللہ کیلئے بھیجا۔ حالانکہ وہ بار بار عرض کرتے رہے قبلہ میرے لئے حضور کی قدم بوسی حج بیت اللہ سے کم نہیں۔ ۱۹۶۱ء کا ایک واقعہ بھی قابل ذکر ہے۔ آپ ۳۲ بی گلبرگ سے ایک مرید گھرانے کے پرزور اصرار پر شیخوپورہ تشریف لے گئے۔ حضور کے چھوٹے صاحبزادے قبلہ طارق احمد صاحب طال اللہ عمرہٗ وزاد مجدہٗ و شرفہٗ بھی ساتھ تھے۔ واپسی پر ان لوگوں نے خاموشی سے سونے کا ایک ہار صاحبزادہ صاحب کے گلے میں ڈال دیا حضور اگلی سیٹ پر تشریف فرما تھے لاہور جا کر معلوم ہوا تو حضور نے ہار واپس کر دیا۔

مااسئلکم علیه من اجر

ایثار و فدویت کے اس قسم کے بیسیوں واقعات اور ہیں۔ پیر بھائیوں نے فرط محبت اور عقیدت سے سب کچھ حضور کی ذات پر نثار کر دینا چاہا۔ مگر آپ نے بکمال لطف و کرم اس کی اجازت نہ دی۔ آپ سرتاپا لطف و کرم تھے۔ آپ نے کبھی بھی اپنی ذات کے لئے کسی نیاز مند کو آزمائش اور تکلیف میں مبتلا نہ کیا۔ حالانکہ ہر نیاز مند پروانہ وار آپ کی ذات پر نثار ہو جانا چاہتا تھا۔ اس نیلے آسمان کے نیچے ہر زمانے میں بے شمار پروانے دیکھنے میں آئے مگر آپ کے پروانوں کی شان بالکل نرالی ہے۔ حضور کی پاکیزہ شخصیت کا یہ اثر ہے کہ آپ کے نیاز مند آپ کی زیارت کرتے ہیں تو مست ہو جاتے ہیں اور مستی کے عالم میں چاہتے ہیں کہ فرشِ راہ بن جائیں اور آنکھوں سے حضور کے تلوؤں کا بوسہ لیں۔

آرزو دارم کہ خاک آں قدم ۔۔۔ طوطیائے چشم سازم دمبدم

Marfat.com

تاریخ شاہد ہے کہ عقیدت ومحبت کے اس قسم کے جذبات کولوگوں نے اکثر وبیشتر اپنی ذاتی اغراض کے لیے استعمال کیا ہے مگر ان کے بدلے حضور نے اپنے نیاز مندوں کو نور ایمان عطا فرمایا دین ودنیا کی سربلندی اور سرخروئی عطا فرمائی۔ دنیاوی خوشحالی سے مالا مال کیا۔ وہ انگریز کے غلام تھے انہیں اللہ کا غلام بنایا وہ دولت آزادی سے محروم تھے انہیں آزادی سے ہمکنار کیا۔ الغرض لوگوں کے پاکیزہ احساسات اور جذبات کو وسیع تر معنوں میں آپ نے صرف قومی اور ملی بہبود کیلئے استعمال فرمایا اور جہاں تک حضور کی اپنی ذات کا تعلق ہے آپ ہمیشہ تحریر وتقریر کے ذریعے اور عملی طور پر ارشاد فرماتے رہے۔

اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ

میں اپنی تمام محنت کا اجر صرف اللہ کی ذات پر چھوڑتا ہوں۔ بے نفسی اور بے غرضی کی اس سے بہتر مثال آپ کو اور کہاں ملے گی؟ ایک کریم ہے جس کی روح صرف اعمال سخاوکرم سے غذا حاصل کرتی ہے۔ اسے کسی اور چیز کی ضرورت نہیں۔ ایک جفاکش اور جواں ہمت بطل جلیل ہے جس کی آنکھیں صرف اس منظر سے خوش ہوتی ہیں کہ اس کی قوم مطمئن ہے۔ خوشحال ہے اور فارغ البال ہے۔ ایک مرد فقیر ہے جو اپنے ارد گرد ایک جم غفیر کو اس لئے جمع کر رہا ہے کہ مل کر رب العزت کا دامن جلال مضبوطی سے تھام لیں۔ کیونکہ انسان کے لئے اس سے بڑی سعادت اور کوئی نہیں۔ سبحان اللہ اس سیرت والے بزرگ کہاں ملتے ہیں!!!

حضور کی سیرت وشخصیت کے متعلق بہت کچھ کہا جا سکتا تھا مگر ہم نے اختصار سے کام لیا ہے دراصل اس تصنیف کا ایک ایک لفظ حضور کی سیرت وشخصیت کی آئینہ داری کر رہا ہے۔ آؤ اب ہم آپ کے فلسفہ حیات پر طائرانہ نگاہ ڈال لیں۔ کیونکہ یہی حاصل بحث ہے۔

امیر حزب اللہ کا فلسفہ زندگی

حضور کا فلسفہ حیات سرتاپا حرکت ہے۔ آپ عمل کے داعی ہیں۔ جدوجہد اور گرمجوشی آپ کے نزدیک زندگی کا اصل راز ہے۔ ہر وہ چیز زندہ ہے جس میں حرکت موجود ہے۔ جو ہر دم رواں دواں ہے۔ جس کا خون گرم ہر آن بدن میں ایک برقی کیفیت پیدا کرتا رہتا ہے اور جو چیز نئے سے نئے کارنامے انجام دینے کے لئے ہر وقت بے تاب اور مضطرب رہتی ہے۔ آپ نے اسی لئے روح جہاد زندہ کی اور مسلمانوں کو سربکف رہنا سکھایا۔

آپ کے خیال کے مطابق مسلمان زوال کا شکار محض اس لئے ہو گئے تھے کہ وہ آگے بڑھتے بڑھتے یک لخت ٹھہر گئے۔ انہوں نے ستانا چاہا۔ دوسری قومیں آگے نکل گئیں۔ سکون اور جمود

Marfat.com

ان کی قومی اور ملی زندگی کیلئے پیغام مرگ ثابت ہوا۔ اور اب جب پھر وہ جادہ پیمائے منزل ہو چکے ہیں ان کی رگوں میں تازہ خون دوڑنے لگا ہے۔ اور ان کی زندگی کے آثار از سرنو نمایاں ہو چکے ہیں۔ دوسری قوموں کی رفتار ترقی کے زیر نظر اب مسلمانوں کو اس قدر گرم رفتاری کی ضرورت ہے کہ وہ دنوں کی مسافت منٹوں میں طے کریں۔ حضرت امیر حزب اللہ چاہتے ہیں کہ حرکت قومی زندگی کے ہر پہلو میں پیدا ہونی ضروری ہے۔ ہماری سیاست جمود سے پاک ہو۔ رفتار زمانہ کے ساتھ ساتھ یہ بھی حرکت کرے۔ اور اقصائے عالم پہ چھا جائے۔ اقتصادی لحاظ سے ملک کو خوشحال بنانے کے لئے نئے سے نئے منصوبے تیار کئے جائیں اور ان پر بڑی تیز رفتاری سے عمل کیا جائے۔ علمی لحاظ سے ہمارے نوجوان اس بلند ہمتی کے ساتھ تحصیل کمال کریں کہ جس طرح پہلے فضلائے عالم ہمارے آباؤ اجداد کے خوشہ چینوں میں سے تھے۔ اب ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ جدید علوم میں اب ہمارے نوجوانوں کو سبقت حاصل کرنی چاہیے۔ ہمارے زوال کا باعث علمی لحاظ سے ہمارا جمود بھی تھا۔ ہم نے سمجھا جہاں تک ہمارے آباؤ اجداد کا ذہن رسا پہنچا ہے اس سے آگے بڑھنا محال ہے۔ حالانکہ علم کا مطلب ہے آیات اللہ سے آگاہ ہونا۔ اور آیات اللہ کی انتہا نہیں۔ اس لئے علمی ترقی کی بھی انتہا نہیں۔ اس میدان میں بھی ہر لحہ آگے بڑھنے کی لگن چاہیے۔ اسی طرح ہماری اخلاقی زندگی پر بھی زوال کی گرد پڑی ہوئی ہے۔ اسے اتار پھینکنا چاہیے۔ انسان جب ستانے کے لئے لیٹ جاتا ہے تو ہوا ادھر ادھر کی گرد لا کر اس کے وجود پر ڈال دیتی ہے اور جب وہ اٹھ کر پھر سر گرم سفر ہوتا ہے تو اس گرد کو ایک جنبش سے اتار پھینکتا ہے اس لئے جس طور طریقے کے ساتھ ہم زوال کے ایام میں اپنی حیات مستعار بسر کر رہے تھے۔ اسے یکسر ترک کر دینا چاہیے۔ ترقی پذیر اقوام باہمت ہوتی ہیں، دیانتدار اور مخلص ہوتی ہیں۔ ایثار و قربانی ان کا پیشہ ہوتا ہے وہ ہر کام میں ملی اور قومی بہبود کو ترجیح دیتی ہیں اور بڑی بے نفسی اور بے غرضی سے اپنے فرائض کو انجام دینے میں مصروف رہتی ہیں۔ حضرت امیر حزب اللہ چاہتے ہیں کہ اخلاقی لحاظ سے بھی ہماری صفات ترقی پذیر اقوام کی طرح ہوں۔ قرون اولیٰ کے مسلمان اپنی اخلاقی زندگی پر سے ایام جاہلیت کی گرد ہٹا کر آگے بڑھے تھے اب ہمیں بھی اسی طرح کرنا چاہیے۔ حرکت کی روح سے معمور فلسفہ حیات لازمی قرار دیتا ہے کہ ملک کی بری، بحری اور فضائی طاقت مضبوط ہو، اس کی صنعت و حرفت اور تجارت کو پوری طرح فروغ حاصل ہو اور اس میں علوم و فنون درجہ کمال تک پہنچے ہوں۔ حیات قومی کے لیے حضرت امیر حزب اللہ کے تمام نظریات کا یہ نچوڑ ہے۔

Marfat.com

لیکن ہر قوم وسیع انسانی برادری کا ایک حصہ ہوتی ہے۔اسلئے حضور اپنا فلسفہ حیات اس بلندی پر بیٹھ کر بیان فرماتے ہیں جہاں سے تمام انسانیت کبریٰ آپ کی نگاہوں کے سامنے موجود ہوتی ہے۔آپ جو کچھ فرماتے ہیں اس میں تمام نوع انسانی کی بہبودی مضمر ہوتی ہے۔آپ انسان میں امتیاز کے روادار نہیں۔آپ اولادآدم میں رنگ،نسل،قوم،زبان،پیشے یا دولت کی بنا پر تفریق وتمیز کے قائل نہیں۔آپ عالمگیر اخوت حریت اور مساوات کے علمبردار ہیں آپ مذہب کو بھی اس عینک سے نہیں دیکھتے جس سے اسلام ایک مخصوص فرقہ کی دولت نظر آئے اور اس کی وجہ سے دنیا کے متعصب اور تنگ نظر فرقوں میں ایک اور کا اضافہ ہو جائے۔اس لئے ۱۹۴۳ء میں اپنے خطبہ صدارت میں آپ نے ارشاد فرمایا:

''آؤ سب مل کر اسلام کے جھنڈے کو سب جھنڈوں سے اونچا کریں۔خدائی احکام کو دنیاوی احکام سے مقدم بنائیں۔شہنشاہِ ارض وسماء کی حکومت دنیا میں قائم کریں۔اور اسلامی [۱] راج کی نہیں خدائی راج کی بنیاد ڈالیں''

یہ بھی دراصل حضور کے حرکی فلسفہ حیات کا اثر تھا۔کوئی جامد نظریہ زندگی اپنے اندر اس قدر وسعت نہیں رکھتا اور نہ ہی نوع انسانی کے تمام طبقوں اور گروہوں کو مساویانہ حیثیت دینے کی کوشش کرتا ہے۔

ایک بنیادی حقیقت

ہم نے کہا ہے کہ حضور کا فلسفہ حیات سرتاپا حرکی ہے۔اس مرحلے پر ایک بنیادی حقیقت کا سمجھ لینا ضروری ہے۔ہر پہیہ اس سلاخ کے اردگرد گھومتا ہے جواسکے وسط میں موجود ہوتی ہے۔وہ سلاخ نہ رہے تو اس کا گھومنا ختم ہو جائے۔اسی ایک سلاخ پر اس کی تمام جولانی کا دارومدار ہوتا ہے۔ہماری حیاتِ ملی کا چکر بھی ایک سلاخ کے اردگرد حرکت میں مصروف رہتا ہے۔وہ سلاخ اس کے وسط حقیقی میں موجود رہے گی تو اس کی حرکت بڑی تیزی سے جاری رہے گی۔اس سے ہماری مراد ''توحید و رسالت'' ہے یہی ہماری زندگی کا محور ہے۔یہ قائم رہے تو ہماری زندگی رواں دواں رہتی ہے۔اس کے بغیر ہماری زندگی ممکن ہے نہیں۔اسلئے یہ محور جس قدر مضبوط ہوگا ہماری زندگی اتنی ہی مستحکم رہے گی۔اسے مضبوط رکھنے کے لئے ہمارے پاس قرآن مجید موجود ہے جس کی دلائل و براہین ایسی ہیں کہ ان کے مقابلہ میں کوئی اور دلیل نہیں ٹھہر سکتی۔انسانی علم جس قدر ترقی کرتا چلا جائے گا۔وہ قرآنی علم کے سامنے ناقص رہے گا۔کیونکہ یہ اس ذات بے ہمتا کا کلام

---

[۱] یہاں اسلامی راج بمعنی مسلم راج استعمال ہوا ہے۔

Marfat.com

ہے جس کے سامنے ماضی اور مستقبل دونوں کھلی ہوئی کتاب کی مانند موجود ہیں اور اس کی اپنی تخلیق ہیں کوئی متجد دیا بزعم خویش روشن خیال انسان کسی زمانے میں اس کی تعلیمات کی ترمیم نہیں کرسکتا کیونکہ کسی انسان کی نگاہیں اس کے گردوپیش تک بھی پوری طرح نہیں پہنچ سکتیں۔اس لئے یہ کتاب مبین رہتی دنیا تک انسانوں کی رہنمائی کے لئے کافی ہے۔کوئی اور کتاب یہ فریضہ انجام نہیں دے سکتی۔انسانی روح کا اصل جوہر ازلی یعنی توحید ہے توحید کے ساتھ یہ وابستہ رہے گی تو اس کا قیام اور بقاء یقینی ہے ورنہ اس کی فنا مستلزم۔اس حقیقت کے زیر نظر حضرت امیر حزب اللہ بڑی شدومد کے ساتھ توحید اور رسالت کی تعلیم دیتے رہے ہیں۔اور آپ نے فرمایا کہ اس محور کو قائم رکھ کر زمانے کے ساتھ آگے بڑھتے چلے جاؤ۔کائنات تمہارے پاؤں چومے گی اور اس کی تمام وسعتوں پر تمہارا سکہ چلے گا۔اور تم ایک ایسے درخشاں مستقبل کی تعمیر کرو گے جس میں تمہارے ماضی کی شاندار روایات اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ موجود ہوں گی۔

وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيز

Marfat.com

خوارقِ عادات وکرامات

Marfat.com

اَلْمُشَاهِدَاتُ مَوَارِيْثُ الْمُجَاهِدَاتِ

(حضرت ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب ہشتم

حامدًا ومصلیًا

خوارق عادات وکرامات

حضرت قبلہ عالم وعالمیان خواجہ غریب نواز محبوب سبحانی پیر غلام حیدر علی شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ و طاب اللہ مضجعہٗ ۶ / جمادی الثانی ۱۳۲۶ھ کو دار البقاء کی طرف مراجعت فرما ہوئے۔ مگر اس سے پہلے حضور نے اپنے نبیرہ بلند اختر صاحبزادہ سید محمد فضل شاہ صاحب مدظلہ العالی کو مراتب سلوک طے کرا دیئے تھے اور سفر آخرت اختیار کرنے سے پہلے حضرت خواجہ شمس العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک میں جب آپ نے شمولیت فرمائی اور روضہ مبارک پر حاضری کے وقت دروازہ بند کر کے صاحبزادہ صاحب کے ساتھ اندر رہے تو گویا انہیں معرفت وولایت کی دستار فضیلت اپنے فیاض پیر ومرشد کے بابرکت ہاتھوں سے زیب سر کرائی تھی۔ اس لئے صاحبزادہ صاحب کا وجود اطہر مجسم کرامت بن گیا اور باطنی کمالات کا ایسا اظہار ان سے ہوتا رہا کہ پیر بھائیوں کو ہر گھڑی محسوس ہوتا تھا سجادہ مبارک پر خود حضرت محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ جلوہ افروز ہیں اور حقیقت بھی یہی تھی۔

ایک خواب

''نفحات المحبوب'' کے مصنف صوفی نور عالم مرحوم لکھتے ہیں کہ حضرت محبوب سبحانی کے وصال سے پہلے ایک پیر بھائی نے خواب میں دیکھا کہ خواجہ محبوب سبحانیؒ اور صاحبزادہ سید محمد فضل شاہ صاحب دامت برکاتہٗ ایک مصلّے پر اکٹھے تشریف فرما ہیں۔ صاحبزادہ صاحب حضور کے بالکل مشابہ ہیں۔ اس حالت میں حضرت محبوب سبحانی کا وجود انور صاحبزادہ صاحب کے وجود میں آہستہ آہستہ غائب ہو گیا۔ اور مصلّے پر صاحبزادہ صاحب قبلہ کا وجود مبارک مستوی اور قائم رہ گیا اس خواب کے بعد ایک ہفتہ کے اندر حضرت محبوب سبحانی کا وصال ہو گیا۔ انہی فیوضات حیدری کا نتیجہ تھا کہ حضرت ابو البرکات نے جس شاہانہ انداز سے لنگر شریف کو چلایا، روضہ اطہر اور جامعہ حیدری کو جس عظمت وجلال کو مظہر بنایا، اپنے خاندان عالیہ کو جس طرح اوج کمال پر پہنچایا اور حزب اللہ کی عظیم تحریک سے جس طرح ملت اسلامیہ کو نئی زندگی بخشی اور شریعت مصطفوی

Marfat.com

حیات تازہ عنایت فرمائی یہ سب کچھ خوارق عادات اور کرامات سے کم نہیں ۔ یہ حضور کی معجز نمائی ہے اور کوئی شخص اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا۔

لاتعداد کرامات

ان محیر العقول معجز نمائیوں کے علاوہ پیر بھائیوں نے آپ کی بے شمار اور کرامات دیکھیں ۔ چشم بد دور پیر بھائیوں کی تعداد لاکھوں پر مشتمل ہے ۔ راقم سطور کو کوئی برادر طریقت ایسا نہیں ملا جس نے حضور کی تین چار کرامات نہ سنائی ہوں ۔ اور کافی اصحاب نے تو یہ بتایا کہ ان کا اپنا وجود ہر لحاظ سے حضور کی مجسم کرامت ہے اور اگر وہ ان تمام کرامات کو مدون کریں جو ذاتی طور پر انہوں نے حضرت ابوالبرکات گرامی سے ظہور پذیر ہوتی دیکھیں تو ہر ایک کے پاس علیحدہ علیحدہ ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے گی ۔ تمام نے متفق الرائے ہو کر کہا کہ حضور نے زبان مبارک سے جو فرمایا پورا ہو گیا ۔ جس کام کیلئے دعا خیر فرمائی حسب منشاء انجام پذیر ہو گیا ۔ جہاں قدم رنجہ فرمایا وہاں خیر برکت نے اپنا مسکن بنا لیا ۔ جس پر نگاہ کرم ڈالی اسے جسمانی اور روحانی آلام واسقام سے نجات حاصل ہو گئی ، ناقص کو کامل بنا ڈالا ، ادنیٰ کو اعلیٰ کر دیا اور ذرہ بے مایہ کو بدر منیر سے زیادہ تابانی عطا فرمائی ۔ یہ سب کچھ اس مقبولیت کا نتیجہ تھا جو آپ کو حضرت رب العزت میں حاصل ہوئی ۔ اور اس محبوبیت کا مظہر تھا جو آپ کو دربار مصطفوی ﷺ میں نصیب ہوئی اس لئے ممکن نہیں کہ اس مختصر باب میں ہم حضور کی تمام کرامات کا ذکر کر سکیں کیونکہ لازماً مجبور ہو کر ہمیں کہنا پڑے گا ۔

دفتر تمام گشت و بہ پایاں رسید عمر ما ہمچناں در اول وصف تو ماندہ ایم

اصل حقیقت اور اس کے لئے کوشش

قابل ذکر بات یہ ہے کہ حضور نے کرامات کے ذکر کو کبھی مستحسن نہیں سمجھا ۔ ان کے ذکر سے آپ نے ہمیشہ پہلوتہی اور کنارہ کشی اختیار فرمائی ہے جب کبھی کسی نے زبان پر لانے کی کوشش کی آپ نے گریز فرمایا اور پیر بھائیوں کو اس قسم کی باتیں کرنے سے روکا ۔ اسلام کی بنیاد علم و حکمت پر ہے اور یہ اپنے نام لیواؤں سے عزم وہمت کا مطالبہ کرتا ہے ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اپنے وسیع تر معانی کے لحاظ سے کرامات بھی علم وحکمت اور عزم وہمت پر مبنی ہوتی ہیں مگر اس درجہ پر رسائی ہر کہ ومہ کا کام نہیں اس لئے حضور نے عمر بھر ان باتوں پر زیادہ زور دیا ہے جو عام اذہان کیلئے بآسانی قابل قبول ہو سکتی ہیں اور اس لئے آپ کی محفل میں ہمیشہ کتاب اللہ اور اتباع رسول اکرم ﷺ کا اس طرح ذکر ہوتا رہا کہ عامی سے عامی انسان بھی مستفیض ہو سکتا تھا ۔ اصل

Marfat.com

نشے ظاہری اور باطنی لحاظ سے کتاب وسنت پر عمل کرنا ہے۔ اسلئے آپ نے کوشش فرمائی کہ محض وجود ظاہری پابند شرع نہ ہو بلکہ اپنی اپنی استعداد کے مطابق قلب وروح بھی شرع مصطفوی ﷺ کی کیفیاتِ پاکیزہ سے سرشار ہو جائیں۔ حضور کی اپنی ظاہری زندگی علم وحکمت اور عزیمت نفس کے تمام تقاضوں کو بڑی عمدگی سے پورا کرتے گزری ہے۔ اور کرامات کا ظہور آپ کی ذات والا صفات سے ازخود اس طرح ہوتا رہا ہے جسطرح آفتاب عالم تاب بارش انوار برساتا رہتا ہے۔ اور کسی قسم کی خاص کوشش کے بغیر اس کا وجود نورانی تمام عالم کو نور سے معمور کر دیتا ہے۔ ہر ایک جانتا ہے مشک عنبر جہاں موجود ہوں فضا خود عطر بیز ہو جاتی ہے۔ اس میں مشک عنبر کے ارادہ کا دخل نہیں ہوتا۔ ان کی فطرت کی تخمیر اس طرح ہوئی ہوتی ہے کہ ان کے وجود سے خوشبو کی لپٹیں خود بخود ادھر ادھر پھیلتی رہتی ہیں البتہ ان بے جان چیزوں اور اولیائے کرام میں ایک خاص فرق ہوتا ہے یہ شعور سے عاری ہوتی ہیں۔ مگر ان کے شعور اور ادراک کا اندازہ بھی نہیں لگایا جا سکتا۔ کیونکہ حواس خمسہ تو ادراک کا معمولی سرچشمہ ہیں۔ باطنی[1] ادراک ہر لحاظ سے غیر معمولی چیز ہوتا ہے اور جیسا کہ پیشتر ازیں اشارہ کیا جا چکا ہے اس ادراک کامل کی بنا پر اپنی کرامات سے پوری طرح باخبر ہونے کے باوجود وہ مکمل سکوت اختیار کئے رہتے ہیں اور انتہا درجہ کی پردہ داری سے کام لیتے ہیں۔ ان کا مقصد کرامات کے زور سے مسحور کرنا نہیں ہوتا بلکہ علم وحکمت کے عام پیمانوں کے ذریعے صاحب بصیرت بنانا ہوتا ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ ارادت مند فطرت کاملہ رکھتے ہیں انہیں مشاہدہ اور مکاشفہ کے مقام پر پہنچانے سے بھی گریز نہیں کیا جاتا۔

معجزہ اور کرامت

معجزہ اور کرامت اپنی نوعیت کے اعتبار سے ایک ہی جنس سے تعلق رکھتے ہیں۔ دونوں فوق العادۃ ہیں اور ان دونوں کا ذکر قرآن مجید اور احادیث نبوی میں موجود ہے۔ انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام معجزات کا بیان قرآن مجید میں بار بار ہوا ہے۔ دیگر مقامات کے علاوہ کرامات کا ذکر حضرت سلیمان علیہ السلام کے سلسلہ میں بھی ہوا ہے جہاں آصف بن برخیا عرض کرتے ہیں کہ میں بلقیس کا تخت آنکھ جھپکنے کی دیر میں لا سکتا ہوں ہر ایک یہ جانتا ہے یہ معجزہ نہیں تھا بلکہ اس بزرگ کی کرامت تھی جسکے پاس علم الکتاب تھا۔ اسی طرح سرور کائنات ﷺ نے ایک روز صحابہ کرامؓ کو امر ماضیہ

---

[1] اس لحاظ سے بھگت کبیر کا یہ دوہا بھی بڑا معنی خیز ہے:۔

پنج اندری ہیں گیان کی چھٹویں اندری بدھ ۔ من اندری ہے ساتویں پرچے ہووے سدھ

ایک اندری کے گیان سے دوجی ہے انجان ۔ اس کرپا کی جات کا کیسے پاوے گیان

Marfat.com

کا ایک قصہ سنایا کہ کس طرح تین مسافر جب رات بسر کرنے کیلئے ایک غار میں گئے تو اتفاقاً ایک بہت بڑا پتھر لڑھکتا ہوا غار کے دروازہ کے سامنے آ گیا۔ ان کا باہر نکلنا ناممکن تھا انہوں نے کہا کہ اب ہمارے اعمال ہی ہمیں نجات دلا سکتے ہیں۔ چنانچہ ہر ایک نے باری باری اپنے ایک ایک بے ریا عمل کا ذکر کیا۔ ہر ذکر کے بعد تھوڑا سا پتھر غار کے منہ سے ہٹ جاتا ہے اور جب تیسرے مسافر نے اپنا قصہ سنایا اور کہا کہ بار الٰہ اگر یہ سچا ہے تو پتھر غار سے دور کر دے۔ پتھر دور جا پڑا اور مسافر باہر نکل آئے۔ یہ کام خلاف عادت تھا اور اسی کو کرامت کہتے ہیں۔

معجزہ و کرامت سے انکار کا جواب

مسلمانوں میں ایک ایسا طبقہ موجود ہے جو معجزات اور کرامات کا انکار کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ قوانین فطرت کے خلاف کچھ نہیں ہو سکتا۔ لیکن انہیں علم ہونا چاہیے اللہ تعالیٰ نظام کائنات کو ایک قانون پر چلانے کے بعد نعوذ باللہ معطل نہیں ہو گیا بلکہ کائنات کی زمام تدبیر وانتظام اب بھی اس کے ہاتھ میں ہے۔ اور واقعات کے عادی رفتار میں جزئی یا کلی طور پر جس طرح چاہے تغیر کر سکتا ہے۔ علاوہ بریں واقعات کی عادی رفتار مادی زندگی سے تعلق رکھتی ہے۔ روحانی زندگی کے قوانین اور ہیں اور ہمارے حواس خمسہ اور قوائے متخیلہ یا متصورہ ان کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتے۔ قرآن وحدیث اس امر کے شاہد عادل ہیں کہ انبیاء علیہم السلام نے اثبات نبوت کے طور پر لوگوں کے مطالبہ کرنے پر ایسے واقعات دکھائے جو قدرت کے عام قوانین سے ہٹ کر تھے۔ کرامت بھی ولایت کی ایک دلیل ہے۔ اور اس کو دیکھ کر یقین ہو جاتا ہے کہ ایک صالح بندے کی پشت پر اللہ رب العالمین کا ہاتھ ہے اور جہاں نبوت کی تصدیق کے بعد اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے راہ صاف ہو جاتی ہے۔ غیب سے اس طرح ولایت کی شہادت ملنے کی بعد دعوت تبلیغ وارشاد بدرجہا مؤثر اور زیادہ نتیجہ خیز ہو جاتی ہے۔ اسی لئے تبلیغ واشاعتِ اسلام میں جس طرح نمایاں کردار اولیائے کرام نے ادا کیا ہے عام علماء اس سے محروم ہیں۔

ہم نے کہا ہے کہ عام عقل معجزے اور کرامت کی کنہ تک نہیں پہنچ سکتی۔ اور تو اور وجدان جو حکماء کے خیال کے مطابق عقل سے برتر ذریعہ ادراک ہے۔ اور جس کی رسائی ان حقائق تک بھی ہو جاتی ہے جو عقل کے وہم وگمان سے بھی ماوراء ہیں، سنت اللہ کا ایسا کامل علم حاصل کرنے سے عاجز ہے جس کے دائرے میں معجزہ اور کرامت بھی شامل ہو جائیں۔ وجدان ایک چمک ہوتی ہے جو کبھی آگا فاقا نگاہوں کے سامنے آ جاتی ہے اور پھر غائب ہو جاتی ہے۔ لیکن انبیاء اور علماء کا ادراک ایک مسلسل اور متواتر فعل ہوتا ہے اسی لئے ان کا دعوی ہے کہ جو کچھ وہ دیکھتے

Marfat.com

ہیں عام آنکھیں اسے نہیں دیکھ سکتیں، جو کچھ وہ سنتے ہیں عام کان اس کے سننے سے عاری ہیں اور تفقہ کا جو معراج انہیں حاصل ہے اس کا تصور کرنا بھی عامۃ الناس کے لئے ناممکن ہے۔ اور یہ تو ہر ایک جانتا ہے کہ یہ مقدس گروہ نہایت ہی راست باز، راست رو اور راست گو ہوتا ہے۔ ان کی صداقت اور دیانت شک وشبہ سے بالاتر ہوتی ہے اور جو دلائل اور براہین ان کی طرف سے دی جاتی ہیں، ناقابل تردید ہوتی ہیں۔ عام مشاہدہ کی باتوں کو یہ بزرگ ایسے معقول پیرائے میں بیان کرتے ہیں کہ لوگوں کے لئے ان کے نقطۂ نگاہ کو صحیح اور درست تسلیم کئے بغیر اور کوئی چارہ کار نہیں ہوتا۔ لیکن وہ حقیقت جو ان کے سیرت و کردار کو اس قدر پاکیزہ بنا دیتی ہے اور ان کی گفتار میں اس قدر تیقن اور قطعیت پیدا کر دیتی ہے اس سے عام سطح پر زندگی بسر کرنے والا ذکی سے ذکی انسان بھی ناآشنا رہ جاتا ہے۔ انبیاء اور اولیاء کی شخصیتوں کے اس راز سربستہ سے عام لوگوں کی بے خبری ظاہر کرتی ہے کہ بہت سے قوانین فطرت ایسے ہیں جنکا ادراک عام لوگوں کا کام نہیں۔ یہ اسی پاکیزہ گروہ سے مختص ہے یہ گروہ ان قوانین سے علی قدر مراتب آشنا ہوتا ہے۔ اس لئے ان قوانین سے کام لے کر ایسے افعال کا صدور ان سے ہوتا رہتا ہے جو ہوتے تو بالکل سنت اللہ کے مطابق ہیں۔ لیکن اپنی ناقص عقل کی بنا پر دوسرے لوگ خیال کرتے ہیں ان کا صدور قوانین سے ہٹ کر ہوا ہے عامۃ الناس اور انبیاء و اولیاء کے درمیان اس فرق سے بخوبی باخبر ہونے کی بنا پر عارف رومی فرماتے ہیں۔

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر — گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

ان فضاؤں میں جب سے زندگی رونما ہوئی ہے یہ آگے کی طرف بڑھتی رہی ہے اور اس نے اپنے آپ کو برقرار رکھنے اور اپنی رفتار کو قائم رکھنے کی خاطر کئی تدابیر اختیار کی ہیں۔ حواس خمسہ، عقل مدرکہ اور قوت متخیلہ کا تعلق بھی انہیں تدابیر سے ہے۔ زندگی ان کے ذریعے اپنے رستے کی مشکلات کو دور کرتی ہے اور آگے بڑھتی رہتی ہے۔ یہ قوتیں دراصل زندگی کی آنکھ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ لیکن یہ آنکھ کوئی اتنی زیادہ بینا نہیں ہوتی۔ حواس خمسہ قریب تر کے ماحول کے متعلق جو معلومات بہم پہنچاتے ہیں انہیں پر اس کی نگاہیں مرکوز رہتی ہیں۔ بعید تر راہوں کے متعلق اسے کچھ پتہ نہیں ہوتا اس لئے بسا اوقات یہ آنکھ اپنے ماحول کی چاردیواری میں الجھ کر رہ جاتی ہے اور رفتار حیات سست پڑ جاتی ہے۔ اس وقت زندگی غیر معمولی عزائم سے کام لے کر ان الجھنوں میں سے نکلنا چاہتی ہے اور آگے بڑھنا چاہتی ہے۔ اس وقت یہ نبوت اور ولایت کی آنکھ دیکھتی ہے۔ جو بے حد بینا ہوتی ہے اور جس کی نگاہیں بہت دور تک دیکھتی ہیں اس طرح بعید تر

Marfat.com

بدرجہا ارفع اور اعلیٰ منازل سامنے آجاتی ہیں۔ اور زندگی زیادہ جوش اور زیادہ گرم رفتاری کے ساتھ اپنا سفر دوام جاری کر دیتی ہے۔ اس وقت نئے ادوار شروع ہوتے ہیں، نئی تہذیبیں جنم لیتی ہیں۔ تمدن اور معاشرت کو نیا فروغ حاصل ہوتا ہے۔ ازل سے یہی ہوتا چلا آیا ہے۔ اور ابد تک ہوتا رہے گا۔ نوع انسانی کی تاریخ اس قسم کی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ رفتارِ حیات کو انبیاء اور اولیاء کے نفس گرم نے ہمیشہ تیز تر کیا ہے اور معجزے اور کرامت کی یہ ایک مہتم بالشان صورت ہے اس ضمن میں آپ موجودہ اہل قلم میں برگساں کی کتاب ''تخلیقی ارتقاء'' اور ٹائین بی کی ''تاریخ عالم'' کا مطالعہ کریں اور کیمیائے سعادت، احیائے علوم الدین، مثنوی مولانا رومؒ اور فتوح الغیب کا مطالعہ بھی ضروری ہے۔

فقر و تصوف کی برتری اس لئے مسلمہ ہے کہ یہ انسان کو وہ بصیرت عطا کرتا ہے جو ویسے کسی طرح حاصل نہیں ہوتی باقی علوم بھی انسان کو بصیرت عطا کرتے ہیں۔ مگر ان تمام تر کا تعلق عالم جسمانی سے ہوتا ہے اس لئے محسوسات و مدرکات عالم جسمانی سے آگے نہیں جا سکتے۔ عالم روحانی کی بصیرتِ صرف فقر و تصوف کے اعمال اذکار کا ثمر ہوتی ہے اور حیرت انگیز امر یہ ہے کہ جسے اس عالم کی بصیرت حاصل ہوتی ہے اس کی فراست عالم جسمانی کے متعلق بھی غیر معمولی ہوتی ہے۔ اس لئے فرمایا گیا ہے:

اِتَّقُوا من فراسۃِ المؤمن فانّہٗ ینظر بنور اللہ

انسان جب مذموم صفات و اعمال کو ترک کر دیتا ہے اور مجاہدہ سے کام لے کر دل میں پاکیزہ احساسات اور جذبات کی پرورش کرتا ہے اسکے دل میں محبت الٰہی کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہوتی۔ بغض و عناد اور ماسوا اللہ سے لگاؤ کے جذبات رذیلہ اس کے لئے کالعدم ہو جاتے ہیں۔ اپنے دل کو وہ اس طرح محفوظ کر لیتا ہے کہ ماسوا اللہ کا اس میں دخل نہیں ہوتا۔ اس کے لب غیر اللہ کا ذکر نہیں کرتے۔ اس کی آنکھیں غیر اللہ کو دیکھتی، اس کے کان غیر اللہ کی آواز نہیں سنتے یعنی وہ اپنے حواس کو اس طرح پابند احکام الٰہیہ کر لیتا ہے کہ دل کی نسبت عالم ملکوت سے قائم ہو جاتی ہے اور اس کے باطن کی تمام وسعتیں صرف محبت اور معرفت الٰہی سے معمور ہوتی ہیں تو اس وقت حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق دل سے علوم الٰہی کی سوتیں جاری ہو جاتی ہیں۔ اس کے دل کی آنکھ کے سامنے عالم ملکوت کے حقائق آنے لگ جاتے ہیں۔ ملائکہ اس سے ہم کلام ہوتے اور ایسے عجیب و غریب مکاشفات ہوتے ہیں کہ عامۃ الناس ان کی دید و شنید کی تاب نہیں لا سکتے اور یہ سب کچھ تزکیہ قلب اور جہاد بالنفس کا لازمی نتیجہ ہوتا ہے۔ مبدء فیاض نے تمام

Marfat.com

امکانات فطرت انسانی میں ودیعت کر دیئے ہیں صرف ان کو بروئے کار لانے کی ضرورت ہوتی ہے جو کچھ ہوتا ہے عین قوانین فطرت کے مطابق ہوتا ہے۔ مگر چونکہ یہ عامۃ الورود شے نہیں لوگ اس کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے۔

اس بصیرت روحانی کے ساتھ تصرف اور اختیار میں بھی بیش بہا اور حیران کن اضافہ ہو جاتا ہے۔ خدا وند تعالیٰ نے نظام عالم فرشتوں کے ذریعے چلایا ہوا ہے۔ جب خدا وند تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کا تعلق عالم ملکوت سے قائم ہو جاتا ہے تو ملائکہ بحکم خداوندی ان کے معین و مددگار ہوتے ہیں اور انصرام امور میں مشیت ایزدی کے مطابق ان کی مرضی پر کام کرتے ہیں۔

کما قال اللہ تعالیٰ: تتنزل علیھم الملائکة ان لا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنة التی کنتم توعدون نحن اولیاء کم فی الحیٰوة الدنیا و فی الاٰخرة

ان کی ظاہری زندگی کا ہر فعل شرع کے عین مطابق ہوتا ہے۔ کیونکہ ہمیشہ کے لیے اس کی پابندی لازمی قرار دے دی گئی ہے۔

مپندار سعدی کہ راہ صفا   تواں رفت جز در پے مصطفےٰ

لیکن ان کے باطن کی جو کیفیت اور حالت ہوتی ہے ان کی حقیقت سے صرف ان کے ہمپایہ لوگ آشنا ہوتے ہیں اور کوئی نہیں ہوتا۔ ان کے متعلق عام لوگوں کے علم کا یہ حال ہوتا ہے کہ کبھی کبھار اچانک کوئی بات کانوں میں پڑ گئی یا کوئی بات نگاہوں کے سامنے آ گئی اور وہ بھی اس لئے کہ کریم بزرگ نے چاہا ان کم نظروں کو اس گنج گراں مایہ کی طرف اشارہ کر دیا جائے جو انہیں موہبت ربانی سے عطا ہوا ہے تاکہ یہ اس کی برکات اور سعادت سے محروم نہ رہ جائیں ورنہ اپنی ذاتی بے بصارتی اور بے بضاعتی کی بنا پر اس کے سمجھنے سے یہ لوگ کلیۃً عاری ہوتے ہیں اس روحانی بصیرت اور تصرف کی بنا پر وہ تمام کرامات صادر ہوتی ہیں جن کو اہل اللہ سے منسوب کیا جاتا ہے اور پھر ان کرامات کے لئے اہل اللہ کو کسی اہتمام کی ضرورت نہیں ہوتی۔ کیونکہ وجود آفتاب سے انوار کا اشراق از خود ہوتا رہتا ہے۔

اس مقام پر اس بات کا از سر نو اعادہ ضروری ہے کہ کرامات بے مقصد نہیں ہوتیں۔ ان سے اس تعلق کا اظہار ہوتا ہے جو مسند ارشاد پر جلوہ افروز بزرگ کو عالم غیب سے ہوتا ہے۔ ان سے چلتا ہے کہ اس بندۂ مومن کی پشت پر دست غیب کی کارفرمائی ہے۔ خداوند قدوس کی نصرت یاوری کے بغیر اشاعت و تبلیغ اسلام کے وہ امور مہمہ انجام نہ پاتے جنہیں اس مرد کامل نے لیا ہوا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اپنے متبعین کے درمیان ایک ولی اللہ وہی فرائض انجام

Marfat.com

ہیں جو انبیاء کرام اپنی اپنی امتوں میں دیتے رہے ہیں۔ مقولہ ہے۔ الشیخ فی قومہ کا لنبی فی امتہ اپنی قوم میں شیخ زمان کا وہی مقام ہوتا ہے جو نبی کا اپنی امت میں۔ بنابریں جس طرح معجزہ اثبات نبوت کے لئے اپنی جگہ ضروری سمجھا جاتا ہے کرامت بھی اثبات ولایت کے لئے نمایاں کردار انجام دیتی ہے۔ مقصد دونوں کا دعوت اہل اللہ ہوتا ہے۔ انبیاء اور اولیاء اپنی ذات سے فانی ہو چکے ہوتے ہیں۔ ان کی زندگی تمام تر ذات حق کے لئے ہوتی ہے۔ ان کا ہر فعل اور ہر قول اثبات توحید اور اعلان رسالت کیلئے ہوتا ہے۔ اس لئے اس مقصد سے الگ ہو کر معجزہ اور کرامت کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔

لیکن یہاں اس بات کی طرف پھر اشارہ کر دینا ضروری ہے کہ انبیائے کرام اور اولیاء اللہ نے معجزہ اور کرامت پر تبلیغ وارشاد کو کبھی منحصر نہیں سمجھا۔ بلکہ وہ اپنے آپ کو عام لوگوں کی سمجھ بوجھ کے قریب لاکر اپنے پاکیزہ عمل اور فہم استدلال کے ذریعے ان کے دلوں میں نور ایمان پیدا کرتے ہیں۔ ان کے ذہنوں میں نور عقل کا چراغ روشن کرتے ہیں۔ اور ان کی روح کو نور بصیرت سے منور کرتے ہیں۔ ان کا مقصد ہر ایک کو ایمانی حکمت وبصیرت کی دولت سے ان کی ذاتی استعداد کے مطابق مالا مال کرنا ہوتا ہے۔ اور اس کی بنیاد وہ صرف اپنی پاکیزہ زندگی اور متابعت شرع مصطفوی پر رکھتے ہیں۔ سید الطائفہ حضرتِ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص سالہا سال تک رہا۔ اور بڑے غور سے آپ کی ہر بات کو دیکھتا رہا۔ اس نے کہا کہ میں نے آپ کی ذات میں اتباع سنت کے علاوہ اور کچھ نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا ہمارے پاس اس کے بغیر اور ہے بھی کچھ نہ۔ صحیح الفطرۃ لوگ پاکیزہ زندگی کو سب سے بڑی کرامت اور سب سے بڑا معجزہ سمجھتے ہیں۔ سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نزدیک نبوت کا سب سے بڑا معیار یہی تھا۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

خواست معجز از نبی بوجہل سگ   دید ونفزودش ازاں الا کہ شک

لیک آں صدیق حق معجز نخواست   گفت ایں رو خود نگوید غیر راست

وسیع تر نقطہ نگہ سے یہ کہنا درست ہوگا کہ معجزہ اور کرامت کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اہل عالم صرف عام قوانین فطرت تک سنت اللہ کو محدود نہ سمجھیں۔ بلکہ انہیں یقین ہو جائے کہ پردۂ غیب میں ایسے عجائبات موجود ہیں جن کی نظیر مادی زندگی پیش نہیں کر سکتی۔

اہل مغرب کی مغالطہ دہی اور ابلہ فریبی

فقر وتصوف کے متعلق اہل مغرب نے ہمارے پڑھے لکھے طبقے کو بڑے مغالطہ میں مبتلا کیا

Marfat.com

ہے۔ اہل مغرب کا مقصد یہ تھا کہ جس طرح انہوں نے گذشتہ دو ایک صدیوں میں تلوار اور استعمار کے ذریعے اہل مشرق بالخصوص مسلمانوں کے جسم کو غلام بنایا ہے۔ علمی لحاظ سے بھی ان کے اذہان غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دیے جائیں۔ لیکن دل میں یہ خیال پیدا کر کے خود اہل مغرب بہت بڑے مغالطے میں مبتلا ہوئے ہیں۔ اولاً مسلمانوں کو ابھی تک اپنی تیغ آزمائیاں نہیں بھولیں۔ بدر و حنین، نہاوند و صفین اور ہلال و صلیب کے معرکے انہیں ابھی تک یاد ہیں۔ ان رگوں میں اس وقت بھی اپنے آباؤ اجداد کا خونِ گرم موجزن ہے۔ ان کی تلوار کچھ وقت کے لئے زنگ آلود ضرور ہو گئی تھی۔ ٹوٹی نہیں تھی اور نہ ہی ٹوٹنے والی تلوار ہے۔ سیف اللہ ٹوٹ نہیں سکتی۔ اسی بات کا نتیجہ ہے کہ مسلمانوں کی رگوں میں اپنے آباؤ اجداد کا خون گرم پھر ابلنے لگا ہے۔ اور اگرچہ ابھی تک سیف اللہ نیام سے باہر نہیں آئی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسلامی ممالک ایک ایک کر کے آزاد ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اور انشاء اللہ فضاؤں میں نعرہ ہائے تکبیر پھر گونجنے والے ہیں۔ ثانیاً مسلمانوں کی آنکھ میں خاک مدینہ و نجف کا سرمہ ہے۔ جلوۂ اہل فرنگ اسے خیرہ نہیں کر سکتا۔ کتاب اللہ کے ہوتے ہوئے دوسری اقوام کی علمی اور فنی ترقی مسلمانوں کو مبہوت نہیں کر سکتی۔ جمیع علوم بتمام و کمال کتاب اللہ میں موجود ہیں۔ اہل زمانہ کی ذرا آنکھ کھلتی ہے اور وہ اپنی کسی تازہ علمی دریافت پر اترانے لگتے ہیں۔ تو کتاب اللہ جھٹ اپنی ایک آیۂ کریمہ نبی امی فداہ روحی کی زبان حقیقت ترجمان سے سنا کر کہہ دیتی ہے کہ یہ بات تو مسلمانوں کو ساتویں صدی عیسوی میں معلوم ہو گئی تھی۔ تم آج بیسویں صدی عیسوی میں اس پر کیسے اترا رہے ہو۔ الغرض جب مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے قرآن حکیم موجود ہے اہل مغرب کی کوئی علمی ترقی ابدالآباد تک انہیں مسحور نہیں کر سکتی۔

جمیع العلم فی القرآن لکن　　　تقاصر عنہ افہام الرجال

نکل کر صحرا سے جس نے روما کی سلطنت کو الٹ دیا تھا
سنا ہے میں نے یہ قدسیوں سے وہ شیر پھر ہوشیار ہوگا

اہل مغرب کا تصوف کے متعلق پراپیگنڈہ

فقر و تصوف کے متعلق اہل مغرب نے یہ پرچار شروع کر رکھا ہے کہ یہ غیر اسلامی چیز ہے۔ یورپ کے مستشرق کہتے ہیں کہ قرون اولیٰ میں ایسی کوئی چیز موجود نہیں تھی۔ مرور زمانہ سے دین اور دنیا کی تفریق پیدا ہو گئی۔ اور جہاں حاکم طبقہ نے صرف دنیاوی امور سے سروکار رکھا وہاں [illegible] طبقہ نے ایسے خانقاہی نظام کی بنیاد ڈالی جو غیر اسلامی تھا۔ بعض مستشرق کہتے ہیں

Marfat.com

یسائی راہبوں کا اثر تھا۔ بعض کہتے ہیں نو فلاطونی مفکرین کے زیر اثر حکمت پسند صوفیا نے خانقاہوں کی بنیاد ڈالی اور بعض کہتے ہیں یہ ایرانی مجوسیت بدھ مت کے گیان دھیان، یا ہندو مت کے ویدانت کا اثر تھا کہ خانقاہیں عام ہو گئیں اور مسلمان فقراء ترک دنیا کر کے گوشہ نشین ہو گئے۔

یہ تمام خیالات سرتا پا غلط ہیں۔ مسلمانوں کا تصوف خود اسلام کی پیداوار ہے۔ توحید اس کا مغز ہے۔ غار حرا کی آغوش میں اس کی تخمیر ہوئی۔ والذین امنو اشد حبًا للہ کے فرمان نے توانائی بخشی اور لی مع اللہ وقتٌ کی بشارت نے اسے بال و پر عطا کئے۔ صحابہ کرام خود بہت بڑے صوفی تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ابتدا میں ایک مسلمان بیک وقت سپہ سالار بھی ہوتا تھا حاکم وقت بھی، فقیہہ اور مفسر بھی، دین حنیف کا بہت بڑا پرستار اور اعلیٰ درجے کا صوفی بھی۔ لیکن بعد میں یہ جامعیت قائم نہ رہ سکی۔ ملوک کی خود غرضی نے برسر اقتدار طبقہ کو روح اسلام سے بیگانہ کر دیا۔ اسلئے صوفیائے کرام نے اسے زندہ اور تابندہ رکھنے کیلئے دینی مراکز قائم کر لئے جنہیں عرف عام میں خانقاہیں کہتے ہیں۔ ان کے ذریعے انہوں نے بڑی بے نفسی سے فقر محمدی کی تبلیغ و اشاعت کی۔ ان خانقاہوں میں قال اللہ وقال الرسول کی دل نواز صدائیں بلند ہوتی رہیں اور فرمان الٰہی اور اسوۂ رسول ﷺ کی روح کو اپنانے کے لئے سعی بلیغ کی گئی۔ اتباع رسول کا اس قدر اہتمام ہوتا تھا کہ معمولی سے معمولی بات جس کے متعلق حدیث نبوی خاموش تھی روا نہیں رکھی جاتی تھی۔ ایک صوفی اعظم نے عمر بھر خربوزہ اس لئے نہ کھایا کہ معلوم نہیں رسول اکرم ﷺ نے اسے کس طرح استعمال فرمایا۔ ہماری اپنی نگاہوں کے سامنے جلال پور شریف کی خانقاہ معلّے موجود ہے جس کا آغاز آج سے کوئی ایک صدی پہلے ہوا۔ اس عرصہ میں ہم نے یہاں تعلیمات اسلامی کے عملی اور زبانی پرچار کے بغیر اور کچھ نہیں دیکھا۔ جلالپور شریف میں فیض سیال شریف اور تونسہ شریف کے رستہ پہنچا ہے۔ اور وہاں بھی اہل عالم کی نگاہوں کے سامنے فقر محمد کے علاوہ اور کچھ نہیں آیا۔ اور کہیں بھی ویدانت یا دیگر انواع کے غیر اسلامی تصوف کا اثر دکھائی نہیں دیا۔

ظاہر ہے کہ صوفیائے کرام کا مقصد وحید ہمیشہ فقر اسلامی کی ترویج رہا ہے۔ اس لئے مستشرق بار بار کہتے ہیں کہ مسلمانوں کا تصوف غیر اسلامی ہے تو یہ ان کی بد باطنی ہے۔ اور اس تعصب اور عناد کا اظہار ہے جو عیسائی دنیا کے دل میں ہمیشہ اسلام کیخلاف رہا ہے۔ ان کا مقصد محض یہ ہے کہ سادہ لوح مسلمانوں کو اپنے روح پرور اداروں سے بدظن کیا جائے۔

منوں کے اعتراضات

اہل مغرب کے اعتراضات کو سامنے رکھ کر ہمارے پڑھے لکھے لوگوں میں سے بعض افراد

Marfat.com

فقر و تصوف پر ایک اور زاویے سے بھی معترض ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اسلامی تصوف نے خدمت خلق سے کامل بے اعتنائی برتی ہے اور ہمارے معاشرہ میں اس نے مبالغہ آمیز انفرادیت کو ترقی دی ہے ان کا خیال ہے کہ نجات کوشی اور تزکیہ نفس کے سلسلہ میں صوفی بزرگ خانقاہوں میں صرف اپنی ذاتی بہبود کی طرف متوجہ رہے اور حیت اور مسائل حیات سے بالکل کٹ کر رہ گئے۔ ان کے اعتراض سے ظاہر ہے کہ انہوں نے علم بسرف انگریزی زبان کے ذریعے حاصل کیا ہے۔ انہوں نے صوفیائے کرام کے مستند تذکروں کی کبھی ورق گردانی نہیں کی۔ انہوں نے کبھی بھی امام غزالی، حضرت خواجہ اجمیری، خواجہ محبوب الٰہی اور مجدد الف ثانی یا دیگر ائمہ تصوف رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کا مطالعہ نہیں کیا ورنہ انہیں معلوم ہو جاتا کہ مخلوق خدا کی بہبودی کے لئے ان بزرگوں کے کارنامے کس قدر محیر العقول ہیں۔ ان گم گشتہ راہ مقلدین مغرب سے راقم سطور مختصراً عرض کرے گا کہ تمام صوفی بزرگوں کی نجات اس بات سے وابستہ تھی اور ان کا تزکیہ نفس اس امر پر منحصر تھا کہ وہ دل و جان سے اتباع رسول ﷺ کریں۔ حضور رحمۃ للعالمین کے اسوۂ حسنہ کو سامنے رکھ کر خدمت خلق کریں۔ مخلوق خدا کے ساتھ قولی اور عملی طور پر اظہار شفقت کریں۔ ہمدردی، احسان اور مروت انکا شعار ہو۔ لوگوں سے کسی چیز کا طمع نہ رکھیں۔ اپنے پاس جو کچھ ہو ان کے لئے حاضر کر دیں۔ بے نفسی اور بے غرضی کا پیکر بن جائیں۔ اور بالخصوص بے کسوں کے لئے مجسم رحمت ہوں۔ بگڑے ہوؤں کے اخلاق سدھاریں اور اپنے سوز نفس سے ان کے دلوں میں محبت الٰہی کا چراغ روشن کریں۔ ہر معاملہ میں اتباع رسول کا پاس رکھیں اور اپنے بے غرض اور مخلصانہ عمل سے دوسروں کو اتباع رسول کی مؤثر ترغیب دیں۔ انہوں نے اس سلسلہ میں اپنے قلب کو ہر اس صفت سے پاک کیا جو مذموم ہے اور ہر اس صفت سے مزین کیا جو محمود اور مستحسن ہے۔ بڑی محنت اور خوبی کے ساتھ انہوں نے صفات الٰہیہ کو اپنایا۔ وہ مخلوق میں شامل بھی ہوتے تھے اور اللہ سے بھی واصل ہوا کرتے تھے۔ مخلوق سے دور رہ کر اسلامی تصوف میں نجات اور تزکیہ نفس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

طریقت بہ جز خدمت خلق نیست　　　　بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

تاریخ شاہد ہے کہ اشاعت اسلام کے سلسلہ میں صوفیائے کرام کے کارنامے آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ انہوں نے سینوں کو گرمایا ملت اسلامیہ کے دلوں میں روح قرآنی کو زندہ اور تابندہ رکھا۔ اور اسلامی تحریک کو اقصائے عالم میں پہنچایا۔ وہ انفرادیت پسند نہیں تھے اجتماعیت پسند تھے۔ معاشرہ کی نجات اور فلاح و بہبود کی خاطر انہوں نے بڑے بڑے جا

Marfat.com

(با)دشاہوں کی مخالفت کی اور ذرہ بھر خوف محسوس نہ کیا۔ امراء اور ملوک نے مال و دولت، جاہ حشمت اور عیش وعشرت کو اپنا مطمح نظر بنایا لیکن ان بزرگوں نے کمال درجہ کے ایثار سے کام لے کر صرف اقدارِ عالیہ کی شمع روشن کی۔ بنابریں مبالغہ آمیز انفرادیت کا مرض جو اس وقت ملت میں موجود ہے اس کی ذمہ داری اربابِ تصوف پر عائد نہیں ہوتی۔ وہ تو اس کے معالج رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ تصوف اسلامی نے اعلیٰ درجہ کے انسان اتنی تعداد میں پیدا کئے ہیں کہ مغرب و شرق کی کوئی تہذیب کیا پیدا کرے گی۔ یہ بزرگ برتر انسانیت کا پیکر مثالی تھے۔ جسے یہودیوں نے دیکھا تو نبی اکرم کی مخالفت چھوڑ کر آنحضرت کے غلام بن گئے۔ عیسائیوں نے دیکھا تو حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ آتش پرستوں کی نگاہ اس پر پڑ گئی تو توحید پرست بن گئے۔ بدھوں کے سامنے آیا تو رسول عربی کی صداقت کے قائل ہو گئے۔ اور ہندوؤں نے اس کا جلوہ دیکھا تو رام رام چھوڑ کر بے اختیار کلمہ طیبہ پڑھنے لگ گئے۔ اور جہاں تک خود مسلمانوں کا تعلق ہے عوام کیا اور خواص کیا، رعایا کیا اور راعی کیا، علماء کیا اور حکماء کیا، انہوں نے تعلیمات دینی کے اس پیکر مثالی کی زیارت کی تو ان کا تزکیہ نفس ہو گیا اور ان کا جذبہ ایمان قوی سے قوی تر ہو گیا۔

وابستگان جلالپور شریف

بحمد اللہ وابستگان جلال پور شریف نے گزشتہ سو سال میں یہاں تصوف عالیہ کا نہایت ہی کامل اور جامع نمونہ دیکھا ہے اور ہم تمام غلامانِ حیدری کو اس پر بجا طور پر فخر ہے۔ حضرت اعلیٰ خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے عبادت و ریاضت اور اوراد و وظائف اور نوافل کی پابندی، صبر و شکر اخفائے راز اور عدم شہرت پسندی کے علاوہ خدمت خلق، مسکین نوازی، غریب پروری مروت اور ہر دلعزیزی، غنائے قلب اور استقامت کی جو صفات عالیہ دکھائیں ان کی وجہ سے اہل عالم آج بھی انگشت بدنداں ہیں۔ خلافت سے پہلے بھی آپ مسافروں کی جس طرح خدمت کیا کرتے تھے وہ تمام قصے آج بھی جلال پور شریف میں دہرائے جاتے ہیں۔ آپ صحیح معنوں میں غریب نواز تھے۔ قبلہ ثانی صاحب نے مخلوق خدا کی خدمت کا یہ کام بدستور جاری رکھا۔ اور جب حضرت امیر حزب اللہ کی باری آئی تو انہوں نے نہ صرف یہ کہ تصوف عالیہ کی سنہری روایات کو زندہ کیا بلکہ تعلیمات اسلامیہ کو بھی حیات نو کے خلعت فاخرہ سے آراستہ فرمایا۔ آپ کی فطرت میں واہب عطایا نے جامعیت کا وہ وصف امتیازی پیدا کیا ہے جو قرون اولیٰ کے مسلمانوں کو عطا ہوا تھا۔ آپ صوفی بھی ہیں عالم بھی۔ ردائے فقر بھی آپ کے وجود اطہر کے لئے موجب زینت و (زیب)ائش ہے۔ اور فضیلت علمی کی دستار پر انوار بھی آپ کے سر مبارک پر جلوہ افروزی کرتی ہے

Marfat.com

آپ جہاد بالنفس کے داعی بھی ہیں اور جہاد بالسیف کے بھی۔ جہاد بالسیف کی تبلیغ آپ نے اس زمانہ میں کی جب انگریزوں کی سنگینیں ہر وقت سر پر چھائی رہتی تھیں۔ اور جہاد کا نام لینا بھی خود کا حکومت کا باغی بنانے اور موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا علمائے دین نے سیاست کو شجر ممنوعہ سمجھ لیا تھا۔

امیر حزب اللہ کی دعوت ولائحہ عمل

ان حالات نے آپ نے السیاست فی الاسلام کا نعرہ لگایا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ جب تک کوئی قوم سیاسی لحاظ سے مقتدر رہتی ہے اس کا عروج قائم رہتا ہے۔ اور اس کے تمام قومی ادارے فروغ پذیر ہوتے ہیں۔ حضرت امیر حزب اللہ نے مسلمانوں کی شاندار قدیمی روایات کو بھی زندہ کیا اور زندگی کے جدید تقاضوں کے مطابق حیات قومی کو ڈھالنے کا طریقہ بھی سکھایا۔ آپ نے دلوں کو سوز عشق عطا کیا اور یہ درس دیا کہ اس سوز کو لیکر میدان عمل میں نکل آؤ اور جان کی بازی لگادو۔ کیونکہ اب حجرہ نشینی کا وقت نہیں ہے۔ آپ نے انبیاء کی سنت پر عمل کر کے دعوت الی الحق دی اور نظام اسلامی کا قیام اپنی زندگی کا نصب العین ٹھہرایا۔ اولیائے کرام کی سنت کو سامنے رکھ کر دلوں کا ٹوٹا ہوا رشتہ ذات باری تعالیٰ سے جوڑا۔ بڑے بڑے مصلحین کی طرح عملی، فکری، تمدنی، معاشرتی اور اقتصادی برائیوں اور کمزوریوں کا مداوا کیا۔ خطابت کی آتش انگیزی سے سینوں میں آگ لگائی اور فصاحت و بلاغت کی شعلہ نوائی سے دلوں کو گرمایا امیران عساکر کیطرح عزم و ہمت، عمل پیہم، ایثار و جانبازی اور بالغ نظری کا مظاہرہ کیا ملت کے پہلو میں درد اٹھا تو اس کی ٹیس آپ نے اپنے سینے میں محسوس کی اور آپ بے تاب ہو گئے غریبوں اور مسکینوں کو تکلیف ہوئی تو آپ کا جگر خون خون ہو گیا۔ بمصداق۔

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے۔

ذرا غور فرمائیں اگر فقر و تصوف اسی کا نام ہے جس کا محیر العقول اور نادر الوجود نمونہ ہم نے جلال پور شریف میں دیکھا ہے تو پھر لوگ تمام اعتراضات کو ترک کر کے اس کی صداقت کے قائل کیوں نہیں ہو جاتے۔ اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کیوں نہیں کر دیتے۔

قال را بگذار مرد حال شو　　　پیش مرد کاملے پامال شو

فقر و تصوف

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ ہم نے جہاں جلالپور شریف میں فقر و تصوف کو اوج اعلیٰ

Marfat.com

خالص صورت میں دیکھا ہے اور اس زمانہ میں بھی یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ شریعت سے الگ ہونا تو کجا تصوف اس کی کامل ترین صورت کا نام ہے۔ یہ محض ظواہر پر اکتفا نہیں کرتا۔ بلکہ ظاہر اور باطن دونوں کو آراستہ کرتا ہے۔ اور زندگی کی تمام سرگرمیاں اس سے بڑی صفائی اور گرمی حاصل کرتی ہیں مختصر الفاظ میں قولاً حالاً عملاً ہر حیثیت سے اتباع رسول اکرم ﷺ کا نام تصوف ہے اور تذکرے شاہد ہیں کہ اکابر چشتیہ کی ساری زندگیاں ہمیشہ تصوف اسلامی کا کامل نمونہ رہی ہیں۔

قارئین کرام! خوارق عادات وکرامات کے سلسلہ میں بطور تمہید ہم نے جو کچھ گوش گزار کرنا تھا سپرد قلم کر دیا ہے اب آپ ان تمام مطالب کو سامنے رکھ کر آئندہ سطور میں بغور دیکھیں کہ پیر بھائیوں کے لیے حضرت امیر حزب اللہ کا وجود باجود فرداً فرداً کس قدر خیر و برکت اور یمن وسعادت کا موجب ثابت ہوا ہے۔

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را
گاہے گاہے باز خواں ایں قصہ پارینہ را

کرامات

لڑکا آجائے گا

چودھری سکندر خان ذیلدار سکنہ جوکالیاں ضلع گجرات نے بتایا کہ کوئی سات آٹھ سال کی بات ہے کہ ان کا لڑکا فیض احمد عمر پندرہ سال گم ہوگیا۔ گھر والے پریشان ہوگئے فالیں نکلوانے کا ارادہ کیا مگر دل نے کہا کہ جلال پور شریف حاضر ہو کر قبلہ حضرت صاحب کی خدمت میں ماجرا بیان کیا جائے۔ چنانچہ ایک روز بوقت شام حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوگیا اور اپنی تکلیف بیان کی حضور نے فرمایا آجائے گا۔ اگلی صبح آپ بالائی منزل پر تشریف فرما تھے پھر از راہ کرم فیض احمد کے متعلق استفسار فرمایا اور تمام حالات از سر نو سن کر فرمانے لگے جلد آجائے گا۔ آنے پر ڈاک کے ذریعہ اطلاع دیں حضور کے اس فرمان کو سن کر چوہدری صاحب گھر واپس چلے گئے۔ تیسرے روز لوگوں نے بتایا کہ فیض احمد اپنے مربعے کی حد پر بیٹھا ہے گھر والے دوڑتے دوڑتے گئے اور خوشی خوشی اسے لے آئے حالات پوچھنے پر اس نے بتایا کہ میں تحصیل خانیوال میں بڑی خوشی سے رہ رہا تھا ایک معزز زمیندار خاندان مجھے اپنے کنبہ کا فرد خیال کرتا تھا۔ تمام خاطر مدارت سے پیش آتے تھے دو تین روز گزرے ایک شام بے چین ہوگیا صبح روٹی بھی

Marfat.com

کھائی۔ گھر کے بچوں نے بڑوں سے ذکر کیا۔ خاندان کے سربراہ نے مجھ سے پوچھا میں نے کہا والدین کے لئے اداس ہوں۔ وہ کہنے لگے خط لکھ کر بلا لیتے ہیں۔ مگر میں نے خود آنے پر اصرار کیا چنانچہ انہوں نے نئے کپڑے بنوا کر مجھے پہنائے اور کرایہ دے کر رخصت کر دیا۔ چوہدری فضل احمد بیان کرتے ہیں کہ دوسرے روز لڑکے کو لے کر قبلہ حضرت صاحب کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو گئے۔

مکاشفہ کے ذریعے اعتقاد درست

ڈاکٹر عبدالروف درانی کا بیان ہے کہ حضرت امیر حزب اللہ ۱۹۵۸ء میں دورہ کے سلسلہ میں کھوتیاں نزد چکوال تشریف لائے میں وہیں سہگل آباد ڈسپنسری کا انچارج تھا۔ جب دوپہر کے وقت حضور قیلولہ فرما رہے تھے تو چند پیر بھائی ایک بیٹھک میں حضور کے تذکار طیبہ بیان کرنے لگ گئے۔ میں بھی وہاں موجود تھا۔ آپ راقم آثم نے حضور کی چند کرامات بیان کیں۔ میں ان دنوں حضرت امیر حزب اللہ کے کمالات باطنی کا قائل نہیں تھا۔ میں سن کر دل میں کہنے لگ گیا کہ دیکھئے خاصے پڑھے لکھے لوگوں نے بھی کہانیاں گھڑ لی ہیں۔ اب ایک عجیب واقعہ رونما ہوا حضور کی روانگی کے چند روز بعد میں ایک صبح لباس تبدیل کر کے ہسپتال جانے کے لئے تیار تھا۔ گھڑی پر دیکھا تو پندرہ منٹ باقی تھے کرسی پر بیٹھ گیا اور نو بجنے کی انتظار کرنے لگ گیا۔ وہاں بیٹھے بیٹھے کیا دیکھتا ہوں کہ گولڑہ شریف پہنچ گیا ہوں۔ روضہ انور پر حاضری دی لنگر شریف میں قیام کیا۔ کئی ماہ وہاں رہا۔ نمازیں زائرین کے ساتھ باجماعت ادا کرتا رہا۔ ایک روز ایک درویش نے کہا تیرا فیض جلال پور شریف ہے گولڑہ شریف اسٹیشن پر آیا اور گاڑی پر سوار ہو کر لاہور پہنچ گیا۔ وہاں والد صاحب وفات پا گئے تھے۔ آٹھ دس روز مہمانوں کی آؤ بھگت میں مصروف رہا۔ فارغ ہوا تو گاڑی پر سوار ہو کر ہرن پور کے رستہ جلالپور شریف پہنچا۔ اس سے پہلے اس مقدس شہر میں کبھی حاضر نہیں ہوا تھا حضرت امیر حزب اللہ مغربی باغ والی کوٹھی میں تشریف فرما تھے۔ اور آپ کو درد گردہ کی تکلیف تھی۔ اجازت لے کر میں نے علاج کیا اور حضور بفضلہ تعالیٰ صحت یاب ہو گئے۔ صاحبزادگان والاتبار بے حد خوش ہوئے اور چیک کاٹ کر بندہ کو گرانقدر انعامات سے نوازا حضور نے ازراہ ذرہ نوازی فرمایا۔ ڈاکٹر صاحب آج سے آپ ہمارے خاندانی ڈاکٹر ہیں۔ لنگر شریف سے آپ کو چار صد روپیہ ماہانہ ملا کرے گا۔ میں بے حد خوش ہوا حضور کے الطاف شاہانہ نے دل میں گھر کر لیا۔ روضہ اقدس پر حاضر ہوا روح کو عجیب سرور حاصل ہوا۔ اسی طرح کئی دن گزر گئے ایک روز میں حضور پرنور کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا اور عرض کی قبلہ چھٹیاں ختم

Marfat.com

ہو رہی ہیں اجازت عنایت فرمائیں۔ حضور نے اپنے مخصوص کریمانہ انداز میں دعائے خیر فرمائی اور میں رخصت ہو کر کھوتیاں پہنچ گیا۔ اب کیا دیکھتا ہوں کہ سامنے گھڑی پر نو بج رہے تھے۔ اللہ اکبر ان پندرہ منٹ میں میں نے کیا کیا دیکھ لیا تھا۔ کہاں کہاں پہنچا تھا۔ کن کن الطاف وعنایات سے مستفیض ہوا تھا۔ سبحان اللہ یہ چند لمحات کیسے معجز نما اور کس قدر روح پرور تھے۔ دل کی عجیب حالت تھی۔ طبیعت سخت بے تاب ہو چکی تھی۔ فوراً الحاج ملک محمد حسین صاحب ساکن کھوتیاں کو بلا بھیجا۔ تمام حالات بتائے اور عرض کی ملک صاحب مجھے جلد از جلد حضور کی خدمت میں لے چلئے چنانچہ اگلے اتوار ہم دونوں حضور کی خدمت میں راولپنڈی پہنچ گئے۔ حضور نے دیکھتے ہی فرمایا۔ ڈاکٹر صاحب مکاشفہ کی بنا پر آ گئے۔ بندہ نے سر جھکا دیا۔ بیعت کی اور حضور کی توجہات سے مالا مال ہوا۔

مر کر زندہ ہو گیا

میاں خدا بخش سکنہ آلہ حلفاً بیان کرتے ہیں کہ ۱۹۱۴ء میں جب حضور کی ولیعہدی کا زمانہ تھا اور قبلہ ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہر وقت عالم استغراق میں رہنے کی وجہ سے خلافت کے تمام فرائض حضور ہی انجام دیا کرتے تھے۔ اور حضور کی نشست اس کمرہ میں ہوا کرتی تھی جہاں آج کل روضہ اطہر کا برآمدہ ہے میں بیمار ہو گیا عرصہ دراز تک بستر پر پڑے رہنے کی وجہ سے بخار کی جلن کے باعث پیٹھ پر زخم پڑ گئے ایک دن میں مر گیا ملائکہ میری روح آسمان پر لے گئے وہاں حساب وکتاب ہوا حساب بالکل صاف نکلا۔ اور خوشنودی الٰہی کو پروانہ مل گیا اس وقت ندا آئی کہ سید محمد فضل شاہ صاحب سفارش فرماتے ہیں کہ خدا بخش کو واپس بھیجا جائے۔ چنانچہ میری واپسی کا حکم ہو گیا لیکن میں نے انکار کر دیا میں نے عرض کیا کہ اب تو خداوند کریم کی رضامندی حاصل ہو گئی ہے دنیا میں گیا تو غلطیاں سرزد ہوں گی گرفت ہو گی اور مجھے آخرت کی رسوائی نصیب ہو گی اس وقت مجھے یقین دلایا گیا کہ پھر آنے پر مجھے موجودہ درجہ ضرور ملے گا۔ فکر نہ کرو۔ اس یقین دہانی کے بعد میں زمین پر واپس آ گیا میرے وجود میں حرکت پیدا ہوئی۔ آنکھ کھلی تو دیکھا چارپائی کے اردگرد تمام رو رہے ہیں مجھے پھر زندہ دیکھ کر سب حیران ہو گئے اور رونا دھونا بند کر دیا حقیقی موت کے بعد یہ نئی زندگی تھی۔

گم شدہ مثل مل گئی

میاں خدا بخش صاحب مذکورہ بالا نے بتایا کہ راجہ محمد عباس سکنہ دتو چوڑہ ڈپٹی کمشنر گجرات کے ریڈر تھے ان سے ایک اہم مثل گم ہو گئی۔ راجہ صاحب بے حد پریشان ہوئے پیر بھائی تھے

Marfat.com

وقت خیال قبلہ حضرت امیر حزب اللہ کی طرف رہنے لگا ایک رات حضور نے خواب میں فرمایا گھبراؤ نہیں مثل کھوہ کی تھی مگر غلطی سے مانگٹ کے بستہ میں باندھ دی گئی ہے وہاں سے لے لو راجہ صاحب صبح دفتر گئے اور جاتے ہی ہر ایک کو کہا مبارک ہو مثل مل گئی ہے سب نے پوچھا کہاں ہے انہوں نے کہا مانگٹ کا بستہ لاؤ تمام کے سامنے کھولا۔ دیکھا تو مثل موجود تھی۔ حضور کی کرامت کو دیکھ کر ہر ایک حیران رہ گیا۔

بارش تھم گئی

یہی میاں خدا بخش کہتے ہیں کہ ایک بار قبلہ حضرت صاحب آلہ اسٹیشن پر تشریف لے جا رہے تھے ریل پر سوار ہونا تھا دریا عبور فرمایا تو آسمان پر بادل چھا گیا بارش شروع ہو گئی حضور پنڈی الھانی کی مسجد میں تشریف لے گئے اور انتظار فرمانے لگے کہ کب بارش تھمتی ہے کئی گھنٹے گزر گئے مینہ موسلا دھار برس رہا تھا اور ہر لحظہ اس کا زور بڑھتا چلا جاتا تھا پرنالوں سے چھاجوں پانی گر رہا تھا چاروں طرف دھند پھیلی ہوئی تھی بادل گرجتے تھے بجلی چمکتی تھی اور ہر طرف پانی ہی پانی نظر آتا تھا جب بڑی دیر ہو گئی اور گاڑی نکل جانے کا خطرہ پیدا ہوا تو حضور نے فرمایا خدا بخش باہر جاؤ اور بادلوں کو کہو اب تھم جاؤ خدا بخش کہتے ہیں کہ میں مینہ برستے میں باہر نکلا اور گھنگھور گھٹاؤں کو مخاطب کر کے کہا قبلہ حضرت صاحب فرماتے ہیں اب تھم جاؤ بارش فوراً مدھم پڑ گئی بادل چھٹنے لگے اور تھوڑی دیر میں مطلع صاف ہو گیا۔

دریا پیچھے ہٹ گیا

لنگر شریف کی زمین تین مقامات پر دریا کے قریب ہے طغیانی کے ایام میں جب دریاؤں کا بہاؤ زوروں پر ہوتا ہے تو کنارے کی زمین دریا برد ہونے لگ جاتی ہے اس طرح لنگر شریف کی زمین کو کئی بار خطرہ لاحق ہوا ہے یہ زمین اس لحاظ سے ضروری ہے کہ وہاں درخت ہیں زیر درختی عام ہے سرکنڈوں اور گھاس کا وفور ہے۔ اس لئے یہ زمین شروع سے بیلہ کے نام سے موسوم چلی آتی ہے۔ جہاں لنگر شریف کے مویشی اور ریوڑ چرا کرتے ہیں۔ نیز ویسے بھی اور عرس مبارک کے لئے بھی لنگر شریف میں ایندھن وہیں سے حاصل کیا جاتا ہے۔ ایک بار جب دریا اپنے دائیں کنارے کو گراتا گراتا بیلے کے قریب پہنچ گیا تو مویشیوں کا محافظ میاں مکھانہ حضور کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور حقیقت حال بیان کی حضور نے ارشاد فرمایا۔ روزانہ بیلے سے دریا کا فاصلہ ماپ لیا کرو انجام کار دریا بالکل قریب آ گیا۔ میاں مکھن پریشان ہو کر حاضر خدمت ہوا حضور نے فرمایا جا کر ہماری طرف سے بعد از سلام کہو کہ بیلہ غریب درویشوں کے کام آتا

Marfat.com

اسے رہنے دیجئے ورنہ آپ کی مرضی۔ دریا آپ کے پیغام کو سن کر پیچھے ہٹ گیا اسی طرح حضور نے ایک بار میاں ملک درویش کو روانہ فرمایا اور ہدایت فرمائی کہ دریا کے کنارے دو نفل پڑھ کر ہمارا اسلام اور پیغام دینا میاں ملک کیچڑ اور پانی میں سے گزرتا ہوا گیا اور تعمیل ارشاد کی۔ دریا نے پیغام سن کر سر تسلیم خم کر دیا۔ ایک بار حضور نے چوہدری اللہ بخش کو فرمایا کہ ہماری طرف سے جا کر کہو کہ زمین غریب درویشوں کے لئے رہنے دی جائے۔ یا تو صبح کے وقت دریا لنگر شریف کی زمین کے بالکل قریب بڑی طغیانی کے ساتھ بہہ رہا تھا یا دوپہر کے وقت ملاحوں نے دیکھا کہ دور جنوب کی طرف ہٹ گیا ہے۔ بارہا اس طرح دیکھنے میں آیا کہ لنگر شریف کی زمین کے قریب دریا خم کھا کر آگے نکل گیا۔

بیماری دور۔ اعتقاد درست

صوفی غلام رسول صاحب درویش لنگر شریف کہتے ہیں کہ انکا لڑکا حافظ غلام احمد سخت بیمار ہو گیا۔ جان کے لالے پڑ گئے گھر سے اطلاع پہنچی تو حضور کی خدمت میں عرض کی گئی۔ حضور نے از راہ نوازش دعائے خیر فرمائی اور صوفی صاحب کو ارشاد فرمایا۔ آپ کو گھر جانا چاہیے۔ صوفی صاحب سفر کا ارادہ لے کر رات کو سوئے تو خواب میں بشارت ملی کی غلام احمد درست ہو چکا ہے۔ آپ صبح روانہ ہو کر گھر پہنچے اہل خانہ اور ڈاکٹر نے بتایا کہ لڑکا کل سے روبصحت ہے چنانچہ چند ایام میں اس کی صحت بحال ہو گئی بعد میں اسکا اعتقاد خراب ہو گیا۔ والدہ بھی اس کی ہم خیال تھی۔ صوفی صاحب گھر گئے جب اپنے کانوں سے غلام احمد کی زبانی شکایت سنی تو اس سے بالکل برگشتہ خاطر ہو گئے۔ لیکن حضرت صاحب قبلہ بے حد تعلق پرور ہیں۔ حضور صوفی صاحب کو ہمیشہ فرمایا کرتے غلام احمد آپ کا بیٹا ہے والد کی حیثیت سے اس کے لئے دعائے خیر کہا کریں جب صوفی صاحب آنکھوں کے علاج کے لئے لاہور گنگا رام ہسپتال میں حضور کے حکم سے داخل تھے تو حافظ غلام احمد جوان دنوں توپ خانے میں امام تھا اچانک اپنے بیٹے عبدالقدوس کے علاج کے لئے آ گیا والد کو دیکھ کر معافی کا خواستگار ہوا قطع تعلقی کے بارہ سال گزر چکے تھے صادق اعتقاد صوفی صاحب نے فرمایا تجھے قبلہ حضرت صاحب معاف فرمائیں گے ۳۲ ز بی گلبرگ جاؤ جہاں حضرت قیام فرما ہیں۔ حافظ غلام احمد حضور کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ معافی مانگی رحیم اور کریم مرشد نے معاف فرمایا اس وقت سے غلام احمد صوفی صاحب کا خدمت گزار ہے۔ حضور کا نیاز مند ہے فاسد عقائد ترک کر چکا ہے۔ جناب سرورکائنات ﷺ اور اولیائے کرام کی مدح [illegible] ہے۔ گویا حضور کی کرامت سے فاسد عقیدے کو چھوڑ کر صحیح معنوں میں [illegible]

Marfat.com

اسلام ہو چکا ہے۔

حضور کے درویش بھی ولی

مولوی عبد الجبار صاحب کم وبیش چالیس سال تک لنگر شریف کے امام مسجد رہے بڑے مرنجان مرنج قسم کے درویش تھے۔ خاموشی اور باقاعدگی سے اپنے فرائض انجام دیا کرتے تھے۔ ۵ر جولائی ۱۹۶۲ء کو بروز جمعرات آپ نے حسب معمول صبح کی نماز پڑھائی مسجد سے فارغ ہو کر روضہ شریف پر حاضر ہوئے۔ پھر محل شریف کی دہلیز کا بوسہ لیا قبلہ حضرت صاحب کی عدم موجودگی میں حضور کی محبت اور عقیدت آپ کو محل شریف کی دہلیز پر لے جاتی تھی۔ اور بصد عجز و نیاز بوسہ لیا کرتے تھے وہاں سے آپ گھر گئے گھر سے پھر لنگر شریف میں حاضر ہوئے اور لسی نوش فرمائی لسی پینے کے بعد آپ جا رہے تھے کہ رستہ میں سردار درویش ملے ان سے کہا کیا آپ کو علم ہے کہ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ رسول اکرم ﷺ تھے پھر مسجد میں جا کر تمام چیزیں درست کیں اور چوہدری اللہ بخش کو کہا کہ جو کوزے بنوائے گئے ہیں سال بھر کے لئے کافی ہیں زاں بعد آپ گھر لوٹ گئے اپنی صاحبزادیوں کو کہا کہ پیٹ میں تکلیف ہے چائے تیار کرو چائے پینے کے بعد اجابت ہوئی استنجاء کیا بڑے اطمینان سے وضو کیا اٹھنے لگے تو کمزوری محسوس ہوئی بچیوں کو کہا کہ مجھے اٹھا کر چارپائی پر لٹا دو چارپائی پر لیٹے، بچیوں نے پاؤں دابنے چاہے۔ مولوی صاحب نے کہا اب بے کار ہے اور جاں بحق ہو گئے یہ مرد درویش ایک ولی اللہ کی طرح چلتے پھرتے بیماری کی کسی خاص آزمائش میں مبتلا ہوئے بغیر سکون اور اطمینان کیساتھ جمعرات کو جو مبارک روز شمار ہوتا ہے وصال پا گئے۔ ان کی وفات سے چند سال پہلے لنگر شریف کے کاردار منشی شیر باز بھی اسی طرح اچانک بہ سکون قلب انتقال فرما گئے تھے۔ بیماری کا کوئی عارضہ لاحق نہ ہوا تھا۔

صاحب اولاد ہو گئے

مستری کرم دین کہتے ہیں کہ انہیں شادی کئے گیارہ سال ہو چکے تھے اولاد نہ ہوتی تھی ایک روز غالباً ۱۹۲۹ء میں حضور ہرن پور میں حاجی فضل دین کے ہاں تشریف فرما تھے۔ کئی لوگ معروضات پیش کر رہے تھے۔ بعض عورتوں نے بھی دعائے خیر کے لئے اپنی درخواستیں حضور کے گوش گزار کیں۔ مستری کرم دین کی والدہ خاموش رہیں۔ حضور نے فرمایا آپ خاموش کیوں ہیں انہوں نے دست بستہ التماس کی کیا عرض منظور ہو گی حضور نے ارشاد فرمایا ہاں مستری صاحب کی والدہ نے عرض کی حضور کرم دین بے اولاد ہے حضور نے دعائے خیر فرمائی اور کہا اللہ فضل کریگا۔ چنانچہ ایک سال بعد اولاد شروع ہو گئی۔ مستری کرم دین کہتے ہیں اس طرح حضور

Marfat.com

دعائے خیر سے انہوں نے کئی مایوس لوگوں کو صاحب اولاد ہوتے دیکھا ہے۔

یاس میں آس

راقم کے چچا میاں عبدالعزیز نے اپنے فرزند عبدالقیوم کی شادی کی بعد میں اپنی بیٹی کو بیاہ دیا مگر دونوں بہن بھائی کئی سالوں تک اولاد سے محروم رہے مایوس ہو کر عمویم صاحب کے دل میں خیال آتا تھا کہ اکلوتا بیٹا ہے دوسری شادی کر دینی چاہیے۔ راقم سے ذکر ہوا بندہ نے عرض کی جلد از جلد قبلہ حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیے۔ عمویم صاحب نے بندہ کو ساتھ لیا اور بہو اور بیٹی دونوں کو لے کر حضور کی خدمت میں ۳۲ بی بلاک گلبرگ لاہور حاضر ہوئے حضور نے دعائے خیر فرمائی قبلہ مائی صاحبہ نے تعویذات عنائت فرمائے اور سال کے اندر اندر دونوں لڑکیوں کی گود ہری ہوگئی۔ دونوں کو اللہ تعالیٰ نے چاند جیسے خوبصورت بیٹے عطا کیے۔ حضور نے ایک کا نام عبدالحی رکھا اور دوسرے کا نام امین الرشید۔

بولنے سننے والی اولاد نصیب ہوئی

اسی طرح بندہ کے دوسرے چچا میاں عطا محمد کے دو پوتے اور ایک پوتی پے در پے بہرے گونگے پیدا ہوئے بے انتہا درد و غم لاحق ہوا عمویم صاحب نے بچوں کے باپ عبدالرزاق اور اس کی بیوی کو جلال پور شریف حضور کی خدمت میں روانہ کیا حضور نے دعائے خیر فرمائی بیک وقت دو لڑکے پیدا ہوئے حضور نے محمد یعقوب اور محمد اسحاق نام تجویز فرمائے۔ جب بولنے کا وقت آیا تو ایک کی زبان رواں تھی اور ایک کی ذرا اٹکتی تھی۔ عمویم صاحب نے عریضہ کے ذریعے حضور کی خدمت میں ماجرا بیان کیا ادھر سے ڈاک حضور کا گرامی نامہ لائی اور ادھر دوسرے بچے کی زبان بھی رواں ہوگئی۔

نمبرداری مل گئی

چوہدری اللہ بخش ساکن چک ۱۱ جنوبی ضلع سرگودھا کے والد ماجد دسمبر ۱۹۳۲ء میں فوت ہو گئے۔ چودھری صاحب ابھی کم سن تھے ان کے والد مرحوم کی جگہ نمبردار کی تعیناتی کا مسئلہ پیدا ہو گیا کئی اور لوگوں نے درخواستیں دیں اپنی اپنی جگہ پر وہ تمام صاحب جائیداد، بارسوخ معتبر اور تجربہ کار تھے۔ علاوہ بریں سفارشیں بھی شروع ہوگئیں۔ چودھری صاحب خورد سال تھے اس لئے سخت گھبرائے۔ بار بار حضرتؒ صاحب قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے ان کا خیال تھا کہ پہلے جناب نواب صاحب یا صاحبزادہ سید محمود شاہ صاحب تشریف لے جا کر افسران سے سفارش کریں پھر درخواست دی جائے ایک بار جہلم کے مقام پر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے

Marfat.com

آپ نے فرمایا کہ درخواست ابھی دی ہے یا نہیں۔ چودھری صاحب نے عرض کی قبلہ نہیں حضور نے فرمایا اسی وقت جاؤ اور درخواست دے دو۔ چودھری صاحب واپسی پر جلالپور شریف روضہ اقدس پر حاضری دیتے گئے وہ کہتے ہیں یا تو کوئی ان کی بات سنتا نہ تھا یا پھر ہر ایک ان کا بہی خواہ بن گیا۔ عرضی نویس نے بڑی مدلل درخواست لکھی۔ تحصیلدار صاحب نے فرمایا میرے پاس کوئی سفارش نہ لانا میں تمہاری مدد کروں گا۔ اور اگر سول کا کوئی ملازم رشوت مانگے تو مجھے بتانا۔ دوسرے امیدواروں کے لیے تحصیلدار صاحب کے اپنے رشتہ داروں نے ان کے پاس سفارش کی انہوں نے کہا اگر تم بقضائے الٰہی فوت ہو جاؤ اور مجھے تمہاری جائداد تقسیم کرنے کا اختیار ہو تو کیا چاہو گے تمہارے کمسن یتیم بچوں کی بجائے اوروں کو جائداد اور نمبرداری وغیرہ دے دوں دارا پور کے راجگان راجہ طالب مہدی خان ڈپٹی کمشنر سمیت کارواں پر سوار ہو کر ایک امیدوار کی سفارش کیلئے گئے مگر تحصیل دار نے راجہ طالب مہدی خان کو کہا۔ آپ محکمہ مال کے مقدمات سے اچھی طرح واقف ہیں تمام مثل دیکھ کر خود فیصلہ لکھ دیں میں نیچے دستخط کر دوں گا بہر حال ایک طرف دنیا دار ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے اور دوسری طرف ایک ولی کامل کی دعا تھی۔ مقدمہ ایک سال رہا لیکن حضور کی توجہ کا وہ اثر تھا کہ سفارش کرنے کا خیال تک دل سے نکل گیا حالات خود بخود موافق ہوتے چلے گئے۔ جب آخری تاریخ قریب آئی تو حضور نے فرمایا اب بھی نواب صاحب کی سفارش ضروری سمجھتے ہو چودھری صاحب نے عرض کی قبلہ نہیں۔ حضور نے فرمایا ڈپٹی کمشنر صاحب کے سامنے جا کر روضہ شریف کا تصور قائم کر لینا تحصیلدار صاحب نے دوسرے امیدواروں کی خامیاں نکال کر چودھری اللہ بخش کے حق میں زبردست سفارش کی اور جب ڈپٹی کمشنر فیصلہ لکھ رہا تھا تو سامنے کھڑے ہو کر چوہدری صاحب محسوس کر رہے تھے کہ گویا قلم حضرت صاحب قبلہ کے ہاتھ میں ہے چنانچہ انہیں نمبرداری مل گئی۔

سینہ کھل گیا

صوفی شیر محمد قائم مقام سجادہ نشین جلال پور شریف کہتے ہیں کہ انہوں نے کوئی تعلیم حاصل نہیں کی حتی کہ ناظرہ قرآن مجید بھی اچھی طرح نہیں پڑھا مگر حضور سے شرف بیعت حاصل تھا اور حضور خاص نظر التفات سے دیکھا کرتے تھے۔ ایک بار ۱۹۵۸ء کے موسم گرما میں صوفی صاحب قبلہ حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے حضور نے خود بلا بھیجا تھا جمعہ تھا حضور نے خطبہ کے دوران میں مختصر تقریر ارشاد فرمائی۔ جس کا لب لباب یہ تھا کہ اپنے اندر جھانکو اور اپنی حقیقت معلوم کرو صوفی صاحب کا بیان ہے کہ اس وقت حضور نے ایک ایسی نگاہ ان پر ڈالی کہ معلوم

کہ بجلی کوندی ہے۔اور پھر انشراح صدر ہو گیا۔اس کے بعد وہ مطالب اور معانی جن کا کبھی وہم و گمان بھی دل میں نہیں گزرا تھا از خود زبان پر جاری ہو گئے۔صوفی صاحب کہتے ہیں کہ کاش حضور ایک بار پھر اس قسم کی نگاہ آپ پر ڈالتے۔

عطائے خلافت

صوفی شیر محمد صاحب کا بیان ہے کہ جس روز ان کے دل کو گنجینہ معانی بنایا گیا اس روز ایک اور عجیب وغریب واقعہ بھی رو پذیر ہوا۔وہ دن اس لحاظ سے تاریخی حیثیت رکھتا ہے حضور جب جماعت کراتے ہوئے سجدہ کرنے لگے تو آپ کا دایاں ہاتھ اٹھنے سے رہ گیا۔یعنی نماز پڑھاتے ہوئے اچانک فالج گرا حضور درگاہ الٰہی میں سربسجود ہونا چاہتے تھے مگر ہاتھ اٹھتا نہیں تھا ہمارے برادر طریقت سید محمد فضل الحق شاہ صاحب ساکن کھیوہ پیچھے صف میں موجود تھے انہوں نے دیکھا حضور سخت تکلیف میں مبتلا ہیں ایک طرف سجدہ ریزی ہے اور دوسری طرف مفلوج ہاتھ کی بے حرکتی۔شاہ صاحب نے جھٹ نماز توڑ دی حضور کے ہاتھ مبارک کو اٹھا کر آگے رکھا حضور نے سجدہ کیا سر اٹھاتے اور سجدہ کرتے وقت حضور کا ہاتھ شاہ صاحب اسی طرح اٹھا کر زانو پر رکھتے اور پھر سجدہ گاہ پر۔اس طرح حضور کی نماز ادا ہوئی حاضرین کی تشفی کے لیے حضور نے شاہ صاحب سے استفسار فرمایا آپ نے نماز کیوں توڑ دی شاہ صاحب نے عرض کی قبلہ میں نے فقر وتصوف کی کتابوں میں پڑھا ہے کہ اگر ولی اللہ اس طرح تکلیف میں مبتلا ہوں تو ان کی مدد کے لئے نماز توڑ دینا جائز ہے۔حضور نے شاہ صاحب کی ذات میں خلوص وعقیدت اور نیاز مندی کا پاکیزہ جوہر دیکھا تو اسی وقت خرقہ ءخلافت سے سرفراز فرمایا۔

فقر غیور

صوفی شیر محمد موصوف کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے گاؤں بھال پڑی کنواں کھدوانا چاہا۔پہاڑی علاقہ میں کنواں کھدوانا جوئے شیر لانے سے کم نہیں ہوتا۔صوفی صاحب کا ارادہ تھا کہ حضور بسلسلہ دورہ حزب اللہ تشریف لائیں گے۔تو آپ کی دعائے خیر کے بعد کھدوائی شروع کی جائے گی۔مگر بعض احباب کے مشورہ پر عمل کر کے صوفی صاحب نے عجلت سے کام لیا اور ایک بزرگ سے دعائے خیر کہلا کر کام شروع کر دیا آٹھ دن کے بعد حضور دورہ پر تشریف لائے۔باوجودیکہ صوفی صاحب نے روضہ شریف کی منت بیس روپے مانی ہوئی تھی مگر فقر غیور کچھ اور ہی چاہتا تھا وہاں درہم و دینار پرکاہ کے برابر بھی حیثیت نہیں رکھتے تھے۔حضور نے صوفی صاحب کی بات نہ کی جب صوفی صاحب کوشش کرتے حضور کسی اور طرف متوجہ ہو جاتے تو فقیر

Marfat.com

تصوف میں توحید مطلب کا تقاضا ہوتا ہے کہ عقیدت مند اپنے شیخ کے بغیر اور کسی بزرگ سے فیض کی امید نہ رکھے۔ قبلہ حضرت صاحب یہی بنیادی بات صوفی صاحب کو ذہن نشین کرانا چاہتے تھے۔ صوفی صاحب کو پتہ چل گیا کہ حضور ناراض ہیں۔ حضور کا قیام وہاں ایک دن رات تھا روانگی کے وقت پیر بھائیوں نے عرض کی حضور صوفی شیر محمد کے کنوئیں کیلئے دعائے خیر فرمائی جائے۔ آپ خاموش رہے۔ دوبارہ تمام نے عرض کی آپ نے دعائے خیر تو فرما دی مگر کلام نہ فرمائی۔ اب پانی تو نکل آیا اور بڑے زور سے نکلا۔ لیکن اوپر سے پتھر گرنے شروع ہو گئے۔ اور کسی صورت تھمتے نہیں تھے۔ صوفی صاحب نے سمجھا ابھی ناراضگی باقی ہے۔ لوگ منع کرتے رہے مگر انہوں نے کام کسی اور کے سپرد کیا اور خود جلالپور شریف روانہ ہو گئے۔

بیس کوس طے کرنے کے بعد رات ایک مسجد میں بسیرا کیا کسی نے از خود باہر سے آ کر کہا روٹی لے لو۔ صوفی صاحب نے فرط غم اور ندامت کی وجہ سے کہا مجھے ضرورت نہیں اس شخص نے کہا تمہارے لیے تیار ہوئی ہے لینی پڑے گی۔ صوفی صاحب نے لے لی تین کھانے پکائے گئے تھے اگلے روز باقی بیس کوس کا فاصلہ طے کر کے صوفی صاحب جلال پور شریف پہنچ گئے۔ روضہ شریف پر حاضر ہو کر دعا مانگی۔ پیر محمد شاہ مرحوم قائم مقام سجادہ نشین تھے۔ انہوں نے حال پوچھ کر فرمایا غم ناک نہ ہوں آپ عقیدت مند ہیں کام انشاء اللہ بن جائے گا۔ اس وقت قبلہ نواب صاحب تشریف لائے انہوں نے بھی دعائے خیر فرمائی مگر واپسی کی رخصت عنائت نہ فرمائی۔ اگلے روز قبلہ حضرت صاحب مراجعت فرما ہوئے۔ حضور بدستور کبیدہ خاطر تھے صوفی صاحب نے بھی تہیہ کر لیا کہ اب یا تو حضور راضی ہو جائیں گے یا پھر جلالپور شریف میں ہی موت آ جائے گی۔ دو دن اسی طرح گزر گئے تیسرے روز حضور جب قیلولہ کیلئے محل شریف میں استراحت فرما ہونے لگے تو پیر بھائیوں کو حسب دستور فرمایا کہ اب آپ آ جائیں صوفی صاحب اٹھ کر بغلی کمرے میں چلے گئے جہاں حضور وضو غسل فرمایا کرتے ہیں۔ اور شدت غم کے باعث اس قدر روئے کہ بیان سے باہر ہے حضور آرام فرمانے کے بعد اسی بغلی کمرہ میں وضو کرنے لگے تو صوفی صاحب کھسک کر باہر چلے گئے اور جا کر مسجد میں نماز شروع کر دی۔ تھوڑی دیر بعد ایک آدمی نے آ کر کہا۔ شیر محمد کو حضور طلب فرماتے ہیں۔ صوفی صاحب خوش ہو گئے اور دل میں کہا الحمد للہ۔ اب آزمائش ختم ہو گئی۔ بھاگ کر گئے۔ اور توشے کی خاطر چار روپے پیش کیے۔ حضور نے پوچھا شیر محمد کس وقت آئے صوفی صاحب نے مناسب حال جواب دیا۔ حضور نے پیسوں کی طرف اشارہ کر کے استفسار فرمایا یہ کس لیے ہیں۔ صوفی صاحب نے عرض کی توشہ کیلئے چنانچہ منتظم توشہ کو یہ رقم د

Marfat.com

ئی ایک روپیہ زائد تھا صوفی صاحب نے عرض کی حضور کے دورہ پر دودھ بچا تھا اس کا گھی بنا کر بیچا تھا یہ سن کر حضور نے روپیہ منظور فرما لیا اگلے روز اجازت ملی صوفی صاحب گھر پہنچے تو پتہ چلا کہ جب وہ جلالپور شریف پہنچ کر روضہ اقدس پر حاضر ہوئے اس وقت ادھر کنوئیں میں آخری پتھر گرا اس کے بعد کوئی حادثہ پیش نہ آیا اور کنواں بخیر وخوبی تکمیل پذیر ہوا۔ چند روز بعد جب قبلہ حضرت صاحب بسلسلہ دورہ موڑہ امین پہنچے تو فرمایا۔ شیر محمد کنواں تو جلال پور شریف سے مکمل کرا کے چلے تھے۔

چشمہ شیریں ہو گیا

رسالہ شان محبوبی کے مصنف غوث محمد ساکن جلال پور شریف رقم طراز ہیں کہ حضرت امیر حزب اللہ محبوب خدا ہیں اور جیسا کہ "نفحات المحبوب" میں حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ مبارک درج ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کی دعا رد نہیں کرتے۔ قبلہ حضرت امیر حزب اللہ کا بھی یہی حال ہے۔ خداوند کریم نے کبھی آپ کی کوئی دعا رد نہیں فرمائی۔ ایک بار حضور دورہ حزب اللہ کے سلسلہ میں موضع چک شفیع تشریف لے گئے جو پنڈ دادنخان سے شمال کی طرف دو کوس کے فاصلے پر کوہستان نمک کے دامن میں واقع ہے اس علاقہ کو تھل کہتے ہیں۔ زمین شور ہے۔ اور پانی سخت تلخ۔ پیر بھائیوں اور باقی مسلمانوں نے عرض کی ہم لوگ سخت لاچار اور مجبور ہیں پانی لانے کیلیے تین کوس کے فاصلے پر لب دریا جانا پڑتا ہے۔ خدارا ہمیں اس مصیبت سے نجات دلائیں۔ لوگوں کی فریاد سن کر حضور کے دل میں جذبہ ہمدردی پیدا ہوا آپ نے فرمایا ہمارے ساتھ چلو۔ تمام لوگ دست بستہ حضور کے ساتھ ہو لیے۔ آپ گاؤں سے جنوب مشرق کی طرف میل کے فاصلے پر پہنچے تو پہاڑی نالہ آیا اسکے کنارے پر کھڑے ہو کر آپ نے دعائے خیر فرمائی پھر اپنے عصائے مبارک سے زمین پر ایک گول نشان بنایا اور فرمایا کہ تم لوگ اس دائرے کے اندر جتنے کنوئیں نکالو گے بفضل خدا میٹھا اور مفید پانی ہوگا چک مذکور کے پیر بھائیوں نے فوراً کنواں کھودا اور نہایت ہی میٹھا اور لذیذ پانی نکلا جو آٹا گوندھنے اور ہانڈی پکانے کیلیے بھی مفید ثابت ہوا اس طرح کئی ہزار سال بعد حضور نے:

و اذا ستسقی موسیٰ لقومہ فقلنا اضرب بعصاک الحجر فانفجرت منہ اثنتا عشرۃ عینا ط قد علم کل اناس مشربھم

معجزہ تازہ کر دکھایا۔ اس کنوئیں سے اب چرند پرند انسان، باقی حیوان پانی پیتے ہیں۔ اور حضرت امیر حزب اللہ کو دعائیں دیتے ہیں۔ قریب کے موضع کسلی والوں نے سمجھا۔ شاید نالے

Marfat.com

کے بارانی پانی کی وجہ سے کنارے پر میٹھا کنواں نکل آیا۔ انہوں نے دوسرے کنارے پر کنواں کھودا تو اس کا پانی بدستور تلخ اور ناقابل استعمال تھا۔ راجہ محمد افضل صاحب ساکن چک جانی نے بتایا کہ وہ ایک بار چک شفیع میں گئے تو لوگوں نے وہ کنواں دکھایا اور بتایا کہ حضور کی یہ زندہ کرامت ہے۔

کوڑھ اور جذام دور

لالہ موسیٰ کے قریبی گاؤں کا ایک شخص رحماں کوڑھ اور جذام کے مرض میں مبتلا ہو گیا۔ اس کے ہاتھ اور پاؤں سے سفید رطوبت جاری ہو گئی۔ اور اسکی وجہ سے انگلیوں کی لمبائی گھٹنے لگ گئی۔ گھر والوں نے خوف زدہ ہو کر اسے گاؤں سے باہر چھوڑ دیا کس مپرسی کے عالم میں وہ بیچارہ گھر والوں کو اطلاع دیے بغیر جلال پور شریف حاضر ہو گیا۔ حضور پرنور کی خدمت میں اپنی درد بھری داستان عرض کی۔ حضور نے فرمایا جاؤ باغ والے کنوئیں کی گادی پر بیٹھو اور بیل ہانکا کرو۔ وہاں پر رہنے والے درویشوں نے عرض کی۔ حضور جب رحماں ایسے خطرناک مرض میں مبتلا ہے تو کیا ہم اس سے پرہیز کریں۔ حضور نے فرمایا۔ جو ڈرتا ہے وہ اس سے اس طرح دور بھاگے جس طرح شیر سے ڈر کر بھاگا جاتا ہے اور جو نہیں ڈرتا اسے فکر نہیں درویش ادا شناس تھے وہ بے فکر ہو کر اس کوڑھی اور جذامی کے ساتھ لنگر شریف کی دال اور روٹی کھاتے رہے دو چار روز میں اسکی انگلیوں کی رطوبت نکلنا بند ہو گئی۔ پھر انگلیاں بڑھنے لگ گئیں۔ حتیٰ کہ ان کی اصلی حالت عود کر آئی۔ وہ چنگا بھلا ہو گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد اس کے رشتہ دار آئے۔ اور حضور سے اجازت لے کر اسے گھر لے گئے۔

خنازیر غائب

ایک شخص سلیمان حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کی قبلہ پونچھ کا رہنے والا ہوں گلے اور سینے پر خنازیر کے زخم ہیں۔ ڈاکٹروں اور جراحوں نے وجود کے اس حصے کو چھلنی بنا ڈالا ہے پیپ ہر وقت جاری رہتی ہے۔ اگر اجازت ہو تو بندہ لنگر شریف میں ٹھہر جائے۔ حضور نے فرمایا کیا کام کرو گے اس نے عرض کی حضور جو حکم دیں گے۔ حضور نے ارشاد فرمایا۔ اچھا بیلے میں جاؤ اور لنگر شریف کے ریوڑ کے ساتھ رہو۔ سلیمان نے ریوڑ کو چراگاہ میں لے جانا شروع کر دیا لنگر شریف سے اسے روٹی پہنچ جاتی تھی۔ کچھ دن کے بعد اس کے زخم رسنے بند ہو گئے۔ اس کے بعد گلے، سینے اور وجود کے نچلے حصے میں جتنی گلٹیاں تھیں دور ہو گئیں۔ خنازیر کا نام ونشان [illegible] گیا۔ وہ دس سال تک لنگر شریف کی خدمات بجا لاتا رہا اور پھر کسی [illegible]

Marfat.com

واپس پونچھ چلا گیا۔

تپ دق ختم

ایک شخص کو[1] تپ دق کا مریض تھا۔ گھر والوں نے اسے اس خوف سے بھگا دیا کہ یہ موذی مرض ہمیں نہ چمٹ جائے۔ اس بے چارے کو ایک پناہ گاہ نظر آئی اور وہ لنگر شریف تھا۔ حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا ماجرا بیان کیا حضور نے فرمایا جاؤ باغ والے کنوئیں کی گادھی پر بیٹھا کرو جب کنوئیں پر بیل جوڑے جاتے تو وہ چھڑی۔ لے کر گادھی پر بیٹھ جاتا اور بیلوں کو ہانکا کرتا۔ حضور کی توجہ نے کنوئیں کی ہوا اور گادھی کے چکروں میں ایسی حیات آفریں تاثیر پھونک دی کہ اس کا لاغر اور منحنی جسم از سر نو نشو و نما پانے لگ گیا۔ فربہی کے آثار نمایاں ہو گئے۔ خوراک وہی لنگر شریف کی دال روٹی تھی۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ بالکل تندرست توانا ہو گیا اس کے لواحقین آئے اور عرض کی ہمارا آدمی یہاں آیا تھا۔ آپ نے فرمایا باغ والے کنوئیں سے پتا کرو۔ وہ گئے تو رشتہ دار اس کو پہچان نہ سکے اس نے انہیں پہچان کر سارا حال بتایا اور پھر اجازت لے کر گھر چلا گیا۔

ضعف جگر دور۔ نور ایماں حاصل

گڑھا احمد شاہ ضلع گجرات کے میاں علی محمد صاحب نے بتایا کہ انہیں ضعف جگر ہو گیا۔ اور وجود اس طرح نحیف و نزار ہو گیا کہ چلنا پھرنا دوبھر تھا۔ سانس پھول جاتا تھا۔ گھر والوں نے اپنا فرض ٹالنے کے لیے شادی کر دی۔ یہ مصیبت در مصیبت تھی۔ میاں صاحب کہتے ہیں کہ طفلی اور بے خبری کے عالم میں والد نے ان کی بیعت احمد شاہ صاحب سے کرادی تھی وہ وفات پا چکے تھے مایوس ہو کر جلالپور شریف قبلہ حضرت صاحب کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے حضور نے تین تعویذ عنایت فرمائے۔ میاں صاحب کہتے ہیں کہ وہ تعویذ انہوں نے بیک وقت کھا لیے اس خیال سے کہ مل کر اپنا تصرف دکھاتے رہیں بعد میں موقع ملنے پر بیعت کیلیے عرض کی حضور کچھ متامل ہوئے لیکن چونکہ احمد شاہ مرحوم آپ کے خلیفہ مجاز تھے۔ آپ نے بیعت فرما لیا میاں صاحب واپس گھر گئے تو عشاء کی نماز ادا کیے بغیر سو گئے۔ حضور نے خواب میں فرمایا پانچوں وقت نماز ادا کرنی چاہیے۔ چنانچہ اس کے بعد میاں صاحب کی کوئی نماز قضا نہ ہوئی۔ انہوں نے لنگر شریف میں باقاعدہ حاضری شروع کر دی۔ حضور نے بیلے سے دودھ لانے کا کام سپرد فرما دیا۔ کبھی کبھی منڈی بہاؤالدین بھی برف لانے کے لیے بھیج دیتے۔ بیماری باقی تھی لیکن تکلیف کی پرواہ نہ کر کے فرائض انجام دیتے رہے۔ ایک روز حضور خدام کے ساتھ بیلے کی طرف سیر کیلیے

---

[1] بزبانی چوہدری اللہ بخش میاں اللہ دو میاں ملک اور لنگر کے باقی درویشوں کی زبانی۔

Marfat.com

تشریف لے جا رہے تھے۔ ادھر سے میاں علی محمد دودھ کا برتن سر پر رکھے آ رہا تھا۔ حضور کو دیکھ کر برتن ایک طرف رکھا اور دوڑ کر قدم بوسی کی ایک بجلی سی وجود میں سرایت کر گئی۔ حضور نے فرمایا صوفی علی محمد دودھ لا رہے ہو اس کے بعد حضور صوفی کہہ کر مخاطب فرمانے لگے۔ آہستہ آہستہ مرض خود بخود کافور ہو گیا۔ اور وجود کو وہ توانائی حاصل ہوئی جو پہلے کبھی نہ تھی۔ اب صوفی صاحب صاحبِ اولاد بھی ہو چکے ہیں۔ اور جلالپور شریف حاضری اس طرح سمجھتے ہیں جیسے بیت اللہ کی زیارت ہو گئی۔ حضور کی زیارت نصیب ہوتی ہے تو یقین ہوتا ہے جمال محمدی ﷺ دیکھ لیا۔ اور انوار الٰہی آنکھوں کے سامنے جلوہ گر ہو گئے۔ صوفی صاحب یہ ذکر کر رہے تھے تو فرط محبت اور عقیدت سے ان کی آنکھیں رم جھم رم جھم برس رہی تھیں۔

جلال پور شریف کی ڈیوٹی سے بیمار شفایاب

صوفی اللہ دتہ ساکن تترال نے بتایا کہ قبلہ حضرت امیر حزب اللہ دورہ کے موقع پر گوجر خان تشریف فرما ہوئے۔ ارد گرد کے بہت سے پیر بھائیوں نے شرف قدم بوسی حاصل کیا۔ ایک پیر بھائی اپنے بوڑھے قریب المرگ والد کو بصد مشکل گدھی پر سوار کر کے لے آیا وہ جب قدم بوسی کر چکا تو حضور نے اسے فرمایا تم نے لنگر شریف ڈیوٹی پر حاضر ہونا ہے اس نے عرض کی قبلہ والد سخت بیمار ہے۔ آج بھی بہ ہزار دقت گدھی پر بٹھا کے صرف اس لیے لایا ہوں کہ ان کا اصرار تھا۔ موت سے پہلے حضور کی زیارت تو کر لوں۔ ان کی خبر گیری کر رہا ہوں ورنہ جلال پور شریف ضرور حاضر ہو جاتا۔ حضور نے فرمایا تیرا والد تو اللہ کے فضل سے شفایاب ہو جائے گا۔ ویسے تیری مرضی۔ اس نے عرض کی۔ جناب کو اگر اس کی طرف سے بے فکری ہے تو میں انشاء اللہ آج اسے گھر پہنچا کر کل صبح جلال پور شریف چلا جاؤں گا۔ اس وقت اس کا والد دیوار سے اوٹ لگائے سخت تکلیف میں پڑا تھا۔ لڑکے نے اسے گھر پہنچایا اور اگلی صبح خود جلال پور شریف روانہ ہو گیا۔ وہ بیمار صبح بیدار ہوا تو اس کے دل نے چاہا ذرا زمین کا چکر لگا آؤں۔ طبیعت کچھ سنبھل چکی تھی۔ زمین میں گیا تو بدن کو چست پایا۔ بیل جوڑے اور ہل چلانے لگ گیا۔ گھر واپس آیا تو اہل خانہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔ اگلے روز دوسرے ہل کے لیے مصلے کو ساتھ لے گیا۔ اور اس طرح صحت یاب ہوا کہ کئی سال تک زندہ رہا۔

مقدمہ قتل سے بری

آدووال نزد جلال پور شریف کے رحماں، زماں دتہ وغیرہ مقدمہ قتل میں ماخوذ ہو گئے رحماں اور زماں فوراً حضور کی خدمت میں جلال پور شریف پہنچ گئے اور عرض کی سخت

گرفتار ہو گئے ہیں۔ حضور نے فرمایا رحماں کیا تم وعدہ کرتے ہو کہ لنگر شریف کی خدمت ایک سال تک کرو گے۔ رحماں کہنے لگا حضور یہ کون سی مشکل بات ہے عہد و قرار کے بعد دعائے خیر ہوئی وہ چلے گئے گرفتاریاں ہوئیں اور مقدمہ شروع ہو گیا۔ آخر مقدمہ سیشن جج کی عدالت میں پہنچا جب فیصلے کی تاریخ تھی تو حسن اتفاق سے حضور بھی جہلم سٹیشن پر تشریف فرما تھے۔ ملزم رحماں کا والد حضور کی چارپائی پکڑ کر بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا آخری فیصلہ ہو رہا ہے جاؤ اپنے بیٹے کو تم دیکھ آؤ۔ اس نے عرض کی میں حضور کی زیارت کروں گا۔ سشن جج نے رحماں سمیت باقی ملزموں کو بری کر دیا۔ اور چار کو تین تین سال قید کی سزا سنائی۔ حضور نے اپیل کے لیے فرمایا اور وہ بھی بری ہو گئے۔ رحماں حسب وعدہ ایک سال تک لنگر شریف میں رہ کر خدمات بجالاتا رہا۔

جیل میں رہائی کی بشارت

کوٹ اسلام نزد چیلیانوالہ ضلع گجرات میں تقریباً تمام کے تمام پیر بھائی بستے ہیں۔ وہاں کے بعض آدمیوں نے ایک قتل کیا ہوا تھا۔ مقتول کے لواحقین نے انتقام لینے کے لیے ان کا ایک آدمی قتل کر دیا۔ چنانچہ غلام احمد، مہدی وغیرہ سات آدمی ماخوذ ہوئے۔ بڑا ہنگامہ خیز مقدمہ شروع ہو گیا۔ ملزوں کے رشتہ داروں نے لنگر شریف دوڑ دھوپ شروع کر دی۔ توسل کے لیے لاکھ لاکھ بار درود شریف پڑھانے کا کئی بار اہتمام کیا۔ سشن جج کی عدالت سے تمام کو سزائے موت کا حکم سنایا گیا۔ ملزموں کے رشتہ دار سخت گھبرائے۔ اور قبلہ حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور نے اپیل کرنے کے لیے فرمایا جس روز اپیل کا فیصلہ ہونا تھا رات ملزم غلام احمد جیل میں نیم خوابی کی حالت میں تھا۔ وہ کیا دیکھتا ہے کہ قبلہ حضرت صاحب تشریف لائے ہیں اور فرماتے ہیں غلام احمد گھبراؤ نہیں۔ مصیبت کے دن ختم ہونے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ رہائی دلائیں گے۔ غلام احمد نے اسی وقت دوسرے ساتھیوں کو جو الگ الگ کوٹھریوں میں تھے پکار کر کہا مبارک ہو۔ قبلہ حضرت صاحب ابھی ابھی رہائی کی بشارت دے گئے ہیں۔ دن ہوا اور عدالت عالیہ نے ان کی رہائی کا حکم صادر کر دیا۔ رہا ہونے کے بعد وہ ساتوں سیدھے جلال پور شریف پہنچے۔ حضور کی قدم بوسی کی روضہ شریف پر حاضری دی اور پھر گھر گئے۔ اب وہ عرس مبارک پر ہمیشہ اکٹھے حاضر ہوا کرتے ہیں۔

قتل پر شدید عتاب اور معافی

منشی خضر حیات خلیفہ مجاز کا بھتیجا قتل کر بیٹھا۔ اس نے نعش ایک جوہڑ میں پھینک دی اور منشی صاحب کو ساتھ لے کر سیدھا جلال پور شریف پہنچا۔ حضور کی خدمت میں ماجرا بیان کیا۔ حضور نے

Marfat.com

سخت ناراض ہوئے اور فرمایا تم لوگوں پر مہربانی کی جاتی ہے مگر تم بگڑ کر فساد انگیزی اور خونریزی شروع کر دیتے ہو۔ لنگر شریف سے نکل جاؤ عرس مبارک قریب تھا پیر بھائی آنے لگ گئے منشی صاحب نے کوشش کی کہ حضور کے منظور نظر غلام سفارش کریں۔ مگر کوئی جرأت نہ کر سکا ہر ایک نے کہا مار پڑتی رہے مگر حضور کا آستان کرم نہ چھوڑو جس وقت موقع ملے خود عرض کرو۔ عرس مبارک ختم ہو گیا حضور اسی طرح ناراض تھے آپ فرماتے تھے ہمارا بن کر کوئی شخص کیوں خونریزی کرے آخر ایک روز جب منشی خضر حیات درد غم اور ندامت کی تصویر بنے دست بستہ حضور کے سامنے پیش ہوئے۔ آپ نے فرمایا قاتل کہاں ہے؟ منشی صاحب نے عرض کی قبلہ یہیں حضور نے فرمایا جاؤ نہلا دھلا کر باوضو اسے یہاں لاؤ جب قاتل ظاہری کثافت دور کر کے حاضر ہوا تو حضور نے پہلے دو نفل پڑھنے کو فرمایا پھر توبہ کرائی اس طرح باطن کی اصلاح کی اور دعائے خیر فرما کر کہا اب جاؤ واپس گیا تو پولیس نے اسے گرفتار کر لیا تفتیش ہوئی ہزار کوشش کے باوجود جوہڑ سے نعش نہ ملی ثبوت بہم پہنچ نہ سکا ملزم بری ہو گیا اور وہ اپنی توبہ پر بدستور قائم اور صالحانہ زندگی گزارتا رہا۔

جن نے بیعت کی

صوفی شیر محمد صاحب نے بیان کیا کہ میں بھال پڑی تھا وہاں جمعہ کمہار کی اندھی لڑکی کو آسیب ہو گیا چکی پر بیٹھ کر دونوں ہاتھوں سے دانے ڈالتی تھی اور چکی اس زور سے گھومتی تھی کہ نگاہ میں نہیں ٹھہرتی تھی۔ نماز ظہر کے بعد لڑکی کی تکلیف سن کر صوفی صاحب وہاں گئے لڑکی بڑے جوش سے چکی چلا رہی تھی۔ والد نے سوچا کہ جاؤں اور کسی جھاڑ پھونک کرنے والے کو بلا لاؤں۔ تاکہ آسیب کا علاج کرے۔ لڑکی جھٹ بول اٹھی جو لگانا ہے لگا لو میں اسے نہیں چھوڑوں گا کوئی ارمان نہ رہ جائے صوفی صاحب نے جب سنا تو انہیں افسوس ہوا انہوں نے کہا یہ بیچاری اندھی لڑکی ہے اسے دکھائی تو کچھ دیتا نہیں۔ اس کا کیا قصور ہے جن لڑکی زبان سے بولا تو پھر مجھے بیعت کرا دو وہ لڑکی اور اس کا باپ تو حضرت صاحب قبلہ کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے صوفی صاحب نے مقصد سمجھ لیا اور فرمانے لگے بیعت تو میں کرا دوں گا لیکن یہ اندھی لڑکی ہے رستے میں تم نے تکلیف دی تو میں کیا کروں گا آواز آئی آپ بیعت کرانے کا وعدہ کریں میں کوئی تکلیف نہیں دوں گا صوفی صاحب نے فرمایا اچھا عرس مبارک آرہا ہے میں انشاء اللہ بیعت کرا دوں وعدہ ہونے کے بعد تکلیف فوراً ختم ہو گئی۔ صوفی صاحب عرس مبارک سے دو ہفتے پہلے جلالپور شریف پہنچ گئے۔ کیونکہ انہوں نے لنگر شریف کے کچھ فرائض انجام دینے تھے۔ عرس مبارک آ

Marfat.com

جمعہ کمہار بھی اس لڑکی کو لے کر آگیا۔ صوفی صاحب کے اپنے خاندان کی دو تین لڑکیاں بھی ساتھ آئیں۔ اگلی صبح روضہ مبارک پر حاضری کے بعد صوفی صاحب انہیں محل شریف میں قبلہ حضرت صاحب کی خدمت میں لے گئے۔ اور پیر بھائی بھی موجود تھے۔ حضور نے دیکھتے ہی فرمایا لڑکیاں آگئیں۔ جب بیٹھ گئیں تو حضور نے ازخود اندھی لڑکی کی طرف دیکھ کر فرمایا بیعت ہو گئے۔ جن کا مقصد آن واحد میں پورا ہو گیا اور لڑکی کانپی۔ ادھر صوفی صاحب کو حضرت صاحب کے جلال کی وجہ سے کچھ یاد نہ رہا تھا۔ انہوں نے بے ساختہ کہا۔ یہ تو پہلے بیعت ہو چکی ہے۔ لیکن لڑکی کو کانپتے دیکھا تو اصل مقصد یاد آگیا۔ اس دوران میں حضور ادھر سے فارغ ہو کر دوسرے پیر بھائیوں کی طرف متوجہ ہو چکے تھے۔ صوفی صاحب نے دوبارہ عرض کی کہ اس نے بیعت ہونا ہے۔ تیسری بار عرض کرنے والے تھے کہ حضور نے فرمایا جب اس نے حکم مان لیا تو بیعت ہو گئی۔ بعد میں صوفی صاحب ایک بار بھال پڑی گئے تو لڑکی کو پھر تکلیف ہو گئی۔ صوفی صاحب نے جا کر کہا تم اچھے پیر بھائی بنے ہو پھر اسے تکلیف دے رہے ہو اس نے آواز دی نہیں۔ صرف آپ سے ملاقات کے لیے آیا ہوں جلال پور شریف میں تو آپکو دیکھتا رہتا ہوں اور ڈیوٹی بھی انجام دیتا ہوں لیکن میں نے کہا بھال پڑی بھی ملاقات ہو جائے۔

متلی کی تکلیف

صوفی شیر محمد صاحب جب بھی لاری کا سفر کرتے انہیں متلی کی تکلیف ہو جاتی تھی۔ حضور کے دورہ کا موقع ہوتا تو صوفی صاحب کی ہمیشہ یہ کوشش رہا کرتی تھی کہ پیدل اگلے مقام پر پہنچ جائیں ایک بار حضور دورہ کے سلسلہ میں جند تحصیل چکوال تشریف فرما تھے۔ اور دیوال جانے کا پروگرام تھا۔ صوفی صاحب نے قاضی غلام فرید صاحب سے ذکر کر کے پیدل جانا چاہا۔ حضور نے ازخود ارشاد فرمایا جاؤ موٹر میں بیٹھو۔ موٹر پر سوار ہونے کا موقع آیا تو صوفی صاحب چھپ کر پیچھے جا بیٹھے۔ تاکہ متلی ہو تو حضور کے لیے پریشانی کا موجب نہ بنے۔ موٹر روانہ ہوئی تو حضور نے پیچھے مڑ کر ایک نگاہ صوفی صاحب پر ڈالی نگاہ کا یہ اثر ہوا کہ صوفی صاحب کو دنیا و مافیھا کا پتہ نہ رہا اور بخیریت دیوال پہنچ گئے۔ وہاں سے حضور براستہ جہلم جلال پور شریف موٹر پر ساتھ لے گئے۔ کوئی تکلیف نہ ہوئی۔ اسکے بعد اب تک موٹر کے سفر کی وجہ سے متلی کی تکلیف نہیں ہوئی۔ سترہ اٹھارہ سال گزر چکے ہیں۔

نمبردار بڑا خبیث لفظ ہے صوفی کہو

صوفی شیر محمد صاحب نے ذکر کیا کہ میں بھال کا نمبردار ہوں کوئی بیس سال کا عرصہ ہوا کہ

Marfat.com

حضور نھوالہ تحصیل جہلم بسلسلہ دورہ تشریف لے گئے۔ ایک پیر بھائی کی دعوت تھی جو موچی تھا۔ اس کی بیوی تین روز پہلے فوت ہو گئی تھی۔ اور تین چھوٹی چھوٹی بچیاں رہ گئی تھیں۔ سخت پریشان تھا رہائش وغیرہ کا خاطر خواہ انتظام نہ کر سکا حضور نے وضو فرمانا چاہا تو صوفی صاحب نے دیکھا کہ بغلی حجرے میں چمڑے کے ٹکڑوں کا ڈھیر پڑا ہوا تھا حضور نے فرمایا فکر نہیں ایک طرف کر دو وضو کی تجدید ہو جائے اگر آرام مقصود ہوتا تو لنگر شریف۔ کے محلوں میں بیٹھے رہتے رات سونے کا وقت آیا تو اسی کمرہ میں درویشوں اور مولوی صاحبان کو بھی حضور کی چار پائی کے ارد گرد لیٹنا پڑا۔ صوفی صاحب کہتے ہیں کہ اس خیال سے کہ اندر ہر ایک کو ذرا کافی جگہ مل جائے۔ وہ خود باہر ایک پرانی قسم کے برآمدے میں لیٹ رہے قاضی غلام فرید صاحب نے دیکھا تو فرمایا نمبردار صاحب اندر آ جاؤ حضور نے سنا تو خفا ہوئے اور ارشاد فرمایا صوفی نہیں کہتے۔ قاضی صاحب نے حسب دستور بات پیدا کی کہ پھر چودھری اللہ بخش نمبردار کو بھی صوفی کہیں گے۔ حضور نے فرمایا نہیں بس یہ صوفی ہے چنانچہ صبح ہر ایک کی زبان پر صوفی صوفی تھا۔

تنگدستی دور ہو گئی

مستری کرم دین ولد مستری محمد وارث سکنہ ہرن پور نے بتایا کہ میں تنگدست مقروض اور بے روزگار تھا ایک روز ملکوال ڈاک بنگلے میں حضور آرام فرما تھے دورہ کا موقع تھا اور سحر ہونے والی تھی۔ بندہ خدمت میں حاضر ہوا اور پاؤں داب رہا تھا آپ نے فرمایا کوئی حال سناؤ بندہ نے اپنی مصیبت کی داستان بیان کی حضور نے دعائے خیر فرمائی اور کہا اللہ تعالیٰ بہت جلد تکالیف دور فرما دیں گے چنانچہ دس ماہ کے اندر اندر قرضہ اتر گیا روزگار میں برکت پیدا ہو گئی بھائی چٹھی رسان سے سب پوسٹ ماسٹر ہو گیا جو جلال پور شریف میں بھی متعین ہوا اور سکنی جائداد جو مرہونہ تھی واپس مل گئی۔

نارمل میں داخلہ مل گیا

منشی گلزار حسین کھنجیرہ ساکن بلو ضلع جھنگ نے بیان کیا کہ حضور سردی ضلع جہلم میں قیام فرما تھے۔ گرمی کا موسم تھا حضور کے لیے چکوال سے برف لے گیا رات کو حضور استراحت فرما رہے تھے اسے پاؤں دابنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ دوسرے درویش محو خواب تھے۔ حضور نے تمام حالات پوچھنے شروع کیے منشی صاحب نے عرض کی یتیم ہوں پرائیویٹ طور پر امتحان فائنل پاس کیا ہے اب نارمل میں داخلہ چاہتا ہوں حضور نے فرمایا داخل ہو جاؤ گے نمبر بالکل کم تھے اس کے باوجود معمولی سی کوشش سے نارمل سکول چنیوٹ میں داخلہ مل گیا حضور کی دعا سے منشی صاحب

Marfat.com

اپنے خاندان کے پہلے باعزت ملازم ہیں۔

جن اور قرضہ غائب

مستری قادر بخش ساکن بلو نے بیان کیا کہ میں مصیبتوں میں گھرا ہوا تھا بیوی کو سائے کی تکلیف تھی بڑے تعویذ حاصل کیے گئے مگر ناکامی ہوئی۔ علاوہ بریں سر پر قرضہ کا بڑا بوجھ تھا۔ اور سخت گھبراہٹ تھی۔ قبلہ حضرت امیر حزب اللہ کی خدمت میں عریضہ بھیجا۔ ابھی حضور کی طرف سے نوازش نامہ موصول نہیں ہوا تھا کہ ایک روز بیوی پر سخت بیہوشی طاری ہوئی اور جن اس کی زبان سے کہنے لگا تم مفت حضرت پیر فضل شاہ صاحب کے تعویذ منگوا رہے ہو ان کے آنے سے پہلے میں ہمیشہ کے لیے چلا جاؤں گا میری کیا مجال دو ایک روز بعد حضور کے تعویذ لفافے میں پہنچ گئے حسب ہدایت استعمال کیے جب لگاتار آرام رہا تو بیوی کو ساتھ لے کر جلال پور شریف حاضر ہوا۔ وہاں قرض کی بات بھی عرض کی حضور نے دعائے خیر فرمائی۔ واپس ہوا قرضہ بھی چند دنوں میں غائب ہو گیا حضور کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے تمام مصائب سے نجات دلا دی کچھ عرصہ بعد حضور کا شکریہ ادا کرنے کے لیے بلو سے روانہ ہوا تو اچھی طرح نگاہ دوڑائی کوئی قرضہ تو نہیں ایک دوکاندار کا صرف ڈیڑھ آنہ دینا تھا جس سے تازہ کھجوریں خریدی تھیں۔ خوش وخرم لاری پر سوار ہو گیا اور حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام حالات بیان کیے۔

مقدمہ قتل سے بری

طورہ خال چپڑاسی سکنہ خلاص پور ضلع جہلم نے بتایا کہ ان کے گاؤں میں حضور دورہ کے سلسلہ میں تشریف لے گئے۔ نیاز مند ہزاروں کی تعداد میں جلسہ میں شامل ہوئے۔ حضور جب مسجد میں تقریر فرما رہے تھے تو راجہ محمد یعقوب کھڑا ہو گیا اور عرض کی ہمارا ایک لڑکا سکندر حیات ولد راجہ محمد حیات ساکن چکری جرم قتل میں ماخوذ ہے سیشن جج جہلم نے پھانسی کا حکم دیا ہے۔ اب ہائی کورٹ لاہور میں اپیل دائر کی گئی ہے حضور دعائے خیر فرمائیں حضور نے بڑے توجہ سے دعائے خیر فرمائی۔ تمام حاضرین جلسہ دیکھ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ فضل کریگا۔ جلسہ کے بعد بہت سے لوگ راجہ محمد یعقوب سے ناراض ہوئے کہ جب حضور اپنی قیام گاہ پر تشریف لاتے تو دعائے خیر کہلوائی جاسکتی تھی۔ اس طرح تقریر کے دوران ہزار ہا لوگوں کے سامنے ولی اللہ کو کیوں آزمائش میں ڈالا گیا بیچارہ راجہ بھی مجبور تھا۔ سکندر حیات ملزم نے ڈاکٹر نذر محمد سکنہ جہلم کی لڑکی جو ایم۔ بی۔ بی ایس پاس تھی۔ سے شادی کی تھی بعد میں کسی سازش کی بناء پر اس لڑکی کو زہر ملی اور سکندر حیات کو ملزم ٹھہرایا گیا تھا۔ اللہ کا فضل ہوا اور حضور کی دعا سے ہائی کورٹ نے اسے بری کر

Marfat.com

دیا۔

ڈاکٹر کبھی اندھے بھی ہو جاتے ہیں

قاضی غلام حسین صاحب ساکن سہتال میانہ ضلع راولپنڈی نے ذکر کیا کہ ان کا لڑکا محمد ایوب جسمانی نقص رکھتا ہے۔ کان خراب تھے اسلئے فوج میں ملازم نہیں ہو سکتا تھا۔ تعلیم مڈل تک تھی اور ضائع ہو رہی تھی۔ فوجی افسر اور ڈاکٹر معائنہ کے بعد نکال دیا کرتے تھے مایوس ہو کر قبلہ حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور نے فرمایا اسے بھرتی کرا دو۔ قاضی صاحب نے عرض کی حضور ڈاکٹر اسے لیتے نہیں۔ کان خراب ہیں حضرت صاحب مدظلہ العالی نے فرمایا ڈاکٹر کبھی کبھی اندھے بھی ہو جایا کرتے ہیں۔ اسے پھر بھرتی کے لیے بھیج دو حضور کے فرمان کے مطابق محمد ایوب چک لالہ بھرتی کے لیے حاضر ہو گیا۔ دوسرے امیدواروں نے قطار باندھی یہ بھی شامل ہو گیا ڈاکٹر اور ریکروٹنگ افسر آئے اور ابتدائی چھانٹ میں اسے نکال لیا۔ مگر وہ وہیں کھڑا رہا۔ دوسروں نے کہا اب کس امید پر کھڑے ہو اس نے کہا کہ قبلہ حضرت صاحب کا فرمان ہے۔ خالی نہیں جائے گا۔ ڈاکٹر تیس امیدوار منتخب کر کے اندر لے گیا ان کا طبی معائنہ کیا جب منتخب شدہ امیدواروں کی آخری فہرست پکاری جا رہی تھی تو ستائیویں نمبر پر قاضی محمد ایوب کا نام بھی تھا۔ لوگ حیران ہوئے کہ ڈاکٹری معائنہ کے بغیر کیسے بھرتی ہو گیا ہے۔ محمد ایوب نے کہا ایک ولی کامل کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ تھے۔ حضور نے خود فہرست میں نام درج فرمایا ہے۔ قاضی غلام حسین وظائف باقاعدگی سے پڑھا کرتے ہیں لوگوں نے کہا یا تو آپ ولی ہیں یا آپ کے مرشد طریقت۔ قاضی صاحب نے کہا میرے مرشد غوث زماں ہیں۔ یہ ان کی کرامت ہے۔

یہ بھی جمعدار، صوبیدار ہوگا

قاضی غلام حسین صاحب مذکور نے بیان کیا ہے کہ ان کا بھائی قاضی سید عالم فوج میں ملازم تھا۔ عہدہ دفعدار تھا ایک دفعہ جلال پور شریف بعد از نماز عصر حضور باہر سیر کے لیے تشریف لے جا رہے تھے تو قاضی غلام حسین صاحب نے عرض کی کہ جناب دوسرے لوگ جمعدار اور صوبیدار ہو رہے ہیں دعا فرمائیں میرا بھائی بھی ہو جائے۔ حضور ٹھہر گئے قاضی صاحب کی طرف رخ کر کے فرمایا تجھے جب دنیا آخرت کا جمعدار بنا دیا ہے کیا یہ جمعداری اس سے کم ہے؟ قاضی محمد افضل سکنہ پھڈیال ساتھ تھے۔ انہوں نے قاضی غلام حسین کو دبی آواز میں کہا خاموش کیوں ہو گئے پھر عرض کرو۔ چنانچہ پھر عرض کی گئی۔ حضور نے فرمایا یہ بھی جمعدار اور صوبیدار ہوگا۔ اب کچھ دنوں

Marfat.com

بعد قاضی سید عالم دفعدار کی حیثیت سے پنشن پر آ گیا۔ مگر قاضی غلام حسین اسے دفعدار کی بجائے جمعدار کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ لوگ منع کرتے مگر قاضی صاحب کہتے حضور کا فرمان پورا ہو کر رہے گا۔ سید عالم کچھ وقت گزرنے کے بعد لاہور گئے وہاں کول صاحب ایک انگریز کرنیل نے انہیں جمعدار کے طور از سر نو بھرتی کر لیا۔ قاضی سید عالم پھر صوبیدار بھی ہو گئے اب صوبیداری کی پنشن لے رہے ہیں۔

اسے میدان جنگ میں کوئی نہیں بھیجے گا

مذکورہ بالا قاضی غلام حسین صاحب نے حضرت امیر حزب اللہ مدظلہ العالی کی ایک اور کرامت بھی بیان کی۔ قاضی صاحب جنگ عالم گیر دوم کے دوران میں جلال پور شریف حاضر ہوئے۔ اور حضور کی خدمت میں عرض کی قبلہ محمد ایوب عراق سے واپس آ چکا ہے مگر اسے دوبارہ میدان جنگ میں بھیجا جا رہا ہے۔ حضور نے فرمایا اسے جلال پور شریف بھیج دو یہاں حاضری دے جائے۔ اسے میدان جنگ میں کوئی نہیں بھیجے گا۔ چنانچہ محمد ایوب حاضری دے آیا۔ اب ایک ماہ کے بعد محمد ایوب کی کمپنی کو میدان جنگ میں جانے کا حکم ہو گیا۔ اور محمد ایوب بھی اپنی کمپنی کے ساتھ بمبئی پہنچ گیا۔ آٹھ روز کے بعد کمپنی جہاز پر سوار ہوئی جہاز کی روانگی میں پانچ منٹ باقی تھے۔ تو ایک انگریز افسر فوجی لباس پہنے آ گیا۔ اور تمام کو دیکھتے دیکھتے محمد ایوب کے پاس آیا جو عرشہ جہاز پر اپنے سامان کے ساتھ کھڑا تھا اسے خفا ہو کر کہا تمہیں کس نے بھیجا ہے تم کیوں جہاز پر سوار ہو گئے ہو جہاز کے روانہ ہونے میں ابھی پانچ منٹ باقی ہیں اتر جاؤ اب محمد ایوب نیچے اتر آیا اور اسے واپس راولپنڈی بھیج دیا گیا۔

فقیری ظاہر کرنے کی چیز نہیں

پیر امیر شاہ صاحب سکنہ پیر کھارا شریف قبلہ حضرت صاحب کے خلیفہ مجاز ہیں۔ آپ نے ذکر کیا کہ ایک بار عرس مبارک کی تقریب سعید کے سلسلہ میں جلال پور شریف حاضری کا شرف حاصل ہوا ان کے ذمے حسب سابق نذر اٹھانا تھا۔ حضور کی خدمت میں دو زانوں بیٹھے بیٹھے کافی دیر ہو گئی اس لیے طبیعت تھک گئی۔ حاجی فضل دین صاحب مرحوم کو اپنی جگہ بٹھایا اور خود اپنے ڈیرے پر چلے گئے جہاں پیر صاحب کے ماموں پیر بلاول شاہ کا بھی ڈیرہ تھا۔ اور ساتھ ہی ایک اور مجذوب بزرگ بھی قیام پذیر تھے جنہیں لوگ گونگا شاہ کہتے تھے۔ اور اصل نام علی احمد شاہ تھا۔ منہ سے ہر وقت رال ٹپکتی تھی اس لیے سینہ پر قمیص بھیگا رہتا تھا۔ سر پر ٹوپی پہنتے تھے۔ بیعت [illegible]

Marfat.com

کرنے کے بعد پیر امیر شاہ صاحب اٹھے۔ پرانے تالاب والی حویلی میں وضو کیا اور پھر حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر نذرانہ اٹھانا شروع کر دیا۔ کچھ دیر بعد گونگا شاہ صاحب حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے حضور نے دیکھتے ہی جھڑک کر فرمایا شاہ صاحب فقیری ظاہر کرنے کی چیز نہیں۔ جس کوٹھڑی میں ہو اسے مقفل رکھنا چاہیے۔ شاہ صاحب نے عرض کی قبلہ حضرت اعلیٰ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے تین بار ظاہر کرنے کی اجازت ہے اس لیے ابھی دو بار باقی ہے۔ پیر امیر شاہ صاحب نے دل میں خیال کیا خبر نہیں کیا بات ہے حضور نے دوسرے پیر بھائیوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا یہ لوگوں کو کہتا رہتا ہے میں تمہاری جڑ اکھیڑ پھینکوں گا رات کے دو بجے جب حضور نے آرام کرنے کا ارادہ فرمایا تو پیر صاحب کو بھی اجازت عطا ہوئی۔ آپ ڈیرے پر پہنچے پیر بلاول شاہ مرحوم نے دروازہ کھولا اور فرمانے لگے۔ آج آپ کو ایک خاص بات بتاتا ہوں انہوں نے کہا کہ آپ کے چلے جانے کے بعد گونگا شاہ صاحب نے پوچھا تھا کہ آپ کے خاندان کے کونسے ایسے بزرگ ہیں جن کے چہرے پر نظر نہیں ٹھہرتی اور جن کی پیشانی سے لمعات نور بلند ہوتے ہیں۔ وہ ابھی ابھی یہاں سے اٹھے ہیں اور فرماتے تھے۔ ہمارے آدمی یہاں آیا کرتے ہیں۔ ان کا خیال رہے پیر بلاول شاہ صاحب نے کہا۔ کہ میں نے جواب دیا کہ وہ پیر جمال شاہ نوری بھیروی ہیں۔ پیر امیر شاہ صاحب نے جب یہ ذکر سنا تو اس وقت انہیں پتا چلا کہ اسی راز کو افشاں کرنے کی وجہ سے قبلہ حضرت صاحب گونگا شاہ کو ناراض ہو رہے تھے۔ پیر امیر شاہ صاحب نے یہ کرامت سنا کر کہا کہ خوش قسمتی سے حضور کا بچپنے سے ساتھ رہا ہے۔ سفر میں حضر میں ہر جگہ ہمراہی کا شرف حاصل ہوا۔ حضور کو کبھی نیند کی حالت میں نہیں دیکھا اور نہ ہی آپ کی زبان مبارک سے کبھی غصے کی حالت میں بھی کوئی بات خلاف شریعت سنی ہے۔ حضور کی ذات ایک سمندر ہے اور کمالات وافرہ آپ کے وجود پاک میں اس طرح سمائے ہوئے ہیں کہ ایک قطرہ بھی تصرف سے باہر نہیں رہتا۔

موت کے منہ سے نکال لیا

مسٹر ظفر اقبال صاحب نے بتایا کہ گوجر خان کے مخلص برادر طریقت ڈاکٹر عبدالعزیز کا لڑکا عبدالرشید طالب علم جماعت دوازدہم ایک اور لڑکے کے ساتھ میرپور سیر و سیاحت کے لیے گیا دونوں جہلم سے لاری پر سوار ہوئے جب لاری نہر پر جہلم کے کنارے ساتھ ساتھ جا رہی تھی تو کلینر اور ڈرائیور کے درمیان پیسوں کی تقسیم پر جھگڑا شروع ہو گیا دونوں آپے سے باہر ہو گئے غصے میں ہوش نہ رہا کہ لاری نہر کے کنارے پر جا رہی ہے۔ اچانک لاری دھڑام سے نہر میں جا گری

Marfat.com

جلی کی تیزی سے اس کے دل میں قبلہ حضرت صاحب کا خیال آیا اور پھر اس نے دیکھا کہ ایک سفید ریش بزرگ نمودار ہوئے جنہوں نے انہیں لاری سے کھینچ کر نہر کی پٹڑی پر بحفاظت تمام رکھ دیا اس کی شلوار لاری سے اٹک کر بالکل پھٹ گئی۔ ڈرائیور کلینر سمیت باقی تمام مسافر حادثہ کا شکار ہو گئے۔ اگلے روز اخبارات میں عبدالرشید کا فوٹو چھپا۔ ڈاکٹر عبدالعزیز کی زبان حضور کا شکریہ ادا کرتے کرتے تھکتی نہیں تھی۔

لنگر شریف کے چلانے میں معجز نمائی

قاضی محمد شفیع کیش اوور سیر بڑے مخلص اور صادق الاعتقاد پیر بھائی ہیں وہ ایک بار رات گئے جلالپور شریف حاضر ہوئے۔ ان کے ساتھ ایک اور شخص تھے۔ جو پیر بھائی نہیں تھے۔ انہیں سخت بھوک لگی ہوئی تھی وہ بار بار ادھر ادھر کے لنگروں کا ذکر کرتے تھے جس سے مترشح ہوتا تھا۔ کہ وہاں کا انتظام بہتر ہے قاضی محمد شفیع دل ہی دل میں بڑی خفت محسوس کر رہے تھے لنگر شریف میں کھانا تقسیم ہوئے دیر ہو چکی تھی تمام کار پردازان سوئے پڑے تھے قاضی صاحب نے اپنے سر کو اسی طرح لپیٹا کہ کوئی پہچان نہ سکے اور پھر چھپ کر اوپر کی منزل میں اس جگہ پہنچ گئے جہاں قبلہ حضرت صاحب استراحت فرما رہے تھے خاموش ہو کر دست بستہ دروازے کے باہر کھڑے ہو گئے تھوڑی دیر کے بعد حضور نے اندر لیٹے ہوئے قاضی غلام فرید صاحب سے پوچھا لنگر شریف ٹھیک تقسیم ہوا تھا کوئی رہ تو نہیں گیا قاضی صاحب نے عرض کی قبلہ نہیں۔ حضور نے پھر استفسار فرمایا کوئی رہ تو نہیں گیا قاضی صاحب نے عرض کی قبلہ نہیں حضور نے فرمایا قاضی محمد شفیع رہ گیا ہے قاضی صاحب اب تک چھپ کر دروازے کے باہر کھڑے تھے یہ التفات کریمانہ دیکھ کر بے اختیار ہو گئے اور جھٹ اندر چلے گئے قدم بوس ہوئے گریہ طاری ہو گیا۔ فرط مسرت سے بار بار قدم بوسی کرتے تھے۔ حضور نے قاضی غلام فرید صاحب کو فرمایا کوئی روٹی ہے انہوں نے عرض کی قبلہ آپ نے فلاں شخص کیلئے دو آدمیوں کا کھانا رکھوایا وہ موجود ہے کیونکہ وہ تو آیا ہی نہیں حضور نے فرمایا محمد شفیع کو دے دو۔ اسکے بعد آپ نے فرمایا کہ یہ فقیر اپنی بساط کے مطابق لنگر شریف کے چلانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتا۔ ہاں اگر کوئی بہتر طور پر چلا سکتا ہے تو ہم اس کے حوالے کرنے کو تیار ہیں یہ یکم اگست ۱۹۳۸ء کا ذکر ہے۔

کسی کا دل نہ دکھاؤ

میاں علی محمد سکنہ بڈانہ ضلع جھنگ نے بتایا کہ جن ایام میں حزب اللہ کے رضا کاروں کو تلوار رکھنے کا حکم ہوا تھا وہ وردی لگائے تلوار پہنے عرس مبارک میں حاضر ہونے کے لیے گھر سے روانہ

Marfat.com

ہوئے اور پیر بھائی بھی ساتھ تھے رستہ میں انہیں شرارت سوجھی۔ سلانوالی کے قریب چک ۳۲ بھوکڑی میں پہنچے تو پیر بھائیوں کو چھوڑ کر ایک بدمعاش لالو مصلی کے گھر چلے گئے لالو ڈاکہ ڈکیتی کیا کرتا تھا اتفاقاً وہ گھر پر نہیں تھا اس کی ماں موجود تھی میاں علی محمد نے رعب دار انداز میں کہا لالو کہاں ہے میں تھانہ بڑانہ کا سپاہی ہوں تیرا بیٹا بڑا بدمعاش ہے تھانیدار صاحب اسے بلا رہے ہیں تم بھی اسے منع نہیں کرتی ہو وہ بیچاری کانپنے لگ گئی اور کہنے لگی وہ تو چک ماجھی گیا ہوا ہے وہ چور ڈاکو نہیں۔ آتا ہے تو اسے تھانے بھیج دوں گی اس دوران میں باقی پیر بھائی آگئے اور میاں صاحب ان کے ساتھ ہو لیے رستہ میں چند آدمی ملے ان سے پوچھا تمہارا نمبردار کہاں ہے اتفاقاً نمبردار ان میں موجود تھا اس نے کہا جی میں یہاں ہوں میاں علی محمد نے کڑک کر کہا تم بدمعاشوں کو پناہ دیتے ہو لالو مصلی جیسے چور اور ڈاکو کو تم نے اپنے پاس رکھا ہوا ہے بڑانہ کے تھانیدار صاحب تمہیں بلا رہے ہیں میں اب ملزم لے جا رہا ہوں واپسی پر آؤں گا اور تمہیں لے جاؤں گا یہ کہہ کر پیر بھائیوں کا قافلہ روانہ ہو گیا۔

جب میاں علی محمد جلال پور شریف پہنچے تو حضور نے کوئی توجہ نہ فرمائی تین دن وہاں حاضر رہے لیکن قدم بوسی کا شرف تک حاصل نہ ہوا یا تو التفات وعنایات کی انتہا نہ ہوتی تھی یا اب اس طرح معلوم ہوتا تھا کہ میاں علی محمد اور حضور کے درمیان سد سکندری حائل ہے عرس مبارک ختم ہو گیا میاں صاحب بے نیل مرام، مایوس ونامراد، مغموم ومہجور واپس لوٹ گئے راہ میں خیال آیا یہ اسی شرارت کی سزا ہے بڑے روئے اگلے سال عرس مبارک پر حاضر ہوئے تو تمام پیر بھائیوں سے الگ تھلگ آئے صرف اپنے اہل وعیال کے ساتھ تھے حضور دیکھتے ہی مسکرا پڑے اور فرمایا ہم ناراض نہیں لیکن کسی کا دل بلاوجہ نہیں دکھانا چاہیے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں

ناؤ پتن پر پہنچادی

پیر امیر شاہ صاحب سکنہ پیر کھارا نے بتایا کہ وہ کسی زمانہ میں حضرت مشکل کشا جناب علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہٗ کے عرس مبارک پر ۲۱ رماہ رمضان المبارک کو ہمیشہ جلالپور شریف پہنچا کرتے تھے ایک بار موسم گرما میں یہ موقع آیا تو پیر صاحب براستہ آلہ دریا کے کنارے پہنچے گرمی کی شدت تھی روزے کی تکلیف دور کرنے کے لیے نہائے اور کچھ دیر آرام کیا اب دریا کو عبور کرنا تھا آخری کشتی جا چکی تھی بعد میں ایک ناؤ روانہ ہو رہی تھی ملاح نے پیر کھارا کا نام سن کر ناؤ کو ٹھہرایا اور لے گیا۔ اور عرض کی کہ میں حضرت پیر کھارا کا مرید ہوں جب کبھی تشریف لائیں ناؤ موجود ہو گی ... رات تھی ناؤ روانہ ہوئی تو دونوں بانس یکے بعد دیگرے دریا میں گر پڑے اب ...

Marfat.com

کا پانی سے بھرپور دریا تھا اور گرداب میں گھری ہوئی ننھی ناؤ پیر صاحب نے ملاح سے فرمایا گھبراؤ نہیں ہم حضور سے دعائے خیر کہلا کے چلے ہیں چنانچہ ناؤ خود بخود کنارے پر پہنچ گئی ایک بار پھر آلہ کے رستے آئے ناؤ تو کھڑی تھی ملاح کوئی نہیں تھا دو تین پیر بہنوں نے بھی دریا عبور کرنا تھا پیر صاحب نے خود بانس سنبھالا اور ناؤ کو دریا میں روانہ کر دیا تجربہ نہ تھا بانس کے نوکیلے سخت ریشے ہاتھ میں چبھ گئے دو تین بار ناؤ بانس پر چڑھ گئی اور گرتے گرتے بچے۔ آخر بانس ناؤ میں رکھ دیا اور پیر صاحب بیٹھ گئے ناؤ دریا کے رخ بہنے لگ گئی عورتوں نے چیخنا چلانا اور حضرت صاحب کو پکارنا شروع کر دیا کنارے پر ایک شخص موجود تھا اس نے پوچھا کہاں جانا ہے پیر صاحب نے کہا جلال پور شریف وہ کہنے لگا ناؤ تو ملتان جا رہی ہے عورتیں اور چلائیں پیر صاحب نے اطمینان دلایا مگر وہ چپ نہ کرتی تھیں۔ آخر اچانک باد موافق چل پڑی اور ناؤ خود بخود اپنے پتن پر پہنچ گئی۔ حضور کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے فرمایا اس طرح نہ کیا کریں تکلیف ہوتی ہے۔

سفر زیارت میں مرشد طریقت ذمہ دار

میاں علی محمد ساکن بڑانہ ماہ بماہ قبلہ حضرت صاحب مدظلہٗ العالی کی خدمت میں حاضر ہو کر قدم بوس ہوا کرتے تھے۔ ایک بار زیادہ عرصہ ہو گیا۔ اسلئے طبیعت بیتاب ہوگئی۔ جلال پور شریف پہنچے۔ وہاں پتہ چلا کہ حضور غریب نواز سرینگر تشریف لے گئے ہیں شوق بیتاب کہتا تھا حضور یہاں تشریف فرما ہیں وہاں پہنچو لیکن زاد راہ صرف جلال پور شریف تک تھا آخر شوق غالب تھا اور ارادہ کر لیا کہ پیدل ہی سہی۔ پیا سرینگر ہیں وہیں جائیں گے دریا کو عبور کر کے آہلے پہنچے تو وہاں کے ایک پیر بھائی سے ملاقات ہوئی ان سے اپنے مبارک عزم کا اظہار کیا انہوں نے کہا چند روز میرا کام کرو میں مزدوری دے دوں گا میاں علی محمد مستری تھے لکڑی کا کام کرتے رہے مزدوری اور ادھار ملا کر چھتیس روپے بنائے اور گاڑی پر سوار ہو گئے راولپنڈی پہنچے تو سرینگر کی تمام لاریاں جا چکی تھیں ایک ٹیکسی تیار تھی ٹیکسی والوں نے لاری کا کرایہ لیا اور بٹھا لیا کشمیر کی سرحد میں داخل ہونے لگے تو تلاشی ہوئی ریاست میں تلوار، لاٹھی، کلہاڑی کا راستہ بند تھا میاں صاحب کے پاس تلوار تھی مگر تھانیدار کا اس طرف دھیان تک نہ گیا ٹیکسی سرینگر پہنچ گئی میاں صاحب کو راجہ کے محلات کے قریب اتارا گیا پولیس کے سپاہی موجود تھے وہ ششدر رہ کر تلوار کی طرف دیکھتے رہے مگر کسی کو معترض ہونے کی جرأت نہ ہوئی میاں صاحب ڈاکخانہ میں گئے وہاں سے حضور کی ... گاہ کا پتہ معلوم کیا کافی فاصلہ تھا رستہ میں تلوار کو لوگ تعجب انگیز نگاہوں سے دیکھتے تھے

Marfat.com

خاموش رہ جاتے تھے۔ حضور نماز شام ادا فرما چکے تو میاں صاحب نے جا قدم بوسی کی حضور نے فرمایا تم کہاں اور یہ تلوار کیسے لائے رستہ میں کسی نے رکاوٹ نہیں کی؟ ہمارے تو پستول بھی وہاں رکھ لیے گئے تھے میاں صاحب نے عرض کی حضور کا کرم ہے قبلہ حضرت صاحب نے فرمایا یہ تو تیری کرامت ہے میاں صاحب نے کہا سب کچھ حضور کی اپنی نوازش اور اپنی کرامت ہے حضور کا لہجہ ذرا نرم ہو گیا کچھ دیر خاموش رہے اور پھر فرمایا مرید جب بغرض زیارت آتا ہے تو واپسی تک مرشد طریقت اسکے سفر اور اسکے گھر بار کا ذمہ دار ہوتا ہے دو چار روز کے بعد پڑتال کرنے والے تھانیدار بھی حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے نام احمد شاہ تھا اور چکوال کی طرف گھر تھا پیر بھائی تھے وہ دیکھ کر کہنے لگے اس پیر بھائی کو میں نے سرحد پر دیکھا تھا حضور نے فرمایا کہ لطف کی بات ہے یہ تلوار ساتھ لے آیا ہے۔ تھانیدار متعجب ہو گیا اور کہنے لگا چلو میری تو نظر نہ پڑی لیکن سرینگر میں راجہ کی ساری پولیس اندھی ہو گئی تھی اصل بات تو یہ ہے کہ شیروں کی دربانی کرنے والے کتے بھی شیر ہوتے ہیں اور پھر یہ شعر پڑھا۔

سگ دربار گیلاں شو چو خواہی قرب ربانی که بر شیراں شرف دارد سگ دربار گیلانی

تصورِ شیخ کی معجز نمائی

حضور دورہ کے سلسلہ میں لانگ شاہی ضلع جھنگ شب باش ہوئے۔ پیر امیر شاہ صاحب اور راجہ سکندر خاں مرحوم آپ کے ساتھ تھے۔ آپ وہاں سے اگلے مقام کھوکھر کے ارادے شاہ نکڈر سٹیشن پر پہنچے تو ان دو معزز ہمراہیوں کو گھر جانے کی اجازت عنایت فرمائی اور خود شاہ جیونہ کی طرف گاڑی پر سوار ہو گئے۔ گاڑی شاہ جیونہ پہنچی تو آپ کو خیال آیا۔ پارکر قلم راجہ سکندر خان کے پاس رہ گیا ہے۔ اس لیے آپ نے وہاں سے میاں علی محمد مذکور کو شاہ نکڈر روانہ فرمایا جہاں راجہ صاحب گاڑی کی انتظار کر رہے تھے۔ اس گاڑی نے شاہ جیونہ سے جانا تھا۔ میاں صاحب اس پر سوار ہو گئے۔ حضور نے فرمایا تھا کہ شاہ نکڈر اور کھوکھر کا درمیانی فاصلہ زیادہ ہے۔ رات رستے میں بسر کر لینا۔ گاڑی شاہ نکڈر پہنچی تو ادھر راجہ صاحب اور پیر صاحب اس پر سوار ہوئے۔ ادھر میاں علی محمد نے دوڑ کر پکارنا شروع کیا۔ راجہ صاحب نے آواز سن کر جھانکا میاں صاحب نے حضور کا قلم مانگا۔ انہوں نے اپنے جیب ٹٹولے تو قلم موجود تھا۔ سخت متاسف ہو گئے اور قلم میاں صاحب کے حوالے کر دیا۔

اب میاں صاحب نے سوچا رات حضور سے علیحدہ رہنا ٹھیک نہیں [illegible] میں دریائے جہلم بھی پڑتا تھا پھر رستے بھی صاف اور سیدھا [illegible]

Marfat.com

باندھ لی۔ کانٹوں کی پرواہ کی نہ ہل جتی ہوئی زمین کے ڈھیلوں سے ڈرے۔ کہیں چلتے کہیں بھاگتے۔ اڑھائی بجے بعد از دوپہر روانہ ہوئے تھے۔ حضور کا تصور کر کے رواں دواں تھے۔ جب پانچ بج رہے تھے اور نماز عصر کا وقت تھا تو میاں صاحب کوئی اٹھائیس تیس میل کا نہایت ہی دشوار رستہ طے کر کے اور دریا کو بھی عبور کر کے کھوکھر کی حدود میں داخل ہو گئے ایک کنوئیں پر نماز ادا کی ادھر سے لوگوں نے امیر حزب اللہ زندہ باد کے نعرے شروع کیے۔ جو حضور کے کھوکھر میں داخلہ کا اعلان تھا اور ادھر سے میاں صاحب بھی پہنچ گئے جب حضور اپنی قیام گاہ پر پہنچے اور قاضی غلام فرید صاحب آپ کے ایک بوٹ کا تسمہ کھول رہے تھے تو دوسرے بوٹ کا میاں صاحب نے بوسہ لیا حضور نے پوچھا یہ کون میاں صاحب کو دیکھ کر حیران ہوئے۔ دوسرے پیر بھائی دم بخود تھے۔ کہ اتنا فاصلہ اڑھائی گھنٹے میں کیسے طے ہو گیا۔ حضور نے گھڑی دیکھی۔ پانچ بج چکے تھے۔ بڑی چہ میگوئیاں ہوتی رہیں۔ حضور جب کھوکھر سے واپس جا رہے تھے ریل گاڑی میں ایک معزز پیر بھائی نے عرض کی میاں ہمام چنیوٹی کا تو سنا تھا کہ لوگ انہیں ابھی ایک مقام پر دیکھتے تھے اور آناً فاناً دوسرے مقام پر پہنچ جاتے تھے۔ لیکن علی محمد کی بات تسلیم کرتے تامل ہوتا ہے۔ حضور کی طبیعت پر یہ بات گراں گزری۔ آپ نے فرمایا ہم نے علی محمد کو فقر کی ٹوپی یونہی عطا نہیں کی۔ یہ ہمام سے کم نہیں۔

اطمینان سے عرس مبارک پر پہنچ جاؤ

قاضی عبدالرحمٰن صاحب سکنہ دلمی دھمیال تحصیل گوجر خان نے بتایا کہ ۱۹۶۱ء میں عرس مبارک قریب آ رہا تھا تو ان کا بھتیجا محمد یٰسین حوالدار پولیس سالمی ہسپتال میں داخل ہوا۔ ڈاکٹروں نے کہا پھیپھڑے کا اپریشن ہوگا۔ اس لیے محمد یٰسین کے والد قاضی محمد عالم اور قاضی عبد الرحمٰن دونوں سخت گھبرائے ڈاکٹروں نے کہا ۱۳ر نومبر بروز سوموار اپریشن ہوگا۔ اب عرس مبارک ۱۴ر۱۵ر نومبر مطابق ۵۔۶ جمادی الثانی ۱۳۸۱ ہجری کو تھا اور قبلہ حضرت صاحب مدظلہ العالی ۷ر نومبر سے جلالپور شریف تشریف فرما ہو چکے تھے۔ قاضی عبدالرحمٰن صاحب نے حضور کی خدمت میں عریضہ روانہ کیا اور التماس کی کہ اگر حضور تسلی دیں تو عرس مبارک کی تقریب سعید میں شمولیت کا شرف حاصل کر لوں ورنہ معذور تصور فرما کر اپریشن کے موقع پر سالمی جانے کی اجازت عنایت فرمائی جائے حضور نے جواباً تحریر فرمایا اطمینان سے ۱۲ نومبر کو جلالپور شریف پہنچ جاؤ اللہ فضل کرے گا قاضی صاحب اس تاریخ کو حضور کی خدمت میں پہنچ گئے ۱۳ کی صبح کو حضور محل شریف کے سامنے حجامت بنوا رہے تھے۔ روضہ شریف سامنے تھا۔ جب نو بجنے لگے تو قاضی صاحب نے

Marfat.com

عرض کی قبلہ اب عزیز محمد یٰسین اپریشن روم میں پہنچ چکا ہے۔ ڈکٹروں نے نو بجے صبح وقت مقرر کیا تھا۔ حضور نے حجام کو ہاتھ کے اشارے سے روک دیا روضہ شریف کی طرف رخ فرما کر دعائے خیر کہی۔ اور فرمایا اللہ فضل کرے گا۔ اگلے روز ان کے گاؤں کے کچھ لوگ پہنچ گئے انہوں نے آکر خوشخبری دی کہ اپریشن کامیاب رہا ہے۔ حضور کی خدمت میں عرض کی گئی کہ محمد یٰسین ٹھیک ٹھاک ہے۔ آپ نے فرمایا اب بھی ٹھیک ہے کل بھی ٹھیک تھا۔ خدا کے فضل سے عزیز جلد تندرست ہو گیا واپس جا کر اپنے فرائض منصبی انجام دینے شروع کر دیے اور اس کی تھانیداری کے کاغذات بھی تیار ہو گئے۔

خواب میں نماز تہجد کا فرمان

میاں محمد عبداللہ صاحب ساکن نگائل عمر خان تحصیل گجر خان نے ذکر کیا ہے کہ تحریک حزب اللہ کا آغاز تھا اور حضرت صاحب قبلہ نے آپ کے ہاں مقام منظور فرمایا ایک رات میاں صاحب سوئے ہوئے تھے کہ دیکھا حضور موٹر سائیکل پر سوار ہیں اور کوئی بزرگ موٹر سائیکل چلا رہے ہیں اور نگائل عمر خان تشریف لے آئے ہیں اس خواب سے میاں صاحب کے جذبات میں ایک تہلکہ سا برپا ہو گیا جاگے تو نماز تہجد کا وقت تھا۔ انہوں نے سمجھا حضور اسی لیے تشریف فرما ہوئے ہیں لہذا اٹھ کر نوافل تہجد ادا کیے بعد میں ان نوافل کے لئے حضور نے کئی بار مختلف طریقوں سے جگایا۔ میاں صاحب نے کہا کہ نماز تہجد کی پابندی محض حضور کی ان توجہات باطنی کا نتیجہ ہے۔ حضور نے زبانی طور پر حکم دیا تھا مگر باطنی تصرف کا اظہار نہ فرماتے تو ان اہم نوافل کی پابندی نہ ہو سکتی۔

چار بار حج نصیب ہوا

حاجی محمد نظیف خان صاحب ساکن ڈھوک لہال تحصیل راولپنڈی بڑے مخلص اور نہایت ہی عقیدت مند برادر طریقت ہیں۔ انہیں پہلی بار زیارت حرمین شریفین کا موقع ملا تو محبت اور اشتیاق میں بڑا اضافہ ہو گیا۔ قبلہ حضرت صاحب مدظلہ العالی کی خدمت عالیہ میں عرض کی دعائے خیر فرمائیں اللہ کریم پھر حج کا شرف عطا فرمائیں۔ حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ ایک رات خواب میں دیکھا مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان منزل مساجیہ پر موجود ہیں۔ ایک مسجد ہے۔ جس کی دیواریں خام ہیں۔ ایک طرف مٹکے گاڑے ہوئے ہیں جن میں ماشکی پانی ڈالتے ہیں اور لوگ وہاں سے پانی لے کر وضو کرتے ہیں قبلہ حضرت صاحب کی وہاں زیارت ہوئی حاجی صاحب تیسری صف میں موجود تھے حضور نے وہاں سے اٹھا کر صف اول میں بٹھا دیا

Marfat.com

ی مسرت ہوئی ان کا بھتیجا محبوب الٰہی مغل چوتھی صف میں موجود تھا حاجی صاحب کے دل میں خیال آیا اپنے عزیز کو بھی فیض پہنچایا جائے چنانچہ انہوں نے اسے وہاں سے اٹھا کر اپنے پاس بٹھا یا حاجی صاحب کا بیان ہے کہ غالباً جماعت حضور نے کرائی اور منزل مساجیہ کی بسیط فضا میں ے روح پرور انداز سے تکبیر کا غلغلہ بلند ہوا۔ جب حاجی صاحب خواب سے بیدار ہوئے تو ل فرحت وانبساط سے لبریز تھا۔ اور یہ خواب ایسا بابرکت ثابت ہوا کہ آپ نے صرف حج ثانی ہیں بلکہ خواب کے مطابق ثالث کے بعد رابع بھی کیا اور زیارت سے جی بھر کر مستفیض ہوئے۔

بجلی کی گرفت سے نجات

سید رحمت حسین شاہ صاحب سکنہ جھٹہ ہتھیال تحصیل راولپنڈی حضور کی خدمت میں ہر وقت اور ہر جگہ موجود رہتے ہیں بیماری کے ایام میں حضور کی سب سے زیادہ خدمت قاضی غلام فرید صاحب کے بعد آپ نے کی ہے۔ جنوری ۱۹۶۲ء کو ایک دفعہ بروز جمعرات حضور نے حجامت کے بعد غسل فرمانا تھا۔ آپ اپنی کوٹھی ۴۲۔ بی گلبرگ میں تشریف فرما تھے۔ غسل خانے کو گرم کرنے کے لیے بجلی کا چولہا Heater روشن کیا گیا۔ حضور چوکی پر تشریف فرما ہوئے کپڑے اتارے اور غسل شروع ہوا۔ شاہ صاحب حضور کو نہلا رہے تھے۔ اچانک ایک بلند آواز پیدا ہوئی اور چولہا بجھ گیا۔ شاہ صاحب نے اسے اٹھایا اور وہ ان کے ساتھ چمٹ گیا۔ اب شاہ صاحب اسے جھٹکتے ہیں اور وہ ہاتھ سے جدا نہیں ہوتا دو تین منٹ تک یہی حالت رہی۔ حضور کو پتہ چلا تو آپ سخت پریشان ہوئے آپ نے استفسار فرمایا کیا بات ہے بجلی نے شاہ صاحب کا دماغ ماؤف کر دیا تھا زبان پر مہر لگا دی تھی۔ آپ کچھ عرض نہ کر سکے اتنی دیر تک بجلی کی گرفت میں آ کر زندہ رہنا ایک معجزہ تھا حضور کی باطنی توجہ کا یہ نتیجہ نکلا کہ کسی درویش نے آ کر چولہے کی تار کا بٹن بجلی کے بورڈ سے علیحدہ کر دیا بجلی کے منقطع ہونے پر چولہا شاہ صاحب کے ہاتھ سے جدا ہو کر گر پڑا۔ اصل بات یہ ہوئی تھی کہ تار ایک جگہ سے پھٹا ہوا تھا۔ اس پر کپڑا لپیٹ دیا گیا تھا۔ غسل کے پانی سے وہ کپڑا بھیگ گیا۔ اور بجلی کا اخراج شروع ہو گیا اس لیے تمام گیلا فرش بجلی کی گرفت میں آ چکا تھا۔ چولہا شاہ صاحب کے ہاتھ سے چمٹا ہوا تھا۔ پیچھے فرش بجلی سے معمور تھا آگے چوکی پر حضور تشریف فرما تھے نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن۔ شاہ صاحب بالکل موت کے منہ میں جا پڑے تھے۔ ایسے حالات میں حادثہ سے محفوظ رہ جانا حضور کی خاص کرامت ہے۔ واقعی برق کی شعلہ زنی، صاعقہ کی ہلاکت انگیزی اور بادو باراں کی طوفان خیزی، اولیائے کرام کے تصرفات کے سامنے امن وسلامتی کی راہ اختیار کر لیتی ہے۔ حادثہ سے بچ جانے کے بعد شاہ صاحب نے قلم

Marfat.com

عالم کو اطمینان اور سکون سے نہلایا۔

سلیمانی ٹوپی

حافظ خلیل احمد بی۔اے ایل ایل بی۔سرگودہا نے بتایا کہ جب انہوں نے میٹرک کا امتحان دیا تو حضور کی خدمت میں جلال پور شریف حاضر ہوئے۔ واپسی پر ان کے پاس صرف ایک روپیہ تھا جو لاری والوں نے لیا اور ہرن پور تک پہنچایا وہ ٹکٹ کے بغیر ریل پر سوار ہو گئے اور اوپر والی نشست پر بیٹھ گئے۔انہوں نے خوشاب اسٹیشن پر اترنا تھا۔رستہ میں تین چار بار ٹکٹ کی پڑتال ہوئی۔متعلقہ ریلوے افسر نے ہر بار ہر ایک کے ٹکٹ دیکھے اور باوجود یکہ اوپر اپنی نشست پر بیٹھے ہوئے حافظ صاحب پڑتال کنندے کو دیکھ کر ہنستے رہے مگر اس کی نگاہ کسی بار بھی ان پر نہ پڑی۔حضور کی توجہ نے انہیں ایسی طلسماتی ٹوپی پہنا دی تھی کہ ریلوے افسر انہیں دیکھ تک نہ سکا۔ یہ حقیقت ہے کہ جب پیر بھائی حضور کی خدمت میں باریاب ہوتے ہیں تو آغاز سفر سے اختتام تک حضور اپنی توجہات باطنی سے ان کی نگہبانی کرتے رہتے بلکہ ان کے گھربار کی محافظت بھی اپنے ذمے لے لیا کرتے ہیں۔

دور کی گفتگو سے باخبری

ایک رات میاں محمد ذاکر قریشی کی کوٹھی واقع لاہور چھاؤنی میں حافظ خلیل احمد اور راقم اپنے ایک آدمی کے متعلق گفتگو کرتے رہے۔حافظ صاحب ان دنوں لا کالج لاہور میں تعلیم پاتے تھے حضور کے دورۂ فالج کا زور تھا اور آپ راجہ غضنفر علی مرحوم کی کوٹھی پر قیام فرماتے تھے راقم کہتا تھا کہ ہمارے محترم بڑے زیرک اور جہاندیدہ آدمی ہیں مگر ان کی دوستی شک وشبہ سے بالاتر نہیں۔راقم نے کئی واقعات سنائے مگر حافظ صاحب اتفاق نہیں کرتے تھے۔صبح ہم دونو گلبرگ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے قدمبوسی کر کے بیٹھے ہی تھے کہ حضور پرنور نے جسمانی تکلیف اور زبان کی شدید لکنت کے باوجود حافظ صاحب کو مخاطب کر کے دو تین بار فرمایا خیر سگال بے وقوف دوست دانا دشمن سے بہتر ہوتا ہے۔اس طرح حضور نے ازراہ ذرہ نوازی راقم کے خیالات کی تائید فرمائی اور ایک عام ضرب المثل میں بڑے بصیرت افروز طریقہ سے بنیادی تبدیلی فرما دی۔

ایک سال کے اندر دو مشکل امتحانات میں کامیابی

ملک محمد افضل بی اے۔ایل ایل بی جب لاء کالج پشاور میں تعلیم پاتے تھے۔تو چند در چند خانگی پریشانیوں کی وجہ سے دو بار ایف۔ای۔ایل یعنی قانون کے پہلے امتحان میں ناکام ہو گئے۔اب صرف ایک موقع باقی تھا اس لیے سخت گھبرائے اس موقع پر امتحان [illegible]

Marfat.com

حضور کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے آپ راولپنڈی پشاور روڈ پر تشریف فرما تھے آپ نے دعائے خیر فرمائی اور کہا اللہ تعالیٰ فضل کرے گا۔ امتحان دے کر ملک صاحب سرگودہا چلے گئے ابھی عرس مبارک میں دو ایک دن باقی تھے کہ نومبر کی پہلی تاریخوں میں بذریعہ تار کامیابی کی اطلاع ملی عرس مبارک پر حاضر ہوئے حضور کی قدمبوسی کی روضہ شریف پر حاضری کے وقت دل پر ایک خاص کیفیت طاری ہوئی۔ اور آنکھیں اشکبار ہوگئیں۔ اگلے جون میں حضور کی دعا اور برکت سے ایل ایل بی میں کامیاب ہوگئے۔ گویا ایک سال میں دو مشکل امتحانات پاس کیے۔

نوشتہ تقدیر نگاہوں کے سامنے تھا

ایک مرتبہ جب کہ حضور سالانہ تبلیغی دورہ کے سلسلہ میں شادی وال ضلع گجرات پنجاب میں قیام فرما تھے۔ اور خواجہ محمد امین چشتی جلال پور جٹاں میں تھے تو خواجہ کے پاس ملک فضل حسین موضع حاجیوالہ سے تشریف لائے اور کہا کہ حاجی غلام محمد صاحب نے آپ کے پاس بھیجا ہے اور کہا ہے کہ کئی روز سے بیمار ہوں لہذا آپ شادیوال جا کر میری صحت کیلئے دعائے خیر کرائیں۔ چنانچہ خواجہ صاحب ملک فضل حسین کے ہمراہ شادیوال پہنچے اور حضور سے دعا کے لیے عرض کی لیکن حضور نے ان کی التجا پر کوئی توجہ نہ دی اور ایک او۔ پیر بھائی سے باتیں شروع کر دیں شام اور عشاء کو پھر عرض کی اور اگلی صبح کو بھی التماس کی لیکن حضور نے دعا کے لیے ہاتھ نہ اٹھائے۔ اور انہیں یونہی رخصت فرما دیا۔ خواجہ صاحب جب واپس جلال پور جٹاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ قاضی صاحب کل چار بجے انتقال کر گئے ہیں حضور کی نگاہیں نوشتہ تقدیر دیکھ رہی تھیں۔ اس لیے خاموشی اختیار فرمائی تھی۔

روحانی تصرف سے کراچی سے گوجر خان کا ریلوے ٹکٹ مہیا فرما دیا

حکومت پاکستان کے محکمہ خوراک میں ایک پیر بھائی ملازم ہیں وہ ہر سال حضرت اعلیٰ پیر حیدر علی شاہ علیہ الرحمۃ کے عرس مبارک پر حاضری دیا کرتے تھے۔ مگر ۱۹۵۸ء اور ۱۹۵۹ء کے دو سال ایسے گزرے کہ خانگی اخراجات کے باعث جلال پور شریف نہ جا سکے۔ عشق کی بے چینی کا یہ عالم تھا کہ راتیں کروٹ لیتے بسر ہوتی تھیں اور آنکھیں اشک حسرت بہاتے بہاتے سوج گئیں آخر ایک شب عالم یاس میں انہوں نے حضرت امیر حزب اللہ کا تصور کیا اور دعا کے لیے التجا کی صبح کی نماز سے فارغ ہو کر جب وہ دفتر کی تیاری میں مصروف تھے ایک زرد رنگ کا کاغذ صحن میں پڑا ہوا دکھائی دیا جسے انہوں نے اٹھا کر دیکھا تو ریلوے وارنٹ تھا اور اس پر بزبان انگریزی

Marfat.com

Karachi to Gujar Khan (کراچی سے گوجر خان) لکھا ہوا تھا اور سرخ روشنائی کے ساتھ حسب ذیل عبارت درج تھی:۔

یہ وارنٹ کراچی سٹی اسٹیشن کے بکنگ آفس میں دے کر ٹکٹ حاصل کیا جا سکتا ہے۔

یہ صاحب اسی وقت ریلوے اسٹیشن پر گئے اور وارنٹ بکنگ کلرک کو دکھایا۔ اس نے کسی پس و پیش کے بغیر گوجر خان کا ٹکٹ انہیں دے دیا۔ یہ صاحب ٹکٹ لے کر اپنے دفتر گئے اور ایک ہفتہ کی چھٹی کی درخواست افسر کو پیش کی جو اسی وقت منظور ہو گئی اور دوسرے ہی دن موصوف جلال پور شریف حاضر ہو گئے۔ حضور نے دیکھتے ہی فرمایا تم آ گئے اچھا ہوا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے تمہارے آنے کا انتظام کر ہی دیا۔ سبحان اللہ۔

اولیاء راہست قدرت از الٰہ تیر گشتہ باز گرداند زِ راہ

فقر بے نیاز نے ایک سو مربع اراضی کی حکومت برطانیہ کی پیشکش ٹھکرا دی

۱۹۲۸ء میں قیام شملہ کے دوران علامہ سر محمد اقبال اکثر حضور کی خدمت میں تشریف لاتے تھے اور کئی کئی گھنٹے بیٹھتے۔ کبھی تصوف کبھی ماضی وحال کے فلسفہ اور کبھی اسلامی فلسفہ پر گفتگو ہوتی۔ ایک مرتبہ ڈاکٹر صاحب موصوف تشریف فرما تھے۔ کہ اسوقت کے انگریز گورنر پنجاب سر جعفرے مونٹ مورنسی کا ایک رجسٹری لفافہ پہنچا۔ جسے حضور قبلہ کے حکم سے ڈاکٹر صاحب ہی نے کھولا۔ اور پڑھ کر حضور کو سنایا اس میں لکھا تھا کہ آپ کے لنگر کے کثیر اخراجات کے پیش نظر حکومت برطانیہ آپ کو ایک سو مربعہ زرعی زمین دینے کا ارادہ رکھتی ہے۔ امید یکہ آپ حکومت کی اس پیشکش کو قبول فرمائیں گے۔ اور اپنی رضامندی سے مطلع فرمائیں گے۔

یہ خط سنانے کے بعد ڈاکٹر صاحب موصوف نے حضرت امیر حزب اللہ سے پوچھا کہ قبلہ حضرت صاحب اس خط کا آپ کیا جواب دینا چاہتے ہیں حضور نے فرمایا کہ لکھا جائے فقیر نے آج تک نہ حکومت کی کوئی خدمت کی ہے اور نہ آئندہ ہو سکے گی۔ لہذا میں کسی حالت میں بھی خود کو اس پیش کش کا اہل نہیں سمجھتا حکومت کے اس احساس کا بہت بہت شکریہ کہ لنگر کے اخراجات کا اسے خیال پیدا ہوا ہے لیکن یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ لنگر بادشاہوں کے محتاج نہیں ہوا کرتے۔ یہ جواب سن کر ڈاکٹر صاحب وجد میں آ گئے اور بے اختیار بول اٹھے:

"اوہ حضرت صاحب خدا کی قسم باقی پیروں کو بھی اپنے جیسا بنا لیجئے"

قبلہ حضرت امیر حزب اللہ ڈاکٹر صاحب کے بیساختہ پن پر مسکرائے اور فرمایا فقیر تو انگریزی جانتا نہیں آپ ہی اس کا جواب تیار کیجئے۔ چنانچہ اگلی صبح ڈاکٹر صاحب اور میاں عبدالحی صاحب نے

Marfat.com

نے مل کر جواب کا مسودہ تیار کیا جو ٹائپ کرا کے گورنر پنجاب کو بھیج دیا گیا۔ حضور کے اس استغنا کے متعلق خواجہ محمد امین چشتی لکھتے ہیں۔

میری نظر میں قلندر وہی ہے اے چشتی　　　جو بے نیازِ کرم ہائے شہریار رہے

گورنمنٹ آف انڈیا کی وزارت خارجہ کے ایک بڑے افسر کی بیعت

سید ارشاد حسین متقی ایم۔اے راہوں ضلع جالندھر کے ایک بلند مرتبت خاندانِ سادات کے چشم و چراغ تھے۔ اور گورنمنٹ آف انڈیا کی وزارت خارجہ میں بہت بڑے افسر تھے۔ انگریزی سوٹ پر ترکی ٹوپی پہنتے تھے۔ بڑی بڑی مونچھیں تھیں مگر پکے عبادت گزار اور نیک دل مومن انسان تھے دو بجے شب بیدار ہو کر نماز تہجد ادا کرتے اور صبح کی نماز تک ذکر الٰہی میں مشغول رہتے۔ اسلامی کاموں کا بہت شوق رکھتے تھے۔ اور انجمن اسلامیہ شملہ کے جنرل سیکرٹری کے فرائض بڑی محنت اور خلوص نیت سے انجام دیتے تھے۔ خواجہ محمد امین چشتی کے مخلص دوست اور پگڑی بدل بھائی تھے چنانچہ ستمبر ۱۹۲۸ء میں میلاد النبی ﷺ کے جلسوں کی تقریروں کے سلسلہ میں چشتی صاحب موصوف مسلمانان شملہ کی دعوت پر جب گئے تو متقی صاحب کی کوٹھی واقع کیتھو یعنی شملہ میں مسلسل دو ماہ مقیم رہے۔

انہی ایام میں چشتی صاحب کے ایک عریضہ کے جواب میں حضرت امیر حزب اللہ مدظلہٗ العالی نے تحریر فرمایا کہ سر ہر بلاس شاردا ممبر سنٹرل اسمبلی ایک بیاہ شادی ایکٹ اسمبلی میں پیش کر رہے ہیں۔ جس کا مقصد شادیوں پر پابندیاں عائد کرنا ہے۔ احکامات اسلامی میں مداخلت کر کے شادی کرنے کی عمر مقرر کی جارہی ہے۔ اس کی مخالفت کے لیے ہم شملہ آ رہے ہیں لہٰذا تم ہمارے آنے سے پہلے اس کی مخالفت کے لیے میدان ہموار کرو اور اس سلسلہ میں ہمارا ہم خیال بنانے کے لیے مسلمان ممبران اسمبلی سے ملاقاتیں کرو۔

اس سلسلہ میں خواجہ محمد امین چشتی نے مولانا شفیع داؤدی، مسٹر امام حسن پٹنہ، سیٹھ عبد اللہ ہارون کراچی، سیٹھ محمد عثمان مدراس، سر شاہنواز پنجاب، میاں محمد رفیق کلکتہ، مولوی غلام باری لائلپور، دیگر کئی ممبران اسمبلی اور کئی مذہبی انجمنوں کے سرکردہ اراکین سے ملاقاتیں کیں۔ چشتی صاحب نے متقی صاحب کو بھی حضور کا خط دکھایا اور حضور کی خدا رسیدہ شخصیت سے روشناس کرایا۔ لیکن متقی صاحب چونکہ شاردا ایکٹ کے حامی تھے لہٰذا انہوں نے نہ صرف مخالفت کی بلکہ یہ کہا میں ان پیروں کو نہیں مانتا یہ سب دو کانداریاں چلا رہے ہیں چشتی صاحب نے کہا بھائی جب تک

۱۔ بروایت خواجہ محمد امین چشتی

Marfat.com

کسی کو دیکھا نہ جائے اس کے متعلق رائے قائم کرنا مناسب نہیں ہوتا سب انگلیاں یکساں نہیں ہوتیں۔ مگر متقی صاحب اپنی رٹ لگاتے رہے۔

چند یوم بعد حضرت امیر حزب اللہ شملہ پہنچ گئے اور لانگ وڈ ہوٹل میں قیام پذیر ہوئے۔ حضور کی آمد سے ممبران اسمبلی اور دور دراز کے صوبوں سے آئے ہوئے اکابر کا ہر وقت تانتا بندھا رہتا تھا۔ دوسری شام متقی صاحب اور خواجہ محمد امین چشتی صاحب بھی حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے کچھ بارش ہوگئی تھی اس لیے اس شام وہاں کوئی نہ تھا حضور ایک بڑے کمرے میں آرام کرسی پر تشریف فرما تھے تین کرسیاں خالی پڑی تھیں مگر۔ یہ دونوں نیچے دری پر ہی بیٹھ گئے اتنے میں علامہ ڈاکٹر محمد اقبال تشریف لائے۔ اور انہیں دیکھتے ہی حضور نے چشتی صاحب کو فرمایا ڈاکٹر صاحب کو کرسی دو۔ ڈاکٹر صاحب بیٹھ گئے تو پھر اسلامی فلسفہ حیات پر گفتگو شروع ہوگئی اور یہ دونوں صاحبان اجازت لے کر چلے گئے۔

رستہ میں جب دونوں ایک جنگل میں سے گزر رہے تھے اور تنہائی تھی متقی صاحب نے کہا مجھے حضرت صاحب کو مل کر سخت افسوس ہوا ہے میں نہ کہتا تھا۔ پیر صاحبان دوسروں کو انسان نہیں سمجھتے انہوں نے ڈاکٹر صاحب کو تو کرسی پیش کر دی مگر مجھے نہ دی حالانکہ میں ڈپٹی سیکرٹری ہوں انجمن اسلامیہ شملہ کا سیکرٹری ہوں۔ کئی قومی کام میرے ہاتھوں انجام پذیر ہوئے ہیں اور پھر سید ہوں[1] چشتی صاحب ان کی باتوں پر خاموش رہے اس خیال سے کہ مرشد کامل خود ان کی تسلی فرما دیں گے دوسری صبح اتوار کا دن تھا نماز فجر کے بعد متقی صاحب مصر ہوئے کہ حضور کی خدمت میں چلیں رات خواب میں میرے جدِّ اعلیٰ نے کہا ہے کہ اپنے خیالات سے توبہ کرو اور ان کی بیعت کرو چنانچہ یہ دونوں اسی وقت روانہ ہو پڑے لانگ وڈ ہوٹل میں پہنچے تو نیازمندوں کا ہجوم تھا حضور نے دیکھتے ہی چشتی صاحب کو فرمایا متقی صاحب کو کرسی دے دو پھر دونوں کے درمیان گذشتہ رات جنگل میں جو گفتگو ہوئی تھی کہہ دی اس کا جواب بھی دے دیا اور پھر فرمایا آپ کے جدِّ امجد خواب میں ملے تھے اور آپ کی نیک دلی کی تعریف کر رہے تھے متقی صاحب پر اس واقعہ کا گہرا اثر ہوا چنانچہ ۱۹۳۰ء میں جلالپور شریف حاضر ہوئے اور حضور کی بیعت سے سرفراز ہوئے۔

زبان زنکتہ فرو ماند وراز من باقیست

خواجہ محمد امین چشتی اپنے متعلق لکھتے ہیں کہ درس نظامیہ کے تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود

---

[1] فقر کی اولین سیڑھی احساس افتخار کو توڑنا ہوتا ہے۔ حضور نے یہی کچھ کیا۔

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی   کاندریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

Marfat.com

دنیاوی مشاغل میں اس قدر منہمک ہو گئے۔ نماز روزہ اور فرائض دینیہ سے دور کا واسطہ بھی نہ رہا حضرت اعلیٰ خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھی حضور کا وصال ۱۹۰۸ء میں ہو چکا تھا بنا بریں ۱۹۲۵ء تک جلال پور شریف میں حاضر ہونے کا اتفاق نہ ہوا۔ اس سال اپنی والدہ محترمہ کے ارشاد کے مطابق جلالپور شریف روضہ اطہر کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے اور اسطرح حضرت امیر حزب اللہ کی قدمبوسی سے شرف یاب ہونے کا پہلی بار موقع ملا۔ حصول زیارت کے بعد ایک طرف بیٹھ کر چشتی صاحب نے ایک عریضہ لکھا۔ جس میں اپنی بے راہ روی کا سارا قصہ درج کیا اور حضور سے التماس کہ صراط مستقیم پر چلنے کیلئے دعاء خیر فرمائی جائے عریضہ پڑھ کر حضور مسکرائے اور حاضرین سے دعاء کے لیے ہاتھ اٹھانے کو فرمایا۔ دعا کے بعد چشتی صاحب آستانہ عالیہ سے باہر نکلے تو ظہر کی اذان ہو رہی تھی۔ انہوں نے اپنے دل سے پوچھا اذان ہو رہی ہے مسجد میں نماز پڑھنے کے متعلق کیا خیال ہے۔ دل نے جواب اثبات میں دیا چنانچہ وضو کر کے نماز با جماعت ادا کی یہ پہلی نماز تھی جو کئی برس کے بعد ادا کی۔

آستانہ عالیہ سے لوٹنے کے بعد چشتی صاحب کی زندگی ایک نئے رنگ میں رنگی گئی۔ جوانی کی بہار آفرینیوں کی جگہ سوز و گداز نے لے لی۔ خوش گپیاں ختم ہو گئیں احباب کی رنگیں محفلوں سے دل اکتا گیا نوبت بایں جا رسید کہ

تنہائی کے سب دن ہیں تنہائی کی سب راتیں
اب ہونے لگیں ان سے خلوت میں ملاقاتیں

نور کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ایک مقدس شبیہہ سامنے آتی ہے اور اپنی طور صفت برق پاشیوں سے قلب کی تاریکیوں کو روشن کر دیتی ہے۔ پرانے بے تکلف دوست آتے اور دوستانہ مذاق کے انداز میں مخاطب کر کے چشتی صاحب کی خاموشی کو توڑنا چاہتے لیکن ان کی حیرت نظارہ بنی ہوئی اشک زا نگاہیں ان کی طرف التفات نہیں کرتی تھیں۔ اور تصورات کی دنیا میں کھو جاتی تھیں اور دل پھر اسی محبوب کی صورت سے باتوں میں مصروف ہو جاتا تھا۔

تم میرے پاس ہوتے ہو گویا جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

اس طرح کافی عرصہ گزر گیا۔ اور حضور اقدس کی روحانی تجلیات چشتی صاحب کے ظلمت کدہ دل کو صیقل کرتی رہیں یہاں تک کہ ماہ صیام آ گیا۔ اس مرتبہ رمضان شریف اپریل، مئی کے مہینے میں آیا۔ خاصی گرمی تھی۔ چشتی صاحب نے کبھی سردیوں میں بھی روزے نہیں رکھے تھے۔ لیکن حضور کی توجہات عارفانہ نے قلب و جوارح میں وہ قوت پیدا کر دی جس کا وہم و گمان بھی نہ تھا

Marfat.com

روح کی پاکیزگی نے ایک دفعہ پھر انگڑائی لی ادھر رمضان کا چاند دکھائی دیا اور ادھر چشتی صاحب نماز تراویح کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے آخر صبح کا بھولا شام کو گھر آ گیا اور کئی سال کے بعد وہ پھر خدا کے حضور عجز و نیاز کے ساتھ کھڑے ہو کر قرآن کریم سن رہے تھے۔ روزے رکھے اور اس طرح جیسے پیدائشی صائم ہیں عید الفطر گزر گئی لیکن روزہ کی لذت و حلاوت کچھ اس طرح رگ و پے میں سرایت کر گئی کہ عید کے دوسرے ہی دن روزے رکھنے شروع کر دیئے۔ اور کئی ماہ تک رکھتے چلے گئے کئی سال گزر چکے ہیں۔ حکایت طویل ہے جس کے لکھنے کے لیے ایک الگ کتاب کی ضرورت ہے لہذا جگہ کی قلت کے پیش نظر چشتی صاحب اپنی داستان اس شعر پر ختم کرتے ہیں ۔

زبان زنکتہ فرو ماند و راز من باقیست　　　بضاعت سخن آخر شد و سخن باقیست

روحانی بصیرت سے کام لے کر حسب استعداد تلاوت کی اجازت دی

آزاد کشمیر سے کرنل عبدالحمید لکھتے ہیں کہ غالباً ۱۹۴۰ء میں انہیں حضور والا کی خدمت اقدس میں بمقام جلال پور شریف حاضر ہونے کا اتفاق ہوا۔ ان دنوں انہیں ورد و وظائف میں زیادہ سے زیادہ وقت مشغول رہنے کا شوق لاحق تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضور نے کچھ عرصہ پہلے نہایت شفقت سے انہیں ان کی درخواست کے بغیر ایک قلمی مجموعہ وظائف عنایت فرمایا تھا۔ چنانچہ انہوں نے حضور والا سے چند اوراد اور سوا پارہ قرآن کریم بطور وظیفہ پڑھنے کی اجازت چاہی۔ حضور نے اوراد کی اجازت تو دے دی مگر قرآن شریف کے تلاوت کے متعلق فرمایا کہ جس قدر آسانی سے پڑھ سکو روزانہ پڑھ لیا کرو۔ اس پر انہوں نے دوبارہ عرض کی کہ روزانہ سوا پارہ تلاوت کی اجازت مرحمت فرمائی جائے۔ مگر حضور والا نے پھر فرمایا جس قدر منزل آسانی سے پڑھ سکو پڑھ لیا کرو۔ حمید صاحب کو پھر بھی اطمینان نہ ہوا۔ جرأت کر کے تیسری بار بھی سوا پارہ تلاوت کی اجازت طلب کی۔ حضور نے کریمانہ انداز میں فرمایا اچھا ایک پاؤ پڑھ لیا کرو۔ اس کے بعد انہیں جرأت نہ ہوئی۔ کچھ عرصہ تو رُبع پارہ روزانہ آسانی سے پڑھتے رہے۔ مگر بعد میں قرآن کریم کی تفسیر کا بغور و فکر مطالعہ کرنے کا شوق پیدا ہوا تو ایک پاؤ تلاوت انتہائی کوشش کے باوجود بمشکل کر سکتے تھے۔ اور اب کافی عرصہ سے یہ حیرت ہے کہ بڑی مشکل سے ایک پاؤ تلاوت روزانہ انجام پاتی ہے۔ حمید صاحب حضور کے بڑے ممنون احسان ہیں کہ اپنی روحانی بصیرت سے ان کی قابلیت اور استعداد کو بھانپ لیا۔ اور اس کے مطابق تلاوت قرآن مجید کی اجازت عطا فرمائی۔

Marfat.com

ایک نگاہ سے سینہ کھل گیا

برادر طریقت محمد افضل صاحب سپرنٹنڈنٹ دفتر اکونٹنٹ جنرل آزاد جموں وکشمیر گورنمنٹ مظفر آباد تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آزاد کشمیر کے میاں احمد دین درزی حضور کی قدم بوسی کے جلال پور شریف حاضر ہوئے حضور روضہ شریف سے فاتحہ خوانی کے بعد واپس محل تشریف لا رہے تھے کہ انہوں نے جھک کر قدم بوسی کی۔ حضور نے ایک خاص نظر سے دیکھا اور پھر یہ حالت ہوگئی کہ جہاں کہیں بھی کوئی بات ہونے والی ہوتی تھی انہیں اطلاع مل جاتی تھی۔ انشراح صدر ہوگیا انہوں نے آئندہ کے کئی واقعات لوگوں کو پیش از وقت بتا دیئے افشائے راز کی وجہ سے کچھ عرصہ بعد ان سے وہ نعمت چھین لی گئی۔

خواب میں حضور کی زیارت سے پریشانیاں دور

محمد افضل صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ آزاد کشمیر کے جہاد کے زمانہ میں ان لوگوں کو بڑی پریشانیوں سے دوچار ہونا پڑا جائداد لوٹی گئی۔ گھروں کو ہندوؤں اور سکھوں نے آگ لگا دی اور یہ سب پریشانی کی حالت میں قریہ بہ قریہ در بدر پھرتے اہل وعیال کو لیے گوجر خان گئے اور پھر وہاں سے مظفر آباد میں آکر آباد ہوگئے جب کبھی انہیں سخت پریشانی لاحق ہوتی تھی حضور قبلہ عالم گھر کے کسی فرد کو خواب میں نظر آتے تھے جس سے ان کی تسلی ہو جاتی تھی اور انجام بخیر ہوتا تھا۔

حضور کی شخصیت اور نورانیت تمام حضرات پر حاوی

محمد افضل صاحب موصوف نے صوفی خدا بخش صاحب مرحوم ومغفور سکنہ آدووال نزد ہرنپور کہ زبانی سنا کہ حضور ایک دفعہ لاہور قیام فرما تھے غالباً تحریک خلافت کے سلسلہ میں جلوس نکلنا تھا حضور کو بھی باصرار جلوس میں شمولیت کے لیے راضی کر لیا گیا مولانا محمد علی جوہر مولانا شوکت علی، مسیح الملک حکیم اجمل خان دہلوی، ڈاکٹر محمد اقبال وغیرہم جلوس میں شامل تھے۔ حضور قبلہ عالم اور ڈاکٹر محمد اقبال ایک کار میں سوار تھے حضور کی کار ایک مقام پر ٹھہری جہاں صوفی خدا بخش بھی کھڑے تھے انہیں حضور کی شخصیت اور نورانیت تمام حضرات پر حاوی نظر آئی چنانچہ صوفی صاحب نے حضور کی مدح میں فی البدیہہ ایک نظم پڑھی۔ ڈاکٹر صاحب نے پوچھا یہ کون ہیں۔ حضور نے ارشاد فرمایا حضرت اعلیٰ خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے نیازمند ہیں ڈاکٹر صاحب کہنے لگے میرا بھی ارادہ تھا کہ حضرت اعلیٰ کے ہاتھ پر بیعت کروں مگر حاضری کا اتفاق نہ ہوا اور امروز و فردا میں آپ کا وصال ہوگیا۔

Marfat.com

اسی طرح محمد افضل صاحب نے راجہ عباس خان سکنہ تختی راجگان ضلع راولپنڈی کی زبانی بیان کیا کہ حضور کے اہتمام سے جمیعۃ المشائخ کا اجلاس لاہور میں منعقد ہوا تو حضور مشائخ کرام کے درمیان اس طرح جلوہ افروز تھے جیسے چاند ستاروں کے درمیان ہوتا ہے۔ بے اختیار ہو کر راجہ صاحب نے حضور سے عرض کر دیا کہ ماشاء اللہ آپ تمام بزرگان کرام سے زیادہ خوبصورت ہیں۔ حضور نے ہاتھ کے اشارے سے خاموش کرادیا۔ اور فرمایا تم تھکے ہوئے ہو جا کر سو جاؤ۔

دعائے خیر سے حقیقی بیوی کی محبت دل میں پیدا ہو گئی

چوہدری خدابخش صاحب کے والد بزرگوار کی بیعت حضرت اعلیٰ سے تھی انہوں نے عرس کے موقع پر بتایا[1] کہ ان کی لڑکی اپنے چچازاد سے بیاہی گئی۔ مگر وہ لڑکا ایک عیسائی لڑکی پر ریجھ گیا۔ اور نکاح کر کے اسے گھر لے آیا۔ اور چوہدری صاحب کی لڑکی کو گھر سے نکال دیا۔ بہت سمجھایا گیا مگر وہ باز نہ آیا کچھ عرصہ بعد حضور دورۂ حزب اللہ کے سلسلہ میں ادھر تشریف لے گئے اور جس سڑک پر سے حضور نے گزرنا تھا۔ وہ مظلوم لڑکی اس کے کنارے دودھ کا پیالہ لے کر کھڑی ہو گئی۔ حضور نے قریب پہنچ کر از راہ کرم کار ٹھہرا لی اس نے دودھ پیش کیا اور عرض کی۔ حضور پر اس ناچیز کی حالت روشن ہے اب میں کدھر جاؤں۔ حضور نے دعائے خیر فرمائی اور فرمایا گھبراؤ مت اللہ تعالیٰ خیر کرے گا۔ چنانچہ چند یوم کے اندر اندر چوہدری صاحب کا بھتیجا ان کے پاس آیا معافی کا خواستگار ہوا۔ اپنی بیوی کو گھر لے گیا عیسائی لڑکی کو چھوڑ دیا اس لڑکے نے بیان کیا کہ وہ کرسچین لڑکی اسے بالکل سور کی شکل میں نظر آتی ہے۔

اس وظیفہ سے محویت فی اللہ تو حاصل ہو گی مگر اہل وعیال کا خیال محو ہو جائے گا

برادر طریقت حکیم غلام احمد صاحب مرحوم سکنہ مظفر آباد نے بیان کیا[1] کہ ایک دفعہ مولانا انور شاہ صاحب کاشمیری دیوبندی سرینگر آئے ہوئے تھے۔ اتفاقاً وہ بھی سرینگر موجود تھے۔ چنانچہ شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کوئی ایسا عمل بتائیں جس سے غیر اللہ کا خیال دل سے نکل جائے انہوں نے پوچھا کہ تمہاری بیعت کہاں ہے حکیم صاحب نے عرض کیا جلال پور شریف۔ اس پر شاہ صاحب نے دریافت فرمایا کہ آیا خواجہ غریب نواز سید حیدر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہے یا موجودہ سید محمد فضل شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ سے۔ حکیم صاحب نے عرض کی موجودہ حضرت صاحب قبلہ سے سید انور شاہ صاحب محدث اسلام کہنے

---

[1] بروایت محمد افضل صاحب موصوف

دونوں بزرگوں میں کوئی فرق نہیں۔ پھر ایک وظیفہ پڑھنے کو بتایا۔ حکیم صاحب کے دل میں خیال آیا جب میرا اپنا رہبر کامل ہے ان سے اجازت سے لی جائے۔ چنانچہ حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر شاہ صاحب سے ملاقات اور وظیفہ کا سارا واقعہ بیان کیا۔ حضور نے فرمایا۔ فی الواقعہ اس وظیفہ کی مداومت سے محویت حاصل ہو جائے گی۔ لیکن اپنے اہل وعیال اور ضروریات زندگی کا خیال دل سے محو ہو جائے گا۔ ذکر اللہ میں اس طرح مستغرق ہو جاؤ گے کہ جو ذمہ داریاں فریضہ کا حکم رکھتی ہیں وہ بھول جائیں گی۔ بہتر یہ ہے کہ باہوش رہ کر یاد خدا کرو۔ اور احکام الٰہی کی تعمیل میں دنیاوی فرائض کو بھی انجام دو۔ چنانچہ حکیم صاحب نے مولانا انور شاہ صاحب کا بتایا ہوا وظیفہ پھر نہ پڑھا۔

روضہ شریف کی خاک سے بینائی بحال ہوگئی

مذکورہ الصدر برادر طریقت محمد افضل صاحب ساکن مظفر آباد نے حضور پرنور کی زبان فیض ترجمان سے بیان کیا کہ ہمارے ایک پیر بھائی سید امام شاہ صاحب سکنہ کھاریاں حضرت اعلیٰؒ کے غلام تھے۔ ان کی بینائی کم ہوگئی۔ شاہ صاحب نے آپ کی خدمت میں عرض کی ان دنوں جلال پور شریف میں جو ڈاکٹر متعین تھے وہ امراض چشم کے ماہر تھے۔ حضور نے شاہ صاحب کی آنکھیں انہیں دکھائیں۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا اب کوئی علاج نہیں ہوسکتا ایک ماہ تک بینائی مکمل طور پر نابود ہو جائے گی۔ شاہ صاحب سن کر بڑے گھبرائے اور رونے لگ گئے۔ حضور کو ترس آیا اور شاہ صاحب سے فرمایا۔ روضہ پاک سے خاک اٹھا لے آؤ اور بطور سرمہ استعمال کرو۔ شاہ صاحب نے تعمیل کی بینائی مکمل طور پر بحال ہوگئی۔ حضور نے ڈاکٹر صاحب کو دکھایا تو وہ حیران رہ گئے۔

سمندر میں ڈوبنے والے کو نوید نجات دی

مذکورہ بالا محمد افضل صاحب کو جلال پور شریف کے سفر میں ایک پیر بھائی نے بتایا کہ اس کا بھائی گزشتہ جنگ عظیم میں انگریزی بحری بیڑے میں سپاہی تھا۔ جاپانی سمندر میں دشمن کے تارپیڈو سے اس کا جہاز غرق ہو گیا وہ ایک تختہ پر سوار ہوا اور سخت گھبراہٹ کے باعث بے ہوش ہو گیا۔ اس وقت اس نے ایک بزرگ کو دیکھا جو اسے تسلی دیتا ہے اور کہتا ہے جوانمرد گھبرایا نہیں کرتے۔ خیر ہو جائے گی۔ اسی اثنا میں اس سمندر میں انگریزوں کے ایک تارپیڈو نے ایک جاپانی جہاز کو غرق کیا اوپر سے جاپانی ہوائی جہاز آ گئے اور رسے نیچے لٹکا کر ڈوبتوں کو اٹھانا شروع [illegible] رسہ پکڑ کر کوئی اوپر جہاز کے قریب آ جاتا تو اگر جاپانی ہوتا اسے جہاز میں سوار کر لیے

Marfat.com

اگر دشمن کا آدمی ہوتا تو اسے دھکا دے کر نیچے سمندر میں گرا دیتے۔ اتنے میں ایک جہاز اس شخص کے برابر اوپر آیا۔ اس نے سفید رومال لہرایا اور جہاز نے اس کے برابر نیچے رسہ لٹکایا جسے پکڑ کر وہ اوپر آ گیا۔ نزدیک جانے پر ایک جاپانی اسے دھکا دے کر گرانا چاہتا تھا مگر اس کے افسر نے روک دیا اور اسے ساتھ لے جا کر مختلف خدمات لیتے رہے۔ جنگ کے خاتمہ پر اسے رہا کیا گیا وہ گھر آیا۔ حضور قبلہ عالم کی خدمت مین جلالپور شریف حاضر ہونا چاہتا تھا۔ مگر وہ دورہ حزب اللہ کے سلسلہ میں جلد ادھر تشریف لے گئے۔ اس شخص نے قبل ازیں حضور کی زیارت نہیں کی تھی۔ دیکھتے ہی فوراً کہنا شروع کر دیا یہ تو وہی بزرگ ہیں جنہوں نے سمندر میں ڈوبتے وقت مجھے تسلی دی تھی۔ اور پھر میں بچ گیا۔

انگلستان میں بوقت امتحان فرمایا۔ گھبراؤ مت۔ اس طرح سوال حل کرو

ملک محمد حیات خان ریٹائرڈ کنسرویٹر جنگلات ذکر کرتے ہیں! کہ جب وہ انگلستان میں ٹرینگ کے لیے امتحان دینے کے لیے گئے اور چار سال کا کورس ختم کر کے امتحان دیا تو پریکٹیکل سائنس کا امتحان دیتے ہوئے اتفاقاً ایک آلہ ٹوٹ گیا اس کے ٹوٹ جانے کے بعد سوال حل نہیں ہو سکتا تھا۔ بس اب امتحان میں ناکامی یقینی تھی۔ گھبراہٹ کی وجہ سے غشی کی سے کیفیت پیدا ہو گئی اس حالت میں حضور قبلہ عالم کو دیکھا۔ آپ فرما رہے تھے گھبراؤ مت۔ فلاں طریق سے سوال حل کرو ملک صاحب کی آنکھ کھل گئی۔ حسب الارشاد عمل کیا اور کامیاب ہو گئے۔

اسے اپریشن کے بغیر آرام آجائے گا

ملک محمد حیات خان صاحب موصوف کے چھوٹے بھائی سردار محمد اقبال صاحب جو آجکل لاہور ہائی کورٹ کے جج ہیں زمانہ طالب علمی میں بمتام لاہور انتڑیوں کی بیماری میں مبتلا ہوئے ڈاکٹر بی۔ رائے نے ان کا اپریشن ضروری قرار دیا ملک محمد حیات خان پونچھ میں تھے لاہور سے انہیں تار بھیجا کہ آؤ اور سردار محمد اقبال کا اپریشن کرائے۔ ملک محمد حیات پہلے حضور کی خدمت میں جلالپور شریف حاضر ہوئے اور عرض حال کی حضور نے دعائے خیر فرمائی اور ارشاد فرمایا۔ کہ اپریشن کی ضرورت نہیں۔ اس کے بغیر آرام آجائے گا۔ اب ملک صاحب لاہور پہنچے تو انہیں چلا کہ سردار اقبال کو اپریشن کے لیے ہسپتال میں لے گئے ہیں ہسپتال میں پہنچے تو سردار اقبال اپریشن روم کے اندر تھے تختہ پر لیٹے ہوئے تھے اور اوزار لے کر ڈاکٹر اپریشن کے لیے تیار ملک صاحب فرماتے ہیں کہ انہیں یقین تھا حضور کے فرمان کے مطابق اپریشن نہ ہوگا۔ اور

روایت محمد افضل صاحب موصوف

Marfat.com

وقت پر ٹل جائے گا۔ چنانچہ ڈاکٹر نے انگلی پیٹ پر ماری اور کہا ابھی پیٹ کچا ہے اس لیے اپریشن بعد میں ہوگا۔ ملک صاحب سردار اقبال کو اپنی قیام گاہ پر لائے اور حضور کے عطا کردہ تعویذات استعمال کرائے جن سے وہ ٹھیک ہو گئے۔

رجال الغیب میں سے ایک نے حاضر ہو کر عرض کی قبلہ اس علاقہ سے میرا تبادلہ کرائیں

حضور نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ بمقام سرینگر محمد افضل خان مرحوم سابق وزیر ریاست جموں وکشمیر کے ہاں آپ ٹھہرے ہوئے تھے۔ اپنے ایک درویش نے اطلاع دی کہ باہر ایک آدمی آیا ہے جو ملنا چاہتا ہے اسے اندر بلایا گیا میلے کچیلے کپڑے، نحیف البدن مگر چہرہ نورانی اس نے کہا کہ ریاست کے ایک وزیر کالڑکا ہوں گریجویٹ ہوں لیکن فقر کی برکت سے اب وادی کشمیر کا روحانی محافظ ہوں ریاست کشمیر کے تمام احکامات پہلے ہم روحانی طور پر جاری کرتے ہیں اور بعد میں ان کا اجرائے ظاہری طور پر مہاراجہ یا دیگر حکام کی طرف سے ہوتا ہے۔ چونکہ سرینگر کی آب وہوا مجھے راس نہیں اکثر پیچش کی تکلیف رہتی ہے۔ اسلئے یہاں سے تبادلہ چاہتا ہوں۔ ابھی تک کامیابی نہیں ہوئی شیخ نور الدین ولی جن کا مزار شریف بمقام چرارے ہے مجھے فرماتے ہیں کہ پیر حیدر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے سرینگر آئے ہوئے ہیں ان کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرو۔ وہ قبلہ پیر حیدر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اخدمت میں سفارش کر کے تبادلہ کرا دیں۔

حضور نے مزید فرمایا کہ اس شخص کو کہا گیا کہ تمہاری واپسی کے لیے سواری کا کوئی انتظام کر دیا جائے۔ مگر اس نے کہا ہم لوگوں کو سواری کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ہم لحظہ بھر میں دور دراز کی مسافت طے کر لیتے ہیں یہ کہہ کر وہ شخص باہر چلا گیا۔ اسی وقت راجہ محمد افضل خان صاحب کچہری سے واپس آ گئے۔ ان سے ذکر ہوا تو انہوں نے آدمی پیچھے دوڑائے مگر وہ شخص نہ ملا۔

محمد افضل صاحب موصوف سپرنٹنڈنٹ دفتر اکونٹنٹ جنرل آزاد کشمیر تحریر کرتے ہیں کہ حضور پر نور نے یہاں تک واقعہ کا ذکر کر کے خاموشی اختیار فرمالی۔ اس پر مجلس میں موجود ہونے کی بنا پر انہوں نے حضور سے عرض کی کہ کیا اس شخص کا تبادلہ ہو گیا۔ حضور نے فرمایا ہاں۔ بعد میں وہ شخص آیا اور شکر گزار تھا۔ یہی واقعہ آپ نے ضلع جھنگ کے ایک مقام پر دورہ میں خصوصی مجلس میں بیان فرمایا تھا تو اختتام پر صوفی خضر حیات نے دریافت کیا کہ جناب کا کیا مقام ہے تو حضور نے فرمایا ہم تو درویشوں کی جوتیاں سیدھی کرنے والے ہیں۔ پھر آپ نے خواجہ تونسوی کا واقعہ بیان فرمایا کہ خواجہ تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے وقت جب خواجہ اللہ بخشؒ نے عرض کی کہ

Marfat.com

فرمادیں کہ آپ کے درویشوں کی جوتیاں سیدھی کرنے کے قابل ہو جاؤں۔ حضرت تونسوی نے اس وقت تمام خلفاء کر طرف دیکھا جو عیادت کے لیے آئے ہوئے تھے اور پڑھا وَ نفختُ فیہ من روحی اور پھر خواجہ اللہ بخش صاحب کے منہ پر پھونکا جس سے ان کی قلب ماہیت ہو گئی۔

بیعت ہو جانے کے بعد یک لخت روحانی عروج حاصل ہوا

محمد افضل صاحب موصوف کی والدہ ماجدہ کو خفقان کا عارضہ لاحق ہو گیا۔ ہر چند علاج کیا گیا مگر کوئی افاقہ نہ ہوا مایوس کو کر سائیں میراں بخش صاحب مرحوم و مغفور کی طرف رجوع کیا گیا۔ جن کی بیعت حضرت اعلیٰ خواجہ غریب نوازؒ سے تھی۔ اور موجودہ حضرت صاحب کے بھی منظور نظر تھے۔ ریاست پونچھ میں ان کے فقر کا بڑا شہرہ تھا مگر محمد افضل صاحب کے والد بزرگوار ان کے معتقد نہیں تھے۔ چنانچہ انہوں نے کھلے الفاظ میں سائیں صاحب کو کہہ دیا کہ اگر مریضہ تندرست نہ ہوئی تو پھر اس علاقہ میں آپ کا مکر و فریب نہیں چل سکے گا۔ سائیں صاحب مسکرائے ظہر کے وقت ان کے گھر جا کر مریضہ کو دیکھا اور پھر کہا کہ اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں بمقام جلالپور شریف جا رہا ہوں۔ حضور کی خدمت میں عرض کی جائے جو کچھ ارشاد ہو گا اس پر عمل کیا جائے گا۔ سائیں صاحب نے جلال پور شریف حاضر ہو کر حقیقت حال عرض کی حضور قبلہ نے سائیں صاحب کو ایک رومال عنایت فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ مریضہ کو اس رومال پر ہماری طرف سے بیعت کر لیں اور فلاں فلاں تسبیح اور وظائف پڑھنے کی تلقین کریں۔ آئندہ کے لیے بھی حضور نے سائیں صاحب کو اجازت دی کہ اس رومال پر ایسے خواہشمند اصحاب کو جو کسی وجہ سے جلالپور شریف حاضر نہ ہو سکتے ہوں ہماری طرف سے بیعت کر لیا کریں۔ واپسی پر سائیں صاحب نے حضور قبلہ عالم کی طرف سے مریضہ کو بیعت کیا اور تسبیح اور وظائف کی تلقین کی۔ چنانچہ تادم مرگ انہیں مرض خفقان سے نجات مل گئی۔

محمد افضل صاحب لکھتے ہیں کہ بیعت ہو جانے کے بعد ان کی والدہ صاحبہ کو بڑا روحانی عروج حاصل ہوا۔ وہ اسے اخفاء میں رکھنے کی کوشش کرتی تھیں لیکن ایک دن جب سخت اضطرابی کیفیت طاری تھی تو انہوں نے ان سے پوچھا موصوفہ نے فرمایا کہ ان پر ایسی کیفیت طاری ہو جاتی ہے کہ مکان کے اندر بستر میں لیٹے ہوئے بھی وہ مکان کی چھت سے اوپر کسی ایسی دنیا میں پہنچ جاتی ہیں جس کی کیفیت بہت مختلف ہے۔ اور اس سے انہیں گھبراہٹ لاحق ہو جاتی ہے۔

رب انی مغلوب فانتصر کا وظیفہ پڑھیں

محمد افضل صاحب موصوف ذکر کرتے ہیں کہ پاکستان میں مارشل لاء جاری ہو

Marfat.com

پہلے ملک کی حالت بہت خطرناک ہو چکی تھی۔ خزانہ روپیہ سے خالی تھا۔ سمگلنگ عام تھی۔ چیزیں بازار سے غائب ہو جاتی تھیں اور پھر بلیک شروع ہو جاتی تھی۔ غلط قسم کے لیڈر ملک میں تفرقہ بازی پیدا کر رہے تھے۔ فرقہ وارانہ جذبات سے کھیلا جا رہا تھا۔ اور سندھی، پنجابی، سرحدی وغیرہ لوگوں کو قومی عصبیت کا درس دے کر ملک کے حصے بخرے کرنے کے منصوبے بنائے جا رہے تھے اس زمانہ میں چوہدری نور محمد خان صاحب تحصیل دار حضور کی قدم بوسی سے فیض یاب ہونے کے بعد لوٹے تو محمد افضل صاحب کو ملے اور کہنے لگے کہ ملکی حالات کے زیر نظر حضور نے فرمایا کہ آپ سب لوگ **رب انی مغلوب فانتصر** کا وظیفہ پڑھیں۔ چنانچہ انہوں نے بھی یہ وظیفہ شروع کر لیا اور چند دنوں میں فیلڈ مارشل محمد ایوب خان نے حکومت پر قبضہ کر کے ملک کو تباہی سے بچا لیا۔

محمد افضل صاحب راجہ عباس خان صاحب سکنہ تختی راجگان کی روایت سے بیان کرتے ہیں کہ پاکستان میں مارشل لاء کے قیام کے دس روز قبل حضور نے ارشاد فرمایا کہ ملک میں مارشل لاء جاری ہو گیا ہے۔

حضور کے روحانی جلوہ سے مسحور ہو گئے

محمد افضل صاحب مذکور تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہندو پاکستان کے ایک مشہور خطیب نے پونچھ میں تقریر کرتے ہوئے درگاہ جلالپور شریف کے متعلق طنزاً کہا تھا کہ وہاں تو کونسل آف سٹیٹ کی ممبری ہے ان سے مراد حضور قبلہ عالم کے برادر خورد نواب عالمتاب سید محمد مہر شاہ صاحب مدظلہ العالی سے تھی جو ان دنوں ہندوستان کی کونسل آف سٹیٹ کے ممبر تھے۔ شاہ صاحب کے اس انداز بیان سے جلال پور شریف کی درگاہ عالیہ کے متعلق عوام میں کچھ بدظنی سے پیدا ہو گئی چنانچہ محمد افضل صاحب کو ان کے ماموں دوست محمد خان ہیڈ کنسٹیبل پولیس، پھوپھی زاد بھائی محمد اکبر خان سب انسپکٹر پولیس اور محمد زمان خان نمبردار موضع پنڈی کھٹانہ اکثر طعنہ دیا کرتے تھے کہ تم ایسے پیر کے مرید ہو جو محض دنیادار ہے لیکن جب حضور قبلہ عالم پہلی مرتبہ بسلسلہ درۂ حزب اللہ سے پونچھ تشریف لے گئے اور صبح کا کھانا کھانے کے لیے موضع دگوار تڑواں میں حضور کا قیام ہوا تو ہر سہ حضرات نے حضور کا دیدار پاتے ہی محمد افضل صاحب کے والد مرحوم کی خدمت میں اصرار شروع کر دیا کہ ہمیں فوراً حضرت صاحب کے ہاتھ پر بیعت کرایا جائے انہوں نے بمشکل انہیں روکے رکھا تا آنکہ حضور کھانا تناول فرما کر خیمہ سے باہر تشریف لے آئے اور ان تینوں کو بیعت کی سعادت نصیب ہوئی حضور کے نورانی جلوہ نے انہیں اتنا مسحور کیا کہ ایک بے خودی کی سی کیفیت طاری ہو چکی تھی اور بیعت کے بعد حضور کے بڑے مخلص عقیدتمند بنے۔ حضـ

Marfat.com

نے نورانی جلوہ سے عوام اور خواص تمام بہت متاثر ہوئے۔ تمام دیکھنے والوں کی زبان سے واہ واہ سبحان اللہ کی آوازیں شروع ہو گئیں۔ اور پھر جب پونچھ کے مقام پر لوگ حضور کی زیارت اور مواعظ حسنہ سے مستفیض ہوئے تو تمام بد ظنی ہمیشہ کے لیے کافور ہو گئی۔

ایک کی وجہ سے سارے مسافر بچے

راجہ محمد اکبر سکنہ گڑھا منگوٹ تحصیل گوجر خان حضور کی خدمت میں حاضر تھے۔ حضور کا لال کڑتی واقع راولپنڈی قیام تھا۔ راجہ صاحب نے حضور سے گھر جانے کیلئے اجازت چاہی حضور آمادہ نہ ہوئے۔ کئی بار عرض کی آپ انکار فرماتے رہے راجہ صاحب نے آخر درویش صاحبان سے سفارش کرائی اور رخصت مل گئی۔ چنانچہ گھر جانے کے لیے لاری پر سوار ہو گئے۔ لاری جب ایوب پارک سے گزر کر پہاڑی سے اترنے لگی تو بے قابو ہو گئی۔ ڈرائیور نے ہزار کوشش کی مگر ناکام رہا۔ لاری کا ایک ایک تختہ جدا ہو گیا اور انجام کار انجن بھی پرزے پرزے ہو گیا۔ مگر خدا کی قدرت کسی مسافر کو کوئی نقصان نہ پہنچا صرف معمولی خراشیں آئیں۔ کچھ دیر کے بعد راولپنڈی سے پولیس اور سول کے کئی افسران آ گئے اور بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ تمام حیران تھے کہ اتنا شدید حادثہ ہوا ہے اور پھر بھی کسی مسافر کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ حتی کہ ڈرائیور اور کلینر بھی بچ گئے راجہ صاحب حادثہ کے بعد سیدھے حضور کی خدمت میں لال کڑتی پہنچے اور گھر جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ حضور کا اجازت نہ دینا اسی حکمت پر مبنی تھا اب انہیں سمجھ آئی بعد میں اس حادثہ کے متعلق ایک پیر بھائی سے حضور نے فرمایا ایک کی وجہ سے تمام مسافر بچ گئے۔

رخصت نہ دینے میں مصلحت پنہاں

مولوی ولی محمد صاحب بتاتے ہیں کہ جب ۱۹۴۷ء میں ملک تقسیم ہوا اور عام ہلچل مچی ہوئی تھی۔ انہوں نے ایک روز بعد از نماز ظہر حضور سے گھر جانے کے لیے رخصت مانگی۔ حضور متامل ہوئے دو تین بار عرض کرنے کے بعد حضور نے دعائے خیر تو فرمائی مگر چہرہ انور پر تردد کا سایہ بار بار نمایاں ہو جاتا تھا۔ مولوی صاحب نے قدمبوسی کی اور روانہ ہو گئے آلہ کے پل پر پہنچے تو نہنگ سکھ نیزے تانے پھر رہے تھے ان کے چہروں پر غیظ و غضب کی آگ بھڑک رہی تھی ایک نہنگ سکھ انہی دنوں قتل ہو گیا تھا مولوی صاحب آلہ اسٹیشن کے آگے لائن کے ساتھ ساتھ جا رہے تھے تو سکھ فوجیوں سے بھری ہوئی جیپ کاریں یکے بعد دیگرے جاتی دیکھیں۔ انہوں نے بندوقیں اٹھائی ہوئی تھیں اور مولوی صاحب کو گھور گھور کر دیکھتے تھے۔ انسانی جان کی ان دنوں کوئی قیمت نہ تھی جنگل بیابان تھا اور مولوی صاحب دشمن سکھوں کی گولی کی بالکل زد میں تھے ان کا وجود خود

Marfat.com

سے پسینہ پسینہ ہو چکا تھا۔ اگر کوئی سکھ سپاہی گولی مار کر انہیں ٹھنڈا کر دیتا تو ان کی نعش گیدڑوں نے پھاڑنی تھی۔ اس وقت انہیں پتہ چلا کہ حضور رخصت کرتے ہوئے کیوں اس قدر متردد تھے۔ اور مولوی صاحب بار بار سوچتے تھے۔ میرے گھر پہنچنے تک حضور کو باطنی طور پر کس قدر متوجہ رہنا پڑا ہوگا۔

نگاہ کرم نے کایا پلٹ دی

راجہ محمد عباس خان ولد لیفٹیننٹ شاہد خان وکٹوریہ کراس ہولڈر سکنہ تخنتی راجگان چھوٹی عمر میں ہی نماز، روزہ اور نیک کاموں کی طرف رجحان رکھتے تھے۔ عموماً ہم عمر بچوں کے ساتھ ایک جھنڈا اٹھا کر کلمہ شریف کا ذکر بلند آواز میں کیا کرتے تھے۔ غالباً ۱۹۳۸ء میں حضور ان کے گاؤں تخنتی راجگان کے قریب جھٹہ ہتھیال بسلسلہ دورہ تشریف لے گئے ان کے گاؤں کے بہت سے نیاز مند شریک جلسہ ہوئے یہ بھی اپنی جماعت کے ساتھ کلمہ شریف کا ذکر جہر کرتے ہوئے وہاں پہنچے انہوں نے اپنے ساتھیوں کو کہا تھا وہاں جا کر چاول کھائیں گے بچے خوش تھے جونہی ان کی جماعت جلسہ گاہ کے پاس پہنچی ذکر جہر سن کر حضور نے پوچھا یہ کون ہے راجہ سمندر خان سکنہ جھٹہ ہتھیال نے عرض کی قبلہ جس لڑکے نے جھنڈا اٹھایا ہوا ہے وہ ایک فوجی افسر کا بیٹا ہے جسے وکٹوریہ کراس ملا ہوا ہے۔ اس لڑکے کو کلمہ شریف پڑھنے کا بڑا شوق ہے جھنڈا اٹھائے دوسرے لڑکوں کو ساتھ لیے ذکر جہر کرتا رہتا ہے۔ حضور نے فرمایا اس لڑکے کو پیش کرو۔ چنانچہ راجہ سمندر خان نے راجہ محمد عباس اور ان کی پارٹی کو حضور کی خدمت میں پیش کر دیا۔ کوئی تین چار ہزار حاضرین شریک جلسہ تھے۔ وعظ ہو رہا تھا پارٹی کے حاضر ہونے پر حضور بہ نفس نفیس کرسی سے اٹھ کھڑے ہوئے راجہ عباس خان کو اپنے قریب بلایا پیٹھ پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا لوگوں دعا کرو ہم نے آج اس بچے کو دین کا وکٹوریہ کراس عطا کر دیا ہے۔ حکومت نے اس کے والد کو دنیا کا وکٹوریہ کراس دیا تھا ہم اسے دین کا وکٹوریہ کراس عطا کرتے ہیں۔ یہ بچہ بہت اچھا ہے پھر فرمایا یہ ہمارے ساتھ کھانا کھائے گا۔ اس کی پارٹی کو چاول کھلائے جائیں۔ حضور کے فرمان کی تعمیل ہوئی اور راجہ صاحب اپنی پارٹی کو چاول کھلا کر گھر واپس لے گئے اس کے بعد راجہ صاحب کی باطنی حالت تبدیل ہونے لگ گئی۔ میٹرک تک تعلیم پانے کے بعد کچھ عرصہ فوج میں رہے مگر تاثیر بیعت کا غلبہ تھا ذکر جہر دیوانگی کی حد تک پہنچ گیا اسی حالت میں جلالپور شریف حاضر ہوئے۔ حضور نے فرمایا خدا کا غلام اور کسی کا غلام نہیں ہو سکتا۔ نوکری چھوڑ دو چنانچہ مستعفی ہو گئے دینی تعلیم حاصل کی بہت سے مذہبی کتابوں کا مطالعہ کیا دینی اور دنیاوی کامیابی حاصل ہوئی کاروبار پھلا پھولا

Marfat.com

بھائیوں کا اتفاق دوسروں کیلئے باعث رشک بنا اور عجیب سرور وکیف سے زندگی بسر ہونے لگی۔ یہ سب کچھ حضور کی نگاہ کرم کا نتیجہ تھا۔

ہمارے محمد اکرم کو کوئی خطرہ نہیں

صوفی محمد عباس صاحب مذکور نے بتایا کہ ان کا بھائی محمد اکرم پہلے زبردست جھگڑالو قسم کا انسان تھا آئے دن کسی نہ کسی ہنگامے یا جھگڑے میں پھنس جاتا، شکایات عام ہوگئیں حضور کی خدمت میں عرض کی گئی۔ آپ نے فرمایا۔ ہمارے محمد اکرم کو کوئی خطرہ نہیں اب ایک موقع پر عجیب اتفاق ہوا دورہ کے سلسلہ میں حضور کا تختی راجگان میں مقام تھا ادھر محمد اکرم کو ایک مقدمہ کے سلسلہ میں بحیثیت ملزم مجسٹریٹ کی عدالت میں حاضر ہونا پڑا۔ جب عدالت ختم ہونے لگی تو مجسٹریٹ نے کہا محمد اکرم ضمانتی لاؤ یا اندر جاؤ۔ ضمانتی کوئی نہیں تھا چنانچہ ہتھکڑی لگا دی گئی اور سپاہی لے کر روانہ ہو پڑا۔ محمد اکرم کے ساتھ ایک بوڑھا آدمی تھا وہ گھبرا کر اسٹیشن پر چلا گیا تاکہ گاڑی پر سوار ہو کر گھر جائے۔ تھوڑی دیر بعد مجسٹریٹ عدالت ختم کر کے چلا گیا۔ اب ریڈر خود بخود کہنے لگا دیکھو مجسٹریٹ نے غلطی کی ہے مفت میں بیچارے کو حوالات بھیج دیا ہے جہاں اسے ایک ہفتہ رہنا پڑے گا پھر چپڑاسی کو کہا جاؤ ابھی سپاہی رستہ میں ہوگا اسے واپس بلا لاؤ سپاہی محمد اکرم سمیت لوٹ آیا ریڈر نے کہا غلطی ہوگئی ہے اسے ہتھکڑی نہیں لگانی چاہیے تھی کھول دو۔ سپاہی نے کھول دی پھر ریڈر نے محمد اکرم کو کہا جاؤ اگلی تاریخ پر کوئی ضمانتی بھیج دینا۔ خود نہ آنا۔ اب محمد اکرم اسٹیشن پر پہنچا تو بوڑھا ساتھی موجود تھا وہ سخت گھبرایا اور کہنے لگا تم بھاگ آئے ہو۔ تم اپنی عادتوں سے باز نہیں آتے مجھے بھی مصیبت میں ڈالو گے اسے اصل واقعہ کا پتہ چلا تو پھر خاموش ہوا۔ صوفی محمد عباس علیحدہ گھر میں گھبرائے ہوئے تھے۔ حضور کے مقام کا انتظام کرنا تھا۔ جب محمد اکرم گھر پہنچا تو اسے سخت تنبیہ کی۔ جب سارا ماجرا سنا تو کہا واقعی جس کا مرشد کامل ہو اسے کیا خطرہ ہوسکتا ہے۔ اگلے روز حضرت امیر حزب اللہ مدظلہٗ العالی نے تشریف فرما ہونا تھا پالکی لانے کے لئے اور پیر بھائیوں کے ساتھ صوفی محمد عباس ماڑ دانشمندان پہنچے۔ حضور نے دیکھتے ہی از خود مسکرا کر فرمایا محمد اکرم آ گیا ہے۔ صوفی صاحب کہتے ہیں کہ خدا کا شکر ہے حضور کی توجہات سے اب محمد اکرم بڑا صالح اور سعادتمند نوجوان بن چکا ہے۔

حضور اس طرح سنتے ہیں تو پھر گفتگو میں بڑا احتیاط ہونا چاہیے

۱۹۵۷ء میں حضور بسلسلہ عید الاضحیٰ حسب دستور جلالپور شریف پہنچے۔ سید فضل الحق شاہ صاحب اور راقم آثم بھی حاضر خدمت ہوئے اس موقع پر دوپہر کو ہم نے مسجد لنگر شریف کے

Marfat.com

جنوبی کمرہ میں کھانا کھایا آپس میں فقر و تصوف کے متعلق گفتگو ہوتی رہی۔ بندہ نے عرض کیا کہ حقیقت تصوف کے متعلق ایک کتاب لکھنے کا ارادہ ہے اس کے بعد ہم روضہ شریف کے نیچے مسقف رستہ کے شمال والے حجرہ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جونہی ہم بیٹھے حضور نے فرمایا۔ حقیقت تصوف کے متعلق کتاب لکھنے کا ارادہ مبارک ہے اہل زمانہ کو حقیقت نفس سے آگاہ کرنا چاہیے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا من عرف نفسہ فقد عرف ربّہ' جب شاہ صاحب موصوف اور بندہ کو علیحدگی میں گفتگو کا موقع ملا تو شاہ صاحب نے فرمایا بھئی اگر حضور اس طرح دور کی باتیں سنتے ہیں تو پھر بڑا احتاط رہنا چاہیے۔

گاڑی رکی رہی

میاں حبیب باورچی لنگر شریف نے بتایا کہ ان کی ابتدائی عمر تھی ماہ رمضان شروع ہونے والا تھا۔ حسب سابق حافظ صلابت مرحوم نماز تراویح میں قرآن مجید سنانے کے لئے آچکے تھے۔ مگر کوئی سامع نہیں تھا جس روز ماہ رمضان کا چاند ہونے کی توقع تھی۔ حضور نے صبح ساڑھے آٹھ بجے فرمایا کہ حبیب جاؤ منڈی بہاؤالدین سے گاڑی پر سوار ہو کر چیلیانوالی اترو۔ قریب کوٹ اسلام ہے وہاں سے آج ہی حافظ لے آؤ گاڑی منڈی بہاؤالدین دس بجے پہنچتی تھی میاں حبیب روانہ ہو پڑے دریا پر پہنچے تو لنگر شریف کے دو درویش میاں احمد اور میاں غلام رسول بھی موجود تھے۔ وہ لنگر شریف کا کچھ مال گدھے پر لاد کر منڈی بہاؤالدین جا رہے تھے کشتی پر کوئی ملاح نہیں تھا دیر کے بعد آیا دریا کو عبور کر کے کھیوہ کے پاس بڑی نہر پر پہنچے تو میاں احمد اور میاں غلام رسول نے کہا اب گاڑی نہیں مل سکتی یہاں سے پیدل چیلیانوالی چلے جاؤ میاں حبیب نے کہا میں تو گاڑی پر جاؤں گا حضور کا فرمان ہے۔ نہر سے آگے بڑھے تو گاڑی ملک وال کی طرف سے منڈی بہاؤالدین پہنچتی نظر آئی ابھی دو میل سفر باقی تھا۔ میاں احمد مزاح کرتے تھے اب کیسے پہنچو گے؟ میاں حبیب نے بھاگنا شروع کر دیا تھک جاتے تو چلنے لگ جاتے۔ سٹیشن پر پہنچے تو گاڑی موجود تھی ٹکٹ خریدا۔ پلیٹ فارم پر گئے لوگوں نے بتایا ایک انجن لالہ موسیٰ جا رہا تھا۔ جو چیلیانوالی کے قریب خراب ہو گیا ہے اس لیے گاڑی رکی ہوئی ہے۔ میاں صاحب نے بینچ پر بیٹھ کر ستانا شروع کر دیا کچھ دیر بعد میاں احمد اور میاں غلام رسول بھی اپنے گدھے کے ساتھ آ پہنچے۔ میاں حبیب نے کہا آؤ اب تم بھی گدھے سمیت سوار ہو جاؤ جب دونوں درویشوں نے سوار ہوتے دیکھ لیا تو گاڑی روانہ ہو پڑی۔ اس طرح چیلیانوالی ہو کر کوٹ اسلام گئے اور حافظ کو لے کر شام سے پہلے جلالپور شریف پہنچ گئے۔

Marfat.com

زندہ پیر کی زندہ جاوید کرامت

میاں گل حسن سکنہ ڈھوک میاں غلام داخلی بسالی ضلع راولپنڈی اپنے ایک خط مطبوعہ رسالہ صوفی بابت ماہ ستمبر ۱۹۲۴ء میں لکھتے ہیں۔ کہ ان کے ہاں پانی کی سخت قلت ہے۔ کنواں نہیں۔ ایک رات خواب میں حضور کو دیکھا کہ ایک جنگل میں گلگشت فرمارہے ہیں اور میں حضور کے ہمراہ جارہا ہوں۔ آپ نے ایک جگہ ٹھہر کر پانی طلب فرمایا۔ میں نے گذارش کی۔ یہاں پانی کہاں اس پر آپ نے اپنا پانچ شاخ والا عصا مرحمت فرماکر حکم دیا کہ اپنے پاؤں کی جگہ گاڑ دو۔ میں نے امتثال امر کیا۔ پھر ارشاد ہوا اسے نکالو میں نے باہر کھینچا۔ لیکن عصا اپنی جگہ سے نہ ہلا دوبارہ حکم ملنے پر دوبارہ ہمت صرف کی لیکن بے سود۔ آخر حکم ہوا کہ یہ عصا ہمت ہی سے نکالو گے میں نے تیسری مرتبہ خوب زور لگایا عصا زمین سے باہر نکل آیا اور اس کیساتھ ہی پانی کے پانچ چشمے جاری ہوگئے میں ہاتھ دھو کر آپ کو پلایا اور خود بھی پیا اس کے بعد ارشاد ہوا اب تمام دنیا کے پینے کے لیے یہ کنواں کافی ہے اس پر میری آنکھ کھل گئی اور میں اپنی بیداری پر حسرت وافسوس کے ہاتھ مل کر رہ گیا۔ کاش یہ خواب قیامت تک جاری رہتا تو حضور کے دیدار سے محروم نہ رہتا۔ یہ تہجد کا وقت تھا اٹھ کر نماز ادا کی صبح ہونے پر اس مقام کی تلاش کر کے جہاں میں نے حضور کے ارشاد سے عصا گاڑا تھا نشان لگا دیا۔ اور چند آدمی لے کر زمین کھودنا شروع کی۔ ایک گز کی کھدائی کے بعد معلوم ہوا کہ یہاں ایک پرانا کنواں ہے جو پر ہو چکا ہے اور لوگوں کے علم سے باہر ہے۔ تین روز کھودنے کا کام جاری رہا جب ساڑھے تین گز کھد چکا تو پانی کے آثار نمایاں ہوئے اور اندازہ ہوگیا کہ پانی بہت جلد نکل آئے گا اس پر کچھ شیرینی لیکر اس پر درود شریف پڑھا اور تقسیم کردی۔ لوگوں کو بلایا ان کی ضیافت کی۔ کنواں کھدوا کر صاف کرایا میاں گل حسن رقم طراز ہیں کہ انہوں نے نیچے اتر کر دیکھا معلوم ہوا کہ پانی نکلنے کے پانچ چشمے ہیں۔ کل کنواں آٹھ گز ہے پانچ گز تعمیر شدہ اور تین گز پتھر کھود کر بنایا گیا ہے۔ میاں صاحب کہتے ہیں کہ یہ ایک زندہ کرامت ہے جو کہیں دور نہیں جس شخص کے دل میں شک واشتباہ پایا جاتا ہو آکر دیکھ لے۔ سٹیشن مندرہ سے بسالی گاؤں میں پہنچنا قطعاً مشکل نہیں۔

استغنائے طبیعت

سید ملک شاہ صاحب سکنہ منارہ نزد دینہ ضلع جہلم کو حضرت اعلیٰ خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ سے شرف بیعت حاصل تھا۔ فوت ہونے لگے تو انہوں نے چند آدمیوں کو بلا کر وصیت کی کہ میرے پاس اس وقت تین ہزار روپے ہیں جو بطور امانت رکھے ہیں وہ وصول کر کے حضرت اعلیٰ

Marfat.com

حزب اللہ مدظلہ العالی کی خدمت میں پہنچانے ہیں۔ حضور ہی میرے وارث ہیں ان کی وفات کے بعد یہ اطلاع لنگر شریف میں بھیجی گئی۔ منشی محمد عالم محرر خصوصی رقم لے گئے اور حضور کی خدمت میں پیش کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا یہ رقم جامع مسجد حیدری کی تعمیر پر خرچ کی جائے شاہ صاحب مرحوم کو فائدہ پہنچے گا۔ چنانچہ اسی مد میں تمام رقم خرچ کر دی گئی۔

باوقار اور باعزت سمجھوتا ہوا

۲۰ رمئی ۱۹۵۶ء بروز اتوار ہمارے برادرِ طریقت منشی فیض رسول پٹواری ضلع گجرات اپنے پٹوار خانے میں بیٹھے تھے اور سرکاری کام کر رہے تھے کپتان محمد خان قوم گوجر سکنہ نندووال آیا۔ اس نے قوم گوجر چوہان اور کٹھانہ کا شجرہ نسب لینا تھا۔ منشی صاحب نے مرتب کیا مگر اس دوران میں کپتان مذکور غرور اور تکبر کی بنا پر تیز کلامی پر اتر آیا۔ دشنام طرازی سے کام لیا اور اجرت دیے بغیر شجرہ نسب اٹھا کر چلتا بنا۔ منشی صاحب موصوف نے اس وقت تحصیلدار صاحب سے اجازت لی کہ سارا ماجرا جناب ڈپٹی کمشنر صاحب گجرات میں خدمت میں بیان کریں۔ کپتان مذکور نے بھی اپنے ساتھ بہت سے آدمیوں کو شامل کر لیا اور غلط سلط شکایات کا طومار لگا دیا۔ حالات زیادہ بگڑتے نظر آئے تو منشی صاحب نے حضور کی خدمت میں عریضہ ارسال کیا۔ آپ نے ازراہ نوازش ۸ رجون کو مکھڈ کاٹیج پنڈی پوائنٹ کوہ مری سے نوازش نامہ میں لکھا:

> لوگوں کے دلوں میں آپ کے عزت و احترام قائم ہونے کے لئے بارگاہ مجیب الدعوات سے بتوسل حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ استدعا کی گئی ہے۔ آپ گھبرائیں نہیں انشاء اللہ بہتری ہو گی۔ اور آپ کو لاحق تکالیف سے نجات حاصل ہو جائے گی۔

حضور کی دعا بابرکت تھی۔ تمام شکایات غلط ثابت ہوئیں۔ ہنگامہ فرو ہو گیا حضور کی مبارک پیش گوئی کے مطابق لوگوں کے دلوں میں منشی صاحب کا احترام قائم ہو گیا اور کپتان محمد خان نے سر مجلس منشی صاحب اور ان کے ساتھیوں سے معافی مانگی۔ بڑا باعزت اور باوقار سمجھوتا ہوا۔

گیمبر کے تباہی خیز حادثہ ریل سے بچے

شیخ محمد احسن ساکن رحیم یار خان حضور کی خدمت میں راولپنڈی حاضر ہوئے قیام مغلسرائے ہوٹل میں کیا واپس ہونے کا وقت آیا تو ۳۰ را کتوبر ۱۹۵۷ء کی شام کو حضور کی کوٹھی پر حاضر ہوئے اور دعائے خیر کے لیے عرض کی۔ صبح کراچی ایکسپریس پر جانے کا ارادہ تھا۔ حضور نے فرمایا صبح جاتے ہوئے پھر دعائے خیر کہلا کر جانا۔ چنانچہ شیخ صاحب اپنے چچا شیخ محمد مقبول اور

Marfat.com

خان فیض محمد خان برادر اخیافی نمبر دار سلطان پور ضلع رحیم یار خان کے ساتھ اگلی صبح حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ دونوں صاحبان بھی بغرض زیارت راولپنڈی آئے تھے۔ حضور نے دعائے خیر فرمائی۔ رخصت عنایت کی اور ارشاد فرمایا خدا حافظ۔ شیخ صاحب اور ان کے ہمراہی واپس ہوئے تو اسٹیشن سے ٹرین نکل چکی تھی۔ اسلئے آپ لاری پر سوار ہو گئے اور لاہور سے ۸ بجے شام کے بعد کراچی ایکسپریس پر سوار ہو گئے۔ شیخ صاحب انجن کے ساتھ والے ڈبہ میں تھے۔ گاڑی تیزی سے جارہی تھی رات کے گیارہ کا وقت ہو گیا۔ اوکاڑہ سے گاڑی آگے نکل گئی بعض مسافر سو رہے تھے۔ بعض آپس میں محو گفتگو تھے۔ گیمبر سٹیشن کے بیرونی سگنل کے قریب پہنچی تو تیل بردار گاڑی سے اچانک ٹکر ہوئی دونوں انجن ٹکرا کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے تیل والی گاڑی کے پانچ چھ اور مسافر گاڑی کے دو ڈبے پٹڑی سے گر گئے شیخ صاحب انجن کے ساتھ والے ڈبے میں تھے یہ گر کر الٹا اور پہلو کے دو پہیوں پر کھڑا ہو گیا۔ چھت اور نشستیں چور چور ہو گئیں۔ صرف وہ نشست بچی جس پر شیخ صاحب اور ان کے دونوں ساتھی تھے۔ باہر نکلنے لگے تو ایک پاؤں ٹوٹے ہوئے پھٹوں سے نیچے چلا گیا اور اس لئے کچھ خراشیں آگئیں پاؤں باہر کھینچا۔ کھڑکیوں کے رستے پیچھے سے نکلے۔ اور تیسرے ڈبے میں سے نیچے اترے۔ اس دوران میں تیل کے ڈبوں کو آگ لگ چکی تھی بڑھتے ہوئے شعلوں نے شیخ صاحب کے بالوں کو جھلس ڈالا۔ بھاگ کر دور جا بیٹھے۔ آگ آناً فاناً پھیل گئی۔ تیل کی ٹینکیوں کے پھٹنے سے ایٹم بم کی طرح دھماکہ ہوتا تھا۔ دور دور تک ٹینکیوں کے ٹکڑے اس طرح اڑتے تھے جیسے گولیاں برس رہی ہیں۔ ہزاروں مسافر بری طرح زخمی ہوئے۔ بیسیوں زندہ جل گئے۔ ایک برات سالم کی سالم ختم ہو گئی۔ صرف دولھے کی ماں رات کی تاریکیوں میں جگر سوز بین کرنے لیے زندہ رہ گئی۔ لوگ چیخ رہے تھے۔ آہ وزاری کر رہے تھے کراہ رہے تھے۔ شور قیامت بپا تھا۔ بلا مبالغہ دو ہزار مسافر جاں بحق ہوئے۔ شیخ صاحب نے جب رحیم یار خان پہنچ کر ذکر کیا کہ انجن کے ساتھ والے ڈبے میں ہونے کے باوجود بچ گئے ہیں تو تمام لوگ حضور کی مسیحائی کے معترف ہو گئے۔

زمین اپنے نام رکھو۔ اللہ تعالیٰ اولاد نرینہ دیں گے

چودھری غلام حسین سکنہ لنگاہ تحصیل چکوال کی اولاد نرینہ فوت ہو چکی تھی صرف لڑکیاں تھیں رشتہ دار خوش تھے۔ کہتے تھے ان کی جائداد ہمیں ملے گی۔ بعض لوگوں نے چودھری صاحب مشورہ دیا کہ تمام زمین لڑکیوں کے نام انتقال کرا دو۔ چنانچہ وہ اپنی بیوی کو ساتھ لے کر حضور اجازت لینے کے لیے جلالپور شریف حاضر ہوئے۔ حضور نے ان کی بیوی کی طرف ذرا اور

Marfat.com

فرمایا۔ غلام حسین زمین انتقال نہ کراؤ۔ اپنے نام رکھو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اولاد نرینہ دیں گے۔ حضور کی دعا سے ایک سال کے اندر بیک وقت دو لڑکے پیدا ہوئے۔ حضور نے خود نام تجویز فرمائے۔ احمد خان اور محمد خان۔ لنگر شریف سے ان کے لیے کپڑے بھیجے۔ اور فرمایا تبرک کے طور پر انہیں رکھ نہ لینا بلکہ بچوں کو پہنا دینا۔ حضور کی دعا سے دونوں لڑکے بڑے خوب صورت ہیں اور ہائی سکول کی بالائی جماعت میں تعلیم پا رہے ہیں۔

خوراک کا نسبتاً کم انتظام مگر ہزار ہا مہمانوں کے لیے کافی ہوئی

صوفی علی اصغر چشتی حیدری سکنہ لال کڑی راولپنڈی نے ۱۹۵۶ء میں حضور کی آمد کے متعلق ہر طرف تشہیر کی۔ حضور نے شروع ہی میں اپنی تقریر کا موضوع متعین فرمالیا۔ راولپنڈی کے ماحول کے زیر نظر آپ نے روحانیت پر تقریر کرنے کا فیصلہ کیا۔ اسلیے صوفی علی اصغر صاحب نے ''مادیت کے زمانہ میں روحانیت کا پیغام'' عنوان قائم کر کے اشتہارات طبع کرائے۔ جلی الفاظ میں حضور کی تشریف آوری کا ذکر کیا۔ اور اشتہارات تمام شہر میں تقسیم کیے۔ قبلہ حضرت امیر حزب اللہ کی روحانی کشش تھی اسی لیے روز مقرر کو لوگ انبوہ در انبوہ آنے لگ گئے۔ ہزار ہا متلاشیان حق جمع ہو گئے۔ حضور کی تقریر بڑی اثر انگیز، بصیرت افروز اور عالمانہ تھی۔ لنگر تقسیم کرنے کا وقت آیا تو صوفی صاحب نے اندازہ لگایا خوراک کا انتظام لوگوں کی تعداد کے مقابلہ میں تھوڑا ہے۔ مگر انہوں نے حضور سے دعائے خیر کہلا کر کھلے دل تقسیم شروع کر دی۔ مہمان گروہ در گروہ آ کر کھاتے رہے لوگوں کو بلا بلا کر بٹھاتے تھے۔ جب ہر ایک کھا چکا اور صرف کام کرنے والے رہ گئے تو صوفی صاحب کو دیکھ کر حیرت ہوئی کہ اس اجتماع عظیم کے باوجود ہر چیز بڑی مقدار میں بچ گئی تھی۔ جو انہوں نے محلہ والوں اور دیگر واقف کاروں میں بطور تبرک تقسیم کر دی یہ برکت حضور کی توجہ کا نتیجہ تھی۔

بٹ کے رہیگا ہندوستان

چودھری غلام حیدر صاحب سکنہ سوہاوہ ضلع گجرات نے پاکستان بننے سے پہلے ایک بار خلوت میں حضور کی خدمت میں عرض کی۔ قبلہ منڈی بہاؤالدین کے ہندوؤں سے جب کبھی گفتگو ہوتی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم ہندوستان نہیں بٹنے دیں گے۔ انہوں نے بڑا شور مچا رکھا ہے آپ مہربانی فرما کر بتائیں کیا بٹ کے رہے گا ہندوستان۔ حضور نے فرمایا ہاں بٹ کے رہے گا ہندوستان۔ چودھری صاحب کہتے ہیں اس کے بعد جب کبھی منڈی کے ہندو واویلا مچاتے تھے تو میں انہیں کہتا تھا مجھے ایک مرد کامل نے بتایا ہے کہ بٹ کے رہے گا ہندوستان۔ اس لیے اب تمام

Marfat.com

واویلا بے کار ہے۔

ٹرین ٹھہر گئی

صوفی محمد اسماعیل صاحب سفیر حزب اللہ ساکن ابہن چک تحصیل راولپنڈی کو ایک بار حضرت امیر حزب اللہ نے سالانہ دورہ کی تربیت کے بعد جلالپور شریف طلب فرمایا۔ صوفی صاحب کو حضور نے تحصیل راولپنڈی تحصیل کہوٹہ نصف اور تحصیل فتح جنگ ضلع کیملپور کا سفیر مقرر فرمایا ہوا تھا۔ ان کی سفارش پر حضور نے مقام کھدر پیڑ تحصیل راولپنڈی دورہ کے پروگرام میں شامل فرمایا تھا۔ پیر احمد شاہ صاحب سجادہ نشین میرا شریف پروگرام مرتب ہونے کے بعد جلالپور شریف حاضر ہوئے اور عرض کی کہ کھدر پیڑ کی بجائے میرا شریف مقام منظور فرمایا جائے۔ حضور نے فرمایا صوفی محمد اسماعیل سے مشورہ کر کے فیصلہ کیا جائے گا۔ کیونکہ وہی ان علاقوں کے سفیر ہیں۔ صوفی صاحب حاضر ہوئے تو انہوں نے عرض کی قبلہ کھدر پیڑ کے غریب پیر بھائیوں نے بڑے شوق سے مقام منظور کرایا ہے۔ ان کی بڑی دل شکنی ہوگی۔ شاہ صاحب امیر کبیر ہیں دورہ کے بعد بھی مقام رکھا سکتے ہیں۔ حضور نے فرمایا درست ہے ہم غریبوں کی دل شکنی نہیں کرتے۔

صوفی صاحب واپس ہوئے تو لالہ موسیٰ سے ڈاک گاڑی پر بیٹھ گئے مندرہ جنکشن پر گاڑی تبدیل کرنے کا ارادہ تھا کیونکہ ان کے سٹیشن مانکیالہ پر ڈاک گاڑی نہیں ٹھہرتی تھی۔ مگر وہ سوئے رہے اور سوار بھی درمیانہ درجہ میں تھے۔ آنکھ کھلی تو باہر جھانکا پتا چلا۔ گاڑی مانکیالہ پہنچنے والی ہے۔ سخت گھبرائے۔ جلالپور شریف کی طرف رخ کر کے حضور سے استمداد کی درخواست کی۔ عرض گزاری قبلہ گاڑی یہاں نہ ٹھہری تو پھر چک لالہ جا رکے گی۔ اور پکڑا گیا تو ذلیل ہونا پڑے گا۔ جیب میں پیسہ ایک بھی نہیں یہ عرض کر کے صوفی صاحب نے اپنا سامان اٹھالیا اور اترنے کے لیے تیار ہو گئے ہم سفر سکھ لوگ تھے انہوں نے کہا عقل تو ٹھکانے ہے؟ گاڑی اب چک لالہ جا ٹھہرے گی۔ صوفی صاحب خاموش رہے جب مانکیالہ آیا تو گاڑی ٹھہر گئی اور صوفی صاحب جھٹ اتر گئے سامنے عبدالرزاق ماسٹر اسٹیشن بھاگے بھاگے آ رہے تھے کہ ٹرین خلاف معمول کیوں ٹھہر گئی ہے وہ صوفی صاحب کو جانتے تھے اور حضرت امیر حزب اللہ کی کرامات کے قائل تھے فوراً کہنے لگے اب سمجھ آگئی گاڑی آپ کے لیے رکی ہے۔

نفل تسکین قلب پڑھو

صوفی محمد اسماعیل صاحب نے بتایا کہ ایک رات حضور نے خواب میں فرمایا چار نفل تسکین پڑھا کرو بعد میں حضور راولپنڈی تشریف فرما ہوئے تو صوفی صاحب نے عرض کی۔ جنا

Marfat.com

خواب میں یہ فرمان ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا شیطان کبھی پیر کامل کی صورت اختیار نہیں کرسکتا۔ خواب بالکل صحیح ہے یہ نفل ضرور پڑھنے چاہیں۔

لے جانے کیلئے موٹر لوٹ آئی

صوفی محمد اسماعیل نے ۱۹۴۷ء کا ایک واقعہ سنایا۔ حضرت امیر حزب اللہ مدظلہ العالی نے انہیں اور راجہ سمندر خان صاحب سکنہ جھٹہ ہتھیال کو بیر صاحب مانکی شریف کی خدمت میں ایک کار خاص کے لیے روانہ فرمایا پیر صاحب کے وطن جا کر معلوم ہوا کہ وہ تو پشاور گئے ہوئے ہیں کیونکہ خان عبدالقیوم خان اور دیگر ذمہ دار اشخاص نے مل کر ایک اہم قومی مسئلہ کے متعلق ایک دوسرے سے مشورہ کرنا تھا۔ چنانچہ صوفی صاحب اور راجہ صاحب مانکی شریف سے پشاور جانے کیلئے نوشہرہ چلے۔ اب سڑک پر کوئی لاری نہیں ملتی تھی۔ ٹرینوں کی آمد و رفت بھی ہندو مسلم کشیدگی کے باعث ہفتے میں صرف دو بار ہوا کرتی تھی۔ کافی دیر کے بعد ایک موٹر والا آیا راجہ صاحب نے ٹھہرانے کے لیے اشارہ کیا۔ مگر ڈرائیور اپنے خیال میں مگن آگے نکل گیا۔ صوفی صاحب نے اس کی بے رخی کا مظاہرہ دیکھا تو سخت مشوش ہوئے۔ اور گھبرا کر کہنے لگے حضور کام پر بھیج دیا کرتے ہیں مگر روحانی امداد نہیں فرماتے۔ اب پشاور کیسے جائیں اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ وہی موٹر واپس آرہی ہے قریب پہنچ کر ڈرائیور نے موٹر روک لی انہیں سوار کیا اور روانہ ہو پڑا۔ اس نے کہا پورا ایک میل آگے جا کر آپ کے لیے لوٹ آیا ہوں۔ وہ انہیں پشاور صدر لے گیا جہاں انہوں نے جانا تھا۔ اور کرائے کا ایک پیسہ بھی نہ لیا۔

رفع جنوں کے لیے آیہ کریمہ پڑھو

صوفی محمد اسماعیل نے یہ ذکر کیا کہ ان کا بیٹا محمد اعظم چار سال تک مرض جنوں میں مبتلا رہا اس سلسلہ میں اسے لاہور پاگل خانہ میں بھی داخل کرایا گیا۔ مگر ہر طرف مایوسی ہی مایوسی نظر آتی تھی۔ کسی نے مشورہ دیا کہ مری کے قریب ٹوپہ کے مقام پر لال شاہ مجذوب کے پاس جاؤ۔ یہ ارادہ لے کر رات کو سوئے خواب میں دیکھا بری شاہ لطیف میں موجود ہیں قبر کھلی شاہ لطیف رحمۃ اللہ علیہ باہر نکل کر ایک جگہ تشریف فرما ہوئے اور صوفی صاحب کو کہا کہ لڑکے کی صحت کے لیے آیہ کریمہ پڑھو۔ صوفی صاحب نے سوچا جب تک امیر حزب اللہ کا فرمان نہ ہو کیسے پڑھوں۔ آنکھ کھل چکی تھی اور ابھی رات تھی پھر نیند آگئی۔ حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہٗ العزیز اور جناب امیر حزب اللہ دونوں کی زیارت ہوئی۔ حضور نے فرمایا آیہ کریمہ خود بھی پڑھو اور دوسروں کو بھی ... صبح آپ بذریعہ ریل راولپنڈی سے تشریف لا رہے تھے اور جلالپور شریف جانے کا ارادہ

Marfat.com

تھا ایک روز قبل صوفی صاحب راولپنڈی میں قدم بوسی کا شرف حاصل کر چکے تھے۔ اس لیے صبح سٹیشن پر حاضر ہو کر صوفی صاحب نے خواب بیان کیا اور اجازت چاہی حضور نے فرمایا ایک لاکھ مکمل کرو۔ چنانچہ مکمل کیا گیا اور جنون رفع ہو گیا۔ حضور نے اپنے تصرف روحانی سے کسی اور بزرگ کے پاس نہ جانے دیا۔ حالانکہ ایک دفعہ پہلے تذکرہ فرمایا تھا کہ لال شاہ مجذوب فقیر ہے۔

لِلّٰہ اپنے ساتھ ظہر کی نماز باجماعت میں شامل فرمائیں

ملک سلطان احمد نمبردار موضع پڈھ تحصیل پنڈ دادنخان بیان کرتے ہیں کہ ۱۹۲۷ء کے ساون بھادوں کے مہینہ میں وہ اپنے ماموں ملک محمد بخش کے ساتھ براستہ کھیوڑہ ملکوال بذریعہ ریل آئے اور آلہ اسٹیشن پر اترے۔ اور پیر بھائی بھی تھے گیارہ بجے دریا کے کنارے پہنچے۔ کشتی ان کے جانے سے پہلے روانہ ہو گئی۔ اب اس نے تین بجے شام آنا تھا باقی پیر بھائی تو دتو چوڑھ چلے گئے لیکن اپنے ماموں کے ساتھ ملک صاحب دریا کے کنارے بیٹھ گئے۔ بارہ برس کا ایک لڑکا بھی تھا ان کے ماموں نے چھ سات دفعہ حضور کو پکار کر عرض کی کہ قبلہ ابھی ابھی پار لے جائیں۔ اور خدارا نماز ظہر اپنے ساتھ پڑھائیں وہاں سے فاصلہ کوئی تین کوس ہو گا اس کے بعد اپنی اپنی چھتری کا سایہ کر کے سو رہے۔ کوئی بارہ بجے کا وقت تھا کہ آواز آئی تم کون ہو اور کہاں جانا ہے دیکھا تو محکمہ جنگلات کا ایک سپاہی تھا اور ایک ملاح ناؤ لیے قریب کھڑے تھے ملک صاحب نے کہا ہم جلالپور شریف جا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا ہم تمہیں دریا پار چھوڑ آئیں گے اور پھر لوٹ آئیں گے یہ دونوں سوار ہو گئے۔ انہوں نے کہا لڑکے کو بھی لے چلیں۔ ہم کرایہ دیں گے مگر وہ نہ مانے۔ ناؤ کو کھیتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ ہم پنڈی الٰہانی میں بیٹھے تاش کھیل رہے تھے کہ یک لخت دل میں خیال آیا چلو چکر لگا آئیں۔ فوراً چل پڑے۔ یہاں آپ کو دیکھا خیال آیا یہ لوگ دریا کے پار جانے والے ہیں۔ انہیں لے جائیں۔ پار پہنچ کر ملک صاحب اور انکے ماموں تیزی سے روانہ ہو پڑے۔ نچلی حویلی میں وضو کیا اور اوپر مسجد میں گئے تو حضور جماعت کرا رہے تھے۔ ایک رکعت ہو چکی تھی یہ بھی شامل ہو گئے۔

حضور نے سواری عنایت فرمائی

اسی موقع پر ملک سلطان احمد اور ان کے ماموں نے واپس ہونا تھا۔ ماموں صاحب کا خیال تھا گھوڑیاں کرائے پر لے لیں پنن وال جائیں اور وہاں سے ٹانگہ کرایہ کر کے ہرن پور جائیں۔ ان دنوں لاریاں کوئی نہیں تھیں۔ گرمی سے بچنے کے لیے آدھی رات سفر کرنے کا ارادہ حضور سے اجازت مانگی۔ مگر آپ خاموش رہے۔ دوبارہ عرض کی قبلہ راتوں رات چل کر

Marfat.com

وہاں پہنچ جائیں گے۔ اور اس طرح دن کی دھوپ سے بچ جائیں گے۔ حضور نے ازراہ کرم چند منٹ کے بعد فرمایا لنگر شریف کی گھوڑیاں صاحبزادگان والا تبار سید کرم شاہ صاحب اور سید محمود شاہ صاحب کو لانے منڈی بہاؤالدین جائیں گی۔ آپ درویشوں کے ساتھ ان پر سوار ہو کر چلے جائیں۔ اور منڈی بہاؤالدین سے ریل کے ذریعے گھر واپس جائیں۔ اس طرح سواری کے لیے گھوڑیاں مل گئیں۔ حالانکہ ذکر تک نہیں کیا تھا۔

رہنمائی کے لیے غیب سے سوار نمودار ہوا

ملک صاحب مذکور کی والدہ تیس بتیس پیر بہنوں کے ساتھ آلہ اسٹیشن سے اتر کر دریا کے کنارے آئیں۔ کاتک کا مہینہ تھا۔ دریا میں کم پانی تھا مگر یہ پتہ نہ تھا دریا پایاب کہاں ہے۔ اس لئے دریا کے کنارے بیٹھ گئیں۔ اچانک ایک سوار آ گیا اس نے کہا بے فکر ہو کر میرے پیچھے پیچھے دریا کو پار کریں۔ جب دریا کو عبور کر چکیں تو دس بیس قدم تک سوار نظر آیا اور پھر یک دم نظروں سے غائب ہو گیا۔ حالانکہ سامنے کم از کم ایک میل تک چٹیل میدان تھا۔

سب سے بڑا جھنڈا پیر حیدر شاہ کا ہوگا

انہی ملک سلطان احمد صاحب کا بیان ہے کہ ماہ دسمبر ۱۹۳۲ء میں وہ موضع رووال تحصیل پنڈدادنخان میں لکڑی خریدنے کے لیے گئے۔ واپسی پر موضع گوجر سودھی میں اپنے ایک دوست مسمی محمد علی کے ہاں شب باشی کی۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ اپنے گاؤں پڈھ کی گلی میں شمال کی طرف منہ کر کے کھڑے ہیں اور تحصیل چکوال کے پیر بھائی اور پیر بہنیں کثرت سے نہایت اچھا لباس پہنے آ رہے ہیں اور بتاتے ہیں کہ جلالپور شریف جا رہے ہیں۔ ملک صاحب نے انہیں کہا حضرت امیر حزب اللہ لاہور تشریف لے گئے ہیں اور تین دن کے بعد واپس ہوں گے۔ اسی اثناء میں انہوں نے دیکھا کہ خود انہوں نے حاجی صاحبان کی طرح احرام باندھا ہوا ہے۔ اور ایک فٹ بلند چوکی پر شمال کی طرف منہ کر کے کھڑے ہیں اس وقت غیب سے آواز آئی سلطان احمد ان لوگوں کو سنا دو کہ قیامت کے روز سب مرید اپنے اپنے پیران طریقت کے جھنڈوں کے تلے ہوں گے اور پیر حیدر شاہ صاحب کا جھنڈا سب سے بڑا ہوگا۔ یہ خواب جلالپور شریف حاضر ہو کر ملک صاحب نے حضور کی خدمت میں بھی بیان کیا۔

ہماری زمین کوئی نہیں لے سکتا

ملک غلام محمد صاحب ساکن کھوکھر ضلع جھنگ نے بتایا کہ انہوں نے اپنی کچھ زمین کے حق کے لیے دعویٰ دائر کیا وکیل نے سستی کی۔ وقت پر زرِ پنجم داخل نہ کرایا اور جج نے مقدمہ

Marfat.com

خارج کر دیا ملک صاحب نے نقول حاصل کرنے کے لیے وکیل کو کہا اور خود جلالپور شریف حاضر ہو گئے۔ حضور اس وقت محل شریف سے اٹھ کر باہر آنے والے تھے ملک صاحب نے قدمبوسی کی تو پھر سجادہ مبارک پر تشریف فرما ہو گئے۔ ملک صاحب نے اپنی عرض پیش کی آپ نے فرمایا اللہ فضل کرے گا۔ اب دعا کا وقت ہے روضہ شریف پر حاضر ہو کر دعا مانگو۔ ملک صاحب اجازت لے کر واپس جھنگ پہنچے اور سشن جج کی عدالت میں اپیل دائر کر دی۔ ایک رات ملک صاحب کا چھوٹا بھائی غلام قادر اپنے گھر میں سویا ہوا تھا۔ اس نے خواب میں دیکھا ہر طرف نور ہی نور پھیل چکا ہے موٹر کے آنے کی آواز آرہی ہے۔ اور حضور تشریف فرما ہوئے ہیں۔ حضور نے فرمایا غلام قادر وہ زمین دکھاؤ جس کا جھگڑا ہے حضور زمین میں پہنچے تو آپ نے فرمایا ہماری زمین کوئی نہیں لے سکتا۔ سیشن جج نے اپیل پہلی پیشی پر ہی منظور فرما دی۔ مقدمہ واپس سینئیر جج کے پاس پہنچا تو وہ حیران رہ گیا کہ اتنی جلدی اپیل منظور ہو گئی ملک صاحب خوف زدہ ہوئے کہ یہ مخالف ہے۔ فیصلہ خلاف نہ کر دے۔ انہوں نے رات نماز عشاء کے بعد وہیں سے غائبانہ طور پر حضور کی خدمت میں عرض کی قبلہ اس جج کا کوئی علاج ہونا چاہیے۔ چنانچہ وہ جج فوراً تبدیل ہو گیا۔ اور نئے نے آتے ہی پہلی پیشی پر فیصلہ ملک صاحب کے حق میں کر دیا۔

اٹھو دشمن آ گئے

ملک غلام محمد صاحب مذکور بتاتے ہیں کہ احمد آباد نزد کوٹ شاکر ضلع جھنگ میں ان کی زمین ہے کچھ بلوچ لوگوں کی زمین بھی ان کے ساتھ ہے۔ اس لئے بلوچوں کے ساتھ مال مویشی یا حد برآری کے سلسلہ میں کوئی نہ کوئی جھگڑا رہتا ہے۔ ایک دفعہ ان لوگوں نے سازش کی کہ کھوکھر خاندان کا سرکردہ غلام محمد ہے۔ اس کو ختم کر دیا جائے۔ تو معاملہ صاف ہے۔ ایک رات انہوں نے چار مسلح آدمی بھیجے۔ موسم گرما تھا ملک صاحب دو اور آدمیوں کے ساتھ اپنے ڈیرے پر سوئے ہوئے تھے۔ حضور پرنور نے خواب میں فرمایا اٹھو دشمن آ گئے۔ ملک صاحب بیدار ہو کر ادھر ادھر دیکھا کسی کو قریب نہ پا کر پھر سو گئے۔ اس دوران میں دشمن بالکل قریب پہنچ گئے۔ حضور نے پھر خواب میں فرمایا۔ اٹھو دشمن پہنچ گئے ملک صاحب نے آنکھ کھولی تو سامنے کچھ فاصلے پر آدمیوں کو دیکھا۔ ملک صاحب نے پوچھا کون ہو اور کیسے آئے ہو؟ انہوں نے آئیں بائیں باتیں کرنی شروع کر دیں ملک صاحب نے اٹھ کر اپنا ہتھیار سنبھال لیا۔ پھر انہیں بٹھا کر سے پوچھا بتایئے کیسے آئے۔ انہوں نے اس وقت تو ٹال دیا لیکن بعد میں پتا چل گیا کہ ارادے سے آئے تھے۔ انہوں نے خود بھی تسلیم کیا اور ان کی جماعت کے لوگوں

Marfat.com

شور کر دیا کہ ٹھوٹھر صاحبان پر حملہ ہوا تھا مگر خوش قسمتی سے وہ جاگ رہے تھے۔ اس لیے بچ گئے۔ ان بے چاروں کو اس بات کا کیا علم کہ ان خوش نصیبوں کو جگانے والا کون تھا۔

جلالپور شریف پہنچو

غالباً ۱۹۳۸ء کی بات ہے خزاں کے آغاز میں فصلی تعطیلات ہوئیں ان ایام میں بندہ کوٹ مومن میں ہیڈ ماسٹر تھا اپنے وطن بلو پہنچا تو پتا چلا کہ ہماری حویلی میں مولوی غلام حسینؒ پیر سواگ کی رہائش کے انتظامات ہو رہے ہیں۔ مولوی صاحب مرحوم نقشبندی سلسلہ کے بزرگ تھے ضلع مظفر گڑھ وطن تھا۔ ہمارے علاقہ میں ان کے معتقدین بھاری تعداد میں موجود تھے۔ بندہ کے چچا مولوی صالح محمد مرحوم نے انہیں دعوت دی تھی۔ چچا صاحب انتظامات سے فارغ ہو کر باقی لوگوں کے ساتھ پیر سواگ کے استقبال کے لیے شہر سے باہر چلے گئے میری حالت عجیب تھی۔ ذہن سوچنے سے قاصر تھا۔ دل دولت انشراح سے عاری۔ بس ایک پتھر سا تھا جو میرے وجود کی صورت میں بصد مجبوری متحرک تھا۔ پیر صاحب شہر کے شمال مغربی گوشے کی طرف سے آنے والے تھے۔ مجھے کوئی طاقت مجبور کرتی تھی کہ جنوب مشرقی گوشے کی طرف بھاگ جاؤں آخر بحالت اضطرار میں بھی لوگوں میں شامل ہو گیا پیر صاحب تشریف لائے لوگوں کی فرحت وانبساط کا کیا کہنا۔ لیکن میری طبیعت پر انقباض طاری تھا۔

یہ حالت عشاء کی نماز تک قائم رہی جب وتر کی رکعتیں پڑھ رہا تھا تو خیال آیا کہ جدم مرحوم مولوی سید رسول حضرت خواجہ غریب نواز سید حیدر علی شاہ جلال پوری کے مریدان باصفا میں سے تھے۔ حضرت ابوالبرکات سید محمد فضل شاہ صاحب ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے انہیں خرقہ خلافت بھی عطا کیا تھا اب ہمارا سارا خاندان بھی حضور کا حلقہ بگوش ہے یہ انقباض جلالپور شریف کی وجہ سے نہ ہو یہ خیال آنا تھا کہ دل کا قفل دور ہو گیا سینہ کھل گیا۔ دل میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی اور روح پر عجیب پرسرور کیفیت طاری تھی۔ باقی نماز اسی کیفیت کے ساتھ ادا کی بعد از نماز میں نے عمومیم صاحبان سے کہا آپ نے پیر سواگؒ کو دعوت دے کر اپنے آپ پر ظلم کیا ہے۔

ادھر یہ حالت تھی ادھر پیر سواگؒ نے بندہ ناچیز پر اتنی توجہات کریمانہ مرکوز کر دیں۔ اپنے زانو کے پاس بٹھانے کا شرف بہ اصرار عطا فرمایا۔ پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عمر اس وقت کوئی پینسٹھ سال ہو گی۔ بڑے صاحب کشف وکرامات بزرگ تھے۔ بیسیوں ہندو صرف آپ کی توجہ سے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو چکے تھے۔ جب بلو سے روانہ ہوئے تو بندہ کے علاوہ تقریباً اپنے تمام نیاز

Marfat.com

لمنددوں کو ساتھ لے لیا۔ شیہانوالہ ضلع جھنگ میں دعوت دی تھی وہاں مراقبہ میں اس طرح معلوم ہوا جیسے میں نے اصحاب ثلاثہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی زیارت کی ہے۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ چٹائی پر دراز تھے۔ اور باقی دو اصحاب رضی اللہ عنہما ساتھ تشریف فرما تھے۔ شیہانوالہ سے روانگی پر باقی بلو والوں کو رخصت مل گئی۔ مگر بندہ کو پیر صاحب موصوف اپنے ساتھ جھنگ مگھیانہ سے جنوب کی طرف باغانوالہ کے مقام لے گئے۔ وہاں بھی زانوں کے پاس بیٹھنے پر اصرار تھا جب آپ نے وعظ فرمایا تو رقت طاری ہو گئی۔ اور میں نے اپنی بھیگی ہوئی آنکھوں سے تمام اہل مجلس پر رحمت ربی کے سبز سبز انوار برف کے گالوں کی صورت میں نازل ہوتے دیکھے۔ ایک رات پیر صاحب نے فرمایا تم ہم فقیروں سے بیعت کب کرو گے۔ تم امیروں کے مرید بنو گے لیکن ہاں اسم ذات یعنی اللہ اللہ ہر روز دو ہزار بار پڑھا کرو۔ حضور سرور کونین ﷺ از راہ کرم ہر ہفتے تمہارے گھر تشریف فرما ہونا اپنا فرض سمجھیں گے۔ میں نے واپسی پر مگھیانہ سے تسبیح خریدی اور اسم ذات کا ورد شروع کر دیا۔ چھٹیاں ختم ہو رہی تھیں اس لئے گھر سے ہوتا ہوا واپس کوٹ مومن اپنے فرائض منصبی کو انجام دینے کے لیے پہنچ گیا۔

اسم ذات کا ورد کرتے ابھی ایک ہفتہ نہیں گزرا تھا کہ جمعرات کو میں نے خواب میں دیکھا شمال کی طرف انوار پھیل گئے ہیں پھر ایک نورانی تخت فضائے آسمانی میں پرواز کرتا ہوا آیا جس کے پہلوؤں پر سنہرے حروف میں جلی قلم سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔ تخت پر دفور نور تھا کچھ دیر تک تخت مبارک اس ناچیز کے گھر کے اوپر معلق رہا اور پھر جنوب کو روانہ ہو گیا۔ صبح جب بیدار ہوا تو زیارت رسول اکرم ﷺ سے شرفیاب ہونے کی بنا پر چاہیے تھا طبیعت پر انبساط کا غلبہ ہوتا مگر انقباض طاری ہو گیا۔ ہاتھوں نے تسبیح پکڑنے سے ابا کی۔ زبان نے اسم ذات کا ورد کرنا ترک کر دیا حتی کہ نعوذ باللہ نماز متروک ہو گئی اور دنیاوی کاموں میں بھی کوئی دلچسپی نہ رہی۔ اب وجود پھر ایک سنگ گراں تھا۔ جو سمجھ نہ آتی تھی کیسے متحرک تھا۔

اگلے جمعہ کا روز آیا۔ بصد مشکل وجود متحجر کو مسجد میں پہنچایا وضو کیا سرما کا آغاز تھا جب مسجد کے اندر خطبہ جمعہ کے بعد نماز کے لیے صفیں کھڑی ہوئیں اور تکبیر اولیٰ کے بعد مسجد کے وسیع مکان میں کامل سکوت طاری ہو گیا تو میرے ان کانوں نے سنا جلالپور شریف پہنچو۔ یہ آواز کس قدر سامعہ نواز اور روح پرور تھی

فتاد سامعہ در موج کوثر و تسنیم

آن واحد میں تحجر وجود سے ڈھل گیا روح ہلکی پھلکی ہو گئی۔ انشراح صدر کا کیا کہنا۔ آنکھیں

Marfat.com

انبساط سے اشکبار تھیں حق الیقین تھا کہ درگاہ رب العالمین میں حاضر ہوں اور عنایات و احسانات کی انتہا نہیں۔ حضور رحمۃ للعالمین سامنے تشریف فرما ہیں۔ زیارت سے فیضیاب ہو رہا ہوں اور مجھ سے زیادہ خوش نصیب اور خوش وقت اور کوئی نہیں۔ انہی جاں پرور مناظر کو دیکھتے دیکھتے اور انہی دلنواز کیفیات کے ساتھ نماز ادا ہوئی۔ یہ یادگار نماز تھی۔

نماز سے فارغ ہونے کے بعد گھر پہنچا زاد راہ لیا اور بھلوال ملکوال کے رستے گاڑی کے ذریعے اگلی صبح آستانہ عالیہ جلالپور شریف پر حاضر تھا۔ قبلہ حضرت امیر حزب اللہ مد فیوضہم کی قدمبوسی سے شرفیاب ہوا۔ نہ بندہ نے عرض کی کہ کیسے حاضر ہوا اور نہ حضور نے کچھ استفسار فرمایا۔ لیکن دل ہی دل میں باتیں ہو رہی تھیں۔ مجھے یاد ہے روضہ اقدس کے مغربی برآمدے میں جا رہا تھا۔ میرے قلب نے سنا۔ تم بھی ملک محمد حسین کی طرح ہو جاؤ گے۔ ملک صاحب ان دنوں ڈپٹی انسپکٹر مدارس تھے۔ اور ایم، اے، پی، ای، ایس تھے۔ میری حالت بالکل معمولی تھی۔ ڈسٹرکٹ بورڈ کے ایک ورنیکلر مڈل سکول کا ہیڈ ماسٹر تھا۔ اور صرف بی اے پاس تھا۔ یہ بات از قبیل محالات نظر آئی۔ لیکن دل کی دل سے باتیں جاری ہیں اگلی صبح بروز اتوار قبلہ جان و کعبہ دل جناب حضرت امیر حزب اللہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا عرض کی۔ اجازت عطا فرمائیں واپسی کا ارادہ ہے حضور نے فرمایا جس کام کے لئے آئے ہو وہ تو کر لو۔ یہ فرمایا اور بے طلب دامن امید لعل و گہر سے مالا مال فرما دیا۔

جو دیا بے طلب دیا تو نے　　　جو لیا بے طلب لیا میں نے

سر تسلیم خم ہوا اور حضور کی نوازش سے اس طرح خم ہوا کہ ابدیت اس خمیدگی کو حیرت سے دیکھا کرے گی۔ ایک مغرور کو بصد الطاف حلقہ بگوش بنایا۔ اگرچہ ویسے ۱۹۲۷ء کے آغاز میں بندہ حضور کے دست حق پرست پر بیعت ہو چکا تھا۔ مگر حقیقی بیعت اب ہوئی تھی۔ حضور نے درود مستغاث اور سلسلہ شریف پڑھنے کو فرمایا۔ درود مستغاث کی زکوٰۃ نکالنے کا طریقہ بتایا۔ حضور کی کرامت دیکھیں زکوٰۃ ماہ رمضان کے پہلے بدھ کو شروع ہوتی ہے اتوار حضور کی خدمت میں حاضر تھا اور دو روز بعد ماہ رمضان کا پہلا بدھ تھا۔ یعنی روحانی تار برقی کے ذریعے اس وقت بلایا جب زکوٰۃ نکالنے کے ایام بالکل قریب تھے۔ حضور نے از راہ کرم اپنے وظائف منگائے اور درود مستغاث اور سلسلہ شریف پڑھ کر عملاً بندہ کو آداب تلاوت سکھائے۔ زاں بعد چھپا ہوا درود مستغاث اور سلسلہ شریف منگایا۔ اپنے دستخط ثبت فرمائے اور یہ وظائف بندہ کو عنایت فرما دیئے۔ ان تحفوں کو اب تک بندہ نے حرز جان بنا رکھا ہے۔

Marfat.com

یہ حقیقت ہے اور یہ کہتے ہوئے ندامت سے سر جھک جاتا ہے کہ اس بے نظیر کرامت کے دیکھنے کے باوجود بندہ کماحقہٗ آداب غلامی بجا نہیں لا سکا۔ لیکن حضور کی نوازشات بدستور جاری ہیں۔ اب بندہ گورنمنٹ کالج میں پروفیسر ہے۔ تعلیم ایم اے پی ایچ ڈی تک ہے۔ یعنی اس ملک کی انتہائی علمی ڈگریاں مل چکی ہیں۔ اور گزٹیڈ پوسٹ اس روز سے حاصل ہے جس روز سے بندہ پروفیسر بنا۔ یہ سب کچھ حضور کا فیض ہے۔ باطنی لحاظ سے بھی ناشکری کی کوئی وجہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا بے حد فضل ہے۔ اگر ہر موئے بدن ہزار ہزار زبانوں کی صورت اختیار کر لے اور شب و روز ثناء و شکر کا ورد کرے پھر بھی عہدہ برآ ہونا ناممکن ہے۔

بخشش کا بحر بیکراں

حضور دورہ حزب اللہ کے سلسلہ میں بنکیال تشریف لے جا رہے تھے۔ رستہ میں بمقام موضع چاہ گنجہ متصل قلعہ رہتاس چائے کا انتظام ہوا ماسٹر عاشق حسین ساکن رہتاس نے مولوی سوار الدین شیدا کی منظوم التجا قوالی کی صورت میں پڑھی۔ حضور بہت محظوظ ہوئے اور جیب خاص سے ماسٹر صاحب مذکور کو انعام عطا فرمایا۔ دیگر عقیدتمندوں نے بھی حضور کا اتباع کرتے ہوئے ماسٹر صاحب کو روپے نذر کیے۔ حضور کو مہربان دیکھ کر ماسٹر صاحب کے دل میں جرأت پیدا ہوئی اور مولوی سوار الدین کی معرفت عرض کی کہ پانچ چھ لڑکیاں ہیں اور اولاد نرینہ کوئی نہیں۔ حضور نے دعا فرمائی اور کہا اللہ فضل کرے گا۔ چنانچہ اگلے سال ہی ماسٹر صاحب کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ ان کا تعلق فرقہ شیعہ سے ہے۔ مگر حضور کے خاص معتقد ہو گئے۔ سال بسال عرس مبارک پر حاضر ہوتے ہیں اور نذرانہ پیش کرتے ہیں۔ یکے بعد دیگرے ان کے تین لڑکے پیدا ہوئے منظوم التجا جو انہوں نے بصورت قوالی پڑھی یہاں درج کی جاتی ہے۔

اٹھے گا سر نہ میرا تیرے سنگ آستاں سے — بھر جائے گا نہ دامن جب تک میرا یہاں سے
سبطِ نبی مکی ہو شمسی ہو تونسوی ہو — عالی ہے شان تیرا اعلیٰ ہو ہر نشاں سے
سنتا ہوں میں سخاوت مشہور ہے یہ خواجہ — خالی جو آیا دامن بھر کر گیا یہاں سے
تیری نظر نے لاکھوں آقا بنا دیئے ہیں — آتے ہیں تیر واپس نکلے ہوں جو کماں سے
تیرے کمال کی یہ تاثیر سن چکے ہیں — ذرے بنے ہیں انجم اک نظر ضو فشاں سے
ہو گی کمی نہ ہرگز بخشش سے میرے آقا — مل جائے کچھ مجھے بھی اس بحر بیکراں سے
عاصی ہے پر خطا ہے لیکن گدا ہے تیرا — شیدا نہ جائے خالی درگاہِ در فشاں سے

Marfat.com

دوسری شادی کر لی جائے

مولوی سوار الدین شیدا روہتاسی کے بھائی ملک نظام الدین ایم اے بی ٹی۔ المعروف نظامی صاحب کے گھر اولاد نرینہ نہ تھی۔ پہلی بیوی سے صرف ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ دس بارہ سال کا عرصہ گزر چکا تھا حضور کی خدمت میں عرض کی گئی تو آپ نے فرمایا دوسری شادی کر لی جائے۔ دو ایک جگہ ناطہ کی تلاش کی گئی مگر ان کی طرف سے مطالبہ ہوا سابقہ بیوی کو طلاق دی جائے۔ ایک اور جگہ پسند کے رشتہ کا علم ہوا مولوی صاحب نے حضور کی خدمت میں عرض کی آپ نے فرمایا اچھا رشتہ ہے تو کر لیں مولوی صاحب نے طلاق کے مطالبہ کا ذکر کیا حضور نے فرمایا پہلی بیوی کو طلاق نہ دی جائے۔ اور جا کر ان لوگوں سے دریافت کیا جائے۔ وہ رشتہ دے دیں گے۔ جلالپور شریف سے واپس آ کر مولوی صاحب نے ان سے رشتہ طلب کیا وہ کسی مطالبہ کے بغیر فوراً آمادہ ہو گئے چنانچہ اللہ کے فضل سے نظامی صاحب کو دوسرے نکاح سے چار لڑکے عطا ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ زندگی بخشے۔

لالٹین آ گئی

مولوی سوار الدین اپنی بھاوجہ اور بہو کو ساتھ لے کر جلالپور شریف حاضر ہوئے۔ رات کے نو بج رہے تھے۔ حضور محل کی چھت پر آرام فرما تھے۔ پردہ داروں کو نیچے بٹھا کر مولوی صاحب خود بالا خانہ پر حضور کی قدمبوسی کے لیے حاضر ہو گئے۔ حضور نے کچھ پوچھے بغیر فرمایا۔ آپ کے ساتھ بچے ہیں۔ جا کر انہیں آرام سے بٹھائیں۔ ایک درویش کو حکم دیا کہ انہیں مکان اور کھانا دیا جائے۔ مولوی صاحب حیران تھے کہ بچوں اور زنانہ ساتھ کا ذکر بھی نہیں کیا اور آپ نے از خود فرما دیا ہے درویش نے انہیں مکان، بسترہ، کھانا سب کچھ دے دیا انجام کار درویش چلا گیا۔ کھانے کے برتن خالی ہونے پر وہ بھی لے جا چکا تھا۔ اور انکی طرف سے بالکل فارغ ہو چکا تھا۔ مولوی صاحب کی بھاوجہ نے کہا کہ بچے ساتھ ہیں اگر ماچس اور موم بتی لاتے تو اچھا تھا رات کو پیشاب کریں گے تو کیا ہو گا کچھ دیر گذری تو ایک آدمی نے آ کر دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا کہ حضور نے فرمایا ہے آپ کے ساتھ بچے ہیں یہ لالٹین لے لیں اور اسے ساری رات جلائے رکھیں مولوی صاحب کی بھاوجہ کے میکے والے فقراء کے چنداں قائل نہ تھے مگر اس نے جب یہ حال دیکھا تو کہنے لگی ''سبحان اللہ خدا کے مقبول بندے کیا کچھ دیکھتے، سنتے اور جانتے ہیں۔ کس طرح بن کہے کرم فرمائی کرتے ہیں۔ ہم نے آہستگی سے روشنی کا ذکر یہاں کیا۔ مگر حضور نے دور چھت پر سن لیا اور لالٹین بھیج دی۔ میں تو ضرور حضور کی بیعت ہوں گی۔'' چنانچہ صبح اس نے بیعت کر لی۔

Marfat.com

بفضلِ خدا میں ضرور لیفٹیننٹ ہو جاؤں گا

مولوی سوار الدین شیدا کے بیٹے نذیر احمد خان بحری فوج میں ملازم تھے۔ ۱۹۵۲ء میں انہوں نے کمیشن کا امتحان پاس کر لیا۔ مگر ڈاکٹری معائنہ میں کامیاب نہ ہو سکے۔ چونکہ نذیر احمد خان حضور کے زبردست معتقد ہیں وہ بار بار کہتے تھے میرا پیر کامل ہے میں انشاء اللہ لیفٹیننٹ ہو جاؤں گا۔ تجربہ کے لحاظ سے ان کی بڑی شہرت تھی۔ انہیں ایک ایسے کام پر متعین کیا گیا جو بڑا پیچیدہ تھا۔ اس میں بھی انہوں نے بڑی مہارت کا اظہار کیا۔ اس طرح وقت گزرتا گیا۔ ان کا پھر ڈاکٹری معائنہ ہوا تو کامیاب ہو گئے۔ اب ایک روز نظامی صاحب یعنی نذیر احمد کے چچا حضور کی خدمت میں گلبرگ لاہور حاضر تھے۔ حضور نے فرمایا۔ نذیر احمد کا کیا حال ہے۔ اسے لیفٹیننٹ ہو جانا چاہیے۔ نظامی صاحب نے عرض کی حضور کی دعا سے ہو جائے گا۔ حضور نے دعائے خیر فرمائی جو درگاہ رب العالمین میں فوراً مقبول ہوئی۔ اسی روز کمانڈر انچیف نے نذیر احمد خان کو دفتر میں بلا کر لیفٹیننٹ ہونے کا مژدہ سنایا۔ اور اسی دن جب نظامی صاحب واپس گجرات پہنچے جہاں وہ بحیثیت اے۔ ڈی۔ آئی مدارس متعین تھے۔ تو انہیں کراچی سے نذیر احمد خان کا تار ملا کہ مبارک ہو آج لیفٹیننٹ بنا دیا گیا ہوں۔

اشتیاق زیارت ہے توجہ فرمائیں

فقیر حیدری صوفی محمد شفیع صاحب بٹالین نمبر ۲ پی پی سی میں خطیب تھے۔ بٹالین گلپور تحصیل کوٹلی کے مقام پر تھی کئی بار تیار ہوئے کہ حضور کے دیدار فیض آثار سے مشرف ہوں۔ مگر کوئی سبب نہیں بنتا تھا دل سخت مضطرب تھا محرومی کے ایام طویل ہوتے چلے جا رہے تھے۔ ایک روز تنگ آ کر مرشد برحق کی خدمت میں عریضہ لکھا کہ ملاقات کا سخت اشتیاق ہے مگر مشکلات درپیش ہیں۔ ازراہ غریب پروری توجہ فرمائی جائے ادھر حضور کی خدمت میں ڈاک والوں نے عریضہ پیش کیا اور ادھر بٹالین کو حکم ملا کہ سنٹر رسال پور میں پہنچ جائے۔ بٹالین گلپور سے روانہ ہو کر دوسرے دن راولپنڈی پہنچی اور سبحان اللہ حضور پرنور کا ورد مسعود بھی راولپنڈی میں ہو گیا۔ فقیر حیدری کے دل میں خیال آیا عین ممکن ہے ہمارے محبوب مرشد طریقت مریڑ حسن میں جلوہ فرما ہوں یہ القا ہونا تھا کہ فقیر صاحب اپنے مخلص برادر طریقت چودھری خدا بخش صاحب کے ہاں مریڑ حسن پہنچے اور پتہ چلا کہ صرف چند منٹ پہلے حضور کا نزول اجلال ہوا ہے۔ مکان میں داخل ہوئے کعبہ مراد جلوہ افروز تھے۔ قدموں پر گرے اور دو تین گھنٹے خوب سیر ہو کر آفتاب ولایت کی تجلیات باہرہ سے اپنے قلب و روح کو مستنیر کرتے رہے اور دل کی پیاس بجھاتے رہے۔ گویا

Marfat.com

ناگہانی آں مغیث ہر دو کون مصطفےٰ پیدا شدہ از راہ عون

والا نقشہ نظر آیا فقیر حیدری رقمطراز ہیں کہ انہوں نے بارہا آزمایا۔ جب بھی شوق ملاقات نے بیتاب کیا عریضہ ارسال خدمت کیا اور کوئی نہ کوئی سبب پیدا ہو گیا۔ فقیر صاحب کہتے ہیں کہ پیر بھائی بے شک اس نسخے کو آزمائیں حضور کی یہ خاص کرامت ہے۔

جلدی جامع مسجد شرقی میں جائیں

پیر سیدن شاہ صاحب ساکن پنڈسوگہ حضرت غریب نواز کے غلام تھے۔ قبلہ ثانی صاحب نے خلافت عطا فرمائی۔ حضرت امیر حزب اللہ کی نوازشات باطنی سے مستفض ہوتے رہے۔ ایک دفعہ حضرت امیر حزب اللہ مدظلہٗ العالی اپنے محل میں رونق افروز تھے اور شاہ صاحب خدمت میں حاضر تھے۔ حضور نے فرمایا شاہ جی جامع مسجد شرقی میں فوراً جائیں۔ شاہ صاحب مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا جناب سید الانبیاء سرور کونین حضور رحمۃ للعالمین تاجدار مدینہ ﷺ محفل آرائے ہیں۔ اور قبلہ حضرت امیر حزب اللہ آپ کے پاس تشریف فرما ہیں جناب سرور عالم ﷺ سے حضرت امیر نے عرض کی شاہ صاحب کے لیے دعائے خیر فرمائیں دعائے خیر کے بعد آپ نے شاہ صاحب کو ارشاد فرمایا جلدی محل میں واپس چلے جائیں۔ شاہ صاحب وہاں حاضر ہوئے تو قبلہ عالم جناب امیر حزب اللہ وہاں پہلے موجود تھے۔ حضور نے استفسار فرمایا شاہ صاحب مسجد سے ہو آئے انہوں نے عرض کی ہاں۔ شاہ صاحب اپنے محیر العقول مشاہدہ کے متعلق زبان کشائی کرنے والے تھے کہ حضور نے اشارے سے خاموش فرما دیا اس مشاہدہ اور مکاشفہ کا ذکر پیر سیدن شاہ مرحوم نے صوفی حسن علی صاحب صوفی ولی داد اور جیسل ضلع جھنگ کے دیگر نیازمندوں سے کیا اور ولیداد صاحب نے راقم کے پاس روایت کی خود راقم نے بھی شاہ صاحب موصوف کی زبانی یہ ذکر سنا ہے۔ واقعی مرحوم بڑے صاحب جذب درویش تھے۔ بات بات سے بزرگی مترشح ہوتی تھی اور نگاہ استغراق کا پتہ دیتی تھی۔

دِق و سِل سے نجات

مذکورہ بالا صوفی ولی داد صاحب مدرس نے بھی روایت کی اور راقم نے بھی صوفی حسن علی صاحب ساکن جیسل کی زبانی کئی بار سنا کہ خود انہیں عین عالم شباب میں دق اور سل کی مرض ہو گئی وجود بالکل لاغر ہو گیا۔ لاہور کے حکیم نیر واسطی اس مرض کے مشہور معالج تھے انہوں نے بڑی توجہ سے علاج کیا مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ ساتھ ساتھ مالی حالت بھی پتلی ہوتی چلی گئی حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر دعائے خیر کے لیے عرض کی۔ حضور نے خاص توجہ سے دعا

Marfat.com

فرمائی۔ مسیحائی نے اپنا کرشمہ دکھانا شروع کر دیا۔ جسم فربہ ہوگیا۔ اور مرض کلیۃً دور ہوگیا۔ یہ ۱۹۳۵ء کی بات ہے۔ اب ۱۹۶۳ء میں بھی صوفی صاحب موٹے تازے رہتے ہیں۔ دبلا پن نام کو نہیں آتا۔

صبر و تحمل اور تدبر و فراست معجزہ سے کم نہیں تھا

صوفی ولی داد صاحب مدرس بڑانہ لکھتے ہیں کہ حضور غریب نواز کا مقام چوکیرہ ضلع سرگودھا تھا۔ جیسل اور احمد یوالہ ضلع جھنگ کے پیر بھائی بھی شامل جلسہ ہوئے۔ جمعہ کا روز تھا۔ مولوی احمد شاہ صاحب چوکیرہ والے دیوبندی عقائد رکھتے ہیں انہوں نے ازخود لوگوں میں مناظرہ کی خاطر منادی کرادی۔ جلد جلد جمعہ کی آذان دلوائی۔ حضور تشریف لائے تو فوراً مولوی صاحب ممبر پر چڑھ گئے اور خطبہ دینا شروع کر دیا۔ حضور صبر و تحمل سے سب کچھ دیکھتے سنتے رہے۔ بعد میں مولوی صاحب مصلے پر کھڑے ہو گئے۔ اور جماعت شروع کرادی حضور نے تمام پیر بھائیوں سمیت مولوی صاحب کی اقتدا میں نماز جمعہ ادا کی۔ نماز کے بعد حضور نے کرسی پر جلوہ افروز ہو کر آیات قرآنی کی تلاوت کے بعد حاضرین سے خطاب فرمایا۔ اب ادھر ادھر سے رقعے آنے شروع ہو گئے حضور نے تدبر اور فراست سے کام لے کر مولوی احمد شاہ صاحب کی طرف رخ فرمایا اور پوچھا کیا آپ ہمارا ذبیحہ کھالیں گے۔ حضور نے آپ کو اسی وقت بلا توقف دعوت طعام دی جو انہوں نے منظور کر لی۔ حضور نے اس کے بعد فرمایا ہمارا مسلک الحب للہ والبغض للہ ہے۔ ہم دین الٰہی کی حفاظت کے لئے ہندو اور انگریز کا مقابلہ کر رہے ہیں ہمارا کام تعمیری ہے تخریبی نہیں۔ ہم مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق کے علمبردار ہیں ان کے اندر نااتفاقی نہیں چاہتے۔ اس طرح حضور نے اپنے زریں خیالات کھل کر بیان فرمائے اور حزب اللہ کی دعوت تمام مسلمانوں تک پہنچائی۔ جن لوگوں کا مقاصد ہنگامہ پیدا کرنا تھا۔ وہ ناکام رہے۔ حضور نے اپنی تقریر کے دوران بڑے تدبر سے موزوں ماحول پیدا کر کے یہ شعر پڑھا۔

دین پاکاں فی سبیل اللہ جہاد دین ملائی فی سبیل اللہ فساد

صحیح عقائد پر استقامت بھی آپ کی کرامت تھی

ضلع جھنگ بدقسمتی سے عجیب وغریب عقائد کی آماجگاہ بن چکا ہے۔ صوفی ولیداد صاحب ساکن جیسل نے حضور کی خدمت میں رافضیوں اور خارجیوں کے عقائد کے متعلق عریضہ بھیجا۔ حضور نے تحریر فرمایا کہ رافضی صحابہ کرام سے عناد اور بغض رکھتے ہیں۔ اور خارجی اہل بیت کے دشمن ہیں۔ یہ دونوں فرقے حد اعتدال سے تجاوز کر گئے ہیں۔ ہم اہل سنت والجماعت اعتدا[illegible]

Marfat.com

ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ صحابہ کرام اور اہل بیت عظام دونوں کی محبت ہمارے دل میں ہے۔ صوفی صاحب لکھتے ہیں۔ کہ حضور نے ایک بار فرمایا کہ ایک سید صاحب کہنے لگے اگر پیری مریدی کا سلسلہ نہ ہوتا تو ہم شیعہ ہو جاتے۔ لیکن آپ نے شاہ صاحب کو فرمایا ہم حق پرست ہیں ہمیں اگر اہل تشیع حق پر نظر آتے تو مریدوں کی پرواہ نہ کرتے۔ اور وہی مذہب اختیار کر لیتے۔ اسی طرح حضور نے مولوی حسین علی ساکن واں بھچراں ضلع میانوالی کے متعلق فرمایا کہ حضرت پیر دستگیر ایسے مقبول بارگاہ الٰہی اور خادم دین محمدی کی ذات والا صفات کیساتھ سوء ادبی کر کے انہوں نے اپنے آپ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے۔ صوفی ولیداد صاحب نے حضور کے اس ارشاد سے مولوی صاحب مذکور کو مطلع کیا۔ اور توبہ کرنے کو کہا مگر مولوی صاحب خاموش رہے۔ اپنے اس ارشاد کے بعد حضور اگلے سال دورہ پر تشریف لائے۔ خود بخود حاضرین مجلس کو فرمایا کہ تم میں سے ایک صاحب نے مولوی حسین علی کو تائب ہونے کے لیے لکھا تھا مگر وہ نہیں ہوئے۔ صوفی ولی داد تحریر کرتے ہیں کہ بار بار صحیح عقائد کی توضیح اور اشاعت کر کے حضور نے ہمارے ایمان کو قوت بخشی۔

ریلوے انجن کی حرکت بند

صوفی طفیل محمد مدرس ہائی سکول کوٹ شاکر ضلع جھنگ لکھتے ہیں کہ حضور غریب نواز ہریہ اسٹیشن پر تشریف لائے۔ ملکوال کے رستے جلالپور شریف جانے کا ارادہ تھا سورج اسی وقت غروب ہوا تھا۔ ٹکٹیں حاصل کر لی گئیں۔ گاڑی کے آنے میں صرف تین منٹ باقی تھے لیکن حضور نے ارشاد فرمایا کہ اذان کہو۔ نماز مغرب ادا کر لی جائے چنانچہ تعمیل ارشاد کی گئی۔ اذان کہہ چکے تھے کہ گاڑی بھی آ پہنچی۔ ہریہ اسٹیشن پر گاڑی صرف تین چار منٹ ٹھہرتی تھی۔ اس لیے تین چار منٹ گزرنے کے بعد گارڈ نے سیٹی بجائی۔ ڈرائیور نے انجن کو حرکت میں لانے کے لیے اپنی ساری قوت اور مہارت صرف کر دی مگر انجن وہیں ٹھہرا رہا۔ گارڈ سیٹی پر سیٹی دے رہا تھا اور ڈرائیور حکم بجا لانے میں کوشاں اس طرف اس ہنگامے سے بالکل بے نیاز ہو کر حضور کامل اطمینان سے نماز با جماعت پڑھا رہے تھے۔ فرائض کے بعد سنتیں اور نوافل بھی مکمل سکون کے ساتھ ادا ہوئے خدام نے نماز سے فارغ ہو کر اپنا سامان گاڑی میں رکھا اور جب حضور نے قدم مبارک ڈبے میں رکھا تو رکے ہوئے انجن نے بزبان حال اپنے ڈرائیور کو کہا گھبرائیں نہیں جن کا انتظار تھا وہ تشریف لے آئے۔ اب میں رواں دواں ہو جاؤں گا۔

Marfat.com

حاجی محمد علی صاحب بی اے ساکن چک ۲۴۷ آر۔ بی ضلع لائل پور نے ذکر کیا کہ ایام طالب علمی میں لاہور رہتے ہوئے وہ حضرت داتا گنج بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مقدس پر حاضر ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ انہیں کے فیوض کا کرشمہ ہے کہ حضرت امیر حزب اللہ مدظلہٗ العالی سے شرف بیعت حاصل ہوا۔ بعد میں حاجی صاحب کو بابا سلطان علی لائکپوری کی خدمت میں حاضری کا موقع ملا۔ بابا صاحب کوہِ نور مل کے سامنے رہائش پذیر تھے۔ اور قادری بزرگ تھے۔ انہوں نے حاجی صاحب پر نوازشاتِ خصوصی کر دیں۔ انہیں اپنے خاص خلفاء سے بھی زیادہ عزیز سمجھتے تھے۔ حاجی صاحب کے دل میں بھی خیال پیدا ہو گیا کہ جلالپور شریف بہت دور ہے۔ کیا ہی بہتر ہوتا کہ یہیں بیعت ہوتی۔ حاضری اور استفاضہ کے عام مواقع ملتے۔ ایک رات وہ سو رہے تھے۔ خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ سلطان علی سامنے موجود ہیں۔ نورانی چہرہ ہے۔ مگر اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ اندھیری رات میں ایک ننھے سے چراغ کی لو ہے۔ تھوڑی دیر بعد دیکھا کہ حضرت امیر حزب اللہ جلوہ فرما ہیں۔ وجود پاک کا ایک ایک بال مشعل نور کی طرح روشن ہے۔ جسم اطہر تمام کا تمام نور ریز اور نور آفریں بن چکا ہے۔ اور ساری فضا بقعہ نور بنی ہوئی ہے۔ اس مشاہدہ سے اس طرح انشراحِ صدر ہوا کہ پھر حاجی صاحب کے دل میں کبھی کوئی وسوسہ پیدا نہ ہوا اور نہ ہی وہ پھر کبھی بابا سلطان کے پاس گئے۔

اولادِ نرینہ ہوگی

پیر اعظم شاہ صاحب سکنہ بھیرہ کے گھر یکے بعد دیگرے چار لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ پیر صاحب انہیں رحمت کا موجب سمجھ کر بالکل مطمئن تھے۔ کسی سے اولاد نرینہ کے متعلق عرض نہ کی ایک روز جلالپور شریف میں حضرت امیر حزب اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور اپنے بالا خانے کے سامنے چھت پر چہل قدمی فرما رہے تھے۔ آپ نے پیر صاحب سے از خود استفسار فرمایا۔ کیا آپ کا کوئی لڑکا بھی ہے۔ انہوں نے عرض کی۔ قبلہ نہیں لڑکیاں ہیں۔ حضور نے فرمایا اللہ تعالیٰ لڑکے بھی دیں گے۔ اور دعائے خیر فرمائی۔ چنانچہ پے در پے چار لڑکے پیدا ہوئے۔ جن سے تین زندہ ہیں۔ اور جوان ہو کر برسرِ روزگار ہیں۔

پیر صاحب کے ساتھ خان محمد حیات خان ساکن خوشاب نے بتایا کہ ان کی بھی لڑکیاں تھیں حضور نے پیالہ لکھ دیا خان صاحب لاہور سے لکھالائے۔ حضور بیمار تھے آپ نے فرمایا اتفاق دیکھئے یہ آخری پیالہ لکھا ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کا دایاں ہاتھ فالج گرنے سے معذور

Marfat.com

ہو چکا تھا اللہ تعالیٰ نے لڑکا عطا فرمایا جس کا نام حضور نے محمد شعیب رکھا اس لیے کہ ماہ شعبان میں پیدا ہوا تھا۔

آپ کے حسابات کوئی نہیں دیکھ سکتا

منشی فیروز خان جامع مسجد راولپنڈی کے خزانچی تھے۔ انتظامیہ میں پارٹی بازی شروع ہو گئی مولوی عارف اللہ صاحب نے سابقہ انتظامیہ کمیٹی ختم کر کے نئی بنائی۔ اور منشی صاحب موصوف کو نکالنا چاہا منشی صاحب نے حضور کی خدمت میں عرض کی آپ نے فرمایا مولوی عارف اللہ کو خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی طاقت کا علم نہیں۔ وہ اپنی موت آپ مرے گا۔ چنانچہ خلاف قانون تقریر کرنے کی بنا پر خارج البلد ہوا بعد میں مسجد کا جھگڑا اور بھی بڑھ گیا اور دیوانی عدالت نے حکم دیا ۱۹۴۹ء سے ۱۹۵۸ء تک جملہ حسابات پیش کیے جائیں۔ منشی صاحب سخت گھبرائے جلالپور شریف حاضر ہو کر حضور کی خدمت میں عرض کی حضور نے فرمایا آپ کے حسابات کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ حضور کے اس ارشاد کے بعد اس طرح ہوا کہ تاریخ آنے پر جج کی والدہ وفات پا گئی۔ دو ماہ بعد مارشل لاء لگ گیا۔ انتظامات ڈپٹی کمشنر صاحب نے سنبھال لیے اور کوئی ڈیڑھ سال بعد مسجد محکمہ اوقاف کی تحویل میں چلی گئی۔

دل کی دھڑکن دور

صوفی فیض بخش ولد غلام نبی قوم ہرل راجپوت سکنہ ملکوال ریلوے پولیس میں ملازم ہیں انہیں ۱۹۴۹ء میں دل کی دھڑکن اور بدحواسی کی تکلیف ہو گئی افسران بالا نے سول سرجن سے ملاحظہ کرایا۔ مگر اس نے کہا یہ تندرست ہے۔ اس کے باوجود اسے پاگل خانہ میں بھیج دیا گیا مگر وہاں سے بھی واپس بھیجنے کا حکم ہوا۔ اس دوران میں صوفی صاحب جلالپور شریف حاضر ہوئے۔ دو پشت سے حضور کی غلامی کا شرف حاصل تھا۔ اس لیے حضور کی دعا اور برکت سے محکمہ والوں کی پے درپے مخالفت صوفی صاحب کا بال بیکا نہ کر سکی تھی لیکن اس بدحواسی کے موقع پر ان سے ایک غلطی ہو گئی۔ ادھر ادھر تعویذ نویسوں سے تعویذ لے لئے اور گلے میں باندھ لئے۔ اب جب حضور کی خدمت میں پہنچے تو باوجودیکہ تین دن وہاں رہے اور حضور کے ساتھ نماز بھی ادا کرتے رہے۔ مگر آپ دیکھ کر نگاہیں پھیر لیتے تھے۔ تیسرے روز صوفی فیض بخش صاحب کو سمجھ آئی۔ انہوں نے گلے سے تعویذ توڑ کر جیب میں رکھ لیے کہ کنوئیں میں یا دریا میں پھینک دیں گے اور روتے ہوئے محل شریف میں گئے۔ جہاں حضور تشریف فرما تھے۔ دس قدم سے اچھل کر حضور کے قدموں پر جا گرے۔ آپ نے ازراہ کرم تین باران کی پیٹھ پر بڑی شفقت سے ہاتھ پھیرا اپنے مبارک

Marfat.com

ہاتھوں سے تعویذ لکھ کر دیئے۔ جوان کے پاس اب تک موجود ہے اور فرمایا یقین کامل رکھا کرو۔ اس کے بعد نہ دل کی دھڑکن رہ گئی نہ بدحواسی۔

دیکھ کر بیعت کروں گا

صوفی فیض بخش صاحب موصوف اپنی بیعت کا بڑا ایمان افروز اور اعتقاد پرور حال لکھتے ہیں۔ ان کے والد خواجہ غریب نواز کے مریدِ صادق الاعتقاد تھے۔ صوفی فیض بخش کی عمر ابھی گیارہ سال تھی کہ والد وفات پا گئے۔ جب سترہ اٹھارہ برس کا سن ہوا تو والدہ نے کہا بیٹا ہم خواجہ غریب نواز کے غلام ہیں جاؤ حضرت پیر فضل شاہ صاحب سے بیعت ہو آؤ۔ مگر انہوں نے کہا میں دیکھ بھال کر بیعت کروں گا۔ آپ مجھے مجبور نہ کریں وہ بیچاری یہ جواب سن کر خاموش ہو رہی مگر دل ہی دل میں یہ آرزو موجود تھی کہ خدا کرے یہ رشتہ عقیدت قائم رہے۔ اس بات کے بعد جب رات کو فیض بخش سویا کرتے تو تقریباً ہر دفعہ دیکھتے۔ ایک بہت بڑا خوشنما باغ ہے۔ صوفی صاحب اس میں داخل ہوتے ہیں۔ ایک محل میں پہنچتے ہیں جس کی دیواریں بلور کی ہیں ایک دیوار کے سامنے کھڑے ہو کر اپنی صورت دیکھنی چاہی تو قبلہ عالم سید محمد فضل شاہ صاحب کا چہرہ انور نظر آتا ہے اس طرح خواب لگاتار تین چار ماہ تک دیکھتے رہے۔ آخر مجبور ہو کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ صبح آٹھ بجے کا وقت تھا۔ حضور تالاب والی حویلی میں موجود تھے۔ بہت سے نیاز مند بھی ساتھ تھے۔ حضور بسلسلہ دورہ کہیں جانے کے لئے تیار ہو چکے تھے۔ فیض بخش صاحب نے عرض کی۔ قبلہ بیعت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا تم پہلے بیعت ہو چکے ہو۔ فیض بخش صاحب اس بات کو نہ سمجھ سکے۔ انہوں نے پھر عرض کی۔ حضور تالاب کے قریب لکڑی کے ایک تخت پر تشریف فرما ہو گئے۔ انہیں بیعت فرمایا۔ وظائف بتائے۔ بیعت ہونے کے بعد صوفی صاحب گھر واپس گئے تو والدہ بے حد خوش ہوئی۔

پچھلے سال کی قمیص موجود ہے

صوفی طفیل احمد صاحب فائقؒ لکھتے ہیں کہ انہوں نے حضرت امیر حزب اللہ مدظلہٗ العالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے خاکی وردی میں ملبوس ہو کر جلالپور شریف عرس مبارک اور حزب اللہ کے سالانہ جلسہ کے موقع پر حاضر ہونا تھا کپڑا نایاب تھا خصوصاً دیہات میں تو مشکل سے ملتا تھا۔ بہت تلاش کی صرف اتنا خاکی کپڑا ملا جس سے پائجامہ تیار ہوا پگڑی موجود تھی مگر قمیص کے لیے کپڑا نہیں ملتا تھا۔ روانگی میں صرف ایک دن باقی تھا۔ اور صوفی صاحب کا دل گھبرا رہا تھا کہ تعمیل ارشاد میں ذرہ برابر بھی فرق آئے۔ ملحقہ دیہات سے پتہ لگایا مگر ناکامی ہوا

Marfat.com

طبیعت سخت پریشان تھی۔ رستہ میں خریدنے اور سلوانے کا وقت ملنا محال تھا۔ مغموم ہو کر دوپہر کو لیٹ رہے۔ گرمی کا موسم تھا۔ ذرا اونگھ آئی تو قبلہ عالم نے خواب میں فرمایا طفیل احمد اس قدر حیران اور مغموم کیوں ہو جب کہ پچھلے سال کی قمیص گھر میں موجود ہے۔ بیدار ہو کر انہوں نے بیوی سے پوچھا جواب ملا یاد نہیں۔ وہ تو غالباً پرانی ہو کر پھٹ چکی ہے۔ صوفی صاحب نے کہا حضور کا ارشاد ہے۔ گھر میں ہر جگہ ڈھونڈھو۔ تلاش کی گئی تو صندوق میں سے مل گئی۔ صوفی صاحب بیحد خوش ہوئے۔ اور کہنے لگے سبحان اللہ جب حضور اپنے غلاموں کی معمولی باتوں پر بھی نگاہ رکھتے ہیں۔ ان کی مہمات دینی و دنیاوی حضور کی نظر سے کیسے اوجھل رہ سکتی ہیں۔ مرشدِ طریقت ہوں تو ایسے ہوں۔

پیر صاحب کو کامل اکمل پایا

بروایت صوفی طفیل احمد صاحب فائق ایک مولوی صاحب جو مادرزاد ولی تھے۔ اور ایک بزرگ کے خلیفہ مجاز بھی تھے۔ ۱۹۳۷ء میں حضور کی خدمت میں کھٹی خیرا ضلع جھنگ کے مقام پر حاضر ہوئے۔ مولوی صاحب کا اسم گرامی محمد سعد اللہ تھا۔ حضور نے از راہِ قدر دانی اپنے قریب جگہ دی۔ مولوی صاحب نے التماس کی۔ اگر اجازت ہو تو دو ایک باتیں عرض کرلوں۔ حضور نے فرمایا ضرور۔ مولوی صاحب نے وجدانی انداز سے بآوازِ بلند توحید و رسالت اور فلسفہ کرامت پر تقریر کی۔ کھانے پر بیٹھے تو حضور نے اپنے کھانے سے عنایت فرمایا۔ مولوی صاحب نے عرض کی قبلہ عرصہ سے اسہال کی تکلیف ہے علاج معالجہ سے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ خدا کرے، حضور کے تبرک کی برکت سے یہ دیرینہ تکلیف دور ہو جائے۔ اس کے بعد حضور نے فرمایا۔ آج ایک عاشق صادق کو دیکھا۔ حضور کے تبرک کی برکت سے اسہال اسی دن بند ہو گئے۔ علاوہ بریں مولوی صاحب کی طبیعت میں سکون پیدا ہو گیا۔ اس سے پہلے طبیعت پر ہر وقت جلال طاری رہتا تھا۔ اپنے کشف و کرامات کا اظہار کرتے رہتے تھے اور فرمایا کرتے ہم نے یہ کر دیا وہ کر دیا۔ اس کے بعد دعائے خیر کیلئے صرف ہاتھ اٹھا دیا کرتے تھے۔ جو اللہ منظور فرماتے تھے۔ حضور کی ان کرامات کو دیکھ کر مولوی صاحب فرمایا کرتے۔ پیر صاحب کو کامل اکمل پایا ہے۔ خدا کی قدرت مولوی صاحب کا جب وصال ہوا تو حضور نے انکی حقیقت کے متعلق جو بلیغ فقرہ ارشاد فرمایا تھا اس کے مطابق انکی تاریخ وفات "واہ عاشق صادق برفت ۱۳۶۰" ہوئی

اس سال تالاب لبریز ہوا ہے یا نہیں

صوفی طفیل احمد فائق بیان کرتے ہیں کہ ایک بار انہیں ۹ محرم الحرام دولت پابوسی نصیب

Marfat.com

ہوئی۔ حضور نے نماز ظہر اول وقت میں پڑھ کر قرآن مجید کی تلاوت فرمائی۔ اور پھر اٹھ کر حضرت اعلیٰ خواجہ غریب نواز، ثانی صاحب قبلہ اور صاحبزادہ قائم الدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہم کے مزارات مقدسہ پر باری باری پھول چڑھائے پانی چھڑکا اور فاتحہ خوانی کی۔ پھر پالکی پر سوار ہو کر بزرگان خاندان کے مزارات پر فاتحہ پڑھنے کیلئے روانہ ہو گئے۔ کافی عقیدتمند جلو میں تھے۔ بڑے دنوں کے بعد حضور جلالپور شریف مراجعت فرما ہوئے تھے۔ آپ جب تالاب کے پاس پہنچتے تو بہت سے لوگ نہا دھو رہے تھے۔ تالاب بھرا ہوا تھا لیکن پانی کناروں سے قدرے نیچا تھا حضور والا نے پنجابی زبان میں دریافت فرمایا کہ اس سال ''تالاب تریا نہیں'' (اس سال تالاب لبریز ہوا ہے یا نہیں) حضور عجیب شان سے پالکی مبارک میں تشریف فرما تھے۔ طرہ مبارک کی آن بان کا کیا کہنا۔ پالکی بردار جلدی جلدی چل رہے تھے۔ حضور کے استفسار کے جواب میں ایک نیاز مند نے عرض کیا۔ ''غریب نواز بھریا ہے تریا نہیں'' (بھرا ہے لبریز نہیں ہوا) حضور نے ذرا ترچھی نگاہ سے آسمان کی طرف دیکھا۔ صوفی طفیل احمد کہتے ہیں کہ انہیں اسی وقت یقین ہو گیا کہ اب تالاب لبریز ہوئے بغیر نہیں رہے گا۔ کیوں کہ کارکنان قدرت تو اولیاء اللہ کے اشارہ آبرو کے منتظر ہوتے ہیں۔ حضور پہلے اپنے آبائی قبرستان میں تشریف لے گئے پھر درویشوں کی قبروں پر فاتحہ خوانی کی۔ فارغ ہو کر واپس لنگر شریف میں پہنچے نمازِ عشاء کے بعد جب لنگر شریف تقسیم ہو چکا تھا۔ ہر ایک محو خوب ہو گیا۔ ہوا میں کچھ حبس سا تھا۔ ویسے مطلع بالکل صاف تھا۔ نرم سی ہوا چلی۔ بادل کی ہلکی ہلکی ٹکڑیاں آسمان پر نمودار ہو گئیں۔ بوندا باندی شروع ہو گئی۔ ہر ایک نے چارپائیاں اندر کر لیں۔ حضور بھی بالا خانے سے محل شریف میں تشریف لائے۔ پھر کیا تھا زور کی بارش شروع ہو گئی۔ ساری رات مینہ برستا رہ گیا۔ صبح ہوئی پھر بھی تھمنے کا نام نہ لیتا تھا۔ جہاں تک نگاہ کام کرتی تھی۔ پانی ہی پانی تھا۔ جلالپور شریف کی گلیوں میں بھی پانی کے دریا بہہ رہے تھے۔ صوفی طفیل احمد مؤدبانہ محل شریف میں پہنچے۔ زمیں بوسی کے بعد دوزانو ہو کر بیٹھ گئے۔ حضور مسند مبارک پر تشریف فرما تھے۔ فرمانے لگے ''کیا کل حاضری ہے۔'' انہوں نے عرض کی بندہ پرور حضور کو حاضری سے کیا آپ تالاب ترائیں۔ حضور ذرا مسکرا کر چپ ہو گئے۔ یا تو زور کی بارش تھی یا معاً تھم گئی۔ فرمایا۔ حاضر ہونا چاہیے۔ اسکے بعد چائے منگوائی۔ صوفی صاحب اور ان کے ساتھیوں نے پی۔ دریا عبور کرنے سے منع فرمایا۔ اور ایک شخص کو ہرنپور اسٹیشن پر سوار کرانے کا ارشاد فرما کر انہیں رخصت فرما دیا۔

Marfat.com

ہمارے خضر حیات کو بارگاہ نبوی ﷺ میں زراعت پیشہ منظور کرلیا گیا ہے

صوفی خضرت حیات صاحب کے والدین کھیتی باڑی کرتے تھے۔ لیکن اپنی زمین نہیں تھی۔ حضور کے کرم سے جب فارغ البال ہوئے تو زمین خریدنے کا ارادہ کیا۔ لیکن برطانوی حکومت نے زراعت پیشہ اور غیر زراعت پیشہ اقوام کی تقسیم کر رکھی تھی۔ غیر زراعت پیشہ اقوام زمین نہیں خرید سکتی تھیں۔ صوفی صاحب کی قوم کاغذات مال میں کمل درج تھی۔ لیکن کمل قوم ضلع جھنگ میں زراعت پیشہ شمار نہیں ہوتی تھی۔ علاقہ کے حاسد لوگوں نے بھی مخالفت شروع کردی۔ حضور کی خدمت میں عرض داشت پیش ہوئی عرض کرنے والے صوفی صاحب کے ان پڑھ بھائی تھے۔ حضور نے صوفی خضر حیات کو فرمایا کہ یہ لوگ ان پڑھ ہیں۔ آپ درخواست دے دیں اس کے علاوہ آپ نے دعائے خیر بھی فرمائی۔ مختلف مزاج رکھنے والے افسران سے واسطہ پڑا جب کبھی کسی افسر نے مخالفت کرنے کا ارادہ کیا تو صوفی صاحب کہتے ہیں کہ انہوں نے حضور غریب نواز کو خواب میں دیکھا کہ ان پر روحانی تصرف ڈال رہے ہیں۔ ان کا ارادہ تو کچھ اور ہوتا تھا۔ لیکن انجام کاران کی قلم صوفی صاحب کے حق میں چلتی تھی۔ ایک مسلمان افسر کو حضور نے خواب میں فرمایا تو کیوں مخالفت کر رہا ہے۔ ہمارے خضر حیات کو حضور رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ میں زراعت پیشہ اقوام میں منظور کرلیا گیا ہے۔ چنانچہ صبح اس نے مسل منگوا کر ان کے حق میں سفارش کردی اور فنانشل کمشنر نے ان کی درخواست منظور کر لی۔

ہماری زمین کوئی نہیں لے سکتا

صوفی خضر حیات صاحب مذکور نے ایک زمین کا سودا کیا۔ غلطی یہ ہوئی کہ بائعہ سے صرف یہ اقرار زبانی تحصیلدار علاقہ کے سامنے دلوا دیا۔ چونکہ اندراج میں کچھ غلطی تھی اس لئے انتقال اگلے دورہ پر ملتوی کر دیا گیا۔ مخالف لوگوں کو پتہ چل گیا انہوں نے بائعہ کو زیادہ رقم دے کر وہی زمین رجسٹری کرالی صوفی صاحب کو بھی علم ہو گیا۔ انہیں سخت اندیشہ لاحق ہوا ممکن ہے پاکستانی افسر اقرار زبانی کو کوئی وقعت نہ دیں پھر رشوت ستانی اور سفارش کا بھی دور دورہ ہے۔ مخالف لوگ چست چالاک، دولتمند اور رسائی والے بھی تھے صوفی صاحب گھبرائے ان کا روپیہ ضائع نہ ہو جائے۔ عالم اضطراب میں چلتے جاتے تھے کہ یکایک حضور والاشان بنفس نفیس سامنے تشریف لائے اور بڑے جلال سے فرمایا خضر حیات فکر کی کوئی ضرورت نہیں۔ زمین ہماری ہے کوئی ہماری زمین نہیں لے سکتا۔ صوفی صاحب مطمئن ہو گئے اور حضور کا وجود روحانی بھی پردہ پوش ہو گیا۔

[illegible] دنوں میں تحصیلدار صاحب آ گئے اور مخالف فریق کی رسائی سے پہلے انتقال صوفی

Marfat.com

صاحب کے نام ہو گیا۔

شریعت کے بادشاہ آرہے ہیں

مودا نام ضلع جھنگ کا ایک مشہور مجذوب ہے۔ ننگا رہتا ہے اور غسل استنجا وغیرہ سے بالکل بے نیاز ہے۔ حجامت نہیں بنواتا اور شب و روز دوڑتا رہتا ہے۔ بچے اس کے پیچھے ہوتے ہیں اور پتھر مارتے ہیں کھاتا پیتا بھی کھڑے کھڑے ہے۔ کوئی نوالہ منہ میں ڈالا کوئی کتوں کو پھینکا کوئی بچوں کو دیا۔ صوفی خضر حیات کہتے ہیں کہ ایک بار مودا مذکور حضرت امیر حزب اللہ کی لانگ شمالی تشریف آوری سے دو روز پہلے آ گیا۔ نئے کپڑے سلوائے حجامت بنوائی غسل کیا اور کہتا رہا شریعت کے بادشاہ تشریف لا رہے ہیں۔ حضور کا ورود مسعود ہوا تو موٹر کیساتھ دوڑتا تھا۔ وفور مسرت سے بے تاب تھا اور کہتا تھا سبحان اللہ شریعت کے بادشاہ آ گئے۔ حضور سریر آرائے سجادہ ہوئے تو دوڑ کر دولت پابوسی حاصل کی۔ لوگوں کو پکڑ کر لاتا تھا اور بیعت کراتا تھا۔ کھانے کے وقت حضور کے ساتھ حلقہ نشین ہو کر کھانا کھاتا رہا۔ یعنی ہر طرح شریعت کا احترام کیا۔ صوفی صاحب کہتے ہیں کہ انہوں نے کئی مجاذیب کو حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے اور قدم بوسی کرتے دیکھا ہے۔ جنہوں نے اعلان کیا کہ حضور نے ایک ہی نظر میں انہیں سلوک کی رکی ہوئی منزلیں طے کرا دیں۔

عرش بریں سے پنج تن پاک اترے ہیں

صوفی صاحب مذکور لکھتے ہیں کہ مہر فلک شیر بھروانہ بی۔ اے ایل ایل بی وکیل جھنگ نے حضور کی بیعت کی مہر صاحب شیعہ عقائد رکھتے ہیں اور بڑے زمین دار ہیں۔ ان کے رشتہ دار معترض ہوئے کہ شیعہ ہو کر تو نے ایک سنی پیر کی بیعت کر لی۔ مہر صاحب نے انہیں بتایا ہم شیعہ لوگ سادات عظام اور پنجتن پاک پر زبردست عقیدہ رکھنے والے ہیں اگر یہ سچ ہے تو میں آپ کو بتا دوں کہ جس وقت امیر حزب اللہ پالکی پر سوار تھے میں نے یوں سمجھا کہ آپ اس وقت عرش بریں سے نبی اکرم ﷺ علی مرتضیٰ اور حسنین رضی اللہ عنہم کی شان لیکر اترے ہیں۔ اسلئے میں نے فی الفور سعادت بیعت حاصل کر لی۔ کہ کہیں محروم نہ ہو جاؤں۔ یہ بات سن کر تمام لاجواب ہو گئے۔ صوفی صاحب کا بیان ہے کہ انہوں نے اسی طرح کئی مقامات پر شیعوں کو رضا کار حزب اللہ بنتے اور حضور کی بیعت کرتے دیکھا ہے۔

روشنی کا ہونا نہ ہونا ہمارے لیے برابر ہے

صوفی صاحب موصوف کو جلالپور شریف دولت پابوسی نصیب ہوئی۔ رات کے وقت

Marfat.com

حضور اپنے معمولات سے فارغ ہوئے تو ایک مضمون لکھنا شروع کیا۔صوفی صاحب خدمت میں حاضر تھے اچانک بتی بجھ گئی۔ان ایام میں حضور کا خاص خدمت گزار محمد اکبر درویش تھا۔جسے آپ اکو کہہ کر پکارا کرتے تھے۔آپ نے فرمایا اکو بتی ٹھیک کر کے لاؤ۔بتی کے ٹھیک ہونے میں پندرہ بیس منٹ لگ گئے۔اس دوران میں حضور حسب سابق انہماک سے اندھیرے میں لکھتے رہ گئے۔صوفی صاحب صریر قلم سنتے تھے اور حیران ہوتے تھے۔بتی آئی تو حضور نے انہیں بکمال مہربانی سارا مضمون پڑھ کر سنایا۔جو بالکل صحیح تھا۔حضور نے مسکراتے ہوئے فرمایا اگر بتی نہ آتی پھر بھی ہم بقیہ مضمون باطنی روشنی میں تحریر کرتے رہتے۔اور بتی کا ہونا نہ ہونا ہمارے لئے برابر ہے۔سبحان اللہ

اے شہنشاہِ فلک منظر و بے مثل و نظیر   اے جہاندار کرم شیوہ و بے شبہ و عدیل
پاؤں سے تیرے ملے فرق ارادت اورنگ   فرق سے تیرے کرے کسب سعادت اکلیل
تیرا انداز سخن شانہء زلف الہام   تیری رفتار قلم جنبش بال جبریل

حج بیت اللہ کے شرف سے نوازا

میاں لال قصاب ساکن چانڈیہ فراز ایک فاقہ کش آدمی ہے مگر بڑا نیک ہے۔صوفی خضر حیات صاحب مذکورہ بالا کے پاس آ کر کئی سال روتا رہا کہ دل میں حج کرنے کی آرزو ہے۔اور مدینہ منورہ حاضری کا از حد شوق ہے لیکن جیب خالی ہے۔یہ سعادت کیسے حاصل ہو آخر میاں لال نے اصرار کیا کہ حضرت امیر حزب اللہ کی خدمت میں لے چلیں۔آپ مقبول بارگاہ ہیں حضور کی دعائے خیر مشکل کشائی کر دے گی۔صوفی صاحب انہیں ساتھ لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ان کی زیارت حرمین شریفین کے شوق بیتاب اور ان کی مفلسی کا ذکر کر کے دعائے خیر کہلائی۔حضور نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو سب توفیق حاصل ہے۔ضرور سعادت حاصل ہو گی چنانچہ اسی سال حج بیت اللہ اور مدینہ منورہ کی حاضری نصیب ہوئی۔واپس ہوئے تو صوفی صاحب کو ساتھ لے کر پھر جلالپور شریف حاضر ہوئے۔اور سارے حالات بیان کیے یہ بھی عرض کیا کہ ایک بار عرب حکومت نے ہم مسکینوں کو پکڑ کر جیل میں بند کر دیا تو حضور غریب نواز وہاں خود تشریف لائے اور تسلی دی کہ تمہیں آج ہی حکومت رہا کر دے گی۔گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔چنانچہ اسی دن ہمیں چھوڑ دیا گیا۔اور ہم نے مراسم حج ادا کیے۔صوفی صاحب کہتے ہیں کہ میاں لال نے کہا اور کئی مقامات بھی سفر حج کے دوران میں حضور غریب نواز نظر آئے۔حضور سن کر ہنس دیئے اور خاموش رہے۔میاں لال نے حضور کی خدمت میں عرض کی کہ صوفی خضر حیات کو

Marfat.com

بھی مدینہ منورہ کی زیارت سے فیض یاب فرمایا جائے۔حضور نے ارشاد فرمایا خضر حیات کا مدینہ منورہ یہیں ہے۔

سب مطلب حاصل ہوون باہو جے پیر نظر اک تکے ھو

۳۰ رنومبر ۱۹۵۱ء کو جمعہ کے روز حضور کا مقام چانڈیہ فراز ضلع جھنگ تھا۔صوفی خضر حیات صاحب نے بڑا انتظام کیا ہوا تھا۔کافی علماء کرام اور حاجی صاحبان آئے ہوئے تھے۔حضور جیسل بھٹیاں سے ساٹھ میل کی مسافت طے کر کے ساڑھے بارہ بجے دوپہر موٹر پر تشریف لائے اور جمعہ کے لئے غسل فرمانے لگے حضور ایک بج کر پندرہ منٹ پر تیار ہو کر باہر تشریف لائے۔تو مولوی صاحبان نے عجلت سے کام لے کر نماز پڑھادی تھی۔حضور کا جمعہ قضا ہو گیا آپ سخت دلگیر اور پریشان ہوئے۔اور فرمایا لوگوں نے ہمارا انتظار نہیں کیا نماز جمعہ قضا ہوگئی۔کوئی جلسہ وغیرہ نہیں ہوگا ہم تھکے ہوئے ہیں نماز پڑھ کر آرام کریں گے۔حضور کا یہ انداز ناراضگی صوفی صاحب کے لیے صاعقہء آسمانی سے کم نہیں تھا اس لیے بدحواس ہو کر باہر بھاگے مولوی صاحبان سے الجھ پڑے اور ایک کو زدوکوب بھی کیا۔ایک انہیں مارنے کو دوڑا تو رضا کاروں نے اسے پیٹا بر ہی ہاتھا پائی کی صورت اختیار کر گئی۔اور اس کی وجہ وفور عشق تھی۔عشق کیا کچھ نہیں کر گزرتا ایک عاشق صادق عرصہ سے انتظامات کر رہے تھے کہ رشک شمس وقمر حضرت امیر حزب اللہ سٹیج پر جلوہ افروز ہوں گے نظارہ عام ہوگا لحن داؤدی سامعہ نواز ہوگا۔روح سرور کیف سے معمور ہو جائے گی لیکن اب یہ ساری آرزوئیں مولوی صاحبان کی عجلت کے باعث پائمال ہوگئی تھیں۔جو محروم تمنا بامراد ہونے والا تھا۔اسے نامراد کر دیا جائے۔تو وہ بدحواس نہ ہو تو اور کیا کرے۔صوفی صاحب نے اس ناجائز اقدام کو مولوی صاحبان کی شرارت پر محمول کیا۔اور پھر بدحواسی میں صرف دست درازی نہ کی بلکہ اپنی بدقسمتی پر رو بھی رہے تھے۔جو کچھ ہوا اس کی وجہ سے بڑا شور پیدا ہوا۔مولوی صاحبان تو فـفـرّوا ہو چکے تھے عوام نے صوفی صاحب کے خلاف واویلا شروع کر دیا حضور نے جب اس شوروغوغا کو سنا تو صوفی صاحب کو بلا کر ناراض ہوئے اور ایک طرف بٹھا دیا۔حضور کی ناراضگی دیکھ کر یہ بیچارے اور زیادہ مغموم ہوئے۔سرخ آنکھوں سے آنسو ندی کی طرح رواں تھے۔حیران تھے مجھ پر کیا گزری۔ادھر مولوی صاحبان تھانے میں رپورٹ کرنے کے لیے تیار ہو چکے تھے۔حضور نے انہیں بلا بھیجا صوفی صاحب کی طرف سے معافی مانگی اور صلح کی کوشش جس مولوی صاحب کو پیٹا گیا تھا اس نے اپنی غلطی کی معافی مانگی۔حضور نے معافی دیدی مگر صوفی صاحب کو معافی دینے پر رضامند نہ ہوئے۔آخر حضور نے جلال میں آ کر فرمایا

Marfat.com

صاحب خضر حیات بھی میں، گنہگار بھی میں اور معافی بھی میں مانگ رہا ہوں۔'' جلال ولایت نے مولوی صاحب کو نرم کر دیا نرمی پیدا ہوئی تو سعادت دارین نے انہیں اپنی آغوش میں لے لیا۔ بے اختیار حضور کے قدموں پر سر رکھ دیا رونا شروع کر دیا اور کہا میں نے خضر حیات کو دونوں جہانوں میں معاف کیا اور تین بار کہا اب صلح ہو گئی اتفاقاً جلسہ میں آ گئے تھے مولوی صاحبان بھی محروم نہ گئے۔

حضور نے صوفی صاحب کے متعلق جو الفاظ استعمال فرمائے تھے انہوں نے تا قیامت ان کا درجہ بلند کر دیا تھا۔ اس کے باوجود حضور کے تشریف لے جانے کے بعد وہ ندامت، شرمندگی، مایوسی، نامرادی کے ملے جلے احساسات و جذبات کے باعث سخت مضمحل اور مضطرب تھے اندر پڑے رہتے تھے اور روتے رہتے تھے۔ محسوس ہوتا کہ دنیا بھر میں ان سے زیادہ بدقسمت انسان کوئی نہیں۔ پندرہ بیس دن یہی حالت رہی عشق میں اضطراب یک طرفہ نہیں ہوتا۔ کسی کی شان کریمی جوش میں آئی روتے روتے ایک رات آنکھ لگی تو نگاہوں کے سامنے دنیائے رنگ و نور موجود ہو گئی۔ قلب و روح مسرور ہو گئے۔ غمزدہ دل کنول کے پھول کی طرح کھل گیا۔ بے چینی اور اضطراب کا نام نشان نہ رہا۔ طمانیت قلبی بدرجہ وافر حاصل ہوئی وہ چیز ملی جس کے عمر بھر متلاشی رہے تھے۔ حضور رحمۃ للعلمین ﷺ تشریف فرما ہوئے اور ان کے مکان کی غربی جانب زمین پر ہی جلوہ آراء ہو گئے۔ آنحضرت ﷺ کے ساتھ اور بھی بہت سے سفید ریش بزرگ تھے۔ وہ بھی تشریف فرما ہو گئے۔ سامنے نظر گئی تو محفل قدس میں غریب نواز حضرت سید محمد فضل شاہ صاحب بھی حسب معمول براق اور خوب صورت لباس پہنے دست بستہ کھڑے تھے دوسری جانب دونوں مولوی صاحبان بھی سخت نادم ہو کر کھڑے تھے۔ گویا ملزم کی حیثیت سے موجود ہیں۔ صوفی صاحب نے جب یہ نظارہ دیکھا تو دل ہی دل میں کہنے لگے

تعالیٰ اللہ چہ دولت دارند امشب   کہ آمد ناگہاں دل دارم امشب
چوں دیدم روئے زیبا سجدہ کردم   بحمد اللہ چہ خوش کردارم امشب

دوڑے اور حضرت رسول کریم ﷺ کے مبارک اور مقدس قدموں پر سر رکھ دیا رقت طاری ہو گئی۔ زار و قطار رونے لگ گئے۔ رحمت مجسم ﷺ نے دست شفقت صوفی صاحب کی پشت پر پھیرا اور نطق آراء ہوئے ''خضر حیات کا کوئی قصور نہیں مولوی صاحبان کو کیا حق حاصل تھا کہ فضل شاہ کے ہوتے ہوئے پیش امام بن کر کھڑے ہو گئے'' اس کے بعد رحمت دو عالم ﷺ نے حضرت پیر حزب اللہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ''پیش امام ایسا ہو جو صاحب عزت اور صاحب

Marfat.com

شان ہو" صوفی صاحب کی حالت عجیب تھی انشراح ہی انشراح تھا روتے تھے اور حضور سرور کائنات ﷺ کے نورانی قدموں پر سر رکھ دیتے تھے۔ بار بار سر پر دست شفقت پھیرتے تھے صوفی صاحب کی زبان فصیح اور بلیغ بن چکی تھی۔ از خود نعتیہ کلام وارد ہو رہا تھا۔ مرصع، مسجع اور مقفی فقرات زبان نکل رہے تھے۔ جوں جوں حضور سید الانبیاء ﷺ کی تعریف و توصیف بیان کرتے تھے زبان اور رواں ہوتی تھی۔ خدا جانے ہزاروں بار قدم بوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ ساری رات یہی کیفیت رہی بڑے سکوت کے بعد جناب سرور کائنات ﷺ نے فرمایا موجودہ وقت میں تمام عالم اسلام کیلئے ہم نے فضل شاہ صاحب کو بادشاہ، پیشوا اور رہنما بنا کر بھیجا ہے۔ ساتھ ہی آنحضرت ﷺ نے حضور کی طرف اشارہ بھی فرمایا

یہ ایک بھرپور مکاشفہ اور روحانی تجربہ تھا۔ صبح ہو چکی تھی روتے روتے صوفی صاحب کی گھگی بندھی ہوئی تھی سرہانہ آنسوؤں سے تر بتر تھا۔ بدن پر اس قدر پسینہ آیا تھا کہ بستر شرابور ہو چکا تھا۔ موذن نے اذان کہی اس آواز کو سن کر آنکھ کھل گئی۔ نظارہ غائب ہو گیا صوفی صاحب افسوس کرتے اور روتے تھے۔

آنکھ کھلتے ہی تصور یار کا روپوش تھا
پھر وہی میں تھا وہی دریائے غم کا جوش تھا

اس خواب کے بعد صوفی صاحب کی تمام پریشانی جاتی رہی اضطراب اطمینان کی صورت اختیار کر گیا۔ صوفی صاحب نے حضور کی ذات سے خلوص اور محبت کا اظہار کیا آزمائش کے وقت نہ صرف ثابت قدم رہے بلکہ نتائج سے بالکل بے پرواہ ہو کر اپنے آپ کو خطرات میں ڈال دیا۔ لوگوں کے لعن طعن سے بے نیاز ہو گئے۔ ایمان کامل کی یہی نشانی ہوتی ہے. ولا تخافون لومة لائم یہ آیۃ کریمۃ ایسے ہی مومنین کاملین کی نشاندہی کرتی ہے۔ عشق نے قربانی دی اور حسن نے نوازا۔ ذرہ نوازی فرماتے ہوئے نبی کریم ﷺ کا حضوری بنا ڈالا اور اس شان سے کہ گھنٹوں صرف انہیں کے لیے آغوش رحمت وا رہی۔ مرشد کامل اسی کو کہتے ہیں سلطان العارفین حضرت باہو رحمۃ اللہ علیہ کیا خوب فرماتے ہیں۔

س سے روزے سے نفل نمازاں سے سجدے کر کر تھکے ہو
سے واری مکے حج گزاری تے دل دی دوڑ نہ مکے ہو
چلے چلیے تے جنگل بھوناں اس گل تھیں مول نہ پکے ہو
سب مطلب حاصل ہوون باہو جے پیر نظر اک تکے ہو

Marfat.com

ریت کھانڈ بن گئی

صوفی محمد شفیع اختر ولد میاں محمد عظیم ساکن ڈھانگری مرزا نزد ٹلہ جوگیاں ضلع جہلم بڑے مخلص برادرِ طریقت ہیں۔ جب حضرت امیر حزب اللہ مدظلہٗ العالی کے حالات قلم بند کرنے کا فریضہ گراں راقم آثم کے سپرد ہوا تو دل میں بڑی گھبراہٹ ہوئی۔ مواد نایاب تھا انہیں صوفی صاحب نے سب سے پہلے کافی مواد مہیا کر دیا۔ اس بات کا اعتراف ''پیش لفظ'' میں ہو چکا۔ لیکن کام کرنے والے کی ہمت افزائی کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہوتی۔ وہی ہمت افزائی دراصل کام کو بخیر وخوبی انجام دینے کا موجب بنتی ہے اس لئے اختر صاحب کا بندہ بے حد ممنون احسان ہے۔ وہ اگر حضور کا مجموعہ مقالات وخطبات نہ لا دیتے اور اپنا روزنامچہ حوالے نہ کرتے تو تصنیف کا کام شروع ہی نہ ہو سکتا۔ اور معلوم نہیں کیسے انجام پاتا اس لئے جن کی حوصلہ افزائی اس مبارک کتاب کو شروع کرنے کا سبب بنی اسے ختم کرتے ہوئے بھی امتنان وتشکر کے لئے انہی کے روزنامچہ سے استفادہ کیا جاتا ہے۔

صوفی صاحب موصوف ۴؍جولائی ۱۹۳۷ء بمطابق ۲۴؍ربیع الآخر ۱۳۵۶ھ کو رقم طراز ہیں اس سال حضور دورہ حزب اللہ کے سلسلہ میں اچراء تشریف لے گئے۔ ایک بڑھیا کی طرف سے دعوت تھی بارش تھی اسلئے حضور پرنور نے قریب اسٹیشن قیام فرمایا۔ بڑھیا بے چاری بڑی مایوس ہوئی قاضی غلام فرید صاحب نے ایک کوٹھری میں ریت رکھدی تھی۔ تاکہ حضور بوقت ضرورت رفع حاجت فرما سکیں۔ مگر حضور نے اس ریت پر رفع حاجت نہ فرمائی۔ بڑھیا کہتی تھی اگر قیام یہاں نہیں ہوا تھا تو کم از کم اس ریت پر پیشاب فرما لیتے۔ یہ بھی عظیم شرف تھا۔ اب اتفاق ایسا ہوا کہ ہفتہ عشرہ کے بعد اس گاؤں والے ایک آدمی کو درد ہو گیا ٹکور کے لیے ریت کی ضرورت پڑی بڑھیا نے کہا میرے گھر موجود ہے۔ مایوسی کی وجہ سے اس نے ابھی تک کوٹھری کو بند پڑا رہنے دیا تھا۔ ریت کے لیے اب کھولا تو کیا دیکھتی ہے کہ وہاں خالص کھانڈ موجود ہے بڑھیا بے حد خوش ہوئی۔ کہتی تھی میرے دل میں سخت افسوس تھا کہ حضور نے میری استدعا کو رد فرما دیا اور قیام نہ فرمایا لیکن آج مجھے سب کچھ مل گیا۔ جب ریت کھانڈ بن گئی ہے تو اور کیا کیا فیوض حاصل نہ ہوئے ہوں گے۔ اس نے تمام کھانڈ تبرک کے طور پر گاؤں میں تقسیم کر دی اور ملکوال کے مقام پر پہنچ کر خوشی سے سارا ماجرا حضور کی خدمت میں بیان کیا۔ آپ نے سنی ان سنی کر دی۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

حضور کے غیر فانی مقالات

Marfat.com

در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند
آنچہ استادِ ازل گفت ہماں می گویم

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نہم

خدائی آواز

آج اسے پورے تیس سال پہلے اس فقیر کی بظاہر محدود مگر حقیقتاً وسیع دنیا کے اندر ایک انقلاب عظیم رونما ہوا۔ ہدایت و رشد کی تمام راہیں مجھ پر کھول دی گئیں۔ مناظر قدرت جنہیں پہلے سرسری نگاہوں سے دیکھا جا رہا تھا۔ بصیرت کی آنکھیں کھل جانے سے اپنی پوری رعنائی اور زیبائی کے ساتھ میرے سامنے جلوہ گر ہو گئے۔ مظاہر فطرت جن کی بوقلمونی اور عجوبہ روزگاری پر ایک ہلکی سی چلمن پڑی ہوئی تھی۔ دست شوق نے اسے ہٹا دیا۔ اور کمال زیبائش اور آرائش کے ساتھ صاف طور پر مجھے نظر آنے لگے۔ آنکھیں پہلے ہی روشن تھیں۔ مگر ان کی قوت بصارت بڑھا دی گئی۔ کان پہلے ہی سننے والے تھے مگر قوت سامعہ میں اضافہ ہو گیا۔ دل پہلے ہی حساس واقع ہوا تھا۔ مگر یکایک فقاہت سے بھرپور ہو گیا۔ اور یہ تمام نعمتیں جو مجھے حاصل ہوئیں۔ اکتسابی نہیں تھیں بلکہ وہبی اور عطائی۔ ان کا حصول بتدریج و امہال نہیں ہوا۔ بلکہ مرّۃ واحدۃ آنکھ جھپکتے دیر لگتی ہے۔ مگر ان کے میسر آنے میں کوئی وقت صرف نہیں ہوا۔ اور دوسرے الفاظ میں یہ ایک حقیقی معجزہ تھا۔ اور بدیہی کرامت کہ دیکھتے دیکھتے قلب ماہیت ہو گئی۔ دماغ کے اندر بجلی جیسی چمک پیدا ہوئی جس نے سارے جسم کو منور کر دیا۔ دل کے اندر ایک نورانی شعاع ڈالی گئی۔ جس سے کہ اس کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔

میں نے اللہ تعالیٰ کے نور کی روشنی میں دیکھا۔ مسلمانوں کا مستقبل شروع میں دلخراش، غم انگیز، ستم زا مگر آخر میں راحت آمیز، فرحت خیز و انبساط در آغوش آج سے تیس سال پہلے میں نے انہی آنکھوں سے مشرقی پنجاب، ریاستہائے پھلکیاں، دہلی بہار، گڑھ مکتیشر، حیدرآباد دکن، کلکتہ وغیرہ کے خونیں مناظر[۲] دیکھے۔ ملت مرحومہ کے لاکھوں فرزند خاک و خون میں تڑپتے نظر آئے۔ میں نے انہی کانوں سے زخمیوں کی چیخ و پکار مرنے والوں کی نزعی سسکیاں، یتیموں کے نالے اور بیواؤں کی آہیں سنیں۔ ہولی کا تہوار چند دن ہوئے گزر چکا ہے۔ جبکہ ہندوستان کے اندر بسنے والے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی گئی۔ اور یہ سلسلہ تین چار سال سے برابر جاری

---

[۱] یہ حضور کے ۱۹۵۰ء کے خطبہ صدارت کا اقتباس ہے۔

[۲] یہاں ان فسادات کا ذکر ہے جو ہندوؤں نے تقسیم ملک سے پہلے اور بعد مسلمانوں کا صفایا کرنے کیلئے چلائے۔ ۱۲

Marfat.com

ہے مگر میرے لیے یہ چیز مطلقاً تعجب انگیز نہیں۔ جبکہ یہ جاں گداز، روح گسل اور لرزہ بر اندام کرنے والے نظارے مَیں عالم تخیل میں نہیں بلکہ جہانِ تکوین میں پہلے دیکھ چکا ہوں۔ ابھی بہت سے واقعات متضاد حالات کتم عدم سے منصۂ شہود پر آنے والے ہیں جن کا عوام کو علم نہیں۔ مگر مجھے ان کا علم ہے۔ جن کا ظہور بعض صورتوں میں حوصلہ شکن اور صبر آزما ہوگا۔ اور بعض میں ہمت افزا اور اطمینان بخش۔

لیکن یہاں تو صرف تحدیث نعمت مطلوب تھی۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ خدائی آواز جو ہمیں ماضی کی داستانیں سنا کر اصلاحِ حال کرنا چاہتی ہے۔ اور جس کا منتہائے مقصود انسانی مستقبل کو سنوارنا اور اقوام وملل کے سامنے ایک بہترین لائحہ عمل پیش کرنا ہوتا ہے۔ موجودہ وقت میں اس کی پکار کیا ہے؟

یہ خدائی آواز وہی ہے جو فاران کی چوٹیوں پر سنی گئی۔ جبل بوقبیس پر اسکی گونج پیدا ہوئی۔ اور حرم مکہ، غار حرا اور مسجد نبوی کے اندر اس کے دل کش ترنم اور سامع نواز لَے نے ایمان پرور قلوب کے اندر ارتعاش پیدا کر دیا۔ اور ان کے سارے جسم خوف ورجا کے دوگونہ اثرات سے تھرتھرانے لگے۔

قدرت نے فتویٰ دیا۔ فطرت نے اسے دہرایا۔ انسانیت نے اسے قبول کیا۔ روحانیت نے اس پر مہر تصدیق ثبت کر دی کہ وراثت ارضی کے مالک صالحین ہیں۔ اور جس قوم کے اندر صلاحیت بقاء موجود نہ رہے۔ اس کا نام ونشان مٹا دیا جاتا ہے۔ اور جس قوم کے قوائے عمل مضبوط ہوں اس کے ارادے اور حوصلے بلند ہوں۔ اسکے عزائم قوی ہوں۔ ایثار اور قربانی اس کا شیوہ ہو اور سرفروشی وجانبازی اسکا وطیرہ۔ اس کو بقائے دوام، سربلندی اور کامیابی حاصل ہوگی۔ خدائی آواز آئی کہ ہم کسی قوم کو مٹانا نہیں چاہتے۔ لیکن اگر وہ اپنے مٹ جانے کے درپے ہو جائے ہم اس کی مدد بھی نہیں کرتے۔ یہ فطرت کا اٹل قانون ہے۔ کہ آگے بڑھنے والوں کی حوصلہ افزائی کی جائے اور پیچھے رہ جانے والوں پر رحمت کے دروازے بند کر دیئے جائیں۔

میں نے دیکھا کہ سب سے آگے بڑھنے والی قوم سب سے پیچھے رہ گئی ہے۔ مسلمان جو کہ **الاعلون** کا لقب لے کر آیا تھا۔ اب احساس کہتری کا شکار ہو کر سب سے نیچے چلا گیا ہے۔ اور اس کی غلط روی اور کج رفتاری کی صرف ایک وجہ تھی۔ کہ اس نے ساری آوازیں سننے کے لئے اپنے کان کھول دیئے مگر خدائی آواز سننے کے وقت کانوں میں روئی ٹھونس لی۔ وہ دنیا بھر کے عجائبات دیکھنے کے لیے بیتاب رہا اور ہر چیز کا سیر چشمی سے مطالعہ کیا۔ مگر منظر قدرت

Marfat.com

اور محاسن فطرت جب اس کے سامنے آئے تو اس ظلوم وجہول نے اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لی۔ اس نے اپنی بیماریوں، کلفتوں اور مصیبتوں کا اظہار ہر راہگیر کے سامنے کیا مگر شافی مطلق، مسبّبُ الاسباب، مصیبتوں سے نجات دلانے والے، تکالیف رفع کرنے والے حکیم علی الاطلاق کی درگاہِ عالیہ کی طرف جانے میں اس نے ہچکچاہٹ محسوس کی۔ اور وہ اس کے آستانِ قدس پر اظہار عجز کے لیے فرصت نہ نکال سکا۔

اس بغاوت وسرکشی کی سزا ملنی مستلزم تھی اور ان کوتاہیوں اور غلطیوں کا اٹھانا لازم۔ پھر وہی کچھ ہوا جو ایسے حالات میں ہوا کرتا ہے۔ حکومت گئی، عزت گئی، دولت گئی، رعب گیا، اقتدار گیا اور مسلمان کو عرش سے اتار کر فرش پر پھینک دیا گیا۔

خدائی آواز پر کان نہ دھرنے والوں پر خدا کی بے آواز لاٹھی پڑی اور انہیں بہ یک بینی و دوگوش خلافت ارضی، تاج وتخت، حکومت وسلطنت سے محروم کر دیا گیا۔ اور ان کی جگہ دوسری قوموں کو ان پر مسلط۔ جنہوں نے باقی کسر بھی نکال دی۔ اور ہندوستان کے اندر فاتح مسلمان مفتوح اور آقائی اقتدار رکھنے والا غلامی کی لعنت میں مبتلا ہو گیا۔

میرے کان چونکہ حقیقی سماعت رکھنے والے تھے۔ میری آنکھیں چونکہ حقیقت بیں واقع ہوئی تھیں۔ اور میرا دل دانائے راز۔ اس لیے میں نے خدائی آواز کو پوری توجہ سے سنا۔ قدرت کے غیر مرئی مگر نشان منزل دینے والے ہاتھ کے اشاروں کو دیکھ لیا۔ اور بنی نوع انسان کو راہ راست پر چلانے والی تعلیم کے رموز ونکات میرے ذہن نشین ہو گئے۔ پھر میں نے اسی خدائی آواز، اسی پیغام حق، اسی ندائے ایمان کو لوگوں کے کانوں تک پہنچانے کی خاطر ہر سال مسلسل اور طویل دورے کیے۔ جہاں تک میری زبان نے میرے خیالات وجذبات کی ترجمانی میں میرا ساتھ دیا۔ اس سے کام لیا۔ اور اس ساری تگ ودو، اس ساری کوچہ وصحرا نوردی، ان سارے دوروں، ان ساری تقریروں، ان سارے جلسوں سے مقصد یہی تھا کہ خدا کے بندوں کو خدائی آواز سنا کر انہیں خدا کا بنایا جائے۔ اور جب وہ صحیح معنوں میں خدا کے بن گئے۔ تو پھر خدا کی ساری کائنات کے وہ مالک ہو جائیں گے۔ اور خدا کی حفاظت میں آ جانے والوں پر کوئی دشمن، کوئی غنیم غالب نہیں آ سکتا۔

Marfat.com

﴿۲﴾

تذکار ربیع الاول [1]

ما ان مدحت محمد ابمقالتی　　لکن مدحت مقالتی بمحمد

قانون قدرت

یہ ایک قانون قدرت ہے۔ کہ جب زمین پر کفر والحاد، شرک وطغیان، فسق وفجور کے گھٹا ٹوپ اندھیرے چھا جائیں انسانیت کی جگہ بہیمیت لے لے۔ شیطانی اور اہرمنی طاقتیں غلبہ و استیلاء حاصل کر لیں۔ ظلم وعدوان کا دور دورہ ہو۔ فسادو عناد کی گرم بازاری ہو۔ دنیا میں وحشت و بربریت کا ایک طوفان برپا ہو جائے تو اس یاس وقنوط کی حالت میں جب مظلوم کی چیخ و پکار سننے والا کوئی نہیں رہتا۔ جب امن کا دیوتا طاغوتی شرانگیزیوں کی تاب نہ لاکر گمنامی کے پردے میں رو پوش ہو جاتا ہے۔ اور جب شیطانی طاقتیں ہر ایک قسم کے حربہ سے مسلح ہو کر اخلاق وایمان کی بستیوں کو غارت و برباد کرنا شروع کر دیتی ہیں تو ہدایت کا سرچشمہ کسی سنگلاخ قطعہء ارض سے پھوٹ نکلتا ہے۔ جو کہ اپنی رو میں بداعتقادیوں اور بدعملیوں کے تمام خس وخاشاک کو بہا لے جاتا ہے۔ اسلام کا سورج طلوع ہوا کرتا ہے۔ جس کی لامع افروزی اور ضیاء ریزی سے تمام ظلمات دور ہو جاتے ہیں۔ ہر قسم کی تاریکیاں رفع ہو جاتی ہیں جس کی باصرہ نواز روشنی میں ہر ایک چیز اپنی اصلی ہیئت ترکیبی میں نظر آنے لگتی ہے اور انسانی پیکر میں ایک فرشتہء رحمت آتا ہے اور اپنے بہترین اقوال وافعال، اپنے اخلاق وکردار اور اپنے محیر العقول کارناموں سے پہلے دنیا والوں کو محو حیرت اور استعجاب بنا دیتا ہے اور پھر اپنی روحانی کشش وانجذاب سے لوگوں کے دلوں میں ایک زبردست تغیر، طبیعتوں میں ایک بہت بڑا انقلاب ورذہنیتوں میں تبدیلی پیدا کر دیتا ہے۔ اسکے انفاس قدسیہ کی برکت سے دنیا میں تہذیب وشائستگی، مدنیت وعمرانیت پھیل جاتی ہے اور بدامنی کی جگہ امن، ظلم کی جگہ انصاف، بداخلاقی کی جگہ خوش اخلاقی لے لیتی ہے اور وہی زمین جو اپنے ساکنین کی بے اعتدالیوں، ستم شعاریوں اور بے راہ رویوں سے تنگ آکر چیخ و پکار، جزع وفزع کر رہی تھی۔ اپنے بسنے والوں کی اعتدال پسندی اور بلند سیرتی سے فخر ومباہات کرنے لگتی ہے۔ اس قسم کے واقعات فلک پیر نے بیسیوں نہیں بلکہ سینکڑوں دفعہ مشاہدہ کیے ہیں۔ اور یہ سلسلہ اس وقت سے چل رہا ہے جب سے دنیا قائم ہے۔ اور اس وقت تک چلتا رہیگا جب تک

[1] مضمون کا یہ مقالہ ۱۱ جنوری ۱۹۳۶ء کو رسالہ "ترجمان" گجرات میں شائع ہوا۔ اس کیلئے ہم صوفی محمد شفیع اختر کے رہین منت ہیں

Marfat.com

دنیا موجود ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی بعثت ہمیشہ ایسے زمانوں میں ہوتی رہی ہے۔ جب کہ خداوند کریم کو ایک قوم کی ہدایت منظور ہوئی۔ اور ایسی قوم۔ سے ایک ایسے فرد کو اپنا پیغام عمل پہنچانے کے لئے منتخب فرمایا جو اس امانت کے تحمل کی صحیح اہلیت رکھنے والا ہوتا۔ ہمارے انتخاب میں کسی غلط فہمی، کسی جلد بازی اور کسی ہنگامی اور وقتی تاثر کا امکان ہوسکتا ہے۔ لیکن قدرت کی نگاہ انتخاب حقیقت بین اور دوررس ہوا کرتی ہے۔ اور اس کا انتخاب بہترین انتخاب ہوا کرتا ہے۔

نبوت ورسالت کی تشریح

نبوت ورسالت کے متعلق یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ یہ چیزیں اکتسابی نہیں ہوا کرتیں۔ بلکہ وہبی اور عطائی ہوا کرتی ہیں۔ کوئی شخص اگر خود بخود متقی بننا چاہے تو بن سکتا ہے۔ لیکن نبی اور رسول نہیں بن سکتا۔ دنیا بھر کے اوصاف اپنے اندر پیدا کیے جاسکتے ہیں۔ لیکن نبوت اور رسالت کے انوار نہیں پیدا کئے جاسکتے۔ بلکہ جس فرد کامل کو قدرت اس کا اہل سمجھتی ہے۔ صرف اس پر یہ راہیں کھولدی جاتی ہیں۔ ہر انسان اپنے وجود میں سینہ اور اس میں حرکت کرنے والا دل رکھتا ہے مگر انشراح صدر ہر ایک کا نہیں ہوا کرتا۔ ہر ایک دیکھنے والی آنکھ اپنے گردوپیش کی چیزیں دیکھ لیا کرتی ہے۔ اور پھر بصارتوں میں علی اقدر مراتب تفاوت بھی ہے۔ مگر دور بین کی مدد کے بغیر سینکڑوں اور ہزاروں کوس تک دیکھنے والی آنکھ بہت کم نظر آئے گی۔ ہر ایک کان اگر وہ قوت سماعت سے عاری نہ ہو، چھوٹی بڑی آوزیں سن سکتا ہے۔ مگر عرب میں بیٹھ کر پیکن کے بازاروں میں پھرنے والی لڑکیوں کے پازیبوں کی جھنکار سننا کارے دارد، یہی وہ خصوصیات نبوت وورسالت ہیں جن میں کوئی دوسرا شریک وسہیم نہیں ہوسکتا۔ اس میں شک نہیں۔ موجودہ سائنس کے زمانہ میں بہت سے مفروضات اب واقعات کی شکل اختیار کرچکے ہیں۔ اور بعدیت زمان و مکان اب رفتہ رفتہ زائل ہوکر قرب وجوار کی صورت حاصل کررہی ہے۔ بایں ہمہ عقلیات و نظریات سے بلند وبالا ایک روحانیت کا عالم بھی موجود ہے۔ جس طرح ہم اور تم موجود ہیں۔ وہاں بھی بے تار برقی اور لاسلکی کے سٹیشن قائم ہیں وہاں بھی مخصوص الفاظ واشارات سے تبادلہ خیالات ہوا کرتا ہے۔ وہاں بھی سریع السیر اور فلک پیما ہوائی جہاز پائے جاتے ہیں۔ وہاں کے رہنے والے بھی ہوا پر قابض ومتصرف ہوکر اپنا تخت اس کے کندھوں پر رکھ کر چل دیا کرتے ہیں۔ اور اس سے بڑھ کر یہ کہ سائنس دان اتنے ایجادات واختراعات اتنی فہم وفراست اور اتنے تدبر و تفکر کے باوجود نظام کائنات میں کوئی تبدیلی نہیں کرسکتے۔ قدرت کے کارخانہ میں ان کی آواز طوطی کی آواز سے بھی کم درجہ رکھتی ہے اور وہ راز کائنات کو سمجھنے سے اسی طرح عاری ہیں جس

Marfat.com

طرح کہ ایک عامی سے عامی شخص ۔ لیکن وہ مقدس ہستیاں جن کا زانوئے شاگردی کبھی کسی ظاہری استاد کے سامنے تہ نہیں ہوا۔ جو کسی کالج یا مدرسہ سے فارغ التحصیل ہو کر نہیں نکلے ۔ اور جنہیں فلسفہ اور سائنس سے کبھی دور کا واسطہ بھی نہیں رہا۔ خالق الکائنات کے منظور ہو کر عالم الغیب والشہادۃ سے بلا واسطہ معلومات حاصل کر کے اور متصرف حقیقی کے تصرف سے بہرہ اندوز ہو کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھائیں تو بارش برسنے لگے۔ انگلی کا اشارہ کریں تو چاند دو ٹکڑے ہو جائے پتھر بولنے لگیں، درخت جھومنے لگیں، عصا اژدھا بن جائے، دست شفقت پھیرنے سے اندھے سجاکھے ہو جائیں۔ مجذوم تندرست ہو جائیں۔ بلکہ مرے زندہ ہو جائیں۔

دراصل یہی وہ مابہ الامتیاز ہیں جن سے کہ ہم نبی اور متنبی، رسول اور شعبدہ باز، پیغمبر اور جادو گر میں فرق کر سکتے ہیں۔ اور آج اکثر معترض یہ کہتے ہیں۔ کہ خرق عادت محال ہے غیر مرئی اور غیر محسوس موجود ہے۔ تو انہیں کہنے دیں۔ انسانی کمزوریوں میں سے سب سے بڑی کمزوری یہی ہے۔ "الناس اعداء بماھم جاھلون" کے مطابق جہاں علم عدم سے عدم علم کا نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے۔ وہاں اگر خود ساختہ نبی تاویلات سے کام نہ لیں تو اور کریں ہی کیا۔ جب کہ ان کے پاس اپنے بے سروپا دعاوی کی کوئی دلیل موجود نہیں۔ ان میں اور ایک دوسرے شخص میں قطعاً فرق نہیں حالانکہ نبوت اور رسالت کا منصب بے حد رفیع ہے۔ اور اس کے ساتھ معجزات و خرق عادت کا ہونا مستلزم۔

وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم ط

انبیاء علیہم السلام کی بعثت حالات زمانہ کے مطابق ہوتی رہی

اگر باب نبوت و رسالت پر ایک نظر ڈالیں تو آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد اس زمانہ کے لوگوں کے حالات کی اصلاح ہوا کرتا تھا۔ اور جس قوم میں جس قسم کی خرابیاں رونما ہو جایا کرتی تھیں۔ اس زمانہ کے نبی اس قسم کی تعلیم لے کر آیا کرتے تھے۔ ان کا ازالہ و اندفاع ہو سکے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جادو ٹونے کے لوگ بے حد معتقد تھے اور یہ چیزیں اسلامی عقائد کے خلاف ہیں اس لیے ان کی تعلیمات اور معجزات زیادہ تر ابطال سحر سے متعلق نظر آتے ہیں۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ علم و ہنر زمانہ تھا۔ فلسفہ و حکمت اور تشریح علم الابدان کا زمانہ تھا۔ یونانی حکماء کے پیش کردہ نظریات لوگوں سے خراج تحسین وصول کر چکے تھے۔ اس لئے وہ ایسے معجزات لے کر آئے۔ ایسے ایسے کمالات دکھلائے جن سے [illegible] الناظر سے قطع نظر بڑے بڑے ماہر فلاسفر اور حکیم بھی انگشت بدنداں رہ گئے اور جو مرض [illegible]

Marfat.com

کہ یونانی اطباء کے متفقہ اور مسلسل وپیہم کوششوں اور علاج سے تندرست نہ ہو سکے۔ وہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ لگانے سے بھلے چنگے ہو گئے۔ حیات مابعد الموت جسے یونانی مصرین ناممکن العقل ثابت کر چکے تھے۔ انفاس عیسوی نے ممکن الوقوع کر دکھلایا۔

عرب کی ساری شعریت، ساری قادر الکلامی، فصاحت و بلاغت قرآن حکیم کے اس چیلنج یا دعوت مقابلہ کے سامنے ختم ہو گئی۔ کہ فأتوا بسورة من مثله ان كنتم صدقين. کہ اگر تمہارا یہ اعتقاد ہے کہ قرآن حکیم خدا کا کلام نہیں تو اس جیسی ایک سورۃ تو بنا لاؤ۔

یہ باتیں تو اظہار تفوق اور برتری کے لئے ہیں اور ان سے مقصود مخالفین کے دعاوی باطلہ کا بطلان اور ان کے غرور و تجبر کا سر نیچا کرنا تھا۔ ورنہ اگر مزید غور و فکر سے کام لیں تو انبیاء علیہم السلام فطرت انسانی کے صحیح نباض کی حیثیت سے دنیا میں تشریف لائے۔ اور جس قسم کی روحانی بیماریوں میں اس زمانہ کے لوگ مبتلا تھے۔ اسی قسم کے نسخے انہوں نے تجویز فرمائے۔ جن کے استعمال سے ان کی تمام بیماریاں کافور ہو گئیں۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بت پرستی کے خلاف نص قرآنی کے مطابق جو اپنا عجیب و غریب استدلال اپنی بت پرست قوم کے سامنے پیش کیا ہے۔ اور بتوں کی بے کسی کم مائیگی، بے چارگی کی جو تصویر کھینچی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ منعم حقیقی نے ایک داعیٔ حق کے دماغ کو کس قدر نور عرفان سے بھر دیا۔ اور اس کی عقل سلیم کس منہج قویم پر جا پہنچی۔ اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا یہ مکالمہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ "فانّ الله ياتى بالشمس من المشرق فأت بها من المغرب ط فبهت الذى كفر" اللہ میاں تو ہر روز سورج مشرق سے طلوع کرتے ہیں اور تم جو خدائی کا دعویٰ کرنے لگے ہو۔ ایک دن سورج کو بجائے مشرق کے مغرب سے طلوع کر دکھلاؤ۔ اس منطقی استدلال کا یہ نتیجہ نکلا کہ نمرود اپنی ساری ٹی پٹی بھول کر مبہوت سا ہو کر رہ گیا۔ انبیاء علیہم السلام آج کل کے مقررین کی طرح ہنگامی جوش پیدا کرنے کے عادی نہ تھے۔ بلکہ ہر ایک معاملہ میں حکیمانہ گفتگو اور فاضلانہ طرز خطابت پیش نظر ہوا کرتا تھا۔ آپ وعظ یوسفی کا مطالعہ کریں۔ ء ارباب متفرقون خير ام الله الواحد القهار ط'' کیا بہت سے خداؤں کی غلامی اچھی ہے یا ایک اور واحد لاشریک کی! تو آپ کو منطقی اعتبار سے اس مسکت دلیل کا قائل ہونا پڑے گا۔ غرض قوم کی بیماریوں کی صحیح تشخیص کے بعد اس زمانہ کے یہ فطرت انسانی کے صحیح معالج نسخے تجویز فرماتے رہے۔ اور قوم نے ان کی تعلیمات سے استفادہ کر کے سعادت دارین حاصل کی۔

لیکن چونکہ قوم کی بیماریاں متعدد اور متفاوت ہوا کرتی ہیں۔ اس لئے معالج کو بھی اس

Marfat.com

بیماری کی طرف زیادہ توجہ دینی پڑتی ہے۔ جو کہ مریض کے لئے سوہان جان ہو رہی ہو۔ لیکن حکماء کے طریق علاج میں بھی فرق ہوا کرتا ہے۔ اور ان کی علمی استعداد وطبی معلومات میں بھی تفاوت اور یہی حال انبیاء علیہم السلام کا ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ تلک الرسل فضلنا بعضھم علیٰ بعض ۔ کہ ان رسولوں کو ہم نے بعض پر فضیلت اور ترجیح دے رکھی ہے۔ بحیثیت رسول اور نبی ہونے کے برابر ہیں۔ لا نفرق بین احد من رسلہ اور اسی پر ہمارا ایمان ہے۔ لیکن درجہ اور بزرگی میں تفاوت موجود۔ اس کی مثال اس طرح سمجھ لیں کہ بحیثیت ڈاکٹر ہونے کے سب مساوی ہیں اور ڈاکٹری کی ڈگری رکھنے والے بلحاظ استعداد علمی یکساں۔ لیکن تجربہ اور تشخیص کے اعتبار سے ان کے درمیان فرق ضرور ہوا کرتا ہے۔ پھر ڈاکٹروں میں کئی ایک بعض امراض کے سپیشلسٹ (ماہر خصوصی) ہوا کرتے ہیں کہ گو وہ علاج تو تمام امراض کا کر سکتے ہیں لیکن ایک مرض کے اسباب وعلل کا بخوبی مطالعہ کر لینے کے بعد اس میں انہیں خصوصی مہارت تامہ ہو جایا کرتی ہے۔ اور یہی حال انبیاء علیہم السلام کا تھا۔ کہ بحیثیت طبیب روحانی وہ تمام روحانی امراض کی کیفیت سے واقف تھے۔ لیکن اس زمانہ میں جو مرض متعدی صورت میں پھیلا ہوا تھا۔ اس کا علاج کرتے کرتے انہیں اس میں ایک خاص قسم کی مہارت پیدا ہو گئی تھی۔ اور اس مرض کے علاج کے وہ ماہر خصوصی ہوا کرتے تھے۔

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

لیکن دنیا کو ایک ایسے معالج کی ضرورت تھی۔ ایک۔ ایسے حکیم کی تلاش تھی۔ اور ایک مصلح کی احتیاج جو کہ تمام انسانی بیماریوں کا علاج کر سکتا ہو۔ جس کے دار الشفاء سے کوئی مریض بھی مایوس نہ جائے۔ جس کے دفتر حکمت میں جملہ علل واسقام کے مجرب اور تیر بہدف نسخے موجود ہوں۔

ہر زمانہ میں مصلحین اور ریفارمر، رشی، مہارشی، اوتار اور دیوتا۔ بلکہ اس سے بڑھ کر نبی اور رسول علی نبینا علیہم الصلوۃ والسلام مبعوث ہوتے رہے۔ مگر ان کی بعثت الگ الگ ملک، الگ الگ جماعت اور الگ الگ فرقہ کے ساتھ مخصوص رہی۔ دنیا بے تابی سے منتظر تھی۔ کہ ایک مصلح اعظم آئے۔ ایک انسان کامل انسانیت کا درجہ بلند کرنے کی خاطر اپنے قدوم میمنت لزوم سے خطہ ارضی کو مشرف فرمائے۔ اور نمونہ کا شخص آ کر اپنی پاک سیرت، اپنا بہترین کریکٹر اور اپنے بلند اخلاق سے لوگوں کے سامنے ایک عملی مثال پیش کرے۔ ہر زمانہ کے نبیوں نے اپنی اپنی امتوں کو ایک مقدس وجامع الصفات ہستی کے ظہور کی بشارت دی۔ ہر ایک الہامی کتاب میں اس کے ظہور کی پیش گوئی موجود تھی۔ بالآخر جب دنیا کا پیمانہ انتظار لبریز ہو گیا۔ جہان گناہوں

Marfat.com

معصیتوں سے بھر گیا۔ اور ہدایت کی تمام شمعیں بجھ گئیں۔ کفر اور شرک کے اندھیروں سے عالم سفلی تیرہ و تار ہو گیا۔ اور عالم سفلی کے ساکنین بنی آدم کی سفاکیوں اور خونریزیوں اور بدمعاشیوں کو دیکھ کر تھرا اٹھے تو عرب پر چھائی ہوئی جہالت اور بت پرستی کی گھٹاؤں سے آفتاب ہدایت نے جھانکا۔ اسکی تیز شعاعوں سے سیاہ بادل یک بیک چھٹ گئے۔ سارے طوفان تھم گئے۔ فضائے بسیط میں تموج کی جگہ خوشگوار سکون پیدا ہو گیا۔ مدینہ کے چاند نے بطحا کی وادیوں سے طلوع کیا اور اپنی سرور انگیز، طرب افزا اور روح پرور لطیف چاندنی سے سارے جہان پر ایک وجد آفرین کیفیت طاری کر دی۔

انقلاب عظیم

اس کے ظہور پرنور سے دنیا میں ایک عظیم انقلاب رونما ہو گیا۔ وہ انقلاب شخصی اور نوعی انقلاب نہ تھا۔ بلکہ قومی اور مذہبی، تمدنی اور معاشرتی انقلاب، اقتصادی و سیاسی انقلاب، ذہنیتوں کا انقلاب، طبیعتوں کا انقلاب، اخلاق و اطوار کا انقلاب، طریق معاشرت و طرز بود و ماند کا انقلاب، ایک ایسا محیر العقول انقلاب جس کی نظیر پیش کرنے سے اوراق تاریخ عاجز اور مورخین بے بس ہیں۔

اس کے ورود مسعود سے پہلے انسان انسانیت سے محروم تھا۔ اور بہیمیت و وحشت کا نمونہ۔ اس نے آکر انسانیت کا تاج انسان کے سر پر رکھ دیا۔ اسے انسانیت کی صحیح معنوں میں تعلیم دی ایک طرف خالق کے ساتھ اس کا ٹوٹا ہوا رشتہ جوڑ دیا اور دوسری طرف مخلوق کے ساتھ برتاؤ کرنے کے اس کو طور طریق سمجھائے۔ اسکی تعلیم کا لب لباب "الطاعة لامر الله والشفقة علی خلق الله" خداوند کریم کے احکام کی متابعت اور مخلوق خدا سے حسن معاملت میں مرکوز ہے۔

راز کائنات

اس ﷺ نے آکر جو سب سے بڑا کارنامہ دکھایا۔ وہ راز کائنات کی عقدہ کشائی تھی۔ اس سے پہلے لوگوں میں قوت تمیزی کا فقدان تھا ان کی آنکھیں تھیں مگر قوت بصارت سے محروم۔ ان کے کان تھے مگر قوت سماعت سے عاری۔ ان کے پہلو میں دل تھے لیکن فقاہت یا معاملہ فہمی سے نا آشنا۔ سورج قرنوں سے چمک رہا تھا۔ چاند زمانوں سے ضیاء ریز تھا۔ ستارے صدیوں اپنی چمک دمک دکھلا رہے تھے۔ رعد ہمیشہ گرجتا رہا۔ مینہ ہمیشہ برستا رہا۔ قوس قزح کی رنگینیاں عرصہ سے موجود تھیں لیکن انسانی بدد ماغی اور بے ذوقی ملاحظہ ہو کہ کسی کو کارخانہ قدرت

Marfat.com

سیاہکاروں کو اس نظر سے دیکھنے کی توفیق نصیب نہ ہوئی۔ جس سے کہ انہیں دیکھنا چاہیے تھا بالآخر حقائق اشیاء کے مفسر نے آ کر ہر ایک چیز کو اس کی اصلی صورت میں پیش کرنا شروع کر دیا۔ ضعیف العقیدہ انسانوں نے مادی اشیاء کی عظمت سے متاثر ہو کر اپنے لئے کئی معبود بنا رکھے تھے۔ اور ہر ایک شے جس کی کنہہ تک اس کا کمزور دماغ پہنچ نہ سکتا تھا اس کے لئے ایک عجوبہ روزگار اور پھر مسجود ہو کر رہ گئی۔ انسان سورج کی پرستش اس لئے کرتا تھا کہ سورج دیوتا کی روشنی سارے جہان کو روشن کرتی ہے۔ چاند کی پوجا اس لئے ہوتی ہے کہ چندر دیوتا کی چاندنی بارد اور لطیف ہے۔ ستارے اس لئے جاذب توجہ تھے کہ وہ ان گنت تھے اور چمکنے والے۔ اسی پر اکتفا نہیں۔ انسانی تخیل نے اپنے ہاتھوں سے بت تراشے۔ اور انہیں کے آگے سربسجود ہو گیا۔

درختوں کی پوجا ہونے لگی۔ تیرتھوں کی پوجا ہونے لگی۔ سانپوں اور بچھوؤں کی پوجا ہونے لگی۔ گائے کی عظمت اور تقدیس قائم ہوگئی اور معلوم نہیں یہ گمراہ کن دور اور شرک و معصیت کتنی دیر تک برقرار رہا کہ آفرینندہ عالم کو اپنی مخلوق کی گمراہی پر رحم آ گیا۔ اور اپنے آخری پیغامبر کی زبانی مخلوق کو اپنے ان الفاظ میں تنبیہہ کی گئی۔

"لاتسجدوا للشمس ولاللقمربل تسجدوا لله الذی خلقهن انکنتم ایاه تعبدون"

کہ نہ سجدہ کرو سورج اور نہ چاند کے سامنے۔ بلکہ خدائے قدوس کے آستان جلال پر جبین نیاز رکھ دو جس نے کہ ان کو پیدا کیا ہے۔ اگر تمہارا ضمیر اس کی پرستش کی رہنمائی کر رہا ہو۔ اور پھر انسان کو اس کی اصلیت اور حقیقت سے واقف بنا کر بتلایا گیا ہے۔ "لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم" کہ ہم نے انسان کو بہترین انداز سے پیدا کیا ہے۔ اور ساتھ ہی "ولقد کرّمنا بنی آدم" کہ ہم نے بنی آدم کو دوسری تمام مخلوقات پر مجد و شرف، امتیاز و افتخار عطا فرمایا ہے۔ اس طرح عزت و تکریم کا تاج فضیلت انسان کے سر پر رکھ دیا گیا۔ اس کی خلقت و پیدائش کی علت غائی "وما خلقت الجن والانس الالیعبدون" کے حسب ارشاد عبادت و انابت رکھی گئی۔ اور اسے تعلیم دی گئی کہ کائنات اور اس کی ہر چیز تمہاری خاطر بنائی گئی ہے۔ مگر تمہاری تخلیق محض اس لئے عمل میں آئی کہ تم خالق کائنات کے سامنے ہمیشہ سرنگوں رہا کرو۔ تمہاری جبین عقیدت صرف ایک چوکھٹ پر رگڑی جائے۔ تمہارا سر نیاز اگر کسی کے آگے جھکے تو وہ ایک ہی آستان عظمت و جبروت ہے تم خلیفة الله فی الارض بنا کر بھیجے گئے ہو۔ تمہاری گردن میں ایک کا طوق غلامی ہے۔ پھر تم خود ساختہ معبودوں کی پرستش کیوں کرنے لگے ہو؟ بلکہ تمہاری شان

Marfat.com

امتیازی یہ ہے۔ کہ شہنشاہ کون ومکان اور خالق زمین وآسمان کے تخت ہیبت وجلال کے سامنے جھک جاؤ اور جمادات ونباتات وحیوانات کے ہر ایک نوع کو اپنے آگے جھکا ہوا دیکھ لو۔ تم اپنی گردن احکم الحاکمین کے احکام کے سامنے رکھ دو تا کہ کائنات کے ہر ذرّہ کی گردن تمہارے احکام کی تکمیل میں خم ہو جائے۔ یا بالفاظ دیگر ۔

تم خدا کے ہو خدائی ہے تمہاری ساری

تم خدا کے حقیقی معنوں میں غلام بن جاؤ اور دنیا کی ہر ایک شئی کو اپنے تابع فرمان بنالو۔

یہ تھا وہ رازِ کائنات جس کی عقدہ کشائی یونانی حکماء سے نہ ہو سکی ہندوستان کے فلاسفر اپنے ناخنِ تدبیر سے اس پیچیدہ گتھی کو نہ سلجھا سکے اور یورپ باوجود ادعائی علم وفضل، دانش وبینش من انا؟ (میں کون ہوں) کا تسلی بخش جواب نہ دے سکا۔ لیکن قربان جائیں عرب کے اس ہمہ دان، ہمہ رس، اور ہمہ بین مبصر وفلاسفر کے جس نے چالیس سال غار حرا میں تحث کرتے کرتے، تدبر سے کام لیتے لیتے، کتاب کائنات کا بنظر امعان مطالعہ کرتے کرتے بالآخر وہ حقیقت معلوم کرلی جو کہ بنی نوع انسان کی نظروں سے اب تک پوشدہ تھی۔ مخلوق سے خالق کا، صنعت سے صانع کا، علت سے معلول کا استناد پہلے بھی ہوتا رہا۔ لیکن ان سب چیزوں کی علت غائی اور وجہ تخلیق ایک حکم رکھنے والی تھی۔ اور اس کے سمجھنے سوچنے اور غور کرنے کے لیے ایک ایسے علم کی ضرورت تھی جو کہ اکتسابی نہ ہو۔ بلکہ کلیۃً وہبی وعطائی ہو۔ چنانچہ دنیا کے سب سے بڑے فلاسفر اور حکیم کو حکم ملا۔ "قل رب زدنی علماً" محمد ﷺ خدا سے دعا کرو کہ میرے علم کو درجہ کمال تک پہنچادے اور پھر دعا کی اجابت بدیں الفاظ ہوئی "و علمک مالم تکن تعلم" کہ پیارے نبی ﷺ ہم نے تجھے وہ سب کچھ سکھلا دیا ہے جس سے کہ تم پہلے بے خبر تھے۔ اور جو کچھ سکھلایا گیا۔ اس کی تحدید و تعیین ہمارے حیطہ امکان سے بالاتر ہے۔

اکنوں کرا مجال کہ پرسد ز جبرائیل احمد چہ گفت او چہ شنید و خدا چہ کرد

اور ہم آج کل کے بعض "تنگ نظر" علماء کی طرح کلی وجزئی کے مباحث لاطائل سے اپنا دامن بچاتے ہوئے اسی پر اکتفا کریں گے کہ سکھلانے والا خدا اور سیکھنے والا حبیب خدا، محمد مصطفےٰ ﷺ! یہ سوال کہ کتنا سکھلایا گیا؟ کیا کیا سکھلایا گیا؟ اس کے متعلق خداوند کریم کا ارشاد موجود ہے کہ "فاوحی الی عبدہ ما اوحی" ہمارے بڑھانے سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم بڑھ نہیں سکتا۔ اور گھٹانے سے گھٹ نہیں سکتا۔ پھر یہ تو تو، میں میں کیسی؟ دراصل یہ ساری باتیں کوتاہ بینی اور کج فہمی پر دلالت کرنے والی ہیں ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ (بابی انت وامی) کا

Marfat.com

خواہ کلی ہو یا جزئی ہو۔ ذاتی ہو یا عطائی۔ اس میں ذرہ برابر بھی شک نہیں کہ اس کی وسعت اور پہنائی ہمارے فہم وادراک سے بالاتر ہے اور حضور ﷺ کا منصب اتنا رفیع، درجہ اتنا بلند اور مرتبہ اتنا اونچا ہے۔ کہ ہم اس کی سربلندی و رفعت کا اندازہ ہی نہیں لگا سکتے۔

تو آں رفیع جنابی کہ ساکنان فلک   بآستانِ تو دارند میل دربانی

اور آنحضرت ﷺ کے کمالات میں سب سے بڑا کمال یہی ہے وہ راز کائنات جو ابتدائے آفرینش سے مخفی و مستور چلا آرہا تھا۔ اور جس کے سمجھنے کے لئے دنیا بھر کے محقق و مدقق فلاسفر اور حکماء دماغ سوزیاں کرتے رہے اور اپنے ذہن لڑاتے رہے۔ اور اس دریائے بے پایاں میں غوطے لگاتے رہے۔ مگر اپنے دامن مقصود کو گوہرِ مراد سے نہ بھر سکے۔ قدرت انسانی دماغ کی اڑان کا حقارت آمیز نظروں سے مطالعہ کرتی رہی۔ ظاہری علوم وفنون کے دلدادگان کی فرش نشینی اور عرش مزاجی کی کیفیت دلچسپی سے دیکھتی رہی اور حکمائے ہند و یونان کی علمی سرگرمیوں اور عقلی جولانیوں کی محدودیت پر تبسم ریز رہی۔ لیکن کہاں انسان ضعیف البیان کا مبلغ علم اور کہاں قدرت کے غوامض واسرار۔ کہاں انسان کا کمزور تخیل اور کہاں قدرت کی بلند نگہی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ تھک ہار کر، نامراد و مایوس ہو کر اور اپنی ناکامیوں کا رونا روتے ہوئے سب نے متفقہ فیصلہ دے دیا۔

معلومم شد کہ ہیچ معلوم نشد

اپنی ناکامی کا اعلان بزبان حال جب تمام اہل عالم کر چکے تو باعث ایجاد عالم فخر بنی آدم (روحی فداہ) نے مبعوث ہو کر نہایت سادہ موزوں اور جچے تلے الفاظ میں یہ حقیقت کھول کر رکھ دی کہ "الدنیا خلقت لکم و انتم خلقتم للاخرۃ" کہ دنیا کی ہر چیز تمہاری خاطر تم سے عالم شہود میں آئی ہے۔ اور تمہاری تخلیق آخرت کے لیے ہوئی ہے۔ یا یہ ساری دنیا کا متصرف حضرت انسان ہے۔ اور اس کا مالک و متصرف یوم الدین کا مالک، آخرت میں جزا و سزا دینے والا اور دونوں جہانوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ ولنعم ما قیل۔

جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا اور نکتہ وروں سے حل نہ ہوا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت اور اس کے اغراض و مقاصد

اب ہم ایک دو ضروری اور اہم نکتے سامنے لانا چاہتے ہیں جن کی طرف اصحاب سیر اور سوانح نگاروں نے بہت کم توجہ دی ہے۔ حالانکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت پاک و حیات طیبہ میں سب سے زیادہ قابل ذکر یہی چیز ہے۔ اور وہ یہ کہ حضور اقدس واطہر (روحی فداہ) کی بعثت

Marfat.com

کی حقیقی غرض و غائیت کیا تھی۔ آپ کو خدائے قدوس، قیوم نے اپنا آخری مکمل پیغام دے کر بھیجا تھا۔ اس کا ماحصل اور لب لباب کیا تھا۔ اور "الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دیناً" تکمیل دین، اتمام نعمت اور دین اسلام کے انتخاب کے جو پروانہ ہائے خوشنودی اور سارٹیفیکٹ مسلمانوں کو اس زمانہ میں بارگاہ ایزدی سے عطا ہوئے تھے۔ ان کے عطا کا باعث کیا تھا۔ اور مسلمانوں نے کون سے کارہائے نمایاں کر دکھلائے کہ "لقد رضی الله عن المؤمنین" خدائے پاک کی رضامندی انہیں حاصل ہو گئی اس کے متعلق ہم اپنی طرف سے نہیں بلکہ خود حضور مخبر صادق ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ پیش کرنا چاہتے ہیں۔ جن سے بڑھ کر جامع الفاظ نہیں مل سکتے۔ کہ "انما بعثت لا تمم مکارم الاخلاق و لاعلاء کلمة الله ھی العلیاء" میں اس لئے مبعوث ہوا ہوں کہ:۔

ا۔ بہترین اخلاق کی تکمیل کروں

۲۔ اور خدا کے برگزیدہ نام کو بلندی پر پہنچاؤں۔

مکارم اخلاق

اخلاق کا وسیع المعنیٰ لفظ اپنے اندر جو جامعیت رکھتا ہے۔ اور انسانی زندگی کے ہر شعبہ کے ساتھ اس کا جو تعلق ہے۔ وہ ارباب نظر سے پوشیدہ نہیں عادات و اطوار، خصائل و کردار، طریق معاشرت، طرز بود و ماند، نشست و برخاست، رفتار و گفتار، اکل و شرب، طرز تکلم، طریق گفتگو، مجلسی آداب، تہذیب و شائستگی، حسن معاملت، حسن سلوک، عفو در گزر، انصاف و رواداری، تحمل و برداشت، صبر و ضبط، جرأت و جسارت، علم و ہنر، دانش و تدبیر غرضیکہ انسانیت کے تمام لوازمات پر اس کا اطلاق ہوا کرتا ہے اور حضور سید المرسلین شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین، خاتم النبیین، محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ دنیا میں اس لئے تشریف لائے تھے کہ دنیا والوں کے سامنے بہترین اخلاق پیش کریں اور خود ان کا عملی نمونہ بن کر دکھائیں۔

اخلاق نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پہلے ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اخلاق پر ایک نظر ڈال کر یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی ذات بابرکات تمام محاسن و مکارم اخلاق کی جامع تھی اور خدائے قدوس و قیوم نے بھی حضور کو کہا کہ محمد رسول اللہ تم بلند ترین و عظیم ترین اخلاق کا ایک نمونہ ہو اور ہم کی

Marfat.com

خدائے کریم کی مسلمانوں پر ایک خاص رحمت ہے کہ تم نرم دل اور بردبار، حوصلہ مند اور متحمل مزاج واقع ہوئے۔ اور بالمؤمنین رؤف الرحیم (کہ محمد ﷺ ایمان والوں پر مہربانی اور رحم کرنے والے ہیں) کے تعریفی الفاظ سے مخاطب فرمایا۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے پسندیدہ اخلاق کا مضمون اتنا وسیع اور سلسلہ اتنا غیر مختتم ہے کہ اسکے بیان کے لئے ایک طویل فرصت کی ضرورت ہے لیکن ہم اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے، سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قول پر اکتفا کریں گے۔ کسی شخص نے ام المومنین سے دریافت کیا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے اخلاق کیسے تھے۔ انہوں نے فرمایا کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا ہوا ہے۔ اور جواب اثبات میں پاکر ارشاد ہوا۔ "کان خلقہ القرآن" کہ آنحضرت ﷺ کا اخلاق، قرآنی اخلاق تھا۔ یعنی اخلاق کے متعلق قرآن حکیم میں جتنی تصریحات موجود ہیں وہ تمام کی تمام حضور اقدس (فداامی وابی) کی ذات ہمایوں میں بھی موجود ہیں اور ہمارے خیال میں جو چیز کہ آنحضرت ﷺ کا مابہ الامتیاز قرار دی جاسکتی ہے۔ اور جس کی بنا پر ہم حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو دوسرے تمام انبیاء علیہم السلام پر فوقیت دینے میں حق بجانب ہیں وہ معجزات نہیں۔ خوارق وعادات نہیں۔ بلکہ خود حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی ذات مجتمع الصفات اور وجود باجود ہے۔ جس کے اندر دنیا بھر کی خوبیاں اور جہاں بھر کے محاسن پائے جاتے ہیں۔ اور لطف یہ کہ مخالفین ومعاندین اسلام کی تعلیمات پر اپنے کوتاہ بینی یا کج فہمی کی وجہ سے کتنی نکتہ چینی کیوں نہ کریں۔ لیکن اگر ان کے دلوں میں انصاف دوستی اور واقعات پسندی کا ذرا بھی مادہ موجود ہو تو وہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی پاکیزہ زندگی، بہترین حیات اور مبارک سیرت میں کوئی بھی نقص نہیں نکال سکتے۔ اور آنحضرت ﷺ کا سب سے بڑا کمال بھی یہی ہے۔ کہ مخالفین کو دعوت مقابلہ دے کر اس امر پر آمادہ کیا گیا۔ وہ آئیں اور حضور اقدس (روحی فداہ) کی گذشتہ زندگی پر خوردہ گیری کر کے دکھلائیں۔ ملاحظہ ہو ارشاد خداوندی:

فقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ افلا تعقلون

کہ ان مشرکین کے سامنے دوسرے دلائل وبراہین کے علاوہ یہ چیز بھی خصوصیت کے ساتھ پیش کرو کہ میں اپنی عمر کا ایک کثیر حصہ خود تمہیں میں رہ سہہ کر بسر کر چکا ہوں اور پھر اگر میری پہلی زندگی بے داغ تھی میری گذشتہ عمر بے لوث تھی تو اب تم عقل وخرد سے کام لو۔ اور میری تعلیم کو آویزہ گوش بناؤ۔ سبحان اللہ! یہ تھا دنیا کی عظیم ترین ہستی کا مابہ الاختصاص، یہ تھا فخر بنی آدم کا شان امتیازی اور یہ تھی انسان کامل کی سب سے بڑی خصوصیت کہ اپنی سچائی اور صداقت کی دلیل کے لئے خود اپنے آپ کو بطور حجت وبرہان پیش کر دیا۔

Marfat.com

پہلے زمانے سے قطع نظر آج زہد و تقدس کے علمبرداران اور اتقاء و پرہیزگاری کے ٹھیکہ داران کو جا کر کہو کہ وہ دنیا کے سامنے اپنے آپ کو بطور نمونہ بنا کر پیش کر کے دکھلائیں اور دنیا والوں کو موقع دیں کہ وہ ان کے دور حیات پر تنقیدی نظر ڈال سکیں۔ پھر اگر ان کے تقدس کا وہ ڈھول جو بڑے زور شور سے پیٹا جا رہا ہے۔ ایک لمحہ کیلئے پھٹ نہ جائے۔ ان کی دستار فضیلت جسے سر پر باندھ کر یہ "انا ولاغیری" کا دم بھر رہے ہیں۔ ایک ساعت میں تار تار نہ ہو جائے ان کی ابلہ فریبی، خدع وریا کا راز ایک منٹ میں طشت از بام نہ ہو جائے تو پھر ہم ہر ایک سزا بھگتنے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن قربان جائیں تاجدار مدینہ، سالار عرب، شہنشاہ کونین (بابی انت امی) کی اس دلفریب اور اس دلکش ادا اور اس دلچسپ ارشاد پر کہ آفتاب آمد دلیل آفتاب یہ نہیں فرمایا کہ میری تعریف تورات میں جا کر دیکھو، میری آمد کی بشارت انجیل میں پڑھ لو۔ اور میری بعثت کے واقعات زبور میں مطالعہ کرو بلکہ ارشاد ہوا تو یہ کہ میں نبی ہوں اور میری نبوت کا ثبوت خود میری ذات، خود میرے عادات واخلاق اور میرا عمل ہے۔ **الفضل ماشهدت به الاعداءُ** کے مطابق اس کی تصدیق ہم ایک صحیح واقعہ سے عرض کریں گے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف قریش کی مخالفت حد سے متجاوز ہو گئی اور وہ نت نئے منصوبے گانٹھنے لگے تو ان میں سے ایک رئیس نضر بن حارث کی رگ حمیت پھڑک اٹھی اور اس نے قریش کے ایک مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

> "اے قریش! محمد تمہارے سامنے بچہ سے جوان ہوا۔ وہ تم سب سے زیادہ پسندیدہ، راست گو اور امین تھا۔ اس وقت تم نے بے اعتمادی ظاہر نہ کی مگر اب جب کہ بالوں میں سفیدی آ چکی ہے تو تم اسے ساحر، کاہن اور شاعر کہنے لگے ہو۔ خدا کی قسم وہ ان الزامات سے پاک ہے۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کے تین دور

بچپن کا زمانہ لہو ولہب کا زمانہ کھیل کود کا زمانہ اور بے فکری کا زمانہ ہوا کرتا ہے۔ لیکن بانی خلق عظیم (روحی فداہٗ) کے بچپن کی شہادت آپ کے چچا ابو طالب بدیں الفاظ دے رہے ہیں:۔

"لم ار منه كذبت لا ضحكا و جاهلية ولا وقف مع الصبيان"

کہ محمد ﷺ کو کبھی میں نے جھوٹ بولتے ہوئے، بے موقع ہنستے ہوئے، جاہلیت کی فضول رسموں سے دلچسپی لیتے ہوئے اور عام لڑکوں کو ساتھ بے تکلفی کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ عالم شباب میں شیخ سعدی کے قول "درایام جوانی افتد چنانکہ دانی" کے مطابق جذبات کا ہیجان ہوا کرتا ہے

Marfat.com

نئی امنگیں، نئے نئے ولولے، شہوات وتحریصات کا جوش وخروش، مگر حضور علیہ کا شباب ایسا پر سکون اور حضور کی طاقتوں کا استعمال ایسا برمحل نظر آتا ہے۔ کہ جس کی مثال قطعاً ناپید ہے جوانی کا شغل کیا تھا۔ غار حرا میں جا کر گھنٹوں بلکہ دنوں مراقب رہنا۔ دنیوی تعلقات کے باوجود اپنے اوقات کا کثیر حصہ تلاش حق میں صرف کرنا اور تحنث کرنا۔ تحنث سے مراد جیسا کہ عینی شرح بخاری نے تصریح کردی ہے۔ سبحان ذالک کان بالتفکیر والاعتبار. فکر واعتبار سے یعنی جہان کی ساخت اجرام فلکی کی بناوٹ وسجاوٹ، زمین کی وسعت، آسمان کی بلندی، پہاڑوں کا استحکام، دریا کی روانی، سمندر کی گہرائی، یہ ساری چیزیں جاذب توجہ ہو رہی تھیں اور صنعت کاملہ سے صانع ازلی کے وجود کا منطقی نتیجہ اخذ کیا جا رہا تھا بالآخر تلاش بے سود نہ رہی اور دعائے خلیل اور نوید مسیحا سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا صحیح جانشین، ملت ابراہیمی کا چشم وچراغ اور دین فطرت، دین الٰہی اور دین حنیف کا علمبردار اپنے دادا ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی عملی تقلید کرتا ہوا۔ انداداً من دون اللہ سے بریت کا اجرام سماوی کے ہبوط وتنزل کا، اور انی لا احب الافلین فنا ہونے والی چیزوں سے بے اعتنائی کا اظہار کرتے ہوئے پکار اٹھا:

انی وجھت وجھی للذی فطر السموات والارض حنیفا

وما انامن المشرکین ط

کہ میری فطرت سلیم صنعت کی بھول بھلیوں میں پڑ کر صانع کو فراموش نہیں کرسکتی۔ میں کوتاہ نظر علماء کی طرح معلول کے پیچھے پڑ کر علت کو بھول نہیں سکتا، اور میں مادہ پرستوں کے اجزائے دیمقراطیسی اور اجزائے لاتیجزی کی موشگافیاں نہیں کرنا چاہتا۔ بلکہ نہایت سادہ اور قابل فہم الفاظ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ عبادت کے لائق ایک ہستی مافوق الادراک ہے۔ جو کہ تمام جہان کی خالق، آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے والی اور ہر ایک چیز پر اپنا تصرف واقتدار رکھنے والی ہے پھر پکارنے والے کی پکار خالی نہ گئی۔ متلاشی حق نے حق کو پالیا۔ طلب صادق کامیاب ہوگئی۔ وحی الٰہی کا نزول ہونے لگا۔ ہدایت کے چشمے پھوٹ نکلے۔ نبوت کے دروازے کھل گئے۔ اور ایک جوان نے اپنی جوانمردی اور علو ہمتی سے کام لے کر وہ کچھ کر دکھایا جس سے کہ آج کل کے جوانوں کے تخیل نا آشنا ہیں۔ اور وہ تھا اپنی تمام قوتوں، اپنے تمام حواس اور اپنے تمام اعضاء وجوارح کا صحیح استعمال کہ آنکھ لگی تو کہاں جہاں کہ محو نظارہ ہو کر پھر آنکھ دوسری طرف جھپک نہیں سکتی۔ کان لگے تو کہاں جہاں سے آنے والی آوازوں کو سن کر پھر وہ دوسری آواز سن ہی نہیں سکتے اور دل لگے تو کہاں جہاں کا دلدادہ پھر اپنے دل میں کوئی دوسرا تصور قائم ہی نہیں کرسکتا!!!

Marfat.com

بڑھاپے کا زمانہ، شیخوخت کا سن، حرص اور آواز کا رقت، پس ماندگان کے لئے کچھ چھوڑ جانے کا خیال، جائز و ناجائز آمدنی کے ذریعے ایک وسیع جائیداد پیدا کرنے کی دھن، مگر حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے پیچھے کیا چھوڑا، کیا جائیداد چھوڑی، کتنا مال ومتاع اپنے وارثوں کو دو جہان کا بادشاہ دے کر عالم فنا سے دار البقاء کو سدھارا سو اس کے متعلق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کون شاہد ہو سکتا ہے جو فرماتی ہیں کہ:

"مات محمد لاترک درهماو لادینارا او لاعبدا ولاامة"

محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے اور اپنے پیچھے نہ کوئی درہم چھوڑا اور نہ دینار نہ کوئی غلام اور نہ کوئی لونڈی۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی زرہ ایک یہودی کے پاس رہن تھی اور جس دن کو حضور آقائے دو جہان (بابی انت وامی) نے سفر آخرت اختیار فرمایا رات کی تاریکی دور کرنے کی خاطر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنی ایک پڑوسن سے تیل ادھار لے کر جلا رہی تھیں۔ لیکن آپ اگر بنظر غائر مطالعہ کریں تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے بے شمار متروکات ہیں جو کہ آپ اہل بیت کرام، صحابہ کبار رضی اللہ عنہم بلکہ تمام افراد امت کے لیے چھوڑ گئے ہیں۔ وہ کیا ہیں حمیدہ اخلاق کے جواہر ریزے، بہترین عادات کے جواہر پارے، اور بلند کردار کا سیم وزر اور یہ ایک اتنا قیمتی خزانہ ہے۔ اتنا بڑا گنج شائگان ہے۔ اتنا بیش قیمت ساز و سامان کہ جس سے بڑھ کے کوئی قیمتی چیز دنیا میں نہیں۔

اسوہ حسنہ

معلم اخلاق (روحی فداہ) نے اپنی تعلیمات سے نہیں بلکہ اپنے تمام حرکات وسکنات سے، اپنے اقوال وافعال سے، اپنی گفتار و کردار سے دنیا کے سامنے ایک مثال قائم کی۔ دنیا والوں کے سامنے ایک نمونہ پیش کیا۔ اور جہاں کے سامنے ایک نقشہ کھینچ کر رکھ دیا جس پر عمل پیرا ہونے، جسے اختیار کر لینے اور جس کے مطابق زندگی بسر کرنے میں بنی نوع انسان کی حقیقی نجات ہے۔ اور خالق الکائنات کا یہی فرمان ہے۔ "لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنه" مسلمانو! تمہارے لئے خدا کے رسول کا اسوۂ حسنہ یا بہترین نمونہ ایک قابل تقلید امر ہے۔

اندریں حالات مسلمانوں کے لیے کسی واعظ کی ضرورت نہیں۔ کسی مبلغ کی ضرورت نہیں، کسی ہادی اور رہنما کی ضرورت نہیں۔ جبکہ ہمارا واعظ سارے جہان کے واعظوں کا واعظ ہے

واحسن ما قیل:

نگار من کہ بمکتب نرفت وخط ننوشت ... بغمزہ مسئلہ آموز صد مدرس شد

بلکہ ہمارا مبلغ تمام مبلغوں کو تبلیغ سکھانے والا ہے اور ہمارے ہادی اور رہنما کی ہدایت اور راہنمائی کے بغیر کوئی شخص رشد وہدایت حاصل ہی نہیں کرسکتا۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی پاک سیرت اور نیک نمونہ اگر ہمارے روبرو ہو اور ہم اس کی صحیح معنوں میں تقلید کریں تو پھر مسلمانوں پر یہ افتاد کیوں پڑے۔ ہماری یہ زبوں حالی ہمیں یہ روز بد کیوں دکھائے۔ اور مسلمانوں کو دنیا کی قوموں کے سامنے کیوں ذلیل وخوار ہونا پڑے۔

آؤ ہم سب مل کر معلم اخلاق (روحی فداہ) کی پاک سیرت پر غور کریں۔ اپنے بچوں کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے بچپن کے حالات سنائیں۔ اپنے جوانوں کے سامنے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی جوانی کے واقعات پیش کریں اور اپنے بوڑھوں کے روبرو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے عہد مشیخیت کی باتیں بیان کریں اسکے علاوہ باعث تکوین عالم ﷺ نے جن اخلاق فاضلہ وعادات حسنہ کا مظاہرہ اپنے طریق عمل سے کیا ہے ہم ہر وقت اس پر نظر رکھیں اور وہی خصائل اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کریں جو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے اندر موجود تھے۔ باقی رہی ان کی تفصیل وتشریح تو بقول شاعر ؎

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم   کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی تعلیمات

ایک بات ہو تو بیان کی جاسکے۔ ہزاروں واقعات سامنے ہیں۔ احادیث وسیرت کی کتابیں ان کی کیفیت سے بھری پڑی ہیں مشتے از خروارے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے تمہیں عملی نمونہ بتا کر سکھلایا ہے کہ تمہارے ذمہ دو قسم کے حقوق ہیں (۱) حقوق اللہ (۲) حقوق العباد۔ خداوند کریم کے حقوق یہ ہیں کہ تم اس کی رضا جوئی سب سے مقدم سمجھو۔ عبادات وانابت میں کوتاہی نہ ہونے پائے۔ اس کی محبت سب محبتوں پر غلبہ حاصل کرے۔ پھر اظہار محبت اطاعت کی شکل میں ہو اور حقوق العباد سے یہ مقصد کہ تمہارے ذمہ مختلف قسم کے حقوق ہیں جن سے عہدہ برآ ہونا تمہارے لئے لازم ہے اگر تم خاوند ہو تو بیوی کا حق تمہارے ذمہ ہے کہ اس سے حسن سلوک روا رکھو۔ اور اس پر بے جا تشدد نہ ہونے پائے۔ کھانے پینے، اوڑھنے بچھونے، رہنے سہنے، کی اسے تکلیف نہ ہو اگر تم بیوی ہو تو اپنے خاوند کی وفاداری اور اطاعت تمہارے لئے ضروری ہے۔ اگر تم باپ ہو تو اپنی اولاد سے پیار اور ان کی جائز خواہشات پوری ہونی چاہیں۔ انکی تعلیم ان کے اخلاق کی درستی کے لیے تم خود ذمہ دار ہو اگر تمہاری حیثیت بیٹے کی ہے تو ماں باپ کے تابعدار بن کر رہو۔ انہیں کسی بات پر مت جھڑکا کرو۔ گالی گلوچ تو کہاں تمہیں ان کے سامنے اف

Marfat.com

کرنے کی بھی اجازت نہیں۔ اگر تم پڑوسی ہو تو حق الجوار کا خیال رہے۔ اگر قدرت تمہیں بادشاہ بنادے تو رعایا کے ساتھ تمہارا سلوک بہت اچھا ہونا چاہیے۔ عدل وانصاف تمہارا شیوہ ہو اور ان کی ہمدردی تمہارا فرض اولیں۔ رعایا کی صورت میں مسلمان بادشاہ کی وفاداری اور اس کے ملک میں قیام امان کی ذمہ داری تمہارے فرائض میں داخل ہے علیٰ ہذا القیاس تجارتی معاملات، دادوستد کی صورتوں اور ناپ تول میں دیانتداری ضروری ہے۔ دوستوں سے پیار محبت اور دشمنوں سے درگذر اور شفقت ہی انسانی زندگی کو کامیاب بنا سکتے ہیں اور حدیث نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مطابق سب سے اچھا وہی شخص ہے جو کہ گھر والوں کی نظروں میں اچھا ہو۔ معلم اخلاق (روحی فداہ) نے ہمیں اتحاد ویگانگت کی تعلیم دی۔ باہم دگر اخوت وہمدردی کی تعلیم دی اور سارے جہان کے مسلمانوں کو ایک جسم واحد سے تعبیر فرما کر ایک عضو کے متاذی ہونے سے سارے اعضاء کی بے قراری کا فلسفہ سکھایا۔ آہِ یتیم، نالہ بیوہ اور فریادِ مظلوم پر ہمیں خصوصیات کے ساتھ متوجہ کیا۔ امیر طبقہ کے فرائض الگ ظاہر کر دیئے کہ وہ غریبوں کی دستگیری کریں۔ اسی طرح غریبوں کو فرمایا کہ کسی کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے کی جگہ اپنے بازوؤں کو حرکت میں لائیں اور الکاسب حبیب اللہ کے مطابق خدا کی دوستی کا درجہ حاصل کریں۔ قصہ کوتاہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے اغراض میں ایک غرض مکارم اخلاق کی تکمیل تھی جس کا مختصر بیان یہاں کیا گیا ہے۔

ادھر مخلوق میں شامل ادھر اللہ سے واصل\
خواص اس برزخ کبریٰ میں ہے حرف مشدّد کا

Marfat.com

معراج النبی ﷺ پر ایک فلسفیانہ نظر

چو بشنوی سخنِ اہل دل مگو کہ خطا ست　　سخن شناس نہ دلبرا خطا اینجاست

ارباب بصیرت وامعان واصحاب دانش وبینش سے یہ امر مخفی نہیں کہ دنیا میں ہزاروں چیزیں ایسی موجود ہیں جن کے وجود کا تا حال بڑے سے بڑے مبصرین، سائنس دانوں اور فلاسفروں کو بھی علم نہیں ہو سکا۔ حقائق الاشیاء کی کنہ اور حقیقت معلوم کرنے کے لئے انسانی دماغ سوزیاں اور موشگافیاں تمام بیکار ثابت ہو چکی ہیں اور راز کائنات ہمارے عقل وادراک، فکر وشعور، تخیل وتعمق کے لئے آج بھی اتنا ہی ناقابل فہم ہے جتنا کہ ابتدائے آفرینشِ انسانی کے وقت تھا۔

کیا ہوا کہ علم طبعیات کے ماہرین کی ان تھک کوششوں اور مسلسل کدوکاوش سے چند نئے ایجادات واختراعات ہمارے سامنے آچکے ہیں یا بت نئے انکشافات انسانی مبلغ علم میں اضافہ کا موجب بن رہے ہیں۔ دیکھنا تو یہ ہے کہ عالم ومافیہا کن عناصر سے مرکب ہے اس کی تخلیق وتعمیر، اس کی ترتیب وترکیب، اس کی تعدیل وتزئین کس طرح سے عمل میں لائی گئی ہے۔ اجزائے دیمقراطیسی واجزائے لایتجزیٰ کے حدوث وقدوم سے قطع نظر ان کا مختلف شکلیں اور صورتیں اختیار کرنا، عجیب وغریب مناظر پیش کرنا۔ لیل ونہار کے اوقات مقررہ پر شمس وقمر کا معین طلوع وغروب، کواکب وسیارات کا نظم ونسق، کہکشاں کی جلوہ نمائی، قوس وقزح کی رنگیں ادائی، سرسبز پہاڑ کی دیدہ زیبی، مرغزاروں کی دلفریبی، سمندروں کی پہنائی، دریاؤں کی روانی، آبشاروں کا گرنا، صحراؤں کی وسعت، حیوانات کی ہزاروں قسمیں اور ہر قسم کے اندر تنوع، انسانی مزاجوں میں اختلاف، رنگوں کا فرق، اعضاء وجوارح میں تفاوت، ہوش وخرد میں تباین، غرض کہ دنیا کہ ہر ایک شئی کائنات کا ایک ذرہ اور جہاں کا ہر ایک منظر اگر ایک طرف اپنے اندر زبردست کشش وانجذاب رکھنے والے ہیں تو دوسری طرف دیکھنے والوں کو محو حیرت واستعجاب بنا رہے ہیں آپ یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ اربع عناصر کی آمیزش اور کارفرمائی سے قسم قسم کے دلکش مناظر ہمارے سامنے پیش ہو رہے ہیں مگر اس کا آپ کے پاس کیا جواب ہے۔ کہ خود اربعہ عناصر کی تخلیق کیسے اور کس طرح ہوئی؟

ہمارا روئے سخن خدا پرستوں اور خدا شناسوں کی طرف نہیں بلکہ ہم ان لوگوں سے پوچھتے ہیں جو کہ مادہ کے قدم اور قائم بالذات ہونے کے قائل ہیں جو کہ غیر مرئی مگر غیر محسوس ہاتھ کو غیر موجود مانا کرتے ہیں اور جنھیں خالق الارض والسموات کا اقرار واعتراف نہیں۔ وہ بتائیں

Marfat.com

جب ہر ایک چیز میں صانع اور صنعت، خالق اور مخلوق، سبب اور مسبب کا عمل ودخل ہے۔ انسانی وجود ماں باپ کے بغیر کتم عدم سے منصۂ شہود پر نہیں آ سکتا۔ پوشیدنی پارچات کی تیاری کارخانوں میں ہوتی ہے۔ جیب میں چلنے والی گھڑی، گھڑی سازوں نے بنائی ہے۔ مسکونہ مکانات از خود نہیں بنے۔ بلکہ معماروں نے تیار کیے ہیں۔ گھر کا تمام سامان کسی نہ کسی کاریگر کے دست ذوفنون کا شرمندہ احسان ہے فصلیں بوئی جاتی ہیں۔ پھول اگائے جاتے ہیں درخت اگائے جاتے ہیں آٹا پیسا جاتا ہے گوشت پکایا جاتا ہے اور یہ مسلمہ نظریہ واصول ہمارے گردوپیش ہر ایک چیز میں جاری وساری ہے پھر اگر ہم کہہ دیں کہ پہاڑ خود بخود نہیں بنے زمین خود بخود نہیں بچھی۔ آسمانوں کا شامیانہ خود بخود نہیں تنا، سورج اور چاند اور ستارے خود بخود روشن نہیں ہوئے بلکہ ان کی خالق، ان کی صانع، اوران میں روشنی پیدا کرنے والی ایک واجب الوجود ذات ہے ایک بلند وبالا ہستی ہے۔ کہیں نظر آنے والی لیکن ہر ایک چیز میں دکھائی دینے والی ایک طاقت ہے۔ جس کی قوتوں، جس کی عظمتوں، جس کی وسعتوں، جس کی گہرائیوں تک پہنچنے کے لئے انسانی تخیل قاصر رہ جاتا ہے۔ اور انسانی دماغ معطل ہو جاتا ہے اور وہی ذات اربعہ عناصر کی خالق ومتصرف ہے۔ وہی ان کے درمیان امتزاج اور تنوع پیدا کر کے ان کے مختلف اور متعدد اقسام بنانے والی ہے۔ اور وہی تمام جلوہ افروزیوں، تمام رعنائیوں اور تمام زیبائیوں کو منظر عام پر لانے والی ہے۔ والحمد لله رب العالمین ط

پھر جب ہم تسلیم کر لیں کہ حضرت انسان باایںہمہ ادعائی علم وفضل وبایںہمہ اظہار غرور وتجبر ہر ایک معاملہ میں کسی دوسری طاقت کا محتاج ہے۔ کسی کے لطف وکرم پر اس کی زندگی کا انحصار ہے۔ اگر کسی کے دست شفقت وعنایت پر گذر اوقات ہو تو ایسی کم مائیگی اور بے بضاعتی، دست نگری اور محتاجی، عجز وانکساری رکھتے ہوئے اسے کیا حق حاصل ہے کہ وہ اپنے خالق، اپنے منعم، اپنے متصرف کے امور میں دخل انداز ہو۔ اور قدرت کے کارخانہ میں اپنی آواز جو کہ مفروضہ طوطی کی آواز سے بھی پست ہے بلند کرتا نظر آئے۔ نہیں بلکہ اسکی عبودیت وانابت کا یہ تقاضا ہے کہ۔

دیکھ جو کچھ سامنے آجائے منہ سے کچھ نہ بول
آنکھ آئینے کی پیدا کر دہن تصویر کا

وہ احکام الٰہیہ کی متابعت کا پابند ہے۔ وہ خدائی ارشادات کی تعمیل کا مکلف ہے اور اسے یہ حق حاصل نہیں کہ قوانین قدرت میں دخیل کار بنے بلکہ اس کا یہ ایک مذہبی اور اخلاقی فرض ہے کہ خدا کی ہستی کا اقرار کرنے کے بعد مالک الملک کو اپنا شہنشاہ حقیقی تسلیم کرنے کے بعد اور عبد

Marfat.com

معبود، ساجد و مسجود، خالق و مخلوق کا تعلق قائم کرنے کے بعد وہ اپنا سر نیاز اسکے سامنے رکھ دے اپنی گردن اطاعت اسکے آگے جھکا دے اور اسکے تمام امر و نواہی پر صدق دل سے کار بند ہو۔

یہ ضروری نہیں کہ قدرت کا ہر کام ہماری مرضی یا منشاء کے مطابق ہو۔ یہ ضروری نہیں کہ خداوند کریم قدوس و قیوم کا ہر ارشاد ہماری خواہشات کا تابع ہوا کرے۔ اور یہ بھی ضروری نہیں کہ کتاب الٰہی کا ہر قانون اور ہر ایک دفعہ ہمارے تعقل سے باہر نہ جا سکے۔ اس حقیقت سے انکار نہیں ہو سکتا کہ اسلام کی سب تعلیمات فطرت انسانی کے عین مطابق ہیں اور عقل سلیم کے عین موافق۔ لیکن بعض چیزیں آپ کو ایسی بھی نظر آئیں گی۔ جو اپنی محیر العقول نوعیت کے ماتحت کسی قدر نا قابل فہم یا ناممکن العمل ہوں گی۔ مگر محض بادی النظر میں سطحی اعتبار سے۔ ورنہ در حقیقت وہ قابل فہم اور ممکن العمل ہیں۔ جس طرح انسانی طبائع مختلف ہوا کرتی ہیں جس طرح قوت حافظہ، قوت گویائی اور قوت جسمانی میں تفاوت ہوا کرتا ہے۔ اسطرح قوت بصارت اور قوت سماعت میں بھی علی قدر مراتب فرق ناگزیر ہے اگر آپ سو گز کے فاصلہ سے بعید نہیں دیکھ سکتے تو اس کے یہ معنی نہیں کہ کوئی دوسرا شخص بھی اس فاصلہ سے آگے نہ دیکھ سکے اگر آپ کے کان دور کی آواز نہیں سن سکتے تو آپ کے بھائی بند ایسے بھی موجود ہیں جنہیں آپ کی طرح ثقل سماعت کا عارضہ نہیں اور وہ دور سے آنے والی آواز کو بھی ایسے ہی سن سکتے ہیں جیسا کہ نزدیک سے آنے والی آواز کو۔ اگر آپ دن بھر سفر کرنے سے بمشکل بیس میل کا فاصلہ طے کر سکتے ہیں۔ تو اس قسم کی اور مثالیں بھی آپ کے سامنے موجود ہیں کہ ایک شخص نے ایک دن میں ستر اسی میل کا فاصلہ پیدل بڑی آسانی سے طے کر لیا اگر آپ کے جسم کی کثافت آپ کو ہوا میں اڑنے سے مانع ہے تو کیا یہ ممکن نہیں کہ ایک شخص کا لطیف اور سبک جسم اپنی لطافت کے اعتبار سے ہوا میں اڑنے لگے۔

اس نظریہ کے ماتحت آپ کو باور کر لینا چاہیے کہ انبیاء علیہم السلام ہمارے اور آپ کی طرح جسم رکھنے کے باوجود اپنے اندر وہبی اور عطائی روحانی قوتیں رکھنے کی وجہ سے وہ باتیں سن سکتے ہیں جنہیں عام لوگ نہیں سن سکتے۔ وہ مناظر دیکھ لیا کرتے ہیں جو کہ عامۃ الناس کی نظروں سے پوشیدہ ہوں اور چند منٹوں یا لمحوں میں وہاں پہنچ جاتے ہیں جہاں عام انسان سالوں میں پہنچتے ہیں آج جب کہ لوگ ہوائی جہاز میں بیٹھ کر چھ سو میل کا طویل فاصلہ ایک گھنٹے میں طے کر سکتے ہیں بلکہ آواز سے بھی زیادہ تیز رفتار طیارے بن چکے ہیں جب ہندوستان[1] کے کسی شہر میں بیٹھ کر ریڈیو کے ذریعے ولایت اور انگلینڈ کے گانے سنے جا سکتے ہیں بلکہ مستقبل قریب میں وہاں کی

---

[1] یہ مضمون غیر منقسم ہندوستان کے زمانہ میں لکھا گیا تھا۔

Marfat.com

چلتی پھرتی تصاویر بھی دیکھی جا سکیں گی ا۔ جب آلہ مکبر الصوت سے آواز کئی گنا بڑھ جاتی ہے تو پھر حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے نماز پڑھتے ہوئے جنت کو اپنے سامنے دیکھ لیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ پاک میں منبر پر بیٹھے ہوئے لشکر کی بے راہ روی مشاہدہ کر کے **یاساریۃ الجبل** کی آواز اس کے کانوں میں پہنچا دی یا حضور مخبر صادق ﷺ کے ارشاد کے مطابق شہداء بدر نے چین کے کسی شہر میں چلنے والی لڑکی کے پازیبوں کی جھنکار سن لی تو اس میں استبعاد ہی کیا ہے۔ ایسے واقعات حیرت انگیز کیوں کر ہو سکتے ہیں اور کونسا سلیم الدماغ شخص ہے جو کہ انسانی سائنس کی عدم تکمیل اور روحانی قوت کے مکمل ہونے کو مد نظر رکھتے ہوئے علم طبیعات کے پیش کردہ نظریوں کو تو درست مان لے اور خدائی قوتوں کی اہمیت اور قوت کا قائل نہ ہو۔

معراج کا واقعہ

معراج کے واقعہ کو بھی آپ انہی دلائل کی روشنی میں مطالعہ کریں آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ ناممکن الوقوع امر نہیں ہو سکتا۔ اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی روحانی طاقت، جسمانی لطافت اور نورانی ہیئت کو پیش نظر رکھتے ہوئے وہ سب باتیں جو حضور ﷺ نے شب معراج کی صبح کو بیان فرمائیں اسی طرح درست تھیں جس طرح دو اور دو چار ہوا کرتے ہیں۔ مجھے ان علماء کی توجیہات پر ہنسی آتی ہے جو کہ معراج کی جسمانی یا روحانی بحث میں پڑ کر عدم علم سے علم عدم کا نتیجہ اخذ کرتے ہیں اور روایات کی آڑ لے کر معراج کو روحانی معراج تک محدود کیا کرتے ہیں اگر معراج کا سارا واقعہ۔

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

کے مطابق ہے تو پھر خداوند کریم کو سبحان فرمانے کی کیا ضرورت تھی؟ **اسریٰ بعبدہ** کی صراحت سے کیا مطلب تھا اور پھر **سورہ والنجم** میں تو کوئی مغالطہ بھی نہ رہا **سورہ اسریٰ** میں اختصار تھا تو **سورہ والنجم** میں تفصیل موجود ہے۔ جمہور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بھی یہی رائے ہے۔ ایک دو کا اختلاف کثرت کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ خوابیں تو ہر ایک کو آیا کرتی ہیں۔ آپ نے کئی دفعہ آسمان کے سیر کیے ہیں فرشتوں کی صورتیں دیکھی ہیں واعظین کے بیان کردہ جنات کا مشاہدہ کیا ہے۔ یہ روزمرہ کی معمولی باتیں ہیں۔ قصہ معراج تو ایک حد تک بڑھ کر غیر معمولی واقعہ ہے۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ یہ واقعہ ضرور ہی ظہور پذیر ہوا ہے۔ اسی طرح ہے جو کچھ کتب احادیث میں مذکور ہے اس کا وقوع و تحقق ایک فلاسفر یا حقیقت شناس کی

ا۔ چنانچہ اب ٹیلی ویژن یہی کرشمے دکھا رہا ہے

Marfat.com

نظروں میں ظنی یا تخمینی نہیں یہ کسی عقیدت وارادت کے ماتحت نہیں بلکہ یقینی اور لازمی ہے۔ اور اس کے تسلیم کرنے کے لئے صرف تین چیزوں کی ضرورت ہے:۔

(۱) خدا کی ہستی کا اقرار

(۲) خدا کی قوتوں کا اعتراف

(۳) انبیاء علیہم السلام کے اندر روحانی طاقتوں کا موجود ہونا

پھر منطقی اعتبار سے آپ اس صغریٰ کبریٰ کو ملا کر یہ نتیجہ اخذ کرلیں کہ خدا کی عطا کردہ طاقتوں سے کام لے کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے جسد عنصری کے ساتھ چند منٹوں اور چند لمحوں کے اندر تمام آسمانوں کی سیر کر آئے جنت اور دوزخ کو دیکھ آئے۔ خدا سے نہ صرف ہمکلام ہوئے بلکہ وکان قاب قوسین اوادنیٰ کے مطابق بے حد تقرب بھی حاصل کیا۔ اور بقول شاعر ؎

زنجیر بھی ہلتی رہی بستر بھی رہا گرم
اک دم سر عرش گئے آئے محمدؐ

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ اجمعین

اختر صبح کی آتی ہے فلک سے آواز
خندہ زن جس پہ سحر ہے وہ ہے آج کی رات
''رہ یک گام ہے ہمت کے لئے عرش بریں''
کہہ رہی ہے یہ مسلمان سے معراج کی رات

(اقبال)

Marfat.com

کوئٹہ کی ہولناک تباہی و بربادی[1]

اور

اس کے علل واسباب

(مذہبی نقطۂ نظر سے)

و اذا اردنا ان نهلک قرية امرنا مترفيها ففسقوا فيها فحق عليها القول فدمرناها تدميراً

اور جب ہم چاہتے ہیں کہ کسی بستی کو ہلاک کریں تو وہاں کے دولتمندوں کو (پیغمبروں کے ذریعے اپنی عبادت کا) حکم دیتے ہیں پس (جب) وہ اس (بستی) میں نافرمانی کرتے ہیں تو ہمارا عذاب ان پر ثابت ہو جاتا ہے پس ہم اسے بالکل برباد کر دیتے ہیں۔

حضور مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت اور علامت قیامت کے متعلق جو پیش گوئیاں فرمائی ہیں ان میں ایک قابل ذکر امر یہ بھی ہے۔ کہ قیامت کے نزدیک مسلمانوں کے سروں پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں گے۔ اور ان کا ایک زخم ابھی بھرنے نہ پائے گا کہ زمانے کا جلاد ایک اور بھرپور وار ان پر کر دے گا۔ ابھی ایک مصیبت سے پوری طرح رہائی نصیب نہیں ہوئی ہوگی کہ ایک دوسری مصیبت سے انہیں دوچار ہونا پڑے گا۔ اور مسلمان آنے والے مصائب اور نوائب سے لرزہ براندام ہو کر پکار اٹھیں گے۔ ھذہ۔ ھذہ۔ یعنی یہ کیا ہے۔ یہ کیا ہے۔ موجودہ زمانہ میں یہ پیش گوئی حرف بحرف صادق آ رہی ہے۔ کراچی[2] کا خونیں اور خونچکاں واقعہ ہی ہماری بے بسی، بے کسی، اور کس مپرسی کے لیے کیا کم تھا کہ قدرت کے زبردست ہاتھ نے کوئٹہ اور بلوچستان کی سرزمین کو اپنی ایک ہی حرکت سے تہ و بالا کر دیا۔ آن واحد میں گنجان اور بارونق شہر کھنڈرات سے سر بفلک عمارات اینٹوں کے ڈھیروں سے، اور انسانوں کے آبادیاں زخمیوں اور لاشوں کی صورت میں تبدیل ہو گئیں۔ خاندانوں کے خاندان بے نام و نشان ہو گئے۔ سینکڑوں اشخاص نے جو منہدم شدہ مکانات کے نیچے دب گئے تھے۔ لیکن انکے ارواح کو تعلق ان کے اجسام کے

[1] یہ کوئٹہ کے ۳۱ مئی ۱۹۳۵ء کے ہولناک زلزلہ کا تذکرہ ہے۔ حضور نے زلزلہ کے حادثات سنتے ہی یہ مقالہ لکھا [2] اس واقعہ کا ذکر باب ... ارم میں "حزب اللہ اور رفتار زمانہ" کے عنوان سے کیا گیا ہے۔ وہاں دوسرے حالات زمانہ کے ضمن میں موجود ہے۔

Marfat.com

ساتھ قائم تھا۔ آہ وبکا کرتے کرتے۔ امداد کیلئے چیختے چلاتے، حسرت اور ناکامی کے عالم میں، سسک سسک کر جانیں دے دیں۔ اور ابھی تک ہزاروں من چونے اور اینٹوں کے ڈھیروں کے نیچے دبے پڑے ہیں۔ اس سانحہ ہوش ربا اور اس واقعہ ہیبت زا کو اگر ہم قیامت صغریٰ سے تعبیر کریں تو بالکل بجا ہے۔ جب کہ قیامت کی تمام ہولناکیاں اور قیامت کی تمام ظاہر کردہ سراسیمگیاں کوئٹہ کے تباہ کن زلزلہ کو دیکھنے والوں نے برای العین دیکھ لیں۔ قرآنی اصطلاح میں قیامت کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے:۔

یا یھا الناس اتقوا ربکم انّ زلزلة الساعة شیء عظیم. یوم ترونھا تذھل کل مرضعة عما ارضعت و تضع کل ذات حمل حملھا و تری الناس سکریٰ وماھم بسکریٰ ولکن عذاب الله شدید	اے لوگو! پروردگار سے ڈرو۔ بے شک قیامت کا زلزلہ ایک بڑی سخت چیز ہے جس دن تم اسے دیکھو گے۔ تو دودھ پلانے والی اس سے غافل ہو جائے گی جسے اس نے دودھ پلایا ہے اور ہر حمل والی اپنا حمل ڈال دے گی۔ اور تو لوگوں کو متوالا دیکھے گا۔ حالانکہ وہ متوالے نہیں۔ لیکن اللہ کا عذاب سخت ہے۔ اسی خوف سے ان کی یہ حالت ہوگی۔

ان مطالب کو کوئٹہ کے زلزلہ سے تطبیق دے کر دیکھیں کس طرح وہاں کے ستم رسیدگان پر یہ باتیں حرف بحرف صادق آرہی ہیں۔ زلزلہ کی عظمت اور ہیبت، قدرت کے مضبوط ہاتھ سے زمین کا بے حقیقت پرکاہ کی طرح مسلا جانا، مکانات کا ایک دوسرے سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جانا، چند سیکنڈ میں زلزلہ زدہ رقبہ کا اپنی ہیئت کذائی مکمل طور پر کھو دینا، صرف بنی نوع انسان ہی نہیں بلکہ ہر جاندار پر سکرات کی کیفیت طاری ہو جانا، اپنی پیاری جانوں کو بچانے کی خاطر دیوانہ وار ہر شخص کا مکانوں سے باہر دوڑنا، نفسی نفسی کا عالم، ماں کو بیٹی کی خبر نہ رہی، بھائیوں کو بھائیوں کی یاد نہ رہی، اور خاوند کا اپنی رفیقہ حیات کو گرنے والے مکان کے نیچے چھوڑ کر بھاگ نکلنا ارباب بصیرت کے سامنے عبرت اور نصیحت کے دفاتر کھولنے والی چیزیں ہیں۔ اور منکر قیامت کے لیے ایک ناقابل تردید استدلال، اور پھر زلزلہ کی گرفت سے جو لوگ خوش قسمتی یا بد قسمتی سے نیم مردہ حالت میں بچ نکلے ہیں۔ ان کے بشروں پر جو اضطرابی و اضطراری کیفیات دیکھنے میں آئیں۔ ان کے ہوش و حواس جس طرح معطل ہو رہے تھے۔ اور دیوانگی کی جو کیفیت ان کے دل و دماغ پر طاری تھی۔ وہ بعینہ وہی نمونہ پیش کر رہی تھی جس کا عالم الغیب والشہادۃ نے قرآن کے اندر نقشہ کھینچا ہے۔ کہ دیکھنے والوں کو وہ مدہوش اور متوالے نظر آتے ہیں لیکن حقیقتاً وہ عذاب الٰہی کی

Marfat.com

شدت اور ہولناکی سے اس حد تک متاثر ہوں گے۔[1] کچھ دیر کے لیے ان کا دماغ مختل، ان کی قوت تمیزی مفقود اور ان کے اعضاء وجوارح از کار رفتہ ہو جائیں گے۔

العظمۃ للہ !!! کہاں ہیں قیامت کا انکار کرنے والے، یوم الدین کا مضحکہ اڑانے والے، اور یوم الحساب کو ناممکن الوقوع بتلانے والے۔ وہ اب ذرا کوئٹہ جانے کی زحمت گوارا کریں۔ زلزلہ سے پہلے والے آباد کوئٹہ کا موجودہ برباد کوئٹہ سے مقابلہ کریں اور پھر بتلائیں کہ جو کام جرمنی کی چالیس من گولہ پھینکنے والی توپیں قلعہ انٹورپ کو مسمار کرنے کے لیے مسلسل ایک ماہ تک نہ کر سکیں، جو تباہی وبربادی بخت نصر[2] اپنی تمام درندگیوں اور سفاکیوں کے باوجود بیت المقدس کے انہدام میں نہ کر سکا اور سکندر اعظم کی بے شمار فوجیں ٹیکسلا کو پیوند زمین بنانے میں اپنی تمام قوتیں صرف کرنے کے باوجود پھر بھی ماہر آثار قدیمہ کیلئے ایک شغل بے کاری چھوڑ گئیں۔ لیکن وہ کونسی طاقت تھی۔ وہ کونسی فوج تھی۔ وہ کونسا لشکر تھا جس نے چند لمحوں، چند دقیقوں، چند سکنڈوں کے اندر بلوچستان کی سرزمین کو الٹ پلٹ کر رکھ دیا۔

اب تباہ شدہ کوئٹہ کو دیکھ کر کوئی مبصر بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ وہی کوئٹہ ہے۔ جس کے بازاروں میں چہل پہل رہا کرتی، جس کے ساکنین نہایت ٹھاٹھ اور طمطراق سے زندگی بسر کرنے کے عادی تھے۔ اور جس کے باشندے عام طور پر فیشن کے دلدادے، عیش پرست، اور دنیاوی لذتوں میں انہماک رکھنے والے تھے۔ لیکن صد حیف کہ وہ دنیاوی عیش پسندی میں پڑ کر آخرت کے عیش و آرام کو بھول گئے۔ دنیا کی دلفریبیوں اور دلچسپیوں کے دلدادہ ہو کر حیات بعد الموت کو فراموش کر گئے۔ اور صنعت پسند آرٹ پر جان دینے والے اور بوڑھی اور مکار دنیا کے جھریوں والے مگر غازہ اور پوڈر ملے ہوئے چہرہ کی خوبصورتی پر مر مٹنے والے صانع حقیقی اور شاہد ازلی کا خیال دل سے نکال بیٹھے۔ اور نتیجہ وہی ہوا جو ہمیشہ ایسے مواقع پر ہوا کرتا ہے۔ علمائے کرام کے وعظ ونصائح جب بیکار ہو گئے صوفیائے عظام کی روحانی توجہات بے سود ہو گئیں۔ شقاوت وبدبختی نے نافرمانی اور حکم عدولی کی شکل اختیار کر لی تو خدائے قدوس وقیوم کی عادت مستمرہ کی مطابق ایک لمبی ڈھیل دینے کے بعد اور عفو ودرگزر کی انتہائی صورتوں کی بعد اور اسی پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ آج سے تین سال پہلے خفیف جیسے بے ضرر زلزلہ سے متنبہ کرنے کے بعد قدرت کے غیر مرئی مگر محسوس ہاتھ نے پردہ غیب سے نکل کر اپنا ایک تھپڑ کمزور مخلوق پر رسید کیا اور "دوسرے کی ضرورت ہی

---

[1] یہ جنگ عالمگیر اول (۱۹۱۴ـ۱۹) کے ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

[2] بابل میں کلدانی خاندان کا مشہور بادشاہ جو ۶۰۵ ق م سے ۵۶۱ ق م تک حکمران رہا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام (۹۷۰ تا ۹۳۳ ق م) کے تعمیر کردہ ہیکل کو تباہ کرنے کیلئے بخت نصر نے بیت المقدس پر حملہ کیا تھا۔

بھی اور جو عبرتناک سزا تجویز فرمائی اس کی داستانیں پرانی ہونے والی نہیں۔ اور انسانی نسلیں اس کو ابدالآباد تک یاد رکھیں گی۔

آج کوئٹہ کے زلزلہ کا ذکر ہر مجلس میں ہے۔ ہر محفل میں ہے بازاروں میں یہی قصے ہیں گاڑیوں میں یہی حکائتیں ہیں مقررین کی تقریروں کا موضوع یہی واقعہ ہے اخبارات کے وارے نیارے ہیں ان کی اشاعتیں بڑھ گئیں۔ ان کی مانگ زیادہ ہوگئی۔ چندہ پر گزارہ کرنے والوں کی مراد بر آئی۔ امدادی فنڈ کھولے گئے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ انسانی ہمدردی کا ایک نہ تھمنے والا طوفان ہے جو کہ ہر طرف امنڈ امنڈ کر آرہا ہے۔ اور حادثہ کے بالمقابل ہمدردی میں بھی کوئی کمی نہیں رہی۔ بایں ہمہ کتنے چوٹ کھائے ہوئے دل ہیں جو زلزلہ کی صرف حقیقی علت کو خاطر میں لاکر بے چین و مضطرب ہورہے ہیں۔ کتنی آنکھیں ہیں جو کوئٹہ کی بربادی کو دیکھ کر اشکبار نہیں بلکہ خدا کے قہر و غضب کو اس شکل میں دیکھ کر آنسوؤں کی جھڑیاں لگا رہے ہیں۔ کتنے کان ہیں جو صرف زلزلہ کی روح فرسا خبریں اور کوائف سننے پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ اس امر کے منتظر ہیں کہ ان میں رشد و ہدایت کی وہ آواز پڑے جس کے سننے سے کوئٹہ والوں نے انکار کر دیا تھا اور انکار کا جو خمیازہ انہیں اٹھانا پڑا وہ ہمارے سامنے ہے۔ ذلک لمن خاف مقام ربہ و خاف وعید۔

سائنس اور علم طبیعات والے لاکھ تاویلیں کریں لاوا اور گندھک کے ابلے ہوئے چشموں کے پھوٹ نکلنے کو زلزلہ کا باعث قرار دیں۔ طبقات الارض کے ماہرین خصوصی زمین کی تخلیق، اس کی بناوٹ، اس کے جسم کی ساخت، اس کے وزن، اس کی جسامت، اس کے جوف میں مختلف عناصر کی آمیزش پر سینکڑوں مقالے لکھتے رہیں۔ لیکن تمام باتیں ظنی اور تخمینی ہیں۔ قیاسی اور وہمی ہیں ان میں وثوق اور تحقیق نہیں، یقین اور اذعان نہیں۔ ایک پہاڑ کے اندر گندھک اور تیزاب کا مواد بکثرت موجود ہے۔ طبقات الارض والوں کے حساب سے ایک سال کے اندر یہ سیال مادہ پھوٹ کر اس کے پرخچے اڑا دے گا۔ لیکن دس سال کا عرصہ گزرنے کے باوجود پہاڑ بدستور قائم ہے۔ اور لاوا اس کے اندر ہی اندر سلگ رہا ہے۔ اور پھوٹنے کا نام نہیں لیتا۔ اور ادھر ایسا پہاڑ زلزلے کے ایک جھٹکے اور زمین کے انشقاق سے جوف الارض میں چلا جاتا ہے۔ جس کے اندر لاوے کی موجودگی کا کسی سائنس دان کو وہم و گمان بھی نہ تھا۔ یہ روزمرہ کے قصے ہیں۔ اور کوئی اہل علم اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ زلزلہ کی آمد ہمیشہ غیر متوقع ہوا کرتی ہے۔ زلزلے اگر نہ آئیں تو سالہا سال نہ آئیں۔ آنے لگیں تو روز روز آتے رہیں۔ یہی حالت ان کی خفت اور شدت کی

Marfat.com

ہے کہ کبھی اتنے خفیف ہوں کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے پائے اور کبھی اتنے شدید ہوں کہ سارا جہان چیخ اٹھے۔

غایت مافی الباب اگر ہم یہ بھی مان لیں کہ زلزلہ کا سبب لاوا اور گندھک ہے۔ لیکن لاوے اور گندھک کے ذریعے زمین کو تہہ بالا کرنے والی طاقت ضرور کوئی دوسری ہے۔ تدبیر امور ضرور کسی اور ذات سے متعلق ہے۔ و من یدبر الامر اس پر متصرف اور حکمران لاریب ایک ذات واجب الوجود ہے۔ سبب اور مسبب، علت اور معلول کا سلسلہ دنیا کی ہر چیز میں جاری و ساری آپ کو نظر آئے گا۔ اگر ماں باپ نہ ہوں تو اولاد کیسے پیدا ہو۔ اگر بادل نہ ہوں تو مینہ کیسے برسے۔ اگر دریا نہ ہوں تو نہریں کیسے بہہ سکیں۔ ان حقائق کے ساتھ ساتھ آپ مزید غور و فکر سے کام لیں تو پتہ چلے گا۔ کہ بعض اوقات ماں باپ کی موجودگی میں اولاد پیدا نہیں ہو سکتی۔ بادل گھر گھر کر آتے ہیں بجلی چمکتی ہے۔ رعد گرجتی ہے۔ مگر کئی دفعہ پانی کی ایک بوند نہیں پڑتی۔ بڑے بڑے دریا موجود ہوتے ہیں۔ لیکن بارش نہ ہونے کی وجہ سے کبھی کبھی ایک چھوٹی سی ندی کی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں۔ پھر نہروں میں پانی کہاں سے آئے۔ غرض کہ علتوں کی موجودگی بے سود محض ہے۔ جب تک علت العلل کی کارفرمائی نہ ہو۔ اسباب بالکل بے کار ہیں اگر مسبب الاسباب انہیں بروئے کار نہ لائے۔ لاوے اور گندھک کا التہاب زلزلہ پیدا نہیں کر سکتا جب تک خالق الاشیاء اس کے اندر زلزلہ پیدا کرنے کی تاثیر نہ ڈال دیں۔ ان شواہد و دلائل کی روشنی میں آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ زلزلہ کا موجب حقیقی لاوا اور گندھک نہیں بلکہ وہ محض ایک سبب کی حیثیت رکھتے ہیں جس طرح کہ دنیا میں اور بہت سے اسباب موجود ہیں اور زمین کا قیام و استقراء اس کا تزلزل و ارتعاش کسی کے امر اور حکم کے ماتحت ہے۔

باقی رہا زلزلہ کا وقوع اور ظہور اس کے متعلق آیت زیب عنوان سے آپ بخوبی نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ گناہوں کی فراوانی، بے اعتدالیوں کی افراط اور جرائم و معاصی کی کثرت اس کے اصلی محرک ہوا کرتے ہیں۔ اور غافل انسان کے لئے آپ اسے تازیانہ عبرت سے تعبیر کر لیں تاکہ اس کے کانوں میں غفلت کی جو روئی ٹھسی ہوئی ہے۔ وہ باہر نکال دی جائے۔ اس کی آنکھوں کے سامنے جو گمراہی کے پردے پڑے ہوئے ہیں وہ ہٹا دیے جائیں۔ اور اس کے دماغ میں جو غرور و تبختر، خودسری اور خودنمائی کا نشہ چھایا ہوا ہے۔ وہ ہرن ہو جائے۔ وہ ایک طرف خدائے جبار و قہار کی حیرت انگیز قوت اور گرفت کا مطالعہ کرے اور دوسرے اپنی بے مائگی بے بضاعتی، کم ہمتی اور کمزوری پر نظر ڈالے تاکہ مجبور ہو کر اپنا سر نیاز خدائے قدوس کے آستان

Marfat.com

عظمت و جبروت پر رکھ دے۔ عبودیت اور انابت کا مظاہرہ کرے جیسا کہ اس کے آباؤ اجداد کرتے چلے آئے ہیں اور جو کہ اللہ تعالیٰ کی نظروں میں سب سے زیادہ مستحسن اقدام ہے۔

ان هذه تذكرة ومن شاء ذكره

☆☆☆☆☆

Marfat.com

حکومت الٰہیہ

(حضور کا تحقیقی اور آخری پیغام[1])

عمریست کہ آوازۂ منصور کہن شد — من از سر نو جلوہ دہم دار و رسن را

فلسفہ حیات

اربع عناصر کے امتزاج واعتدال اور ایک جسم اور روح کے باہمی ارتباط واختلاط کا نام حیوان ہے۔ اور فلسفیوں کی یہ تعریف اس کے ہر نوع پر صادق آنے والی ہے کہ جسم نام حساس متحرک بالارادۃ ایک جسم بڑھنے والا، احساسات رکھنے والا اور اپنے ارادہ ومنشاء کے مطابق حرکت کرنے والا اور پھر اس کے سینکڑوں اقسام ہیں جن میں سے بلحاظ شرف ومجد، بلحاظ عقل وفکر، دانش وبینش انسان سب سے ممتاز ومفتخر ہے اور باوجودیکہ دوسرے بعض حیوانات قد وقامت اور جسامت کے اعتبار سے اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہیں۔ مگر سب کے سب اس کے مطیع اور تابع فرمان۔ اس لئے کہ ان کی زندگی خورد ونوش، جاگنے، سونے اور بعض اضطراری حرکات پر محدود ہے۔ اور حضرت انسان کو قدرت نے حواس خمسہ ظاہری کے علاوہ حواسِ خمسہ باطنی بھی عطا فرمائے ہیں۔ فہم وذکا، علم، بصیرت وحقیقت شناسی ومعاملہ فہمی کی نعمتوں سے مالا مال کیا ہے۔ اور حقائق الاشیاء کا علم بخش کر اسے مسجود ملائک بنایا ہے۔

انسانی خلقت سے پہلے دنیا کی عجیب کیفیت تھی۔ سورج کی روشنی، چاند کی ضیاپاشی، ستاروں کی جگمگاہٹ اسی طرح ہوگی۔ مگر کوئی اس کا قدردان نہ تھا۔ مناظر قدرت الٰہی رعنائیوں اور زیبائیوں کے ساتھ جلوہ نما تھے۔ مگر کوئی داد دینے والا نہ تھا۔ اور کوئی آنکھ ان کی دید سے حلاوت اندوز ہونے والی نہ تھی۔ آبشاروں کا گرنا، سبزوں کی لہلہاہٹ، پھولوں کا کھلنا، کلیوں کا چٹکنا، موسم بہار کا اپنی ساری دلفریبیوں سمیت آنا، بادنسیم کے جھونکے، بادلوں کا گھرنا، رعد کی کڑک، بجلی کی چمک، قوس قزح کی رنگینی، موسموں کے تغیرات، چلچلاتی دھوپ اور کڑکڑاتی سردی، قلہ ہائے کوہ وتودہ ہائے برف، دریاؤں کی روانی، سمندر کی طغیانی اور ان کا مد وجزر سب کچھ تھا مگر محض بیکار اور سوائے صانع حقیقی وخلاق ازل، کوئی ان چیزوں کا قدردان نہ تھا۔ اور نہ ہی

---

[1] حضور نے یہ پیغام حزب اللہ کے سترھویں سالانہ اجلاس میں دیا۔ اور مناسبت کے زیر نظر حضور نے خطبہ کے طور پر قرآن مجید میں سے وعظ یوسفی والی آیات مبارکہ تلاوت فرمائیں۔

Marfat.com

ان عجائبات ونوادر کا قدر شناس۔ بالآخر فطرت نے دنیا کے سامنے اپنا شہکار انسانی شکل میں پیش کیا اور فاطر السمٰوات والارض نے کنت کنزاً مخفیاً فاردت ان اعرف کہ میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا اور میں نے چاہا کہ پہچاننے والے پیدا ہو جائیں۔ لفظ کُــــن سے ایک نئی مخلوق کی بنیاد ڈال دی۔ دست قدرت نے خود جس کی تخلیق کی اور مشاطہ فطرت نے خود اس کی تزئین۔

فرشتے جن کا مآل زندگی تحمید و تمجید، تقدیس و تسبیح کے سوا کچھ نہ تھا، اس عجیب الخلقت مادی اور جسمانی کالبد کو دیکھ کر حیران رہ گئے اور لاعلمی اور جہالت کی بنا پر جو تنفر پیدا ہوا کرتا ہے اس کے ماتحت کچھ اعتراض کر بیٹھے۔ مگر زجر و توبیخ سے تھرّ ا گئے اور بالآخر سیدنا آدم علیہ السلام کے سامنے انہیں سراطاعت خم کرنے اور ان کے آستان پر اپنا جبین نیاز رگڑنے پر مجبور ہونا پڑا۔

انسان دنیا میں نووارد ہو کر آیا مگر آتے ہی اس نے تمام کائنات میں ہل چل مچادی۔ سورج بیچارہ متقدمین فلاسفہ کے نظریہ کے مطابق متحرک تھا۔ یا موجودہ سائنس دانوں کے خیال کے مطابق ساکن۔ بہر حال اس کا کام طلوع وغروب۔ بے پناہ ضوافگنی اور چکا چوند کرنے والی روشنی کے سوا کچھ نہ تھا۔ انسان نے آکر اس کی کرنوں اور شعاعوں کا جائزہ لینا شروع کیا۔ اس کی گرمی سے فصل پکائے۔ غریبوں نے موسم سرما میں اس سے آگ کا کام لیا۔ امریکہ والوں نے کئی ہسپتال بنا ڈالے جہاں کے صرف مختلف الالوان شیشوں پر سورج کی شعاعوں کا انعکاس کئی قسم کے امراض کا واحد اور مجرب علاج ہے۔

چاند کی ہلکی چاندنی بظاہر اداسی پیدا کرنے والی تھی۔ مگر مفکر انسان نے اس میں بھی دلچسپی کے سامان پیدا کر لئے۔ فصلوں، درختوں اور پودوں کی نشوونما پر اس کے خوشگوار اثرات پڑتے ہیں۔ ان سے قطع نظر فطرت کا حسن جتنا چاندنی رات میں دلآویز ہوا کرتا ہے اور مظاہر قدرت کا جو دلفریب نظارہ روشن راتوں کو نظر آیا کرتا ہے۔ اس کی کیفیت وہی لوگ جان سکتے ہیں۔ جنہیں کہ بصارت کے ساتھ بصیرت بھی بخشی گئی ہو۔ آسمانی بجلی کے قمقمے یا چمکنے والے ستارے رات کو اگر باہم گرچشمک زنی کرتے نظر آئیں تو یہ ان کی سرشت قدیم ہے مگر فطرت شناسی کا صحیح مذاق رکھنے والے انسان کے سوا اور کون ہے جو اس کے حسن وخوبی اور رعنائی وزیبائی کا صحیح معائنہ کر سکے۔ مختلف ممالک کے مشہور ادیبوں اور شاعروں نے ستاروں کے متعلق جو بلیغ اور انوکھی تصویریں کھینچی ہیں۔ عجیب وغریب تلمیحات اور استعاروں سے کام لیا ہے اور جس قسم کی نادر تشبیہیں دی ہیں وہ ارباب ذوق واصحاب معانی سے پوشیدہ نہیں اور پھر وبالنجم ھم یھتدون کے مطابق بحری جہازوں کا ستاروں کی سمتوں کو پیش نظر رکھ کر چلنا، ہوائی طیاروں کا

Marfat.com

انہیں اپنا صحیح راہنما بنانا، گم کردہ راہ مسافروں کا انہیں دیکھ کر نشانِ منزل ڈھونڈھ لینا ایسے بدیہی واقعات ہیں جن سے کہ فطرت کی یہ حسین ترین مخلوق خود بھی ناواقف ہے۔

پھر یہی کیفیت آپ کو کائنات کی ہر شے میں نظر آئے گی کہ حسن تو موجود تھا مگر حسن شناس کوئی نہ تھا۔ نیچر کی خوبصورتی میں تو بے کلام ہوسکتا ہے مگر اس کی مدح سرائی کون کرتا اور نظامِ عالم کی ترتیب و تدوین، اس کا نظم و نسق، منظم اور مدبّر کی حیرت انگیز طاقت اور بے نظیر اقتدار تو موجود تھا مگر اس کی اس عجوبہ روزگار صناعی اور بے مثال کاریگری پر عش عش کرنے والا مفقود۔ ادھر انسان کی تخلیق ہوئی اور ادھر کائنات کے رازہائے سربستہ کا انکشاف ہوگیا۔ اشیاء تو موجود تھیں مگر ان کی حقیقتیں مستور اور انسان نے آتے ہی سب چیزوں کا حکیمانہ تجزیہ شروع کردیا۔ خودرو بوٹیوں گھاسوں بن اگائے اُگے ہوئے درختوں کو اس نے بیکار نہیں چھوڑا۔ بلکہ لکڑیوں کا ایندھن بنایا۔ ان سے مکانات تعمیر کیے، پُل بنائے اور جڑی بوٹیوں سے دوائیں تیار کیں اور سینکڑوں امراض کا علاج ڈھونڈھ نکالا۔ زمین کا چپہ چپہ کھود کر اس نے کئی قسم کی دھاتیں سونا چاندی لوہا سکہ پیتل وغیرہ برآمد کیں۔ پٹرول اور کوئلہ جیسی کارآمد چیزیں تلاش کرلیں۔ جن پر کہ انسانی تمدن کا تمام دارومدار ہے۔ پھر اس نے سمندروں کا رخ کیا اور ان کا کونہ کونہ چھان مارا۔ اور آج غالباً کرہ ارض کے اردگرد محیط سمندروں میں سے کوئی جگہ بھی ایسی نہیں جو انسانی دست بُرد اور تصرف سے محفوظ ہو اور سمندروں کو اس نے صرف کھنگال ہی نہیں ڈالا۔ بلکہ ان کے وسیع اور گہرے پانیوں پر بھی حضرت انسان کو اقتدار کامل حاصل ہے۔ اور اس کی بنائی ہوئی کشتیاں اور جہاز سمندر کی سطح پر آبی جانوروں کی طرح تیرتے نظر آتے ہیں۔ ہوائی کرہ جو کسی زمانہ میں صرف حضرت سلیمان علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے زیر تصرف رہ چکا ہے۔ آج انسان نے اس پر مکمل اختیار حاصل کرلیا ہے۔ اور جہاں کہ پہلے ملکوں اور آبادیوں کی تقسیم زمین کی حدود کے مطابق ہوا کرتی تھی۔ اب اسی طریق سے ہوائی کرہ باہم گر تقسیم ہوا کرے گا اور آئندہ کسی ملک کی سطوت یا اقتدار کا اندازہ اس کی بری فوج کی کمی بیشی سے نہیں لگایا جائے گا بلکہ جس حکومت کے پاس ہوائی طاقت زیادہ ہوگی وہی غالب و فاتح متصور ہوگی۔

اس کے بعد ایجادات و اختراعات پر نظر ڈالیں۔ انسانی عقل و شعور، فہم و فراست، غور و فکر کی ترقی کہاں تک جا پہنچی ہے وہ انسان جو اپنے ابتدائی دور میں پہاڑوں کی غاروں اور بھٹوں میں رہا کرتا تھا جس کا گذر اوقات درختوں کے پھل اور پتے تھے۔ جس کے بدن پر کیلے کے پتوں کے سوا کوئی لباس نہ تھا اور جو دشمن سے مقابلہ کرنے کے لئے تیز دھار والے پتھروں کی تلاش کر

Marfat.com

کرتا تھا۔آج اس کی سر بفلک عمارات، اس کے دسترخوان پر سینکڑوں خوش ذائقہ کھانے اور دشمن کے خلاف استعمال ہونے والے بیسیوں قسم کے آلات حرب، توپیں اور بندوقیں، مشین گنیں اور بم دیکھ کر آپ اس کی ذہنی، علمی اور عقلی ترقی کا اندازہ لگا سکتے ہیں، کائنات کا کونسا راز ہے جو اس سے چھپا ہوا ہے اور دنیا کی کونسی شئے ہے۔جس کی حقیقت کو وہ معلوم نہیں کر سکا۔مگر صحیح بات تو یہ ہے۔کہ یہی علم ان کی بے علمی کی دلیل ہے۔اسی دانش وبینش نے اسے حقیقی عقل وفکر سے محروم کر دیا ہے۔اور طرہ یہ کہ سب کچھ جاننے کے باوجود وہ کچھ نہیں جانتا۔و لنعم ما قیل۔

معلومم شد کہ ہیچ معلوم نشد

رازکائنات

انسانی زندگی آلام واستقام سے بھرپور نظر آتی ہے۔اور حزن وملال، مصیبت اور درد کے واقعات روزمرہ کے واقعات روزمرہ کی باتیں ہیں۔انسان اپنے دکھوں اور دردوں کی وجہ سے آنسو بہاتا ہے تکالیف اور مصائب کی گھڑیاں اسے صف ماتم بچھانے پر مجبور کرتی ہیں اعزاو اقارب کی جدائی اس کے لئے سوہان روح بن جاتی ہے۔اور مرنے والے کی یاد میں وہ آہ بکاہ، نالہ وفریاد کا عادی ہے۔مگر دنیا میں سب سے بڑا ماتم اس کی بے راہ روی کا ماتم ہے۔اور سب سے بڑی مصیبت اس کی غفلت اور جہالت ہے۔اس لئے کہ ظاہری درروں کا علاج ممکن ہے۔لاحقہ عوارض رفع ہو سکتے ہیں۔زخموں کا اندمال آسان ہے مرنے والے مرور ایام کے بعد بھول جایا کرتے ہیں۔لیکن ایک مسافر کا منزل مقصود کی طرف چلنے کی بجائے مخالف سمت کی طرف چل پڑنا کس قدر افسوس ناک ہے۔ایک پیاسا اگر دریا کی طرف قدم اٹھانے کی جگہ ایک بے آب گیاہ لق ودق صحرا کی طرف چل نکلے تو اس کی ہلاکت کتنی یقینی ہے۔اور ایک صحیح الدماغ اعلیٰ ذہانت والے شخص سے بجائے عقلمندانہ گفتگو کے مجنونانہ اور غیر ذمہ دارانہ حرکات کا صدور کس حد تک طبع سلیم پر شاق ہوا کرتا ہے۔یہی کیفیت حضرت انسان کی ہے۔کہ جس غرض سے اس کی تخلیق ہوئی تھی۔جس بلند ترین نصب العین کو لے کر دنیا میں آیا تھا اور قوت تمیزی، ادراک اور معرفت کے جن جواہر ریزوں سے اس کا سینہ معمور ہو چکا تھا۔اس نے سب باتوں کو طاق نسیان پر رکھ دیا۔تخلیق کی غرض بھول گیا۔مقاصد عالیہ کو فراموش کر بیٹھا۔اور حقائق ومعارف سے منہ موڑ کر ظن وتخمین، قیاسات وتوہمات کی بھول بھلیوں میں جا پڑا۔وہ جو کائنات کا راز معلوم کرنے آیا تھا۔خود کائنات کا محکوم ہو کر رہ گیا۔مظاہر قدرت کی ٹوہ لگانے والا قدرت کی صنعتوں کا دلدادہ ہو گیا۔اور نیچر کی لم تک پہنچنے والا طلسم ہست وبود میں اپنا سب کچھ کھو بیٹھا۔

Marfat.com

اس میں شک نہیں کہ صنعت عجیب تھی۔ اور جاذب توجہ مگر اس سے بڑھ کر اس کا صانع لائق ہزار ستائش و تحسین تھا۔ "فتبارک اللہ احسن الخالقین" مخلوق پر مر مٹنے والے نے کبھی خالق کا بھی تصور کیا ہے؟ سورج کا وجود، اس کا حجم، اس کی تیز شعاعیں، اس کی حرارت و تمازت، چاند کی لطیف اور ٹھنڈک پہنچانے والی ضیاء، ستاروں کی چمک و دمک درخشانی و تابانی، زمین کی وسعت۔ آسمان کی پہنائی، پہاڑوں کی چوٹیاں، جنگلوں کا پھیلاؤ، ریت کے ٹیلے، پانی کے چشمے، دریاؤں کا بہاؤ، سمندروں کا تلاطم، پھولوں کے مختلف رنگ، پھلوں کے مختلف ذائقے، درختوں کے مختلف اقسام، حیوانات کی زندگی اور ان کا تنوع، خود نوع انسان میں عجیب و غریب تفاوت، ان کے قد و قامت، خد و خال، صورت و سیرت میں تباین و تضاد، یہ سب چیزیں ایک کھلی ہوئی کتاب کی صورت میں ہمارے سامنے ہیں مگر کبھی یہ بھی سوچا گیا ہے۔ کہ اس شاندار کتاب کا مصنف کون ہے؟ اور یہ تمام کاریگریاں کس کاریگر پر دلالت کرنے والی ہیں؟ اگر دنیا میں صانع و صنعت، خالق و خلقت، علت و معلول کا سلسلہ موجود ہے۔ تو پھر ان اجرام سماوی کا بھی کوئی خالق ضرور ہوگا۔ اگر آپ کے گرد و پیش کی کوئی چیز بھی خود بخود وجود میں نہیں آئی۔ حتیٰ کہ آپ کے ملبوسات، مشروبات و ماکولات بھی اسی نظریہ کے ماتحت کسی صانع یا کاریگر کے محتاج ہیں۔ اور خود آپ کا سلسلۂ تولد و تناسل انہی اسباب و مسبب والی زنجیر کی ایک کڑی ہے۔ پھر خدارا مجھے بتاؤ کہ یہ نظام عالم کا قیام و استحکام، یہ اوقات مقررہ پر سورج، چاند ستاروں کا طلوع و غروب، یہ رات اور دن کے اوقات معینہ، یہ ہواؤں کا چلنا، یہ ابر کا گھرنا، یہ مینہ کا موسلا دھار برسنا، یہ مردہ زمینوں کا آسمان کے پانی سے زندہ ہو جانا، یہ گھاس کا اگنا، یہ آبشاروں کا ترنم، یہ ابلتے ہوئے چشموں کا زیر و بم دلفریب وادیوں میں فطرت کا بناؤ سنگھار نہیں۔ بلکہ باغ کے ایک ایک بوٹے، درختوں کے ایک ایک پتے، ریگ رواں کے ایک ایک ذرے پر نظر ڈالیں تو آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ کائنات کے پردہ میں خالق الکائنات کا غیر مرئی مگر محسوس ہاتھ نظر آرہا ہے۔ ہر ایک صنعت زبان حال و قال سے اپنے صانع کی رجز خواں! کہ دنیا کی ہر چیز میں روئے یار کا عکس موجود ہے۔

ما در پیالہ عکس رخ یار دیدہ ایم　　　　اے بے خبر ز لذت شرب مدام ما

موجودہ زمانہ سائنس کا زمانہ ہے۔ علوم و فنون کی ترقی کا زمانہ ہے۔ انسانی عقل کی پرواز اور تگ و تاز کا زمانہ ہے۔ طبیعات، مابعد الطبیعات، علم النفس تشریح الابدان، فلکیات، علم نجوم، طبقات الارض اور ہمچو قسم بیسیوں نئے نئے علوم انسانی غور و فکر کے ماتحت معرض ظہور میں آچکے

Marfat.com

ہیں جن کی وجہ سے آج کا تمدن پہلے تمدن سے بیحد متفاوت ہے۔ نقل وحرکت کے ذرائع وسیع ہو چکے ہیں۔ گاڑیوں، موٹروں، اور ہوائی جہازوں کے طفیل سفر بے حد جلدی طے ہو رہا ہے۔ سامان آسائش وتعیش کی افراط ہے۔ تکلفات بڑھ چکے ہیں گو ساتھ ہی تصویر کا دوسرا پہلو بیحد دل خراش ہے۔ کہ بڑھی ہوئی تہذیب نے بالآخر وحشیت کی شکل اختیار کر لی ہے۔ اگر علاج کے طریقے نئے نئے دریافت ہو رہے ہیں، تو بیماریوں میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔ ثروت وتمول کی ترقی کے ساتھ ساتھ غربت وافلاس بھی بڑھ رہا ہے۔ جہاں اصحاب دولت کے ہاں ماکولات و فواکہات کی بہتات ہے۔ وہاں صوبہ بنگال میں ہزاروں لوگ بھوک[1] کے عذاب سے تڑپ تڑپ کر جانیں بھی دے چکے ہیں۔ اگر ایک طرف جمیعۃ الاقوام نے قیام امن کو اپنا منتہائے مقصود قرار دے رکھا تھا تو دوسری طرف موجودہ جنگ کی ہولناکی بھی اب کسی مزید تشریح کی محتاج نہیں۔ آپ موجودہ دور کو اگر ترقی کا دور قرار دیں تو آپ کی مرضی۔ ورنہ یہ تنزل وانحطاط کا دور ہے۔ یہ بداخلاقی، بدتہذیبی، وحشیت وبربریت، فساد وشرارت، ظلم وطغیاں، جور وعصیاں کا دور ہے۔ جس میں کہ بدترین اخلاق کو بہترین محاسن سے تعبیر کیا جا رہا ہے۔ برائیوں کو نیکیوں کا نعم البدل سمجھا جا رہا ہے۔ اور غارت گری اور خون ریزی نے امن اور صلح کی جگہ حاصل کر لی ہے۔ انسانی عقل وشعور کی اڑان دور تک جا پہنچی ہے اور اب زمین پر بسنے والوں نے آسمان والوں سے باتیں کرنی شروع کر دی ہیں۔ مریخ کے ساتھ گفتگو اور نامہ وپیام کے طریقے سوچے جا رہے ہیں۔ چاند تک رسائی حاصل کرنے کی تدابیر نکالی جا رہی ہیں۔ رصد گاہوں میں بیٹھ کر منجمین نت نئے ستاروں کا کھوج لگایا کرتے ہیں۔ ادھر ہلاکت آفریں گیسوں اور تباہی خیز بھاری بھرکم بموں کی ایجادات نے دنیا میں تہلکہ ڈال دیا ہے۔ کئی قسم کی مشینوں کے بن جانے سے بیکاری اور بے روزگاری میں اضافہ ہو رہا ہے اور جنگ کے بعد غالباً سرمایہ دار اور مزدور کے باہمی تصادم وتقابل کا غیر مختتم سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ غرض کہ انسانی توجہات اس حد تک ان ظاہری اسباب وسامان معاشرت کی طرف منعطف ہو چکی ہیں۔ کہ اسے کسی دوسری طرف غور کرنے کی فرصت ہی نہیں اور دنیاوی معاملات میں اسے اس قدر انہماک ہو چکا ہے کہ وہ کسی دوسری طرف اپنا دھیان ہی نہیں لگا سکتا۔ اسکے حکمرانوں کے دماغ میں شخصیت واستبداد، ملک گیری وآمریت کے خیالات جاگزیں ہیں۔ اس کے فلاسفر انسانی آبادی کو غارت وہوس

---

[1] یہ خطبہ ۱۹۴۳ء میں ارشاد ہوا تھا۔ تقسیم ملک سے پہلے کی بات ہے۔ انہی ایام میں صوبہ بنگال میں نہایت ہی خطرناک قحط پڑا تھا۔ ان دنوں جنگ عالمگیر دوم زوروں پر تھی۔

Marfat.com

برباد کرنے کی نئی نئی ریں سوچ رہے ہیں اس کے سرمایہ دار اپنا سرمایہ بڑھانے کی دھن میں ہیں۔ اور اس کا مزدور خون پسینہ ایک کر کے صرف قوت لایموت بہم پہنچانے کا متمنی۔

آج دنیا پر مادیت کا عفریت مسلط ہو چکا ہے۔ اور روحانیت کو دنیا والے بھول چکے ہیں اور اس کا قدرتی نتیجہ یہ ہے کہ نوع انسانی آج وقف حزن وملال ہے۔ سب کے چہروں پر مردنی چھائی ہوئی ہے۔ سب کے قلوب مضطرب ہیں۔ دنیا کا ہر انسان دکھی ہے۔ مسرت واطمینان کا صرف نام باقی رہ گیا ہے۔ اور گھبراہٹ وسراسیمگی، بے چینی واضطراب، پریشانی وفکرمندی نے ہر ایک فرد کو اپنی آہنی زنجیروں میں جکڑ لیا ہے۔ اور اس کا باعث صرف یہ ہے کہ انسان کی بے راہ روی اور غلط اقدام نے اسے کہاں سے کہاں تک پہنچادیا۔ وہ دنیا میں بھیجا گیا تھا محض اس غرض کے لیے کائنات کے مطالعہ سے خالق الکائنات پر ایمان لائے۔ مصنوعات کی ندرت اور بوقلمونی اسے صانع کی طرف راغب کرے اور نعمتوں کی فروانی اسے منعم حقیقی کی یاد دلائے۔ مگر اس کی آنکھوں پر غفلت کے پردے پڑ گئے۔ اس کے کانوں میں گمراہی کی روئی ٹھونس دی گئی۔ اور اسکا دل پتھر سے بھی بڑھ کر سخت ہو گیا۔ وہ چاہتا ہے کہ اپنی کوشش اور ہمت سے اپنی زندگی کو گلزار بنائے۔ مگر وہ روز بروز خارزار ہو رہی ہے۔ اس کی خواہش ہے کہ اس کے ایام حیات بے فکری اور اطمینان سے بسر ہوں۔ مگر اس کی یہ خواہش کبھی پوری نہیں ہو سکتی۔ وہ آرام کا متلاشی ہے اور سکون کا متمنی! مگر اس کلبۂ احزان اور مقام آلام میں آرام کہاں۔ لوگ پوچھتے ہیں کہ راز کائنات یونہی مستور رہے گا یا کبھی اس کی عقدہ کشائی بھی ہوگی سائنس دان حیران ہیں کہ بے جان مادہ کے اندر اجزائے لایتجزیٰ کی ترتیب وتشکیل سے جسم تو بن سکتا ہے۔ مگر یہ روح کہاں سے آگئی۔ مبصرین ومفکرین قدم عالم کے غلط نظریہ کی تصدیق کے باوجود ابھی شمسی شعاعوں کی حقیقت معلوم نہیں کر سکے۔ اور تدبیر امور وہ مسئلہ ہے جس کا حل انسانی تدبر وتفکر سے ہمیشہ بالاتر ہے یہ لوگ یاد رکھیں۔

کہ کس نکشود ونکشاید بحکمت ایں معمارا

وہ کارخانہ قدرت کا جہاں عمیق نظروں سے مطالعہ کریں گے وہ ناقابل فہم ہوتا جائے گا۔ اور اس میدان میں علم کے گھوڑے دوڑانے والوں نے ہمیشہ سر کے بل ٹھوکریں کھائی ہیں۔ یہ اپنے کمزور عقل اور ناقص فہم کے بل بوتے پر ایک نظریہ قائم کرتے ہیں مگر دوسرے ہی دن اس کا بطلان ہو جایا کرتا ہے آپ یورپ کے ملحدین روس کے ناستکوں، اور دنیا بھر کے منکرین کو یہ بتلا دیں کہ آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے سرزمین حجاز کے اندر ایک بظاہر اُمّی مگر حقیقتاً علوم الاولین

Marfat.com

الاحرین ے ماہر نے راز کائنات کو کھول کے رکھ دیا۔ وللہ در ماقال۔

نگار ما کہ بہ مکتب نرفت وخط نوشت — بغمزہ مسئلہ آموز صد مدرس شد

اور راز کائنات کے مخفی خزانوں کی چابی اس نے عرب کے بے آب وگیاہ اور سنگلاخ قطعہ ارضی پر بسنے والے بدوؤں کے ہاتھ دے کر ساری دنیا میں یہ نعمت لازوال نہایت دریا دلی اور سیر چشمی کے ساتھ تقسیم کر دی ہے۔ شہنشاہ کونین (بابی انت وامی) کی بعثت کی غرض بھی یہی تھی کہ گم کردہ راہ دنیا والوں کی صحیح راہنمائی کریں۔ بھولے بھٹکے مسافروں کو منزل مقصود کا پتہ دیں اور مخلوق و خالق کا ٹوٹا ہوا رشتہ پھر جوڑ دیں ساری کائنات کا راز ایک مختصر جملے میں مضمر ہے۔ اور جو شخص کہ دنیا بھر کی واقفیت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس کے لیے یہ ایک ہی جملہ کفایت کرنے والا ہے۔ یہ جامع اسرار جملہ کلمہ طیبہ یعنی **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** ہے۔

یکے دواست بدار الشفائے میکدہ ہائے — زہر مرض کہ بنالد کسے شراب دہند

پھر جب آپ نے صدق دل اور خلوص نیت سے کلمہ طیبہ پڑھ لیا اور زبان کے اقرار کے ساتھ آپ کے دل نے بھی اس امر کی تصدیق کر دی کہ ایک ذات واجب الوجود کے سوا نہ کوئی معبود ہے۔ نہ مقصود ہے، نہ مطلوب ہے، نہ مرغوب ہے۔ اور صوفیائے کرام کے نظریہ کے مطابق نہ موجود ہے۔ تو پھر راز درون پردہ کا انکشاف ہو گیا۔ کائنات کی پیچیدہ گتھی سلجھ گئی۔ سورج کی لم تک پہنچنے کی ضرورت نہ رہی۔ چاند کی حقیقت خود بخود کھل گئی۔ ستاروں کی نوعیت واضح ہو گئی آسمانوں کی عظمت اور زمین کی وسعت کا راز سمجھ میں آ گیا۔ اب کسی دماغ باختہ فلاسفر کے پاس جانے کی ضرورت نہیں، کسی مختل الحواس سائنس دان سے استصواب کی حاجت نہیں۔ کسی مفکر کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنے کا سوال باقی نہ رہا۔ ایک ذات وحدہ لاشریک پر ایمان لے آنا ھی سب سے بڑا فلسفہ ھے اور اسے خالق بے ہمتا مان لینے سے ہی سائنس نے جو پیچ در پیچ گرہیں ڈال رکھیں ہیں وہ خود بخود کھل جائیں گی۔ بجائے ظن وتخمین کے آپ کے دل میں یقین گھر کر لے گا۔ تمام آلام واحزان دور ہو جائیں۔ تمام تفکرات وترددات مٹ جائیں گے اور ان کی جگہ آپکا دل یکسوئی، دلجمعی، مسرت واطمینان سے لبریز ہو جائے گا۔ الذین امنو و تطمئن قلوبھم الا بذکر اللہ تطمئن القلوب کہ جو لوگ ایمان لا چکے ہیں۔ اور ان کے دل مطمئن ہو چکے ہیں۔ یاد رکھیں کہ اطمینان قلب صرف یاد خدا سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔

ان الحکم الا للہ

دنیا میں انسان کے علاوہ اور حیوانات بھی موجود ہیں۔ اور بعض مقامات پر وہ اجتماع

Marfat.com

صورتوں میں گذر اوقات کیا کرتے ہیں۔ کئی بڑے بڑے جنگلوں میں ہاتھیوں کے غول نظر آتے ہیں۔ بعض جنگلات میں شیر، ریچھ، اور بھیڑیوں کی ٹکڑیاں آپ کو دکھائی دیں گی۔ ہرنوں کے گلے بھی ہوا کرتے ہیں۔ اڑنے والے جانور بھی ٹولیاں بنا کر اڑا کرتے ہیں۔ مگر یہ کبھی نہیں دیکھا گیا۔ کہ ان میں سے ایک ہاتھی، شیر یا بھیڑیا دوسرے ہمجنسوں پر حکومت کر رہا ہو۔ یا ان کے در پے آزار ہو۔ جنگل کا مہیب جانور شیر دوسرے کمزور جانوروں کے شکار کا عادی ہے ایک خونخوار بھیڑیا بکریوں اور بھیڑوں کیلئے بلائے بے درماں۔ باز اور شکرے، کبوتر، فاختاؤں اور چڑیوں پر جھپٹ لگایا کرتے ہیں۔ مگر آج تک یہ سنا گیا ہے کہ کسی شیر نے شیر کا شکار کیا ہو۔ یا ایک بھیڑیے نے دوسرے بھیڑیے کو کاٹ کھایا ہو۔ یا بازوں اور شکروں نے ایک دوسرے کو چیر پھاڑ ڈالا ہو۔ سانپ سانپ کو نہیں ڈسا کرتا اور بچھو بچھو کو نہیں کاٹتا۔ پھر اشرف المخلوقات انسان کا اپنے دوسرے بھائی کو اپنی غلامی پر مجبور کرنا، اور ذرا سی حکم عدولی پر اسے مارنا پیٹنا، تازیانے لگانا، قید اور بند میں جکڑ دینا۔ اس کے ہاتھ اور پاؤں میں طوق وسلاسل ڈال دینا، اسے گولی سے اڑا دینا، اس کے گلے میں پھانسی کا پھندا ڈال کر اس کی تڑپتی لاش کا دل خراش نظارہ کر کے بجائے رحم اور ہمدردی کے مسرت کا اظہار کرنا، وحشیت اور بربریت کی ایک نہایت گھناؤنی تصویر ہے۔

یہ جو آجکل[1] دنیا میں قیامت مچی ہوئی ہے اور انسان انسان کو ہلاک کر رہا ہے۔ اگر آپ ذرا غور سے کام لیں تو یہی نتیجہ اخذ کرنا پڑے گا۔ کہ محض شخصیت واستبدادیت، ملوکیت وحکومت حاصل کرنے کی خاطر یہ معرکہ رستخیز ہو رہا ہے۔ چند مہذب لٹیرے اور ڈاکو، اور چند شائستہ قزاق اور چور اپنی ناجائز خواہشات کی تکمیل اور دائرہ حکومت کی توسیع کی خاطر انسانی خون کی ہولی کھیل رہے ہیں۔ یورپ اور ایشیا، افریقہ اور امریکہ کے براعظموں میں تباہی و بربادی، غارت گری وامن سوزی کے جو خونچکاں واقعات اور مہیب مشاہدات آپ کو نظر آرہے ہیں۔ بمبار طیاروں کی ہولناک بمباری، توپوں کی گرج، مشین گنوں کے فائر، بندوقوں کی باڑھیں، شہروں کی بربادی، عمارتوں کا انہدام، مکانوں کی آتشزدگی، زخمیوں کی چیخ وپکار، مرنے والوں کی نزعی سسکیاں، کشتوں کے پشتے، لاشوں کے ڈھیر، اور انسانی خون کی ارزانی، یہ سب کچھ محض اسلئے ہو رہا ہے۔ کہ ہٹلر کا نام بلند ہو، مسولینی کی تمنائیں بر آئیں، ٹوجو کی سکیم کامیاب ہو۔ وغیرہ وغیرہ اور یہ باتیں کوئی نئی نہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب کبھی کسی عظیم المرتبت انسان کے دماغ

---

[1] یاد رہے کہ یہ خطبہ جنگ عالمگیر دوم میں ارشاد فرمایا گیا تھا۔ اگرچہ یہ بھی حقیقت ہے کہ [illegible] مگر حالات بدستور المناک رہے ہیں۔ جنگ ختم ہوگئی مگر انسان اپنے [illegible] کا گلا کاٹنے سے باز نہ آیا۔

میں وحشیت کا غلبہ اور انسانیت کا فقدان ہوا۔ ہمچو قسم خونریزیاں اور تباہ کاریاں ہوتی رہیں۔ کروڑوں نہیں اربوں جانیں محض دیو استعمار و عفریت ملوکیت کے بھینٹ چڑھ چکی ہیں۔ اور دنیا میں اکثر لڑائیاں محض اس لیے لڑی جاتی ہیں کہ فلاں بادشاہ یا فلاں حاکم کو دوسرں کے مقابلہ میں فوقیت حاصل ہو۔ اور اس کا راج اور حکومت اقصائے عالم میں پھیل جائے۔ سکندر اعظم اور نپولین بونا پارٹ کی فتوحات کا سیلاب کیوں آیا؟ صرف اس لئے کہ سکندر کے ہوتے ہوئے پورس یا دوسرے راجاؤں اور بادشاہوں کو حکومت کرنے کا کوئی حق نہیں تھا۔ اور نپولین اپنا دائرہ مملکت وسیع کرنے کی خاطر اس زمانہ کی ہر طاقت سے زور آزمائی کرنے لگا تھا۔

آج بھی یہی کیفیت ہے کہ ایک قوم دوسری قوم کو محض اس لیے کچل رہی ہے کہ وہ اس کی غلام رہے۔ ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ سے محض اس لئے لڑ رہا ہے۔ کہ اسے اپنا ماتحت بنالے۔ اور یہ سلسلہ کارزار اور معرکہء دار و گیر اس وقت تک رہے گا۔ جب تک انسان کا دماغ ان خیالات فاسدہ اور جذبات بہیمہ سے پاک نہیں ہوگا۔ اور جب تک انسانی حکومت و اقتدار کا تخیل کلیۃً زائل نہیں ہو جائے گا۔

دنیا میں ابتدائے آفرینش سے لے کر اب تک کئی قومیں پیدا ہوئیں۔ کئی حکومتیں قائم ہوئیں۔ اقوام و ملل کے عروج و زوال کے افسانے ہر شخص کی زبان پر ہیں جنگوں کے واقعات اور لڑائیوں کے حالات سے کتابیں بھری پڑی ہیں۔ مگر حقیقتاً ان سب میں ایک طرح کی یکسانیت پائی جاتی ہے۔ اور کسی میں بھی کوئی جدت نہیں۔ اور غایۃ مافی الباب ہم یہی کہہ سکتے ہیں۔ کہ ایک شخص یا اس کے زیر اثر ایک قوم نے دیگر اشخاص یا اقوام پر اپنا تسلط قائم کرلیا۔ اور انسان نے دوسرے انسانوں کے گلے میں غلامی کا طوق ڈال دیا۔ لیکن آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے دنیا کے سامنے ایک نرالی حقیقت کا انکشاف ہوا اور دنیا والوں کو ایک عجیب و غریب تعلیم سے روشناس کرایا گیا اور یہی وہ مبارک تعلیم ہے جس کے ماتحت دنیا کو دائمی امن، مستقل صلح، اور حقیقی سکون حاصل ہوسکتا ہے۔ اور وہ یہ کہ "انسان انسانی حکومت کا جوا اپنی گردن سے اتار دے"۔ اس کی غیرت و خودداری اسے اپنے جیسے انسان کے آگے جھکنے سے روک دے۔ اور وہ ظاہری حکومتوں اور طاقتوں سے بالکل باغی ہو کر ایک احکم الحاکمین کے ساتھ وفاداری کا عہد استوار کرے۔

یہ مبارک تعلیم جب مصلح اعظم، فخر عرب و عجم، نبی اکرم ﷺ نے نہایت شرح و بسط اور پوری وضاحت و تفصیل کے ساتھ دنیا والوں کو پیش کی، تو پہلے لوگوں نے اس پر حیرت و استعجاب کا

Marfat.com

اظہار کیا۔ اور بالآخر اپنے عقل وفکر، تدبر وسیاست کے ترازو میں تول کر اسے بطیب خاطر قبول کر لیا۔ اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس زمانہ کی اہرمنی قوتوں، طاغوتی طاقتوں اور ابلیسی حکومتوں نے "حکومت الٰہیہ" کے پرستاروں سے زبردست ٹکر لی۔ اور آخر سچائی کا غلبہ ہوا اللہ تعالیٰ کی طاقت غالب آ گئی اور انسان کے کمزور ہاتھوں سے بنائی ہوئی انسان پرستی کی عمارت دھڑام سے نیچے آ رہی۔ اور خدا کے نام پر تعمیر ہونے والا قلعہ ناقابل تسخیر ثابت ہوا۔ اور قیامت تک رہے گا۔ انسان نے امن وصلح کے نام پر جو ظالمانہ اور غاصبانہ قانون بنا رکھے تھے۔ اور جن کا وجود بنی نوع انسان کیلئے باعث ہزار ننگ ورسوائی ہو رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے قانون نے آ کر معقولیت واستدلال طبعی مناسبت واقتضائے حالات کے ساتھ انہیں شکست دی۔ اور ناقص قانون کی جگہ کامل قانون نے لے لی۔ انسانی حکومت کسی حد تک ترقی حاصل کر لے مگر اس کی بنیاد بے حد کمزور ہوا کرتی ہے۔ ایک فاتح کی موت یا شکست ساری فوج یا قوم کیلئے پیغام ہلاکت ہے. مگر اللہ کی حکومت ان نقصانات یا کمزوریوں سے بالاتر ہے اس کی ذات حیّ اور قیوم ہے. اور اسے شکست دینے والا کوئی نہیں. انسان کا تجویز کردہ قانون زمانہ حال کی پیداوار ہوا کرتا ہے۔ اور مستقبل کے حالات سے محض بے خبر ہے۔ اس لئے آئندہ کے متعلق کوئی صحیح رائے قائم نہیں کر سکتا۔ مگر خدائے لم یزل ولم یزال کا تدوین کردہ قانون تمام زمانوں پر محیط، تمام ملکوں کے حالات کے مطابق اور ہر قوم کے لئے یکساں مفید اور کارآمد ہے.

انسانی حکمرانوں سے غلطیوں کا امکان ایک معمولی بات ہے۔ بلکہ ان لوگوں کی غلط روش سے دنیا نے بڑی بڑی مصیبتیں برداشت کی ہیں۔ اور انسانی آبادیوں پر ظلم وستم کے پہاڑ ٹوٹتے رہے ہیں مگر حاکم علی الاطلاق کی ذات غلطیوں سے بالکل مبرّا اور منزّہ ہے۔ انسانی فاتحین کو اپنے ذاتی مفادات دوسروں کے مفادات سے مقدم ہوا کرتے ہیں، مگر مالک الملک کے سامنے ذاتی سوال موجود ہی نہیں۔ وہ اپنی مخلوق پر تمام جہان سے زیادہ مہربان ہے۔ سارے لوگ اس پر متفق ہیں کہ ہم سب کا پیدا کرنے والا، ہمیں رزق دینے والا، ہماری پرورش کرنے والا، ہمیں آفات و بلیات سماوی وارضی سے محفوظ رکھنے والا، ہمیں بیماریوں سے شفا دینے والا، ہمیں صحت اور زندگی بخشنے والا وہی ایک قادر مطلق ہے پھر ہم اسے اپنا بادشاہ، فرمانروا اور حاکم کیوں تسلیم نہ کریں۔ جبکہ اس کے صفاتی ناموں میں ملک یا بادشاہ بھی شامل ہے۔ وہ آمر مطلق ہے اور اس کے ایک مقبول پیغمبر سیدنا یوسف علیٰ نبینا وعلیہ السلام نے اپنے وعظ وتذکیر میں وضاحت کر دی کہ:

Marfat.com

ان الحکم الا للہ

کہ اللہ کے سوا کسی کی حکومت نہیں۔ حاکم وہی ہوا کرتا ہے جو کہ سب سے زیادہ تصرف و اقتدار والا ہو۔ پھر بتلائیں کہ اس سے بڑھ کر اور کس کا تصرف ہے اور کس کا اقتدار؟

اس کے تصرف کی یہ حالت ہے کہ ایک ذرہ بھی اس کے حکم کے بغیر حرکت نہیں کر سکتا۔ اور اقتدار کی یہ کیفیت کہ تمام نظام عالم اس کے اشارہ اور فرمان پر چل رہا ہے۔ دنیا کے بادشاہوں کا مقابلہ اس کی ذات سے ایسا ہے۔ جیسا کہ ایک دریائے بیکراں کے مقابلہ میں پانی کا ایک قطرہ، یا صحرائے اعظم افریقہ کے مقابلہ میں ریگ رواں کا ایک ذرہ۔ وہ شہنشاہوں کا شہنشاہ ہے اور بادشاہوں کا بادشاہ! انسانی حکومت اور ظاہری طمطراق کے نشہ میں آکر جس شخص نے بھی اس کے ساتھ بغاوت کی یا سرکشی دکھلائی دست قدرت نے اسی کا سر نیچا کر دیا۔ فرعون و نمرود، ہامان و شداد، ابرہہ اور اس کے ہاتھیوں کے قصے آپ کے سامنے ہیں۔ اور آج کل یورپ والوں کا حشر آپ کو روبرو ہے۔ نصرت اور فتح اس کے ہاتھ میں ہے۔ عزت اور ذلت وہی دینے والا ہے "ان الارض للہ یورثھا من یشاء من عبادہ" کے مطابق زمین میں اس کی ملکیت ہے۔ اور وہ جسے چاہے عطا کر دے۔ اور پھر وہ صرف حاکم اور مختار ہی نہیں بلکہ بنی نوع انسان کی ہدایت اور راہنمائی کیلئے اس نے وقتاً فوقتاً اپنے قانون مختلف کتابوں اور صحائف کی صورت میں بھیجے ہیں۔ اور اس کا آخری اور مکمل قانون قرآن حکیم کی شکل میں ہمارے سامنے موجود ہے۔ اور جس کی موجودگی میں کسی انسان کے بنائے ہوئے قانون کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ فیہ تبیانا لکل شیءٍ کے مطابق اس میں انسانی زندگی کے ہر شعبہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس میں تمدن کے اعلیٰ اصول بھی موجود ہیں۔ تہذیب و شائستگی عمرانیت و مدنیت کی سب باتیں بھی مذکور ہیں علم الاقتصاد کی تشریح بھی ہے اور علم النفس کا بیان بھی۔ معاشرتی امور بھی زیر بحث لائے گئے ہیں اور معاشیات پر بھی سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے۔ اس میں فوجداری، دیوانی، محکمہ مال اور وراثت کے سب دفعات بالوضاحت پائے جاتے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ دنیا بھر کی کوئی بھی رطب و یابس، معمولی و غیر معمولی، دینی و دنیوی، سیاسی اور ملکی بات ایسی نہیں جس پر قرآن حکیم شاہد عادل نہ ہو۔

پھر آؤ ہادی اعظم، راہبر اکمل، ماہر مکمل محمد رسول اللہ ﷺ کی صحیح اتباع اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پوری تقلید کرتے ہوئے اس دور الحاد اور اس زمان ارتداد میں ہم بھی لا الہ الا اللہ کی حکومت کا اعلان کریں۔ اللہ اکبر کی بڑائی کی خاطر میدان عمل میں نکل آئیں اور خدا کے

Marfat.com

بنائے ہوئے قانون کو انسان کے بنائے ہوئے قانون پر ترجیح دینے اور رائج کرنے کی خاطر تن من دھن نثار کر دیں۔

مصلحت دید من آنست کہ یاراں ہمہ کار بگذارند و سر طرۂ یارے گیرند

اسلامی جہاد کی حقیقت

ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ امن طلبی، صلح جوئی اور مصلحت کوشی کے لئے جو اقدام اسلام نے کیا ہے۔ وہ کسی دوسری قوم یا مذہب سے نہیں ہو سکا۔ کہنے کو تو یہ آسان بات ہے۔ کہ تمہاری گال پر کوئی شخص تھپڑ رسید کرے تو دوسری گال بھی اس کے سامنے رکھ دو۔ مگر کیا اس نظریہ کے بانی سیدنا عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کے پیروکاروں نے کسی زمانہ میں بھی اس پر عمل کر کے دکھلایا ہے۔ مہاتما گاندھی[1] کا عدم تشدد اور اہنسا کی تعلیم صرف انہی کی ذات تک محدود ہو کر رہ گئی ہے۔ اور جمعیۃ الاقوام کا پیغام امن جنگ کی مہیب گرج میں طوطی کی آواز کے مرادف ہے۔

لوگ ذاتی اغراض پر ہمیشہ اصول اور اخلاق کو قربان کیا کرتے ہیں۔ جلب منفعت، ہوس ملک گیری، اور استعمار کے سامنے نالۂ یتیم، آہ بیوہ و فریاد مظلوم کی کوئی شنوائی نہیں۔ اور ایک ملک کی آبادی کی خاطر سینکڑوں ملک برباد کر دینا ایک معمولی بات ہے۔ اور ذاتی اور شخصی اقتدار حاصل کرنے کے پیش نظر ہزاروں بلکہ لاکھوں انسانوں کی خونریزی روزمرہ کے واقعات۔

آج قیام امن کا بہانہ لے کر جس طرح بدامنی پھیلائی جا رہی ہے صلح کی آڑ لے کر جنگ کے جواز کے پہلو جس دیدہ دلیری کے ساتھ پیش کیے جا رہے ہیں اور سادہ لوح قوموں کے سامنے یورپ کے شاطر جس شدومد کے ساتھ اپنی معصومیت اور بے گناہی اور دشمن کی سنگدلی اور خوں آشامی کا اعلان کر رہے ہیں۔ ان سے قطع نظر دیکھنا یہ ہے۔ کہ واقعی اس آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر بسنے والی کوئی ایسی قوم موجود ہے جس کا نصب العین حقیقی معنوں میں امن پسندی اور صلح جوئی ہو اور مجبور ہو کر کسی سے لڑنے بھی لگے تو اس کا اصل منشاء حرب و قتال اور جنگ و جدال نہ ہو بلکہ

حتی تضع الحرب اوزارها

کے مطابق جنگ کے خلاف جنگ اور لڑائی کرنا ہو اور مقصود بالذات یہ کہ مظلوم اور پس پا افتادہ اقوام کی اس حد تک حمایت کی جائے کہ وہ ظالم اور جابر اقوام کی دست برد سے بچ نکلیں۔ خدا کی

۱۔ اس خطبہ کو ارشاد کرتے وقت یعنی ۱۹۴۳ء میں مہاتما گاندھی زندہ تھے۔ جنگ عالمگیر کا زور تھا۔ مہاتما جی [illegible] ۳۰ جنوری ۱۹۴۸ء کو ایک مرہٹے نتھورام گاڈسے نے دہلی میں قتل کر دیا اور اس طرح ان کے [illegible] نے کیا۔

زمین کو فسادات اور شرارتوں سے نجات دلا کر اس میں مصالحت اور امن پیدا کیا جائے تاکہ یہ کرۂ ارضی اپنے ساکنین کے لیے بجائے نار جحیم اور دوزخ کے گلزار اور جنت بن جائے۔ چنانچہ اسلامی جہاد کی غرض یہی تھی۔ اور مسلمان محض اس لئے دوسری قوموں سے لڑا کہ وہ انسانی شخصیتوں کو وقار قائم کرنے اور اپنا دائرہ حکومت وسیع کرنے کی خاطر لوگوں کو مجبور کیا کرتے تھے جسکا نتیجہ ہمیشہ یہی نکلا کہ بقول بلقیس:

انّ الملوك اذا دخلوا قرية افسدوها وجعلوا اعزة اهلها اذلة

کہ بادشاہ جب کبھی ظالمانہ حیثیت سے کسی ملک میں داخل ہوئے۔ وہاں انہوں نے فساد پھیلایا اور شرفاء اور معززین کی تحقیر و تذلیل کی گئی۔ اور مسلمان چونکہ اپنا راج قائم نہیں کرنا چاہتا اور جہاد کا مقصد شخصی اقتدار یا جماعتی تفوق ہرگز نہیں۔ بلکہ آسمانی حکومت کا قیام اور اللہ کے قانون کی ترویج ہوا کرتا ہے۔ اور جس کے عملی نتائج دنیا کا امن، اخوت، مساوات و حریت کاملہ کی شکل میں ظاہر ہوا کرتے ہیں اس لئے ان مقاصد عالیہ کے حصول کی غرض سے جو قربانی کی جائے، خدا کا نام بلند کرنے کی خاطر جو اقدام کیا جائے، اس کی حکومت کو دوسری حکومتوں پر فوقیت دینے کے لیے جو جدوجہد کی جائے اور اس کے قانون کو دوسرے انسانی خود ساختہ قوانین پر ترجیح دینے کے لیے جو سعی عمل میں لائی جائے۔ اس کا اور صرف اس کا نام جہاد ہے۔

و قاتلوهم حتى لاتكون فتنة و يكون الدين كله لله

کہ دشمن سے اس وقت تک لڑتے رہو جب تک فتنہ و فساد کا قلع قمع نہ ہو جائے اور جب تک خدا کا قانون کلیۃً دوسرے قوانین پر غلبہ حاصل نہ کرلے۔ اور لطف یہ کہ مسلمان اس وقت لڑائی کے میدان میں نکلا جب اسے اس کے بغیر مفر نہ رہا۔

آج کل کے زمانہ میں متحاربین ایک دوسرے کے ساتھ لڑائی مول لیا کرتے ہیں اور معمولی معمولی بہانے بنا کر بلا اطلاع دوسرے ملکوں پر چڑھ دوڑتے ہیں حالانکہ اگر مشرکین مکہ مسلمانوں اور ان کے راہنمائے اعظم ﷺ کی عبادات میں خلل انداز نہ ہوتے، انہیں ہجرت پر مجبور نہ کرتے۔ انہیں اپنے ظلم و ستم کا نشانہ نہ بناتے۔ اور پھر اسی پر اکتفا نہیں۔ بلکہ مدینہ پاک پر چڑھائی کر کے وہاں سے مسلمانوں کو نکال دینے کا تہیہ نہ کرتے تو ایک وہ قوم جو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے اور اس کا نام بلند کرنے کے سوا کوئی غرض لے کر دنیا میں نہیں آئی تھی۔ اسے کیا ضرورت تھی کہ کسی سے خواہ مخواہ لڑائی جھگڑا کرنے لگتی۔ مگر جس صورت میں کہ عرب کے سرداروں کی گمراہی حد سے بڑھ گئی، صانع عالم، خالق الکائنات، کی جگہ انہوں نے خود تراشیدہ بتوں کی پوجا

Marfat.com

شروع کر دی، اس کی وحدانیت و صمدیت کے مقابلہ میں لات و منات، عزیٰ و ہبل کو سراہا جانے لگا۔ اور نعرۂ تکبیر کی بجائے بتوں کے جیکارے بلند ہونے لگے۔ حضور مخبر صادق ﷺ نے انہیں نہایت حکیمانہ طور پر فہمائش کی۔ ان کی بے راہ روی سے انہیں نہایت اخلاق آمیز طریق سے متنبہ فرمایا اور خدائے قدوس و قیوم کی عظمت و برتری کو معقول ترین دلائل و براہین سے ثابت کر دکھلایا۔ مگر جب ان کی فطرت مسخ ہوگئی۔ ان کے دلوں میں کفر و الحاد کے مرض نے جڑ پکڑ لی اور ہدایت کے تمام رستے ان پر مسدود ہو گئے اور قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہو گیا۔ کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی حکومت قائم ہو یا دنیا اصنام پرستی، اوہام پرستی، اغراض پرستی اور نفس پرستی کی لعنتوں میں گرفتار رہے۔ لوگ احکم الحاکمین کے آستان جبروت و بارگاہ قدس پر جبین سائی و ناصیہ فرسائی کریں یا پتھر کے گھڑے ہوئے بتوں، بعض اشخاص کے مجسموں، خود ساختہ ہیکلوں، بلند قامت اور سایہ دار درختوں، سانپوں، بچھوؤں اور دنیا کی حیرت انگیز اور دہشت خیز شئے کے سامنے اپنا ماتھا ٹیکنے لگیں اور اپنے ہاتھ استمداد کے لیے پھیلانے لگیں۔ تو پھر مسلمانوں نے دنیا کے سامنے لڑائی کا وہ نقشہ پیش کیا اور جنگ کی وہ طرح ڈالی جس کی نظیر اور مثال اس سے پہلے قطعاً موجود نہ تھی۔

ما بہ النزاع صرف یہ تھا کہ مسلمان چاہتا تھا۔ دنیا میں پرستش ہو تو واحد لاشریک کی۔ حکومت ہو تو ایک احکم الحاکمین کی، فرمانبرداری ہو تو صرف اسی کی، تمام جہان کے لوگ باہمدگر درجہ مساوات قائم رکھتے ہوئے غلامی کریں تو صرف اسی کی اور دنیا والے صرف اسی کے مجوزہ قانون (کتاب الٰہی) کا احترام کرتے ہوئے اس کی پوری پیروی کریں اور غیر مسلم کا مطالبہ یہ تھا کہ پوجا ہو ہمارے باپ دادا کے معبود بتوں کی، حکومت ہو زید عمرو بکر کی، فرماں برداری ہو حاکم وقت کی غلامی اختیار کی جائے اکابر و رؤسا کی، اور قانون وہ ہو جسے کوئی انسان مقنن یا قانون ساز جماعتیں مدون کریں:

الذین اٰمنوا یقاتلون فی سبیل اللہ والذین کفروا یقاتلون فی سبیل الطاغوت

کہ جو لوگ ایمان والے ہیں وہ صرف اللہ کی بڑائی کی خاطر لڑتے ہیں اور جو خدا کے منکر ہیں ان کی جنگ ذاتی اغراض، شیطانی ترغیبات اور نفسانی خواہشات کے لیے ہے۔

ابتدائی غزوات یعنی بدر و احد و حنین میں اسی اختلاف رائے کی بنا پر تصادم و تقابل ہوا۔ اور ہر موقع پر خدا کے غلاموں کو شیطان کے پرستاروں پر فتح نصیب ہوئی۔ بعد ازاں جب اس

Marfat.com

زمانہ کی خودسر اور خودمختار حکومتوں نے دیکھا کہ یہ خدا کے نام پر لڑنے والی جماعت روز افزوں ترقی کر رہی ہے اور کہیں ایسا نہ ہو یہ مذہبی دیوانے ہماری سلطنت کی طرف رخ کرنے لگیں تو انہوں نے مسلمانوں پر یلغار کر دی۔ ایک طرف رومن ایمپائر کی افواج قاہرہ تھیں۔ تو دوسری طرف تاجدار ایران اپنے عظیم الشان عساکر لے کر میدان میں نکل آیا۔ رومی چاہتے تھے کہ ان کی بزرگی اور عظمت میں فرق نہ آئے۔ ایرانی خواہشمند تھے کہ عرب کے لوگ بدستور سابق ہمارے باجگذار ہو کر رہیں اور ان پر ہماری فوقیت قائم رہے ادھر مسلمانوں نے تین محیر العقول مطالبات پیش کر دیئے:

۱۔ ہماری طرح تم بھی احکم الحاکمین کی غلامی اختیار کر لو پھر خدا کے سب غلام باہم گر شیر و شکر ہو کر رہیں گے۔ اور اندریں صورت تمہارے ملک و املاک، تمہاری حکومت و سلطنت سب تمہیں مبارک ہو۔

۲۔ اگر تمہیں دائرہ اسلام میں داخل ہونے میں کچھ تامل ہو تو پھر آسان بات یہ ہے کہ تمہارے بادشاہ خدا کے غلاموں کو خراج دیا کریں جب کہ زبردست حکومت کا مالک زیردستوں سے جزیہ لیا کرتا ہے۔

۳۔ اور اگر یہ بھی منظور نہیں تو آخر الحیل السیف کے ماتحت تلوار ہی ہمارے درمیان فیصلہ کن ثابت ہوگی۔

رومیوں نے ان پیش کردہ شرائط پر تمسخر اور ایرانیوں نے مضحکہ اڑایا اور بظاہر مقابلہ ہاتھی اور چیونٹی، شہباز اور حقیر جیسی چڑیا کا تھا۔ مگر فتح و شکست خدائی اعانت کے علاوہ کچھ عزائم اور ہمتوں پر بھی انحصار رکھتی ہے۔

رومی اور ایرانی دل کھول کر لڑے۔ بے حد داد شجاعت دی مگر لڑنے والوں کے پیش نظر یہی چند ایک جذبات تھے۔ کہ ہمارے بادشاہوں کی خیر ہو۔ ہماری قوم ہزیمت اور شکست کے بعد تباہ حال نہ ہو جائے۔ اور ہم کسی دوسرے کے غلام اور محکوم نہ ہو جائیں۔ اور مسلمانوں کے دلوں میں یہ خیالات کہ ہم جس کی مخلوق ہیں۔ ہمارا جو رازق مطلق ہے۔، ہمارا جو پرورش کرنے والا ہے۔ ہماری صحت کا جو ضامن ہے اور ہماری تندرستی کا جو برقرار رکھنے والا ہے۔ جس نے ہمیں دیکھنے کے لیے آنکھیں دیں، سننے کے لئے کان مرحمت فرمائے۔ بولنے کیلئے زبان بخشی، سمجھنے کے لیے دماغ عطا فرمایا۔ جس کے ہاتھ میں عزت اور ذلت ہے۔ جس کے قبضے میں افلاس اور ثروت ہے۔ جس کی عطا کردہ نعمتوں کا کوئی شمار نہیں۔ آج ہم اس کی تقدیس اور بڑائی کی خاطر سر

Marfat.com

کفن باندھ کر نکلے ہیں۔ یہ سامنے والے لوگ تو بھاڑے کے ٹٹو ہیں اغراض ونفسانیت کے بندے ہیں۔ دنیوی لالچ اور طمع کی خاطر یہاں لڑنے آئے ہیں۔ ہمیں سوائے حصول خوشنودی رب العزت کوئی چیز میدان میں نہیں لائی۔ ہماری نیتوں میں خلوص ہے۔ ہمیں زر وجواہر کی پرواہ نہیں۔ جاہ وحشمت کی ضرورت نہیں۔ بادشاہت وسلطنت کی حاجت نہیں۔ ہم اپنی غلامی کا مظاہرہ اپنے آقائے نامدار کے سامنے کریں گے۔ اپنی عبودیت واخلاص کیشی کا ثبوت اپنے معبود مطلق کو دیں گے۔ اور اس کی وہ بڑائی جس کا ذکر کرتے کرتے ہماری زبانیں تھک گئی ہیں۔ آج ہمارے ہاتھ، تیغ وسناں، برچھی اور نیزہ کے استعمال سے اس کا عملی مظاہرہ کریں گے۔ ہمیں مرنے کا ڈر نہیں جب کہ موت کا آنا یقینی ہے۔ اور پھر حق قیوم کے راستے میں مرنے والے کب مرتے ہیں۔

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء

وہ تو زندہ وجاوید ہیں مرا وہ کرتے ہیں جو دنیا طلبی کے پیچھے جان دیں۔ نفسانیت اور ذاتی اغراض کے پیچھے ہلکان ہوتے پھریں۔ ہم زندہ رہیں گے تو مجاہد اور غازی کہلا کر۔ اور مریں گے تو درجہ شہادت لے کر۔

اب آپ خود ہی اندازہ لگائیں کہ فتح کس کو ہونی چاہیے تھی اور شکست کس کو؟ نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ کے غلاموں، خدا کے بندوں، وحدہٗ لاشریک کے پرستاروں اور احکم الحاکمین کی رعیت نے دنیا کے بندوں، پیٹ کے غلاموں اور شیطان کی جماعت پر فتح حاصل کر لی۔ اور قیصر کا تاج اور کسریٰ کا تخت مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا۔

عود الی المقصود!

میرے عزیزو! یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ مسلمان جبتک الحب للہ و البغض للہ کے زریں اصول پر عامل رہا اس نے اپنی دوستی اور دشمنی کا معیار اللہ تعالیٰ اور رسول مقبول ﷺ کو بنائے رکھا اور اس نے ظاہر علائق، ظاہری تعلقات اور ظاہر وابستگیوں سے یہ تعلق مقدم اور مرجح سمجھا۔ ہر ایک معاملہ میں کامیابی اس کے شامل حال رہی۔ اور فتح کامرانی اسے حاصل۔ مگر دوسری اقوام وملل کی دیکھا دیکھی جب وہ بھی بندہ اغراض وغلام ہوا وہوس بن گیا۔ اس کے اندر خلوص للہیت کے جذبات باقی نہ رہے اور اس کی ذاتیات نے قومی وملی مفادات پر غلبہ حاصل کر لیا۔ وہ لڑتا تو رہا مگر اللہ کے دشمنوں سے نہیں بلکہ اپنے ذاتی دشمنوں سے۔ اس کے فاتحین نے دوسرے ممالک پر حملے تو کیے مگر اعلائے کلمۃ اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ کی خاطر نہیں بلکہ اپنی بڑائی

Marfat.com

اور فوقیت حاصل کرنے اور اپنا دائرہ حکومت وسیع کرنے کی خاطر۔ اور اس نے عامۃ المسلمین کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش تو کی مگر بجائے حصول خوشنودی رب العالمین و انعام اخروی کے۔ ظاہری مال غنیمت اور زر و جواہر کا لالچ دے کر۔ اس وقت سے اسے ہر ایک معاملہ میں ناکامی ہونے لگی۔ اس کا رعب و تسلط دنیا سے اٹھنے لگا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ناراض ہو کر اسے اپنی غلامی سے آزاد کر دیا۔ اور اگر آپ مسلمانوں کے عروج و زوال، ارتقاء و انحطاط پر ایک عبرانی نظر ڈالیں تو آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ:

اس کی ترقی کا حقیقی راز احکم الحاکمین کی غلامی میں مضمر تھا۔ اور اس کے تنزل کا اصلی سبب اس کا حکومت الٰہیہ سے اعراض و انحراف ہے۔

یہ فقیر بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اپنے سینہ میں ایک دردمند اور حساس دل رکھنے والا ہے۔ اور آج پورے سترہ سال منقضی ہو چکے ہیں۔ کہ اسی جلسہ آپ کو ایک تحریک موسومہ حزب اللہ سے متعارف کیا گیا تھا۔ اور اس کے اغراض و مقاصد سے آپ کو روشناس کرایا گیا تھا۔ آپ نے تحریک کے ساتھ پوری دلچسپی لے کر جو عملی ہمدردی دکھلائی ہے۔ یہ فقیر صدق دل سے اس کا معترف اور مداح ہے۔ اور غالباً اس تھوڑے سے وقت میں تحریک حزب اللہ کو بلحاظ نتائج و ثمرات جو شاندار کامیابی نصیب ہوئی ہے وہ شاید ہی کسی دوسری تحریک کو اتنے قلیل عرصے میں حاصل ہوئی ہو۔ لیکن حقیقت فہم لوگ سمجھتے تھے۔ اور اصحاب فکر و امعان سے یہ بات پوشیدہ نہ تھی۔ کہ جو کچھ ہو رہا ہے محض مبادیات کی حیثیت رکھنے والا ہے۔ اور اصل مضمون ابھی پردہ خفا میں ہے۔ یہ ساری تیاری اور اہتمام کسی مہمان عزیز کا پتہ دینے والے ہیں اور کسی منزل بہ منزل چلنے والے کارواں کی منزل مقصود عنقریب سامنے آنے والی ہے۔

ارکان و رضا کاران حزب اللہ کی اقتصادی و معاشرتی اصلاح، ان کی ترتیب و تنظیم، ان کے جذبہ عمل و جوش جہاد پیدا کرنے کے لیے امیر حزب اللہ کے پیہم و مسلسل دورے اور تقریریں، دعوت فکر و عمل و تحریص ایثار و قربانی یہ سب چیزیں محض اس لیے بروئے کار لائی گئیں کہ جماعت اس آخری نصب العین کو قبول کرنے کیلئے تیار ہو جائے۔ جو اس کے سامنے پیش ہونے والا تھا۔ چنانچہ اس گئے گذرے زمانے میں جب خدا کا نام لینا بھی ایک طرح کا جرم ہے۔ جب کہ اندادا من دون اللہ اور اربابا من دون اللہ نے ہر طرف ہر ملک اور قوم پر اپنا تصرف و اقتدار جما رکھا ہے۔ اور دہریت و الحاد لوگوں کی فطرت ثانیہ بن چکا ہے۔ یہ فقیر کارساز حقیقی، معبود برحق، اور قادر مطلق سے توفیق پا کر اس کی تقدیس و تحمید کے بعد اس کی عظمت و بڑائی اور اس کی

Marfat.com

حکومت اور بادشاہت کا علی رؤس الاشہاد اعلان کرتا ہے۔

عمریست کہ آوازہ منصور کہن شد　　من از سر نو جلوہ دہم دار و رسن را

جماعت حزب اللہ سے خطاب

ارکان و رضاکاران حزب اللہ! تمہارے سامنے سب سے پہلے یہ فقیر ہدیہ تبریک و تہنیت پیش کرتا ہے۔ اور تمہیں مبارک باد کہتا ہے کہ جہاں بعض دوسری جماعتیں اور تحریکیں ابھی تک اپنا آخری نصب العین تجویز نہیں کر سکیں اور محض دفع الوقتی اور لفاظی سے قوم کے مطالبات سے پیچھا چھڑایا جا رہا ہے۔ وہاں ہم نے اپنے لئے ایک بہترین نصب العین متعین کر کے اس کے حصول کی خاطر والہانہ اقدام آج ہی شروع کر دیا ہے۔ اور یہی وہ مبارک نصب العین ہے جسے کہ انبیاء علیٰ نبینا و علیہم السلام نے وقتاً فوقتاً اپنی اپنی امتوں کے سامنے پیش کیا۔ اور ابوالبشر سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر حضور رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، خاتم النبیین اور سید المرسلین محمد مصطفےٰ و احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے رسول اور نبی گزرے ہیں سب کی متفقہ تعلیم یہی تھی کہ مخلوق اپنے خالق، غلام اپنے آقا اور اپنے معبود کے سامنے عملی طور پر سربسجود ہو جائیں۔ اس کی بادشاہت اور حکومت کو تسلیم کر لیں۔ اور اس کے احکام و ارشادات کی تعمیل کے لیے کمربستہ ہو کر رہیں۔ حکومت الٰہیہ کا قیام تو بنی آدم کی تخلیق کے وقت سے ہی چلا آتا ہے لیکن اس کی بدرجہ احسن تکمیل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آ کر کی! جبکہ اللہ تعالیٰ کے سوا تمام شیطانی حکومتوں، طاغوتی طاقتوں اور اہرمنی جماعتوں کا بزور شمشیر قلع قمع کر دیا گیا۔ اور مسلمان اعلائے کلمۃ اللہ اور خدا کا نام بلند کرنے کی خاطر اس وقت تک لڑتا رہا جب تک فتنے فساد نہ مٹ گئے اور جب تک کہ تمام دنیا نے خدا کے دین، اللہ کی حکومت اور احکم الحاکمین کی بادشاہت کو بلا چون چرا تسلیم نہ کر لیا۔

تمام عبادات سے افضل، تمام نیکیوں سے بڑھ کر اور تمام بھلائیوں سے بہتر اسلامی نقطہ نگاہ سے جہاد اور صرف جہاد ہے اور بظاہر جنگ و جدال کو نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ پر ترجیح کی منطق سمجھ میں نہیں آتی مگر آپ ذرا غور و فکر سے کام لیں تو آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ جس ذات باری عزاسمہٗ کے آگے دست بستہ کھڑا ہونے، اس کے سامنے جھکنے اور کمال عقیدت سے اس کے استان قدس و جلال پر سر رکھ دینے کا نام نماز ہے۔ جس کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر بھوک اور پیاس کو بطیب خاطر برداشت کرنے کا نام روزہ ہے، جس کی رضا جوئی اور رضا طلبی کو پیش نظر رکھ کر مالی ایثار کرنے کا نام زکوٰۃ ہے، اور جس کے ارشاد کی تعمیل میں طول و طویل اور تکلیف دہ سفر اختیار کرنے کا نام حج ہے۔ اور پھر ایک مسلمان دنیا کے سارے کام جس کی مرضی اور منشاء کے ماتحت

Marfat.com

کرنے کا مکلف ہے اس کے احکام کے مطابق چلنے کا نام نیکی اور اس کے فرمانوں سے گریز کا نام بدی ہے۔ تو پھر دیکھنا یہ ہے۔ کہ جہاں دنیا کے بادشاہوں کے غلبہ و استیلا، ان کا دائرہ حکومت وسیع کرنے اور دوسرے حکمرانوں سے انہیں فوقیت دینے کی خاطر ان کے لشکر میدان میں نکل آتے ہیں۔ خون کے دریا بہانے لگتے ہیں اور دشمن کو شکست دے کر اپنے بادشاہوں کی فتح و نصرت پر پھولے نہیں سماتے، وہاں اگر مسلمان حقیقتاً حکم الحاکمین کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لے، اس کی حکومت اور بادشاہت کا اعلان کر دے۔ اور اس امر کا تہیہ کر لے کہ اللہ تعالیٰ کی حکومت کو دنیا بھر کی حکومتوں پر غالب بنانا، اس کا منتہائے مقصود ہے تو پھر اس مقصد رعالیہ کے حصول کی خاطر اس کی جدوجہد اور تگ ودو کا نام جہاد ہوگا۔ اب آپ ہی انصاف کریں کہ جس کا نام آپ ہر وقت پکارا کرتے ہیں جس کا ذکر ہر لمحہ اور ہر ساعت آپ کی زبان پر ہے۔ اور جس کی تحمید و تقدیس میں ہر انسان بلکہ ہر شئے رطب اللسان ہے۔ کیا آج دنیا میں اسی کا راج ہے؟ یا اس کے عملی طور پر انکار کرنے والوں کی حکومت قائم ہے اور شیطانی طاقتیں برسراقتدار؟ یہ جو جنگ ہو رہی ہے۔ یہ جو قیامت کے ہولناک مناظر آپ کو دکھائی دے رہے ہیں۔ اور یہ ساری تباہی و بربادی کیا اس غرض سے ہے کہ دنیا میں اللہ کی بادشاہت کا قیام ہو؟ اس کے ماتحت دنیا والے امن کا سانس لے سکیں یا اس لیے کہ نازی ازم کا غلبہ ہو۔ فسطائیت کا دور دورہ ہو اشتراکیت یا اشتمالیت کو لوگ قبول کر لیں۔ اور ملوکیت اور سرمایہ داری کی جونکیں مزدوروں کا خون اسی طرح چوستی رہیں؟ حقیقت ذرا تلخ ہوا کرتی ہے۔ مگر میں تشریح مطالب کے لیے ذرا اس سے آگے جانا چاہتا ہوں کہ کلمہ توحید یعنی لاالٰہ الا اللہ پڑھنے والو! خدارا مجھے بتلاؤ جب دنیا میں حکومت دوسرے معبودان باطل کی ہے دنیا پر تسلط انداداً من دون اللہ کا ہے اور دنیا ارباب من دون اللہ کے سامنے جھک رہی ہے تو تمہیں کیا حق ہے کہ زبان سے ایسے الفاظ نکالو جن کے معانی اصلیت سے کوسوں دور ہوں۔

تم نماز میں، قیام و قعود میں، رکوع و سجود میں اللہ اکبر کہا کرتے ہو۔ اور آج معمولی معمولی باتوں پر نعرہ تکبیر بلند کرنے کے عادی ہو چکے ہو مجھے بتلا سکتے ہو کہ تم نے ساری زندگی میں اللہ کی بڑائی، اس کے نام کو اونچا کرنے اور اس کو وہ درجہ دینے کی خاطر جس کا وہ مستحق ہے کیا کچھ کر دکھایا؟ پھر اگر تمہارا نامہ اعمال اس صالح ترین عمل سے خالی ہے تو پھر تم کیوں چیخ چیخ کر اور گلے پھاڑ پھاڑ کر نعرہ تکبیر بلند کرتے ہو جاؤ اور عرق ندامت میں ڈوب مرو۔

عبادات کی افضلیت میں کسی کو کلام نہیں۔ نمازیں پڑھنی ضروری ہیں۔ نوافل تہجد و اشراق

Marfat.com

روحانی ترقی کا باعث ہیں۔ مصلاؤں پر بیٹھ کر تسبیح خوانی مستحسن ہے۔ ذکر خفی وجلی یادگار اسلاف ہے۔ خلوت واعتکاف سے طمانیت وسکون قلبی حاصل ہوا کرتا ہے۔ مگر جس کی عبادت کی جاتی ہے جس کا ذکر ہر وقت ورد زبان ہے۔ جس کی یاد کے بغیر صوفیاء کے نزدیک ایک سانس لینا بھی قطعاً حرام ہے دیکھنا تو یہ ہے کہ آج دنیا میں اس کا درجہ کتنا بلند ہے؟ اس کی بادشاہت انسانی آبادی کے کتنے حصہ پر متسلط ہے؟ اور اسکے احکام وارشادات کی کہاں تک تکمیل ہو رہی ہے؟ ہمیں نہایت افسوس کے ساتھ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ خدا کی حکومت اس دنیا میں باقی نہیں رہی اس کی بادشاہت سطح ارضی کے کسی حصہ پر موجود نہیں۔ اور اس کے قانون کا احترام غیر مسلم بجائے خویش مسلمان بھی نہیں کر رہے۔ اندریں حالات اب دو ہی چیزیں آپ کے سامنے ہیں۔

ورد واوراد، مراقبات ومکاشفات، تسبیح وتہلیل دل پر اللہ اللہ کی ضربیں لگانی توجہ دینی اور ہاہو مچانی قطعاً ترک کر دیں۔ کیونکہ ایک کا محکوم ہو کر دوسری حکومت کے گن گانے خودفریبی اور اپنے آپ کو دھوکا دینا بلکہ حقیقی معنوں میں خدا کو دھوکا دینا ہے۔ یخدعون اللہ والذین امنو (الایۃ ۲) اپنی قلت وکثرت سامان، بے سروسامانی اور رہبران طریقت کے غلط احکام اور علمائے کرام کے تن آسانی پیدا کرنے والے فتووں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے۔ اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر میدان عمل میں نکل آئیں۔ اپنی جان کو ہتھیلی اور اپنے مال کو دوسری ہتھیلی پر رکھ کر اللہ کی حکومت اور بادشاہت کا اعلان کریں۔ اس جرم کی پاداش میں دنیا والے جو بھی تعزیر لگائیں اس کی قطعاً پرواہ نہ کریں۔ اور جو بھی سزا دیں مردانہ وار برداشت کریں۔ اور اس بلند ترین مقصد اور نصب العین کے حصول کی خاطر اپنے تمام اوقات وقف کر دیں۔ اور اس بات پر تیار ہو جائیں۔

یا تن رسد بجاناں یا جاں زتن برآید

ہم نے حکومت الہیہ قائم کر کے کسی کے خلاف لڑنا نہیں، نہ ہمیں برطانیہ کی طاقت سے برسرپیکار ہونا ہے۔ نہ اپنے ابنائے وطن ہندو اور سکھوں سے مقابلہ کرنا ہے۔ نہ کسی دوسری قوم پر جارحانہ اقدام پیش نظر ہے۔ جب کہ ہمیں اس حقیقت کا اعتراف ہے کہ انگریزوں کو طاقت اور قوت بخشنے والی وہی ذات اقدس ہے۔ اور جب تک اس کی مشیت اور ارادہ ہوگا ہمارے سکھ یا ہندو بھائیوں کے شور و غوغا سے یہ قوم ہندوستان کو چھوڑنے والی نہیں۔ بلکہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ ہندوستان سے اسلامی حکومت کا جنازہ محض اس لئے نکلا کہ مسلمانوں نے اللہ کی حکومت سے سرتابی کی اور اپنی ذاتی حکومت قائم کرنے لگے پھر ان کا اخراج جس طریقہ سے ہوا وہ سب کو معلوم ہے۔ اور انگریز بھی اسی زنجیر کی ایک کڑی ہیں جو مسلمانوں کو سزا دینے کی خاطر قدرت

Marfat.com

نے ان کے ارد گرد لپیٹ دی۔اور جس صورت میں کہ ہم نے پھر حکومت الٰہیہ کا اعلان کرنا ہے اور صرف اعلان نہیں بلکہ اس کے ماتحت آ کر احکم الحاکمین کے ہر ایک حکم کی تعمیل بھی کرنی ہے۔ پھر ایجابی صورت میں قدرتی طور پر جو سلبی مناظر سامنے آئیں گے۔دنیا خود بخود انہیں دیکھ لے گی۔انشاء اللہ تعالیٰ

اب دوسری چیز قابل غور و عمل قانون خداوندی کا احترام ہے۔آج ہمارے ہندوستان میں انگریز کی حکومت ہے برطانیہ کا راج ہےاوراس کے ماتحت رہنے والے لوگ اس بات پر مجبور ہیں کہ حکومت برطانیہ ہندوستان کی رعایا کے لیے جو قانون رائج کرے وہ سب کے لئے واجب التعمیل ہو۔چنانچہ تعزیرات ہند کے جتنے دفعات ہیں عدالتیں انہیں کے مطابق فیصلہ دے رہی ہیں۔وکلاء انہیں کی توضیح و تشریح کر رہے ہیں اور لوگ انہیں کے مطابق اپنے معاملات کو ڈھال رہے ہیں علی ہذا القیاس قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا آخری قانون ہےاور مسلمان اس امر کا مکلف ہے کہ لا الہ الا اللہ پڑھنے اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی حکومت کے ماتحت لے آنے کے بعد اس قانون کا عملی طور پر احترام کرے اپنے تمام معاملات کو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کے سپرد کر دے۔اپنے تمام تنازعات اور جھگڑوں کا فیصلہ ظاہری عدالتوں کی جگہ احکم الحاکمین کی عدالت سے کروائے۔اور شریعت غرّا کی طرف سے جو احکام سرزد ہوں انہیں بلا چون و چرا تسلیم کرے۔**میرے عزیزو!** سب سے پہلے آج بھری محفل میں سچے دل سے اس بات کا اقرار کرو کہ آئندہ کے لیے آپ کا بادشاہ آپ کا خدا ہے۔آپ کا قانون اللہ کی کتاب یعنی قرآن حکیم ہے۔اوراس سلسلہ میں امیر حزب اللہ آپ کے سامنے جو پروگرام بھی رکھے اس پر چلنے کے لئے تیار ہو جائیں کہ اس سے بڑھ کر مسلمان کیلئے نہ کوئی نعمت ہے نہ عزت۔دنیا کی ہزار بادشاہتیں اللہ تعالیٰ کی غلامی پر قربان ہیں۔اور دنیا کی لاکھ نعمتیں۔اس کی ایک نعمت پر تصدق یہی ایک چیز تھی۔جسکا اظہار مجھے شروع سے مطلوب تھا۔مگر دیدہ و دانستہ آپ کو اس حقیقت کے سمجھنے کے قابل بنانے کی خاطر کچھ دیر استعارات و کنایات سے کام لیا گیا۔اور آج صاف اور صریح لفظوں میں اپنا مافی الضمیر پیش کر دیا۔سترہ سال کا بظاہر طویل مگر حقیقتاً کام کی نوعیت اور ہمت کے مقابلہ میں مختصر عرصہ آپکے دلوں کی زمین کی درستی و اصلاح میں صرف ہوا۔ آج بحمد اللہ کہ زمین مجھے قابل نظر آ رہی ہے۔کہ اسکے اندر توحید، وحدت پرستی اور حکومت الٰہیہ کا بیج ڈال دیا جائے۔انسانی زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں۔اور اس راستہ پر چلنے والے مسافر کیلئے تھوڑی سی غفلت اور لاپرواہی بھی منزل مقصود سے دور کرنے والی ہے۔**وللہ درّ قائلہ**

Marfat.com

گفتم کہ خار از پا کشم محمل نہاں شد از نظر   یک لحظہ غافل گشتم وصد سالہ راہم دور شد

ممکن ہے منزل جاناں تک پہنچنے کیلئے ابھی کچھ مزید مہلت بکار ہو اور نصب العین حاصل کرنے کی خاطر جو جدوجہد ہونے والی ہے وہ کچھ طوالت پکڑ جائے اور میری زندگی میں وہ مبارک گھڑیاں آئیں یا نہ آئیں جن کی مدت سے انتظار ہے۔ اور میرے بھائیوں کو بھی بے تابی کیساتھ منتظر رہنا چاہیے۔ مگر سب سے اہم قدم ایک قوم کیلئے اپنے نصب العین کا تعین اور ایک راستہ چلنے والے کیلئے منزل مقصود کی تجویز اور ایک ملک کی رعایا کے لئے اپنے بادشاہ کا انتخاب ہوا کرتا ہے۔ سو خداوند کریم کا ہزار شکر ہے کہ ہم نے ایک نصب العین معین کر لیا ہے۔ منزل مقصود کا کھوج لگا لیا ہے۔ اور رعایا نے اپنے بادشاہ، غلاموں نے اپنے آقا اور بندوں نے معبود کا حقیقی انتخاب کر لیا ہے ۔

چھا ناٹا وہ دل کہ جس کی ازل سے نمود تھی   بسلی پھڑک اٹھی نظر انتخاب کی !

میرا دل خوشی سے لبریز ہے اور میرے جذبات طرب سے معمور۔ **میرے بھائیو!** آؤ تم بھی اس وفور انبساط اور انتہائے ابتہاج میں میرے ساتھ شریک مسرت ہو جاؤ۔ اور آج ہم نے ہندوستان کی آزادی کا اعلان نہیں کرنا سوراج اور ڈومینین سٹیٹس کا اعلان نہیں کرنا بلکہ اعلان کرنا ہے اللہ تعالیٰ کی بادشاہت کا، اعلان کرنا ہے قانون خدا کی ترویج کا، اعلان کرنا ہے اپنی غلامی اور محکومی کا، اعلان کرنا ہے اپنی عبودیت اور حکم برداری کا، اور اس کے بعد اس بلند ترین مقصد کے حصول، اس بہترین نصب العین کے حاصل کرنے اور اعلیٰ ترین درجہ تک پہنچ جانے کیلئے مسلسل جدوجہد و پیہم تگ و دو کا آغاز کرنا ہے۔ مسلمان جو حقیقی غرض لیکر دنیا میں آیا تھا وہ پوری ہو جائے اور ہم اپنی زندگی کو اس شاہراہ پر ڈال دیں جو یوم الست سے ہمارے لئے تجویز ہو چکی ہے۔ سارے جہاں کے مسلمانوں کی عبادات، موجود زمانہ کے تمام صوفیان باصفا اور زاہدانِ مرتاض کے قال و حال، علمائے کرام کے تمام مواعظ حسنہ و تقاریر دل پذیر ایک طرف اور اللہ تعالیٰ کی بادشاہت کے اعلان کے بعد ایک ادنیٰ ترین گناہ گار سے گناہ گار مسلمان کا مجاہدانہ اقدام ایک طرف

اجعلتم سقاية الحاج وعمارة المسجد الحرام كمن امن بالله و اليوم الأخر وجاهد فى سبيل الله لا يستون عند الله والله لا يهدى القوم الظالمين ۔ الذين امنوا وهاجروا و جاهدوا باموالهم و انفسهم اعظم درجة عند الله واولئك هم الفائزون ۔ يبشرهم

Marfat.com

ربھم برحمة منه ورضوان و جنّٰت لھم فیھا نعیم مقیم خالدین فیھا ابداً ط والله عنده اجرٌ عظیم ٭

"کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور کعبۃ اللہ کی تعمیر کو اس شخص کے برابر سمجھ رکھا ہے۔ جو کہ اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لا چکا ہو اور خدا کے راستہ میں جہاد کر رہا ہو۔ کبھی یہ لوگ خدا کے نزدیک برابری حاصل نہیں کر سکتے۔ اور اللہ تعالیٰ ظالم قوم کو ہدایت نہیں فرماتے۔ جو لوگ ایمان لا چکے ہیں۔ اللہ کی رضا جوئی کیلئے ترک وطن کر چکے ہیں۔ اللہ کے راستے میں اپنی جانیں اور مال قربان کر چکے ہیں ان ہی لوگوں کو اللہ کے نزدیک سب سے بڑے درجے حاصل ہیں اور یہی لوگ فوز و فلاح پانیوالے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ انہیں اپنی رحمت اپنی رضا اور ایسے باغات کی خوشخبری دیتے ہیں جن کی نعمتیں دائمی ہوں گی۔ اور وہ ان میں ہمیشہ درہمیشہ رہیں گے۔ بیشک اللہ کے نزدیک بڑے بڑے اجر ہیں"۔

اب آپ نے قرآنی تقابل بھی ملاحظہ فرمالیا۔ اور مجاہدین کے درجاتِ عالیہ سے بھی واقفیت حاصل کر لی اب آؤ سب مل کر اس کی حمد وثنا میں رطب اللسان ہو جائیں۔ اپنے جبین ہائے نیاز اس کے آستان جلال پر گرنے لگیں۔ اور اپنے سرہائے تسلیم کو اس کے آگے جھکا دیں کہ اس نے اپنی کمال شان کریمی سے ہدایت کے راستے اس فقیر پر، اور میرے ذریعے آپ پر کھول دئے ہیں۔ وہ صراط مستقیم جس کیلئے آپ ہر نماز میں طلب رہنمائی کرتے ہیں، یہی ہے جس کی رہنمائی یہ فقیر کر رہا ہے۔ انعاماتِ خداوندی میں سب سے بڑا انعام اور اس کی بخششوں میں سب سے بڑی بخشش یہی ہے جو ہمارے حصے میں آچکی ہے۔ نمازوں کا ماحصل، روزوں کا مال کار، زکوۃ کی علت، حج کی لم اسی میں پوشیدہ نہیں بلکہ تخلیق آدم، خلقت کائنات اور ظہور موجودات کا راز اسی میں مضمر ہے۔ پس مبارک ہیں وہ لوگ جنہوں نے اس درس حیات کو دل کے کانوں سے سنا اور اس حقیقت کبریٰ کو دل کی آنکھوں سے دیکھا۔ مبارک ہیں وہ دل جو اپنے دلدار کی حقیقت کو پا کر کسی دوسری طرف ملتفت نہیں ہوتے۔ اور مبارک ہیں وہ سر جو کہ ایک کیسامنے جھک کر سرفراز اور بلند ہو گئے!

عزیزانِ من! اس تصور کے بعد آپ احکم الحاکمین کے تختِ جلال کے سامنے دست بستہ کھڑے ہو کر مناجات کر رہے ہیں۔ اس کے روبرو اپنا سر نیاز خم کر رہے ہیں۔ اور اس کے آستان نیاز پر آپ کی جبین نیاز سجدہ ریز ہے۔ آپ کی نماز میں وہ لطف آئے گا جو آگے کبھی نہیں

Marfat.com

آیا۔اس خیال کے ماتحت کہ اپنے آقا و مولیٰ شہنشاہ ارض وسماء کی تعمیل ارشاد میں آپ روزہ دار ہیں ۔صرف مفطراتِ ثلثہ نہیں بلکہ تمام ممنوعات شرعیہ سے آپ اجتناب کررہے ہیں ۔آپ کے ہاتھ، پاؤں، کان، آنکھ، دل سب پر اس کی ہیبت اور رعب طاری ہے۔اور سب کے سب منہیات سے آپ محترز ہورہے ہیں۔آپ کے اندر تقویٰ اور پرہیزگاری خود بخود پیدا ہوجائے گی۔زکوٰۃ کادینا بھی طبیعت پر بار نہ ہوگا۔جب کہ اس میں رب العزت کی رضامندی نظر آئیگی اور فریضہ حج نہ صرف تمہیں سابقہ گناہوں سے پاک اور صاف کردے گا بلکہ خانہ خدا کی عظمت، میدان عرفات کا شکوہ، اجابت توبہ کا میثاق، تجدید عہد کا نظارہ تمہارے دلوں پر ایک غیر فانی اثر چھوڑے گا۔اور تمہارے اخلاق وعادات میں ایک زبردست تبدیلی پیدا کرنیکا باعث ہوگا۔اللہ تعالیٰ کی ہستی کے اقرار اور اس کی حکومت کے قیام کے بعد تمہیں اعمال صالح کی طرف خودبخود رغبت پیدا ہونی مستلزم ہے۔ جب کہ ان سے اس کے تقرب اور وصال کا تیقن ہے۔اور افعال سیئہ سے استکراہ ونفرت لازم جب کہ یہ چیزیں اس کی ذات سے بعدیت اور دوری کا موجب ہیں۔اور ناراضگی ورنجش پیدا کرنے کا سبب ،غرض ہاتھی کے پاؤں میں سب کا پاؤں، خداوند تعالیٰ کو بادشاہ مان لینے کے بعد آپ کے تمام عقائد وخیالات کی درستی، تمام اعمال وافعال کی اصلاح اور تمام اوصاف واخلاق کی اچھائی خودبخود پیدا ہوجائے گی۔ پھر نہ کسی وعظ کی ضرورت ہے نہ کسی تقریر کی دنیا میں سب سے بڑا وعظ یہی ہے جو آپ کو سنایا گیا ہے۔اور سب سے اچھی تقریر یہی ہے جو کی گئی ہے۔

ان ھذہ تذکرۃ فمن شآء اتخذ الی ربہ سبیلاً

Marfat.com

حصّہ نظم

Marfat.com

لا الہ گویاں دواں باشیم سوئے فضل شاہ
تا عیاں بینیم نورِ حق زِ روئے فضل شاہ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب دہم

کلام الملک ملک الکلام [۱]

(تبرکاً و تیمناً)

نعت

(صاحبزادہ والا گہر سید محمد فضل شاہ صاحب مضطر جلالپوری)

منم بیمار از عشقت چہ سازم یا حبیب اللہ
منم مشتاق از وصلت چہ سازم یا حبیب اللہ

بگرد کعبہ گردم بے محابا اے نجیب اللہ
چہ سود آید چو روئے تو نہ بینم یا حبیب اللہ

بہ پرم سوئے یثرب بال و پر دارم اگر برخود
ندارم بال و پر لیکن کہ پرم یا حبیب اللہ

بہ بینم چوں روند زائر بسوئے روضہ اقدس
ز دردِ فرقت بس زار نالم یا حبیب اللہ

دوائے دردِ دل داری توئی حاذق طبیب من
دوائے دہ ز وصلِ خود شفا یابم یا حبیب اللہ

منم گرچہ ز اہلِ دولت و ہم ز اہلِ تقویٰ لیک
غلام کمترینم فخر دارم یا حبیب اللہ

نہ قلبم شادماں گردد بملک ہندائے ہادی
طلب کن بندہ را سوئے مدینہ یا حبیب اللہ

نہ طاقتِ صبر در دلِ من نہ قلبم لائق صبر است
چساں آہ و بکا سازم کہ ترسم یا حبیب اللہ

اگر تختِ شہنشاہی وگر بختِ سلیمانی
مرا ایزد دہد ہرگز نہ گیرم، یا حبیب اللہ

اگر از خاکسارانِ جہاں باشم وگر کہتر
ولے بینم چو روئے تو بنازم یا حبیب اللہ

بدانم روضۂ رضوان و فردوس بریں آنرا
چو در دوزخ جمالت را بہ بینم یا حبیب اللہ

ہزاراں خلد و صد فردوس زاں دوزخ شود کمتر
کہ در وے جلوۂ رویت بہ بینم یا حبیب اللہ

دعائے عاصی مضطر ز درگاہ خداوندی!
بوقت نزع رویت را بہ بینم یا حبیب اللہ

(رسالہ صوفی ماہ مارچ ۱۹۱۱ء)

عمر سترہ سال

---

[۱] حافظ نذر حسین صاحب ساکن کڑی شریف نے بیان کیا کہ ایک موقع پر حضور نے اپنے بچپنے کی شاعری کا ذکر فرمایا اور ایک شعر بھی سنایا۔ لیکن ساتھ ہی ارشاد فرمایا اب یہ شوق ختم ہو چکا ہے اور پھر یہ آیۃ کریمہ تلاوت فرمائی۔ وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ

Marfat.com

قصیدہ استقبالیہ حضرت امیر حزب اللہ مدظلہ العالی

(علامۃ العصر جناب مولانا مولوی محمد عالم قلعداری)

الایــــا ارض قــریۃ چک چودھو! بـفـضل الـلـه فزت بفوز عـالی
عـلوت علی القری عزاً وجاهاً شـرفـت عـلی غـوانین الاعـالی
وکـنـت صغیـرۃً بین البـوادی فـکـبـرک الا لٰـه بـانتحـالی
لـقـد اعـطـاک ربک کـل خیر فـطیبـی وافـرحـی بـالاجتـزالِ
ومـاتـدری بـمـاذانلت شرفاً نـزول الشیخ اعـطـاک المعـالی
هـو الشیـخ الکبیر امیر حزب هـو البـدر الـمنیر علی الرجالِ
هـو الـحبر الـعلیم بکل علمٍ هو الشمـس الـمضئی بلا مثالِ
شـریف سیـد قـرم کـریـم خـلیـق مـحسن خیر الخصـالِ
ولـی الـلـه نسلابعد نسل لهـذا قـد عـلامـن کـل عـالِ
لـه سـعـی لـدیـن کـل حین وفیـه مـن التـکـلف لایـالی
رایٰ جـمّـاً غفیراً بل جمیعاً رهینـاً بـا الـمـعـاصی والضلالِ
تـاسّف اذراٰهـم فـی الـمـلاهـی اراد لاجـلهـم اصـلاح حـالِ
فـقـام لهـدیهم لـلـه مـحضـا مـن الاغـراض والاطـمـاع خالِ
فـنـادیٰ ایهـاالـنـاس اتـقـوا الـلـه وتـوبـوا واذکـروایـوم الـمـالِ
وقـومـوا وادخـلوا فی السلم جمعاً وخـافـوا مـن عـذاب والـنـکـالِ
نـدآءً کـان او رعـداًوبـرقـاً لـقـد سـمـع الاناث مع الرجالِ
تـاثـر کـل نـفـس مـن نـدآءٍ کـخیـر الـخـلق نـادیٰ للبلالِ
فـجـآء الیـه فـوج فوق فوج ووفـدٌ بـعـد وفـدبـالتـوالـی
وجـآء الـجـم من شرق وغرب وحـافـوا من جنوب والشمـالِ
احـاطـوا کـالکـواکب حول بدرٍ فیـابشـریٰ لهـم مـن طیب حـالِ
فـقـد جـعـلوه اجـمـاعـاامیراً وکـل بـایـعـوه بـصدق بـالِ
فـاذّبهـم وعـلّمهـم کتـابـاً فـارسـاهـم عـلیـه کـالجبـالِ
ونـقّـاهـم وزکّـاهـم جمیعاً فـصـاروا کـلهـم خیر الرجـالِ
ونـوّر کـالـسجنجل کل قلب حـرّض هـم بـتـعـ[illegible]

من الأيات والذكر الحكيم — عليهم كلهم نثر اللآلى
تراهم كلهم براً تقياً — كا صحاب النبىّ بلامحال
فهذا شرح حزب الله فينا — وقائدنا امير ذوجمال
يسافر فى النهار بكل عام — لتبليغ ويسهر فى الليالى
يبلغ هم باحكام الشريعه — بموعظة مئوثّرة المقال
سمعت من الامير شروط حزب — على التعميم قد نثر اللآلى
فمن يّك طائعاً لله طوعاً — سعيد داخل فى حزب عالى
وامّا من عصاه وقد تولّىٰ — شقىّ كيف يدخل فى النوالى
فحياه الالٰه مع العيالى — متىٰ كان الجنوب مع الشمال

....

Marfat.com

القصيدة المدحية بتقريب ورود صاحب الدرجات ابو البركات امير حزب الله خلد الله امارته فی قریة شادیوال

(لمولانا مولوی محمد عالم قلعداری قرشی حنفی)

یاایها الخلان طاب زمانکم ۔ طاب الصباح مع الرواح علی الوریٰ
طاب البلاد واهلها واها لهم ۔ عجبا اری الدهر الغشوم مراعیا
زال البلاء وزال کل مصیبة ۔ جاء الشفاء وجاء نور والهدی
طاب الحدائق والریاض بدیمة ۔ درت علیها فی الغداة وفی المسا
واخضرت الاغوار ثم نجارها ۔ طاب الحفائل والقبرارة والربیٰ
بسط الحشیش علی سریر حدیقة ۔ من سندس خضر بساطا واسعا
قدرشّ طلّ فی جوانب فرشه ۔ کاللؤلؤ المکنون ماءً خالصا
واهتزت الازهار طابت نورة ۔ بجماله فالیاسمین قدازدیٰ
فشقائق النعمان جاء بحمرة ۔ والورد فاح العطر فی ذاک الندیٰ
والاقحوان مزیّن فی حلیة ۔ والآس ثم الرند فیها اوشعا
والذّلب والدردار راقا قائما ۔ ولعرعر و عرارها فرع علا
تنفر والاطیار حول غصونها ۔ وتنغمت فیها البلابل بالغنا
والناس کلهم بعش مخضل ۔ من کل نحو ینشدون المرحبا
سکن الزعازع ثم هب سجسج ۔ جاءت بمروحة لها ریح الصبا
فسالت باعث عیشه متعجباً ۔ قالوا الم تشعر بقیلٍ جاءنا
حبرا دیب فاضل متبحّر ۔ متورّع من اهل بیت المصطفیٰ
نضرت بحسن نظامها امصارنا ۔ شیخ المشائخ فی البوادی والقریٰ
وهو الذی فی الفضل لیس نظیره ۔ بامیر حزب الله صار ملقّبا
ندب ابو البرکات سمح ماجد ۔ فضل من الله لکریم مجلا
شهم خضم اریحیّ فاضل ۔ ندس لبیب هبرزیّ مقتدا
قرم نطاسیّ خلیق کیّس ۔ واف، اخو لقة وطبرغام الوغی
ذوهیبة یقظ ابیّ باسل ۔ لبق اغرّ اروع کهف الوریٰ

Marfat.com

شیخ الطریقة شیظمیّ مصقع ومعذمر نطس امام الاتقیا
للحافظین وعابدین امامهم للقا نتین رئیسهم بالاتقا
بسخائه بحر محیط ذاخر او وابل اوصیب متواترا
قد حج بیت الله زارمدینة فی حب دین الله طیّ منازلا
زان الدیار واهلها بجماله من حسن نور الوجه قد کشف الدجیٰ
من وعظ حزب الله قد نشر الهدیٰ بجلاله وکماله بلغ العلا
یاایها القمر المنیر بنوره، من وجهه تنسی بنورک ان تریٰ
کلف علیک وقلة ومغیبة وله النضارة والزیادة والبقا
ایضاایاشمس المضیئة اسمعی ان الرجال مفضلون علی النساءِ
ان کان ضوءک للوجوه منیرة وله الضیاء علی قلوب اولی النهیٰ
فی کل وقت ضوءه متزائدٌ ویزول ضوءک من قدیم فی المسا
لایستطاع بان یحاط بمدحه کیف الاحاطة بالنجوم علی السماء
یاارضِ شادیوال طیبی وافرحی فی مرة اخری علوت علی السماء
قد کنت ترجوعالما متورّعا وبعب اهل البیت عمرک قد مضی
من مدة ترجوولیا کاملا للصالحین فکنتِ تطلب دائما
بزیادةالحجاج کنت مؤلّفا وترید شیخا فی الطریقةبعد ذا
فی کل وقت کنت تدعوا واعظاً للحافظین فکان طبعک مائلا
للعابدین وزاهدین وقانتین قد کنت تخدم فی الغداة وفی العشا
اعطاک ربک کل ماهی تشتهی بل زائدا اوتیت من رب العلا
قد انزل الله علیک بفضله مستجمع الاوصاف شخصا واحدا
یاقوم جاء الخضر فیکم ناصحا طوبیٰ لمن قبل النصیحة واقتدیٰ
قدجاءکم نور وبرهان مبین من یقتبسه ففاز فوزاً واهتدیٰ
قد جاء بالحبل المتین لتاخذوا من یعتصمه فمن عذاب قد نجا
قد جاء للدین المتین نصیره ولشرعةالاسلام جاء محافظا
یاایها الحضار لبّوا فارحبوا ثم ادخلوا فی حزب خلّاق السما
یارب معنا بطول حیاته واجنبه من کل المصیبة والبلا

Marfat.com

واحفظ لمن فی بیتہ من اھلہ ... مادام شمس فی السماء وبالضیا
و احفظ لکل محبہ و مطیعہ ... من عالم ختم القصیدۃ بالدعا

بوقت تشریف آوری جناب ممدوح بادوم درقصبہ شادیوال تحصیل وضلع گجرات پنجاب بتاریخ ۲؍ذیقعد ۱۳۵۱ھ ایں قصیدہ پیش کردہ شد۔

Marfat.com

بحضور لامع النور حضرت امیر حزب اللہ سلمہ اللہ و خلد اللہ امارتہ

ہو

صاحبا سیّدی و مولائی
در کمالاتِ خویش یکتائی
بسفر ہائے تو مبارک باد
ہم مبارک بر آنچہ فرمائی

(نوشتہ شد بید احقر غلام جیلانی عفی عنہ بر خانقاہ شریف کڑی)

Marfat.com

قصیدہ خیر مقدم

(از جناب احمد حسین قریشی قلعداری)

الا اے سر زمین چک چوہدو — فزون از نہ فلک شد عظمت تو
بجا باشد ترا ایں سرفرازی — کنوں برعرش اعظم گر نبازی
بہ گلزارِ تو آمد نو بہاری — نشاطِ خاطر وجاں راقراری
زمینِ تو بگر دون ہمنشین شد — سوادت رشکِ فروس بریں شد
کہ آمدرر تو آں عالیجنابی — بچرخ پارسائی آفتابی
مہِ روشن بہ بزمِ دین واسلام — مبارک ذات سید فضل شاہ نام
گل بستان حیدر شاہ دوران — بہار گلستانِ دین وایمان
چراغ حکمت ونورِ ہدایت — امیر معرفت شاہِ ولایت
تقی ومتقی شب زندہ داری — بمیدانِ شریعت شہسواری
سریر آرائی ملک زہد وعرفان — سراجِ علم وحکمت ،نور ایمان
بملکِ دین حزب اللہ امیری — یگانہ فاضلی۔ گردوں سریری
یگانہ گوہر بحر معانی — بشرع دین حق نعمان ثانی
جنید وقت وابدال زمانہ — فقیری باشکوہ خسروانہ
رموز فقر دردانش نہاں است — لقائی خضر ازرویش عیاں است
درمشکل کشائی فیض سرمد — دلش معمور ازعشقِ محمد ﷺ
دوچشمش لطف پرورفیض آباد — دل دردآشنایاں راکند شاد
ضیاء طلعتش درکرہ ارض — ضوابط داردراہر جوہرو عرض
حیاتش راچہ گویم بہر تشریح — حمیت کیش درہرامر تنقیح
لیّق وہم شفیق وصاحب حال — لبش خنداں زلطف شکریں قال
شہی رونق فزائی مستی وہوش — شراب معرفت را ور خمش جوش
شد افزوں ازبیان گویم بہ انصاف — کمال عزو جاہ وراہم اوصاف
چہ گویم فضل رب ذوالجلال است — کہ شانش برتر ازوہم وخیال است
بگویم مرحبا و خیر مقدم — بہ شوق دل بہ ایں فضل مجسم

Marfat.com

سپاس نعمت حق می گذارم | پس آنگه ایں دعائی بیش دارم
مدام ایں چشمہ مہر وکرم باد | برائی بیکساں دائیم حرم باد
زذاتش فیض عامش درجہاں باد | چوعمر خضر عمرش جاوداں باد
زلطف ایں امیر فیض عامی | فروباشد بہ احمد تشنہ کامی
کہ اوپامال جورروزگار است | نگاہِ لطف راامید واراست

(دسمبر ۱۹۵۰ء)

ماہ تمام

(عبدالغنی)

فخر زمین وآسمان سید فضل شاہِ من | ذرہ خاک پائی اوبہ زلآئی عدن
رشک جمالِ مہر وماہ دیدۂ نور پاش او | رنگ لب مبارکش نازش حسنِ صد چمن
درج دہاں پاکِ اوبین کہ ندیدہ گہے | دردل غنچہ گلے دانہ چند یاسمن
روئے مبارکش ببیں ماہ تمام معرفت | قلب منورش بگو جلوہ ذات راوطن
پور جناب مرتضےٰ نورحضور مصطفےٰ | ذروۂ ایں وآن جہاں زبدۂ جملہ انجمن
ایں ہمہ رمزواکند پیش ہمہ کہ شدیقین | جملہ بیاں آنجناب ہست عطائے ذوالمنن
ازتہی دامنی چہ غم بردراُوبروکہ ہست | لعل صفاورشد راذات مطہرش یمن
فقرتنزہ کیش اوجاہ وجلال بیش او | ہست خفی وہم جلی ذات وصفات ذوالمنن
من چیم وحسپاں شوم مدح سرائے آنجناب | لال زبان نور یاں شدزثنائی شاہ من
نازش ایں گدابہ بیں حاصل عمر ایں بس است | بہرثنائی شاہ من ہست رواں زبانِ من

(اپریل ۱۹۵۴ء)

Marfat.com

نظرے خوش گذرے

(شاؔد فاروقی)

دیدہ ام امروز یک صاحب دلے — خوش گلے ماخوش منظرے، روشن دلے
چہرہ اش ازنورِ حق چوں مشعلے — مشعلے درمحفلے ، بے محفلے
مشعلے تابان وبرّاق ہمچو دُر — نے غلط گفتم ”چودر“ بلکہ چوخور
تابش خورشید اندرشیب او — ہم ید بیضاست اندرجیب او
آشکاراازنگاہش راز ”کن“ — وارثِ علمے کہ باشد من لّدن
من کہ ہستم بندہ آگندہ — ظاہر وباطن زعصیاں گندہ
نے طہورقلب ونے روحِ وجسد — صدق مولائی خلقت فی کبد
من ہمی دانم کہ جائیم ہیچ نیست — چوں خزف ریزہ بہایم ہیچ نیست
لیک حضرت مولویؒ معنوی — گفت ایں رازے بہ الفاظ جلی
گرتو سنگ خارہ ومرمربوی — چوں بہ صاحب دل رسی گوہرشوی
یک زمانہ صحبت با اولیاء — بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
گر تو خواہی ہم نشینی باخدا — پس نشیں اندر حضوراولیاء
درحضورت آمدم بہر حضور — بوکہ از فیضت کنم حاصل حضور
گرنگاہے ازکرم اندآختی — کارایں بے کار رابس ساختی
درحضور ت آمدم ایں بندہ شاؔد — تادل ناشادگردد ازتو شاؔد
یک نظر ازبہر خواجہ جن وانس — تاکہ مستغنی شوم زابنائے جنس

(دسمبر ۱۹۶۳ء)

Marfat.com

استقبالیہ

بہارزندگی

(جناب قاضی محمد حیات قریشی قلعدار ضلع گجرات)

زہے پھر رحمت حق کی ہوئی یوں کارفرمائی — تمناؤں کے گلشن میں بہارِ زندگی آئی
نسیم روح پرور سے مسرت کی کھلی کلیاں — تبسم ریز ہے ہر سو تمناؤں کی رعنائی
سحاب فضل گھر آیا ہے شادیوال کے اوپر — خدانے بارش الطاف رحمت آج برسائی
کہ اس میں وہ امیر قوم وفخر چشتیا آیا — کہ نازاں جس پہ ہر بہبود وملت کا تمنائی
جھکے تعظیم میں جس کی قبائے فقر کے آگے — شکوہ خسروی اورنگ خاقاں تاج دارائی
ولی اللہ نسلاً بعد نسلٍ شان ہے جس کی — جہاں والوں کی دین حق سے کی جس نے شناسائی
فقیہہ وصوفی وسالک امیر ملک ودیں آیا — جہانِ علم وحکمت ، شان عرفاں، کانِ دانائی
نوا انکی دکھائے راستہ گم گشتہ راہوں کو — نگہ انکی بڑھائے عزم ملت کی توانائی
وہ آئے جن کی آمد روح پرور جان پرور ہے — فضا میں ان کی آمد اک پیام زندگی لائی
"خموشی دب گئی اللہ اکبر کے ترانوں میں" — ہوئی خوابیدہ روحوں میں نئی ہنگامہ آرائی
مبارک تیرا آنا اے امیر فوج حزب اللہ! — تری آمد سے اہل دل کی محفل خوب گرمائی
حیات! اس ملت بیضا کی تیرے لطف رحمت سے — تمنا ہے سدا ہوتی رہے یوں عزت افزائی

فقیر تاجدار

(جناب قاضی محمد حیات)

اے خوشا قسمت کہ آئی آرزوؤں پر بہار — دیدنی ہے شوق سے ہر غنچہ دل کا نکھار
جھولتے ہیں پھول شاخوں پر قطار اندر قطار — عیدنوروز است وہم رخشاں جمال روئے یار

محو درود مرحبا! خوش آمدی! ہیں شیخ وشاب
مرحبا خوش آمدی اے سید کیواں جناب!

مرحبا اے شہسوار عرصۂ زہد وتقا! — مرحبا اے تاجدارِ کشور صدق وصفا!
مرحبا اے ہادی اسلام وشاہ اولیاء — "ناقصاں را پیر کامل، کاملاں را رہنما"

اے سپہ سالار حزب اللہ امیر کامگار!
مرحبا با فرشاہی اے فقیر تاجدار!

Marfat.com

خندہ زن ہے آسمان پر "چک چودھو" کی زمیں ‏ سربلندی پر ہیں نازاں فخر سے اس کے مکیں
دیکھ کر شان و شکوہ رہبر اسلام و دیں ‏ کہ رہے ہیں شکرِ حق میں خاک پر رکھ کر جبیں

یا الٰہی ہر دو عالم میں طفیل فضل شاہ
شادکام و کامراں ہو جائے ہر حال تباہ

جلوہ فرمائی

(جناب مظہرؔ)

جلوہ فرما غریب خانے میں ‏ بادشاہ "جلالپور" ہوا
جس کے فیض قدم سے اے مظہرؔ ‏ ذرہ ذرہ مثال طور ہوا
جاگ اٹھے نصیب سوئے ہوئے ‏ یاس کا نقش دل سے دور ہوا
بن کے پروانے آئے حور و ملک ‏ ضیا روشن چراغ نور ہوا
بزم حیدر میں کس قدر ارزاں ‏ میکشو! بادہ طہور ہوا
دل کی دنیا میں انقلاب آیا ‏ جذبہ شوق کا وفور ہوا
مئے وحدت کی چھا گئی مستی ‏ ہر کوئی صاحب سرور ہوا
شب کی تاریک تر فضاؤں میں ‏ ماہِ کامل کا ہے ظہور ہوا
خانہء دل کا ہے مکیں آیا ‏ شاہِ حیدر کا جانشیں آیا

شباب انبساط

(جناب قاضی محمد حیات)

ساقیا گردش میں لا جامِ شراب انبساط! ‏ چھیڑ دے مطرب کوئی تار رباب انبساط!
سبزہ شاداب پھر انگڑائیاں لینے لگا! ‏ گھر کے پھر "کنجاہ" پر آیا سحاب انبساط!
مرحبا اہلاً وسہلاً کی صدائیں ہیں بلند ‏ آج کے دن کی نہیں حد و حساب انبساط!
لائے ہیں تشریف سید فضل شاہ عالی جناب ‏ نغمہ زن ہے ذرے ذرے سے رباب انبساط!
شادمانی و عقیدت کے ہیں دریا موج زن ‏ اور ان موجوں پہ رقصاں ہیں حباب انبساط!
گلشنِ دل میں کھلے ہیں آرزوؤں کے جو پھول ‏ آ گیا باغ تمنا پر شباب انبساط!
خدمت شاہ میں حیات خوشنوا نے شوق سے ‏ آج پھر کھولی ہے محفل میں کتاب انبساط

Marfat.com

خیر مقدم

شاد فاروقی

آج یہ رونق نظر کیوں آرہی ہے سو بسو
عید سی خوشیاں منائی جارہی ہیں کو بکو

لیلیٔ فطرت کا محمل کس قدر رنگیں ہے آج
ہے کوئی مجنوں یقیناً آج محو جستجو

چھارہی ہیں ابر رحمت کی گھٹائیں دہر پر
آگئی کیسی بہار جاں فزایوں چارسو

کیا بتاؤں میں تجھے تشریف لے آئے ہیں کون
آکے نظارہ کرادوں تجھ کو چل کے روبرو

دیکھ لے وہ آگئے جنکا ہمیں تھا انتظار
دل کو جنکی چاہ تھی، آنکھوں کو جن کی جستجو

نعرۂ تکبیر سے گونج اٹھے ہیں دشت وجبل
کس قدر پر جوش ہے یہ نغمۂ ''اللہ ہو''

ساقیٔ وحدت ہیں یہ دیتے ہیں مے توحید کی
اس لئے یہ پھر رہے ہیں قریہ قریہ کو بکو

کیا کہوں اس بادۂ عرفان کی سرمستیاں
جو سما جائے ہے رگ رگ میں کہ جیسے گل میں بو

سوز وساز و درد و ذوق وکیف ومستی وسرور
کر دیا لبریز ان سے قلبِ مومن کا سبو

بندگان حرص کو حاصل نہ ہوگا یہ مقام
بندگان عشق کی ہے منزل لا تحزنوا

ناچشیدہ لذتِ بادہ نہ حاصل ہو کبھی
پی کے دیکھو ہے اگر تم کو ''پیا'' کی آرزو

رحمت یزدان کے امیدواروں کیلئے
مژدہ لائے ہیں کہ ''ہاں اے بندگان لا تقنطوا

دینے آتے ہیں مساوات واخوت کا سبق
انکی نظروں میں نہیں ہے امتیاز ما وتو

ان کی درگہ میں ہے یکساں غزنوی ہو یا ایاز
صاحب ذوق ویقین کی کرتے ہیں یہ آبرو

ان کی چشمِ مست سے پر کرکے لے جاؤ گے تم
جلد آؤ شاد لے کر اپنا تم خالی سبو

Marfat.com

فخرِ چشتیا

(جناب محمد شفیع اختر)

مسلمانو! مبارک ہو تمہاری خوش نصیبی سے جو ہم تک نازش سادات و فخر چشتیا آئے
تمہیں معلوم ہے؟ گوہر ہے یہ کان سعادت کا! یہ وہ ہے جس پہ سایہ ہے ہمارے اوج عزت کا
تمہیں معلوم ہے گل ہے یہ کس گلزار خوبی کا؟ ملائک کو شرف ہے جن کے در کی خاکروبی کا
نمونہ سامنے ہے آپ کے اسرارِ سنت کا معلم ہے شریعت کا یہ واقف ہے طریقت کا
دکھانے آئے ہیں رستہ ہمیں رشد و ہدایت کا یہ آئے ہیں سکھانے کو ہمیں گر آدمیت کا
یہی وہ نونہال تازہ چمنستانِ چشتی ہے کہ جس کی آبیاری دستِ شہ حیدرؓ نے خود کی ہے
یہ وہ ہیں داستانیں ہیں جہاں میں جن کے آبا کی حسینؓ ابن علیؓ کی اور حیدرؓ ''شیر مولا'' کی
یہ وہ ہیں جس گھرانے پر سدا رحمت برستی ہے یہ وہ ہیں آسمانوں کی بلندی جن کی پستی ہے

یہ وہ ہیں خوبیاں اسلاف کی ہیں مجتمع جن میں
یہ وہ قائد ہیں جن کی رہبری سے بنتی ہیں قومیں

مبارک ساعتے جب یہ امیر کامگار آئے زہے ہم بے کسوں کے گھر یہ شاہِ ذی وقار آئے
مسرت دل میں ہے لب پہ عقیدت کے ترانے ہیں سراپا بن کے جانان جہاں جانِ بہار آئے
وہ جن کی آنکھ میں توحید کی مستی چھلکتی ہے اسی خم خانہ توحید کے یاں مے گسار آئے

عقیدت سے جھکتے ہیں سر خواجہ کے قدموں پر
یہ وہ صورت ہے جس کو دیکھ کر اختر قرار آئے

Marfat.com

دیدار پرانوار

(جناب خواجہ محمد امین چشتی)

قبول خاطر محبوب شرط ِ دیدار است
بحکم شوق تماشا مکن کہ ۔بے ادبی است

نہ حسن لالہ وگل میں نہ دید ماہ میں ہے
کشش جو عشق کی دیدار ''فضلشاہ'' میں ہے

جمال روئے منور میں برقِ طور کا رنگ
ظہور نور خدا ان کی جلوہ گاہ میں ہے

طواف کرتے ہیں انوار ذات اقدس کا
کہ حسن مصطفویؐ روئے رشکِ ماہ میں ہے

قدم قدم پہ نمایاں ہے شان حیدرؓ کی
شکوہِ چشت عیاں فرق کج کلاہ میں ہے

ہے ان کا نطق منزہ فصاحت جبریل
مزاج خوئے نبیؐ خلق فضل شاہ میں ہے

زباں پیام محبت سخن شراب طہور
ہزار میکدہ ان کی ہر اک نگاہ میں ہے

قدم قدم پہ ملائک درود پڑھتے ہیں
نزولِ رحمت حق ان کی بارگاہ میں ہے

قسیم بادہ توحید ہے یہ میخانہ
ریاض خلد کا در بزم فضل شاہ میں ہے

بہ قدر ظرف پلاتے ہیں یاں مئے وحدت
یہ جودِ عام رواں شام وصبحگاہ میں ہے

ہیں بے نیاز عطائے امیر انکے فقیر
''خودی کا سر نہاں'' ان کی ہر نگاہ میں ہے

'شہ جلال'' کے مستوں کا ہے ادب لازم
' کہ ان کا ذکر اقالیم مہر وماہ میں ہے

جلالپور کی ارض ہدیٰ پہ لاکھ سلام
کہ میرا ''کعبہ دل'' اس کی جلوہ گاہ میں ہے

ملا ہے مجھ کو اسی جا کی خاک اطہر سے
وہ سوز جس کی جلا قلب کی اتھاہ میں ہے

خلوص دل سے جو آئے وہ فیض لیجائے
جو فیض جاری مدینے کی بارگاہ میں ہے

اس آستانہ عالی کی قدر اے چشتی
مقامِ قدس سے بڑھ کر مری نگاہ میں ہے

Marfat.com

بحضور امیر حزب اللہ

(جناب امیر زمان مظہر افسر لازمی تعلیم راولپنڈی)

تری نظر سے ہیں مسحور طائران چمن
مری نوامیں کچھ ایسا کمال ہو کہ نہ ہو!
شگفتہ کر گئی غنچوں کو تیری شبنمِ لطف
نسیم صبح کو اس کی مجال ہو کہ نہ ہو
ہنوز منتظر لطف خاص ہے کوئی،
شہ جلال کو اس کا خیال، ہو کہ نہ ہو!
گذر کے قال سے درویش بے گلیم کوئی
تری نگاہ کرم سے ہے مردِ حال ہوا
فنائے ہستی مردخدا ہے ناممکن
کہ جس کی خاک پہ ہے لطفِ لایزال ہوا
کمال فیض کا مظہر ذرا تماشا کر
غریبِ خاک نشیں صاحب جلال ہوا

ذرا بزم حیدر کی رونق تو دیکھو

(ملک عبدالغنی صاحب)

ہے ذرہ درخشاں بصد ناز کیوں
ہیں چشمک زنی کے یہ انداز کیوں
ہوئے آفتاب آج عالم فروز
ہو شبنم نہ مائل بہ پرواز کیوں
کرم ہے جناب فضل شاہ کا
نہ ہوں لب مرے زمزمہ ساز کیوں
بنی ہے نگاہ ان کی عرفاں نواز
سما جائیں دل میں نہ سب راز کیوں
فضامیں ترانہ ہے توحید کا
خوشی سے نہ معمور ہو ساز کیوں
ہے فیض جگر گوشۂ فاطمہؓ
در باغ جنت نہ ہو باز کیوں
ذرا بزم حیدر کی رونق تو دیکھو
نہ دوں عمرِ رفتہ کو آواز کیوں
غلام شہنشاہِ عالم ہوں میں
مقدر پہ اپنے نہ ہو ناز کیوں
غنی نے جو دل کی کہی انجمن میں
نہ کہلائے یہ محفلِ راز کیوں

Marfat.com

نگاہِ لطف

(جناب ملک عبدالغنی ایم۔اے۔ پی ایچ ڈی)

پھر سے جلالپور میں ہویدا بصد شکوہ — روئے منیر حیدر کرار ہوگیا
ظاہر ہوا جو مہر جہانتاب معرفت — عالم تمام مطلعِ انوار ہوگیا
گویا ہوا نگاہ تصور پہ یہ عیاں — پیدا جمال احمد مختار ہوگیا
نگہ نیاز گنبد خواجہؒ پہ جب پڑی — حسن ازل کے نور کا دیدار ہوگیا
چھلکے کچھ اس طرح خم و پیمانہ جلال — پہنچا جو بزم میں وہی سرشار ہوگیا
بارانِ رحمت ازلی کے نزول سے — جان بہار بے خزاں ہر خار ہوگیا
فطرت نے رنگ ونور کو یوں عام کردیا — ہر ذرہ رشک صد گل گلزار ہوگیا
کس کی نگاہ لطف کا یہ فیض عام ہے — سینہ غنیؔ کا مہبط انوار ہوگیا

مظہر انوار

(جناب مظہرؔ)

آزردگی خاطر مظہرؔ کا سبب ہے — اس ''مظہر انوار'' کے انوار سے دوری
مجھ کو ہی نہیں حسرتِ پابوسی حضرت — ہر خاکی ونوری ہے طلبگار حضوری
خاکی ہے، یہ ہے، سورۂ والنّور کی تفسیرِ — پروانہ صفت جان فدا کرتے ہیں نوری

''فیضانِ نظر''

(جناب مظہرؔ)

کس نے قندیلِ عشق کی روشن ؟ — جگمگا اٹھا آج خانہ تن۔!
کس کے رخ کا طواف کرتے ہیں — عرش وکرسی ،فلک،زمین زمن ۔؟
کون آیا مثال ابر کرم۔؟ — پھر سے تازہ ہوا ہے نخل کہن ۔؟
کس کی برکت سے خارزار امید — ہوگیا رشکِ ارغوان و سمن۔؟
کس کے فیض نظر سے اے مظہرؔ — .ل کا ویرانہ بن گیا ہے چمن؟

Marfat.com

عظمتوں کے اوج پر فرزند حیدر دیکھنا

(ڈاکٹر عبدالغنی)

عظمتوں کے اوج پر فرزند حیدر دیکھنا	وسعت آفاق پہ تابندہ اختر دیکھنا
نور عرفان میں ہوئے جاتے ہیں سب آفاق گم	آفتاب معرفت کا روئے انور دیکھنا
ذرے ذرّے کی چمک وادی وصحرا کی لٹک	مہر رخشاں دیکھنا ،ماہ منوّر دیکھنا
ہے میرا ایمان کہتا ہوں اسے میں برملا	آپ کا دیدار ہم کو حج اکبر دیکھنا
آرہے ہیں ہر طرف سے کئی شیدا کئی قیس	عشق کا ،اخلاص کا یہ طرفہ منظر دیکھنا
جی رہے ہیں سارے اک نظرِ کرم کی آس پر	اک نظر، ہاں اک نظر، اے بندہ پرور دیکھنا
محفلِ توحید ہے اور میکساران الست	درمیاں میں ایک شاعر ہے نوا گر دیکھنا
ساقی میخانہ وحدت تری نظروں کی خیر !	نعرۂ مستانہ اب رندوں کے لب پر دیکھنا

میر حزب اللہ جس محفل میں ہوں مسند طراز	دل نواز و روح پرور سارا منظر دیکھنا
معجزہ ہے تیرے درسِ جاھدوا کا بیگماں	ذرہ ناچیز قیصر کا ہے ہمسر دیکھنا
تو نے ایسی روح پھونکی مردہ سینوں میں یہاں	ملت بیمار ہوئی جس سے جانبر دیکھنا
قریہ قریہ میں لٹائی دولتِ دنیا ودیں	پیکرِ مہر و سخا یہ قوم پرور دیکھنا
اے امیرِ ملتِ حق اے قوامِ ملک ودیں	ہو رہی ہے آج حالت پھر سے ابتر دیکھنا
پھر ہوا وحرص کی طغیانیاں ہیں موج خیز	کر دے اس ظلمات کا ہم کو شناور دیکھنا

کس قدر آلام ہیں اور یہ ذری سی جان ہے	اے مسیحا جانب بیمار پل بھر دیکھنا
ایک اشک نیم جاں پلکوں پہ لرزاں ہے مگر	یہ سبک سی چیز ہوتی ہے گراں تر دیکھنا
شرم عصیاں سے چھپائے اپنا چہرہ روز حشر	پھر رہا ہوگا کہیں تو یہ ثنا گر دیکھنا
بخیۂ پاپوش میں ذرہ چھپا ہو جس طرح	اپنے نعلین مقدس میں یہ احقر دیکھنا

....

Marfat.com

صوتِ سرمدی

(جناب تاج محمد تاج کنجاہ)

اے ضیائے مہر حیدر نازش شمس سیال　　اے کمال دودمان چشتیہ فرخندہ خال
نور آگیں ہوگیا آمد سے تیری شادیوال　　تیری صوت سرمدی باغ تصوف کی بہار

ہم ہوں اور سر پر ہمارے سایہ لطف آفریں　　اک نظر ہاں اک نظر اے صاحب ملک یقیں
ضوفگن تیری جبیں سے نور ختم المرسلیں　　تیری صوت سرمدی باغ تصوف کی بہار

آرہے ہیں تیرے دیوانے قطار اندر قطار　　چاک داماں، سینہ سوزاں چشم گریاں، دل فگار
تاج کنجاہی بھی ہے بس اک نظر کا خواستگار　　تیری صوت سرمدی باغ تصوف کی بہار

میر حزب اللہ

(جناب مظہرؔ)

اک نرالی شان سے دنیا میں جینے کیلئے　　پھر ہمیں مرنا سکھایا میر حزب اللہ نے
وہ مسلمان ہند میں تھا جو بحال زار وخوار　　اس کو کیا سے کیا بنایا میر حزب اللہ نے
لے کے عشق مصطفےٰؐ سے آتش سوز بلالؓ　　پھر چراغ اپنا جلایا میر حزب اللہ نے
درددل کہنے کو یہ مردخدا گھر گھر پھرا　　سونے والوں کو جگایا میر حزب اللہ نے
"ایک ہونا نیک بننا" تھا بہت مشکل مگر　　اس کو آساں کردکھایا میر حزب اللہ نے
ساقی کوثرؐ نے کی تھی جس کی اے مظہرؔ کشید　　پھر وہی بادہ پلایا میر حزب اللہ نے

☆☆☆

Marfat.com

امتِ مرحوم کا شیرازہ بند

(جناب مظہر)

(۱)

میرحزب اللہ پر لاکھوں سلام
امت مرحوم کا شیرازہ بند
جس کے دم سے ہے مسلماں سربلند
قوم کو جس نے سکھایا ہے نظام
میر حزب اللہ پر لاکھوں سلام

(۲)

کل مؤمن اخوۃ کہتے ہوئے
ایک رشتہ میں پروکر رکھ دیئے
منتشر تسبیح کے دانے تمام
میر حزب اللہ پرلاکھوں سلام

(۳)

''زندگی گذرے تمہاری شان سے !
خاتمہ بالخیر ہوایمان سے''!
تونے آکر یہ دیاہم کو پیام !
میرِحزب اللہ پر لاکھوں سلام !

(۴)

سید والا نسب ابنِ علیؓ
قرۃ العین رسولِ ہاشمیؐ
قبلۂ دل، کعبہ ہرخاص وعام قابل صداحترام
میر حزب اللہ پرلاکھوں سلام

Marfat.com

(۵)

دین پناہ والا حشم بندہ نواز
صاحبِ دل واقفِ راز ونیاز
خوب رود خوب خود خوش خرام
میرِ حزب اللہ پرلاکھوں سلام

(۶)

دیکھ کر یوں زورِ باطل ہر طرف
مردِ حق کہتا ہے مسلم لاتخف
کھینچ لے پھر لاکی تیغ بے نیام
میرِ حزب اللہ پرلاکھوں سلام

(۷)

پھر حدی خواں ہے امیر کارواں
جس کے نغموں میں ہے اک سوزِ نہاں
رہرو منزل نہ ہو کیوں تیز گام
میرِ حزب اللہ پرلاکھوں سلام

(۸)

اٹھ مسلماں رکھ حکومت کی بنا!
لیس للانسان الّا ماسعیٰ!
تیری کوشش رہ نہ جائے ناتمام!
میرِ حزب اللہ پر لاکھوں سلام!

Marfat.com

"خدائی فوج"

(جناب مظہر)

رگ و پے میں رضا کاران حزب اللہ کے وہ خوں ہے
کہ رعنائی ہے جس سے کربلا کے لالہ زاروں کی
وہ یلغاروں سے جن کی لرزہ براندام تھا باطل
زمین پاک پھر ہے منتظر ان شہ سواروں کی
وہ مردان مجاہد جنبشِ تیغِ دو پیکر سے
بدل دیتے تھے گردش اپنی قسمت کے ستاروں کی
دیئے ہیں میں نے ان پاؤں کو بوسے خواب میں مظہر
جبینیں جن پہ جھکتی تھیں جہاں کے تاجداروں کی

امیر حزب اللہ

(جناب کرنل عبدالحمید آزاد کشمیر)

میر حزب اللہ مردِ حق ضیائے ذوالجلال مشعلِ راہ ہدایت مظہر فضل وکمال
حسرت و ناکامیاں ہیں جن کے آگے پائمال رہبر کامل ہے جو اور جو ہے مردِ بے مثال
یہ معانی کلام پاک کی تفسیر ہے
یہ بلند و خوبتر اخلاق کی تصویر ہے
اے رسول اللہ کے نائب امیر المومنین! کر دعا بہر خدا اے علم و عرفاں کے امیں!
ہو حمید بے نوا پر فضل رب العالمیں مرحمت ہو جائے اس کو بھی وہی حق الیقیں!
جو یقیں حاصل تھا مولا حیدر کرّار کو
اور سیف اللہ بہادر خالدِ جرّار کو

Marfat.com

نذرِ عقیدت

(جناب طفیل محمد)

1 السلام اے نازنین مصطفےٰ
السلام اے مایۂ علم وہدیٰ
السلام اے تاجدارِ اتقیا
السلام اے راز دارِ اولیاء
السلام اے ملک وملت کے امیں
السلام اے رہبر دنیا و دیں

2 آپ ہیں لشکر خدائی کے امیر
آپ پر راضی رہے رب قدیر
آپ ہیں چشم وچراغ مصطفےٰ
قرۃ العین علی مرتضےٰؓ
اصل تو بر فضل تو آمد گواہ
اسم پاکت شد "محمد فضلؒ شاہ"

3 تو نے آکر پھر دیا "درس خودی"
اور خدا سے بھی عطا کی آگہی
ہو رہے تھے جو کبھی زیر و زبر
کر دیا آکر انہیں شیر وشکر
"اسوۂ شبیر" کا پیرو ہے تو
قوت حق کی ترے دل میں نمو
ہے تیرا پیغام مسلم کو یہی
جاھدوا فی اللہ حق جھادہ

4 آپ کی ذات مطہر پر سلام
آپ کی روح معنبر پر سلام
آپ کے زور خطابت پر سلام
آپ کی شانِ امارت پر سلام
آپ کے طرز تبسم پر سلام
آپ کے حسنِ تکلم پر سلام

5 مظہر نور خدا بس یک نظر
معدن لطف وعطا بس یک نظر
مخزن جود وسخا بس یک نظر
منبع مہر ووفا بس یک نظر
گوہر صدق وصفا بس یک نظر
درد منداں را دوا بس یک نظر
مایۂ دارین للہ یک نظر
از پئے حسنین للہ یک نظر

6 یک نگاہ لطف از بہر خدا !
"اے طبیب جملہ علت ہائے ما"!
چارہ سازی کن مرا اے چارہ گر
بر طفیلؔ عاجز و مسکیں نگر !

Marfat.com

باعزّ وشان دائم مولا! رہیں یہ خواجہ

(جناب خضر حیات)

مرے گھر میں بعدِ مدت آئے ہیں میرے خواجہ — اجڑے ہوئے چمن میں گویا بہار آئی
آمد سے تیری شاہا، اہل وعیال میرے — کتنے ہیں پر مسرت کتنی خوشی منائی
مرے دکھ مٹانے والے غم دور کرنے والے! — ترے آنے سے امیدیں مرے دل کی ہیں بر آئی
حاصل ہوئی کرم سے ترے لازوال دولت — دونوں جہاں کی عزت ہے ہاتھ مجھ کو آئی
ترے نور سے ہو روشن مرے دل کی شمع خواجہ! — ہو مہر وماہ سے بڑھ کر مرے دل کی پر ضیائی
اہل وعیال صدقے مری جان تجھ پہ قربان! — تکلیف میری خاطر اس حال میں اٹھائی

باعز وشان دائم مولا! رہیں یہ خواجہ

جذباتِ نیاز

(جناب سوار الدین شیدا)

تیری صدا نے قوم کو ہشیار کر دیا — سوئے ہوؤں کو آن میں بیدار کر دیا
تھا امت رسول کا دل میں ترے جو درد — گھر گھر میں آکے اس کا اظہار کر دیا

شاہ جلال! تجھ پہ ہوا نوار کا نزول
تیرے کرم نے روح کو سرشار کر دیا

☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

ضمیمہ

Marfat.com

جہاں جہاں سے وہ گذرے جہاں جہاں ٹھہرے
وہی مقام محبت کی جلوہ گاہ بنے

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

ضمیمہ

ضلع وار وہ مقامات جہاں جہاں بسلسلہ دورہ حضور امیر حزب اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا ورود ہوا

سالہائے[1] دورہ ۱۹۲۷ء تا ۱۹۵۸ء
(قد آدم مطبوعہ پروگراموں سے ماخوذ)

ضلع جہلم

جلالپور شریف ۔ کڑی شریف ۔ کھوکھا ۔ طمہ عجائب ۔ نھتوالہ ۔ چوٹالہ ۔ دلاور ۔ چک جانی ۔ چک مجاہد ۔ سمنوال ۔ آدووال ۔ سکھر پور ۔ سروبہ ۔ دگھ ۔ حسنوٹ ۔ فتح پور ۔ نچندی ۔ ڈھوڈھا ۔ دیوال ۔ ڈھوک طور ۔ ارڑبرڑ ۔ تھٹی ۔ سدوال ۔ مرید ۔ تحصیل فتوحی ۔ غریبوال ۔ ساؤوال ۔ قمر ۔ ہرنپور ۔ پنڈ دادنخان ۔ سہوترہ ۔ بہٹھ ۔ پنڈ گولہ اندازاں ۔ مل ۔ کوہالہ ۔ کالس ۔ علیا موہڑہ ۔ کال ۔ کھوتھیاں ۔ بھلّہ ۔ چکوال ۔ جنگہ ۔ لہڑ سلطانپور ۔ دھریالہ کہون ۔ کھنڈوہ ۔ سردہی ۔ شمس پورہ ۔ رہتاس ۔ مسوال ۔ تتراڑل ۔ منڈی اوڑمکھال ۔ سرگدھن ۔ میانہ صحنال ۔ شیرپور ۔ دولت پور ۔ لنگاہ ۔ ڈھیری سیداں ۔ بھٹی گوجرہ ۔ چوہا سیدن شاہ ۔ ٹوبھہ ۔ کتر ۔ مدد کالس ۔ گوڑہا اتم سنگھ ۔ مفتیاں والی ۔ خلاص پور ۔ نکہ کلاں ۔ خیرپور ۔ پنڈی سید پور ۔ چک حمید ۔ نھتوالہ ۔ تھوہا بہادر ۔ ڈونگی ۔ چک شفیع ۔ بشارت ۔ وہری سیداں ۔ نگیال ۔ کھیویانوالہ ۔ تتروٹ ۔ لہڑ ۔ ڈھوک ٹاہلیاں ۔ سیدوال ۔ گہورہ ۔ للہ ۔ ہتار ۔ دھروکی ۔ دعولہ ۔ خورد ۔ کاہل داخلی حسنوٹ ۔ علی پور ۔ پرانا کوٹ ۔ روال ۔ گولپور ۔ جہلم ۔ سمنوال ۔ مولے ۔ ملہال ۔ ڈھوک مل ۔ دینہ ۔ بنگیال ۔ کھیوڑہ نمک ۔ میدان پیراں بشدور ۔ حبذ ۔ دومالی ۔ بلکسر ۔ کلر کہار ۔ کلری ۔ کھلابٹا ۔ دھنیالہ ۔ پیر کھارا ۔ بھلووالی

---

[1] حضور کے یہ دورے خدا کے فضل سے اب بھی جاری ہیں اگرچہ حسب سابق پروگرام مرتب نہیں ہوتے ۔ اور مقامات پر حضور تقریر ارشاد نہیں فرما سکتے ۔ مگر تاثیر کا نرالا عالم ہے اور خلائق کو نگاہ باطن سے دعوت الی اللہ دی جا رہی ہے ۔ حضور نے حال ہی میں ۱۶ ر نومبر ۱۹۶۳ء سے لے کر ۲۸ ر نومبر ۱۹۶۳ء تک اضلاع گوجرانوالہ ، سرگودھا ، جھنگ ، اور گجرات کا دورہ فرمایا ۔ آپ قصبے ، چک نمبر ۱۱۹ ر شمالی ، سیال شریف ، چاندیہ فراز ، کلیرہ ، کھوکھر ، بلو ، شاہ پور ، چک نمبر ۲۱ ر جنوبی ، کوٹ اسلام اور وزیر امچانوالہ تشریف لے گئے ۔ لوگ بے تابانہ جوق در جوق حاضر ہوتے رہے اور باطن کی زبان بے زبانی سے جو بدرجہا مؤثر زیادہ اور دلنشیں ہوتی ہے ۔ خمخانہ یثرب میں کشید کی ہوئی مے توحید ہر جگہ عام تقسیم ہوتی رہی ۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ اس ساقی کو عرصہ دراز تک قائم رکھے اور جام توحید اسی طرح گردش میں رہے ۔ آمین ثم آمین ۔

Marfat.com

لنڈ پور۔ ساگری۔ وہالی۔ تھر پال۔ تھٹی۔ منوال۔ پھمکسنر۔ کھنڈوہ کوٹیام۔ گڈریام۔ لہڑی۔ ملیار مینیس داموِوال۔ ککڑ پنڈی۔ پتھر کلاں۔ ناڑہ مغلاں۔ پنڈ سوکہ پدھری۔ بکڑالہ۔ پوٹھہ۔ ڈھانگری مرزا۔ ٹلہ جوگیاں۔

ضلع سرگودہا

سیال شریف[۱]۔ حضور پور۔ چک نمبر۱۱ جنوبی۔ چک ۳۲ شمالی۔ چک ۱۱۹ شمالی۔ سرگودہا۔ عاکی۔ احمد یوالہ۔ کلانپور۔ ورھن۔ چک ۱۰ شمالی تھٹہ۔ چک ۵ جنوبی۔ چوکیرہ۔ شاہپور سوڈھی جیوالے۔ کھبیکی۔ کوٹ اللہ یارخان۔ چک ۱۴۹ اور ۱۵۰ شمالی۔ کلان پور زیریں چاہ راجیوالہ۔ نصیر پور کلان۔ بھابڑہ۔ چک ۹ جنوبی۔ ٹانگوالی۔ بہک لڑکا۔ مگھوال چک ۲۴۔ میانی بھیرہ۔ منڈی پھلرون۔ گڑھیکالا چک ۲۸ جنوبی۔ نان محمد والا۔ چک ۱۲۸ شمالی۔ پنڈمکو۔ کوٹ مومن۔ چک ۱۳۵ شمالی۔ سوبھیانوالہ۔ کلان پورخورد۔ سالم۔ چک ۷ ماہلے والا۔ ٹھٹھی رشید۔ بھلوال۔ سلانوالی۔ چک ۱۲ ارسالہ۔ چک ۲۳ شمالی۔ چک ۷ شمالی۔ بولا بالا۔ چک ۳ جنوبی۔ چک ۱۴ کوٹری حویلی چوہدری سکندرخان۔ اجڑا۔ چک ۱۸ شمالی۔ مرولہ شریف۔ ملیار۔ چک ۱۳۷ جنوبی۔ مٹھہ ٹوانہ۔

ضلع جھنگ

ٹلو۔ چانڈیہ فراز۔ کلیرہ۔ کھوکھر۔ لانگ شمال۔ احمد یوالہ۔ چک ۴۸۹ نزول۔ جیسل بھٹیاں۔ چھتہ۔ چک ۲۰۵ گلھوترانوالی۔ پیر پنجہ۔ کلری۔ کوٹ عیسیٰ شاہ۔ بڑانہ چک ۱۳۹ جنوبی۔ گنجہ تلہ ڈھولکہ دھرکھاناوالا۔ ٹھٹھی خیرا۔ ساجھووال۔ مگھیانہ۔

---

[۱] سیال شریف حضور صرف عرس مبارک میں شرکت فرمایا کرتے تھے۔ خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ سے حرم سیال شریف کے احترام کی جو تعلیم آپ نے حاصل کی تھی۔ اس پر ہمیشہ عمل پیرا رہے لب کشائی سوءِ ادبی سمجھا۔ جب کبھی حزب اللہ کی تبلیغ کے سلسلہ میں یا ویسے کسی موضوع پر تقریر فرمائی تو وہ بھی حضرت خواجہ قمر الدین سجادہ نشین سیال شریف کے ارشادات کی تعمیل کے طور پر ہوا کرتی تھی۔ اور آپ فرمایا کرتے حضرت خواجہ شمس العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ اقدس کے سامنے فرط ادب سے بات کرتے زبان پر قفل پڑ جاتا ہے۔

Marfat.com

ضلع راولپنڈی

راولپنڈی۔آڈرہ۔میرا کھینگر۔کٹاریاں۔مدہال۔بھاٹا ملیاراں۔ کالی پڑی۔ڈاوری بجنیال۔بھیر کلیال۔ٹھیکریاں گوجر۔بیور۔پنجگرائیں خورد۔سود۔نگایل کلاں۔گوجر خان۔جنڈ میلو۔ترکوال۔نتھ چھتر۔پوٹھی۔موہڑہ امین۔ڈاوری منیاندہ۔جھٹہ ہتھیال۔کھڈرپیڑ۔چھنی عالمشیر۔جھنگل۔مومن متصل ابن چک۔ملکو کہ متصل ماڑی دانشمنداں۔تختی راجگان۔چکری۔نگائل عمرخاں۔موہڑہ حاجی گل جاتلی۔چک نابن۔راماں۔سوال۔چھپر میرختال۔پہرالی۔موہڑہ ملکاں۔ساہنگ۔جرموٹ کلاں۔گلیانہ۔نارہ۔بیروالیاں۔بسالی۔کرال۔لودے ڈھوک محمد ولی مرادی جنجیل۔آوڑہ۔گنگال۔جنڈ نجار۔جیرورتیال۔بھنگالی گوجر۔آبدی۔مینس۔دلمی دھمیال۔میرانگویال۔بگا سنگرال۔موہڑہ مہال۔ابھن چک۔ٹھیکریاں۔موہڑہ ہنس۔کھینگر محمد ال۔توپ کلیال۔کوکن جنڈ۔ذلمی طمہ دھمیال۔ٹاہلی موہری متصل راولپنڈی۔چھپر میرکھنال داخلی ترلاہی کلاں۔موہڑہ داخلی مدہال۔مل ججال۔گوڑہا منگھوٹ۔سکھو۔کونتریلہ۔کٹاریاں۔گلیانہ۔ڈھونگ۔آہدی کرنالی۔ماڑی دانشمنداں۔کوٹلہ۔رجوعہ۔ارجن۔دلمی مریڑ حسن داخلی راولپنڈی۔لال کڑتی داخلی راولپنڈی۔ڈھوک للہاں پڑی۔

ضلع گجرات

آلہ۔سوہادہ۔پھالیہ۔رگھ۔میلو کہنہ۔مکیوال۔قادرآباد۔کٹھیالہ شیخاں۔چک ۴۳۔ڈھواں لوک کوٹھا۔چک مہمد۔بوریانوالی۔مرالی۔کوٹ اسلام۔گڑہا۔بگا۔چوٹ دھیراں۔بوسال۔بھکھی شریف۔چیلیاں والہ۔ماجھی۔بھابھڑہ۔شادیوال۔جاتریہ کلاں۔برنالی۔خونن ڈومیاں۔موہری۔پنڈ مکو۔ملک وال حقیقہ خورد کھاریاں۔کولیاں حبیب۔ڈمیان دھوریہ۔دتے وال۔چک چودھو۔وبھولہ۔کرلیانوالہ۔بھیکھو موڑ۔اجووال۔مونگ۔چک شیر محمد۔وڑا نچانوالہ۔سوہادہ دلوانہ۔چک ۱۴ المعروف چک ۶۔بانگٹ۔سیدا شریف۔پیر پنڈی الہانی۔حقیقہ۔جنڈ شریف۔گنجہ۔شاہ سرمست۔جھیرانوالی۔رکن۔پانڈ دوال۔چک شہباز۔چک دنیا۔حاجی والا۔کنجاہ۔دیہولہ۔ھونی خورد۔بوہت۔مانگٹ۔نواں کوٹ گھگو کا۔بھٹی چک۔ٹھیکریاں۔برنالی۔منڈیر۔کوٹھ کلاں۔موتے متصل طاہر۔گھرکو۔سیکروالی۔ریناں۔ترادنیانوالہ۔چکوڑی۔گھنیاں۔ترکھا۔دھریکاں خورد۔ٹھٹھی مرید۔رائیکے۔بیکنانوالہ۔برج اگرہ۔منڈی بہاؤالدین۔جوکالیاں۔میانہ چک متصل جوڑہ۔دھول کلاں۔مکھو پنڈی۔

Marfat.com

پیر پنڈی جھرانہ۔ سوہاوہ بولانی۔ لوہسر کلاں۔ سہارن چٹھ۔ کوٹ بھاگا۔ برج سچر۔ بار موسیٰ۔ مٹویں۔ ڈنگہ۔ جھاتلہ۔ لالہ موسیٰ۔ چوٹ۔ پیروشاہ۔ گاکھڑا کلاں۔ مدھرے۔ ڈھوک محمد ولی۔ موہڑہ مہیال۔ بولا۔ چھنی گاہنا۔ مٹو۔ ڈیرہ پیر فتح شاہ۔ چک کمال۔ کاسب وجید۔ ڈھول خورد۔ بھیروال۔ جلال پور جٹاں۔ کوٹ میانہ۔ ہریہ۔

ضلع لائل پور

چک ۴۰۱ کجہ بجواڑہ۔ چک ۱۰۵ ارکھ برانچ۔ چک جھمرا۔ چک ۱۱۸ ہاٹھ ج۔ب۔ چک ۱۱۳ بھلاہی چک ۲۴۷ میانی، آر، بی۔ چک ۳۹۹ اجزام، ج، ب۔ چک ۳۰۳ کٹھوہڑ۔ چک ۲۸۸ گوگیرہ برانچ۔ چک ۲۵۳ کھوتڑاں۔ چک ۲۹۳ حیدر نگر سرفتو۔ چک ۴۲ مٹمل چک نمبر ۶۶۰/۱ گ۔ب۔ چک ۱۰۵ گھسیانوالہ ٹوبہ ٹیک سنگھ۔ چک ۳۹۵ ج۔ب۔

ضلع شیخو پورہ

مال والی داخلی چک ۱۔ چک ۲۴ رکھ برانچ سنگھووالہ۔ ونوٹیانوالی چک ۳۹ آر، بی قبروالی مشمولہ مانانوالہ۔ کھڈیوالہ۔ کوٹ بھاگا چک ۲۱۔ راموں آنہ شیخاں۔ چوی شریف۔

ضلع منٹگمری

چک ۹۶، ۱۲۔ ایل۔ چک ۱۱۳/۳ ایل۔ بی۔ آر چک ۵ ایل۔ ۱۱۰۔ بی۔ آر۔ چک ۱۲۱/۱ ای۔ بی چک ۲۰ ایل ۱۱۰۔ چک ۳ ابی آر ۷ چک ۱۱۳/۳، ۷، بی۔ آر چک ۱۰۸۔ ۱۲، ایل۔ چک ۴۹، ۳، آر۔ چک ۲۲۷، ای، بی۔ چک ۱۳۵، ای، بی۔ چک ۵، ۱۱، ایل۔ چک ۱۱۵، ۱۲، ایل۔ چک ۹۷، ۱۲، ایل۔ چک ۱، ۸، آر۔

ضلع گوجرانوالہ

گوجرانوالہ۔ قسیسے۔ پارلکھن۔ نواں کوٹ گھگو کا چک۔ چک بھٹی۔ محمود پور۔ راکے چٹھہ۔ چھینی چورہیڑا۔ سکھیکی۔ بیمیانوالہ۔ حافظ آباد۔ ریاست کشمیر (مقبوضہ آزاد) میرپور۔ پلاک۔ دعورہ۔ بینسی کلاں۔ موہڑہ مونڈیاں۔ گوڑھالدھڑ۔ اندراہ کلاں۔ بلاہ۔ مظفر آباد۔ پونچھ۔ اوڑی۔ بھیڈی۔ جموں۔ خیرپور۔

ضلع کیملپور

تلہ گنگ۔ پیڑہ فتحیال۔ بھال ٹھلے کلاں۔ کوٹھ کلاں۔ کالی پڑی۔ ڈھلیال۔ موہڑہ داغلی کلاں

Marfat.com

پڑی حضرو۔چکری۔ادھوال۔

ریاست بہاولپور

رحیم یار خان۔بہاولپور۔خانپور۔سمہ سٹہ۔چشتیاں شریف۔چک ۱۲۴ پی۔چک ۶۵ یزمان۔

چک ۱۳۴ امراد۔چک ۱۳۵ امراد۔

متفرق مقامات

خانیوال۔ملتان۔گھلوٹیاں خورد ضلع سیالکوٹ۔میانوالی۔مہری۔پشاور۔ہوشیار پور۔لاہور۔

سرینگر۔کراچی۔دھلی۔شملہ

نوٹ

قبلہ حضرت امیر حزب اللہ ان مقامات پر لگاتار اکتیس ۳۱ رسال تک دورہ فرماتے رہے ہر مقام پر بارہا تشریف لے گئے۔اور تقریر اور تاثیر سے دلوں کو گرماتے رہے۔یہ فقید المثال تبلیغ کارنامہ ہے۔افسوس ہے بعض سالوں کے مطبوعہ پروگرام نہیں مل سکے۔اس لئے اگر بعض مقامات یہاں درج نہ ہو سکے ہوں تو معذور سمجھا جائے۔

تمت بالخیر

Marfat.com

تاریخ طبع ''امیر حزب اللہ''

مولوی محمد مظفر علی ابن حضرت مولانا قاضی محمد سلام اللہ مرحوم ساکن چک عمر ضلع گجرات

سیرت امام المتقین

۱۳۸۳ھ

زہے تالیف گردیدہ کتابے — چو روئے گل رخاں ہر لفظ وبابش
مرتب شد کتاب مردِ عارف — مظفر گفت سال لاجوابش

۱۹۶۴ء

زہاتف میرِ حزب اللہ معظم — شنیدم سالِ ہجری از خطابش

۱۳۸۳ھ

ایضاً

مصنف بیاں کرد حالاتِ پاک — زکلک معنبر بصدق وصواب
مظفر چو جستیم تاریخ او — نداشد حیات فضائل مآب

۱۳۸۳ھ

....

کتبہٗ:

احقر خادم العلماء والفقراء **فضل عظیم** ساکن جاتریہ کلاں ضلع گجرات

Marfat.com